

تحقیقات نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَمَلِيَّاتُ النَّبَوِيَّةُ فِي  
الْفَتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ

# فتاویٰ رضویہ

جلد 2

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات



تیسویں جلد اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

# فہرست جلد دوم

## ابواب وسائل

۴۳	۵	فتویٰ ۲۸۔ آب مستعمل کی جامع مانع تعریف	پیش لفظ
۴۴	۳۷	پانی مستعمل ہونے کی صورتوں کا بیان۔ بچے وضو ہے اور برتن بڑا کہ جھکا نہیں سکتا تر پانی کس طرح ہے۔	باب المیاء
۴۴	۳۷	جنتب یا بیرون کا وہ عضو جس کی ابھی طہارت نہ کی ذمہ بھر بھی اگر ملے بھر پانی میں ڈوب جائے قابل طہارت نہ رہے گا۔	فتویٰ ۲۳۔ وضو کے بچے پانی سے وضو اگر اس میں کچھ قطرے یا دھار ہاتھ سے گری تو کیا حکم۔
۴۴	۳۷	مستعمل وغیر مستعمل پانی مل جائیں تو زائد کا اعتبار ہے۔	فتویٰ ۲۴۔ اسٹجے کے بچے ہونے پانی سے وضو جائز ہے۔
۴۵	۳۸	پانی مستعمل نہ ہونے کی صورتیں۔	فتویٰ ۲۵۔ بارش کا پانی کہ شہر کی باہر دھوکہ رہتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔
۴۷	۳۸	آب مطلق کے سوا گلاب وغیرہ کسی چیز سے وضو وغسل نہیں ہو سکتا۔	فتویٰ ۲۶۔ سارے سات گز مرنے حوض پیشاب سے ناپاک نہ ہوگا۔
۴۷	۳۹	وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا چھڑکنا حرام ہے۔	فتویٰ ۲۷۔ حوض وہ درودہ نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک خاص نجاست کے سبب اس کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدل جائے۔
۵۲	۳۹	مصنعت کی تحقیق مفروضہ کہ برتن پر نیت سنت دھونے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا۔	

- ۱۱۲ جانی مٹ کر سے قابل وضو نہ رہے گا۔
- ۵۳ حیض و نفاس ابھی ختم نہ ہو اس حالت میں عورت کا ہاتھ پانی میں پڑنے سے پرستور قابل وضو رہے گا۔
- ۱۱۴ ۵۵ بقدر ضرورت ہاتھ دھاتے سے پانی مستقل نہیں پڑتا ہاں ضرورت سے زائد مستقل کر دے گا۔
- ۱۱۶ ۶۰ ہاتھ دھال ضرورت سے پھر پانی ہی میں دھونے کی نیت کر لی مستقل ہو گیا۔
- ۱۱۸ مستقل پانی کو قابل وضو کرنے کے دو طریقے۔
- ۱۲۰ مستقل پانی پاک ہے اُس سے پکڑا دھو سکے ہیں
- ۱۲۲ ۶۱ پینا اور آنا گوندنا مکروہ ہے۔
- ۱۲۲ ۷۰ اس پر چالیس کتب و ائمہ کی نصوص کو بہتے ہوئے بدن کا ایک ذرہ پانی سے لگ جانا سارے پانی کو مستقل کر دیتا ہے۔
- ۱۲۲ ۱۰۰ جنت یا بیوض کو کوئی سے پانی لینے کی ضرورت ہے اور کھڑا اس میں ڈوب گیا نہ اور برقی پانی اس کے نکالنے کو جتنا ہاتھ بھی ڈالنا ضروری ہو پانی مستقل نہ کریگا۔
- ۱۲۳ ۱۰۱ ٹھنڈک لینے کو ہاتھ یا ایک پردہ ہی ڈال پانی وضو کے قابل نہ رہا۔
- ۱۲۳ ۱۰۲ کنویں میں ڈول کر گیا اُس کے نکالنے کو آدمی بے نہایت گھسا پانی غراب نہ ہو گا جبکہ اُس کے بدن یا کپڑے پر نجاست حقیقیہ نہ ہو نہ رفع حدث کی نیت کرے۔
- ۱۲۵ ۱۱۳ مائے باپ کے کپڑے یا ان کے کھانے کے لیے پھل یا مسجور کا فرش برنیت و آب و مونس سے پانی مستقل نہ ہو گا۔
- پانی مستقل ہو جانے کا سبب۔
- پانی بدن سے جدا ہوتے ہی مستقل ہو جاتا ہے اگر چہ ابھی کہیں نہ ٹھہرا ہو۔
- باد و شخص گرمی میں کسی عبادت میں دل لگنے کیلئے نہایا یا ہاتھ مزہ دھوئے پانی مستقل نہ ہو گا۔
- بدن مستحار کنا مستحب ہے اسلام کی بنیاد مستحرائی پر ہے مگر با وضو کا اس نیت سے بدن وضو پانی مستقل نہ کرے گا۔
- تالیاں کا ہاتھ ڈوبنے سے پانی مستقل نہیں پڑتا
- بحث قول المحقق ان سقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال۔
- باطن چشم دھونے سے پانی مستقل نہ ہو گا۔
- مصنعت کی تحقیق کر سنے سے بھی پانی مستقل ہو جاتا ہے۔
- بیوض شخص نے پانی کے برتن میں اپنا سر داخل کیا یہاں تک کہ چارم سر کو پانی کا مسح ادا ہو گیا اور برتن کا پانی مستقل نہ ہوا۔
- پانی کے برتن میں موزہ پہنے پاؤں یا پٹی بندھنا عضو ڈالنے سے اُن کا مسح ادا ہو جائے گا اور پانی مستقل نہ ہو گا۔
- فتویٰ ۲۹۔ ایک ذرہ بے وضو بدن پانی کو مستقل کر دیتا ہے اور اسکے قابل وضو کر سکا طریقہ۔

- غسل آمارنے کی نیت سے کنویں میں غوطہ دیا گیا  
پانی بالاقصاق مستقل ہو گیا۔
- ۱۲۶ باوجود کنویں میں شلہ ڈولی نکالنے کو گھسا اور وہاں  
بقصد قربت نہانے کی نیت کر لی پانی مستقل  
ہو گیا۔
- ۱۲۷ بیوضو کے کنویں میں جانے کا مسئلہ۔  
عورت کا جب تک حیض و نفاس منقطع نہ ہو اگر  
وہ ٹھنڈک لینے کو پانی میں گھسے مستقل نہ ہوگا۔
- ۱۲۸ جب تک کہ دستش کنوؤں میں جانے کا مسئلہ۔  
تھک کے دستش کنوؤں میں جانے کا مسئلہ۔
- ۱۲۹ وہ دروہ پانی میں نجاست نظر آنے والی پڑی ہو  
جب بھی سب طرف وضو جائز ہے۔
- ۱۳۰ عورت یا مرد کے پھینے یا وضو و غسل سے جو پانی  
بچا دوسرے کو اس سے وضو جائز ہے۔
- ۱۳۱ آب مستقل ہمارے سب اماموں کے نزدیک  
پاک ہے مگر قابل وضو نہیں۔
- ۱۳۲ وہ دروہ پانی میں کھیتی یا زکل قریب قریب لگا  
اُسے کم نہ کر دے گا۔
- ۱۳۳ جس پانی پر کابھی گئی ہو اُس کا حکم۔  
پانی پر برت جم گیا تو اس میں ہاتھ پاؤں ڈال کر  
وضو کرنا کیسا ہے۔
- ۱۳۴ پانی امر وہ دروہ ہے اور نیچے کم اُس کے  
دونوں حصوں کا حکم۔
- ۱۳۵ نیچے وہ دروہ ہے اور اوپر کم تو دونوں حصوں  
کا حکم۔
- ۱۳۶ فتنی چیتان وہ کون سا پانی ہے کہ جب تک کثیر  
ہے نجس ہو جائے گا اور گھٹ جائے تو نجس  
نہ ہوگا۔
- ۲۰۴ مصنف کی تحقیقات کردہ دروہ مرید  
ہو نامہ ورنہ نہیں صرف سوا تھ کی مساحت
- ۲۰۵ ۱۲۹ دیکھا ہے۔
- ۲۰۶ برائے حوض سے ایک چھوٹا حوض نکال لیا اس  
کا حکم۔
- ۲۱۰ ۱۳۰ چھوٹا حوض جس کے ایک طرف سے پانی آتا  
۱۳۱ دوسری طرف سے نکل جاتا ہے اگر چھوڑا ہو  
پانی جاری ہونے کا مانع نہیں۔
- ۲۱۱ ۱۳۵ سوتوں سے پانی اُبیلے اور نال سے بے قو  
وہ آب جاری ہے۔
- ۲۱۲ ۱۳۸ کنویں میں مستقل پانی گر جانے کا حکم۔
- ۲۳۶ ۱۳۸ فتویٰ ۳۰ حوض میں بار بار متواتر غسل  
کرنے کا کیا حکم ہے۔
- ۲۴۹ ۱۴۸ غیر جاری پانی کب کثیر سمجھا جائے گا۔
- ۴۴۹ ۱۸۹ حوض کا پانی اگر مستقل ہو جائے اُس کے قابل وضو  
کرنے کے دو طریقے۔
- ۲۵۰ ۱۸۹ جہاں وہ دونوں شورتیں دشوار ہوں مینش  
ڈول نکالنا کافی ہو سکتا ہے۔
- ۲۵۰ ۱۹۰ فتویٰ ۳۱ خندق میں مٹی کا پانی جاتا ہے  
اور بارش کا بھی ہر ۱۱ سوز وضو کا کیا حکم ہے۔
- ۲۵۹ ۲۰۳ فتویٰ ۳۲ وہ دروہ حوض میں گز ششدری  
کی مقدار۔
- ۲۶۰ ۲۰۴



- فتویٰ ۳۳ - وہ درودِ حوض میں بارہ سستوں قائم کیے جن کی مساحت چار گز ہے وہ درود رپا یا نہیں۔
- فتویٰ ۳۴ - وہ درودِ حوض میں حقو کئے یا پاؤں ڈالنے کا حکم۔
- فتویٰ ۳۵ - وہ درودِ تالاب ہے مگر اس میں نجاست کی ڈھلیاں پڑتی ہیں اُس کا حکم۔
- فتویٰ ۳۶ - پانی میں دوائیں جوش کی ہیں اُس سے وضو یا استنجا برکایا نہیں۔
- فتویٰ ۳۷ - بستی کے قریب کے تالابوں کا حکم اور وہ جن میں استنجنے کیے جاتے ہیں اور وہ پانی جس کا رنگ و بو بدلا ہو اسے اور بہاؤ کا پانی کہ نجاست سے کر آیا اور کسی جگہ ٹھہرا ان سب کا حکم۔
- فتویٰ ۳۸ - وہ درودِ حوض کہ پائش کا یہاں اور اس کے گزوں اور فٹوں اور انچوں اور انگلیوں کی تحقیق۔
- فتویٰ ۳۹ - نجس پانی تھا غروب سے یا ہوائے سے پاک نہیں ہوتا۔
- فتویٰ ۴۰ - پانی مکروہ کسی کس طرح سے ہوتا ہے۔
- فتویٰ ۴۱ - نامحرم عورت کو اپنے سر شد کا جھوٹا پینا کیسا ہے۔
- فتویٰ ۴۲ - ناپاک نانی سے برک پانی نے حوض بھر اس کا کیا حکم ہے۔
- ۲۷۱ - آبِ کثیر میں خود عین نجاست کا رنگ یا جو یا مرزا آبائے قونا پاک ہوگا نجاست سے جو چیز ناپاک ہوئی جیسے گلاب وغیرہ اُس کے رنگ و بو مرزا کا اعتبار نہیں۔
- ۲۷۲ - فتویٰ ۳۳ - پانی کی مساحت میں فقط سطح باہر کا اعتبار ہے جو پانی ادا تھا لیا ۹ ہاتھ چڑھا تین ہاتھ گہرا ہر اس کی مساحت کیا ہوگی۔
- ۲۷۳ - فتویٰ ۳۴ - متعلق دور چاہ در فضل البئر۔
- ۲۷۴ - حوضِ مثلث متساوی الاضلاع کے تنو ہاتھ مساحت ہونے کے لیے ہر ضلع  $\frac{1}{2}$  ۱۵ ہاتھ۔
- ۲۸۶ - اسی مسئلہ میں دوسرا قول
- فتویٰ ۴۵ - دھنر سے افضل ہے یا حوض سے۔
- ۲۸۷ - فتویٰ ۴۶ - ہندو کے نہاتے کا پانی کیسا؟
- فتویٰ ۴۷ - ہندو و نصرانی کے جھوٹے کا حکم۔
- ۲۸۸ - فتویٰ ۴۸ - حقہ کا پانی پاک ہے۔
- ۲۸۹ - سفر میں وضو کا پانی کم ہو گیا حقہ کے پانی سے وہ کی پوری ہو سکتی ہے کیل فرض ہے تیمم کی اجازت نہیں۔
- ۲۹۰ - فتویٰ ۴۹ - حوض نیچے وہ درود ہے اور اوپر کم اور بھرے ہوئے میں نجاست پڑی تو نیچے کا صحت کیا رہا۔
- ۲۹۱ - فتویٰ ۵۰ - اُسی حوض میں اوپر کا پانی نکال کر پاک پانی سے بھر دیا تو کیا حکم ہے۔

- فتویٰ ۵۱ - نیچے کے درہ درہ حصہ میں نجاست  
 پڑی پھر بھردیا تو کیا حکم۔ ۳۳۲
- فتویٰ ۵۲ - عرض اوپر درہ درہ ہے اور  
 نیچے کم اور نجاست پڑی تو نیچے کا حصہ کیسا ہے۔ ۳۳۴
- پانی کی صفیت اور صورت اور آب زیر وبالا میں  
 چار قسموں کا بیان۔ ۳۳۲
- شہر پر گھاٹ بنائے تو جو حصہ پانی کا گھاٹ  
 جدا کیا اس کا کیا حکم ہے۔ ۳۳۲
- تالاب میں برف جم گیا ایک جگہ سے کچھ کھول لیا  
 اُس کا حکم۔ ۳۳۳
- گھاٹ یا برف نے پانی کے جو ٹکڑے جدا کیے  
 اُن میں ایک کے ناپاک ہونے سے دوسرا  
 ناپاک نہ ہوگا۔ ۳۳۲
- تالاب یا نہر سے نکلا جو حصہ وضائی ہوتا  
 ہے کم ہے تو جدا نہیں۔ ۳۳۵
- درہ درہ پانی میں نجاست پڑی ناپاک نہ ہوا  
 پھر سمٹ کر تھوڑی جگہ ہو جانے سے بھی ناپاک نہ ہوگا  
 اگر نجاست باقی نہیں۔ ۳۳۸
- ناپاک پانی درہ درہ جگہ میں پھیل جانے سے  
 پاک نہ ہوگا۔ ۳۳۸
- بڑے تالاب میں نجاست پڑی تھی پھر  
 سوکھ کر تھوڑا رہ گیا ناپاک نہ ہوگا اگر نجاست  
 باقی نہیں۔ ۳۳۹
- تالاب کی سطح میں تھوڑا پانی ناپاک ہو گیا پھر  
 سے بھی پاک نہ ہوگا جب تک ایل نہ جائے۔ ۳۳۹
- نجاست سے ملے وقت پانی کی مساحت  
 دیکھی جائیگی اگرچہ بعد کو کم و بیش ہو جائے۔ ۳۵۰
- فتویٰ ۵۳ - نیچے کے حصہ میں کو کم ہے نجاست  
 پڑی پھر بھردیا دونوں حصوں کا کیا حکم ہے مصنف  
 کا اس کے لیے دس اصلیں وضع کرنا اور اس  
 کا ضابطہ۔ ۳۵۲
- چھوٹے حوض میں ایک طرف سے پانی آتا اور  
 دوسری طرف سے لیا جا رہا ہے جب تک یہ  
 حالت باقی ہے جاری کے حکم میں ہے۔ ۳۵۵
- کڑیوں میں سرت سے پانی آ رہا ہے اور اول  
 سے بھرا جا رہا ہے جب تک چلنا موقوف  
 نہ ہو نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ ۳۵۵
- جاری پانی کے اوصاف نجاست سے بدل  
 گئے کہ ناپاک ہو گیا پھر نجاست نہ نشین ہو کر  
 پانی صاف ہو گیا اوصاف کا تغیر جاتا رہا خود  
 پاک ہو گیا۔ ۳۶۶
- شہر کا سارا پیٹ ناپاک ہو اور تھوڑا پانی اوپر  
 بند رہا ہے ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست  
 سے متغیر نہ ہو جائے۔ ۳۶۷
- درہ درہ پانی کے اوصاف نجاست سے بدلے  
 پھر نجاست نہ نشین ہو کر صاف ہو گیا پاک  
 ہوا یا نہیں۔ ۳۶۸
- پانی جب نکلتا پہل جاتا ہے تو عرض میں اُس کا  
 پھیلنا منع جریات نہیں۔ ۳۶۹
- تھوڑا پانی بھی آب جاری ہے۔ ۳۷۰

- ۴۰۰ حوض مغیر جاری دنا جاری کی توضیح۔
- ۴۰۳ کوئی کا پانی اگر کچھ بہا دیا جائے سب پاک ہو جائے گا۔
- ۴۰۴ جریان کی تین قسمیں اور ان کے احکام۔
- ۴۰۵ اُس دوسرے قول کا بیان کہ جریان حوض کے لیے خود شرط نہیں۔
- ۴۱۰ پانی جب تک چھت یا زمین پر بہتا یا پرانے سے گرتا ہے جاری ہے۔
- ۴۱۱ چھت پر یا پرانے کے منہ پر کتنی ہی نجاست ہو منہ کا پانی اُس سے گزرتا اترنا پاک ہوگا جب تک نجاست سے اس کا کوئی وصفت متغیر نہ ہو جائے۔
- ۴۱۱ چھت پر نجاست ہے اور پانی ٹپکا جب تک مینہ برس رہا ہے پاک ہے۔
- ۴۱۱ چھت پر نجاست ہے اور مینہ تھنے کے بعد پانی ٹپکا نا پاک ہے۔
- ۴۱۲ نجس پانی پر پاک پانی کا گزرنہ اُسے پاک نہ کر دے گا جب تک نجس پانی کے ساتھ مل کر نہ جائے۔
- ۴۱۵ حوض یا کنواں اوپر تک بھر کر بہا دیں پاک ہو گیا۔
- ۴۱۵ آبِ واحد کی کثرت و قلت میں صرف رو آب کا اعتبار ہے۔
- ۴۱۶ آب کثیر خفیر جاری کے حق کا بیان۔
- ۳۸۰ گرجہ میں بڑا تالاب خشک ہو گیا اُس میں جانور دیں نے گوبر کے آدمیوں نے پاخانے پھوسے برسات میں پانی کیا اور اسے بھر دیا تو کیا حکم ہے۔
- ۳۸۱ تالاب کے باہر کتنی ہی نجاستیں ہوں بتا پانی کہ ان پر گزر کر تالاب میں داخل ہوگا پہلے تغیر نا پاک نہ ہوگا لیکن تالاب کے اندر جو نجاست ہے وہ دور وہ جگہ میں ہونے سے پہلے اس پر گزرنے کا تو سب نا پاک ہو جائیگا مصنف کی تحقیق و تدقیق کہ پانی کے جاری ہونے میں اوپر سے مدد آنا بھی ضروری ہے یا نہیں۔
- ۳۸۹ سفر میں وہ تدبیر کہ وضو کرے اور پھر وہی پانی قابل وضو ہے۔
- ۳۸۹ نہر کا پانی اوپر سے مینہ حائل ہوا دیا گیا نیچے پانی بدستور جاری ہے اب بھی نجاست سے ٹپکا نہ ہوگا۔
- ۳۹۰ ٹھہرے ہوئے پانی کو بہا پیتے میں وضو کیا مستقل نہ ہوگا جتنی بار چاہے وضو کرے۔
- ۳۹۲ دو چھوٹے حوض متصل ہیں پانی ایک سے نکلتا دوسرے میں متداخل ہوتا ہے وہ جاری نہیں ہاں بیچ میں فاصلہ ہو تو جب تک اُس فاصلہ میں ہے جاری ہے۔
- ۳۹۳ توفیق رضوی کو طہرے جریان کو وہ شرط نہیں جس کے جریان کو شرط ہے۔
- ۳۹۹

- تالاب پر برف جمایا ہے اسے ایک جگہ سے توڑا  
پانی بکریوں کے اوپر وہ درودہ ہو گیا جب بھی  
بے دخل یا تھک ڈالتے سے مستعمل ہو جائے گا  
جب تک اتنا ذل نہ ہو کہ پ سے برف کھلے۔ ۴۱۷  
فقہی ۵۴۔ آب کثیر کو کتنا حق درکار ہے۔ ۴۲۵  
جاری یا پانی میں نہ عرض کی ضرورت نہ حق کی۔ ۴۲۲  
حق کے بارے میں معصفت کی تحقیق و توقیق ۴۲۵  
پانی لینے وقت اس شرط کی حاجت اور  
اس کے احکام۔ ۴۲۵  
جیز جاری پانی ہے اس سے نہانے سے غسل  
اُتر جائیگا جبکہ کھلی اور ناک میں پانی ڈال دیا ہو۔ ۴۲۶  
معصفت کی تحقیق کہ جس طرح پانی دیا جائے  
اس سے زمین نہ کھنڈا ضرور ہے مگر ہر یا لپ  
یا برتن۔ ۴۲۷  
معصفت کی تحقیق کہ دنیا حق و میں درکار ہے  
جہاں سے پانی لیں اگرچہ باقی جو ہی بھر ہو۔  
اگر پانی اٹھانے سے زمین کھل گئی مگر ہر طرف کا  
مکڑا سنا یا تھک رہا تو حرج نہیں۔  
زمین کھل جانے کی صورتیں اور ان کے احکام  
فقہی ۵۵۔ آب مطلق و مقید کا بیان۔  
وہ پانی جن سے طہارت ہو جائے گی خواہ ان کا  
استعمال جائز ہو یا نہیں۔  
وہ پ سے گرم پانی کی بحث۔  
ان شرطوں کے ساتھ وہ پ کے گرم پانی سے  
وضو کرنا یا نہ کرنا مکرور ہے۔
- طہارت کی طہارت کے بچے ہوئے پانی سے مرد  
کو طہارت مکرور ہے۔ ۴۶۶  
اولیٰ یہ ہے کہ مرد کے بچے پانی سے طہارت بھی  
طہارت نہ کرے۔ ۴۷۱  
جس پانی میں بچے نے ہاتھ پاؤں ڈالا ہو اس سے  
بچا بہتر۔ ۴۷۵  
عرض کے پانی میں بدبو آتی ہو اس سے وضو  
جائز ہے۔ ۴۷۶  
جس زمین پر غضب الہی اُترا اُس کے پانی کا  
استعمال اُس کی ٹہنی سے تیمم کرنا ہے۔ مگر ناقہ  
صلی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوناں۔ ۴۷۷  
پرایا پانی زبردستی یا چر کر لیا اس سے وضو  
ہو جائیگا مکرورام ہے۔ ۴۷۸  
حلوک کنویں سے اُس کی طاقت پر پانی بھر لیا  
اُس کا استعمال جائز ہے۔ ۴۷۸  
پینے کی سبیل سے وضو غسل بے اہانت نہیں  
کر سکتا اگر اور پانی نہ ملے تیمم کر لے۔ ۴۸۱  
پینے کی سبیل سے وضو غسل جائز ہونے کی  
صور تیں۔ ۴۸۱  
وقتی در اس کا پانی شل وقت ہے اُس سے  
وضو و غسل کے احکام۔ ۴۸۳  
وضو کے لیے جو سبیل ہے اس سے پانی پینا  
جائز ہے یا نہیں۔ ۴۸۳  
نابالغ کے بھرے ہوئے پانی میں مستقل رسالہ  
جیل و عظیم تحقیقات خاصہ معصفت پر شل ۴۶۶

۵۷۶	کرنا بھی مستحب۔	جس پانی میں ہائے مستعمل کی دھار نہ چلی یا واضح
۵۹۳	تسوا کی جس پانی سے دھوئی اس کو وضو کے احکام	قطرے اس سے وضو نہ کرنا بہتر۔
	یا دھوئے اپنی نظر دفع کرنے کے لیے اعضا۔	اُن پانیوں کا بیان جن میں کسی دوسری چیز کا
۵۹۵	دھوئے پانی قابل وضو ہے گا۔	میل ہو گیا۔
	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی	پانی میں ریسا کچھ مل جائے تو اس سے وضو کا کیا حکم ہے۔
	نعلین مبارک کا غسالہ برکت و طہارت عطا	کون ہے جس سے اتنے گرنے پر پانی سبز ہو گیا اس کو وضو کا کیا حکم ہے۔
۵۹۵	کرنے والا ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے۔	جس جانور میں خون نہیں اس کے مرنے سے
۵۹۶	وہ ۱۲۵ پانی جن سے وضو صحیح نہیں۔	پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر پھل اور ثیری کے سوا
	گھوٹے کے جھوٹے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے	ایسے جانور کے اجزاء اگر پانی میں مل جائیں
	تو اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی ضرور کرے	تو اس کا کھانا پینا جائز نہیں۔
۶۲۵	درہ نماز نہ ہوگی۔	گھوڑے کا جھڑا پانی قابل وضو ہے۔
۶۲۹	وہ ۲۲ پانی جن سے نماز وضو میں اختلاف ہے۔	حلال جانوروں کے زوائد کے جھوٹے کا حکم
۶۵۰	پانی میں دوسری چیز ملنے کی دیکھ صورتیں۔	نرنے مادہ کا پیشاب سونگھایا اپنی ندی چری
		اور پانی منہ میں ڈال دیا تو کیا حکم ہے۔
۶۹۷	ما حسنہ و مراجم	جس پانی میں کوئی بدبودار چیز مل جائے اس کو وضو کا حکم۔
		صرف غبیزہ قرپائے قہریم کا حکم ہے اور وضو



# فہرست ضمنی مسائل

مسائل و ضمو	
دعویٰ ہر عضو جدا ہے ایک کا پانی دوسرے پر بہنا کافی نہیں اور غسل میں سبب بدہ	۱۰۳
ایک ہے سر کا پانی پاؤں تک جہاں جہاں پہنچے پاکی کر دے گا۔	۱۰۳
آویا۔ آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وہ وضو کے پانی کے ساتھ گناہ نکلتے ہیں۔	۱۰۴
وضو کرنے میں پھر کسی مانع کے سبب تمام نہ کر کا تو بیخیزہ افعال کیے ای پر ثواب پاسے گا اگرچہ وضو نہ ہوا۔	۱۰۶
جس نے بالقصد اذہاد وضو کیا ثواب نہ پاسکا۔ جس کا ارادہ وضو کا تھا پھر قصد ایچ میں سے چھوڑ دیا ثواب نہ پاسے گا۔	۱۰۷
ساتھ مدیثیں کہ جو ہمیشہ اللہ کر کے وضو کرے اس کا سارا بدن پاک ہو جائیگا اور نہ صرف اعضائے وضو اور مصنف کا اس کی تقویت کرنا دعویٰ کے بعد جو تری عضو میں رہے اُس سے	۱۰۸
مسح جو سکتا ہے اور مسح کی تری بھی ہوئی ہے نہ ہوگا۔	۱۰۹
سارے سر کا مسح سنت ہے اور اس کا طریقہ۔	۱۱۰
ایک انگلی سر پر رکھ کر کھینچ دی کہ چارم سر کی قدر تک پہنچ گئی مسح نہ ہوگا۔	۱۱۱
دو انگلیوں سے بھی نہ ہوگا ہاں تین انگلیاں اگر اتنی کھینچیں کہ چارم سر کو پہنچیں ہو گیا۔	۱۱۲
انگلیوں کے پوروں سے مسح کرنے کا حکم۔	۱۱۳
اگر سر پر مینہ کی بوندیں گریں مسح ہو گیا۔	۱۱۴
اگر طاری بھگو کر سر پر پھیر دی کہ چارم سر تر ہو گیا مسح ہو گیا۔	۱۱۵
تحقیق المصنف في مسألة المسح بيد اصبع او اصبعين۔	۱۱۶
ایک اور دو انگلیوں کے ذریعے مسح کرنے کے بیان میں مصنف کی تحقیق۔	۱۱۷

- ۱۱۱ ایک انہی سے سر کا مس ہو جانے کا طریقہ۔  
 انہی میں سر پر نہ بیٹھا اس سے چارم سر کی  
 قدر بھیگ گیا مس ہو گیا۔  
 زیادہ گرم و سرد پانی کو بدن پر ڈالنا نہ جائے  
 اس سے وضو مکروہ ہے۔  
 سر پر کوئی دوا لگی ہے تو مس کس طرح کیے  
 ۶۲۲ مس کی یہ حکمت۔  
 ۹۵ حدیث موجب وضو صرف چار اعضاء میں ہوتا  
 ہے اگر کوئی وضو کی جگہ غسل کا التزام کرے  
 برکت ہے۔  
 ۱۰۰

### مسائل غسل

- ۴۵ میت کو شہ کر غسل کرنا مستحب ہے۔  
 بعد عرفہ عیدین احرام کا غسل مستحب ہے اور صرف  
 اس پانی سے ادا ہو سکے گا جس سے جنابت  
 کا غسل۔  
 ۶۱ جب تک ساری طہارت نہ کرے کوئی کام جو  
 بے اس طہارت کے جائز نہ تھا جائز نہ ہو جائیگا  
 اگرچہ جس عضو سے یہ کام کیا جاتا ہے وہ غسل  
 چکا ہو۔  
 ۶۴ بے وضو اپنے سینہ سے بھی مصحف شریف کو مس  
 نہیں کر سکتا۔  
 ۹۵ بے وضو کے بدن پر جو چادر ہو اس کے گوشہ  
 سے بھی مصحف شریف کو مس نہیں کر سکتا مگر  
 ایک صورت میں۔  
 ۹۵ ہندو جس طرح نہاتے ہیں اس سے غسل جنابت  
 ۶۶ تحقیق معنی رفع الحدث و  
 ما رفع ایراد (الامام ابن المصنف  
 رفع حدث کے معنی کی تحقیق اور اہم ایہی بام  
 کے اعتراض کا جواب)  
 تا باغ ہر وقت با وضو ہے کسی حدیث سے  
 اس کا وضو نہیں ہاتا نہ جماع سے اس پر  
 غسل فرض ہو۔  
 ۶۰ للحدث معین و هو متجز علی  
 أحد ہادون الآخر  
 تحقیق شریفین فی تشریف  
 الحدث۔  
 ۶۴ تحقیق نفیس للمحقق حل الاطلاق  
 فی معنی النجاسة الحکیمة۔  
 ۸۰ تحقیق الفرق بین معنی الحدث  
 و تجزی أحد ہادون الآخر۔  
 ۸۲ مصنف کی تحقیق کو نہایت تاکید مرن  
 اعضاء وضو میں ہوتی ہے یا سائے بدل میں۔  
 ۹۲

نہیں اُترتا اسلئے کہ وہیں تو قاضی غفلت کھا کر  
تقصیر غفلت لازم ہے۔

زمرہ شریف نے غفلت و غرضداری کا بہت جائز  
اور ڈھیلے کے بعد اس سے استغناء کر دیا  
نہایت دھونڈا لگا۔

۲۵۲

### گنہگار کے مسائل

گنہگار میں بیوقوف گناہگاروں کو مل جائے۔  
بہت عرصہ کہ عرب شریف میں پانی کے خزانہ  
کے لیے پھل میں بننے ہیں گنہگاروں کے حکم میں ہیں  
یا نہیں۔

معنی السبغ

کوئی اگرچہ زمین میں گڑی چو گڑی کے حکم میں  
نہیں اور اس کے پاک کرنے کا طریقہ

تحقیق معنی الصبر پیچہ و الموضع  
والسبغ۔

گنہگار کا زور کے ہاتھ ہونا چاہیے کہ نہایت  
گرنے سے ناپاک نہ ہونے۔

جس گنہگار سے عورتیں بچے گنہگار ہوتی ہیں ناپاک  
نہیں۔

جو برتن زمین پر رکھا جائے اور چھیندے کی نہایت  
تھیں نہ ہونا پاک نہ ہوگا۔

وہاں کہ پانسانے کو لے جاتے ہیں جب تک  
اُس کی نہایت معلوم نہ ہو گنہگار میں ڈالنے  
سے ناپاک نہ ہوگا۔

۲۵۳

بچے کے ناپاکے کا گناہ گنہگاروں میں گرنے سے علم  
نہایت ناپاک نہ ہوگا کہ وہ ہے جس میں ڈول  
نکالیں۔

۲۵۳

۲۵۵

۲۵۶

جس حکم استغناء ہوتے کا ہے۔

### مسائل تیسرے

تیم میں دو انگلیوں سے مسح کافی نہیں ہیں  
ضروری ہیں۔

۱۰۶

ایک یا دو انگلیوں سے تیم نہ ہوگا اگرچہ  
مٹی پر بار بار دھکا کر بدن پر پھیرے۔

۱۱۱

تیم کی نیت سے خاک پر لوٹا تیم ہو جائے گا  
اگر اعضاء تیم پر ہر جگہ خراب ہونے جاتے۔

۱۱۲

تیم میں پانی سانچہ ہے مگر کسی ضروری  
حاجت کو رد کر دے تو تیم کرے۔

۲۹۰

دھوا یا غسل کا پانی با زور کے لیے کسی ظرف  
میں محفوظ رکھ سکتا ہے تو با زور کی پیاس کے

۲۵۶

خیالی سے تیم جائز نہیں۔

۲۹۰

اگر دھوا یا غسل کر سکتا ہے کہ پانی مستعمل نہ ہونے  
پائے جس کا طریقہ صفحہ ۳۹۰ میں ہے تو کسی

۲۸۵

۲۹۰

حاجت کے سبب تیم جائز نہیں۔

۲۹۲

کاغذی کی پیاس کے لیے تیم کا حکم ہونا چاہیے  
یہاں کوئی کاغذی نہیں۔

۲۹۳

۲۹۳

بڑی موٹھوں والا شرابی جس برتن میں پانی  
پئے ناپاک ہو جائے گا۔

۳۱۶

ہر برتنی چیز اپنی جنس طاهر یا ناپاک پانی کے  
ساتھ مل کر بننے سے پاک ہو جائے گی۔  
اُبلانے میں طول و عرض کچھ شرط نہیں۔

۳۵۲

۳۵۲

۳۵۲

اسی بننے کی تین شرطیں ہیں۔

جب تک اُبلے گا نہیں یہ پاک بھی ناپاک

ہو جائیگا جب اُبلے گا سب پاک ہو جائیگا۔

۳۵۳

اُبلنے میں کچھ دُور بہہ کر جانا شرط نہیں۔

۳۵۶

جب تک اُبل رہا ہے کسی اور نجاست سے

۳۵۶

بھی ناپاک نہ ہوگا۔

اُبلنے سے جو کچھ باہر نکل کر گرا وہ بھی

۳۵۷

پاک ہے۔

دھول یا برتن اندر سے ناپاک ہے تو اُبلانے سے

۳۶۰

پاک ہو جائیگا اور اُپر کی سطح یا تک ناپاک ہے تو

۳۶۰

اُس کے احکام۔

اُبلانے میں جس طرف سے داخل ہوا اُسی طرف

۳۶۱

دھرت آیا تو کافی نہ ہوگا۔

اُبلانے میں برتن کا بھارا دھنا بھی شرط نہیں مگر

۳۶۳

جھکا ہوا ہو تو یہ ضرور ہے کہ اونچی جانب سے

۳۶۳

پانی ڈالیں۔

## مسح خفین

مسح موزہ سے پاؤں و حونا افضل ہے مگر جہاں  
مسح نہ کرنے پر بدگمانی ہوتی ہو تو مسح افضل ہے  
شبتیم سے ترگھاس میں چلنے سے موزہ کا مسح  
ہو جائیگا۔

۳۱۱

۳۶۰

۳۶۲

## حیض

حیض و نفاس والی کو مستحب ہے کہ نمازوں  
کے وقت وضو کر کے کچھ دیر ذکر الہی کرے۔

## انجاس

جتنے ہونے لگی ہیں چڑھا کر گیا۔  
تحقیق المصنّف فی سبب تنجس  
الطاهر بالنجس۔  
ناپاک پکڑے میں پاک کپڑا لپیٹا گیا یا پاک میں  
ناپاک ترکیا حکم ہے۔  
تحقیق المصنّف ان تنجس  
الہاء دفعی لا تدویجی وان ملاقاته شیئ  
لبعضہ ملاقاتہ نکلا۔  
ناپاک پانی میں بکھرا یا ہوا چڑھا نجاست  
غیر مرتبہ ہے۔

۱۶۱

۱۶۲

۱۶۳

۱۶۴

۲۸۲

- کسی طرف کے اندر پانی کی حرکت ہونا نہیں  
جست تک نہ اُبلے مگر اُس کے اندر چھوٹا طرف  
ہو کہ پانی کی اس حرکت سے بہہ کر اُبل جائے  
تو اس کے حق میں ہونا ہو گیا۔
- نخواست غیر مرتبہ ہے تو جتنے ہی مطلقاً پاک  
ہو جائے گا اور نخواست مرتبہ اگر باقی ہے تو  
جب تک اُبل رہا ہے پاک ہے تھتے ہی ناپاک  
ہو جائیگا۔
- نخواست دھونے کے تینوں پانی ناپاک ہیں۔  
نخواست دھونے میں پانی بدلیا کپڑے سے  
جب جُدا ہوگا اُس وقت ناپاک ہوگا۔  
کپڑا دھونے کے لیے طشت میں ڈالیں تو  
بہتر ہے کہ پچھلے کپڑا رکھ کر اوپر سے پانی  
ڈالیں۔
- ہاتھ بھی طشت کے تینوں پانیوں میں ڈالنے  
سے پاک ہو جائے گا۔  
ناپاک کپڑا طشت کے پانی میں دھونے کو نا  
جب تک اُس سے جدا نہ ہوگا پاک رہے گا مگر  
ظاہر اور دھونے کپڑے کو ناپاک کر دے گا۔  
تو کٹے وغیرہ کو دھار جب تک ہوا میں ہے  
کسی نخواست کے ملنے سے ناپاک نہ ہوگی۔  
مصنّف کی تحقیق جلیل عادات آب و نجس  
کے شرع اور پانی نخواست پر وارد ہو یا نخواست  
پانی پر اس کے فرق احکام۔
- جاری یا کثیر پانی پر نخواست وارد ہو کر فنا نہیں  
ہوتی بلکہ اثر نہیں کرتی۔
- جاری پانی نخواست غیر مرتبہ پر وارد ہو تو اُسے  
فنا کر دے گا۔
- زمین پر نخواست تھی اس پر پانی بہایا اس  
کے احکام۔
- دودھ، گھی، تیل وغیرہ بہتی چیزوں کے پاک  
کرنے کا طریقہ۔
- اُس کا دوسرا طریقہ۔
- بہتا پانی نخواستوں پر گزرے اور وہ اُس میں مل کر  
نا معلوم ہو گئیں یہ پانی ٹھہرنے پر بھی ناپاک  
نہ ہوگا۔
- تخلی پانی میں نخواست غیر مرتبہ پڑ کر مٹی ہو گئی  
پھر اُس پانی کو بہایا پاک ہو گیا۔
- تختے شیروں میں خون کی چھینٹ پڑ گئی جس کا اثر  
ظاہر نہ ہوا پاک رہے گا۔
- تختے پانی میں نخواست ہو کر مٹی اگر اسکا پگھلانا  
دشوا ہے اور سے دھو ڈالے پاک ہو جائیگی۔
- جگر کی کاپڑ مر گیا اسی کے پیٹ میں جو دودھ ہے  
پاک ہے۔
- نخواست کے دھونے میں ضرور ہے کہ وہ پانی محل  
جائے اور نخواست نہ رہنے کا ملن غالب ہو جائے۔
- ریشم کا کپڑا اور اس کا پانی اور اس کی بیٹ  
بھی پاک ہے۔
- نخواست سے جو کچھ پیدا ہوتا ہے خود پاک ہے۔
- رندہ وغیرہ کافروں کے پانی اور کپڑے کا حکم۔



تاج کے ڈھیر میں ناپاک برہمنی اور جگہ معصوم نہری  
 اور تاج بٹ گیا کسی کو اُس میں سے کچھ بہہ یا  
 صدقہ کر دیا ہر ایک کو اُس کا استعمال جائز ہو گیا۔  
 کپڑا ناپاک ہو گیا اور جگہ یاد نہ رہی تو کیا حکم ہے۔  
 جانوروں کے ہڈی کو جو نجاست مٹتی ہے سوکھ کر  
 صاف ہو کر پاک ہو جاتی ہے۔

جانور کا منہ ناپاک ہو گیا اُس نے چار برتنوں میں  
 منہ ڈالا تین پہلے ناپاک ہو گئے پھر چوتھا پاک رہا۔  
 گوشت کا خون پاک ہے اور جانور حلال ہو تو  
 حلال بھی۔

## استنجا

پانی میں چٹا بک کرنا مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ دریا  
 میں ہو۔

استنجے کے لیے پانی شرط نہیں ہر پاک چیز کو  
 نجاست کا ازالہ کر کے کافی ہے۔

ڈھیلے سے استنجا پوری طہارت ہے جبکہ نجاست  
 روپے بھر سے زیادہ نہ پھیل ہو۔

## مسائل نماز

ناپاک زمین پر جوتا پہنے کھڑا ہوا نماز  
 نہ ہوگی اور جوتوں پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہوا جو بائیں  
 برہمن کے پیچھے مائل یا منحنی کی نماز نہیں ہو سکتی۔

## احکام مسجد

وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا چھڑکنی حرام

ہے اور گلاب سے وضو کیا تو وضو نہ ہوا اور  
 وہ گلاب مسجد میں چھڑک سکتے ہیں۔

۵۳۷ جب تک جہی یا کپڑے میں بدبو ہو مسجد میں جانا  
 ۵۳۸ حرام جہمت میں شرکت منع۔

## جنائز

۵۶۳ برتن کی سے گناہ دُھین میں گران کی نجاست  
 ۵۶۵ صرف اس چیز کی طرف منتقل ہوتی ہے جسے  
 شرع نے بالخصوص اُس قربت کی اقامت  
 ۵۶۵ کو معین فرمایا ہو، تیار ہوا دیا، کا کھانا مہرک  
 ہے صدقہ کے سبب اس میں نجاست ماننا

۶۲ دیا ہیرہ کی نجاست ہے۔

۱۵۸ مردہ ڈوب کر اُتر آیا اُس کا غسل ہو گیا مگر  
 زندوں پر جو غسل دینا فرض ہے ادا نہ ہوا۔

۲۷۳ لہذا لازم کہ نہانے کی نیت سے اُسے پانی  
 ۱۱۴ میں نیش دے لیں۔

۴۵۳ مردے کو بے نیت غسل دیا فرض اُتر گیا  
 ۱۱۶ ثواب نہ ملے گا۔

نیت کے سروریش کو خطی سے دھوئیں ورنہ  
 پاک صابون سے۔

## مسائل روزہ

۹۶ روزہ میں اپنی عورت کا بوسہ لینا جو ان کو مکروہ  
 ۵۲۹ ہے بڑے کو نہیں۔

۶۹۲ (حاشیہ)

۴۹۳

مٹل جاتی ہے کہ وہ مرتد ہیں۔

حربی کافروں کے قتل میں کوئی غیر معروف آدمی بھی ہے تو اسی کا قتل حرام ہے مگر اس صورت میں کہ ان میں سے بعض نکل جائیں یا نکال دیے جائیں یا خلاف حکم قتل کر دیے جائیں تو اب باقی کا قتل جائز ہو جائے گا۔

۵۳۸

## مسائل شرکت

توکر میں سب بھائیوں نے مل کر کام کیا تو کیا حکم ہے۔

۵۱۲

باپ بیٹا یا زوج و زوجہ مل کر جو کام کریں منافع فقط باپ اور شوہر کے ہیں۔

۵۱۲

مباح چیز اگر باپ بیٹے نے مل کر حاصل کی تو جتنی بیٹے نے حاصل کی وہی مالک ہے۔

۵۱۲

اگر کسی مباح چیز کے حاصل کرنے میں دو نے کوشش کی تو وہ اس میں کس کی ہوگی۔

۵۱۳

مباح ٹکڑی کا مالک کاٹنے والا ہو گا یا اُس کا بیج کرنے والا یا اٹھانے والا۔

۵۱۴

سفر یا حضر میں رفیق اپنا مال ملا لیں اور مل کر کھائیں تو اس میں حرج نہیں اگرچہ ایک زیادہ کھائے گا دوسرا کم۔

۵۱۹

## مسائل وقف

وقف کا پانی جس لیے وقف کیا اس کے غیر

میں صرف کرنا حرام یہاں تک کہ خود واقعہ کو۔

۴۸۳

تحقیق شریفین للمصنف ان الماء

## مسائل حج

لکھریاں کہ جردوں پر ماری جاتی ہیں گنت و دو کر نہیں ہو جاتی ہیں انھیں دوبارہ کام میں نہ لائے اور ضرورت ہو تو تین بار دھو لے کر لکھریوں کا دھو لینا ہر طرح چاہئے۔

۵۵

## مسائل نکاح

خانی کا دوبارہ اپنی زوجہ سے مینا جائز ہے۔ جب دلہن بیاہ کر لائیں مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں پھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔

۵۳۶

۵۹۵

## مسائل قسم

تماذک قسم جنازہ کی نماز سے پوری نہ ہوگی کسی کی نماز سے ہو جائیگی۔ گوشت کھانے کی قسم پھل کھانے سے ڈھنگی۔

۶۸۱

۶۸۶

## مسائل سیر

جو لوگ کرا اسلام پڑھتے اور پھر ضروریات دین کے کسی شے کو نکال کر کرتے ہیں ان کا حکم

- لا یتصم وقتہ۔ ۴۸۳  
 اشیائے منقولہ بغیر جائیداد غیر منقولہ وہی وقت  
 ہو سکتی ہیں جن کے وقت کا رد ان ہو۔  
 اگر رواج ہو تو روپے اشرفی نوٹ بھی وقت  
 ہو سکتے ہیں۔  
 رواج ہو تو گھوڑوں بھی وقت ہو سکتی ہیں  
 رواج ہو تو گائے بھینس بکری وقت  
 ہو سکتی ہے۔  
 جنازہ کے لیے پار پانی چادر پٹنے کے لیے  
 قرآن مجید مطالعہ کے لیے کتابوں کا وقت  
 جائز ہے۔ ۴۸۵  
 پتی اور سقائے کا وقف صحیح ہے۔ ۴۸۶  
 جائیداد غیر منقولہ کے ساتھ اُس کے ذرائع  
 بغیر راج بھی وقف ہو سکتے ہیں۔ ۴۸۷  
 وقف کسی کی ملک نہیں ہو سکتا مگر وقف کسی  
 قوم پر ہے اُس کے حاصل انہیں دیے جانے  
 کے بعد ان کی ملک ہو جائیں گے اور وقف  
 اہل کے پھل ان کی ملک ہیں۔ ۴۸۸  
 مستبدوں و مرسوں کے سقائیوں میں وقف  
 سے جو پانی بھرا گیا کسی کی ملک نہیں واقع  
 نے جس عرض کے لیے اُسے وقف کیا اُس کے  
 خیر میں اس کا صرف جائز نہیں۔ ۴۸۹  
 آدمی اپنی ملک سے جو سبیل لگائے اس کا  
 پانی اُسی کی ملک رہتا ہے جس کام کے لیے اس  
 کی اجازت ہے یا اب ہر اسی میں مرمت
- ۴۸۸ ہو سکتا ہے۔  
 مسجد کے سقائیوں کا پانی گھروں میں لے جانا  
 حرام ہے مگر ایک صورت میں۔ ۴۸۹  
 سقائیوں سے گرم پانی گھروں میں لے جانا  
 حرام ہے۔ ۴۹۰  
 پتے کی سبیل سے اگر عورتوں کے پٹنے کیلئے  
 گھروں میں لے جانے کی اجازت ہے تو جائز  
 ہے ورنہ نہیں۔ ۴۹۱  
 سبیل مکانے واسے نے جن لوگوں کے لیے  
 لگائی اُن کے غیر کو اُس سے پینا جائز نہیں۔ ۴۹۲

### مسائل وکالت

- گھوڑا خریدنے کو دیکل کیا اور کوئی خاص  
 گھوڑا معین نہ کیا اور اس نے خسریہ رات  
 وہ گھوڑا دیکل کی ملک ہوا یا مکمل کی۔ ۵۰۷  
 مسئلۃ بطلان التوکیل بالمباحات  
 و عللہا و صالہا و علیہا۔ ۵۲۱

### مسائل ہبہ

- جو چیز بچوں کا نام کر کے بھیجی جاسے اور مقصود  
 ماں باپ کو دینا ہو اُس کے مالک ماں باپ  
 ہی ہوں گے۔ ۵۱۳  
 اگر معلوم ہو کہ بچوں ہی کو دی تو ماں باپ بیک  
 محتاج نہ ہوں اپنے صرف میں نہیں لاسکتے۔ ۵۱۷  
 مالک نے جسے اپنے مال میں تصرف مباح کیا

وہ مالک نہ ہو جائیگا مہمان کو جائز نہیں کہ  
بے اجازت مالک کھانے میں سے کسی کو  
کچھ دے۔

دل نے ہر چیز کو کھانے پینے کو دی اگرچہ کو  
مالک نہ کر دیا اُس میں سے دوسرے کو دے سکتا  
در نہ نہیں۔

اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے یہ آٹا پکاسنے کیلئے  
ایک روپے پر اجیر کیا اس شرط پر کہ آج ہی  
پکا دے یا توں کہ یہ آٹا آج پکا دے ایک  
روپیہ دوں گا تو یہ جائز ہے۔

۵۰۶

مباح چیز لانے پر اجیر کیا تو وہ چیز کس  
کی ہوگی۔

۵۲۳

## مسائل عجیب

۵۰۰۔ ماؤں غلام مقدار دعوت کر سکتا ہے۔  
۵۲۷۔ بچہ سے کوئی چیز خریدنا کس وقت جائز ہے  
۵۲۷۔ نا اہل کے سپرد بیع کا حکم۔

۵۲۷

خرید و فروخت سپرد غیر نامی ہو برے  
اک حکم جسی عاقل کی مثل ہے۔

۵۲۹

۵۰۲۔ تصرفات بی کے احکام

۵۳۵

## مسائل غصب

۵۰۳۔ مورث کے ترکہ سے کوئی چیز دوسرے کی  
سمجھ کر اسے دے دی پھر معلوم ہوا کہ مورث  
ہی کی تھی واپس لے گا اور نہ رہی ہوتا وہ ان  
لے گا۔

۲۹۹

۵۰۵۔ حساب میں سمجھا کہ فید کے سر روپے مجھ پر  
آتے ہیں پھر اس کی غلطی معلوم ہوتی رہے  
واپس لے گا۔

۲۹۹

۵۰۵۔ دوست کے مال میں تصرف یا اس کے ذکر  
سے کام لینے کا حکم۔

۵۲۶

## مسائل اجارہ

اجیر خاص کی تصریح اور اُس کے احکام۔  
کسی کو بھل کی مباح چیز لانے پر ذکر رکھا  
اُسے تخراب ملے گی اور چیز کا مالک یہ ہوگا۔  
اگر مباح شے لادینے پر اجرت مقرر ہو اور  
وقت مقرر نہ کیا اجارہ فاسد ہے اور اس کے  
احکام۔

اگر اپنی ملک میں عمل کرنے کے لیے اجرت  
قرار دی اجارہ صحیح ہے۔

۵۰۲۔ چھوٹے بوسے شیر یا بھیڑیے کے قتل پر  
اجیر مقرر کیا اجارہ فاسد ہے اور اس کا حکم۔  
مقرر لانا وغیرہ کاموں پر اجارہ کا حکم اور یہ  
کہ وہ کیوں کی اجرت شرعاً ہی صحیح ہے جو پیشی  
پر بتعین وقت مقرر کی جائے۔

باق باقی سے کہیں نے تجھے آٹا کے بیسے  
پر اجیر کیا کہ یہ آٹا ایک روپے اجرت پر  
لگائے یہ اجارہ فاسد ہے کہ اس میں عمل  
اور وقت دونوں پر عقد اجارہ وارد کیا۔

نابالغ کی کوئی چیز دوسرے کی ملک میں اس طرح  
مل جائے کچھ نہ ہو سکے وہ چھبہ نہ مالک پر  
حرام ہو گئی۔

مثلی اور قبی کے معنی اور پانی مثلی سے یا قبی  
اس میں مصنف کی تحقیق۔

### مسائل قسمت

شرک کے روپے یا ناج میں سے جس میں نابالغ  
کا بھی حصہ ہے نابالغ وارثوں کا اپنا حصہ لینے  
کا حکم۔

شرک کے روپے یا ناج میں سے شریک کی  
غیبت میں اپنا حصہ لینے۔

### مسائل شکار و ذبح و تہرانہ

جال شکار کے لیے کھڑا کیا شکار پھنس گیا  
اس کی ہلک ہو گیا اور کھانے کے لیے تو جو  
پکڑے گا اس کی ملک ہو گا۔

شکار کو گھیر کر لٹنے والا مالک نہیں ہوتا بلکہ  
پکڑنے والا۔

### مسائل حظرو اباحت

کھانے سے پہلے کلائیوں تک تین بار ہاتھ  
دھونا تین کھانا کرنا مستحب ہے اگرچہ  
دوسرے ہو۔

کھانا کھا کر برتن کو پاٹ کر صاف کرنا مسنون ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصرانی کے  
یہاں کے کھانے سے ممانعت فرمائی۔

حدیث میں نصاریٰ کے برتنوں سے نہ کچے کا  
حکم۔

تحت کی بڑھ کھڑے ہونے سے حدیث میں  
مانعت آتی ہے۔

حدیثوں کا حکم کہ اس بات سے بچو جس سے  
لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔

جو جو شرعی ایسی بات مکروہ ہے جس سے  
اس کی غیبت کا اور وارہ کھلے۔

یہاں نصاریٰ کے کھانے پانی سے برائیت  
رسول کے بچنے کا زیادہ حکم ہے۔

بے کسی ضرورت کے سمند میں سوار ہونا نہ چاہئے  
ہندو نصاریٰ کے برتن میں بغیر پاک کیے  
کھانا پینا مکروہ ہے۔

آخر فرماتے ہیں اگر جنگل میں گنا اور ایک عربی  
پیاس سے مرہ جاتے ہوں اور مسلمان کے  
پاس ایک پیاس کا پانی ہے کئے کر پلائے  
عربی کو نہ دے۔

بے ضرورت ہر بات کا سوال حرام ہے اور  
کسی سے کام کو کھنے کے احکام۔

### مسائل احیائے موات

خود روگھاس مالک زمین کی ملک نہیں ہاں  
اگر زمین جوتی اور پانی دیا تو اس کی ملک ہو گئی۔



شے مباح پر قبضہ کی صورتیں اور ان کے احکام اور مصنف کا اس میں ضابطہ وضع کرنا۔

مباح پر جو پہلے قبضہ کر لے مالک ہو جائے اُس تفصیل پر جو مذکور ہے۔

کسی مباح چیز کے لانے کے لیے کسی کو نائب یا وکیل کرنا ہے سو رہے قبضہ کرنے سے وہی مالک ہو گا نہ یہ۔

کسی سے پھلیاں شکار کرائیں شکار کرنے والا ہی مالک ہو اسی طرح جنگل کی ہر بات چیز بلا اجرت کسی سے کر لی مباح چیز منگوانے کی تین صورتیں۔

والدین اپنی اولاد سے کوئی مباح چیز منگوائیں وہ کس کی ملک ہو لے۔

مباح کی تفصیل میں دو شخص شریک ہوں تو کیا حکم ہے۔

### مسائل شرب

کنوئیں کا پانی کنوئیں کے مالک کا نہیں خاص ملک خدا ہے۔

چینہ کا پانی جس کے برتن میں خود بھر جائے وہ اس کی ملک نہ ہو گا ہاں بے اجازت دوسرا اُس برتن کو استعمال نہیں کر سکتا۔

اگر برتن اسی لیے رکھا کہ مینہ کا پانی آئے تو مالک ہو گیا۔

کنوئیں کے پانی کا مالک بھرنے والا نہیں ہوتا

بلکہ وہ جو اسے کنوئیں کی من سے جدا کرے۔ ۵۱۳

آبائے بھرنے کے پانی کی مشروط صورتیں

اور ان کے احکام۔ ۵۱۵

وہ آٹھ صورتیں جن میں آبائے بھرنے کے پانی میں دوسروں کو تصرف جائز نہیں۔ ۵۱۶

آبائے ہشتی پانی بھر رہا ہے اُس سے پہلے

یا وضو لینا حرام ہے۔ ۵۱۸

آبائے ہشتی سے پانی لینے کی سات صورتیں اور

ان میں مصنف کی تحقیق۔ ۵۱۸

مشا مشک کے پانی کا مالک ہے جب تک

دوسرے کے برتن میں نہ بھرے۔ ۵۱۹

دوسرے کا بھرا ہوا پانی کوئی نہیں لے سکتا۔ ۵۱۹

دوسرے کا بھرا ہوا پانی اُس کے ماں باپ بھی

صرف میں لے سکتے ہیں یا نہیں۔ ۵۱۹

بہت معتد کتابوں میں ہے کہ آبائے بھرنے کو

یا کنوئیں سے پانی لے کر اُس میں ڈال دیا اب

وضو یا کنوئیں کا پانی سب پر حرام ہو گیا۔ ۵۱۹

مصنف کا اس مشکل مسئلہ سے سولہ صورتوں

کا استنباط اور دیگر فوائد پر تنبیہ۔ ۵۲۰

آبائے بھرنے کا ملک پانی اگر کوئی دوسرا کنوئیں یا حوض

میں ڈال دے جب بھی اس کنوئیں یا حوض میں

کسی کو تصرف جائز نہ رہے گا۔ ۵۲۱

اُس کنوئیں یا حوض سے اُس کے والدین بشرط

احتیاج استعمال کر سکتے ہیں۔ ۵۲۱

- کمزور یا مباح خواہ ملوک و غرض میں نابالغ کی  
 ۵۰۹ لے سکتے ہیں۔  
 ۵۱۱ باپ اپنے بچے سے استاد کی خدمت کرا سکتا ہے  
 ۵۱۱ باپ اور دادا اور اُمّی کے وصی نابالغ سے  
 ۵۱۱ عادت ڈالنے کے لیے اُس کے حق خدمت لیں  
 ۵۱۱ ماں اپنے یتیم بچہ کے مال سے طاکر ساقہ  
 ۵۲۰ لکھا سکتے تو کیا حکم ہے۔  
 ۵۲۰ نابالغ یتیم کی کمائی سے ماں دو ایک فقر  
 ۵۲۰ کھا سکتی ہے۔  
 ۵۲۱ دوسرے کے بچے سے کام لینے کا  
 ۵۲۱ حکم۔  
 ۵۲۴ استاد بھی نابالغ کا بھرا پانی نہیں لے سکتا اور  
 ۵۲۴ خدمت جہاں تک لے سکتا ہے اس کا حکم۔  
 ۵۲۴ رد طریقہ کرا استاد نابالغ سے پانی بھروا کر لے  
 ۵۲۴ استعمال کر سکے۔  
 ۵۲۹ ماں باپ دادا وادی کس صورت میں بچہ سے  
 ۵۲۹ کام لے سکتے ہیں۔  
**مسائل فرائض**  
 ۵۲۹ اُس ترکہ کی تقسیم کا حکم جس میں بعض وارث  
 ۵۲۹ نابالغ ہیں۔  
**فوائد فقہیہ**  
 ۶۱ حکم حرکت کے لیے ہوتا ہے مگر حرکت پر اُس کا  
 ۶۱ ہزار نہیں۔  
 تحقیق ان بین سقوط الفرض
- ۵۳۱ کمزور یا مباح خواہ ملوک و غرض میں نابالغ کی  
 ۵۳۲ ملک کا جو پانی مل جائے وہ خریداری میں نہیں جاسکتا۔  
 ۵۳۲ غلام و کنیز کے بھرے ہوئے پانی کا حکم۔  
 ۵۳۲ یہ آسکام ٹھہرے پانی میں ہیں اگرچہ وہ درود  
 ۵۳۲ سے زیادہ ہر بار جاری ہیں۔  
 ۵۳۲ جس پانی میں نابالغ کا پانی مل گیا ہے پھینک  
 ۵۳۲ بھی نہیں سکتے مگر ایسا کنواں نہ پاک ہو جائے  
 ۵۳۲ تو پاک کرنے کے ذریعہ نکالے جاسکتے ہیں۔  
 ۵۳۲ جس عرض میں نابالغ کا پانی ملا تھا مینہ یا  
 ۵۳۲ ایلے سے اُبل گیا، عجز ہو گیا مگر خود یا نذر نہیں  
 ۵۳۲ اُس مشکل کے علاوہ پر بحث۔  
 ۵۳۲ آئندہ اس مشکل کی سہل آسانی عرض یا کنویں میں  
 ۵۳۲ نابالغ نے جتنا پانی ڈال دیا ہے اتنا یا اُس سے  
 ۵۳۲ نادر بھر کر اُسے دسے دیں باقی کا استعمال جائز  
 ۵۳۹ ہو گیا۔  
 ۵۳۹ جواز کے لیے اتنا پانی نکالنا کافی ہے جتنا  
 ۵۳۹ نابالغ نے ڈالا۔  
**مسائل دیت**  
 ۵۳۹ ہاتھ میں انگلیاں اصل ہیں اگر کسی انگلیاں  
 ۵۳۹ کاٹ دیں پورے ہاتھ کی دیت لازم  
 ۵۳۹ آئے گی۔  
**مسائل وصی**  
 ۵۳۹ ماں باپ اپنے بچے کا مال کس وقت

۴۷۰	المعتدة.	۱۹۴	مقاد قولهم الموضوع في الموضوع
	عادة الهندية نقل حبارا الكتب التي	۲۲۹	لشيموع ثلاثة معات -
	تذكر الاقوال ص اصرة لعائلتها بالحروف	۲۶۰	ذراع كراس ك مقدار -
	بعثت الرموز فيصير القولات	۲۶۰	ذراع مسامت ك مقدار -
	كقول واحد فربما يحصل بهذا		امانت و بهد و صدق و شركت و مضاربت
	عند من لا يعرف تحيط في فهم الامر		غصب في روي ما شرفي جودي في كئي
۵۰۶	على ما هو عليه -	۳۸۴	وهي متعين برتة في -
۵۴۹	لا يقال لقول الشايع ص واية		مسائل فخر في فن اگر غالب بر مثل يتي
	فرق بين تقييد حكم بضر و بضر و اسقاطه	۴۹۴	به و رذ مثل و بم نامتبر -
۵۵۱	ص اما الضرورة		جوتين كمي مجهول محل في بر شك سے زائل
	چلبي محض صدر الشريعة ليس من	۵۲۴	برجاءا به -
۵۵۴	لحد الترجيح -		ايك هي چیز میں اختلاف سوال سے مفتی کا فتویٰ
	مسائل كلامية	۶۹۰	مختلف برجاتا به -
	تألف الاجسام من جواهر فردة و		رسم المفتي
۱۴۳	شبه الفلاسفة عليها كلها مردودة -		ما تقدم قاضيان هو الاظهر الاشهر
	بيان انه كيف يرى الجسم مع ان	۱۰۲	فيكون هو المعتد -
۱۴۳ (عاشير)	الجزء لا يرى -		المفتي انما يفتي بما يقع عنده من
	قواعد طرية	۳۱۴	المصلحة -
	ستن النسائي الكبرى ليست من الصحاح	۴۳۴	صاحب البحر ليس من اصحاب
۴۷۰	بغلاف مختصرها المتداول -		الترجيح -
	اسماء الرجال	۴۳۸	لا يعتمد على فتاوى ابن نجيم و لا
۹۳	يحيى بن عاصم متروك -		على فتاوى الطودي -
۷۱	والقربة عموما من وجه -	۴۵۳	مطلق الكراهة للتحريم -
			السراج الموهب من الكتب الضعيفة
			ومختصر الجوهرة النيرة من الكتب

## فضائل و مناقب

اگر شافعیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارگاہ ایسے دقیق ہیں جن کو اکابر اولیا بھی پہچانتے ہیں۔

اوپر فرماتے ہیں کہ امام اعظم و امام ابو یوسف و داران اہل کشف و مشاہدہ ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وضو بلکہ غسل جنابت کا پانی ہمارے حق میں ظاہر مظهر ہے۔ اے قرآن سے وضو ہو جائیگا اور یہ مسئلہ اب بھی فرضی نہیں سمجھنا چاہیے۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام عنقریب تشریف لے جائے گا۔

تقریباً دو گز اور دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل وہ پانی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوش پاک سے نکلا۔

## فوائد اصولیہ

التصاریف بالحکم ما شاع عند الفقہاء۔

التصاریف بالحکم معنیان۔

۸۱ ما کان مطلقاً یجب اثبات الحکم باعتبار

۱۰۹ صحیحۃ العللۃ تستلزم صحیحۃ الحکم

ولا عکس۔

۱۵۶ اذا قیل لا افضل منه فہمہ عرفاۃ

۱۸۵ الافضل۔

۲۳۶ تقریرت اعم للمجتہد فی المذہب

۲۳۶ المطلق یوجد بوجود فرد ولا ینتفی

۲۴۲ الا بانقضاء الافراد جمیعاً۔

فقہ الجنس لا ینقض عرفاً ولفظاً الا بنفی

۲۴۲ جمیعہ الافراد ولا عبرۃ ہما بامسئلۃ

الفلسفۃ القدماء۔

۲۴۲ کل شیء لا یفترق ان ذکر احدہما یجوز فی من ذکر الآخر

۲۴۳ کلید العین والخف نقول المصاحفۃ

۲۴۳ الاخذ بالید ای بالیدین۔

۲۵۳ مکروہ تحریمی کحرام کہہ سکے ہیں۔

۲۶۱ مستحب کا ترک مکروہ نہیں۔

۵۶۰ اگر متہدین حرام کو بھی مکروہ کہتے ہیں۔

تحقیق شریف للمصنف ای عارض

۲۶۳ ینتزع الفرد من دخوله تحت المصنف

من المطلق وای عارض لا ینتزع

مع تساوی العوارض جمیعاً فی

عدم الاتفاق من المطلق۔

۶۶۳ تحقیق شریف للمصنف

فی معنی قولہم المطلق ینتزع الی

۴۲۳

## ہندسہ ریاضی

۲۸۸

قطر و محیط کی نسبت۔

دائرے کے قطر و محیط و مساحت سے جو

ایک چیز معلوم ہو باقی دو معلوم کرنے کے

۲۸۸

طریقے ایجاد مستند۔

## متفرقات

۶۶

کتابوں کا مطالعہ

الفرد الكامل وقونهم المطلق ينصرون

الى الذوق۔

۶۷۵ (عاشق)

تحقيق المصنف ان فوات المقصد

الشرى لا يقعد الفرد عن الدخول

تحت التفاهو من المطلق في الحقائق

الصينية۔

۶۷۸

بحث الاضافات اى اضافة للتعميد

وايها التعريف۔

۶۸۰



# مجل فہرست مضامین رسائل

رسالہ ۱ - الطرس المعدل فی حد	۹۲
الماء المستعمل آب مستعمل ک قرین و	
مسائل میں جیل تحقیقات -	
آب مستعمل ک جامع ، فی قرین مع شرائط کا	
میں شعروں میں نظم کرنا۔	
تحقیق تنبیہات من المصنف۔	۵۱
التنبیہ ۱ - تحقیق المصنف	۱۰۱
فی مسألة غسل القدره الكلام مع الحلیة۔	
تحقیق المصنف ان ليس كل قرينة صغيرة	
للماء من الظهورية۔	
التنبیہ ۲ - فی بای سبب الاستعمال	۵۹
وتحقیق المصنف ان لا تشلیث	
والكلام مع الامام ابن الهمام والشامی	
وفرح افندی والبحر والنهر والماء	
وط وفراج الدواية والعناية۔	۶۴
التنبیہ ۳ - هل الحدث الاصغر	
يجعل كالأكبر یا بدین کله وتحقیق	
المصنف فقیه والكلام مع	
الفتح والهداية والكافي والحلیة و	
امام الحرمين والامام الغزالي بن محمد بن	
وابن الجوزي۔	
التنبیہ ۴ - تحقیق المصنف	۳۳
ان السد ايضا يجعل الماء مستعملا	
والكلام مع جماعة من المشايخ	۳۴
الكرام۔	
التنبیہ ۵ - مسألة السد باصبع	۱۰۱
والكلام مع الفتح والامام محمد	
الائمة۔	
رسالہ ۲ - النبیة الافق فی فرق	۱۰۵
الملاق والملاق۔	
شرائط الاستعمال بالملاق	۱۱۳
والكلام مع الفقیة۔	
تظافر القصوص والكلام مع البحر	۱۱۴
والنهر والدر والشامی والعلامة	
ابن الشحنة۔	
الفصل الاول فی كلام العلامة قاسم و	۱۲۲
الكلام علیه بن خمسة واربعين وجها۔	۱۳۵

الکلام مع الامام ملک الغیاہ قد سنا  
الله تعالیٰ بسورة الشریف بسبعة عشر  
وجها ومع الحلیة بسبعة وجوه۔

الفصل الثاني في كلام البحر

صاحب البحر الكلام عليه تسعة وثلاثين وجها۔

الفصل الثالث في كلام العلامة

ابن الشحنة والكلام عليه بسبعة

وعشرين وجها ومع المحقق على

الإحلاق والعلامة قاسم وملك الغیاہ

والبحر۔

الفصل الرابع في فوائد شتى

تحقيق حكم الموضوع في الحروف

الصغيرة والكلام مع العلامة الشریف

وبعشرة وجوه مع الشافعی وشیخه

وتفضل على المحقق۔

رسالہ ۳۔ الہدی النیر فی السماء

المستدرک۔

آب مستدرک مساحت دہ درہ کا بیان

آریں پار قول اور تحقیق مصنف

والکلام مع السراج الوہاب و

الشافعی والقمرستانی والیرجندی و

فوح افندی۔

رسالہ ۴۔ مرحب الساحة في

مياه لا يتوى وجهها وجوهها

في الساحة۔

ان پانہوں کے احکام میں کی مساحت اور  
کم سے اور نیچے دہ درہ یا بالکل ان تحقیقات  
رائعہ و تحقیقات فائزہ پر مشتمل جن کا  
فیر نظر سے ذکر را۔

والکلام مع الحلیة والغیاہ و

المختصة والمساحة ط ش و

ملك الغیاہ والغیاہ۔

وقسم عشرة اصول والكلام مع

الشافعی والطحاوی والحلیة

والمدیر۔

مصنف کی تحقیق جریان وسیلان

میں فرق۔

بیان ۱۲۰ قمر کا بیان۔ عرض کی چار

شکلیں اور ایک حصہ آب کے تابع مستقل

وقابل و ناقابل اجرا و قلت و کثرت ہر دہ

مفتی اور نجاست کے طائرہ واسبہ و باقیہ

و مخیر کی طرف تفسیر اور ان سب کے

احکام کا تین طرز ضبط۔

سب افادات مصنف سے والكلام

مع الحلیة والغیاہ۔

تنبيه جلیل خروج و دخول دون

رکہ جریان میں یا صرف خروج اور اوپر سے

در شرط ہے یا نہیں و تحقیق المصنف

في كل ذلك والكلام مع الحلیة والبحر و

الغیاہ والتجنيس والفتح والسراج

۳۲۱

۳۵۲

۲۴۲

۲۲۵

۲۸۵

۳۸۲

۳۸۲

۱۴۶

۱۸۲

۲۰۰

۲۲۵

۲۸۵

۲۸۵

۳۲۱

والشامی والبدائع -

۳۸۸

رسالہ ۶ - النور والنورق لاسفاد

جریان آب کی تعریف

۳۹۹

الماء المطلق آب مطلق کے بیان

اس کی حکمت کہ چرپائی ظرف و جوف میں

۴۰۰

میں وہ تحقیقات عالیہ جن کی نظیر نہیں

ہو اس کے جریان کو باہر نکالنا ضرور ہے

۴۰۱

پانچ فصل پر مشتمل

ملحق بالجاری میں شرط دوام کی حکمت

۴۰۲

فصل اول جزئیات منصوصہ میں قسم پر

تجدید النظر و قول من قال

۴۰۳

قسم اول وہ پانی جو سے طہارت

لا يشترط للجريان الخروج وتنقيح

۴۰۴

ہو جائے گی اگرچہ استعمال ممنوع ہو و

حقيقة الجريان بما لا مزيد عليه

۴۰۵

الکلام مع ملکہ العلماء وطوش

والکلام مع المیزان رقیقہ والحلیۃ

۴۰۶

والبحر والنهر والقسطاني وابن حجر

اس کی تحقیق کہ عرض یا تالاب کے اندر حرکت

۴۰۷

والسراج والشیخ السعدی والفتح

جریان نہیں

۴۰۸

والغنية والدين وسیدی النابلسی

رسالہ ۵ - حبة الجبر فی عمق ماء

۴۰۹

رسالہ ۷ ضخیم - عطاء النسبی

کتبہ آب کثیر میں مقدار حق کی تحقیق کیا

۴۱۰

لافاضة احکام ماء الصبی یحق کہ

اس میں اقوال کا بیان اور بر صبح میں ان

۴۱۱

بحرے برے پانی میں غلیم بدل تحقیقات

میں تطبیق والکلام مع البحر والدور

۴۱۲

مصنعت پانی تین قسم ہے فلک، بسات

و پیری زادہ و الشامی والطحاوی و

۴۱۳

فلک بسات اور تینوں قسموں کا بیان

البحر جندی والدرہ

۴۱۴

ضابطة المصنعت لعلک البسات

جلیل فائدہ وہ در وہ کہ تفسیر نظام الراية

۴۱۵

والرد علی الزاهدی واستاذہ و

ہی کا تفسیر والکلام مع صمدی

۴۱۶

الکلام مع طوش والہندیۃ

الشریعة والبحر والدور

۴۱۷

تنقیح فی استیلاء صبی علی مباح

تحقیق ان المراد الغرض

۴۱۸

بامتدعاء ابویہ و ذکر ثلاثہ اقوال

بالیدین

۴۱۹

فہ و تحقیق المصنعت المحکم

توجیہ المصنعت ما روی عن

۴۲۰

فہ

الامام ابن یوسف فی عمق الماء

۴۲۱

تضعیف القول الاول والکلام مع

الجاری

۴۲۲

تضعیف القول الاول والکلام مع

الکلام مع طوش والہندیۃ

۴۲۳

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۲۴

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۲۵

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۲۶

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۲۷

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۲۸

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۲۹

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۳۰

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۳۱

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۳۲

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۳۳

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۳۴

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۳۵

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۳۶

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۳۷

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۳۸

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۳۹

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۴۰

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۴۱

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۴۲

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۴۳

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۴۴

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۴۵

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۴۶

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۴۷

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۴۸

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۴۹

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۵۰

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۵۱

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۵۲

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۵۳

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۵۴

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۵۵

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۵۶

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۵۷

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۵۸

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۵۹

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۶۰

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۶۱

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۶۲

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۶۳

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۶۴

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۶۵

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۶۶

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۶۷

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۶۸

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۶۹

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۷۰

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۷۱

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۷۲

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۷۳

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۷۴

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۷۵

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۷۶

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۷۷

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۷۸

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۷۹

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۸۰

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۸۱

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۸۲

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۸۳

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۸۴

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۸۵

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۸۶

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۸۷

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۸۸

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۸۹

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۹۰

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

۴۹۱

الکلام مع طوش والہندیۃ

والکلام مع طوش والہندیۃ

مع المدد وعبد الحليم والامام الزيلي. ۵۸۵	۵۸۵	الکلام علی القول الثانی ثم تأییدہ والکلام مع السراجیۃ والشافی۔
قسم دوم جن سے وضوح نہیں الکلام مع الهدایۃ والمدد والشریانی وحسن العجینی وعبد الحليم و الحادی ونوح اقتدی والسید ابی السعود والزيلي والبحر و الغزالی. ۵۹۶	۵۹۶	تفصیفات القول الثالث والکلام مع العناية والفتح والبحر۔ مسألة اختلاط ماء الموی مع ماء المویض والمیثر واشتاء المصنف منها ۱۶ صورة وافتاء ۱۸ تنبیہا والکلام مع الشافعی وسیدی الغزالی۔
التخوط بالطبخ وثلثة مسائل لعمارات فی ذلك وتحقیق المصنف بالتوفیق والکلام مع الحانسیة و البحر والشافعی والبرجندی. ۶۱۲	۶۱۲	أبی یونس کا بیان جن میں کسی دوسری چیز کا غلط ہو گیا والکلام مع الحلیة و الغزالی وجميع الانهر والقوائد واخی چلی و یوسف چلی والامام ملك العلماء والمثوبیانی والمدد و ابی السعود۔
الرجوع دیگر ہر دو صنف قسم سوم جن سے جواز نہیں ہم منقولہ ضابطہ امام زلیعی کا غلط ہے والکلام مع المدد والامام الزيلي والسید ابو السعود والبحر۔ ۶۲۳	۶۲۳	تعریف الطبخ۔ نوع دیگر صنف اول خشک چیزیں والکلام مع الامامین ابی حنبلہ العسقلانی والملک والامام ملك العلماء والمو بحر العلوم والحادی۔
صنف اول خشک اشیا صنف دوم سیال چیزیں فصل دوم مطلق و مقید کی تعریف میں ملاکی ۱۲ عبارتیں اور ان کے احسن کا بیان والکلام مع الکفایة و العناية والبحر والامام الاسبیجانی	۶۲۳ ۶۲۶ ۶۲۸	أربعۃ مسائل للعبارات فی ذلك تحقیق المصنف بالتوفیق فیہا۔ صنف دوم بہت چیزیں والکلام

والسمعان وابن الشلي والاعمام  
صاحب الهداية وسعدى أصفندي  
وعصام والفتح والعيني والغنية  
والحلية والثاني وعبد الحليم و  
الخادى والغزى والسيد الشريف -  
تحقيق المصنف ان السماء  
الستعمل والنور من الماء المطلق  
والكلام مع البحر والثاني وعبد الحليم  
والخادى -  
تحقيق المصنف مناط قول ابن يوسف  
ومحمد بن حبيب الله تعالى في الماء  
المطلق -

التعريف الرضوى للماء المطلق - ٦٤٩  
اس قرئت كاد وشمرون من ضبط - ٦٤٩  
ببحث الاضافات والماء الحيات  
وسيد جارات فيه وانقاء الاحسن  
والكلام مع العناية والبنائية والبحر ٦٥٢  
والكفاية والدراية والامام الاجل  
خواهرزاده والسر على الزاهدى - ٦٨٠  
فصل سوم مرتن وغيره  
تجه ضبط - ٦٨٤  
آية مسائل اجماعيه  
فما يله اتمام والكلام مع العيني  
والفتح - ٦٨٤  
٦٩٣



# باب المياة

(پانیوں کا بیان)

مسئلہ ۲۳

۲۷ صفر ۱۲۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علما سے وہی اس مسئلہ میں کہ بقیہ آب وضو سے گرہتی میں رہ جائے وضو جائز ہے یا نہیں اور اگر پہلو وضو کرنے میں کچھ پانی ہوا تو سے اُس میں گر پڑا تو کیا حکم ہے۔ جتنا تو قرءا۔

الجواب

بقیہ آب وضو گرہتی میں رہ جاتا ہے مائے مستقل نہیں بلکہ وہ پانی ہے جو استعمال سے بچ رہا اُس سے وضو میں کوئی حرج نہیں اور مائے مستقل اگر غیر مستقل میں مل جائے تو نہ سب صحیح ہیں اُس سے وضو جائز ہے جب تک مائے مستقل غیر مستقل سے زیادہ نہ ہو جائے اگرچہ مستقل پانی دھار بندہ کر گزرا ہو، اور بعض نے کہا اس حدیث میں بھی مستقل فاسد کر دے گا اور وضو جائز نہ ہو گا اگرچہ غیر مستقل زیادہ ہو مگر ترجیح مذہب اول کو ہے۔

فی حقہ خلاصہ میں ہے اگر جنبی شخص کے جسم سے بوقت غسل کچھ پھینکے برہتی میں گر گئے تو پانی ناپاک نہ ہو گا، ہاں اگر باقاعدہ نہ کر پانی گرا تو ناپاک ہو گا اور حمام کے حوض کا بھی یہی حکم ہے اور امام محمد کا قول ہے کہ صرف اُس وقت ناپاک ہو گا جب وہ پاک پانی پر غالب ہو جائے اور دوسرے مختار میں ہے کہ مطلق پانی سے حدث کو زائل کیے نہ کر اُس پانی سے جس پر مستقل پانی غالب ہو اگر مطلق پانی آدھے سے زیادہ ہو تو کل سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے در نہ نہیں، تبر، نہر اور منہ میں یہی تحقیق ہے (مطلقاً)۔ (ت)

فی فناء الخلاصة جنب اغتسل فانقضى وقت  
غسله شئ في انائه لم يفسد عليه الماء اما اذا  
كان يسيل منه سيلانا فسد وكذا حوض  
الحمام هل هذا وحل قولي محتمل لا يفسده  
ما لم يذب عليه يعني لا يخرج من الظهور رية  
وفي الدر المختار رفع الحدث بماء مطلق لا بقاء  
مغلوب بمستعمل بالاجزاء فان المطلق اكثر  
من النصف جازا التطهير بالكل والا لا على ما  
حققه في البحر والنهر والسم آه مطلقا والله  
تعالى اعلم وحلده اتم واحكم۔

مسئلہ ۲۴ از غازی آباد ضلع میرٹھ محلہ بارغ۔ مسئلہ حامد حسن صاحب ۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ  
استنجا یعنی پیشاب پاخانے کے نیچے ہونے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں اور وضو کی حرمت میں اس وجہ سے کچھ  
فرق تو نہیں آیا کیا؟ بینا تو جردا

### الجواب

جائز ہے اور اس میں حرمت وضو کا کچھ خلافت نہیں کہ یہ پانی استعمال میں نہ آیا گیا لایحییٰ واللہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۲۵ ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پانی بارش کا جو خاص شہر میں برستا ہے اور نالی وغیرہ جو کہ باہر چلا جاتا ہے  
پاک ہے یا نہیں، اس سے وضو درست ہے یا نہیں، اس پانی کو جاری کہیں گے یا نہیں۔ بینا تو جردا

### الجواب

جس وقت بارش ہو رہی ہے اور وہ پانی نہ رہا ہے ضرورتاً جاری ہے اور وہ ہرگز ناپاک نہیں ہو سکتا جب تک  
نہایت کی کوئی صفت مثلاً بویا رنگ اس میں ظاہر نہ ہو صرف نہایتوں پر اس کا گزرتا ہوا جانا اس کی نجاست کا  
موجب نہیں فان السماء المجرى یطہر بہ وضو بعضنا باری پانی کا ایک نذر دوسرے کو پاک کر دیتا ہے۔ (ت)  
وہاں اس سے وضو اگر کسی نجاست مرتبہ کے اجزاء اس میں ایسے بہتے جا رہے ہیں کہ جو حصہ پانی کا اس سے بیا جلتے  
ایک آدمہ ذرہ اس میں بھی آئے گا جب تو قیضاً حرام دنا جائز ہے وضو نہ ہو گا اور بدن ناپاک ہو جائے گا کہ کم  
طہارت بوجہ جریان تصاحب پانی برتن یا چلو میں دیا جریان منقطع ہوا اور نجاست کا ذرہ موجود ہے اب پانی نجس  
ہو گیا اور اگر ایسا نہیں جب بھی بلا ضرورت اس سے احتراز چاہیے کہ نالیوں کا پانی غائب اجزاء اسے نجاست سے  
خالی نہیں ہوتا اور عام غائب میں اس کا استقذار یعنی اس سے نفرت اس سے گھن کرنا اسے ناپسند رکھنا ہے اور  
ایسے امر کے شرعاً احتراز مطلوب، احادیث میں ہے:

اباؤ و ما یسوء الا ذل ایان و ما یعتذر منہ  
بشر و لا تنظر لک۔  
بڑی بات۔ منہ سے بکر اور اس بات سے کہ بدن میں حذر  
کی ضرورت جو خوشخبری سناؤ نفرت نہ پھیلاؤ۔ (ت)

اور اگر بارش ہو چکی اور پانی ٹھہر گیا اور اب اس میں بعض اجزاء اسے نجاست ظاہر ہیں یا نالی کے پیٹ میں نجاست کی

۴۶/۲	مطبوعہ بیروت	۱۱۱۱ القادریہ	مذہب امام احمد
۱۱۴/۳			مذہب جامع الصغیر مع فیض القدر
۱۶/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب العلم	مذہب جامع البخاری

رنگت یا ٹوٹتی اور بارش آتی نہ ہوتی کہ اُسے بالکل صاف کر دیتی انقطاع کے بعد وہ رنگ یا ٹوہنوز باقی ہے تو اب یہ پانی ناپاک ہے اور اگر تالی صاف تھی یا بیشتر نہ بالکل صاف کر دی اور پانی میں بھی کوئی چیز نہجاست محسوس نہیں تو پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶

۱۱ صفر ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب قبلہ! ایک حوض ساڑھے سات مجلہ اربعہ ساڑھے سات گز چوڑا اور ڈیڑھ گز گہرا اگر اُس میں چار برس کا بچہ موت دے تو ناپاک ہو گیا یا پاک رہا۔ خاکسار حسنین زائدہ

الجواب

پاک رہا کہ اس کی مستحق قطرہ وہ درود یعنی سوا تہ کے دو لے سے بھی بچتی ہے تہ زائدہ ہے۔ العبد المذنب احمد عباس تبسیر اذ السلام واللہ تعالیٰ اعلم اور اعتبار عام استعمال ہونے والے گز کا ہے لوگوں کی آسانی کے لیے۔ (تہ)

مسئلہ ۲۷

۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ

کی فرماتے ہیں ملہائے دینی و مفتیانی شرع میں کہ ایک حوض وہ درود ہے ستیوں میں یا شیعوں میں اور اُس میں گنا یا سورا پانی پی گیا ہو آیا اس سے وضو یا نہ چاہئے یا نہیں یا پیشاب یا پاخانہ پھر گیا ہو پاک رہا یا نہیں۔ بینا اقرہ

الجواب

۲۱ ہر آب میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب تمام مذاہب سے زیادہ اعتدال کا ہے آب جاری تو بالجماع نجس نہیں ہوتا جب تک نجاست سے اُس کا رنگ یا ٹوہنوز نہ پڑے یا ایک قول پر اُس کا نصف یا اکثر نجاست مزید ہو کر گزرے اور غیر ہماری میں ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع سے ظاہر الروایۃ کا محصل یہ ہے کہ اگر یہاں نجاست پڑی ہے اور ظن غالب ہو کہ اس جگہ وضو کیجئے تو اتنی دور کا پانی فوراً زیر و زبرد ہونے لگے گا تو دیان کا پانی ناپاک نہ رہا اُس سے وضو وغیر سب جائز ہے۔

روایتیں ہیں کہ بدائع اور محیط میں فرمایا کہ ہمارے اصحاب متقدمین سے یہ روایت متفق ہے کہ جلا کے اعتبار ہوگا، یعنی اُسی وقت پانی میں نشیب و فراز پیدا ہو جبکہ تھوڑی دیر بعد اور اصل حرکت کا اعتبار نہ ہوگا تاہم رائے میں ہے کہ یہی ہمارے ائمہ ثلاثہ سے کتب مشہورہ میں منقول ہے اور اب اس میں اختلاف ہے کہ آیا

فی رد المحتار قال فی البدائم والمحيطة انفتحت الرواية من اصحابنا المتقدمين انه يعتبر بالتحريك وهو ان يرتفع وينخفض من ساعته لا بعد المكث ولا يعتبر اصل الحركة دفن التماسخانية انه المروي عن ائمتنا الثلاثة في المکتب المشہورة اعدو هل يعتبر حركة الفضل



اور غزوہ اوبید و آیات ثانیہ اصح لایہ الوسط  
 کہا فی المعیط والحاوی القدس و تمامہ فی الخفیۃ  
 وغیرہا الموقی الدر المختار والمصبر احکام  
 رای البیتلی بہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوص  
 القیاسۃ الی الجانب الاخر جازوالا لا هذه  
 ظاہر المرادایۃ وهو الاصح کہا فی الخانیۃ  
 وغیرہا وحقق فی البعراۃ المذہب ام ملخصا  
 اصح ہے کہا فی الخانیۃ وغیرہا اور بحر میں تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ یہی مذہب ہے ام ملخصا

پھر انکے متاخرین نے اسے وہ درود سے اندازہ فرمایا اور تعمیر آج جاری کے حکم میں قرار دیا کہ تبع جواہر سے  
 وضو وغیرہ واجب تک پائی نجاست کا اثر نہ ملے۔

فی الدر المختار وکن فی النظرۃ انت خیر بیات  
 اعتبار العشر واضبط ولا سیما فی حق من لا ساری  
 لہ من العوام فلذا اقتص بہ المتأخرون الاعلام  
 الموقی وقت سرد المختار ذکر بعض المحشیین عن  
 شیخ الاسلام العلامة سعد الدین الدیری  
 فی رسالۃ القول الرافی انه حقق فیہا اختصار  
 اصحاب الستون من اعتبار العشر ورفیہا علی  
 من قال بخلافہ سرداً بلیغاً واورد نحو مائۃ  
 نقل ناطقۃ بالاصواب ولا یخفی ان المتأخرون  
 المذین اقتصوا بالعشر کصاحب الہدایۃ و  
 قاضی خان وغیرہما من اهل السرحیح

اور در مختار میں یہ ہے کہ لیکن سر میں ہے کہ دس ہاتھ کا  
 اعتبار مسئلہ کو زیادہ منضبط کر دیتا ہے، خاص طور پر  
 حرام کے لیے جو ذاتی راستے نہیں رکھتے ہیں اس لئے  
 متاخرین علما نے اسی پر قوی دیا ہے، اور رد المحتار  
 میں بعض حاشیہ نگاروں نے شیخ الاسلام علامہ  
 سعد الدین الدیری سے ان کی رسالہ "القول الرافی" سے  
 نقل کیا ہے کہ ان کی تحقیق وہی ہے جو اصحاب سترہ  
 نے کیا ہے یعنی دس ہاتھ کا اعتبار کیا جائے گا، اور  
 جن حضرات نے اس کے برعکس لکھا ہے ان پر آپ نے  
 رد و بلیغ کیا ہے، اس پر انہوں نے ایک سو نقل صحیح  
 پیش کی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ وہ متاخرین جنہوں نے

هم اعلم بالمدح من فعلينا اتباعهم وفيد  
 حاقده الشارح في رسم المفتي واما نحن  
 فعلينا اتباع ما من جوده وصحة كذا واخرنا  
 في حيا تهمه الله وفيه قال في الفتحة وعن ابی  
 يوسف انه كالجاری لا یقن جس الا بالتغیر وهو  
 الذی ینبی تصحیحه فینبى عدم الفرق  
 بین السریة و غیره لان الدلیل انما یقتضی  
 عند الكثرة عدم التبعی الا بالتغیر من  
 غیر فصل الله في مراق الفلاح به اخذ مشایخ  
 بلغ توسعة على الناس والتقدير بعشر هو المفتی  
 به الله وفي حاشيته للعلامة الطحاوی لا فرق  
 بین موضع الوقوع وغیره و بین نجاسة ونجاسة  
 وینبی تصحیحه كما فی الفتحة وهو المختار  
 كما قاله العلامة قاسم وعلیه الفتوی كما  
 فی النصاب لله والله سبحانه وتعالى اعلم۔

دست با حق پر فتویٰ دیا ہے ، جیسے صاحب ہدایہ اور  
 قاضی خان وغیرہ اہل ترجیح سے ہیں وہ ہم سے زائد  
 مذہب کے جانتے والے ہیں ، لہذا ہم پر واجب ہے  
 کہ ہم ان کی پیروی کریں ، اور اس کی تائید اس سے  
 ہوتی ہے جو شراح نے رسم المفتی میں کہا ہے کہ  
 ہم لوگوں پر اس کی اتباع لازم ہے جس کو انہوں نے  
 راجع اور صحیح قرار دیا ہے بالکل اسی طرح جس طرح وہ  
 اپنی زندگی میں فتویٰ دیتے تو ہم پر اتباع لازم تھا ،  
 اور اسی میں ہے کہ ترجیح میں فرمایا " اور اب یوسف سے  
 مروی ہے کہ یہ جاری پانی کی طرح ہے ، بغیر تغیر کے  
 ناپاک نہ ہوگا اور اس کی تصحیح کی جانی چاہیے تو نجاست  
 مرتبہ اور غیر مرتبہ کے درمیان فرق نہ ہونا چاہیے کیونکہ  
 دلیل کا تقاضا ہے کہ کثیر پانی سوائے تغیر کے ناپاک  
 نہ ہوگا اور مراق الفلاح میں ہے کہ اسی پر ہمارے  
 مشایخ نے لوگوں پر فراخی کے لیے فتویٰ دیا ہے  
 اور اس بات کا قول ہی مفتی ہے ، اور اس کے حاشیہ میں علامہ طحاوی نے لکھا کہ نجاست کے گرنے کی جگہ  
 اور دوسری جگہ میں فرق نہیں ، اسی طرح ایک نجاست اور دوسری نجاست میں فرق نہیں ، اور اس کی تصحیح  
 کی جانی چاہیے کافی الفتح ، اور یہی مختار ہے ، جیسا کہ علامہ قاسم نے فرمایا ، علیہ الفتویٰ کافی النصاب (اسی  
 پر فتویٰ ہے جیسا کہ نصاب میں ہے) اے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۔ ت

لے رد المحتار باب المیاء مصنف البانی مصر ۱۳۱/

لے ایضاً ۱۳۰/۱

لے مراق الفلاح الطہارة نور محمد کراچی ص ۱۶

لے طحاوی علی مراق الفلاح الطہارة نور محمد کراچی ص ۱۶

فتویٰ مسیحی بہ

الطرس المعدل في حد الماء المستعمل<sup>١٣</sup>

استعمال شدہ دواؤں کی تعریف میں منصفیت صحیفہ (رسالہ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَفَصَلَّى عَلَى رَسُولِهِ الْكَافِي  
مُسْتَحْلَمٌ ٢٨ ربيع الآخر سنة ١٣٢٠

کہا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آپ مستقل کی کیا تعریف ہے منبر اقرجہ ۱۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

تحييكم من جمل الطهور غاسل أشأنا فظهوره أعتا باسالة السماء على اجسامنا فياله من منة وأفضل  
العلاوة وانركي السلام على من ظهرنا من الانجاس وآدام ويره بعدد علينا حتى نقا ناصد  
لبدناس وعلى آله وصحبه واهل السنة أمين -

اقول وہاں التوفیق مانے مشتمل وہ قلیل پائی ہے جس نے یا تو تعلیمِ نجاست حکیمے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارہ جسم کو جس کی تعلیم و ضمیر یا عقل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اس کا استعمال و کار ثواب تھا اور استعمال کرنے والے نے اپنے بدن پر اسی امر ثواب کی نیت سے استعمال کیا اعدیوں استقامت واجب تعلیم یا اقامت قربت کر کے عضو سے جدا ہوا اگرچہ ہونہ کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے اور بعض نے زوالِ حیات و حصول استقرار کی بھی شرط لگائی۔ یہ دعویٰ تعالیٰ دونوں مذہب پر جمع جامع مانع ہے کہ ان سطروں کے ساتھ کہیں نہ ملے گی۔ اس پر فائدہ قبول فرمائیے۔

(۱) آب کھیر یعنی دہ در دہ یا جاری پانی میں عود و صندل یا حب غل کرے یا کوئی نجاست ہی دھو کر پی جائے  
 قرانی دغیس پر گناہ مستعمل لہذا اخیل کی قید ضرور ہے ۔

(۲) محدث نے تمام یا بعض اعضاء کو وضو دھوئے اگرچہ بے نیت وضو محض ٹھنڈے یا میل وغیرہ کے لئے یا اس نے اصلاً کوئی فعل نہ کیا نہ اس کا قصد تھا بلکہ کسی دوسرے نے اس پر پانی ڈال دیا ہے اس کے کسی ایسے عضو پر گزرا جس کا وضو یا غسل میں پاک کرنا ہنوز اس پر فرض تھا مثلاً محدث کے ہاتھ یا جنب کی بیٹیہ پر تو ان سب صورتوں میں شکل اولی کے سبب پانی مستقل ہو گیا کہ اس نے عمل نہایت حکیمہ سے مس کر کے اتنے ٹھنڈے کی تعلیم واجب کو ذمہ

مکلف سے ساقہ کرنا اگرچہ بھی صورتوں میں ہنوز حکم تطہیر دیگر اعضا میں باقی ہے اور پہلی میں قرینہ جبکہ تمام اعضا دھو لیے فرض تطہیر پورا ہی ذمہ سے اتر گیا۔

**تنبیہ** پانی کو لی یا ڈبے منگے کے سوا کہیں نہیں دہرتی جھکانے کے قابل نہیں چھوٹا برتن مثلاً کٹورہ ایک ہی پاس تھا وہ اسی برتن میں گر کر ڈوب گیا کوئی بچہ یا با وضو آدمی ایسا نہیں جس سے کہہ کر نکلا اسے اب بھوری عورت طوہی ہاتھ ڈال کر نکالے گا یا چھوٹا برتن سر سے ہے ہی نہیں تو ناچار چلو ملے ملے کر ہاتھ دھوئے گا ان دونوں صورتوں میں بھی اگرچہ شکل اول اتنی مستطوط واجب تطہیر پانی یعنی مگر ضرورتاً معاف رکھی گئی ہیں بلکہ ضرورت ایسا کرے گا تو پانی نکل یا بعض بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا اگرچہ ایک قریٰ پر قابل وضو ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ محدث یعنی بے وضو یا حاجت غسل والے کا وہ عضو جس پر سے ہنوز حکم تطہیر ساقہ نہ ہوا اگرچہ کتنا ہی کم ہو مثلاً پورا یا ناخن یا ناک قلیل پانی سے مس کرے تو ہمارے علماء کو اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ سارا پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور قابل وضو و غسل نہیں رہتا اور بعض کے نزدیک صرف اتنا مستعمل ہو جس قدر اُس پارہ بدن سے ملا باقی اُس پاس کا پانی جو اُس عضو کی عادات میں ہے اور اُس سے مس نہ ہوا مستعمل نہ ہوا یوں ہی وہ تمام پانی کہ اُس عضو کے پہنچنے کی جگہ سے نیچے ہے اُس پر بھی حکم استعمال نہ آیا۔ اس قول پر منگے یا کوئی میں کہیں تک ہاتھ ڈالنے سے بھی پانی قابل طہارت رہے گا کرنا ہر ہے جو پانی ہاتھ کے اُس پاس اور اُس سے نیچے رہا وہ اس سے بہت زیادہ ہے جس نے ہاتھ سے مس کیا اور جب غیر مستعمل پانی مستعمل سے زیادہ ہو تو پانی قابل وضو و غسل رہتا ہے شہدائے لکھی میں وضو کیا اور وہ پانی ایک گھر سے بھر آب غیر مستعمل میں ڈال دیا تو یہ غیر قابل وضو ہے کہ مستعمل یا مستعمل سے کم ہے اسی پر قیاس کر کے ان بعض نے ہاتھ ڈالنے کا حکم رکھا کہ مستعمل تو اتنا ہی ہوا جتنا ہاتھ کو لگا باقی کہ انگ رہا اُس پر غالب ہے اور فرق اول نے فرمایا کہ پانی ایک غسل جسم ہے اس کے بعض سے ملنا نکل سے ملنا ہے لہذا ناخن کی نوک یا پور سے کا کر رہا تک جانے سے بھی نکل نکل مستعمل ہو جائے گا۔ یہ دو قول ہیں اور فرق اول ہی کا قول احتیاط ہے بہر حال لٹنے میں فریقین متفق ہیں کہ بے ضرورت چلو لیجئے یا ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ بعض تو ہماری تعریف اس قول پر بھی ہر طرح جامع مانع ہے۔

(۳) با وضو آدمی نے ہر نیت قراب دو بارہ وضو کیا۔

(۴) سمجھ والی نابالغ نے وضو قصہ وضو کیا۔

(۵) حائض و نفاس کو جب تک بعض و نفاس باقی ہے وضو و غسل کا حکم نہیں مگر انہیں مستحب ہے کہ نماز پنجگانہ کے وقت اور اشراق و چاشت تہجد کی عادت رکھتی ہر توان وقتوں میں بھی وضو کر کے کچھ دیر یا دالیا کر لیا کر کہ عادت کی عادت باقی رہے۔ انہوں نے یہ وضو کیا۔

(۶) پاک آدمی نے ادا سے سنت کو مجھے یا میری بیوی یا عورت یا اہرام یا اور اوقات مسنونہ کا غسل یا میت کو غسل دینے کا وضو یا غسل کیا۔

(۷) با وضو نہ کھانا کھانے کو یا کھانا کھا کر نہ میت ادا سے سنت ہاتھ دھوئے یا ٹوٹی کی۔

(۸) وضو نہ فرض یا نفل میں جو پانی گلی یا ناک میں پہنچانے میں صرف ہوا۔

(۹) کچھ اعضا دھو لیے تھے خشک ہو گئے سنت مولات کی نیت سے انہیں پھر دھویا ہی سب صورتوں میں شکل دوم کے سبب مستعمل ہو جائے گا اگرچہ استعاذہ واجب نہ کیا اقامت قربت کی میت کو نہ غسل کرنا بھی مستحب ہے کعبہ فی الدہم وغیرہ۔

(۱۰) میت کے بارے میں علماء مختلف ہیں جوہر کے نزدیک عورت نہایت عتیقہ ہے اس تقدیر پر کہ وہ پانی کو غسل میت میں صرف ہوا مائے مستعمل نہیں بلکہ ناپاک ہے اور بعض کے نزدیک نہایت عکبر ہے بحر الائی وغیرہ میں اسی کو اصح کہا اس تقدیر پر کہ وہ پانی بھی مائے مستعمل ہے اور ہادی تعریف کی شق اول میں داخل کہ اُس سے بھی استعاذہ واجب کیا۔

اقول ولہذا ہم نے انسان کا پارہ جسم کہا نہ مکلف کا کو میت مکلف نہیں۔ اور تطہیر لازم تھی کہ نہ یہ کہ اس کے ذمے پر لازم تھی کہ یہ تطہیر میت کے آتے پر نہیں چاہا پر لازم ہے۔

(۱۱) یوں ہی غسل میت کا دوسرا درمیسر پانی بھی آب مستعمل ہو گا کہ اگرچہ پہلے پانی سے استعاذہ واجب ہو گیا مگر غسل میت میں تثلیث بھی قربت مطلوبہ فی الشرع ہے۔

اقول ولہذا ہم نے شق دوم میں بھی بدن انسان مطلق رکھا۔

(۱۲) وضو علی الوضو کی نیت سے دوسرے کو کہا جائے وضو کرادے اُس نے بد نیت کرادے اُس کے اعضا سے وضو

دھو دے پانی مستعمل ہو گیا کہ جب اس کے امر سے ہے اور اس کی نیت قربت کی ہے تو وہ اسی کا استعمال قرار پائے گا الا تری اندہ فقل فذلک محدث و ثوی فقد اتی بالہما سورہہ صہ ان امر فا غسلوا و اسعوا انما کا علیہ (جیسا کہ اگرچہ وضو ایسا کہنے کی نیت کرے تو مکرر ہو کر کہا لانے والا ہو جو ناسل او مسوا سے اس پر لازم تھا۔)

(۱۳) با وضو آدمی نے اعضا دھوئے کرنے یا میل دھوئے کہ وضو بد نیت وضو علی الوضو کیا پانی مستعمل نہ ہو گا کہ اب نہ استعاذہ واجب ہے نہ اقامت قربت۔

(۱۴) معلوم تھا کہ حضراتین یا دھوپ کا ہوں آدمی نہ ہوتا پانی خشک بھی نہ ہوا تھا بلا وجہ چرتی بار اور ڈالا یہ بھی قربت نہیں بلکہ غلاب ادب ہے۔

(۱۵) ہاں اگر خشک ہو کر دوبار دھویا یا تین بار یوں تین تثلیث کے لیے پانی پھر ڈالا تو مستعمل ہو جائیگا

اگرچہ واقع میں چوتھی بار ہو۔

(۱۶) جسے حاجت غسل نہیں اُس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹ یا ران و حوی۔

(۱۷) با وضو نہ کیا نہ کھانے کو یا کھانے سے بعد یا ویسے ہی یا تہ منہ صاف کرنے کو یا تہ و حوسے نکالنے کی اور اسے سنت کی نیت نہ تھی مستقل نہ ہو گا کہ حدث و قربت نہیں۔

(۱۸) با وضو نہ صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا مستقل نہ ہو گا کہ تعلیم و فہم اگرچہ قربت ہے مگر وضو سکھانے کو وضو کافی نہیں قربت نہیں سکھانا قربت ہے اور وہ نہ باقی سے بھی ممکن و لہذا ہم نے قید لگائی کہ وہ استعمال خود۔  
کار فرما قطعاً فعل فی فضاء مطلوب فی الشیوع و لا مقصود الغیرہ کا وضو۔ (فعل فی فضاء مطلوب الشرع ہے اگرچہ مقصود غیر ہو جیسے وضو ہے۔ ت) (۱۹) کوئی پاک کپڑا وغیرہ حوی۔

(۲۰ و ۲۱) کسی جانور یا ناپاکی سے بچنے کو مثلاً یاہ ران کے بدن پر نجاست نہ تھی اگرچہ وہ جانور غیر ماکول اللحم ہو جیسے بلی یا چماسن کہ مذہب راجح میں گناہ بھی جبکہ پانی اُن کے لعاب سے بھرا ہو۔  
اگرچہ یہ نسلان اُن کے دفع مرض یا شہت گرامی میں ٹھنڈ چھپانے کو بہ نیت ثواب ہو مستقل نہ ہو گا۔

اقول کپڑا برتن جانور اور ان کے امثال کو بدن انسان کی قید سے خارج ہوئے اور ناپاکی کو نسلان مثل وضو سے تعلیم و قربت نہیں کہ بچوں کے نسلانے کا کوئی خاص حکم شرع میں آیا یا انھیں بلکہ ہر مسلمان و جاندار کو نفع و آرام پہنچانے کی ترغیب ہے یہ امر عاویہ اُس حکم کی نیت سے بیکار نہ ہو کہ بچے اگر قربت ہو سکتے ہیں مگر وجہ استعمال وہی فعل ہے جو بذات خود قربت و مطلوب شرع ہو۔

(۲۲) حائض و نفاس نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا پانی مستقل نہ ہو گا کہ اس نے اگرچہ انسان کے جسم کو مس کیا جس کی تعلیم غسل سے واجب ہو گی مگر اجماع لازم نہیں بعد انقطاع لازم ہو گا۔  
اقول و لہذا ہم نے بالفعل کی قید لگائی۔

(۲۳) ناسمجھ بچے نے وضو کیا جس طرح دو تین سال کے اطفال ماں باپ کو دیکھ کر بطور نقل و حکایت افعال وضو نماز کرنے لگتے ہیں پانی مستقل نہ ہو گا کہ نہ قربت نہ حدث۔

(۲۴) وضو کرنے میں پانی کو جب تک اُسی حضور پر نہ رہا ہے حکم استعمال نہ دیا جائے گا ورنہ وضو محال ہو جائے گا بلکہ جب اُس حضور سے جدا ہو گا اس وقت مستقل کیا جائے گا اگرچہ ہنوز کہیں مستقر نہ ہو اگر مثلاً منہ و حوسے میں کلائی پر پانی لیا اور وہی پانی کو منہ سے جدا ہو کر آیا کلائی پر بہا لیا جمود کے نزدیک کافی نہ ہو گا کہ منہ سے منقطع ہوئے ہی حکم استعمال ہو گیا ہاں جن بعض کے یہاں استمرار شرط ہے اُن کے نزدیک کافی ہے کہ ایسی مستقل نہ ہو اور غسل میں سارا بدن حضور احد ہے تو سر کا پانی کہ پاؤں تک بہتا جائے جس جس جگہ گزرا سب کو پاک کرتا جائے گا۔

(۲۵) اقول نجاست میں عکبر کی قیسیہ کا فائدہ ظاہر ہے کہ جو پانی نجاست حقیقیہ کے ازالہ میں صرف چار ہارسے نزدیک مطلقاً ناپاک ہو جائے گا نہ کہ مستعمل۔

(۲۶) اقول ہم نے پانی کو مطلق رکھا اور خود دفع نجاست عکبرہ اقامت قربت ہائے مذکورہ سے واضح کر پانی سے مانے مطلق مراد ہے تو شوربہ یا دودھ کی لسی یا بنیہ تھر سے اگر ضرور کہے وہ مستعمل ہو جے گراں سے وضو ہی نہ ہو گا نہ مستعمل کیا جائے۔

(۲۷) خود نفس جنس یعنی پانی نے دودھ سرکہ گلاب کیوڑے وغیرہ کو خارج کر دیا کہ ان سے وضو کرے تو مستعمل نہ ہوں گے اگرچہ وضو ہو اگرچہ جنب ہو اگرچہ نیست قربت کرے کہ غیر آب نجاست عکبرہ سے اصلاً تطہیر نہیں کر سکتا۔

تنبیہ اگر کیجئے ۲۶ و ۲۷ کا ٹرہ کیا ہے کہ مستعمل ہونے سے ہمارے نزدیک شے نجس نہیں ہو جاتی صرف نجاست عکبرہ دور کرنے کے قابل نہیں رہتی یہ قابلیت ان اشیاء میں پہلے بھی نہ تھی تو ان کو مستعمل نہ مانے کا فائدہ کیا ہوا۔

اقول اول تو یہی فائدہ بہت نسا کہ مستعمل نہ ہونے سے ان کی طہارت تفتی علیہ رہے گی کہ مستعمل کی طہارت میں ہمارے امر کا اختلاف ہے اگرچہ صحیح طہارت ہے۔

ثانیاً مستعمل اگرچہ ظاہر ہے مگر قہر ہے مسجد میں اس کا ڈالنا جائز ہے ان اشیاء کو مستعمل نہ پانے سے یہ معلوم ہوا کہ شہا جس گلاب سے کسی نے وضو کیا اسے مسجد میں چھڑک سکتے ہیں کہ وہ مستعمل نہ ہوا۔

بالجملہ یہ دو نفیس و جلیل جامع و مانع و شافی و نافع تعریف مانے مستعمل ہے کہ بقطعی افسی خدمت طہارت علیہ کرام سے اس فیض پر اتنا بوسے و شکر کہ سہولت خند کے لیے فقیر اسے نظم کرتا اور برادرانِ دینی سے دعا ہے غفر و جالیت کی طبع رکھتا ہے۔

دو شعر اخیر میں وہ تمام تفصیل آگئیں جو یہاں تک مذکور نہیں ہو رہی کہ راجع قول اول ہے یعنی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل کا حکم دیا جائے گا کس جگہ مستقر ہونا شرط نہیں۔ اب عبارات طحا اور بعض مسائل مذکورہ میں اپنی تحقیق مفرد ذکر کریں وہ بائدا التوفیق۔ تخییر الایصار و در مختار و رد المحتار میں ہے۔

لا یجوز سوا استعمال لاجل قربۃ الی ثواب و نو وضو اس پانی سے جائز نہیں جس کو بطور ثواب استعمال کیا گیا ہو لے ترجمہ مستعمل پانی جو کہ خود پاک ہوتا ہے اور دوسرے کو پاک نہیں کرتا وضو سے اس کی جامع مانع قمریت دو باتوں

میں ہوتی ہے جس سے مطلقاً حدیث زائل ہوا ہو یا قربت مقصودہ کی نیت سے بدن پر استعمال ہوا ہو یا قلیل پانی جب بدن سے جدا ہوا تو مستعمل ہو جائیگا لیکن بعض نے نزدیک بدن سے جدا ہو کر کسی جگہ یا ظرف میں اس کا قرار ضروری ہے۔

لے را کہ بعضے غیر جاری یعنی آب قلیل کہ وہ در وہ نہا شد ۱۲ دم

منہ صلیٰ (۱) اقضٰ یرید بہ الطہیر  
 کما فی الخانیة وظاہرہ انہ لو لم یرد بہ ذلک لہو  
 یصیر مستعملاً) او حائض لعادة عبادۃ (قال فی  
 التہر قانوا بوضوء الحائض یصیر مستعملاً  
 لانه یتجب لہا الوضوء لکل فریضة وان تجلس  
 فی مصلیہا قد رہا کیلا تنفس عادتہا ونیض  
 ان لو قوضت لثمجد عادی او صلاۃ ضحیٰ او  
 یصیر مستعملاً (اداء قرۃ الرملی وغیرہ ووجہہ  
 ظاہر فلذا اجزم بہ التماسر فاطلق العبادۃ  
 تبس الجامع المتادی) او غسل میت (وکون  
 خصالہ مستعملۃ هو الاصح بحرا قول قول  
 العامة و اختصمہ البدان ان نجاسة الميت  
 نجاسة خبیث لانه حیوان دمی و مجوز عطفہ  
 علی میزای ولو من اجل غسل میت لانه یزال نرو من  
 غسل میت (او ید لاکل و منہ بیۃ الشکر قد بہ فی البحر  
 اخذ من قول المحیط لانه اقام بدقربہ لانه  
 سنة فی التہر و علیہ ینبغی اشتراطہ فی غسل

مگر چہ اس تجر نے استہالی کیا ہے جس میں شعور پیدا ہو چکا ہو  
 (جبکہ وضو کیا کہ اس سے اس کا ارادہ پاکی حاصل کرنے کا  
 تھا کما فی الخانیہ اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ اگر اس سے  
 طہارت کا ارادہ نہ کیا تو مستعمل نہ ہو گا) یا حائض عبادۃ  
 کی عادت کی وجہ سے (خبر میں ہے کہ فقہانے فرمایا  
 حائض کے وضو سے مستعمل ہو جائے گا کہ اس کے لیے  
 ہر فرض کے لیے وضو مستحب ہے اور یہ کہ نماز کی مقدار میں  
 اپنے مصلیٰ پر بیٹھے تاکہ نماز کی عادت نہ ختم ہو جائے،  
 اور اگر تہجد یا نماز چاشت کے لیے اس نے وضو کیا  
 تو پھر یہ کہ وہ پانی مستعمل ہو جائے اور نہ ہی وغیرہ اس  
 کو برقرار رکھا اور اس کی وجہ ظاہر ہے، اس لیے  
 اس پر شامح نے جزم کیا اور عبادۃ کو مطلق رکھا جامع  
 القادی کی متابعت میں، یا میت کو غسل دیا (اور  
 اس غسل کے مستعمل پانی کا مستعمل ہونا ہی اصح ہے  
 بحر میں کتابہ عام فقہا کا قول یہی ہے، اس پر  
 بدائع نے اعتماد کیا کہ میت کی نجاست نجاست کی نجاست  
 ہے، کیونکہ میت خون والا جانور ہے، اور اس کا

۳۴/۱	مطبوعہ مجتہائی دہلی	باب المیاء	کتاب الخیار
۱۳۵/۱	مطبوعہ مصطفیٰ انبائی مصر	باب المیاء	کتاب رد المحتار
۳۴/۱	مطبوعہ مجتہائی دہلی	باب المیاء	کتاب الخیار
۱۳۵/۱	مطبوعہ مصطفیٰ انبائی مصر	باب المیاء	کتاب رد المحتار
۳۴/۱	مطبوعہ مجتہائی دہلی	باب المیاء	کتاب الخیار
۱۳۵/۱	مصر	باب المیاء	کتاب رد المحتار
۳۴/۱	مجتہائی دہلی	باب المیاء	کتاب رد المحتار



منہ کفصل خم وانف اع قل الرضی ولا تردد  
 فیہ حتی لو لم یکن جنبا وقصد بفصل الفم و  
 الالف مجرد النطق لا اقامة المقربة لا یصیر  
 مستعملا (اولیٰ) حدیث کو ضومحدیث ولا للبعد  
 فلو تراضا متوضی لیرد، تعلیم او طریق بیہ اور  
 یصیر مستعملا الفاقلا اور ان تعلیم الرضی قربۃ  
 واجاب بالجود تبعہ الفم وغیرہ ان التوضی  
 نفسہ لیس قربۃ بلی التعلیم و هو خارج عنہ  
 ولذا یحصل بالقول (کزیادة علی الثالث بلانیة  
 قربۃ) ان اراد الزیادة علی الرضی الاول و فیہ  
 اختلاف الشایع و اما لو اراد بها ابتداء الرضی  
 صار مستعملا بل ان لم یکن بعد الضراغ  
 من الرضی الاول والا لکن بدعتا کما قالوا  
 فلا یصیر مستعملا و هذا ايضا اذا اختلف  
 المجلس والافلا لانه مکروه یجوز لکن قد من  
 ان المکروه تکرار فی مجلس مرارا (کفصل نحو  
 فذلک) مما لیس من احضاء الرضی و هو

عطفت فیہ پر جاتو ہے یعنی اگرچہ میت کے غسل کی وجہ سے  
 ہو کہ میت کو نہلانے کے بعد وضو کر لینا مندوب ہے  
 یا پاتھ دھو کر نہلانے کیلئے یا اس سے بہت سنت (بکر  
 میں یہ قید محیط کے قول سے ملے کر لگائی ہے کہ اگر اس  
 نے اس سے عبادت ادا کی ہے اس لیے کہ وہ سنت ہے  
 اور اور میں ہے کہ اس بنا پر یہ شرط لگائی جاہے ہر  
 سنت میں جیسے نہ کا دھونا یا ناک میں پانی ڈالنا اور  
 دلی نے کہا کہ اس میں کوئی تردد نہیں حتیٰ کہ اگر وہ جنب  
 نہ ہو اور نہ اور ناک کے دھونے سے معصیاتی کا  
 ارادہ کرے ذکر قربت کی ادائیگی کا قربانی مستعمل نہ ہوگی  
 یا حدیث کو رفع کرنے کے لیے جیسے بے وضو کا وضو کرنا  
 خواہ ٹھنڈک کے حصول کے لیے ہو، تو اگر کسی با وضو شخص  
 نے ٹھنڈک کی حاصل کرنے کے لیے، سکھانے کے لیے یا  
 باتھوں کی مٹی چھڑانے کے لیے وضو کیا تو یہ پانی مستعمل  
 نہ ہوگا، بالاتفاق (اس پر یہ اعتراض وارد کیا گیا کہ  
 کو وضو کرنے کی تعلیم دینا بجا ہے خود عبادت ہے؟  
 بکھرے اس کا جواب دیا جس کو نہ وغیرہ نے بھی پسند

۱۳۶/۱	لہ رد المحتار باب المیاء مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر
۳۴/۱	لہ رد المحتار باب المیاء مطبوعہ مجتہدانی دہلی
۱۳۶/۱	لہ رد المحتار باب المیاء مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر
۳۴/۱	لہ رد المحتار باب المیاء مطبوعہ مجتہدانی دہلی
ہم نے اس کی تحقیق، باریق النور میں پہلے بیان کر دی ہے	
اس کو یاد کر لے اور (ت)	
۱۳۶/۱	لہ رد المحتار باب المیاء مطبوعہ البانی مصر
۳۴/۱	لہ رد المحتار باب المیاء مجتہدانی دہلی

محدث لا جذب) او ثوب طاهر (و نحوه من  
 المجامدات كقصد و در شمار قهستانی) او دابة  
 توكل (و بحر من السبق قال سيدي عبد الغني  
 و غيرها كذلك لا تنجس الماء ولا تطلب طهوريته  
 كحمام و فارة و صباغ بهائم و لو فصل الماء الى  
 فريانه و ذكر المرحم (نحوه) او لا سقاط فسر من  
 بان يفصل بعض اعضائه (التي يجب غسلها  
 احترازا عن غسل المحدث نحو الفخذ)  
 او يدخل يده او وجهه في حبل لغير اغتراف  
 و نحوه (بل لتبرد او غسل يد من طين او  
 عجيين فلو قصد الاغتراف و نحوه) كاستخراجه  
 كوز لو يصر مستعلا للفسورة (فانه يصير  
 مستعلا) الفصل من عضوات لو يستقر  
 في شيء من المذهب و قيل اذا استقر (ف  
 مكان من ارض او كعبه او ثوبه) يستقر  
 المتحرك و هذا قول طائفة من مشايخ  
 بلخ و اختاروه فخر الاسلام و غيره و في  
 الخلاصة و غيرها انه المختار لان العامة  
 على الاولى و هم الاصل و اثر الخلاف يظهر

کیا کہ وضو خود قربت نہیں ہے، یاں تعلیم قربت ہے  
 اور تعلیم وضو سے الگ شے ہے اس لیے تعلیم صرف قول  
 سے بھی ہو جاتی ہے) جیسے تین مرتبہ سے زائد اعضا  
 وضو کا بنیت قربت و صحتا (یہ اُس وقت ہے  
 جب اُس کا ارادہ یہ ہو کہ پیٹے وضو پر زیادتی کی جائے  
 اور اس میں شریح کا اختلاف ہے، اور اگر اس  
 سے وضو کی ابتداء مراد ہو تو اس طرح پانی مستعمل  
 ہو جائے گا، اے اے، یعنی جبکہ پیٹے وضو سے قربت  
 کے بعد ہو ورنہ بدعت ہوگا جیسا کہ نثراتو مستعمل نہ  
 ہوگا، اور یہ بھی اس وقت ہے جبکہ مجلس مختلف ہو  
 ورنہ نہیں کہ یہ نکر یہ مکروہ ہے، بجز۔ لیکن ہم پہلے بیان  
 کر آئے ہیں کہ مکروہ اس کا ایک ہی مجلس میں کئی مرتبہ  
 نکر رہے، اور جیسے ران کا دھونا (جو  
 اعضا وضو سے نہیں ہے حالانکہ وہ بے وضو ہو نہ کہ  
 جنب ہو) یا پاک کپڑا (اور اسی کی مثل خشک اشیاء  
 جیسے پانڈیاں اور پھل، قہستانی) یا وہ چرپاچیں کا  
 گوشت کھایا جاتا ہو (بحر نے اس کو مبتنی سے روایت  
 کیا۔ سیدی عبد الغنی و غیر نے کہا اور اسکے علاوہ بھی ناپاک  
 نہیں کرتے ہیں اور اُس کے پاک کرنے کی صفت کو اس

۳۴/۱	شہ در مختار، باب المیاء، مقتبائی دہلی	۱۳۶/۱	شہ در مختار، باب المیاء، مقتبائی دہلی
"	"	"	"
"	"	"	"
"	"	"	"
"	"	۱۳۶/۱	"
"	"	"	"

فیما لا انفصل فستقط علی افسان فاجزاء علیہ  
 صح علی الشافی لا الاول نہر و قد حران اعضاء  
 انفصل كعضو واحد فلا انفصل منه فستقط علی  
 عضو اخر من اعضاء انفصل فاجزاء علیہ  
 صح علی القولین کہ مطلقاً وفي الهندیة عن  
 المتأرخانیة لوقوعه بالخیل او ماء الوتر ولا  
 یصیر مستعلاً عند الكل اه  
 دیکہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے یا ہاتھوں کو مٹی سے یا آٹے سے صاف کرنا مقصود، تو اگر چہ بھرلے کا ارادہ کیا جیسے  
 پانی سے لٹانا نکالنے کے لیے ہاتھ ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرورتاً ہے (کیونکہ پانی مستعمل اُس وقت ہوگا  
 جبکہ عضو سے جدا ہو، اگرچہ کسی چیز پر نہ ٹھہرے، نہ سبب یہی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جبکہ کسی جگہ پر ٹھہرے،  
 زمین پر یا ہاتھ پر یا کپڑے پر، اور حرکت کے بعد اس میں سکون پیدا ہو چکا ہو، یہ تلخ کے مشابیح میں سے بعض  
 کا قول ہے اس کو قرۃ الاسلام وغیرہ نے پسند کیا ہے اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ یہی مختار ہے، مگر عام علماء  
 پہلے قول پر ہی ہیں اور وہی اصح ہے اس اختلاف کا اثر اُس صورت میں ہوگا جبکہ پانی جدا ہو کر کسی انسان پر  
 گرے اور وہ اس کو اپنے اوپر جاری کرے تو دوسرے قول پر بھیج ہے نہ کہ پہلے پر نہر۔ اور یہ گزر چکا ہے کہ اعضاء  
 غسل ایک عضو کی طرح ہیں، تو اگر اُس سے پانی جدا ہو کر اعضاء غسل پر گرا اور اُس نے وہ اُن پر جاری کر لیا تو دون  
 اقوال کے مطابق صحیح ہوگا اور مطلقاً، اور ہندیہ میں تا نا رعایت سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر سرکہ سے یا گلاب کے  
 عرق سے وضو کیا تو سب کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا۔ ت  
 تنبیہ قال فی المصنف بعد ما عرفت المستعمل  
 بقاء اثرہ بعد حدث او استعمال فی البدن  
 علی وجه القبریۃ ما نفعه امواتة خلست  
 القدر او القصاص لا یصیر الماء مستعلاً۔  
 تنبیہ ثانیہ میں ماہ مستعمل کی تعریف میں کہا کہ وہ  
 پانی جس سے کوئی حدث زائل کیا گیا ہو یا بدن پر قرۃ  
 کے طور پر استعمال کیا گیا ہو، پھر فرمایا کہ اگر کسی عورت  
 نے ہاتھ یا پاؤں یا بڑا یا لہ دھویا تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔

۱۔ رد المحتار باب المیاء مصنف ابوبانی مصر ۱۳۷/۱  
 ۲۔ ہندیہ فیما لا یکرہ الوضو نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳/۱  
 ۳۔ غیۃ المصلی فی التیاسر مکتبہ قادریہ لاہور ص ۱۰۸

اقول وهو كما ترى مطلق يشل ما اذا فوت به

اقامة سنة لاجرم ان قال في الفية قوله  
في البدن احترازا عما اذا استعمل في غيره من  
ثوب ونحوه بنية القرية فانه لا يصير مستعلا  
ويتفرغ على ما ذكرنا امرأة غسلت القدر  
او القصاب الخ لكن قال في الحلية اما القدر و  
القصاب ونحوهما من الاعيان الطاهرات  
كالقول والثار والشياب والاحجاء فغسلها  
الجمادات لا يدحها حكم العبادات اما لو نوت  
بهذا قربته بان غسلتها من الطهارة  
يقصد اقامة السنة كان ذلك الماء مستعلا

نك حملته كبدن كمنه رشتت وحموا قرير پانی مستعمل جو جاسے گا اح (ت)

اقول او لا فيه بعد ولا يحجزه لاحد

وقد قيد في مختصر القدر وى والعداية  
والنية وغيرها الاستعمال فقرية بكونه  
في البدن و اقر عليه هذا المحقق وعظيم  
الكتب حجة ولذا جعله في الفية احترازا  
ومثله في الجوهر النيرة حيث قال قوله  
في البدن قيد به لانه ما كان من خصاله  
الجمادات كالقدور والقصاب والمحجبات  
لا يكون مستعلا الخ وثانيا تراهم من  
اخرهم يرسلون مسائل الاستعمال في غير

میں کتا ہوں یہ مطلق ہے اس میں یہ صورت

بھی شامل ہے جبکہ اس عورت نے اس دھونے سے  
سنت کی ادائیگی کا ارادہ کیا ہو، غنیہ میں کہا کہ ان کا  
قول "فی البدن" اس صورت سے احتراز ہے جب  
پیشے وغیرہ میں استعمال کیا ہو برنیت "قریبة"  
قودہ مستعمل نہ ہوگا، اور جو ہم نے ذکر کیا اس پر یہ  
تفریع ہوگی کہ کسی عورت نے بانڈی یا پیالے دھوئے  
الخ مگر علیہ میں سنہ پایا بہر حال بانڈی پیالے وغیرہ  
یعنی پاک اشیا، جیسے سبز یاں پیل، کپڑے، پتھر،  
قراس لیے کہ جمادات پر جمادات کا حکم جاری نہیں ہوتا  
ہے، اگر ان کے ساتھ قربت کا ارادہ کیا یعنی کھانا

میں کتا ہوں اور لا اس میں بعد ہے اس

کو انہوں نے کسی کی طرف منسوب نہیں کیا ہے جلیہ  
مختصہ وری اور علیہ وغیرہ میں قربت کے استعمال  
کو بدل میں ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے اور اس  
محقق نے اسے ہر قرار رکھا ہے اور کتابوں کے  
مضامین ہمارے لیے جہت ہیں اور اس لیے غنیہ میں  
اس کو قید احترازی قرار دیا ہے، اسی کی مثل جوہر نیر  
میں ہے وہ فرماتے ہیں ان کا قول "فی البدن"  
کیونکہ جمادات کا دھوئے جیسے بانڈیاں، پیالے،  
پتھر کا دھوئے مستعمل نہ ہوگا الخ

لے غنیہ المستفی فی النہاستہ سیل ایکڑ می و ہر ص ۱۵۳

سے الجوہرۃ النیرۃ الطہارت اداریہ ملتان ۱۶/۱

سلفہ علیہ

بدنہ الا نواف ارسالاتا ما غیر جائزین الی تقييد  
 بعدم نية القربة كمسألة غسل الدابة المذكورة  
 في المبني والفتح والمهجر والدرو والتاريخية  
 وغيرها ومسألة الثوب ومسألة الاحساس  
 ومسألة الثمار ومسألة القدود والقصاص هذه  
 وغيرها فاطلها ففهم على اطلاقها يؤخذ بالقائم  
 على تقييد ما بدلت الانسان فانت حله  
 ذلك يحتمل نية القربة كغسل ثوب ابويه من  
 الوسخ والثر من الثياب لاحتلامها واحساس  
 فرش المسجد للتنظيف الى غيره ذلك فاما  
 مباح الاذ يمكن جعله قربة بنية محسوسة كما  
 لا يخفى على عالم علم النيات وثالثا هذا  
 التقييد هو القضية للذيل الذو جعل به  
 اقامة القربة مغير الماء عوض وصف الطهوية  
 اخفى جعله الاشارة من البدن المستعمل فيه  
 في الهداية قال محمد رحمه الله تعالى لا يصير  
 مستحلا الا باقامة القربة لان الاستحلال  
 بانشغال نجاسة الاشارة اليه وانما تنزل  
 بالقرب والابو يوسف رحمه الله تعالى يقول  
 استقاط الغرض مؤثر ايضا فيثبت الفساد بالابرة  
 او وفي العناية التفسير عندهما اي تغير الماء  
 وتدل عليه عندا لشيخين رضي الله تعالى عنهم  
 انما يكون بزوال نجاسة حكيمة مع المحل

ثامنا فتها سبب کے سبب خیر انسان کے جن میں  
 استعمال کے مسائل کو مطلق رکھتے ہیں عدم نیت قربت  
 کی قید نہیں لگاتے ہیں، جیسے ٹھوسے کو غسل دینے کا  
 مسئلہ جس کا ذکر مکتبی، فتح، بحر، دُر اور ستار خانہ وغیرہ  
 میں ہے اور پھر ہے اور پھر وہی کا مسئلہ۔۔۔۔۔

پھلوں کا مسئلہ، بانڈیوں اور پیالوں کا مسئلہ وغیرہ  
 تو ان تمام فتوہ کا ان کو مطلق رکھنے پر اتفاق کر لینا اس  
 امر کا حطامت ہے کہ وہ سب کے سب اس کو بدلتی انسانی  
 کے ساتھ مقید کئے پر متفق ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک  
 نیت قربت کا احتمال رکھتا ہے، جیسے اپنے والدین کے  
 میلے کپڑوں کا دھونا، اور والدین کے کھانے کھیلے پھلوں  
 کا دھونا اور مسجد کے فرش کا صفائی کے لیے ٹھوسے وغیرہ  
 تو یہ مباح کا نیت مورد سے قربت کر لینا ممکن ہے،  
 اور غیرت کا جاننے والا اسے طوب جانتا ہے۔

ثالثا یہ قید لگانا ہی دلیل کا تقاضا ہے جس کی  
 وجہ سے قربت کی ادائیگی کو پانی کے وصف کو طہوریت کے  
 متغیر کر لینے والا قرار دیا تھا، یعنی اُس کا بدن سے  
 گئی ہوں کا ذکر کر لینا۔

چہاں میں ہے کہ تمام محمد نے فرمایا پانی قربت کی  
 ادائیگی سے ہی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ استعمال کی وجہ  
 گناہوں کا اُس کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور یہ چیز  
 قربت کی ادائیگی سے ہی ہوتی ہے، اور امام ابو یوسف  
 فرماتے ہیں کہ استقاط غرض بھی اس میں مؤثر ہے تو

والتقالیہا الی الماء وقد انتقلت الی الماء فب  
 الحالین (۱) ای حال اقامۃ القرینۃ وحال استقامۃ  
 الواجب) کیا مقدمہ اعتبار رہا بالنجاسة  
 الحقیقیۃ فیثبت فساد الماء بالامرین جمیعہما اللہ  
 موضوعا وشل علی البحرین المحيط حیث قال تغیر  
 الماء عند محمد بن باعتبار اقامۃ القرینۃ بہ و  
 عندہما باعتبار انہ تحول الیہ نجاسة حکمیۃ  
 ولی الحالین تحول الی الماء نجاسة حکمیۃ  
 فاوجب تغیرہ اللہ فی التبیین سبب اقامۃ  
 القرینۃ اذ ازالة الحدث بہ عند ابی حنیفۃ و ابی  
 یوسف وعند محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
 اقامۃ القرینۃ لا یمزجہ ولا یصل الیہ لان الاستعمال  
 بانقضاء نجاسة الحدث او نجاسة الاشارة  
 الیہ اللہ وقال فی الکافی سؤرا کلب نجس فلو  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یغسل الاشارة  
 من ولوع الکلب لث لا یشال جازان یز مسر  
 بانفسل تعبد انکما امر الصلوات بالوضو لآن  
 الغسل تعبد الوضو الا فی طهارة الصلاة  
 فانه یقع لله تعالیٰ عبادۃ و الجماعات لا یطہقها  
 حکما لعمادات لانہا باعتبار نجاسة الاشارة  
 والجماعات لیست باصل لہا لا یقال للجمرة

دونوں صورتوں میں فساد ثابت ہو جائے گا اور  
 غنائیہ میں ہے کہ تفسیر ان دونوں کے نزدیک (یعنی  
 پانی کا بدلنا اور اس کا میلنا ہونا شیخین رضی اللہ عنہما کے  
 نزدیک) بنیاست تحقیر کا محل سے زائل ہو کر پانی کی طرف  
 منتقل ہونے کے باعث ہو گا، اور یہ بنیاست دونوں  
 صورتوں میں ہی پانی کی طرف منتقل ہوتی ہے (قرینۃ کی  
 اور انکی اور استقامۃ فرض دونوں صورتوں میں) جمیعاً کہ  
 گزرا کہ اس کو بنیاست حقیقیہ پر قیاس کیا گیا ہے، تو  
 پانی کا فساد دونوں صورتوں میں ثابت ہو جائے گا اور  
 اس قسم کی بات بحر میں محیط سے منقول ہے، وہ فرماتے  
 ہیں پانی کا تفسیر امام محمد کے نزدیک اس پر مبنی ہے کہ  
 قربت اس سے ادا کی گئی ہے، اور شیخین کے نزدیک  
 اس لیے ہے کہ پانی کی طرف بنیاست حکمیۃ منتقل ہوتی ہے  
 اور دونوں ماحول میں ہی پانی کی طرف بنیاست حکمیۃ منتقل ہوتی ہے  
 اس لیے پانی متغیر ہو جائے گا اور تبیین میں ہے  
 اس کا سبب قرینۃ کا قائم کرنا ہے اور اس سے حدث کا  
 زائل کرنا ہے شیخین کے نزدیک ہے، اور امام محمد کے  
 نزدیک صرف قربت کا ادا کرنا ہے، اور اول اصح ہے  
 کیونکہ استعمال کا باعث یہ ہے، حدث کی بنیاست  
 اس کی طرف منتقل ہوتی ہے یا گناہوں کی بنیاست اس کی  
 طرف منتقل ہوتی ہے  
 اور کافی میں ہے کہ کتے کا جھوٹا نجس ہے کیونکہ

لے الغنائیۃ علی حاشیۃ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز باوضو لورید رضویہ مسکھ ۷۸/۱

سک بحر الرائق بحث الماء المستعمل ایک ایم سعید کمپنی کراچی ۹۱/۱

سک تبیین الحقائق الماء المستعمل بلاق مصر ۲۴/۱

الذی استعمل فی رمی الجمار فیصل ورمی ثانیاً  
 کا قامة القرية به لکن العجالة المرمی وقد  
 تنفیراً لالة بنقل نجاسة الأثر المیهن  
 کمال الزکوة والماء المستعمل بها باختصار۔  
 جواب یہ ہے کہ غسل تہہ آخر نماز کی طہارت کے لیے مشروع ہوا ہے کیونکہ وہ اللہ کی عبادت ہے، اور عبادات کو  
 عبادات کا حکم نہیں ہے، کیونکہ وہ نماز کی نجاست کی وجہ سے ہے، اور عبادات گناہوں کے اہل نہیں ہیں۔ اگر یہ  
 اعتراض کیا جائے کہ وہ پتھر جو رمی جرات میں استعمال ہوا ہو اس کو دھو کر دوبارہ اُسی سے قربت کی ادائیگی کیلئے  
 رمی کی جائے تو کیا حکم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پتھر لازمی ہے اور آلہ اس کی طرفت میں ہوں کے منتقل ہونے کی  
 وجہ سے متغیر ہو جاتا ہے جیسے زکوٰۃ کا مال اور مستعمل پانی اور باختصار۔

اقول وبسببنا هذه ظهر والله الحمد  
 ان مطلق الوقاية والنفاية والكثرة والفسور  
 والاصلاح والملتقى والتشهير محمول على  
 عقيد الكتاب والهداية والخطية ومسما  
 يؤيد ما اطلباهم على اشتراط الانفصال عن  
 العضو للحكم بالاستعمال والى اوقام المقال  
 في اشتراط التوار بعد الانفصال فشرحه  
 بعض المشائخ وبه جزم في الكثرة مخالفاً لكافية  
 واختاره الامام فخر الاسلام وغيره في شروحه  
 الجامة المعتبر وهو مذهب الامام ابي حفص  
 الكبير والامام ظهير الدين العراقيان و  
 قال في الخلاصة هو المختار ورجحه الاتفاق  
 في غاية البيان زاعم ان في عدم اشتراط  
 خرجا كما بينه مع جوابه في البحر والمذهب  
 الحمد لله ہمارے ان بحثوں سے معلوم ہوا کہ وقایہ  
 نقایہ، کثر، تکرار، اصلاح، ملتقی اور تشویر کا اطلاق کتاب  
 (قدوری) پر آیا اور فیہ کے متغیر پر محمول ہے، اور اس کی  
 تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ان کا اتفاق ہے  
 کہ پانی کا عضو سے جدا ہونا اس کے مستعمل ہونے کیلئے  
 شرط ہے۔ اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ انفاصل  
 کے بعد قرار کی شرط ہے یا نہیں؟ تو بعض مشائخ نے  
 اس کی شرط رکھی ہے اور اسی پر کثر نیز جزم کیلئے جو مسکنی پانی  
 کافی کے خلاف ہے، اور اس کو امام فخر الاسلام  
 نے جامع صغیر کی شروع میں مختار قرار دیا ہے اور  
 یہی ابو حفص کبیر اور امام ظہیر الدین عراقی کا مذہب  
 ہے، اور خلاصہ میں اسی کو مختار قرار دیا ہے، اور  
 غایۃ البیان میں علامہ آقائی نے اس کو راجع قرار  
 دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کو شرط نہ کرنے میں حرج ہے

عندنا هو حكم الاستعمال بمجرد الانفصال و  
 صححه في الهداية وكثير من الكتب و  
 اعتمد في الكافي وضعف خلاقه وعليه المحققون  
 كما في الفتح والعامة كما في البحر بل في المحيط  
 انه القائل باشتراط الاستقراء الا امام سفيان  
 الثوري رحمه الله تعالى ورواه اهل المذهب  
 وقد تكفل في الفتح والبحر وما تعلقوا به  
 وأشار اليه في الدرر بالجملة المذكورة  
 كلام الفريقيين هو الانفصال عن العضو المؤذن  
 بامتنع المراد استعمال في البدن لا غصير  
 والله تعالى اعلم ورايها محل نظر كوصف  
 الاداء في السواء لمجرد اثر الطعام فربة مطلوبة  
 بعينها بل العظم بهو التنظيم ورواها جليل  
 بلحس وبخرقة وبغيرها مطلق الاول اقرب  
 الى التواضع والادب باذاب السنة فاخرج الاما  
 مسلم في صحيحه عن جابر رضي الله تعالى عنه

جیسا کہ انہوں نے اس کو بیان کیا اور اس کا جواب بھی بحر  
 میں دیا آدم ہمارے نزدیک پانی عضو سے جدا ہکتے ہی  
 مستقل ہو جاتا ہے۔ اسی کو ہا یہ میں صحیح قرار دیا ہے۔  
 اسی طرح بہت سی کتب میں اس کو صحیح کہا ہے، اور  
 کافی میں اس پر اکتفا دیا ہے اور اس کے خلاف کو ضعیف  
 قرار دیا ہے اور اسی پر محققین میں جیسا کہ فتح میں اور عام  
 کتب میں ہے کافی البحر، بحر محیط میں ہے کہ استقرار کی شرط  
 کے قائل امام سنیان ثوری ہیں اہل مذہب نہیں ہیں  
 اور فتح اور بحر میں ان کے دلائل کار دیا ہے اور ذکر میں  
 اس کی طرف اشارہ کیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ فریقین کے  
 کلام میں نہ کہر عضو سے منفصل ہونا ہے جس کا مطلب  
 یہ ہے کہ مراد اس کا بدن ہی میں استعمال ہے فقط ذکر اس کے  
 غیر مراد اللہ تعالیٰ اعلم

رايها محل نظیر امر ہے کہ برتنوں کو بعض اس لیے  
 دھونا کہ ان پر کھانے کا اثر ہے ہی قربت مطلوبہ ہے  
 بلکہ مطلوب صفائی ہے جو کبھی پاٹ کو کبھی پیر سے

عہ ترجمہ حدیث (۱) صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگلیاں اور رانگی چاٹنے  
 کا حکم فرماتے اور ارشاد کرتے تھیں کیا معلوم کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے یعنی شاید اسی حصے میں جو جو انگلیوں یا  
 برتن میں لگا دیا ہے۔

(۲) مسلم و احمد ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے نہیں کھانا کھا کر پیالہ خوب صاف کر دینے کا حکم فرمایا کہ تم کیا جاؤ کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔  
 (۳) احمد و ترمذی و ابن ماجہ بیہقیہ اخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا  
 جو کسی پیالے میں کھانا کھا کر زبان سے اُسے صاف کر دے وہ پیالہ اُس کے لیے دعا سے مغفرت کرے۔

(۴) امام حکیم ترمذی اسی مضمون میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرمایا اور وہ برتن اس پر درود  
 (باقی اگلے صفحہ پر)



ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر بلفظ الاصل  
والصحفة وقال انکم لا تدرون فی ایہ البرکۃ  
ولہ کاحمد وابن داود والترمذی والنسائی  
عن النضر بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرنا ان نصلت  
القصة قال فانکم لا تدرون فی ایہ طعامکم  
البرکۃ وللصالح احمد والترمذی وابن ماجہ  
عن تیشثۃ الخیر والہمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
من اکل فی قصۃ ثم لم یسأ استغفر لہ

اور کبھی بار مطلق کے غیر سے حاصل ہو جاتی ہے اور پہلا  
اقرب الی التواضع ہے اور اس میں اتباع سنت بھی  
ہے، چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر سے  
روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
انگلیاں چٹنے اور برقی چٹنے کا حکم دیا اور فرمایا تم کو  
معلوم نہیں کہ کس چیز میں برکت ہوگی! امام مسلم، احمد  
ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس سے مرفوعاً  
روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہیں برقی صاف  
کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا تم کو پتا نہیں کہ کہاں سے کھانے  
کے کس حصہ میں برکت ہے۔ امام احمد، ترمذی اور

(بقیہ ماضیہ مفرقہ) بھیجی۔ دیکھی کی روایت میں ہے کہ فرمایا وہ پیالہ یوں کہ، انہی اسے آتش دوزخ سے بچا  
جس طرح انس نے مجھ کو شیطان سے بچایا یعنی برقی سننا ہوا پھر زید و شیطانی اسے پاتا ہے۔

(۵۵) حاکم وابن حبان و بیہقی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نے فرمایا کھانا کھا کر برقی نہ اٹھائے جب تک اسے خود نہ پاٹ لے یا (شک کسی نیچے یا خادم کو) پٹا لے کہ کھانے  
کے کچھ حصہ میں برکت ہے۔

(۶) مسند حسن بن سفیان میں والہ راۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے فرمایا پیالہ پاٹ لینا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اس پیالے بھر کھانا تصدق کروں یعنی چاٹنے میں جو تواضع ہے  
اس کا ثواب اس تصدق کے ثواب سے زیادہ ہے۔

(۷) مجموعہ میں حبان بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو رکائی  
اور اپنی انگلیاں چاٹے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا پیٹ بھرے یعنی دنیا میں فقر و غارت سے بچے قیامت کی  
بھوک سے محفوظ رہے دوزخ سے ہٹا دیا جائے کہ دوزخ میں کسی کا پیٹ نہ بھرے گا اس میں وہ کھانا ہے کہ لایسوس  
ولا یفسی من جوع تر فیہی لئے نہ بھوک میں کچھ کام آئے والعیاذ باللہ۔

صحیح مسلم استیاب لفق الاصابہ مطبوعہ قادیان کتب خانہ کراچی ۱۵/۲

ملک الیضا ۱۷/۱

القصة زاد الايام الحكيم الترمذي عن انس  
رضي الله تعالى عنه وصلت عليه وزاد الديلمي  
عنه فتقول اللهم اغفره من النار كما اغفرتني  
من الشيطان والمعاذ والجنابان في جميعهم معا  
والبيهقي في الشعب عن جابر بن عبد الله رضي  
الله تعالى عنهما في حديث يرفعه الى رسول الله  
صلى الله تعالى عليه وسلم يرفعه القصعة حق  
يلعبها ويلعبها فان في اخر الطعام البركة  
للحسن بن سفيان عن رافعة عمة ايها رضي الله  
تعالى عنها عن النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم لان العين القصعة احب الي من امان  
الصدق بثلثها طعاما وللطبراني في الكبير عن  
البراء بن مسارية رضي الله تعالى عنه  
عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن لعق  
الصخرة ولعن اهلها بعه اشبعه الله تعالى  
في الدنيا والاخر لا وخصوص الفصل بالباء من  
الامور المعادية اثنا ثمانية بين المتو حنين الكفار  
فاذا نوى سنة التخليف اي التخليف لانه سنة

ابن ماجه في سننه الخیر المذلل سے روایت کی کہ حضور  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی پیالہ میں  
کھایا پھر اس کو چائنا تو وہ پیالہ اس کے لیے استغفار  
کرتے گا۔ امام حکیم ترمذی نے حضرت انس سے یہ لفظ  
قول کئے "اور وہ برتن اس کے لیے دعا کرے گا" اور  
ابن نے ان سے روایت کی کہ وہ پیالہ کئے گا یا اللہ اس کو  
نار جہنم سے آزاد فرما جس طرح اس نے مجھ کو شیطان سے  
چھٹکارا دلایا ہے، حکم اور ابن جتان نے اپنی صحیح میں  
اور بیہقی نے شعب میں جابر بن عبد اللہ سے مرفوع  
روایت کیا، آپ نے فرمایا کہ پیالہ کو نہ اٹھائے تا وقتیکہ  
اس کو خود چاٹ لے یا دوسرے کو چاٹے دے، کیونکہ کئی  
کے آخر میں برکت ہے۔ اور حسن بن سفيان رافعة سے  
روایت کرتے ہیں کہ میرے نزدیک پیالہ کا چاٹ لینا  
اس کی مقدار میں کھانے کے صدقہ کرنے سے افضل ہے  
اور طبرانی نے کبیر میں مراد بن مساریہ رضي الله عنه سے  
عروسی ہے کہ جس نے پیٹ کو چائنا اور انگلیوں کو چائنا اللہ  
اس کو دنیا اور آخرت میں شکم سیر فرمائے گا۔ اور پانی کے

عنه يريد ان الاضافة بيانية لالامية ليصير  
الغسل سنة في هذا التخليف بل المعنى قوي سنة  
هو التخليف اي نوى التخليف لكونه سنة اه منه (م)  
سنة مشد احمد بن حنبل عن نبیته ج ۵/۶  
سنة كثر الحال، ادب اللؤلؤ، مكتبة التراث حلب ۱۵/۲۵۳  
سنة صحيح ابن جبار، اثره سائله ط ۸/۳۳۵  
سنة غير الزوائد، باب لعن الصنف والاصابع، بر ۵/۲۴

اوخلہ بنیتہ تحت عام محمود کما ان کم توضح  
توضاً للتعلیم۔  
ساتھ دھننے کی خصوصیت ایک عادی امر ہے اس میں

عزم و کافرا کا بھی فرق نہیں، اب اگر اس نے تغلیف سے  
سنت کی نیت کی تو اس نے اس کو اپنی نیت سے ایک محمود عام کے تحت داخل کیا تو یہ اس شخص کی طرح ہوگا جس نے  
تعلیم کے لیے وضو کیا۔

**ثم اقول** تحقيق المقام على ما علم  
المالك العلامة ان ليس كل ما جعل قرينة مفسدا  
للماء من الطهورية بل يجب ان يكون  
افعل المخصوص الذي يحصل بالماء او لا  
وبالذات قرينة مطلوبة في الشرح بخصوصه  
ومرجعه الى ان تكون القرينة المطلوبة عين  
لا تقوم الا بالماء اذ لو جاز ان تحصل بدونه  
لكان لتحققها موارد منها ما يحصل بالماء  
ومنها غيره فباي حصل بالماء او لا وبالذات  
لا يكون مطلوبا بعينه بل محملا لمطلوب  
بعينه فيحصل ان يكون نفس اتفاق الماء  
في ذلك الفعل مطلوبا في الشرح عين الا انظر  
حينئذ لما لم يحصل الا به كان ايضا مطلوبا عين  
كالمنظمة والاستنطاق في الوضوء والتكليف  
فيه وفي الفصل والوليت وتلك نظائره  
هذه فائدة لم تعرض الا من قبل العلامة  
صاحب البحر وتبعه عليه اخوه في النهر۔

**اقول** كلاب المسألة اعني وضوء المتوضي  
للتعلیم منصوص عليها في المبين والفتح  
وغيرهما من كتب المذهب وقد نص في  
الدرانها متفق عليها ولا شك انها صريحة

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مقام کی جو  
تحقیق میری سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو قرینہ  
ہے وہ پانی کو طہوریت سے بدلنے والی نہیں ہے بلکہ  
ضروری ہے کہ وہ مخصوص فعل جو پانی سے ادا کیا جا رہا ہے  
وہ اولاً وبالذات شریعت کی نگاہ میں قرینہ مطلوب ہو  
اور اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرینہ مطلوب ایک ایسا عین ہو  
جو پانی کے ساتھ ہی قائم ہو کیونکہ اگر اُس کے بغیر وہ  
قرینہ حاصل ہو جائے تو اُس کے وجود کے کئی موارد  
ہوں گے کچھ تو پانی سے حاصل ہوں گے اور کچھ بغیر  
پانی کے حاصل ہوں گے تو جو چیز پانی سے اولاً بالذات  
حاصل ہو تو وہ بعینہ مطلوب نہ ہوگی بلکہ بعینہ  
مطلوب کو حاصل کرنے وال ہوگی اس کا حاصل یہ ہوگا  
کہ بعض پانی کا اس فعل میں صرف کرنا شرعاً مطلوب بعینہ ہے  
کیونکہ مطلوب بعینہ جب اس پر قرب ہے تو یہ بھی  
مطلوب بعینہ ہوگا، تاکہ میں پانی کا انا وضو میں  
اور تکلیف وضو غسل میں اگرچہ نیت کے غسل میں  
ہو، اور شاید ہمارے قارئین کو یہ خیال گزرے  
کہ یہ فائدہ قاصد ہے اور ان کے بھائی صاحب  
کے کلام ہی سے معلوم ہوئے تو میں کہتا ہوں یہ بات نہایت  
بلکہ تعلیم کے لیے وضو کرنے کا مستند متبعی اور فتح وغیرہ  
کتب مذہب میں منصوص ہے اور قرینے تعریف

في تلك الافادة فان التعليم قرينة مطلوبة قطعا  
وقد نوا هذا التوضي وهو في هذا المخصوص  
ايضا متبهم للسنة الماضية انت البيان بالفعل  
اقوى من البيان بالقول ومع ذلك اجمعا انه  
لا يصير مستحلا فكان اجماعا ان ليس كل قرينة  
تغير الماء بل التي لا تقوم الا بالماء اذ لا فرق  
في التوضي بنية التعليم وبنية الوضوء على  
الوضوء الا هذا ثم لا بد ان تكون التي متوقفت  
على الماء قرينة مطلوبة بعينها والا لاعداد الفرق  
ضائعا اذ لا شك ان الوضوء للتعليم محصل لقرينة  
مطلوبة شرعا فيكون قرينة وهو لا يقوم الا بالما  
لكن الشرح لم يطلبه عينا انما طلب التعليم  
وهو لا يتوقف على اتفاق الماء فاستقر مرشد  
التحقيق على ما افاد الجهر وظاهر ان الصواب  
في طرح القدور والقضاح مع العناية فكذا اعوانا  
عليه

کی ہے کہ یہ متفق علیہا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ  
وہ اس فائدہ میں ضرر ہے، کیونکہ تعلیم قطعی طور پر  
قرینہ ہے اور اس وضو سے اس نے اسی کی نیت  
کی ہے اور وہ اس شخص میں گزشتہ سنت کی پوری  
کرنے والا ہے کہ فعل کے ذریعہ بیان قول کے ذریعہ  
بیان سے اقویٰ ہوتا ہے، باوجود اس کے اُنکا اس  
امر پر اتفاق ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا، تو یہ اجماع  
ہو گیا اس امر پر کہ ہر قرینہ پانی کو متغیر نہیں کرتی ہے  
بلکہ صرف وہ قربت کرتی ہے جو پانی کے ساتھ ہی  
قائم ہو کیونکہ بنية تعلیم وضو کرنے اور وضو پر وضو  
کی نیت میں فرق کرنے والی یہی چیز ہے۔ پھر جس  
قربت کا پانی پر موقوف ہونا لازم ہے وہ بعینہا مطلوب  
ہو نہ فرق ضائع ہو جائے گا کیونکہ تعلیم کے لیے  
کیا جائے والا وضو شرعی قربت کو حاصل کرنے والا  
ہے قرینہ قربت ہوگا اور وضو صرف پانی سے ہی  
ہوتا ہے لیکن شریعت میں وہ بعینہ مطلوب نہیں ہے  
وہ تعلیم کے لیے مطلوب ہے اور تعلیم پانی پر موقوف نہیں ہے تو تحقیق وہی درست ہے جو بگرمی ہے  
اور یہ بھی ظاہر ہو کہ بانڈیوں اور پیالوں کے مسائل متفرعہ میں حتیٰ وہ ہے جو فقہ میں ہے لہذا ہم نے اسی پر

اعتماد کیا۔

أقول وما يزيد من اطلاقهم قاطبة مسألة  
التوضي والاغتسال للتبوء مع ان التبوؤ  
ربما يكون لجميع المفاطر للعبادة والتقوى  
على مطالعة كتب العلم وهو لا شك اذ من  
من القرب فكل مباح فعله العبد المؤمن  
بنية غير غير خيرا انه لم يطلب عينا في الشرح

پھر اس کی تائید تمام فقہاء کے اس اطلاق سے  
ملتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وضو اور غسل ٹھنڈی  
حاصل کرنے کے لیے کرنا، حالانکہ ٹھنڈی حاصل کرنا  
کبھی اس غرض سے بھی ہوتا ہے کہ انسان عبادت  
میں پرسکون رہے یا مطالعہ اطمینان سے کر سکے  
اور بڑا شبہ اس صورت میں یہ عبادت ہو گا کیونکہ

و ان صاحب الدین یصیر وسیلة الی مطلوب واعظم  
 منه مسألة الاقتسال لانه لا یزال الدین فیسو  
 مطلوب حیث فی الشریع فانما بنی الدین علی  
 النظافة وقد کان تحت هذه حکمة الامر بالاعتسال  
 یوم الجمعة کما افصحته به الاحادیث بیدان  
 ازالة الوسخ لا یتوقف علی الماء غلظت کما  
 طلب فیہ الشریع اتفاق الماء حیث یختلف  
 غسل الجمعة والعیدین و عسفة والا حرام  
 فان من اغتسل فیها بماء شرا ونیز شرا مثلاً لم  
 یکن أتیاً بالسنة قطعاً او انت انزال به الوسخ  
 والدین وذلك ان المحکم یشترک فی حکمة و لکن  
 العباد ما موره ما یشتمل علی حکمة دون الحکمة  
 کما قد عرفت فی موضعه وهما لکن تر السرد  
 علی مسألة القسعة والتدور وتبیین والله  
 المحدث ان المراد بالقرابة ههنا هی المتعلقة  
 بفطریة الدین الاصلان مما اذکار الشریع فیہ  
 إقامة نفس القرابة المطلوبة ولو تدبیراً علی  
 اساس الماء حیث ان لم یصح فی شریع و لو  
 حیث لم یزال الابهام واقتصر المراد وظهرت  
 فی الفروع کلها الاحکام والحد لله وللم  
 الانعام والاکرام عسی ان تعظم تقول ال  
 الامر ان الماء انما یصیر مستحلاً اذا انفق  
 فیما کان اتفاقه فیہ مطلوباً فی الشریع حیث  
 فیما عارف فیہ وفيما اذا انفق فی قرابة مطلوبة  
 شرعاً من دون توقف علی الماء خصوصاً کيف

ہر مباح جو انسان غیر کی نیت سے کرے غیر ہے، البتہ وہ  
 بعینہ مطلوب شرع نہیں، اگرچہ مطلوب کا وسیلہ  
 ہی سکتا ہے اس سے بڑی بات غسل کا  
 مسئلہ ہے بل دور کرنے کیلئے یہ بعینہ مطلوب شرع ہے دین کی  
 بنیاد ہی نظافت پر ہے اور جس کے دن غسل کے حکم کی  
 حکمت یہی ہے، جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے کہ البتہ  
 میل کا زائل کرنا پانی پر ہی توقف نہیں، لہذا پانی کا  
 خرچ کرنا بعینہ مطلوب شرع نہ ہوا، اور جمہ، عیدین،  
 و قریبہ، اور ارام کا غسل شرعاً مطلوب ہے،  
 ان غسلوں کو اگر کسی نے پھلوں کے عرق یا شیر، گجر  
 سے یا کسی اور چیز سے کر لیا، اور اس کی دہریہ ہے کہ  
 حکم کسی نہ کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے، لیکن بندوں پر  
 حکم کی پابندی ہے نہ کہ حکمت کی۔ یہ بات اہل مقام  
 پر مذکور ہے یہاں تک پیالہ اور ہانڈی کے مسئلہ پر  
 رد مکمل ہوا، اور الحمد للہ یہ بات واضح ہو گئی کہ قربت  
 مراد اس مقام پر وہ قرابت ہے جس کا تعلق فی ہر دین  
 سے ہو جس میں شریعت سے قربت مطلوب، خواہ  
 ندیا ہی ہو، کا دار و مدار اس پر کیا ہے کہ انسان  
 خواہ مرد ہی ہو، کی حبسہ پر بعینہ پانی لگے،  
 خواہ بطور مسح ہی ہو، اس سے  
 ہمارا مقصد واضح ہوا اور مسئلہ کے فرد مت واحکام  
 ظاہر ہوئے الحمد للہ ولی الانعام۔

اب اس مقام پر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے  
 کہ مستعمل پانی وہ ہوتا ہے جو کسی ایسے عمل میں خرچ

وانما المغير تحول نجاسة حكيمة ومنه  
نجاسة الاثام وهي تزول كلا او بعضا بحسن  
قربة لعدم قوله تعالى ان الحسنات يذهبن  
السيات ذلك ذكرى للذاكرين  
اس کی طرف نجاست حکیمہ کا آنا ہے اور گناہوں کی نجاست بھی نجاست حکیمہ ہی ہے جو گناہ یا بعضا ہر قربت سے دھل جاتی ہے جیسا کہ قرآن الہی "ان الحسنات يذهبن السيئات" کے علم کا تقاضا ہے۔ (تہ)

اقول نعم ولو جه الله المحمد ابدال تزول  
الاثام باذن الله بكل قربة من رحمة منه جلست  
الاولا بعد الايام السباسة المرحومة دنيا  
واخرى بنيلها التكرم الرؤف الريم الرحمة و  
الصبر نعمة افضل صلوات ربہ واجل تسليما  
واذكي بركاته وادوم تيمنا ته عليه وعلى الله وحجبه  
وامتد ابد اذكي الزوال بقربة لا يوجب الخول  
للانها القاقيت بها وما علمنا ذلك الا في الة  
عينها الشرح كالسالم في الزكوة والماء في الطهر وقوله  
صل الله تعالى عليه وسلم في المصلحات انما  
هي اوسخ الناس رواه احمد ومسلم وعنه  
عبد المطلب بن سبيعة رضي الله تعالى عنه  
وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم من قوضا  
فا حسن الرضوا خرجت خطايا من جسده  
حتى يخرج من تحت اظفار رة رواه الشيخان

له القرآن ۱۱/۱۳

میں صحیح مسلم تحريم الزكوة على رسول الله صلى الله عليه وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳۵/۱  
مکہ صحیح مسلم خروج الخطايا مع ما الرضوا ۱۳۵/۱

میں کہتا ہوں ہاں یہ درست ہے گناہ ہر عبادت  
سے اللہ کی رحمت سے نازل ہو جاتے ہیں..... مگر گناہوں کا کسی  
قربت کی وجہ سے نازل ہونا اس امر کا متقاضی نہیں کہ  
وہ اولہ تعلیم کی طرف منتقل ہو جائیں، یہ بات اسی آد  
میں ہے جس کی شریعت نے متعین کیا ہو جیسے زکوة میں  
اول اور ثانی میں پانی، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم کا ارشاد ہے کہ زکوة دو گون کا میل کھیل ہے اس  
کو احمد و مسلم نے عبد المطلب بن ربیعہ سے روایت  
کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
جس نے اچھی طرح دھو کر گناہ اُس کے جسم سے نکالیں گے  
یہاں تک کہ اُس کے ناخنوں کے نیچے سے نکلیں گے  
اس کو شیخین نے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت  
کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مسلم  
یا مومن بندہ وضو میں اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اُس کے چہرہ  
سے ہر گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے اپنی دونوں

عن امیر المؤمنین عمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ و  
 قوله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا توضأ المؤمن المسلم  
 او المؤمن فصل وجبه خرج من وجه كل خطيئة  
 نظر اليها بعينه مع الماء او مع اخر قطر السماء  
 فاذا غسل يد يه خرج من يديه كل خطيئة  
 كان يطأها بیداه مع الماء او مع اخر قطر السماء  
 فاذا غسل وجهه خرج من خطيئة مشتهار جلالة  
 مع السماء او مع اخر قطر السماء حتى يخرج نقيما  
 الذنوب رواه مسلم عن ابی هريرة رضي الله  
 تعالى عنه والاحاديث كثيرة شهيرة في هذا المعنى  
 واهمها المشاهدة الحقيقة اعاد الله علينا  
 من بركاته في الدنيا والاخرة ايشاحد موت  
 ماء الوضوء يخرج من اعف الناس مشلوشا  
 بالاشام مشلونا بالوانها المشعة وعن هذا  
 حكم امام اهل الشهود ابو حنيفة رضي الله  
 تعالى عنه ان الماء المستعمل نجاسة مغلطة  
 لانه كان يراه متلطفا بتلك القادرات فما  
 كان يسعه الا الحكم بهذا وكيف يرد الانسان  
 امريرا بالحيان قال الامام العارف بالله سيد  
 عبد الوهاب الشعراني قدس سره الرباني و  
 كان من كبار العلماء الشافعية في ميزان  
 الشريعة الكبرى سمعت سيد علي الخواص  
 رضي الله تعالى عنه (وكان ايضا شافعي كما  
 سيأتي) يقول صدرك الامام ابو حنيفة رضي  
 الله تعالى عنه دقيقة لا يكاد يعلم عليها الا

آنکھوں سے دکھا ہو پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ،  
 جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو جو گناہ اس نے  
 اپنے ہاتھوں سے کئے وہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری  
 قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے  
 پیر دھوتا ہے تو اس کے پیر کے گناہ پانی کے ساتھ یا پانی  
 کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ  
 گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اس کو مسلم  
 ابو ہریرہ سے روایت کیا اور اس مفہوم کی احادیث  
 بکثرت مشہورہ معروفہ ہیں اور اصحاب مشاہد اپنی  
 آنکھوں سے دھو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کو دھلتا  
 ہوا دیکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اہل شہود کے امام  
 ابو حنیفہ نے فرمایا کہ مستعمل پانی نجاست مغلطہ ہے  
 کیونکہ وہ اس پانی کو گتہ گیوں میں طوٹ دیکھتے تھے،  
 تو ظاہر ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے اس کے علاوہ اور کیا  
 حکم نکال سکتے تھے۔

امام شعرانی نے میزان الشریعہ الکبریٰ میں فرمایا  
 کہ میں نے سیدی علی الخواص (جو بڑے شافعی عالم تھے) کو فرمایا  
 سنا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں  
 جن پر بڑے بڑے صاحبان کشف اولیاء اللہ ہی مطلع ہو سکتے  
 ہیں، فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ جب وضو میں استعمال شدہ  
 پانی دیکھتے تو اس میں جتنے صغائر و کبائر و کمالات ہوتے  
 ان کو پہچان لیتے تھے، اس لیے جس پانی کو مکلف نے  
 استعمال کیا ہو اس کے عین درجات آپ نے مقدر فرمائے۔  
 اول: وہ نجاست مغلطہ ہے کیونکہ اس امر کا احتمال  
 ہے کہ مکلف نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

اہل الکشف میں اکابر الاولیاء قال: کان الاحماء  
ابو حنیفہ اذا رأى ماء الميضأة يصرف سائر  
الذنوب التي غرت فيه من كثر وصفاء نوره وكروها  
فلمذا جعل ماء الطهارة اذا تطهر به السكف  
له ثلثة احوال احدها انه كالتجاسة المقلطة  
لاحتمال انه يكون السكف ارتكب كبيرة الشاف  
كالتجاسة المتوسطة لاحتمال انه يكون ارتكب  
صغيرة الشاف طاهر خير مطهر لاحتمال ان  
يكون ارتكب مكره شاف فلهم جماعة من مقلديه  
ان هذه الثلثة احوال في حال واحد والحال  
اضها في احوال بحسب حصر الذنوب في ثلثتها  
اقسام كما ذكرنا له وفيه ايضا مرضى الله عز  
الامام ابو حنیفہ رحمہ اصحابہ حيث ضم التجاسة  
الى مقلطة ومخففة لان المعاصي لا تخرج عن  
كونها كبائر او صفائرو سمعت سيد حلياء الخوص  
رحمہ الله تعالى لو كشف للجد لراى الماء الذي  
يتطهر منه الناس في غاية القذارة والنعنة  
فكانت نفس لا تطيب باستعماله كما لا تطيب  
باستعمال ماء قليل مات فيه كلب او حرة قلت  
له فاذا كان كامن الا حام ابو حنیفہ و ابو يوسف  
من اهل الکشف حيث قال لا تجاسة المساء  
المستعمل قال نعم كان ابو حنیفہ و صاحبہ

دوم، نجاست متوسطہ اس لیے کہ احتمال  
ہے کہ سکف نے صفیہ کا ارتکاب کیا ہو۔  
سوم، طہر غیر مطہر، کیونکہ احتمال ہے کہ اس  
نے مکرہ کا ارتکاب کیا ہو،

ان کے بعض متعلمین کچھ جیسے کہ یہ ابو حنیفہ کے تین  
اقوال ہیں ایک ہی حالت میں، حالانکہ امر واقعہ یہ ہے  
کہ یہ تین اقوال گناہوں کی اقسام کے لحاظ سے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا  
اور اسی کتاب میں ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب  
نے نجاست کو منقطع اور مخففة میں تقسیم کیا ہے، مگر کہ  
معاصی، کیا گناہوں کے یا صفائرو۔

اور میں نے سیدی علی الخواص کو فرماتے سنا  
کہ اگر انسان پر کشف ہو جائے وہ طہارت میں استعمال  
کئے جاتے واسطے پانی کو انتہائی گندہ اور بدبودار دیکھے گا  
اور وہ اس پانی کو اسی طہرت استعمال نہ کر سکے گا جیسے  
اس پانی کو استعمال نہیں کرتا ہے جس میں کتاب یا بلی مرئی ہو  
میں نے ان سے کہا اس سے معلوم ہوا کہ ابو حنیفہ اور  
ابو یوسف اہل کشف سے تھے کیونکہ یہ مسئلہ کی نجاست  
کے قائل تھے، قرآنوں نے کہا جی ہاں۔ ابو حنیفہ اور  
ان کے اصحاب نے اہل کشف تھے، جب وہ اس پانی  
کو دیکھتے جس کو لوگوں نے وضو میں استعمال کیا ہوتا تو  
وہ پانی میں گتے ہوئے گناہوں کو پہچان لیتے تھے  
اور کیا کر کے وضو نہ کر کے صفائرو کے وضو سے انک



من اعظم اهل الکشف فکان اذا رأى الماء الذى يتوضأ منه الناس يعرف احياء تلك الخطايا التى حوت فى الماء ويبرز غسالة الكبائر عن الصفائح الصفائح عن المكرهات والمكروهات عن خلاص الاول كالا حور المجسدة حسا على حد سواء قال وقد بلغنا انه دخل مطهرة جامع الكوفة فرأى شابا يتوضأ فنظر فى الماء المتعاطى منه فقال يا ولدى تب عن عقوق الوالديت فقال بئس الى الله عن ذلك ورأى غسالة شخص اخر فقال له يا اخى تب من الزنا فقال تبت و رأى غسالة اخر فقال تب من شرب الخمر وسلاح آلات الله فقال تبثاه وقيد ايضا من حمد الله تعالى مقلدى الامام ابي حنيفة من حنى الله تعالى عنه حيث منعه الطهارة من ماء المطهر الذى لم تستح لها يحسن فيها من خطايا المستوضئين وامر واتياهم بالوضوء من الاثمها والاباس اراء البرك الكبيرة وكان سيدى حل النوا من رحمة الله تعالى مسح كونه شافيا لا يتوضأ من مطهر المساجد في اكثر اوقاته ويقول ان ماء هذه المطهر لا ينش جسدا مثلكم تنذر بها بالخطايا التى حوت فيها وكان يصيغ بين غسالات الذنوب ويعرف غسالة الحرام من المكروه من خلاص الاول

متناذر كى تھے، اور صفائے دھوئی کو مکروہات سے اور مکروہات کے دھوئی کو خلاص اولیٰ سے متناذر کى تھے اسی طرح جیسے مسکس اشیا ایک دوسرے سے الگ متناذر ہوا کرتی ہیں، فرمایا کہ میں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ آپ جامع کوفہ کے طہارت خانہ میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کر رہا ہے اور پانی کے قطرات اُس سے ٹپک رہے ہیں تو فرمایا اسے میرے بیٹے ابا الدین کی توفرائی سے توبہ کر۔ اس نے فوراً کہا میں نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے تو فرمایا اسے میرے بھائی ایزنا سے توبہ کر اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وضو کا پانی گرتا ہوا دیکھا تو اُس سے فرمایا شراب نوشی اور فحش کائنات بچانے سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں توبہ کی اور اسی میں حضرت امام ابو حنیفہ کے بعض مقتدیوں سے مروی ہے کہ انہوں نے ان وضو خانوں کے پانی سے وضو کرنا کیا ہے جس میں پانی جاری نہ ہو کیونکہ اُس میں وضو کرنے والوں کے گناہ جتے ہیں اور انہوں نے حکم دیا کہ وہ ضرور کنوئیں اور پڑے کنوئیں کے پانی سے وضو کریں۔ اور سیدی علی الخراسانی باوجود اسی مذہب ہونے کے مساجد کے طہارت خانوں میں اکثر اوقات وضو نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پانی ہم جیسے لوگوں کے جسموں کو نشا نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ اُن گناہوں سے آلودہ ہے جو اس میں مل گئے ہیں، اور وہ گناہوں کے دھوئی میں

و دخلت معه مرة مضافة المدرسة الانهرية  
فأراه ان يستنحي من السفلس فنظر ورجع فقلت  
لوقال ساريت فيه غسالة ذنوب كبير غيرته في  
هذا الوقت و كنت انارأت الذي دخل قبل الشيخ  
و خرج فقبضته واخبرته الخبر فقال صدق  
الشيخ قد وقعت في زمانم جاء الى الشيخ و تاب  
هذا امر شاهدي من الشيخ اه كله ملقطا  
و منته ههنا الجليل فاندته و جليل عانته  
وكيس ما عينته انت الة لقربة في معنى صا  
حينه الشايع فلا يلتحق.

یہ فرق بھی کر لیتے تھے کہ یہ حرام کا ہے یا مکروہ یا غلاف  
اولی کا، اور ایک دن میں اسی کے ساتھ مدرسہ الانہر  
کے دروازے میں داخل ہوا قرآنوں نے ارادہ کیا کہ  
روح سے استسنا کریں، تو اس کو دیکھ کر لوٹ آئے  
میں نے دریافت کیا کیوں؟ تو فرمایا کہ میں نے اس میں  
ایک گناہ کبیرہ کا دھوکہ دیکھا ہے جس نے اس کو متغیر  
کر دیا ہے، اور میں نے اس شخص کو بھی دیکھا تھا جو حضرت  
شیخ سے قبل دروازے میں داخل ہوا تھا، پھر میں اس کے  
پچھے پچھے گیا اور اس کو حضرت شیخ نے جو کہا تھا اس  
کی خبر دی، اس نے تصدیق کی اور کہا کہ مجھ سے زمانا واقع

ہوا، اور حضرت شیخ کے ہاتھ پر اگر تائب ہوا۔ یہ میرا اپنا مشاہدہ ہے اس پر سبھا غرض ہے اس کے عظیم شانہ  
کے لیے میں نے اس کو ذکر کیا ہے، اور جس کو آپ نے قربت کا ذکر فرمایا ہے وہ اس معنی میں نہیں ہے جس کو شایع  
نے معنی کیا ہے تو یہ اس کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے۔ ت

اقول بل الدلیل ناھض علی عدم  
الاتحاق الاثری ان ارداء الطمان قربہ مطویۃ  
قطعا وقد ورد فیہ خصوصاً انه معاً لذلک نوب  
اخرج الخطیب عن النبی بن مالک رخص الله  
تعالی عنه عن النبی صلی الله تعالی علیہ وسلم  
اذا كثرت ذنوبك فاستق الماء على الماء تتناثر  
كما يتناثر الورق من الشجر في المريح العاصف  
اذا فاذا استقيت له الماء من يثرا وسكبت  
من اناء واطليت اياها فقد اقيمت به قربة

میں کہتا ہوں بلکہ دلیل عدم الاتحاق پر قائم ہے  
کیا یہ نہیں کہ پیاسے کو سیراب کرنا قرۃ معلومہ ہے،  
اور اس بارے میں بطور خاص وارد ہوا کہ یہ گناہوں  
کا مٹانے والا ہے۔

خطیب النسبی مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں  
جب تیرے گناہ زیادہ ہو جائیں تو تڑپانی پر پانی پلا  
تو تیرے گناہ اس طرح بھر جائیں گے جس طرح تیز ہوا  
سے پرکے پتے بھڑکتے ہیں اور توجیب کرنے اس کے

کنوئیں کے پانی سے سیراب کیا یا کسی برتن سے لے لیا اور اس کو پانی توڑنے  
اس کے ساتھ قربت کو قائم کیا۔ تو اگر گناہوں کی نہایت  
اس کی طرف متعلق ہو جائے تو وہ نہیں ہوگا اور امام کے  
نزدیک اس کا پینا حرام ہوگا اور بالاجماع گناہ ہوگا اور  
اس کا پینا مکروہ ہوگا تو احسان گناہ ہو جائے گا اور  
قربت اپنے نفس پر نقص ہوگی یہ بالا جماع باطل  
ہے، یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ شریعت نے تم سے  
یہ مطالبہ کیا ہے کہ تم اس کے لیے وہ تیار کرو جو اس  
کو سیراب کر دے اور اس کے لیے کسی پانی کو مخصوص  
نہیں کیا ہے کہ اس کے بغیر کفایت نہ ہو، بلکہ اگر تم اس کو  
خالص دودھ پانی دودھ، مرقی گلاب یا برف والا شربت  
خواہ وہ کیڑے والا ہو تو زیادہ بہتر ہوگا۔ قصاری  
قربت اور ہوگئی اور کچھ زیادہ بھی اور اللہ عمنین کو پسند کرتا ہے  
اور ہماری اس تقریر سے پانڈیوں اور پیالوں والے  
مسئلہ کی مزید تائید ہوتی ہے۔ یہ میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ اس سے معاملہ واضح ہو گیا ہے

تبیین مستعمل پانی کی پہلی شق کے بیان میں عام کتب  
میں یہ ہے کہ یہ دہ پانی ہے جو حدیث دُور کرنے میں  
مستعمل ہوا ہو، مگر کتب میں یہی ہے، مثلاً  
قدوری، ہدایہ، وقایہ، نقایہ، اصلاح، کنز، تفرق  
اور ملحق وغیرہ، اور محقق علی الاطلاق نے فتح میں ان  
پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حدیث کے ثبوت میں تجربی نہیں  
ہوتی ہے اور یعنی قول صحیح معتبر، تو جب تک ہدی کا

فلو تحولت نجاسة الأثر إليه لصار نجسا حراما  
شریہ عند اکامام وقد را بالاجماع مکروہ التفرق  
فیعود الاحسان اساء قد القربة علی نفسها  
بالنقص وهو باطل اجماعا فما ذلک الا لانت  
الشیخ اساطیل منک ان تھیں لہ مایردیہ و  
لم یبین لہ الماء بتخصیصه بحدیث لا یجوز فی  
غیرہ بل یوسقیتہ لیتا خالصا ماء من وجاہ ماء او  
ماء النور او جلابا بطلیج و لوز و ماء الکاذب و  
امثال ذلک لکان اجد و اجد و اقلت القربة و  
ازید و الله یحب المحسنین و قد اشتد تشیدا  
بھذا الزکان ما نحرنا الیہ فی مسألة القدور  
و القصاص هذا کلمہ ما ظہر فی دار جہنم  
لقد رھل الامر و زال القصاص و الحمد لله رب  
العالمین -

مسئلہ کی مزید تائید ہوتی ہے۔ یہ میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ اس سے معاملہ واضح ہو گیا ہے  
والحمد لله رب العالمین۔  
تبیین عامۃ الکتب فی بیان الشق الاول  
من الماء المستعمل علی التخصیص ماء مستعمل  
فی رفع حدیث و علیہ المعتبرون كالقدوری و  
الهدایة و الوقایة و النقایة و الاصلاح و  
الکنز و الغرر و الملحق و اعترضهم المحقق  
علی الاطلاق فی الفتا بان الحدیث لا یتجوز  
ثبوتاً اطلاقاً علی القول الصحیح المعتمد فما

بقية ذرة مما لحقه حكم الحدث بقى الحدث في كل ما كان لحقه حتى لو ان حدثا اوجبا قطعه بقية لمعة خفيفة في رجليه مثلاً لم يحل له من المصحف بيده ولا بكنه ولا للجنب التلاوة كل ذلك على ما هو المختار للفتوى فهذا السائل يرفع الحدث ولو لم ينو لم تكن قرينة الإضا معه انه مستعمل قطعاً بفروع كثيرة منصوغة من صاحب المذهب ورضي الله تعالى عنه في ادخال الحدث بعض أعضائه في الماء بغير ضرورة الاغتراف على ما فصلت في الفتح والحلية والجهر وغيرهما وللنقص من هذا أقره المحقق المصنف وسرقة الماء مستعملاً بأحدى ثلث رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض من العضو قال وعليه تجزئ فروع ادخال اليد والرجل الماء القليل لا الحاجة ولا تلازم بين سقوط الفرض وارتفاع الحدث فسقوط الفرض من اليد مثلاً يقتضي ان لا يجب إعادة غسلها مع بقية الأعضاء فيكون ارتفاع الحدث مستوفوا على غسل الباقي وسقوط الفرض هو الاصل في الاستعمال لما حرم من أصله حال الزكوة والثابت فيه ليس الاستقوط الفرض حيث جعل به لنا شرعاً على ما ذكرناه و تبعه تليده المحقق في الحلية ثم الجهر في

کوئی ذرہ جس سے حکم تطہیر لاحق ہوتا ہے باقی بچا رہے گا حدث بھی اُس حصہ میں باقی رہے گا۔ یہاں تک کہ کوئی بچہ وضو یا ناپاک شخص غسل کرتا ہے اور مثلاً اُس کے پیر میں خشک کی مٹری سی چمک باقی رہ جاتی ہے تو وہ معصت کو اپنے ہاتھ سے یا پانی آستین سے نہیں چھو سکتا ہے اور جنب ہر سنے کی صورت میں تلاوت نہیں کر سکتا ہے یہ سب فتویٰ کے لیے مختار ہے، تو اس پانی نے حدث کو رفع نہیں کیا، اور اگر اُس نے نیت نہ کی تو قربت بھی نہ ہوگی حالانکہ وہ قطعاً مستعمل ہے، اس میں بہت سی فروغ ہیں جو صاحب مذہب سے منقول ہیں، ان کا تعلق اس امر سے ہے کہ بے وضو اپنے کسی عضو کو بلا ضرورت چھو مجھنے کیلئے پانی میں ڈالے جیسا کہ فتح، تحفہ اور تحریریں سے ظاہر کیا ہے، اس اعتراض سے کہ پانی حاصل کرنے کے لیے تحقق نہ یہ تقریر ہے کہ پانی کے مستعمل ہونے کی تین صورتیں ہیں رفع حدث، تقرب اور فرض کا عضو سے ساقط ہونا، فرمایا کہ اسی پر یہ فرد متفرق ہوں گی کہ یا تقویا پیر متفرق سے پانی میں بلا ضرورت ڈالا اور سقوط فرض اور ارتفاع حدث میں کوئی تکلیف نہیں ہے اب ہاتھ سے سقوط فرض مثلاً چاہتا ہے کہ ہاتھ کے دھونے کا بقیہ اعضا کے ساتھ اعادہ نہ ہو اور حدث کا مرتفع ہونا باقی اعضا کے دھونے پر موقوف ہو اور پانی کے استعمال میں سقوط فرض ہی اصل جیسا کہ معلوم ہے کہ اس کی اصل مالی زکوٰۃ ہے اور

البحرۃ تلمیذ العلامة الغزی حق جعلہ متنا  
واقراً علیہ المدقّق فی الدرر واعتدّ العارف  
باللہ سیدی عبد الغنی النابلسی فی شرح حدیث  
ابن العباد وشرحوہ العلامة ش ابنہ هذا السبب  
الثالث من ادلة الفتنہ۔

اس میں بھی ثابت ہے کہ سقوط فرض ہو، کیونکہ اس میں  
شرعیامیں مکمل ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور ان کے  
حقائق شاگرد نے ان کی پیروی کی علیہ میں، پھر صاحب مگر  
نے بکرمیں۔ پھر ان کے شاگرد علامہ غزالی نے، یہاں تک  
کہ اس کو حق قرار دیا، اور درمیں اس کو مدقّق نے برقرار  
رکھا، اور عبد الغنی نابلسی نے شرح پر یہ ابن العباد میں اس پر اعتماد کیا، اور علامہ کشی نے فرمایا کہ اس میں سبب

کو فتح میں زیادہ کیا گیا۔ ت

**اقول**۔ لیس کذا اہل ہو منصور علیہ  
من صاحب المذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ غفر  
الفتوح عن کتاب المحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ ان محسن جناب او غیر متروک ید یہ  
الی المر فقیہ او احدی من جلید فی اجانۃ لہ  
یجز الوضوء منہ لانہ سقط فرضہ عنہ اذ قد  
عن الہدایۃ فی تعلیل قول ابی یوسف اع  
والامام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان استقاط الفرض  
مؤثر ایضاً فی ثبوت الفساد بالامرین اھ نعم  
الیزید من المحقق ہو تثلیث السبب۔ لیس  
بن الشافعی سقوط الفرض اعم مطلقاً من  
رفع الحدث فقیہ حنیفۃ عنہ اما ما فی منعت  
الخاف انہ قد یرفع الحدث ولا یسقط الفرض  
کوضو العصبی العاقل لما مر من صیورۃ ما

میں کتابوں یہ بات درست نہیں ہے بلکہ یہ  
صاحب مذہب رضی اللہ عنہ ہی منصرف ہے، فتح  
میں حسن کی کتاب سے ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اگر  
ناپاک شخص یا بے وضو شخص نے اپنے دونوں ہاتھ و دوں  
کھینچ کر تک پانی میں ڈبوئے یا ایک پر کسی مرتبان  
میں ڈبوئے تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا، کیونکہ اس کا  
فرض اس سے ساقط ہو چکا ہے اور  
اور ہم نے ہر سے ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے قول کی بھی  
علت بیان کرتے ہوئے پہلے ذکر کیا ہے کہ استقام فرض  
بھی مؤثر ہے فساد دونوں احوال سے ثابت ہوگا  
۱۔ ان محقق نے جو اضافہ کیا ہے وہ سبب کی تثلیث  
ہے، اور وہ درست نہیں کیونکہ سقوط فرض اعم مطلق  
ہے رفع حدث سے، لہذا یہ اس سے بے نیاز  
کرنے والا ہے، اور فقہ الحنفی میں ہے کہ کبھی حد

سے رد الحمار باب المیاء مصطفیٰ الباقی مصر ۱۲۶/۱  
سے فتح القدر بحث الماء المستعمل فوریہ رضویہ سکھ ۷۹/۱  
سے ہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضو العربیہ کراچی ۲۲/۱

مستحلاً ممانہ لا فرض علیہ اھ  
کیونکہ ابھی گزرا ہے کہ اس کا پانی مستعمل ہو جاتا ہے حالانکہ وضو اس پر فرض نہیں۔ ت

فأقول ليس بشئ فان حكم الحدث  
انما يلحق المكلف وقد نصوا ان مراعاة جامع  
او مراعاة جرمعت انما يؤمران بالفسل  
تخلقاء امتیاداً كما فی الخانیة والغنیة وغیرهما  
وفي الدرر یؤمر به ابنت عشرتاً ذیاً فیمش  
لیرسقط الفرض لانعدام الافتراض لمرور فیم  
الحدث ایضاً لانعدام المحکوم به اما صیرورته  
مستحلاً فلیس لرفع حدثا والاخبار مستحلاً  
مردکی صبی ولو لم یقبل وهو خلاف السنن  
بل لکونه قربة معتبرة اذا تواهاوا لذا قیدوا  
بالعائلی لان طیوة لانیة لده الذی مران  
اراد به عامرف البصر فهو قوله  
فی الخلاصة اذا تواضعا صبی فی طست حمل  
یصیر الماء مستحلاً لاختار انه یصیر اذا  
کان عاقلاً فیهذا التعلیل یفید ما قلناه  
قد قال فی الغنیة ان ماء خلی الصبی میده فی  
الماء وعلوان لیس بها نجس یجوز التوضؤ  
به وانه شک فی طهارتها یشک ان لا یتوضأ به  
واما تواضعا جاز هذا اذا لم یتوضأ الصبی به فان

میں گناہوں پر ٹیک نہیں کیونکہ حدیث کا حکم  
مکلف کو لایقی ہوتا ہے، علما نے تصریح کی ہے کہ اگر  
کسی مراحق نے جناح کیا یا کسی مرابقت سے جناح کیا گیا تو  
ان کو حقوق و آداب سکھانے کی غرض سے غسل کا حکم  
دیا جائے گا، غائیہ اور غنیہ وغیرہ میں یہی ہے اور در  
میں یہ ہے کہ دس سالہ لڑکے کو تاویلاً غسل کا حکم دیا جائیگا  
فرض ساقط ہو گیا کیونکہ فرضیت منعدم ہے تو حدیث بھی  
مرفقہ نہ ہو گی کیونکہ اس کا حکم منعدم ہے، اور رہا اس کا  
مستعمل ہونا تو یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس نے  
حدیث کو رفع کیا ہے ورنہ تو ہر بچے کا مستعمل پانی مستعمل  
ہو جاتا اگرچہ وہ ساقط نہ ہو، اور یہ خلاف منصوص ہے  
بلکہ یہ اس لیے ہے کہ یہ قربت اسی وقت معتبر ہو گی  
جبکہ وہ اس کی نیت کرے، اور اسی لیے انہوں نے  
بچے کو مائل سے مقید کیا ہے کیونکہ غیر مائل کی نیت نہیں  
ہوتی ہے، اور جو گزر اگر اس سے ان کا ارادہ وہ ہے  
جو گزر انہیں قرآن کا وہ قول خلاصہ میں ہے کہ جب  
بچہ طشت میں وضو کرے تو آیا پانی مستعمل ہو گا؟  
نہ مختار یہ ہے کہ اس وقت مستعمل ہو گا جب بچہ مائل  
ہو اور قریر تعلیم اسی چیز کا فائدہ دے رہی ہے

سید کبیری کراچی	۹۲/۱	لے منہ الخالق علی البحر الماء المستعمل
فوکشور کلکتہ	۲۱/۱	لے قاضی خان فیما یوجب الفسل
مجتبائی دہلی	۳۱/۱	لے در مختار موجبات الفسل
فوکشور کلکتہ	۸/۱	لے خلاصۃ الفتاوی الماء المستعمل

جرح نے کسی ہے، اور غنیہ میں فرمایا کہ اگر بچہ نے پانی میں  
 ہاتھ ڈالا اور یہ علم تھا کہ اس کے ہاتھ پر کوئی نجاست  
 موجود نہیں ہے تو اس پانی سے وضو جائز ہے اور اس  
 کی طہارت میں شک ہے تو مستحب یہ ہے کہ اس  
 پانی سے وضو نہ کرے اور اگر وضو کیا تو جائز ہے، یہ  
 اس صورت میں ہے جب کہ بچہ نے اس سے وضو کیا ہو  
 اور اگر نیت کے ساتھ وضو کیا ہو تو متاخرین کا اس میں  
 اختلاف ہے، اور پسندیدہ قول یہ ہے کہ اگر وہ عاقل  
 ہو تو مستقل قرار پائے گا کیونکہ اس نے معتبر قریۃ کی نیت کی  
 ہے اور اگر وہ اگر وہ ارادہ کیا ہو نفس نہیں گزرا ہے اس سے  
 چند سطر قبل تودہ اور زیادہ واضح اور روشن ہے وہ  
 غایہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عاقل بچہ جب

اقول انکی مراد ہے کیا قربت سقوط فرض کو مستلزم ہے  
 یا نہیں، کہ تلازم جائز نہیں ہے ہی ہوتا ہے اور کرل  
 عقلمند آدمی یہ سوچ بھی نہیں سکتا ہے کہ سقوط فرض  
 مستلزم قربت ہے، کیونکہ وضو میں ناک میں پانی  
 ڈالنا اور گل کرنا اور کھانے کے لیے گل کرنا اور اس کے

توضاً یہ ناویا اختلفت فیہ المتأخرون المختار  
 انه يصير مستعملاً اذا كان عاقلًا لانه نوى قربة  
 معتبرة اه وآن اراد به ما عرف نفس المنفعة  
 قبيل هذا بسطور فهو محرم وایمن حیث قال  
 نقل عن الخاتبة العسبی العاقل اذا توضأ يريد  
 به التطهير فيصير امن يصير الماء مستعملاً  
 لانه نوى قربة معتبرة ثواباً فاد بنفسه امن  
 قوله يريد به التطهير فيصير الى انه امن لم  
 يريد به التطهير لا يصير مستعملاً اه ولكن  
 سبحانه من لا ينسى قوله قال في المنفعة  
 بقى هل يصح سقوط الفرض والقربة تلازم  
 اه لا لا

وضو کرے اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ پانی مستقل پر جائے، کیونکہ اس نے معتبر قریۃ کی نیت  
 کی اور پھر خود ہی فرمایا کہ اس کا قریٰ یرید به التطهير اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس نے نیت تطہیر کی  
 تو پانی مستقل نہ ہو گا اور نیکی یہ حجب ہے وہ خود جو بھولتا نہیں۔ پھر تحریر فرمایا اب یہ امر باقی رہ گیا ہے کہ آیا سقوط  
 فرض اور قریۃ میں تلازم ہے یا نہیں الخ۔ ت

اقول مراده هل القربة تلزم سقوط  
 الفرض ام لا فان التلازم يكون من الجانبين  
 ولا يتوهم ما قل ان سقوط الفرض يلزم القربة  
 فان الاستثاق في الوضوء والمختصة فيه  
 وللطعام ومنه الوضوء على الوجه المشاع

سہ غنیۃ المستعمل الماء المستعمل سہیل ایکڑمی لاہور ۱۵۳/۱  
 سہ منوال الخاق علی البحر الماء المستعمل سید مبینی کراچی ۹۱/۱  
 سہ و سہ ایضاً ۹۲/۱

مکر ذلک قرب ولا سقوط لفرض و لکن قبل مکر  
فی اعتباراً وظن انه تبع فیہ الفسحة والجسد  
حیث قال لا تلازم بین سقوط الفرض وارتفاع  
المحدث قال فی السعة المراء نفی التلازم من  
احد الجانبین وهو جانب سقوط الفرض لا  
دون فرماتے ہیں سقوط فرض اور ارتفاع حدث میں تلازم نہیں۔  
وہ سقوط فرض کی جانب ہے الخ (ت)

**اقول** لیس كذلك بل التلازم هو الملزوم  
من الجانبین فسلبه یصدق بافتاء اللزوم  
من احد الجانبین وهو المراء للفاصلین  
العلائین وتفسیره بالزوم من احد الجانبین  
مفسد للمصنف اذ بوروا السلب علیہ یكون الماحصل  
نفی اللزوم من كلا الجانبین و لیس صحیحاً لا مراءاً  
و علی کل فہذا السؤال صوابہما النظر فیہ اذ لو  
ظهر لزوم الفرض لسقوط الفرض سقط سقوط  
الفرض ایضاً كما اس تقدم من فہم المحدث و ما حکم  
الاستعمال علی القرینۃ و جہا كما نسبوا الی  
الامام محمد و ان کان التحقیق انه لم یخالف  
شیخہ فی ذلك كما بینہ فی الفسحة و البحر فرائسنا  
العلامة صاحب الفسحة فاذا ہوا اجاب عما سأل  
فقال ان قلنا ان استقام الفرض لا ثواب فیہ  
فلا وان قلنا فیہ ثواب فنعمہ قال العلامة المحقق  
فروغ افندی و الذی یقتضیہ النظر الصحیح

بعد نکل کرنا اور وضو پر وضو اور اسکی مجلسی دوسری چیزیں  
سب کی سب جہاد میں ہیں لیکن اس سے کوئی فرض  
ساقط نہیں ہوتا ہے، لیکن انہوں نے جہاد میں  
تسبیح سے کام لیا ہے اور انہوں نے گمان کیا ہے کہ  
اس میں انہوں نے فتح اور بکری متابعت کی ہے وہ  
دونوں فرماتے ہیں تلازم نہیں۔ فتح اور بکری متابعت کی ہے اور

میں کتابوں بات پر نہیں ہے بلکہ تلازم کا  
مطلب یہ ہے کہ لازم دونوں جانب سے ہو۔ تو اس کا  
سلب احد الجانبین سے لازم کے انقضاء کی صورت میں  
صادق آئے گا اور یہی مراد ہے دونوں فاضل علماء کی  
اور اس کی تفسیر احد الجانبین کے لازم کے ساتھ معنی کر  
خاصہ ترسندہ الی ہے کیونکہ جب اس پر سلب ارد ہر گاہ  
تو حاصل نفی لازم ہو گا دونوں جانبوں سے اور یہ نہ تو  
صحیح ہے اور نہ ہی مراد ہے اور بہر قوع ہمیں اسکی ال  
پر غور کرنا ہے کیونکہ اگر قربت اور سقوط فرض کا لازم  
نہ ہوگا تو سقوط فرض بھی ساقط ہو جائے گا جیسے  
کہ رفع حدث سے قطع ہوا اور حکم استعمال کا دار مدار  
محض قرینہ پر ہو جائیگا جیسا کہ فقہائے اُس کو امام محمد کی  
طرف منسوب کیا ہے اگرچہ تحقیق یہی ہے کہ انہوں نے شیخین  
کی مخالفت نہیں کی جیسا کہ بکر اور فتح میں ہے، علامہ صاحب  
فتح نے اس سوال کا جواب دیا ہے فرماتے ہیں کہ اگر  
استقام فرض میں کوئی ثواب نہ مانا جائے تو یہ درست



ان الرأبحة هو الأول لا الثواب في الوضوء المقصود  
وهو شرعا عبارة عن غسل الإحتماء والثنية  
مسح الرأس فكل عضو منها ليس بوضوء شرعي  
فكيف ثواب عليه انهم الا ان يقال ان ثواب  
على غسل كل عضو منها ثوابا موقوفا على الاتمام  
قال ائمة ائيب على غسل كل عضو منها والاخذ  
وبدل عليه ما أخرجه مسلم عن أبي هريرة عن  
الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه  
عليه وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن  
الى اخر الحديث الذي قد متا الله.

نے منسباً باوجب سلطان یا مؤمن وحر کرتا ہے الحدیث الذي قد متا الله  
**اقول اولاً** لا معنى للزوم القربة  
سقوط الفرض وان قلنا بثبوت الثواب فب  
استقاط الفرض اذ لا ثواب الا بالنية وسقوط  
الفرض لا يتوقف عليها فالحق ان بينهما  
عسماً من وجه مطلقاً ولو نظر في حصة الله  
تعالى الى فرق ما بين تعبيريه بالسقوط والاستقا  
لثنية لان الثواب ان كان لمرئى الا بالتعبد  
المدلول عليه بالاستقاط والسقوط لا يتوقف  
عليه واما ثانياً للتعبد الضعيف كلام في  
توقف الثواب في الطهارة على الاتمام بل  
الثواب منوط بنية الامتثال كما قال رسول الله  
صلى الله تعالى عليه وسلم انما الاعمال بالنية

نہیں، اور اگر کہیں کہ اس میں ثواب ہے تو یہ درست ہے  
علامہ نعمت آفندی فرماتے ہیں نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے  
کہ رائج پہلا قول ہی ہے کیونکہ ثواب مقصود وضو میں ہے  
اور وہ شرعاً اعضا مثلہ کے دھونے اور سر کے مسح کو  
کہتے ہیں، تو ایک عضو کا دھونا شرعی وضو نہیں ہے تو  
اس پر ثواب کیسے ہوگا! یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ثواب  
کسی ایک عضو کے دھونے کا ثواب موقوف رہے گا  
مکمل وضو کرنے پر اب اگر مکمل کرنے کا تو ہر ہر عضو کے  
دھونے پر ثواب پائے گا ورنہ نہیں۔ اس کی دلیل مسلم  
کی روایت ابو ہریرہ سے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

میں کہتے ہوں اولاً متسبباً کے سقوط  
فرض کو لازم ہونے کے کوئی معنی نہیں، خواہ ہم یہ کہیں  
کہ ثواب ثابت ہوگا استقاط فرض میں، کیونکہ ثواب  
بانیت کے نہیں تھا اور فرض کا سقوط نیت پر موقوف  
نہیں ہے تو حق یہ ہے کہ ان دونوں میں عموم من وجہ  
مطلقا ہے، اور اگر وہ رحمہ اللہ دونوں تعبیروں کے فرق  
کو دیکھتے، یعنی سقوط اور استقاط تو ان کو معلوم ہوتا کہ  
ثواب نیت سے ہوتا ہے ہر استقاط سے مفہوم ہوتی  
ہے اور سقوط اس پر موقوف نہیں۔

ثانیاً جہد ضعیف کو اس امر میں کلام کے ثواب  
موقوف ہے طہارت کے مکمل ہونے پر بلکہ ثواب موقوف ہے  
حکم ماننے کی نیت پر جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وانما نکل امری ما نؤی فمن جلس يتوضأ محضاً  
لا مرية ثم عرض له في اثباته ما منه عت  
اقامه فكيف يقال لا يثاب على ما فعل والله لا  
يضيع اجر المحسنين نعم من فوي مت بهد  
الامر انه لا يأتى الا بما لبعض هذه الذي يود عليه  
انه لم يقصد الوضوء الشرعي بل هو عايت بمقصد  
ما لا يعتبر شرعاً والعياض لا يثاب بخلاف من  
قد منا وصنفه ويتراى في ان مثل ذلك التقا  
من قصد الوضوء الشرعي واتي ببعض الاعمال  
ثم قطع من دون ذلك فان الله تعالى سمي القطع  
ابطالاً لا يقول عز من قائل ولا تبطلوا اعمالكم  
والباطل لا يحكم له والله تعالى اعلم وثالثها  
هو الخطايا ان لم يكن ثواباً فلا ذكر له في الحديث  
اصلاً والكانه فالحدیث حاکم بقرب ثواب کل  
فعل فعل حمله وقوعه ولا دلالة فيه على توقف  
الاثابة الى امت يتم بالجملة فلا اغناء لاحد  
من القربة والسقوط من الاخر بخلاف الوضوء  
والسقوط فلا وجه للتكليف ثم آيت العلامة  
ش اشار الى هذا في رد المحتار حيث قال رفع  
الحدیث لا يتحقق الا في ضمن القربة او اسقاط  
القرينة او في ضمنهما فيستغنى بهما عنه اهـ

نے فرمایا بیشک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور  
ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے، تو جو شخص  
اپنے رب کے حکم کو ماننے کے لیے وضو کرنے بیٹھا پھر  
درمیان میں کوئی ایسا امر لاحق ہوا کہ وہ وضو مکمل نہ  
کر سکا تو اب یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ وہ کر چکا  
اس پر اس کو ثواب نہیں ملے گا، اللہ اچھے کاموں کا  
اجر بڑا دینیں کرتا، ہاں اگر کسی نے شروع سے ہی نیت  
کی کہ وہ بعض اعضا کو دھوئے گا، تو یہ ہے جس پر یہ اعتراض  
دارد ہو گا کہ اس نے وضو شرعی کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ  
وہ ایک ایسا کام کے جو شرعاً غیر معتبر ہے جیٹ کر رہا ہے  
اور جو جیٹ کرتا ہو اس کو ثواب نہیں ملے گا، بخلاف  
اس کے جس کا وصف ہم نے پہلے بیان کیا، اور مجھے لگتا ہے  
کسی جیٹ کرنے کی طرح یہ شخص جس نے شرعی وضو کا ارادہ کیا  
اور بعض اعمال کئے پھر وضو کو بلا عذر نا مکمل چھوڑ دیا کیونکہ  
اللہ نے قطع کو ابطال قرار دیا ہے، اللہ فرماتا ہے تم  
اپنے اعمال کو باطل نہ کرو اور باطل کا کوئی حکم نہیں، اللہ  
تعالیٰ اعلم۔

ثالثاً یہ کہ خطاؤں کا مٹ جانا اگر ثواب نہیں ہے  
تو اس کا ذکر حدیث میں بالکل نہیں ہے اور اگر ثواب ہے تو  
حدیث کا حکم یہ ہے کہ ہر فعل کا ثواب اس فعل کے  
واقع ہونے کے وقت مرتب ہو گا، اور اس میں اس

ملہ جامع البخاری باب کیف بہ الوی قیچی کتب خانہ کراچی ۲/۱

ملہ القرآن ۱۲۰/۹ ملہ القرآن ۳۳/۴۷

ملہ رد المحتار المار المستقل مصنف ابوبی مصر ۱۳۶/۱

اگر دلیل نہیں کو قراب تمام پر موقوف ہو گا، اور خلاصہ یہ کہ قریب اور سقوط میں کسی ایک کے دو سرے چننا ہی نہیں بخلاف رفع اور سقوط کے تو تثلیث کی کوئی وجہ نہیں پھر میں نے علامہ شمس کو دیکھا کہ انہوں نے رد المحتار میں اس طرف اشارہ کیا فرمایا رفع حدث قریب کے ضمن ہی میں تحقق ہوتا ہے یا استقام فرض کے یا دونوں کے ضمن میں تحقق ہوتا ہے، قرآن دونوں سے اس میں ہے نیازی حاصل کی جائے گی (امت)

### اقول لہ یظهر فی کیفیت یتحقق رفع الحدث

فی ضمن القریبۃ من دون سقوط الفرض حق یصح هذا التثلیث الاخر الذی ذکر هذا العلامة بل کما مر فمحدث لازم عند سقوط الفرض کما اعترف بہ فی المنعۃ فان جنم الی ما قد مضی عنہ من مسألة ونسرد السبب العاقل اعلم اذا تراضا ناه یا فقد تحقق رفع الحدث فی ضمن القریبۃ من دون سقوط فرض.

مرفع ہو جائے گا مگر فرض ساقط نہ ہو گا۔ امت

### فاقول اولاً قد حلت بطلانہ

وثانیاً ان سلم هذا یلزم ان یتحقق رفع الحدث من دون قریبۃ ولا سقوط فرض اذا تراضا السبب غیر ناد لان رفع الحدث لا یفقر الی النیۃ والقریبۃ لا توجد بدو نہا فیمنشد ینہد مر اصل السرا وبعود التثلیث الذی ذکر المحقق فالصواب ما ذکر ان مر فمحدث یلزمه سقوط الفرض فقیہ غنیۃ عنہ۔

صحیح وہی ہے جس کو میں نے ذکر کیا کہ رفع حدث کو سقوط فرض لازم ہے، پس یہ اس کی نیازی کرنے والا ہے (امت)

### ثم اقول لو ان المحقق علی الاطلاق

حالت منہ التفاتہ ہنا الی کلام مشروحه الہدایۃ لما جنم الی تثلیث السبب ویظهر

میں کہتا ہوں مجھ پر یہ ظاہر نہیں ہوا کہ رفع حدث قریب کے ضمن ہی کیسے تحقق ہو گا بغیر فرض کے سقوط کے یہاں تک کہ یہ دوسری تثلیث جس کی طرف اس علامہ نے اشارہ کیا ہے صحیح قرار پائے بلکہ سبب بھی حدث مرفع ہو گا اس سے فرض ساقط ہو گا، جیسا کہ تحریریں اس کا اعتراف کیا ہے، تو اگر اس کی طرف مائل ہوں جو ہم نے پہلے اس سے نقل کیا ہے یعنی مائل ہو گا وضو، سبب مائل ہو گیا نیت کے ساتھ وضو کہ تو حدث قریب کے ضمن میں

میں کہتا ہوں اولاً تم اس کا بطلان حبان چکے ہو۔

ثانیاً اگر یہ مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ رفع حدث تحقق ہو بلا قریب کے، اور نہ فرض کا سقوط ہو سبب ہو بلا نیت وضو کرے، کیونکہ رفع حدث محتاج نیت نہیں ہوتا جبکہ قریب بلا نیت نہیں پائی جاتی ہے اس صورت میں اصل مقصود ہی ختم ہو جائے گا اور وہ تثلیث خود کو آئے گی جس کو محقق نے ذکر کیا ہے، تو

پھر میں کہتا ہوں اگر محقق علی الاطلاق

صاحب ہدایہ کے کلام پر توجہ دیتے تو تثلیث سبب کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور جو عام کتب اور متون سے

له الجواب ايضا عما احتراض به كلام العامة و  
 الشون وذلك ان اكلها مع صاحب الهداية قدس  
 سره عبر في المسألة بما اذيل به حدث او  
 استعمل قرينة وقال في الدليل اسقاط الفرع  
 مؤثرا ايضا فيثبت الفساد بالآخرين فافاد ان  
 المراد بزوال المحدث هو سقوط الفرع وانت  
 مؤداهما ههنا واحد لا شق ان سقوط الفرع  
 من حضور دون حضور بل من بعض حضور دون  
 بعضه الاخر ثابت متحقق وان لم يقرب عليه  
 احكام ارتفاع المحدث وهم كما قد مت الاشارة  
 اليه في بيان الفروع يشمل ما اذا انظر كما صلا  
 غسل شيئا من اعضائه بل حضوره فلا تثليث  
 ولا احتراض بعدم التجزئ <sup>ف</sup>تحقيقه ما اجدته  
 في المنحة فاعلم ان العلامة يوم الغد في  
 حواشي الدرر ناقل عن الشيخ قاسم في حواشي  
 المجموع ان المحدث يقال بمعنىين المانعية  
 الشرعية مما لا يحل بدون الطهارة وهذا  
 لا يتجزئ بلا خلاف عند ابي حنيفة وما جيبه  
 وبعض النجاسة الحكمية وهذا يتجزئ شيئا  
 وارتفاعه بلا خلاف عند ابي حنيفة والصحابة

احتراض بتواتر اس كما جواب بھی ظاہر ہو جاتا، اس  
 کی وجہ یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے مسئلہ میں یہ تعبیر  
 کی ہے کہ وہ پانی جس سے حدث زائل کیا گیا ہو یا بطور  
 قربت استعمال کیا گیا ہو اور دلیل میں فرمایا کہ اسقاط  
 فرض بھی مؤثر ہے تو فساد دونوں اموروں سے ظاہر ہوگا  
 اس سے معلوم ہوا کہ زوال حدث سے مراد سقوط فرض  
 ہے اور دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے اور اس میں شک  
 نہیں کہ فرض کا سقوط ایک عضو سے نہ کہ دوسرے  
 عضو سے، بلکہ بعض عضو سے نہ کہ دوسرے بعض سے ثابت  
 متحقق ہے اگرچہ اس پر ارتقاء حدث کے احکام قریب  
 نہیں ہوتے ہیں اور جیسا کہ میں اشارہ کر چکا ہوں بیان  
 فروغ میں اس صورت کو بھی شامل ہے جبکہ پوری طرح  
 طہارت کی یا کچھ اعضا، خصوصاً بکراپنے ایک عضو کا حضور  
 دھویا تو نہ تثلیث ہوگی اور نہ تجزئ کا احتراض ہوگا  
 اس کی تحقیق تحریر میں علامہ نوح آفندی کی اس  
 تحقیق سے منقول ہے جو دوسرے حواشی میں منقول ہے اور  
 جو حواشی مجمع میں شیخ قاسم سے منقول ہے کہ حدث کا  
 اطلاق دو معنی میں ہوتا ہے، ایک قریہ کو جو چھینے  
 بلا طہارت جائز نہ ہو اس کی شرعی مانعت اور ہر چیز  
 ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین کے درمیان بالاتفاق

اقول پیر کے تعلق امام ابو حنیفہ ساتھ صاحبیہ تہذیب لا میں ذکر کیا  
 کیونکہ بعض مشایخ نے کتب جنہی کو قرأت کے لیے لکھی  
 (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ اقول قال في الاول عند ابي حنيفة و  
 صاحبیه لان من المشائخ من قال بتجزئ

وصیوۃ الماء مستعملاً بإزالة الثانية فحرف  
مسألة البئر سقط الفرض عن الرجلین بلا خلاف  
والماء الذي استقط الفرض صار مستعملاً بلا  
خلاف علی الصحيح اه قال العلامة نوو هذا  
هو التحقيق فلهذا فانه بالاختصاص  
اور واپانی جو استقامت پر استعمال ہر استعمال ہو گیا، صحیح قول کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں، اور  
علامہ فروع آفندی نے فرمایا تحقیق یہی ہے اور اسی کو اختیار کرنا چاہیے اور۔ (ت)

**اقول** بل اختار فی خایة البیان ثم التزم  
ثم الدوران حقيقة الحدث هو المصنف الثاني  
قال في البحر تبعا للتمم الحدث ما نعية شرحية  
قائمة بالاعضاء الى خاية استعمال المزيل اه  
قال في التمهيد وتبعه المذاهب هذا تعريف بالمحكم  
ومقرنه في خاية البیان بانه وصف شرعي يحد  
في الاعضاء يزيل الطهارة قال وحكمه المنافية  
لما جعلت الطهارة شرطاً له الا وفرضه ش ففلا  
هو حاشية الشیخ خليل الفخار عانها ببعض  
الغضاء بان حكم الشئ ما كان اثره خاصاً  
(بقية حاشية صفحہ گزشتہ) حق اجماعاً منب الفراء  
بعد المضمة والمحدث المس بعد غسل  
المید وقال همنا واصحابه لان تجزی هذا الا  
خلاف فيه عند مشايخنا اه عنه وكتب الله  
تعالى عنه .

میں کتابوں خایة البیان، تہر اور دور نے  
دوسرے معنی کو مختار قرار دیا ہے، بحر میں فتح کی متابعت  
کرتے ہوئے فرمایا حدث شرعی، نفیت ہے جو انسان کے  
ساتھ اس وقت تک قائم رہتی ہے یہاں تک کہ زائل کرنے  
والی چیز استعمال کی جائے، تہر اور دور میں ہے کہ یہ حکم کے  
ساتھ تعریف ہے اور خایة البیان میں اس کی تعریف  
یہ ہے کہ وہ ایک ایسا وصف ہے جو اعضاء میں محسوس  
کرتا ہے اور طہارت کو زائل کرتا ہے فرمایا کہ اس کا حکم  
بافیت ہے اس چیز کی جس کے لیے طہارت شرط ہے الا  
اور 'ش' نے اس میں حاشیہ شیعہ خلیل قال سے نقل  
کافی ہے اور محدث کو مسی مصنف کے لیے باقہ دھونا  
کافی ہے اور یہاں دوسرے معنی میں اصحاب جمع کا صنف ذکر  
کیا ہے کیونکہ اس کو سب نے کافی کہا ہمارے مشایخ کا  
اس میں اختلاف نہیں، اور۔ (ت)

۱/۲۱۲ ایم سیمپکنی کراچی بحوث الماء المستعمل  
۱/۲۶۷ سیمپکنی کراچی کتاب الطہارۃ  
۱/۱۶ مجتہدائی دہلی

کہتے ہوئے نظر کی ہے، اور اس کو بعض فضلاء کی طرف  
مفسوس کیا ہے کہ ہر چیز کا حکم اس کے  
اثر کو کہتے ہیں جو اس سے خارج ہو اور اس پر مرتب ہو  
اور مذکورہ مانعیت اس قسم کی نہیں ہے، اور حدیث  
کا حکم تو یہی ہے کہ اس کے ساتھ نماز درست نہیں  
ہوتی اور مصحف کو نہیں چھوا جاسکتا ہے اور اسی قسم  
کے دوسرے احکام، تو تعریف یا حکم اس طرح ہو سکتے  
ہے کہ حدیث وہ چیز ہے جس کے ساتھ نماز درست نہ رہتا  
اور شیخ نے فرمایا کہ علاوہ ازیں تعریف یا حکم فقہائے نزدیک  
مستعمل ہے کیونکہ احکام ہی سے وہ بحث کرتے ہیں اور طائفے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور "مانعیت" پر  
فرمایا کہ اس کا نماز سے مانع ہونا اور مصحف کے چھونے سے مانع ہونا ظہر یہ ہے کہ کہا جاسکے کہ یہ مانع شرعی

ہے احدث

ہے مترتباً علیہ والمانعۃ المذکورة لیست كذلك  
وانما حکم الحدیث عدم صحۃ الصلاة معہ وحرمة  
من المصحف ونحو ذلك فالتعریف بالحکم  
کأن یقال الحدیث ما لا تصح الصلاة معہ تأمل  
الحدیث علی ان التعریف بالحکم مستعمل عند  
الفقہاء لأن الاحکام محل حوازم انظار حشر  
او قفاشار الیسرط وقال حل قوله مانعۃ  
ای کونه مانعاً من الصلاة ومن المصحف و  
الظاهر ان یقال مانع شرعی او

اقول و بالله التوفیق کلام المعتضدین

علی البحر کله بمنزل من خواص القمر فان مجاہد  
طلی علی امت تعریف البحر غیر تعریف الغایة  
ولادلیل علیہ فافہ المانعیة بمعنى الحال  
فضلاً عن کونه مما لا یقارن له بموضع لعدم  
کونه من الصفات المنعۃ لاقیام لها  
بالاعضاء اصلاً فانها غیر مانعة حق تكون  
لها مانعیة وبعثی النسبة ای شیء له انتساب  
الی مانع شرعی صادق قطعاً علی ذلك الوصف

میں جو رفیق الہی کتابوں معترضین کے بحر  
پر اعتراضات گہرائی سے خالی ہیں، کیونکہ ان کی بنیاد  
اس پر ہے کہ جو کہ تعریف غایہ کی تعریف سے مختلف  
ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ مانعیت بعضی حال  
ہے اس سے قطع نظر کہ وہ صفات منقطعہ میں سے نہ ہونے  
کی بنا پر اپنے موضوع کے ساتھ قائم نہیں ہوتی،  
اس کا احضار کے ساتھ قیام بالکل ہوتا ہی نہیں کیونکہ  
احضار مانع نہیں تاکہ ان کے ساتھ مانعیت قائم ہو اور بعض نسبت  
کے یعنی وہ شے جس کا کسی مانع شرعی کی طرف انتساب ہے

۱/۳۳ مصطفیٰ البانی مصر کتاب الطہارت

۱/۵۶ رد المحتار

۱/۵۶ رد المحتار

۱/۵۶ رد المحتار

الشرعی الذی یحل بالاعضاء فیزیل علیہا لان  
 المانع ہوا لخطاب الشرعی والمنقب الیہ ما  
 لاجلہ ورد الخطاب وہی النجاسة المحکمیة  
 وہی بعینہا ذلک الوصف القائم بالاعضاء  
 فرجم التعریف الی تعریف الفایة فلا خلاف ولا  
 خلعت الا ترى ان تلخیص المحقق علی الاطلاق  
 اعنی المحقق الخلیجی عرف الحدیث فی المحلیۃ بانہ  
 الوصف المحکم الذی اعتبر الشارح قیاسہ  
 بالاعضاء مسبباً عن الجبایة والمیض والغاس  
 والبول والغائط وغیرہما من نواقض الوضوء  
 ومنہ من قربان الصلوة وما فی معناہا معہ  
 حال قیامہ ہی قام بہ الی غایۃ استیوال مسا  
 یعتبر بہ زائلاً وہو کما ترى لیس الا بسط  
 لما اجملہ شیخہ المحقق وما هو الا ہون ما عرف  
 بہ فب الفایة وتقال مانع شرعی کما استظهر  
 العلامة ط لکان ایضا مرجعہ الی ذلک لان ذلک  
 الوصف الشرعی وہی النجاسة مانع شرعی بمعنى  
 ما لاجلہ المنع واستیوال المانع بهذا المعنی  
 شائم ذائم غیر ان المحقق ابقاہ علی حقیقۃ  
 فاق بالنسبة فلا وجہ وجہا للاستظهار کما  
 فی اوضح دلیل علیہ ان البحر مفتوح فی  
 هذا الحد من مناهل فتوح القیدی وکما  
 تذکرہ فی رد المحتار وقد قال المحقق فی

یہ قلنا اس وصفت شرعی پر صادق آتی ہے جو اعضا  
 میں حلول کرتا ہے اور ان کی طہارت کو زائل کرتا ہے  
 اس لیے کہ مانع وہ خطاب شرعی ہے، اور اس کی طہارت  
 منسوب وہ چیز ہے جس کی وجہ سے خطاب وارد ہوا  
 اور وہی نجاست حکم ہے، اور وہ بعینہا وہ وصفت  
 جو اعضا کے ساتھ قائم ہے تو تعریف غایہ والی تعریف  
 کی طرف لوٹ آتی تو کوئی خلاف نہیں اور نہ خلف ہے  
 کیا تم نہیں دیکھتے کہ محقق علی الاطلاق کے ساتھ کہ محقق  
 خلیجی نے علیہ میں حدیث کی تعریف اس طرح کی ہے کہ  
 وہ ایک وصفت علی ہے کہ شاری نے اعضا کے ساتھ  
 اس کے قیام کا اعتبار کیا ہے، اور یہ جبائہ، میض،  
 نفاس، پیشاب اور پانی وغیرہ نواقض وضوء کے  
 باعث ہوتا ہے، اور یہ چیز نماز کے قریب جانے سے مانع  
 ہوتی ہے یا جو چیز نماز کے حکم میں ہو، یہ مانعیت اس  
 وقت تک رہتی ہے جب تک یہ وصفت اس شخص کے  
 ساتھ قائم رہے، یہاں تک کہ وہ اس چیز کو استیوال  
 کرے جو اس کو زائل کرنے والی ہے اور یہ تعریف  
 جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں اسی چیز کا بسط ہے جس کا اجمال  
 ان کے کتب میں محقق نے کیا ہے اور یہ بعینہ وہی تعریف ہے  
 جو غایہ میں ہے، اور اگر مانع شرعی کہتے جیسا کہ علامہ  
 نے فرمایا اس کا بھی حاصل یہی ہے کیونکہ وہ وصفت  
 شرعی جو نجاست ہے مانع شرعی ہے اس معنی کے  
 اعتبار سے کہ یہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے منع ہے اور

الفتح مستدل بالرواية الحسنة والى يروى عن  
عبد الامام الاطهر ان الماء المستعمل  
نجسا مطلقا او مخففا ما نقى وجده ووايست  
النجاسة قياس اصله الماء المستعمل في  
النجاسة الحقيقية والفرق المستعمل في الحكمة  
بجاءه الاستعمال في النجاسة بناء على الغاء  
وصف الحقيقي في ثبوت النجاسة وذلك لان  
معنى الحقيقي ليس الا يكون النجاسة موصوفا  
بها جسم مستقل بنفسه عن الكيف لان وصف  
النجاسة حقيقة لا تقوم الا بالجسم كذا في  
غيره مجازا بل معناه الحقيقي واحد في  
ذلك الجسم وفي الحديث لانه ليس تحتحق  
لنا من معناه سوى انها اعتبار شرعي صمم  
الشامخ من قريبات الصلاة واجهو محال قيامه  
لن قائم به الى غاية استعمال الماء فيه فاذا  
استعمله قطع ذلك الاعتبار كل ذلك ابتداء  
للطاعة فاما ان هناك وصفا حقيقيا عقليا او  
محسوسا فلا ومن ادعاه لا يقدر في اثباته على  
غير الدعوى ويدل على انه اعتبار اختلافه  
باختلاف الشرائع الا ترى ان الخمر محكوم  
بنجاسة في شرعنا ويطهار في غيره فاعلم  
انها ليست سوى اعتبار شرعي الزم صفة كذا الى  
غاية كذا ابتداء وفي هذا الاتفاق بين المدعى

بالفتح لا استعمال اس معنى من شائع وذائع ہے ، البتہ  
تحقق نے اس کو اس کی حقیقت پر باقی رکھا ہے تو نسبت  
کو لگنے میں تو استظهار کی کوئی معقول وجہ نہیں ، پھر اس  
پر واضح ترین دلیل یہ ہے کہ بحر نے بھی اس تعریف میں  
فتح الفتح سے استفادہ کیا ہے ، جیسا کہ اس کو درالحق  
میں ذکر کیا ہے اور تحقق نے فتح میں ابو یوسف اور حسن کی  
ابو حنیفہ سے روایت پر استدلال کیا ہے کہ مستقل پانی  
نجاست خلیلہ ہے یا نجاست خفیفہ ہے ، جس روایت  
میں اس کو نجاست قرار دیا گیا ہے وہ قیاس کی بنیاد  
پر ہے اس قیاس کی اصل = پانی ہے جو نجاست  
حقیقہ میں مستقل ہو ، اور اس کی فرع وہ پانی ہے جو  
نجاست حکمہ میں مستقل ہو ، اور ملکہ جاسمہ نجاست  
میں استہالی ہے بنا کر تہ ہونے کو وصف حقیقی  
ثبوت نجاست میں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حقیقی کا  
مفہوم یہ ہے کہ اس نجاست سے ایسا جسم متصف ہو جو  
بغیر مختلف سے مستقل ہو یہ نہیں کہ وصف نجاست  
حقیقتہً ایسے ہی جسم کے ساتھ قائم ہوتی ہے  
اور اس کے غیر میں مجاز ہے ، بلکہ اس کے حقیقی معنی  
ایک ہی اسی جسم میں اور حدث میں اس لیے کہ ہمیں  
تحقیقی طور پر جو معنی معلوم ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ ایک شرعی  
اعتبار ہے کہ حیث تک وہ موجود ہو تو شارب اس  
کو جو اس کے ساتھ متصف ہو گا وہ غیر کے قریب جانے  
سے منع کیا ہے تا وہ حقیقہ وہ اس میں پانی کو استعمال



والحدث فانه ايضا ليس الاقتصار ذلك الاعتقاد  
انه فلهذا انفس صوريه في ان تلك العافيه الشرعيه  
المضيئه الى استعمال المزيل ليست الا العفاسه  
الحكيمه فاما عند التعريفات -

مذکور ہے وجب وہ پائی استعمال کرنے کا تو وہ اعتبار ختم  
ہو جائے گا، یہ سب طاعت کی ابتلا ہے، رہی یہ  
کو یہاں کوئی وصفت حقیقی یا عسوسی ہے، تو ایسی  
کوئی بات نہیں اور جو اس کا دعویٰ کرتا ہے تو محض غوی

ہی ہے، اور اس کے اعتبار ہی ہونے کی دلیل ہے کہ یہ شریعتوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا رہتا ہے، مثلاً  
شراب ہماری شریعت میں ناپاک ہے اور دوسری شریعتوں میں پاک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ نجاست محض شرعی  
اعتبار سے پڑتی ہے اتنی مدت تک کے لیے لازم کیا گیا ہے ابتداء اور اس میں ثبوت اور حدیث میں کوئی تفاوت نہیں  
کیونکہ یہ بھی ویسا ہی اعتبار ہے اور تو یہ اس امر میں نفس صریح ہے کہ یہ مانعیت شرعیہ جس کی انتہا مزيل کا استعمال  
ہے، نجاست حکم ہی ہے تو دونوں تعریفیں متحد ہو گئیں۔ ت

### قول التعريف بالحكم ان المزيل

به ان يجعل الحكم نفس المعرفه بحيث  
يحصل هو عمل المعرفه فنعم يسقط ايراد النهي  
والدرجات العافيه بالمعنى المنكود وهي  
العفاسه الحكيمه ليست اثرا متوقفا على الحدث  
بمعنى الوصف الشرعي بل هي هو كما عرفت و  
لا يتقيم ايضا قول المجيب ان التعريف بالحكم  
كان يقال هو ما لا تصح الصلاه معه فامث  
حالا تصح ليس حكما بل الحكم كما عرفت عدم  
الصحة ولم يعرف به وانما يكون تعريفاً بالحكم  
لوقيل الحدث عدم صحة الصلاه ويستكن  
ايضا جوا بدو ش يانه مستعمل عند الفقهاء  
فان المستعمل عند عدم ذكر الحكم في التعريف  
لاحصل الا شاعلي المؤثر وان اسيد به امث

پھر میں کہتا ہوں تعریف بالحکم سے مراد اگر یہ ہے  
کہ حکم کو معرفت بنا دیا جائے کہ وہ معرفت پر محمول ہو تو  
تشرادر جو رکاوٹ اٹھائی رہے ہو جیسے گا، کیونکہ مانعیت  
بالمعنی المذكور یعنی نجاست حکم کے معنی میں، حدیث  
پر مرتب ہونے والا اثر نہیں ہے، یعنی وصفت شرعی  
کے معنی میں بلکہ یہ وہی ہے جیسا کہ تم نے پہچانا۔ اور  
اس صورت میں مجیب کا یہ قول درست نہ ہو گا کہ تعریف  
بالحکم شافیہ کیا جائے کہ حدیث وہ ہے کہ جس کے کھٹے کھٹے  
نماز درست ہو کیونکہ وہ جس کے کھٹے کھٹے نماز صحیح نہ ہو یہ حکم  
نہیں ہے بلکہ حکم جیسا کہ انہوں نے احترام کیا عدم صحت ہے  
اور اس سے انہوں نے تعریف نہیں کی ہے، اور تعریف  
بالحکم اس صورت میں ہوتی جب یہ کہا جاتا کہ حدیث نماز  
کا صحیح نہ ہوتا ہے، اور طاعت کا جواب بھی اس  
صورت میں ملتا رہتا ہے گا کہ اس قسم کی تعریف فقہاء کے



وصفت شرعی بحمل بسطوح الاعضاء الظاهرة  
 حلول سریان والسطوح منقسم فتقسم  
 النجاسة بانقسامها فتقبل التجزئ ثبوتاً ودفع  
 أما رفعاً فظاهراً فإنه إذا غسل اليد مثلاً من النجاسة  
 النجاسة عنها ولذا سقط عنها فرض التطهير  
 مع بقاء النجاسة في سائر الاعضاء التي حملتها وأما  
 ثبوتاً فلا في الحدث الا صغر النجاسة اربعة اعضاء  
 والا صغر البدن كله وسنورد في الكلام في هذا  
 عن قريب ان شاء الله تعالى أما تبس المسكنت  
 بها ای اصطلاحاً به لها فوصفت للمسكنت بحدث  
 بحلول النجاسة في ای جزء من اجزاء بدنہ  
 ويبقى ببقائها في شيء منها فان شأنت النجاسة  
 لم يزد ان نقصت لم ينقص بل اذا حدثت  
 حدثت ومهما بقيت ولو كان قليل بقي كسحلا  
 واذا انزلت بالكلية نزلت وكان فطيرة في الحركة  
 بمعنى القطع وبمعنى التوسط فالاول متجزئة  
 لا لطبا قها على المسافة المتجزئة والثانية  
 لا جزؤ لها بل تحدث بعد وشل اول جزء منه  
 اجزاء الاول وتبقى بها ما دام المتحرك بين  
 النفايتين فاذا اسكن من الت دفعاً **فانقلبت**  
 لم لا يحمل كلام المصنف على هذا ان يثبت التغير  
 بين المحدثين كما فهم التمر والتمر ويوافق  
 لها اعتراض به تبعا لفتح كلام العامة والمتوجه  
 ان الحدث لا يتجزئ -

دونوں میں فرق یہ ہے کہ نجاست شرعی وصفت ہے ہر اعضا  
 ظاہر کی سطوح کے ساتھ قائم ہوتا ہے ، اور یہ حلول  
 سرانی ہوتا ہے اور سطح متحدہ اور منقسم ہے تو اس کی تقسیم  
 کی وجہ سے نجاست بھی منقسم ہو جائے گی ، تو یہ دفعاً اور  
 ثبوتاً تجزی کو قبول کرے گا ، دفعاً تو ظاہر ہے ، کیونکہ  
 مثلاً اس نے ہاتھ تین بار دھویا تو اس سے نجاست  
 زائل ہو جائے گی ، اور اسی لیے اس سے فرض تطہیر نہ  
 ہو گیا جبکہ باقی اعضا میں نجاست باقی ہے اور ثبوتاً  
 اس طرح کہ حدث اصغر چار اعضاء کو ناپاک کرتا ہے  
 اور اگر تمام بدن کو ، ہم عنقریب اس پر کلام کریں گے  
 ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

دہا نجاست کے ساتھ مسکنت کا متلبس ہونا  
 تو یہ مسکنت کا وصفت جو نجاست کے حلول سے پیدا ہوتا ہے ،  
 خواہ اس کے بدن کے کسی جز میں بھی ہو ، اور حدث  
 اس وقت تک باقی رہے گا جب تک نجاست کسی  
 بھی عضو میں باقی رہے ، تو اگر نجاست زیادہ ہو جائے  
 تو حدث زیادہ نہ ہوگا ، اور نجاست اگر کم ہو تو حدث  
 کم نہ ہوگا ، بلکہ جب بھی نجاست وجود میں آئے گی  
 حدث وجود میں آئے گا اور جب تک باقی رہے گی خواہ  
 کم سے کم ہو تو حدث بھی کل طور پر باقی رہے گا اور جب نجاست  
 بالکل زائل ہو جائے گی تو حدث بھی زائل ہو جائے گا  
 ان دونوں کی فطیر حرکت یعنی قطع ہے اور حرکت یعنی  
 توسط کے ہے ، تو پہلی منقسم ہے کیونکہ وہ مسافت  
 منقسمہ منطبق ہوتی ہے اور دوسری کا کوئی جز نہیں  
 بلکہ پہلی حرکت کے پہلے جز کے پیرا ہونے پر پیرا ہونے کی طرح باقی رہتی ہے جب تک دونوں غایتوں کے درمیان

متحرک رہے اور جب پڑسکوں ہو گا تو حرکت یکدم ختم ہو جائے گی۔ اگر تو کہے کہ بحر کے کلام کو اس پر کیوں محمول نہ کر لیا جائے تاکہ وہ زل قہریوں میں تغیر نظر نہ ہو جائے جیسا کہ نہراہر دہرے سمجھا ہے اور مرافقہ ہونے سے اس اعتراض کے ساتھ جو انہوں نے قیاس کی متابعت میں عام کتب اور متون پر کیا ہے کہ محدث منقسم نہیں ہوتا۔ (دست)

قلت یا ہاء قوله قائمة بالاحضاء فان  
التلبس الذي لا تجزى له انما يقوم بالكلية  
ففيه لا بالاعضاء والذى يقوم بها يتجزى  
تجزى بها كما عرفت اما هذا فلهذا ذكر من  
عدم التجزى فاقول لا غرو فهو القائل ف  
باب شروط الصلاة متصلا بهذا التعريف  
بلا فصل مانعه والخبر من مستند شرعا  
وقد احدث لغته لان قليله ما لم يخل  
قليل الخبر اه فقد اخص بتجزى الحدث و  
قال متبوعه المحقق على الاطلاق في المتن  
كلمتهم متفقة على ان الخبر اعتبارا ما نفا  
سراية الحدث الى القدم فثبت القدم على  
ظہار تھا و یحل الحدث بالخبر فی زالی بالحد  
اه فہذا نص صریح علی تجزی الحدث و  
اعتراف باطابق کلماتہ علیہ و هو کذا  
فمن نظر کلامہ فی مسائل مسح الخفین  
وغیرہا ایقن بانہم جمیعاً قائلون بتجزیہ  
وانما الذي لا يتجزى هو تلبس المكلف بالتمسك  
الشئ فظہر ظہور النہا من الايراد علی

میں کہتا ہوں اس تاویل سے ان کا قول قائمہ  
بالاعضاء "انکار کرتا ہے، کیونکہ تلبس جو ایک غیر تجزی  
شئی ہے، وہ بذات خود مکلف کے ساتھ قائم ہوتا ہے  
نہ کہ اس کے اعضاء کے ساتھ، اور جو چیز اعضاء کے ساتھ  
قائم ہے وہ اعضاء کی تجزی کے باعث تجزی ہوتی ہے  
جیسا کہ آپ نے پہچانا اور اس کی مخالفت عدم تجزی  
سے، تو میں کہتا ہوں کہ اس پر کوئی تعجب نہ ہونا چاہیے  
کیونکہ وہ خود ہی اس تعریف کے متعلقہ باب شروط  
الصلاة "میں فرماتے ہیں اور خبر وہ میرے شرعا  
گندی ہوا، اور محدث کہ اس کی قوت کے باعث مقدم  
کیا کیونکہ اس کا قلیل بھی مانع ہے بخلاف قلیل خبر کے  
اور یہاں انہوں نے بوضاحت حدیث کے منقسم ہونے کا  
قول کیا ہے، اور ان کے مقصد تحقق علی الاطلاق سے  
تجزی میں فرمایا تمام قیام، اس پر متفق ہیں کہ موزہ شرعا  
قدم کی طرف حدیث کی سراية کو قدم تک روکنے والا ہے  
تو قدم بدستور پاک رہے گا اور حدیث موزہ میں داخل  
ہو جائے گا، لہذا مسح سے اس کو زائل کر دیا جائے گا  
اس پر نص صریح ہے حدیث کے تجزی ہونے پر اور اس  
امر کا اعتراف ہے کہ فقہاء اس پر متفق ہیں، اور بات

المشور والعامۃ وتلکث السبب کلاکات فی غیر  
محلہ ولا حاجة الی ما تبشیر البحر جوابا عن  
المشور بقوله الا ان يقال ان المحدث نوال  
عن العشر والامور فاقم ضعفه بقوله لکن  
المطل به فی کتاب الحسن عن ابی حنیفة استقام  
الغرض لا انما الی المحدث۔

ایسی ہے کیونکہ جرحی مع علی الخفصی کی بابت فقہائے  
کلام کو دیکھے گا اس کو یقین آجائے گا کہ سب فقہاء  
حدیث کے متجزی ہونے کے قائل ہیں، اور جو چیز متجزی  
نہیں ہوتی ہے وہ مکلف کا منع شرعی سے منقسم ہوتا  
ہے، تو درودشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مشور اور  
عام کتب پر اعتراض اور سبب کی تلیث سبب سے غلط ہیں  
اور جو مکلف ہونے مشور کے جواب میں کیا ہے اس کی چنان حاجت نہیں، چراہ یہ ہے کہ اگر یہ کہہ جائے کہ  
حدیث مندرجہ زوالی موقوف کے طور پر زائل ہوا ہے، پھر خود ہی اس کو ضعیف قرار دیا اور مستند مایا کہ حسن  
کی کتاب میں ابو حنیفہ سے استقام فرض کر عت بنا مادی ہے ذکر از المحدث کو۔ (ت)

اقول بل لا وجه له لان المحدث  
بالعصی الذی لا یتجزی احسن تلک مکلف  
بالانواع الشرعی لا قیام له بعضی حق یزول  
عنه منجز او موقوف ثم تلک الامام فی حدیث  
الکلام باستقام الغرض لا ینا فی تعلیلہ فی کلام  
اخر فقم المحدث علی ما قرین نالک ہا رشاہ  
الهدایۃ ان مشور احمد واحد وقد قال فی الخلاۃ  
والتبیین والضم وغیرھا الما ہاذا الصیر  
مستعلا قال ابو حنیفۃ وابو یوسف اذا انزل  
به حدیث او تقرب بہ الخ وباللہ التوفیق ثم  
جزم المحقق فی آخر کلامہ الذی اثرنا عنہ  
الی ان سقوط الغرض ہو الاصل فی الاستعمال  
اعتقدا فی البحر ثم الدرد و اشار الی الرد علیہ

میں کہتا ہوں دراصل اس کی کوئی وجہ ہی  
نہیں ہے، کیونکہ حدیث اُس معنی کے اعتبار سے جس  
میں وہ منقسم نہیں ہوتا ہے یعنی مکلف کا مانع شرعی کے  
ساتھ متبلس ہوتا ہے اس کا قیام کسی عضو کے ساتھ نہیں  
تاکہ اس سے قری طور پر یا موقوف زائل ہو جائے، پھر  
اہم کا اس کلام میں استقام فرض کے ساتھ تعلیل کرنا، اس  
کے دوسرے کلام میں دفع حدیث کی علت بتانے سے  
متضا د نہیں، جیسا کہ ہم نے چاہی کی عبارت سے واضح  
کر دیا ہے کہ وہ فون کا حاصل ایک ہی ہے، اور خلاصہ  
قبیلین دفع وغیرہ میں ہے کہ پانی کا استعمال ہونا ابو حنیفہ  
اور ابو یوسف کے نزدیک اس وقت ہر حال میں اس  
سے کوئی حدیث زائل کیا جاسکتا ہے یا کوئی تقرب کیا جاتا  
الخ وباللہ التوفیق پھر محقق کا ج کلام ہم نے نقل کیا ہے

العزيمة شب بان نقل اولاهن الفتح ففسد  
ان المعلوم من جهة الشارح ان الالة السمي  
تسقط الغرض وتعلم بها القرية تدنس الخو  
ايضا عنه ما نصه والذي نفعله ان كلامه  
التقرب والاستقاط مؤثر في التغير الا ترى انه  
انفرد وصف التقرب في صدقة التطوع واشر  
التغير حتى حرمت على النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم فخرنا ان كلا اثر تغيرا شرعيا اذ ثبو  
قال بعد فعلهما مقتضاء ان القرية اصل ايضا  
فالمراد بالاستعمال اصلان اهـ

اس میں ان کا میلان اس طرف سے کہ پانی کے استعمال سے  
سقوط فرض ہی اصل ہے بکراہت نے اسی پر اعتناء کیا ہے  
اور علامہ کشنی نے اس پر رد کی طرف اشارہ کیا ہے ،  
پہلے قرائنوں نے خود ہی فتح سے نقل کیا کہ شائع سے  
معلوم ہے کہ وہ آدھ جس سے فرض ساقط ہوا اور قرینہ اور  
میل ہو جاتا ہے انہوں نے مزید فرمایا کہ جو ہم سمجھتے ہیں  
وہ یہ ہے کہ تقرب اور اسقاط فرض دونوں ہی تغیر میں  
مؤثر ہیں ، مثلاً وصفت تقرب صدقہ قطع میں منفر ہے  
اور تغیر نے اثر کیا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر  
حرام ہو گئی ، تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہر ایک نے شرعی تغیر  
مؤثر وہ اصلیں ہیں اور ت

اقول كلام المحقق من اوله الى اخره  
طافهم باشارات الامالة بهذا المعنى اى ما  
يبقى عليه الحكم بتدنس الماء للقرية والاعتقا  
جيبها بل هو الذى ثبت واقام اصولا ثلثة وما  
كان ليقرر هذا كله ثم فى فسطى نفس الكلام يحصر  
الامالة فى شئ واحد وانما غشوا كلامه انه  
مرحمه الله تعالى فنقل عنهم امت الاستعمال  
عند الشيخين باحد شيئين دفع المحدث  
التقرب وعند محمد بالتقرب وحده وعمل دفع  
المحدث على المعنى الذى لا يتجزى فطرق

میں کتا ہوں محقق کا کلام از اول تا آخر  
سلی ہے کہ اس میں اصالت اس معنی کے اعتبار سے  
ثابت کی ہے ، یعنی وہ چیز جس پر حکم کی بنا ہو پانی کے  
ادائے قربت کی وجہ سے میل ہو جانے کے باعث اور  
استقاط فرض کے باعث ، بلکہ وہی ہیں جنہوں نے تثلیث  
کی اور تین امور لے کر رکھے ، اور وہ یہ تقریر کہ پھر ان  
میں سے ایک چیز پر اصالت کو منحصر  
نہیں کر رہے ، اُن کے کلام کا اصل مقصد یہ ہے  
کہ وہ اُن (دھم اللہ) سے یہ نقل کر رہے ہیں کہ شیخین  
کے نزدیک استعمال دو چیزوں میں سے ایک کی وجہ سے

ملہ رد المحتار باب المیاء مصنف ابابانی مصر ۱۳۶/۱

فتح القدیر باب الماء الذى یؤذیر بالوضوء لایؤذیر نورہ رضویہ مکتبہ ۵/۱

الایراد بالفرض التي حکم فيها باستعمال المعلوم  
بقضاء الحدث ففرض ان اسقاط الفرض من ايضا  
مؤثر واستدل عليه بكلام الاحام في کتاب  
الحسن و بان الاصل الذي عرفناه بهذا  
الحکم هو مال الزكاة والثابت فيه ليس لا سقوط  
الفرض ای وان اثبتناه ايضا بالتقرب بدلیل  
استغناء لاصل الذي ارشدنا اولاً الى هذا الحكم  
هو سقوط الفرض فكيف يعزل النظر عنه بل  
يجب القول به وهذا لا ينافي ان الاصول  
اثبات بل ثلثة ینتقد هذا البعض في ذهن  
من جسم اول ملامه بأخره حیث یقرر  
المعلوم من جهة الشایع ان الة تسقط الفرض  
وتقام بها القرية فتدلس اصل مال الزكاة  
تدلس باستقاط الفرض حتی جعل من الادماء  
فی لفظه صلى الله تعالى علیه وسلم الا فافهم  
ان كلا الامرین مفیدوا اختصار الزکوة علی  
الاستقاط ثم قال فی بیان سبب ثبوت الاستعمال  
انه عند ابی حنیفة و ابی یوسف کل من رفع  
الحدث والتقرب وعند محمد التقرب وعند  
شرف الرقة لا يقال ما ذکر لا ینتقض علی غرض  
اذ یقول مجرد القرية لا یدلس بل الاستقاط  
فان المال لم یتدلس بمجرد التقرب به ولذا  
جاز لها شئ صدقة الطرح بل مقتضاء ان

ہوتا ہے، رافع حدث اور تقرب، اور محمد کے نزدیک حدث  
تقرب سے اور رافع حدث کو اس معنی پر محمول کیا کہ اس  
میں تجزی نہیں ہوتی، اس بنا پر ان فردی کے وجہ سے  
اقرار ضرور ہوا جن میں پائی کے استعمال کا حکم ہوا  
حدث کے باقی ہوتے ہوئے، انہوں نے اس امر کو ثابت  
کیا استقاط فرض بھی مؤثر ہے، اور اس پر انہوں نے  
آیات کے کلام سے استدلال کیا ہے جو کتاب حسن میں مذکور ہے اور یہ  
استدلال جو کہ اصل میں کسی جہت سے یہ حکم جانا ہے وہ زکوة  
کا مال ہے اور اس میں صحت فرض کا سقوط ہے، یعنی  
اگرچہ اس کو کسی اور دلیل کی وجہ سے تقرب سے ثابت  
کریں تو وہ اصل جو ہم نے پہلے سے بتائی ہے اور جس  
سے یہ حکم ثابت ہوا ہے وہ سقوط فرض ہے تو اس سے  
حرف نظر کو نہ کر سکیں کہ اس کو ماننا لازم ہے اور  
یہ اس امر کے منافی نہیں کہ اصول وہ ہیں بلکہ تین ہیں  
یہ معنی اس کے لیے میں ضرور مخلصان پیدا کریں گے جو ان کے  
اولی کلام اور آخر کلام کو یکجا کر کے پڑھ گاموہ کہتے ہیں  
کہ وہ آئمہ جس سے فرض ساقط ہوتا ہے اور قربت  
اور ہوتی ہے میل ہو جاتا ہے اس کی اصل مال  
زکوة ہے کہ وہ استقاط فرض سے میل ہو جاتا ہے اس  
اس کو حدیث میں "اوساخو" قرار دیا گیا ہے ان اس  
سے واضح ہوا کہ مدغون امور تبدیلی کر لے والے ہیں  
اور زکوة میں استقاط پر اکتفا کیا گیا ہے، پھر ثبوت  
استعمال کے سبب کے بیان میں فرمایا کہ ابو حنیفہ اور  
ابو یوسف کے نزدیک سبب رافع حدث اور تقرب

یصیر مستعلا الا بالاسقاط مع التقرب فان  
 الاصل اعني مال الزكاة لا يشتر دفيه الاسقاط  
 عنه اذ لا تجوز الزكاة الا بنية وليس هو  
 قول واحد مع الثلاثة ويريد اصحابه الاقوال  
 الثلاثة الشيخين ومحمد او زفر (لانا نقول  
 غايه الاموثبوت المحكوف الاصل مع المخرج  
 وهو لا يستلزم ان المؤثر المجمع بل ذلك دائر  
 مع عقلية المناسبات معكم فان عقل استقلال  
 عقل حكيمه او المجمع حكيمه والذي نفعله  
 ان كلا مؤثر الى اخر ما تقدم ثم قال قال في الخلاصة  
 ان الماء بماذا يصير مستعلا (فذكر المذهبين  
 حكما نقلنا ثم قال) هذا يشكل على قول الشايخ  
 ان الحديث لا يتجزأ او المخلص ان جميع ذرة الماء  
 مستعلا باحد الثلاثة رغم الحدث والتقرب وسقوط  
 الفرض وهو الاصل لما حدث ان اصله صال  
 الزكاة والاشابته فيه ليس الا سقوط الفرض -  
 جوہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر ایک مؤثر ہے الی آخر ما تقدم پھر کہ انہوں نے خلاصہ میں فرمایا کہ پانی کس چیز کی وجہ سے  
 مستعمل ہوتا ہے (تو انہوں نے وہی مذاہب کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ہم نے نقل کیا پھر فرمایا) یہ مشایخ کے قول کی  
 روشنی میں مشکل ہے کہ حدیث متجزی نہیں ہوتا، اور اس اشکال سے نجات کی صورت تین امور میں سے ایک امر ہے  
 رفع حدث، تقرب اور سقوط فرض ہی اصل ہے، کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی اصل مالِ زکوٰۃ ہے اور اس میں  
 جو ثابت ہے وہ سقوط فرض ہے۔ ت

اقول ای وانکان الموجد فیه الاموات  
 لکن هذا اقوی وفيه المقنن فلا یثبت به الا

اور محمد کے نزدیک وہ تقرب ہے اور زفر کے نزدیک رفع  
 ہے یہ اقراض ذکر کیا جائے کہ یہ دلیل زفر کے خلاف نہیں مل سکتی  
 ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ صرف قربت پانی کو مستعمل نہیں کرتی ہے  
 بلکہ اسقاط بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ مالِ زکوٰۃ شخص  
 تقرب کی وجہ سے میل نہیں ہوا ہے، اور اسی لیے ہاشمی  
 نقل صدقہ لے سکتا ہے بلکہ اس کا مقتنی یہ ہے کہ اسقاط  
 مع تقرب کی وجہ سے مستقل ہو کیونکہ اصل یعنی مالِ زکوٰۃ میں  
 اس کی طرف سے اسقاط منفرد نہیں، کیونکہ زکوٰۃ بلا نیت  
 جائز نہیں اور تینوں میں سے کسی ایک کا قول نہیں (اس  
 سے ان کی مراد تین اقوال کے طائیف یعنی ابو حنیفہ و  
 ابو یوسف، محمد یا زفر رحمہم اللہ ہیں) کیونکہ ہم سمجھتے ہیں  
 کہ زیادہ سے زیادہ حکم کا اصل مجموعہ کے ساتھ ثابت  
 ہوتا ہے اور وہ اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ مؤثر  
 مجموعہ ہے بلکہ اس کا دار و مدار اس پر ہے کہ مناسب  
 حکم کو سمجھا جائے، اگر ہر حکم کا استقلال اس کے ساتھ  
 سمجھا جائے یا مجموعہ کا تو اس کے ساتھ حکم کیا جائے گا اور  
 جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ انہوں نے خلاصہ میں فرمایا کہ پانی کس چیز کی وجہ سے  
 مستعمل ہوتا ہے (تو انہوں نے وہی مذاہب کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ہم نے نقل کیا پھر فرمایا) یہ مشایخ کے قول کی  
 روشنی میں مشکل ہے کہ حدیث متجزی نہیں ہوتا، اور اس اشکال سے نجات کی صورت تین امور میں سے ایک امر ہے  
 رفع حدث، تقرب اور سقوط فرض ہی اصل ہے، کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی اصل مالِ زکوٰۃ ہے اور اس میں  
 جو ثابت ہے وہ سقوط فرض ہے۔ ت

میں کتابوں اگرچہ اس میں موجود دونوں امر  
 ہیں مگر یہ اقوی ہے اور اس میں کفایت ہے، قر



سببیۃ هذا وان استغید سببیۃ الاخر بدلیل  
حرمة صدقة التطوع علیه صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم كما قدم فتا شياً اسقاط الفرض هو ادلی  
ما ثبت بالاصل الا عظم فلا مبالغ لا سقاطه  
قال والمفید لا اعتبار الا اسقاط مؤثر اصحیح  
تعلیل ابی حنیفة انه سقط فرضه عند انه ملقطا  
وعلیک بتعلیفات القریحة هذا وقرب العلامة  
ط تبعاً لغيره بوجه اخر حیث قال تحت قول الذی  
اسقاط فرض هو الاصل فی الاستعمال كما تبید علی  
الکمال ما نصه وهو موجود فی رفع المحدث  
حقیقة وفي القرية حکما لکنها بمنزلة الاسقاط  
ثانیاً وقد مر ان ما هو قوله انما استعمال الخ  
بالقرية کالوضو علی الوضوء لانه لما نوى  
القرية فقد اذاد طهارة علی طهارة فلا  
تكون طهارة جدیدة الا بازالة النجاسة المحکمة  
حکماً فصارت الطهارة علی الطهارة وحل المحدث  
سواء افاد صاحب الجهر ۱۰

اس سے اس کی سببیت ثابت ہوگی، اگرچہ دوسرے کی  
سببیت بھی ثابت ہوگی، اس میں دلیل یہ ہے کہ حضور  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نفل صدقہ حرام ہے جیسا کہ  
گزارا، تو اسقاط فرض کی تاثیر پہلی چیز ہے جو اصل اعظم  
سے ثابت ہے تو اس کے ساقط کرنے کا کوئی چار نہیں  
فرمایا، اور اسقاط کو مؤثر اعتبار کرنے کے لیے مفید  
ایک اور حلیہ کی صریح تفسیر ہے کہ اسقاط فرض اس سے ساقط  
ہو گیا اور ملقطا، اور تم اپنی طبیعت کو خوشگوار کرو  
ہذا، اور علامہ طائسہ بھوکے قیامت کہتے ہوئے  
اس کی تقریر دوسرے انداز میں کی ہے، انہوں نے  
’دور‘ کے قول اسقاط فرض ہی استعمال میں اصل غیہ  
کے تحت فرمایا، جیسا کہ کمال نے اس پر تنبیہ فرمائی  
ہے کہ یہ حدیث کو رد فیح کرنے میں حقیقتہً موجود ہے اور  
قربت میں عکاس ہے، کیونکہ یہ بمنزلہ اسقاط ثانیہ ہے  
اور یہ گزرا اور جو گزرا وہ ان کا قول ہے، بیشک پہلی  
قربت کی وجہ سے مستعمل ہوتا ہے، بیچھے وضو پر وضو  
کرنا اس لیے جب قربت کا ارادہ کیا تو وہ طہارت کے  
اعتبار سے زیادہ ہو گیا، تو نئی طہارت نجاست حکم کے ازالہ سے ہی ہوگی عکاس، تو طہارت پر طہارت، اور حدیث

پر طہارت برابر ہو گئی، اس کا ان کا وہ صاحب بگرنے کیا احکامات

میں کہتا ہوں اس کو معراج الہیہ سے نقل کیا اور

برقرار رکھا، اس میں بعد ہے جو حتمی نہیں ہے کیونکہ

اقول نقول من معراج الدرایۃ واقرو  
فیہ بعد لا یخفی فاما النجاسة لا میما المحکمة

لہ فتح القدر	بحث الماء المستعمل	تذکرہ و حضور مسکرم	۱/ ۴۸-۴۹
لہ طحاوی علی الدر	باب المياه	بیروت	۱/ ۱۱۰
لہ بحر الرائق	کتاب الطہارت	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۹۲

الا اعتبار شرعی والاعتبار الصحيح لا يكون  
الا عن متنا صحيح وبدونه اختراع يجعل  
شان الشیخ عنه وقد زال ذلك بالظهر فلا يعود  
الا بعد ث جدید وبعبارة اخرى هل اعتبر  
الشیخ هنا شیئا ینافی الظهر یزول بالماء الشافی  
فیحصل ظهر جدید ام لا علی الشافعی عاد  
السؤال اذ لا نجاسة حقيقة ولا اعتبار ام  
علی الادل ما حقيقة النجاسة المحکمة الا  
ذلك الاعتبار الشرعی فلا یجوز لتعق المحکمة  
حکما لا حقيقة وبعبارة اختصار ما المحکمة  
الا اعتبار الشیخ فالمحکمة حکما اعتبار الشیخ  
انه اعتبر وما اعتبر اذ لو اعتبر لتفقت وبالمجمل  
ما مال الجواب الا فرضنا ههنا فرضنا باطله  
ولا مسامح له واما ابتداء ما افاده انما هو  
تجشیم مستغنی عنه وذلك لان المصراع  
انما احتاج الیه بما عن سوال نصیه بقوله  
فان قیل المتوضی لیس علی اعضائه نجاسة  
لا حقيقة ولا حکمة فکیف یصور الماء مستوعلا  
بنیة القرية فاجاب بقوله لما فوی القرية  
فقد اذناه الله

نجاست، خاص طور پر حکم اعتبار شرعی ہے اور اعتبار  
صحیح اسی وقت ہوتا ہے جب اس کا متنا صحیح ہو  
اور اس کے بغیر اختراع ہے، شریعت کی شان اس  
سے بڑی ہے، اور یہ طہر سے زائل ہو گیا تو صرف نئے  
حدث سے ہی یہ عود کرے گا، بالفاظ دیگر کیا یہاں  
شریعت نے کوئی ایسی چیز معتبر مانی ہے جو منافی طہر  
ہو اور دوسرے پانی سے زائل ہو جائے، تو نئی پانی  
حاصل ہو یا معتبر نہیں مانی ہے دوسری تقریر پر سوال لٹ کر آیا  
کیونکہ کوئی حقیقی نجاست نہیں اور نہ ہی اعتبار رکھتا  
اور پہلی تقریر پر نجاست حکم کی حقیقت شرعی اعتبار  
کے علاوہ اور کیا ہے تو یہ کہنا بے معنی ہے کہ نجاست حکم  
حقیقہ نہیں کہا پانی باقی ہے اور معتبر بتائیں یوں کہا جاسکتا  
کہ نجاست حکم صرف شرعی اعتبار سے جاریت ہے  
تو حکم حکم شرع کا یہ اعتبار ہے کہ اس کا اعتبار  
کیا گیا ہے اور اعتبار کیا نہیں گیا کیونکہ اگر اعتبار  
کیا جاتا تو وہ مستحق ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ جواب کا مآل  
یہ ہے کہ حکم کو ہاں اعتبار کیا جائے بغرض باطل جس  
کی گنجائش نہیں، اور میں تجھ کو خبردار کرتا ہوں کہ  
جس کا افادہ انہوں نے کیا ہے وہ محض تکلف ہے  
جس کی ضرورت نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معراج  
کو اس کی ضرورت اس لیے پڑی کہ انہیں اس سوال کا جواب دینا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ وضو کرنے والے کے  
اعضائے بدن حقیقی نجاست ہے اور نہ حکم ہے تو پانی بنیت تقرب کیسے مستعمل ہو جائے گا، تو انہوں نے جواب دیا  
کہ جب اس نے نیت کی تو زیادتی کی (ت۔)

أقول أولاً يعود السائل معتمداً زيادة  
الطهارة وأما إيراد النظافة لأنها تقبل  
التشكيل دون الطهارة ولذا قلنا بعدم تحقق  
المحدث والى إيراد النظافة يشير المحدث  
المشهور الرضوى على الموضوع نور على نور أخرجه  
رزقي إلحاقاً للعراق والسندري لم تقت عليه  
حكماء في التيسير وثانياً لا مانع للسؤال  
رأساً فإنه مبني على حصر الفحاسة الحكيمة في  
المحدث وليس كذلك بل منها المعاصي كما تقدمت  
النصوص عليه والماء الأول وإن كانت كما  
يزيل المحدث يفضل من أثر المعاصي أيضاً  
بشرط النية ولكن لا يجب أن يزيلها كذا  
والأكثر الرضوى عن التوبة وما روى مسند  
توضاً مرة ولو بعد الف كبيرة كمن لا ذنب له  
وهو باطل قطعاً فهذه نجاسة حكيمة باقية  
بعد التطهر في عامة المكلفين غاية مشارعنا  
بل قد مناهى المكروهات أيضاً تغيير الماء فهذا  
أظم وأهم أما المعصومون صلوات الله تعالى  
وسلامه عليهم فاقول لا فصل في ما تقدم  
الأول أيضاً أنه مستعمل في حق باطل طاهر  
مطهر تافضلاً عن الثاني وإذا اعتقدنا الطهارة  
في فضله صلى الله تعالى عليه وسلم فما  
ظنك بوضوئه فالاستدلال على طهارة الماء  
المستعمل بآثار أصحابه صلى الله تعالى عليه  
وسلم يادرد إلى وضوئه ففسحوا به وجوههم

میں کہتا ہوں اولاً کہ سائل کہہ سکتا ہے کہ ہم  
طہارت کی زیادتی کو تسلیم نہیں کرتے اس میں نظافت  
کا اضافہ تو اس لیے ہے کہ نظافت کی حیثی کو قبول کرتی  
ہے، مگر طہارت ایسی نہیں اور اسی لیے ہم نے کہا ہے  
کہ حدث میں تجویزی نہیں ہے، اور نظافت میں اضافہ  
کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ وضو پر وضو  
نور علی نور ہے، اس کی تحریک رزقی نے کی ہے اگرچہ  
عراقی اور سندری نے کہا ہے کہ ہم اس پر مطلع نہیں  
ہوئے ہیں کما فی التیسیر۔

ثانیاً سوالی کی گنجائش ہی نہیں، کیونکہ اس  
سوال کا اردو دار اس پر ہے کہ نجاست حکم کہ حدث  
میں مخرج کر دیا گیا ہے اور حالانکہ بات یہ نہیں ہے بلکہ  
نجاست حکم میں معاصی بھی شامل ہیں اس پر نص صریح  
چکے ہیں، اور پہلا پانی جس طرح حدث کو زائل کر لے  
بشرط نیت گناہوں کو بھی دھو داتا ہے مگر یہ ضروری  
نہیں کہ گناہوں کو کلیتہً دھو داتا ہے ورنہ تو وضو ہی کافی  
ہو جاتا تو یہ کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور ہزار بار گناہوں  
کے بعد ایک ہی مرتبہ وضو کر لیتا تو تمام گناہ معاف  
ہو جاتے، اور وہ اس طرح ہو جاتا تو یا اس نے کوئی  
گناہ کیا ہی نہیں ہے یا وہ چیز قطعاً باطل ہے تو یہ وہ  
نجاست حکم ہے جو مکلفین میں طہارت حاصل کرنے  
کے بعد بھی باقی رہتی ہے، تو اب سوالی کیسے پیدا  
ہو سکتا ہے، بلکہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مکروہات بھی  
پانی کو متغیر کر دیتے ہیں تو یہ بلند اور اعم ہے۔ رہے انبیاء  
علیہم السلام جو معصوم ہیں تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے

کما فی النہایۃ و غیرہا مع ضحیفہ بوجود ذکرہا  
فی البحر عن العلامة السندی لیس فی محلہ عقد  
نعم یعتبر مستعملا فی حقہم شرعا فلا یروى  
المحد نقضا کما اعتبرت فضلا تہم نواقض لعظم  
مرافعة شأنہم ونزاکة مکانہم صلوات اللہ  
تعالی وسلامہ علیہم۔

و علم کے مستعمل پانی کی طہارت پر اس امر سے استدلال کیا ہے کہ آپ کے اصحاب نے اُس پانی کی طرف سبقت کی  
اور اس کا پینے چہروں پر ملا، جیسا کہ کتابیہ وغیرہ میں ہے، بوجہ ضعیف ہے، یہ وہ جو تجویزیں علماء ہندی سے  
فصل کی گئی ہیں، یہ سے نزدیک وہ برہم نہیں، یا ان کے حق میں شرعا مستعمل ہوگا، تو اس سے ماہ مستعمل کی حد پر  
نقض وارد نہ ہوگا، اسی طرح ان کے فضلات کو زناقض وضو میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ ان کی شان بہت عظیم ہے  
اور ان کا مقام بہت ستمرا ہے صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم۔ (ت)

تنبیہ اختلاف فی الحدیث الاصح  
ھل یحل کالاکب و بظاہر البدن کلہ وانما  
جعل الشرح الوضو مرا فمالہ تحفظا ام لا الا  
بالاعضاء الاربعۃ ویستثنی علیہ الخلاف فیما  
اذا غسل المحدث نحو فخذ فیصیر السماء  
مستعملا علی الاول دون الثانی وبالعدم  
جزم فی کثیر من المبدأ وکات ولص فی  
الخلاصۃ انه الاصح فکان ترجیحا للقول  
الثانی ولذا اقولنا علیہ وفي المنحة عن النہر  
وکان الراجح هو الثانی ولذا الیرید السماء  
مستعملا بخلافہ علی الاول آہ والظاہر  
ان کان مشددا فیعلی تردد فی ترجیحہ۔

تنبیہ حدیث اصغر کی بابت اختلاف ہے کہ آیا  
وہ بھی تمام بدن میں حدیث اکبر کی طرح حلول کرتا ہے، اور  
شارع نے وضو کو اس کے لیے رافیع تحفیفا قرار دیا ہے یا  
نہیں، یا ان اعضاء الاربعہ میں ایسا ہے اور اسی پر  
یہ اختلاف مبنی ہے کہ ہے وضو شخص نے اگر اپنی ران کے  
حلقہ کو دھو یا تو پہلے قول پر پانی مستعمل ہو جائے گا دوسرے  
قول پر نہ ہوگا، اور مستعمل نہ ہونے پر بہت سی متبادل  
کتب میں اجتہاد کیا گیا ہے اور خلاصہ میں تصریح کی ہے  
کہ یہی اصح ہے کہ یہ قول ثانی کی ترجیح ہے، اسی لیے  
ہم نے اس پر اجتہاد کیا ہے اور فتح میں نہر سے ہے کہ  
راجع دوسرے ہے اور اسی لیے پانی مستعمل نہ ہوگا، اس کے  
برعکس سچ پہلی حدیث میں آہ اور ظاہر ہے کہ کات مشدہ ہے

اقول وقد يجوز ان يقول قائل ربما  
يشهد الاول اولا حديث اذا نظهر احدكم  
فذكر اسم الله عليه فانه يطهر جسده كله فان  
لو يذكر اسم الله تعالى على طهورة لم يطهر  
الا ما سر عليه الماء وما الا ما سر قطن والبيهقي  
في سننه والشيخ رازی في الاقواب عن عبد الله  
بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال البيهقي  
بعد ما ساقه بطريق يحيى بن هاشم السمسار ثنا  
الاعشى عن شقيق بن سلمة عن عبد الله بن  
مسعود رضي الله تعالى عنه قال سمعت رسول  
الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول فذكره  
هذا ضعيف لا احدث رواه عن الاعشى غير  
يحيى بن هاشم وهو متروك الحديث ورواه  
ابن عدي بالوضع انه مكذوب ابن معين و  
صالح جزرة قال النسائي متروك وبه اعلم  
المحقق في الفتوح حین كلامه على وجوب  
التمیمة فی الوضوء تبعاً للبیهقی۔

اقول بل له طرق ترويه عن الوضوء  
فقد رواه الدارقطني والبيهقي ايضا عن  
ابن عسروتهما والشيخ عن ابی هريرة رضي  
الله تعالى عنهم ولفظه عن النبي صلى الله تعالى

قاس سے اس کی ترجیح میں تردید پیدا ہوگا، میں  
کتا ہوں یہ بھی جائز ہے کہ کوئی کلمہ والا کلمے کو پہلے قول  
کی دلیل پر حدیث ہے کہ جب تم میں سے کوئی پاکی  
حاصل کرے اور اللہ کا نام لے کر اس کا پورا جسم  
پاک ہو جائے گا اور اگر اللہ کا نام نہ لے کر صرف وہی  
عضو پاک ہو گا جس پر پانی گزرا ہو روایت کیا الدارقطني  
اور البیہقی نے اپنی سنن میں اور الشیرازی نے  
الاقواب میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی نقل  
یہ حدیث بسند گنجی بن ہاشم السمسار ذکر کی ہے، ہم  
سے اعش نے شقیق بن سلمہ سے عبد اللہ بن مسعود  
رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، پھر پوری حدیث  
ذکر کی، یہ ضعیف ہے، میں نہیں جانتا کہ اس کو  
اعش سے گنجی بن ہاشم کے غیر نے روایت کیا، اور وہ  
متروک الحدیث ہے، اور اس کو ابن عدی نے وضع  
قرار دیا ابن عیینہ، صالح نے اس کی تکذیب کی  
اور نسائی نے اس کو متروک کہا اور یہی علت

تحتی نے فتح میں بیان کی، یہ اس کو تو پر ہے جہاں انہوں نے وہو میں انہم کے جوب کا ذکر کیا، بیہقی کی متابعت میں۔ ت  
میں کتا ہوں اس حدیث کے بعض طرق  
ایسے ہیں جو اس کی کزوری کو رفع کرتے ہیں، دارقطني  
اور بیہقی نے بھی اس کو ابن عسروہ سے روایت کیا،  
اور انہی دونوں نے ابو البرکات الشیخ نے ابو ہریرہ سے روایت

عليه وسلم من قضاة ذكر اسم الله على وضو  
 تطهر جسده كله و من قضاة لم يذكر اسم  
 الله على وضو لم يطهر الا موضعه الوضوء  
 و رواه عبد الرزاق في مصنفه من الحسن  
 الضبي انكوفي مرسلًا ينييه الى النبي صلى الله  
 تعالى عليه وسلم من ذكر الله عند الوضوء  
 تطهر جسده كله فان لم يذكر اسم الله لم  
 يطهر منه الا ما اصاب الماء و اخرج ابو بكر  
 بن ابی شيبة في مصنفه عن ابی بكر الصديق  
 رضي الله تعالى عنه انه قال اذا توضأ العبد فذكر  
 اسم الله تعالى تطهر جسده كله و امن لم يذكر  
 لم يطهر الا ما اصاب الماء و روى بسعيد بن  
 منصور في سننه عن مكحول قال اذا تطهر  
 الرجل و ذكر اسم الله تطهر جسده كله و اذا لم  
 يذكر اسم الله حين يتوضأ لم يطهر منه الا ما  
 الوضوء و هم هذا الطريق يستحيل الحكم  
 بالاسقاط بل ربما يرتفع عن الضعف لاجل  
 ان صرح في الصراحة لحديث الدارقطني  
 سند حسن و ثمانية فكل العلامة الزميلة  
 المحدث جلال الدين عبد الله تلميذ الامام

کیا، ان کے فکیر ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 نے فرمایا جس نے بسم اللہ کے وضو کیا تو اس کا سارا جسم  
 پاک ہوگا اور جس نے وضو کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی تو  
 صرف وضو کی جگہ ہی پاک ہوگی اس کو عبد الرزاق نے  
 اپنی مصنف میں حسن الضبی کوئی سے مرسل روایت  
 کیا، اور وہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
 منسوب کرتے ہیں، فرماتے ہیں جس نے وضو کے وقت  
 اللہ کا ذکر کیا اس کا تمام جسم پاک ہو جائے گا اور  
 اگر اللہ کا ذکر نہ کیا تو صرف وہی حصہ پاک ہوگا جس پر  
 پانی گزرا ہوگا، اور ابوبکر سے ابن ابی شیبہ نے  
 اپنی مصنف میں روایت کی کہ جب وضو کر لے  
 اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا سارا جسم پاک ہو جاتا  
 ہے اور اگر اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو صرف وہی حصہ  
 پاک ہوتا ہے جس پر پانی پہنچا ہو۔ اور سعید بن منصور نے  
 اپنی سنن میں مکحول سے روایت کی کہ جب کوئی شخص  
 پاکی حاصل کرتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا  
 سارا جسم پاک ہو جاتا ہے اور جب بوقت وضو اللہ  
 کا نام نہیں لیتا ہے تو صرف وضو کی جگہ پاک ہوتی ہے  
 ان تمام طرق کی موجودگی میں سقوط کا قول کرنا محال ہے  
 بلکہ ان سے حدیث مرتبہ ضعف سے بلند ہو جاتی ہے

۲۵/۱	مطبع بیروت	باب التیمیة علی الوضوء	لے سنن ابی بکر بن حبیب
۲۹۳/۹	مؤسسة الرسالة بیروت	آداب الوضوء	کے کثر المال
۳/۱	ادارة القرآن کراچی	فی التیمیة فی الوضوء	کے مصنف ابن ابی شیبہ
۲۵۴/۹	مؤسسة الرسالة بیروت	آداب الوضوء	کے کثر المال

اور مرقاة میں دارقطنی کی روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

ثانیاً علامہ زبیری محدث جمال الدین غیب اللہ شاگرد امام زبیری فقیر محمد الدین عثمان شاعر کھنڈر، فہم الراہ میں لاوضوہ عن لایم اللہ (اس کا ذکر نہیں ہوا کہ نام تو ہے) کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ امام ابن جرزی ابو الفریح النخعی نے ہم پر عبت قیام کرنے کے لیے وہ بسم اللہ کو وضو میں واجب قرار دیتے ہیں فرمایا کہ حدیث جس کی حدیث اصغر لاحق بجا ہو کہ کلام اسی میں ہے اور عند الاطلاق ہی مراد ہوتا ہے، کہا فی الجملہ اس کو صحیح کا پھرنا اپنے سبب سے جائز نہیں اور اس کو انہوں نے برقرار رکھا۔

میں کہتا ہوں اس کی تائید فتح میں پھر کر میں اور قبیل پر شلبی کے حاشیہ میں ہے مجھ سے بعض دوسروں نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص گلے میں دو مال ڈالے ہو تو وہ اس دو مال سے صحیح کر چھو سکتا ہے یا نہیں؟ کہنا میں اس سلسلہ میں کوئی نقل تو نہیں پاتا ہوں لیکن اگر صورت یہ ہو کہ اس کے ایک کنارے سے صحیح کو پکڑے اور اس کے حرکت دینے سے دوسرا کنارہ حرکت کرے تو جائز نہ ہونا چاہئے اور اگر حرکت نہ کرے تو مس کرنا جائز ہونا چاہئے، کیونکہ پہلی صورت میں وہ اس کو اس کا تابع قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس کا بدلہ ہے دوسری صورت میں تابع نہیں کہتے اور کیونکہ محدث سے مراد محدث اصغر والا شخص ہے، کیونکہ اس

الزبیری الفقیہ فخر الدین عثمان شامیہ الکفریہ فی نصب الراية تحت حدیث لا وضوہ عن لایم اللہ (اس کا ذکر ہے) امام ابن الجوزی ابی الفریح النخعی نے کہا کہ حدیث اصغر لاحق بجا ہو کہ کلام اسی میں ہے اور عند الاطلاق ہی مراد ہوتا ہے، کہا فی الجملہ اس کو صحیح کا پھرنا اپنے سبب سے جائز نہیں اور اس کو انہوں نے برقرار رکھا۔

قلت ویؤید ما فی التتمہ ثم البصر وحاشیة الشلبی علی التبیین قال ل بعض

الاخوان هل يجوز مسح المصحف بمسح من هو لا یسہ علی حقیقہ قلت لا یسہ علیہ منقولاً والذی ینظر انہ ان کان بطرفہ و هو یتحرک بہ حرکتہ ینبغی ان لا یجوز وان کان لا یتحرک بہ حرکتہ ینبغی ان یجوز لا اعتبار ہم ایاہ فی الاول تابعاً لہ کبد نہ دون الشانی انہ فان المراد المحدث بالحدث الا صغیر ان قد نقل قبلہ باسطر من الفتاوی لا یجوز للجنب و الحائض ان یمسا المصحف بکبھا او بیدھما شیا بهما لان الثیاب بمنزلة بدنھما ان فقر لہ

۴/۱	اسلامیہ ریاض	کتاب الطہارۃ	نصب الراية
۲۰۱/۱	سیدہ مبینی کراچی	باب الخیض	کے بحر الرائق
۵۸/۱	بلاق مصر	باب الخیض	سے شلبی علی التبیین

بعض ثیابہما کان یشمل ہندیلا ہو لاجسہ قلہ  
یقول لا اعلو فیہ المتقول اذینس ما نقلہ انفا  
وہو ہسرای منہ۔

کچھ ہی پہلے فتاویٰ سے منقول ہوا کہ جنب اور حائض کو  
جائز نہیں کہ وہ دونوں مصحف کو اپنی آستین سے یا  
پکڑے کے کسی حصہ سے چھوئیں کیونکہ پکڑے مثلاً ان کے  
بدن کے ہیں اور تر "بعض پکڑوں" میں دور و مال بھی آجاتا ہے جس کو وہ پکڑے ہوئے ہو تو پکڑنے کیوں لکھتے ہیں کہ میں  
اس میں کوئی نقل نہیں جانتا کی وہ دیکھتے بھلے اس نقل کو بٹور لگے جو خود ہی انہوں نے پیش کی ہے۔ ت

اقول لکن رأیت فی التبیین قال بعد  
قوله منہ الحدیث من القرآن ومنہ من القرآن  
والنس الجلیبة والناس کا حیض ما نصہ ولا  
یجوز لہم من المصحف یا ثیاباً لہی یلبسونہا  
لانہا بمنزلۃ الہدین ولہذا لو حملت لا  
یجس علی الارض فلیس علیہا وثیابہ جائزۃ  
بغینہ و بینہا و ہولاء یجس و لو قام فی  
الصلاة علی الثیابۃ فی رجلیہ لعلان او  
جو رہا نہ لا تصح صلاتہ بخلات المنفصل عنہ  
ام فہذا ظاہر فی رجوع الضیور الی الحدیث  
ومن معہ جیمما فہذا النقل ولتہ الحمد  
وبالجملة المقصود انہ اذا اضم منہ یسا  
علی حنفیہ وحدیثہ فکون بہما خذل علی حلول  
الحدیث جیم الیدین ثم رأیت المسألة  
منصوصاً علیہا فی الہندیۃ من الزاہدی  
حدیث قال اختلفوا فی من المصحف بما عدا  
اعضاء الطہارة وما غسل من الاعضاء قبل  
احکمال الوضوء والسنن اصحہ

میں کہتا ہوں میں نے تمہیں میں دیکھا ہے کہ  
وہ فرماتے ہیں حدیث کی وجہ سے قرآن کو ہاتھ لگانا منع  
کیا ہے، اور جہاں بت لوں گا اس نے حیض کی طرح پکڑنے  
اور ہاتھ لگانے دونوں کو منع کیا ہے، ان کی عبارت یہ ہے  
کہ ان کے لیے ان پکڑوں کے ساتھ جو وہ پکڑے ہوئے ہیں  
قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں کیونکہ وہ پکڑے بمنزلہ بدن  
کے ہیں اور اس لیے اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ  
زمین پر نہیں بیٹھے گا اب وہ اس طرح بیٹھا کہ اس کے اوپر  
زمین کے درمیان پہنے ہوئے پکڑے مائل ہوں تو وہ قسم میں حائش  
ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص بحالت نماز خواست  
پر کھڑا ہو اور اس کے دونوں پیروں میں جڑے یا جڑا  
ہیں تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، اگر یہ چیزیں جدا ہیں  
تو ہو جائے گی اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضمیر  
محذرت کی طرف لٹکتی ہے اور اس کی طرف بھی جو محذرت  
کے ساتھ ہو، یہ صریح نقل ہے والحمد للہ، اور  
خلاصہ یہ کہ جب قرآن کو اس پکڑے کے ساتھ چھونا  
جائز نہیں ہو اس کی گردن اور سینے پر ہے تو خود گردن  
اور سینے سے مس کرنا کیسے جائز ہوگا! پس معلوم ہوا



کہ حدیث تمام بدن میں سرایت کرتا ہے، پھر میں نے اس مسئلہ کو چند ہی دنوں میں زابہی سے منظر میں دیکھ کر فرماتے ہیں  
اعضاء طہارة، اور وہ اعضا جو وضو کی تکمیل سے قبل دھوئے گئے ہوں ان سے منہ و مخرج میں اختلاف ہے اور  
منہ صبح سے امت

مثلاً عرفاء کے نزدیک یہ امر مسلم ہے  
کہ حدیث چھوٹا ہو خواہ بڑا مطلقاً کھانا کھانے ہی سے  
پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ نماز میں قہقہہ بھی کہیں دہار  
میں ایسی سنت غفلت اُسی سے ہو سکتی جس کا پیٹ  
بھرا اور نہایت بھرا ہو کہ بھوک میں تو نفسی سے دانت  
کھانا ہی تاہر ہے ذکر غفلت اور وہ بھی نماز میں اور  
ٹھیک نہیں کہ کھانے کا نفع تمام بدن کو پہنچتا ہے یونہی  
فصلہ نکل جانے کی منفعت در امت بھی سارے بدن  
کو پہنچتی ہے تو کھانا مسدود میں جانا غفلت پیدا  
کرتا ہے اور مودی یعنی فصلہ کا نکلنا غفلت کو ثابت  
کرتا ہے کہ کھانا ہے اور غفلت سے دل کی موت ہے اور دل  
بدن کا بادشاہ ہے کہ یہی بوٹی درست ہو تو سارا  
بدن درست رہے اور بگڑے تو سارا بدن خراب  
ہو جائے اور پانی تازگی لانا اور غفلت کو کرتا ہے جیسا کہ غشی والے کے منہ پر چھڑکنے میں مشاہدہ ہے۔

قرین کہتا ہوں جس طرح موت کا سبب سارے  
بدن کو عام ہوا تھا چاہیے تھا کہ حیات کا سبب یعنی  
پانی بھی سبب جسم پر پہنچے حدیث اکبر میں تو شرع نے  
یہ حکم دیا کہ حدیث اصغر بکثرت تکرر ہوتا ہے تو ہر  
حدیث اصغر اگر نہ مانے کا حکم ہوتا تو لوگ حرج میں  
پڑتے اور اس دین میں حرج نہیں لہذا اس قسم  
آسان شریعت نے اطراف بدن کا دھونا قائم مقام  
نہانے کے فرما دیا کہ اندر غزو و جل کی سنت کرم ہے

وَمَا لَمْ يَأْتِ رَحْمَةُ الْغَفَاءِ امْتِ لَا  
حدث صغيراً ولا كبيراً الا ما تولد من اكل حتى  
الغفوة في الصلاة فان تلك الغفلة الشديدة  
في هين الحقوة لا تكون الا من شبع اي شبع  
اذ الجائع من يما لا يكسوله من فضلاء عن  
الغفوة خلفه عن كونها في الصلاة ولا  
شك ان نفع الاكل يعم البدن وكذا نفع  
الخارج والراحة العاصلة به قد خول الطاء  
يولد الغفلة و خروج المؤذي يحتملها وبالغفلة  
موت القلب والقلب رئيس فانه المضيعة اذا  
صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسدت  
الجسد كله والماء ينعش وينهض الغفلة  
كما هو مشاهد في المغمشي عليه۔

قلت فلما ان سبب الموت عم البدن  
كان ينبغي ان يعمله ايضا سبب الحياة وبه  
اقى الشريعة في المحدث الاكبر لكن الاخص  
يتكرر كثيرا فلما امروا كلوا احد ثواب يغتسلوا  
لوقوع الحرج والمخرج من فروع فاعلمت الشريعة  
السمحة السهلة مقام الفصل غسل الاطراف  
اذ من سنة كرمه تعالى ان اذا صلح الاول و  
الاخر تجبوا زهت الوسط وجعله معمرا

فیهما ثم کان من الاطراف الراس و غسله کل  
یوم مراراً ایضاً کان یورث البیوس و البیاض  
قابلاً فیہ الغسل بالمسح و حمة من الذی  
یقول عن من قائل یرید الله بکم البیوس و لا  
یرید بکم البیوس ففضیة هذا انما الحدث ولو  
اصفر یحل البدن حمله .

(اس تمام گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ حدیث خواہ اصغریٰ ہو تمام بدن میں حلول کرتا ہے ۔ ت )

(قول) و بہ تبیی ان ماہوم بہ غیر  
واحد من مشایخنا و غیر ہم ان غسل غیر  
المصاب فی الحدث امر تعبدی کما فی  
الهدایة و غیرہا و قد مناء عن الکافی و  
کذلک الاقتصار علی الامر بعتہ فی الرضو کما  
فیہا و فی المحلیہ و غیرہما و بہ قال الامام  
الحرمینی و اختارہ الامام عن الذین یست  
عبد السلام کلاماً من المشافعیۃ فان کل ذلک  
فی علم الحقائق احکام معتزلة المعنی واللہ  
تعالی اعلم ہذا اقتریر اسئلة ظهرت فی وائیت  
بہا کیلا تعین لغاوی مشلی ولا یتفرج للتدبر  
فیحتاج نکشہا .

اقول فی الجواب عن الاول المراد  
نجاسة الاثام اذ لو اسید نجاسة الحدث  
لزم ان من لم یسب لم یرتم طہرہ و هو مذہب  
الظاهریة و روایة عن الامام احمد رضی اللہ  
تعالی عنہ و لم یقل بہ احد من علمائنا و  
بقاء نجاسة الاثام فیما عدا الاعضاء الطہریہ

کہ جب اول و آخر ٹیک ہوئے ہیں تو بچ میں جو نقصان  
ہو اُس سے درگزر فرماتا ہے اب اطراف بدن میں  
سبھی تھا اور اُسے ہر روز چند بار دھونا بھی بیمار کرتا  
مشقت میں ڈالنا لہذا اس کو دھونے کے عوض مسح  
مقرر فرمادیا، رحمت اس کی جو فرماتا ہے کہ اللہ تمہارے  
ساتھ آسانی پاتا ہے اور دشواری نہیں پاتا ۔

میں کہتا ہوں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے  
مشایخ کا یہ فرمان کہ ان اعضاء کو دھونا بھی کو حدیث  
نہیں پہنچا ہے محض امر تعبدی ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ  
میں ہے اور ہم نے کافی سے بھی نقل کیا ہے، اور اسی طرح  
وہ میں پاپا پر اقتصار جیسا کہ ہدایہ اور علیہ وغیرہ میں ہے  
اور یہی امام الحرمین کا قول ہے اور امام عزالدین بن  
بعد السلام نے اس کو اختیار کیا ہے یہ دونوں شافعی  
علماء ہیں کیونکہ یہ تمام حقائق کے معقول احکام ہیں اللہ تعالیٰ  
اعلم یہ ان سران کی تقریر ہے جو مجھے مشکفت ہوئے  
میں نے ان پر اس بچے گفتگو کی ہے کہ کہیں جو جیسے  
تاکہ کو یہ و پیش نہ آجائیں اور وہ مشکل میں مبتلا  
نہ ہو جائے ۔ ت )

اب میں پہلے کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس سے  
مراد گناہوں کی نجاست ہے کیونکہ اگر حدیث کی نجاست کا  
ارادہ کیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ جو بسم اللہ نہ کرے اُس  
کی طہارت نکل نہ ہوگی، اور یہ ظاہر کا مذہب ہے،  
اور امام احمد کی ایک روایت ہے اور ہمارے علماء  
میں سے کسی کا قول نہیں، اور اعضاء طہارت کے معنی

باقی اعضائیں گناہوں کی نجاست کا باقی رہنا ، بلکہ  
اعضاء طہارت میں بھی جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا صحت  
طہارت کے متنافی ہے اور نہ ادا کیل نماز کے ، اور اسی  
سے ظاہر ہو گیا جواب اس استدلال سے جو ابوالفرق  
نے حدیث سے کیا ہے ۔

اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا منہ  
کرنا دوسرے معنی کے اعتبار سے جو غیر تجزی ہے  
اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے " اس کو پاک لوگ  
ہی چھوئیں " اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے  
" قرآن کو پاک ہی چھوئے " اور ٹھیک اس وقت تک  
پاک نہ ہو گا جب تک ایکٹ نہ ہو " بھی باقی رہے  
خواہ کتنا ہی ضعیف کیوں نہ ہو ، تو چھونے کی ممانعت  
کا مطلب یہ ہے کہ مکلف نجاست حکم کے ساتھ طہر  
ہے ، یہ نہیں کہ اس کا کوئی خاص عضو اس میں طہر  
ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کو محض دیکھنے پر سے ہاتھ  
سے چھونا جائز نہیں تا وقتیکہ وضو مکمل نہ ہو ، یہی  
وجہ ہے کہ فقہانے اس ہاتھ سے قرآن چھونے کو  
منع کیا ہے جو کپڑے میں پٹا ہوا ہو خواہ اس پر نہ حقیقی  
نجاست ہو اور نہ مکی ، ممانعت اس لیے ہے کہ وہ  
ٹھیک کی ذات کے تابع ہے تو نفس بدن سے  
چھونے کی ممانعت بدرجہ اولیٰ ہوگی ، خواہ اس میں  
حدیث نے طہر نہ کیا ہو ، یہ اصح کے مطابق ہے اور  
جو حضرات منہ معنی اول میں قرار دیتے ہیں ، یعنی  
ممسوس بر کے ساتھ نجاست حکم کا قائم ہونا ، تو مسئلہ  
اصلاً ممنوع ہے ، بلکہ اُس کے منس کے ہوا کے قائل ہیں

وفيها ايضا كما قد مرنا في صحة الطهارة  
انصلا وبه ظهري الجواب عن استدلال اب  
الفرج بالحديث وعن الثاني ان المنع للحدث  
بالمعنى الثاني الغير المتجزى لقوله تعالى  
لا يمس الا الطهرون وقوله صلى الله تعالى  
عليه وسلم لا يمس القرآن الا طاهر وهو  
لا يكون طاهرا اما بقيت لمعة وان غفلت  
قسم المس انما يقتضي تطيب المكلف نجاسته  
حكمية لا تطيب خصوص العضو الممسوس  
به الا ترى انه لا يجوز مسه بيد قد غسلها  
ما لم يستكمل الوضوء الا ترى انهم منعه المس  
بما عليه من الثياب ولا نجاسة فيها حقيقية  
ولا حكمية انما المنع لانها تب ليدن شخص محدث  
فلان يمس بنفسه بدنه او لوان كان بدنا لم  
يجعل الحد حدث هذا من الاصح اما على قول من  
يقول ان المنع للمعنى الاول اي اقيام النجاسة  
الحكمية بالممسوس به فالمسألة متنوعة من  
مراسها بل هو قائل بجواز مسه بغير اعضاء  
الطهارة كما مر من الهندية وان عدم المس شيئا  
فيثوب تابع لما فيه الحدث لانكم ليدن لوقفل  
لا مطلقا كما لا يخفى وعن الثالث لمع ذلك  
تخفيف من مسه بمرحمة لكنه يحتل جميع  
الاول ان يعتبر الشرح حلول الحدث بمس  
البدن ثم يجعل تطهير الاعضاء الاربعة تطهيرا  
مطلقا والثاني ان الشامع لمس أي فيه المخرج

بلا اعتبار طہارت کے، جیسا کہ ہندو سے گزرا، اور اگر کپڑوں کے ساتھ چھوتا جائز نہیں تو اس کپڑے کے ساتھ جوتا بیچ ہو کیونکہ اس میں حدث ہے، جیسے آستینیں ہاتھ کے لیے جو دھلائے ہوئے نہ کہ مطلقاً کما لا یخفى۔

اور تیسرے کا جواب یہ ہے، ہاں یہ تو ہمارے رب کی طرف سے تخفیف ہے اور رحمت ہے لیکن اس میں دو جہیں میں پہلی تو یہ کہ شرع تمام بدن میں حدث کے حلول کا اعتبار کرتی ہے اور پھر چار اعضاء کی تطہیر کے بعد کل بدن کی طہارت کا حکم کرتی ہے اور دوسرے یہ کہ شارع نے جب اس میں عرق دیکھا تو اس کے اعتبار کو ساقط کر دیا صرف اعضاء اربعہ میں رہتے دیا، اور ان میں سے ہر ایک کی تطہیر شوش میں ہو رہے ہے، پہلے کی تطہیر تیمم ہے اس میں دو عشاء کے مسح کرنے کو چاروں اعضاء کی پاکی قرار دیا ہے، اور دوسرے کی تطہیر آنکھ ہے کہ اس کے دوسرے ہیں حلق تھا، تو شریعت نے اس میں حدث کا حلول نہیں مانا، یہ نہیں کہ حدث حلول کر گیا ہو اور پھر حلق کی وجہ سے دھوتا ساقط کر دیا گیا ہو، اب اگر کسی نے اپنی دونوں آنکھیں دھوئیں تو پانی بالاتفاق مستعمل نہ ہوگا، اور جب استمال پیدا ہو جائے تو استدلال ختم ہو جاتا ہے، بلکہ میں کہتا ہوں اگر آپ تامل کریں تو دوسرے کو ترجیح ہے کیونکہ اعتبار نہ کرنا اعتبار کرنے سے اولیٰ ہے کہ پہلے اعتبار کیا جائے پھر اس کو باطل کیا جائے، اور آنکھ پر قیاس کرنا حرج کی علت سے

استقطا اعتبار فی الاتی الا اعضاء الاس بعبۃ و نکلی  
منہما نظیر فی الشریع فتظہر الاول التیمم  
جعل فیہ مسح ضرورت مطلقہ لا تریم  
بالاتفاق و نظیر الثانی العین کان فی غسلہا  
مخرج فلم یجعلہا الشریع محل حلول حدث اصلا  
لانہ حل و سقط الفصل لخرج فلو غسل عینہ  
لا یصیر الماء مستعملا بالوفاق و عند الاحتمال  
ینقطع الاستدلال بل اقول لو تاملت لم تحت  
الثانی اذ حد من الاعتبار اولی من الاعتبار  
ثم الاھداس والقیاس حل العین بیجامع المخرج  
واضح صحیح بخلاف التیمم فان اصل  
الواجب ثمر الوضوء والتیمم خلف ولو لم یتم  
ھننا احد ان اصل الواجب بكل حدث هو  
الفصل والوضوء خلف بل لو یقل احد ان  
الفصل عن میتہ والوضوء عن میتہ وھو لاء ساء اننا  
الفرق ان الکرام اعاد الله تعالیٰ حلینا بربکا تمہم  
فی الداسین من آیتنا ھم یاخذون انفسھم  
فی محل نقیر و قظیر بالفرام ولا یرضون  
لھم التزل الی المرخص ثم لم یقل عن احد  
منہم انہ الزم نفسه الفصل عند کل حدث  
مکان الوضوء لولا الزمہ الآن احد لکات  
متعمقا مشددا و احتیاطا فظہر انہ من البیاء  
الثانی دون الاول علی ان ذلک طور اخر  
وراء الطور الذی نتکلم فیہ والاحکام لا تتخل  
عن الحكم نکی لا تداد علیہا الا تری ان من



مرأسه في الأثناء يريد به المسح ولا يصير الماء مستعملًا في قول أبي يوسف رحمه الله تعالى قال إنما يقتبس الماء في حكل شق يغسل أمانا يصح فلا يصير الماء مستعملًا وإن أراد به المسح وقال محمد رحمه الله تعالى إذا كان غلة ذراعيه جاثًا فغسلها في الماء لو غس رأسه في الأثناء لا يجوز ولا يصير الماء مستعملًا وهو قد قدم قول أبي يوسف رحمه الله تعالى فكان هو المظهر الأشهر كما اتفاد في خطبته فكان هو المعتقد كسنا في طومر بل صححو ان محمد افيه معاذج يوسف رحمه الله تعالى خلا خلافت قال في البحر لو ادخل رأسه الأثناء أو خفه أو جبرته وهو محمد ث قال أبو يوسف رحمه الله تعالى يجوز المسح ولا يصير الماء مستعملًا سواء شوى أو لم يشو قال محمد رحمه الله تعالى انت لم ينو يجزئه ولا يصير مستعملًا وإن فوى المسح اختلف المشايخ على قوله قال بعضهم لا يجزئه ولا يصير الماء مستعملًا والصحيح انه يجوز ولا يصير الماء مستعملًا كذا في الهدى ثم فطر بهذا ان ما في البحث.

(قلت اي والتمانية والفتح وغيرها)

من الخلاف في هذا المسألة على غير الصحيح

برتن میں ڈبو دیا تو بروست کے قول کے مطابق پانی مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ وہ فرماتے ہیں پانی اس چیز سے نہیں ہوگا جو دھوئی جاتی ہے، اور جو مسح ہے اُس سے نہیں خواہ اُس سے مسح کا ارادہ ہی کیا ہو، اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر کسی کے ہاتھوں پر پٹیاں ہوں اور اس نے وہ پانی میں ڈبو دیکے یا اپنا سر پانی میں ڈبو دیا تو جائز نہیں اور پانی مستعمل ہوگا اور ابو یوسف کے قول کو مقدم کیا گیا ہے وہی ظاہر و مشہور ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے خطبہ میں فرمایا تو وہی قابل اعتماد ہوگا، جیسا کہ ”ش“ میں ہے بلکہ فقہانے اس امر کو صحیح قرار دیا ہے کہ اس میں امام محمد ابو یوسف کے ساتھ ہیں، تو کوئی اختلاف باقی نہ رہا۔ پھر میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنا سر موز یا پانی پندھتو برتن کی حالت میں برتن میں ڈبو دی تو امام ابو یوسف نے فرمایا مسح ہو جائیگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ مسح کی نیت کہ ہر زمانہ امام محمد نے فرمایا اگر نیت نہیں کی تو مسح ہو جائیگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا اگر نیت کی تو ای کے قول پر اس میں مشایخ کا اختلاف ہے، لیکن کتب میں اس کو کافی نہ ہوگا اور پانی مستعمل ہو جائے گا، اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور پانی مستعمل نہ ہوگا کذا فی البدائع تو اس سے معلوم ہوا کہ صحیح میں جو اختلاف ہے۔ (ت) (میں کہتا ہوں غائب اور فتح وغیر میں بھی) جو اختلاف بیان کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں، صحیح یہ ہے

لورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/۱

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/۱

سہ فتاویٰ غائب علی الخمدیہ باب الماء المستعمل

سہ بحر الرائق کتاب الطہارت

بل الصبیح ان لا خلعت وعلما ايضا انه لا فرق  
 بین الرأس والخف والجبيرة خلافا لما ذكره  
 ابن السكيت انه واختصره في الدرفع لم يصير  
 الماء مستعملا وان نرى اتفاقا على الصبیح له  
 اقول ولا يهمل ذلك هذا ليس مستاء  
 ان المسح لا یفید الا استحوال كيف وكلامهم  
 طرأ اسبابه مطلق یعم الفصل والمسح ثم السألة  
 عینها منصوصة على ثمانية تكبراء منهم فقیم  
 النفس اذ یقول قرضا ثم مسح الخف ببله بقوت ط  
 كفه بعد الفصل جاز ولو مسح برأسه ثم مسح الخف  
 ببله بقیت على انكف بعد المسح لا یجوز لانه  
 مسح الخف ببله مستعملة بخلاف الاول له و  
 اقرب في الفتح وغیره وفي الخافیه ايضا الاستیجاب  
 في مسح الرأس سنة وصورة ذلك ان یضم اصابع  
 یدیه على مقدم راسه وكفیه على فرویه ویمدحها  
 الى قفاها فیقول واشاس بعضهم الى طریق اخر احتراز  
 عن استعمال الماء المستعمل الا ان ذلك  
 لا یمكن الا بكلفة ومشقة فیجوز الاول ولا  
 یصیر الماء مستعملا ضرورة اقامة الكسنة له  
 ای لما علم ان الماء عام على العضو لا  
 یصیر مستعملا وفي الفتح من مسح الرأس  
 لم یصح باهیم واحدة مدحا قدر الفرق

کہ اختلاف نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سر، موزے اور  
 پٹی میں کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ ابن الملک نے ذکر کیا  
 اور اسی کو جس میں مختصر کیا، فرمایا پانی مستقل نہ ہوگا  
 خواہ نیت کی ہو، یہ متفق علیہ ہے صحیح قول پر اہت  
 اقول یہ چیز کوئی قابل تعجب نہیں، اس کا یہ معنی  
 نہیں کہ مسح سے استعمال نہیں ہوتا، حالانکہ تمام فقہاء کا  
 کلام اسباب استعمال کے سلسلہ میں عام ہے اس میں  
 غسل اور مسح دونوں شامل ہیں، اور پھر اگر بار بار ملنے  
 مسئلہ کی مراد است بھی کی ہے، مثلاً فقیر النفس فرماتے ہیں  
 کسی شخص نے وضو کیا پھر ہاتھ دھونے کے بعد جوتری  
 باقی رہ گئی تھی اس سے موزے پر مسح کر لیا تو جائز ہے اور  
 اگر سر پر مسح کیا اور مسح کے بعد ہاتھ پر جوتری رہ گئی تھی اس  
 سے موزے پر مسح کیا تو جائز نہیں کیونکہ اس نے مستقل  
 تری سے موزے پر مسح کیا ہے بخلاف اول کے اور فتح و  
 غانیہ میں بھی کہ برقرار رکھا، پھر استیجاب مسح میں سنت  
 ہے، اور استیجاب کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی انگلیاں مٹکے  
 پر رکھے اور ہتھیلیاں گنڈیوں پر اور گدی کی طرف کھینچ کر  
 لے جائے تو جائز ہے، اور بعض دوسرے فقہاء نے اور  
 طریقہ بتایا کہ مستقل پانی کے استعمال سے بچا جاسکے، مگر  
 اس میں بہت تکلف اور مشقت ہے، تو پہلی صورت  
 جائز ہے اور پانی مستقل نہ ہوگا تاکہ سنت ادا ہو سکے اور  
 یعنی جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ پانی جب تک عضو پر باقی

سیہ گنجی کراچی ۱۵/۱  
 شہ قادیانیہ مسیح علی الغنیہ ۲۳/۱  
 نورانی کتب خانہ پشاور ۲۵/۱

لہ بکراتی کتاب المہارت  
 لہ الدر المختار ارکان الوضوء ۱۹/۱  
 شہ غانیہ علی الشیخہ فصل صفة الوضوء

جانر عندئذ قد وجدنا لا يجوز وحده بان الهلة  
صارت مستقلة وهو مشكل بان الماء لا يصير  
مستقلا قبل الانفصال وما قيل الاصل ثبوت  
الاستقلال بنفس الملاقاة لكنه سقط في المقبول  
للمخرج الا انهم بالزام اصابة كل جزء باسالة غير  
المسال على الجزء الآخر ولا يخرج في المسام  
لانه يحصل بمجرد الاصابة فيبقى فيه على الاصل  
وقد يانه حناقص لما عطل به لابي يوسف رحمه  
الله تعالى في مسألة اذ خال الرأس الا ناء قامت  
الماء طهور عند ذلك فقلوا المسام حصل بالاصابة  
والماء انما يأخذ حكم الاستقلال بعد الانفصال  
والاصاب به لم يزيل العضو حتى عدل بعض  
الساخرين الى التعليل بلزوم انفصال مبدلة  
الاصبم بواسطة المد فيصير مستقلا لذاته  
وبالجملة فالنقل في الهاب كثيرة بشيرة وفي  
الكتب شهيرة وان كانت للعبد في مسألة  
الاصبم ابحاث غريبة فليس وجه مسألة الا ناء  
ما يتوهم بل ما نقلناه انفا عن الفهم وقد ذكره  
في موضع اخر بقوله ان الماء لا يعمل لصعكم  
الاستقلال الا بعد الانفصال والذي لاسق الراس  
من اجزائه لصق به فطهره وغيره لم يلاقه  
فلم يستعمل كذا فصحى قوله فيها لا يصير الماء

مستقل نہیں ہوتا ہے۔

اور فتح میں ہے جس نے سر کا مسح کیا یا اگرچہ انگلی سے  
مسح کیا کہ اس کو بعد فرض کھینچا تو زفر کے نزدیک  
جائز ہے اور چارے نزدیک جائز نہیں اس کی وجہ یہ  
بتائی ہے کہ تری مستقل ہوگئی، مگر اس پر اعتراض یہ ہے  
کہ پانی عضو سے جدا ہونے بغیر مستقل نہیں ہوتا ہے، ایک  
قول یہ ہے کہ اصل تری یہ ہے کہ پانی عضو سے لگے ہی مستقل  
ہو جائے مگر اعضاء مفسر میں اس کو حرج کی وجہ سے مستبر  
نہیں مانا گیا ہے ورنہ تو عضو کے ایک حصہ کا پانی دوسرے  
حصہ کو تپا پاک کر دیتا اور مسح میں یہ صورت حال نہیں ہے  
کیونکہ اس میں بہانا نہیں ہے محض لگانا ہے تو اس میں  
اصل پر اعتبار کر لیا۔ اس اعتراض کے جواب میں کہا گیا ہے  
کہ امام ابو یوسف نے سر کو برتن میں داخل کرنے کی بات  
پر ارشاد فرمایا ہے یہ قول اس کے برخلاف ہے کیونکہ  
پانی اس کے نزدیک پاک کرنے والا ہے، وہ فرماتے ہیں  
پانی لگانے سے مسح تو ہو گیا اور چونکہ پانی عضو سے جدا  
ہونے کے بعد مستقل ہوتا ہے اور مسح میں جدا نہیں  
ہوتا اس لیے مستقل بھی نہ ہوگا حتیٰ کہ بعض متاخرین نے  
بجائے اس دلیل کے یہ دلیل اختیار کی ہے کہ انگلی کی  
تری اس طرح جدا ہوتی کہ اس کو کھینچا گیا تو اب یہ پانی  
مستقل ہو جائے گا اور خلاصہ یہ کہ اس باب میں فقہوں  
بہت مروجہ ہیں جو مشہور کتب میں پائی جاتی ہیں اور



متعللاً اي ما بقى في الاناء وهو المراد بقول  
الخانية عن الامام ابي يوسف انها يتجنب الماء  
فيما يغسل لاما يسمى اي ماء الاناء بادخال  
ما وظيفته افضل دوى السم خال الوهم  
فيه المذنب .

تاجپور انجی کے مسئلہ پر بڑی گہری بحث لکھتا ہے۔  
 برقی کے مسئلہ کی وجہ وہ نہیں جو بعض حضرات کے دہم میں  
 آئی ہے بلکہ وہ ہے جو ہم نے ابھی فتح سے نقل کی ہے اور  
 اسی کو انہوں نے دوسرے ذمہ پر اس طرح بیان کیا  
 ہے کہ پانی کو مستقل ہونے کا یہی وقت ملے گا جب

وہ عضو سے جدا ہو اور پانی کے جو اجزاء سر سے متصل ہوئے وہ اسی میں چپک جاتے ہیں اور اس کے پانی کو پاک کر دیتے ہیں اور دوسرے علاوہ کسی اور جگہ پر نہیں لگتے ہیں تو مستعمل نہ ہو ۱۱۔ تو فقہانے جو فرمایا ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک برتن میں رہے، اور غنائیر نے امام ابو یوسف سے جو نقل کیا ہے کہ پانی اُن اعضاء میں مستعمل ہوتا ہے جو دوسرے جاتے ہیں نہ کہ اُن میں جو مسح کیے جاتے ہیں، تو اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ برتن کا پانی اُن اعضاء کے داخل کرنے کی وجہ سے مستعمل ہوگا جو مسح لیں نہ کہ مسح کر دو ہم دفعہ ہوا اور یہی مقصود تھا۔ (ت)

أقول وإن كان في قلوبهم الانقياد على ما  
يحيى بالمرأس تأمل ظاهر وكات هذا امر مراد  
 المحقق اذ قال في ذكره وفيه نظر له.

میں کہتا ہوں فقہانے طے کو جو سر کے ساتھ عقلمند  
 کر دیا ہے اس میں بظاہر تامل ہے اور غالباً عقلمند کی مراد  
 یہی ہے کیونکہ انہوں نے اس کے ذہن کے بعد فرمایا : و  
 فیہ تفلہ۔ (ت)

أقول ويظهر في ابن سبيل المسألة  
سبيل المختلف في الملق والملكة وتصحيحه  
بإل تصحيح الوفاق فيها وربما يعطى ترجيح  
عدم الفرق إلا أن يفرق بين الفصل والتصحيح  
كل الباء مستعملا حكما بالافتراق بخلاف  
الفصل ويحتاج إلى وجه فليست برواثة تعالى  
اعلم

میں کہتا ہوں اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مسند کا حل ملنے والے شخص اور جس سے ملے اس میں اختلاف نہ ہو جیسا ہے اور اس کی تعلیم بلکہ اس میں اتعناقی کی تعلیم سے عدم فرق کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، ہاں اگر غسل اور مسج میں ہی فرق کر لیا جائے تو بات اور بہتر تو اس سے تمام پانی حکماً مستعمل نہ ہو گا بلکہ اتفاقاً بعض غسل کے اور یہ دلیل کا محتمل ہے غیبتہ و اللہ تعالیٰ اعلم

تنبيه: اعلوان مسألة الاجيبه  
الحارة تركها المحقق في الفتح غير مبينه  
وكوله ثلث تعليلات وسرد الجسيم فالاول  
التعليل بالاستعمال وقد علمت سرده وما

تنبیہ: انگلی کا مسئلہ جو گزرا اس کو تحقیق  
مفتوح میں واضح نہیں کیا تیس تعلیلات بیان کیں  
اور تینوں کو رد کر دیا۔ پہلی تعلیل استعمال سے متعلق  
ہے اور اس کا رد تم معلوم کر چکے ہو، اور اس کی

عدل الیہ بعض المتأخرین لا صلاحه فردہ  
والاول معابان هذا كله فيستلزم انت<sup>ف</sup> مد  
اصبعين لا يجوز وقد صرحوا به وكذا الثلاث  
على القول بالرجم وهو قول ابي حنيفة و  
ابي يوسف رحمهما الله تعالى ولكن لم ارف  
مد الثلاث الا الجواز<sup>ف</sup> واعتضد في النهر  
بقول البدائم لو وضعت ثلاثة اصابع و لم  
يصد ها جاز على رواية الثلاث لا الرجم و لو  
مسح بها منصوبة غير موضوعة ولا صدوق  
فلا فلو مد ها حتى بلغ القدر المقرر ومن لم  
يجز عند علمائنا الثلاث خلافا لظاهر<sup>ف</sup> قال  
وقد وقفت على المنقول اي انه عدم الجواز  
قولنا الثلاث فكيف يقول المحقق لاراديه  
الا الجواز وهو محجب من مثله كناية عليه في  
المنحة فان الضمير في مد ها المنصوبة و كلام  
الضم في الموضوعه -

شخص سے یہ بڑے تعجب کی بات ہے، جو میں اسی پر تنبیہ کی ہے کیونکہ مسدھا "میں حاکم ضمیمہ منصوبہ" کے لیے ہے اور کتب کا کلام "موضوعہ" کے لیے ہے۔ ت

اقول كان النهر نظر الى ان اصود اربع  
ثلاث اصابع موضوعة او منصوبة والعقل  
مصدودة اولا وقد ذكر في البدائم اولا  
صورت عدم المد ثم قال فلو مد ها فليحس  
الضمير الى ثلاث اصابع مطلقة موضوعة

اصلاح میں بعض متأخرین نے جو فرمایا ہے اس کو اور پہلے  
کو ساتھ ہی انہوں نے رد کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس  
سے لازم آتا ہے کہ دو انگلیوں کا کھینچنا جائز نہ ہو، اور  
اس کی غمتائے تصریح کی ہے اور جو تھائی کے قول پر  
تین کا کھینچنا بھی جائز نہ ہو، اور یہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف  
کا قول ہے، لیکن میں نے کھینچنے میں مجھے جواز ہی ملا  
احاد و نہر میں اس پر اعتراض کیا اور ہدایہ کا یہ قول  
ذکر کیا ہے کہ اگر تین انگلیاں رکھیں اور ان کو کھینچنا  
نہیں تو میں کی روایت پر جائز ہے ذکر جو تھائی کی روایت  
پر اور اگر کھڑی انگلیوں سے مس کیا ای کو نہ تو رکھا نہ  
کھینچنا تو جائز نہیں، اور اگر اتنا کھینچا کہ فرض مقدار  
پوری ہوگئی تو چار سے تینوں علماء کے نزدیک جائز  
نہ ہوگا امام زفر کا اس میں اختلاف ہے احادیثوں نے  
فرمایا کہ میں "نہر" پر ظن براہوں، یعنی عدم جواز ہائے  
تینوں ائمہ کا قول ہے، "وعلق" کا یہ قول کیونکہ درست  
ہوگا کہ میں نے صرف جواز ہی دیکھا ہے، اور ان مجھے

میں کتابوں غالباً نہر نے دیکھا کہ صورتیں چار  
ہیں، تین انگلیاں رکھی ہرئیں یا کھڑی اور سب کھینچی  
ہوئی یا نہیں، اور ہدایہ میں پہلے نہ کھینچنے کی دو صورتیں  
ذکر کی ہیں، پھر کہا کہ "فلمدھا" تو اس میں ضمیمہ  
"ثلاث اصابع" کی طرحت ہونی چاہئے خواہ وہ رکھی

لے فتح القدر کتاب الطہارت قرانی کتب خانہ پشاور ۱۶/۱

لے ہدایہ الصنائع مطلب مسح الرأس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/۱

او منصوبۃ لیستوہب کلامہ العصور لکن الشان  
انہ مدح ظفر التعل فیضہ احتمال العود الی  
المنصوبۃ لاسیما وھی الاقرب وقد کشف المراد  
فی الحلیۃ حیث قال ، فزیج ، صم یشتتہ  
اصابع منصوبۃ لہ یجزوہ مدھا حتی مبطہ  
المنزوحی لہ یجز عند علمائنا الثلثۃ و لہو  
وضہا و لہ یجد لہ یجز علی روایۃ الیریم ذکرہ  
فی التحفۃ و المحيط و البیان لہ

اور نہ کھینچا تو تھائی کی روایت پر جائز نہیں ، اس کو کھنڈ ، محیط اور ہر الخ میں ذکر کیا ہے اعدت  
اقول علی ان ما عدل الیہ بعض

التأخرین لا عرف لہ محصلاً فان المراد ان  
کان الانفصال عن الاصل فلا یفید الاستعمال  
لانها آتۃ و انما یفید الانفصال عن المحدث  
او عن الرأس کلہ فظاہر القلط او عن موضعہ  
الذی اصابتہ الاصل اولاً فنعلم ولہ یشتتہ  
فیلا یل کان نظیر ما عدل عنہ فالحکم بحصول  
الاستعمال مع کون الماء متروکاً بعد علی  
ففس العضو غیر منفصل عنہ وهو باطل لا یجوز  
ان یفصل فی الخلاصۃ ثم البحر فیما اذا صم باطراً  
اصابعہ و مدھا حتی بلذ المنزوحی انہ یجوز  
سواء کان الماء متعلقاً بالادلا قالا و هو الصحیح  
قال ش قال الشیخ استعمل و نحوه فی الوقایع

ہوں یا کھڑی ، تاکہ ان کا کلام تمام صورتوں کا اشتیاق  
کرے ، لیکن وہ اسس امر کے مدعی ہیں کہ وہ نقل حاصل  
کر نے میں کامیاب ہوئے ہیں تو ضمیمہ کے منصوبہ کی نظر  
لوٹنے کا احتمال اُن کے لیے مقرر ہو گا اور پھر وہ اقرب  
بھی ہے ، اور علیہ میں مراد واضح کی ہے فرمایا ۔ فزیج  
۔ اگر کسی نے تین کھڑی انگلیوں سے مس کیا تو جائز نہیں  
اور اگر ان کو اتنا کھینچا کہ فرض مقدار کو پہنچا دیا تو جائز  
تینوں علاقے نزدیک جائز نہیں اور اگر انگلیوں کو رکھا  
میں کتا ہوں بعض متاخرین نے جس کی طرف

مدل کیا ہے میں اس کا کوئی فائدہ نہیں سمجھتا کرتا  
ہوں کیونکہ اگر ان کی مراد انگلی سے جدا ہونا ہے تو متعلق  
کا فائدہ نہ ہو گا کیونکہ وہ تو اُلہ ہے اس کو تو محل سے  
جدا ہونا یا کل سر سے جدا ہونا مفید ہے ، تو یہ ظاہر  
غلط ہے یا اس کی جگہ سے جہاں انگلی ٹکی ہے یا نہیں  
تو ہاں ، مگر اس سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ نظیر ہو گا  
اس چیز کی جس سے عدول کیا ہے تاکہ استعمال کے  
حصول کا حکم ہو بلکہ پانی متروک ہے غصہ پر اس سے  
جدا نہیں ، اور وہ باطل ہے ، پھر غصہ و جگر میں مرا  
ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی انگلیوں کے کناروں سے  
مس کیا اور ان کو کھینچا یہاں تک کہ فرض کے مقام  
کو پہنچا تو یہ جائز ہے خواہ پانی ٹپکے یا نہ ٹپکے اُن دونوں

سہ ہر الخ الصنائع مطلب مس الرأس سیدہ کمپنی کراچی ۵/۱  
سہ بحر الرائق کتاب الطہارت سیدہ کمپنی کراچی ۱۵/۱

والفیض لکھ ای علی خلاف ما فی المحيط انہ انما  
 یجوز اذا کان متقاطعی لان الماء یغزی من  
 اصابعه الی اطرافها فمدہ کا خذ جدید  
 کیونکہ پانی اس کی انگلیوں کے کناروں تک ٹپکے گا تو اس کا کھینچنا گریبا پانی لینے کے مترادف ہے۔ ت  
 والثانی ما اختار شمس الاثنتہ انب  
 المنع فی صد الاصبم والاثنین غیر معطل  
 باستعمال البلة بذلیل انہ لو صغر باصبعین  
 فی التیمیم لایجوز مع عدم شئ یصیر مستعملاً  
 خصوصاً اذا تیمم علی الحجر الصلد ہی الوجه  
 انما ما موروث بالیسع بالید والاصبغان لا یمس  
 یداً بفلات الثلاث لانها اکثر ما هو الاصل فیها  
 اور ای فی الید وہی الاصل ولذا یجب قطعها  
 امرش الید کا علاوہ ولا المسحوق بعد استحسانہ  
 بانہ یقتضی تعیین الاصابع بالید وهو مقتضی  
 بسألة المظهر وقد یدفع بان المراد تعیینها  
 او ما یقوم مقامها من الکالات عند قصد  
 الاستقاط بالفعل اختیاراً لا ضرورة کون  
 تلك الاثنتہ قدر ثلاث اصابع حتی لو کان عوداً  
 لا یبلغ ذلک القدر قلنا بعدم جواز صدقہ

نے کہا کہ وہی صحیح ہے، سن نے فرمایا شیخ اسمعیل نے  
 فرمایا نیز واقعات اور فیض میں ہے کہ یعنی محیط کے  
 برعکس کہ یہ اس وقت جائز ہے جبکہ پانی ٹپک رہا ہو  
 کہ اس کی انگلیوں کے کناروں تک ٹپکے گا تو اس کا کھینچنا گریبا پانی لینے کے مترادف ہے۔ ت  
 اور دوسرا وہ ہے جو شمس الاثر نے اختیار کیا  
 ہے کہ ایک یا دو انگلیوں کے کھینچنے کی ممانعت تری کے  
 استعمال کی وجہ سے نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے  
 کہ اگر اس نے وہ انگلیوں کی تیمم میں مس کیا تو یہ جائز  
 نہیں بلکہ کوئی چیز ایسی نہیں جو مستعمل ہو خصوصاً  
 جب چکنے پر تیمم کیا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ  
 ہمیں ہاتھ سے مسح کا حکم دیا گیا ہے اور دو انگلیوں کا ہاتھ  
 نہیں کہا جاتا ہے بلکہ ہاتھ کی انگلیوں کے کیونکہ یہ  
 مسح کے اصل میں جو اصل ہے اس کا اکثر حصہ ہیں کہ  
 یعنی ہاتھ اور وہ انگلیاں ہیں اور اسی لیے تین انگلیوں  
 کے کاٹنے پر چورسے یا تنگی دہشت لازم ہوتی ہے  
 اور جمعی نے اس کو پسند کر کے بعد رو کر دیا، کیونکہ  
 اس کا تعاضل یہ ہے کہ ہاتھ کا لگانا ہی ضروری ہے  
 حالانکہ بارش کے مسئلہ کی وجہ سے ایسا نہیں ہے اس کا  
 ایک جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ دراصل مراد ہاتھ  
 کی تعیین ہے یا جو اس کے قائم مقام ہو، کوئی بھی آلہ ہو، جبکہ اختیاری فعل سے استقامت مطلوب ہو، البتہ یہ  
 ضروری ہے کہ وہی آلہ جو تین انگلیوں کی مقدار میں ہو میراث تک کہ اگر کسی نے ایسی ٹکڑی پھیری جو اس مقدار  
 کی نہ تھی تو جائز نہ ہو گا اور

اقول وحاصله ان اليد غير لازمة  
ولكن اذا وقع بها المخرج الالهي ينطلق عليه  
اسمها ونكت لقائل ان يقول او لا مسألة  
المطلقة فيدنا ان مقصود المشوخ اصابة الابل  
القدر والمفروض كيفما كان ولا نظر الى  
الألة ولا الفعل القصدى اصلاً وقد قرر  
مشايخنا ان ذكر اليد المقدم في قوله تعالى  
واصبروا برؤسكم اي ايديكم برؤسكم  
لتقدير المحل دون الألة كما حققه الامام  
صدر الشريعة وابن الساعاتي والمحقق  
نفسه في الفتحة فليتأمل وما نأيا اجمع ان  
لوصف باطراف اصابعه والماء متقاطر  
جاء قطرها في تعيين الألة ملغاة طبعها  
من أساوان القياس على التيمم مع الفارق و  
المثال الثالث ما ابداه بقوله قد يقال عدم الجواز  
بالاصبع بناء على ان الألة متلغاة وقصر  
قبل بلوغ قدر الفرض بخلاف الاصبعين  
فان الماء ينحدر بين اصبعين مضبوطين  
فعدم زيادة احتمال الامتداد الى قدر الفرض  
وهذا ما شهدوا ومفنون فوجب اثبات الحكم  
باعتبار فعلى الاكتفاء بثلاث اصابع يجرى  
عدم الاصبعين لان ما بينهما من الماء يمتد  
قدس اصبع وعلى اعتبار الربع لا يجوز لان  
ما بينهما مما لا يغلب على الظن ان يغلبه الربع

میں گستاخوں کو اس کا حاصل یہ نکلا کہ ہاتھ لازم نہیں لیکن  
جب ہاتھ سے مسح کرنا ہو تو ضروری ہے کہ اتنی مقدار ہو کہ اس  
ہاتھ کا اطلاق ہوتا ہو۔ مگر اس پر متعدد طریقوں سے اعتراض  
ہو سکتا ہے، اول بادش کا مسئلہ ہمارے حق میں مفید  
ہے کیونکہ مقصود شروع یہ ہے کہ تری کی ایک معین مقدار  
لگے چلے خواہ کسی طرح ہو اس میں مذکور ذریعہ بحث  
سے اور نہ اختیاری فعلی، اور ہمارے مشایخ فرماتے ہیں  
کہ فرماں الہی اور مسح کہ دو سروں کا اس کا مفہوم  
یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کا اپنے سروں سے میں محل مقدار  
ہے نہ کہ اہل صدر الشریعہ، ابن الساعاتی اور خود محقق  
رحمہم اللہ یہی تقریر فرماتی ہے، طرہ کر۔

دوم فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کسی  
سے انگلیوں کے پوروں سے مسح کیا اور اُن سے پانی چمک  
رہا تھا تو جائز ہے، تو معلوم ہوا کہ یہاں آلہ کی تعیین  
اہم نہیں ہے اور اس کو تیمم پر قیاس کرنا قیاس میں  
افتراق ہے۔

سوم اخرون نے عدم الجواز بالاصبع کہہ کر  
جو اعتراض کیا ہے سہوہ اس بنا پر ہے کہ تری فرض  
مقدار تک پہنچنے سے قبل ختم ہو جاتی ہے لیکن وہ انگلیاں  
اگر ملی ہوں تو ان میں فرض مستدار تک پانی پہنچ  
سکتا ہے، اس کا مشاہدہ ہے یا ظن غالب ہے، تو  
اس پر اعتبار کرتے ہوئے حکم کا نفاذ لازم ہو گا توین  
انگلیوں پر اکتفا کرنا وہی پیر لے کر جائز قرار دیتا ہے کیونکہ وہ  
درمیان اتنا پانی موجود ہوتا ہے جو مزید ایک انگلی کی مقدار

پہل سکتا ہے اور چوتھائی سر کے اعتبار پر جائز نہیں کیونکہ جو پانی ان کے دو میان سے نکلے غالب نہیں گو وہ چوتھائی کی مقدار کو پورا ہر کے اندر ت

میں کہتا ہوں کہ ان کے کلام کا آخر اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ ان کی مراد یہ حتمی الامتداد الی قدر الغرض سے یمن انگلیوں کا پھیرنا ہے ، تو بہتر یہ ہے کہ اسی سے تعبیر کی جائے تاکہ وہ ہم رفق ہو جائے پھر محقق نے اس کو یہ کہہ کر دلی کیا ہے مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ انگلیوں سے تعین جائز نہ ہو احوال

میں کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کوئی چیز ایسی نہیں جو فنا ہو جاتی ہو ، کیونکہ ہاتھ پر گرد کے نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر ہو تو یہ اضافی امر ہے شرعاً اس کی حاجت نہیں ، تو یہ حکم مذہباً ، اور اگر خبر نہ ہو قربات زیادہ ظاہر ہوگی کیونکہ درحقیقت اور حکماً وہ فوں طرح ہی معدوم ہے اور شخص الاثر کے قول "مخصوصاً علی الحجبہ" میں کہتا ہوں اور جو انہوں نے فرمایا اس کی تردید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ تری کا حکم ہو جانا کوئی عمومی امر نہیں ، جیسا کہ خلاصہ کی تصحیح میں غزالی کہ مسیح انگلیوں کے چوروں کے پھیرنے سے بھی ہوتا تھا خواہ اسی سے پانی نہ بہتا ہو ، حالانکہ مسئلہ کا حکم مطلق ہے ، میرے لیے ظاہر ہوتا ہے (دو) اللہ

اقول انہ کلامہ یشہد ان مرادہ بقولہ  
یحتمل الامتداد الی قدر الغرض هو قدرہ  
علی القول باجزاء ثلاث حکات الادنی التبعیر  
بہ دفعا للوہم ثم ان المحقق سرمدہ بقولہ  
الا ان هذا یلک علیہ عدم جواز التبعیر  
باصبعین اللہ

اقول ای فلیس ثمة شیء یفسخ  
یتلاشی اذا حاجت الی اثرہا علی الید فان  
کان ففصل غیر ملتفت الیہ شرعاً حکام  
معدوما حکما و ان لم یکن فافہم لعدم حقیقۃ  
وحکامہا علی ما یقول شمس کافۃ خصوصاً  
اذا تم علی الحجبہ الصلۃ فہذا اکل ما اوجبت  
المحقق و لم یفصل اہل فیہ فصلا۔

الصلۃ کا یہی مفہوم ہے ، یہ وہ بحث ہے جو محقق نے کی ہے اور اس میں کسی قول فیصل کو ذکر نہ کیا۔ (ت)۔  
اقول ویرید ایضاً علی ما بیداء ان فناء  
البلل غیر مطرد اما سمعت تصحیح الخلاء  
الجواز فی مد الاطراف و امن لم یکن الماء  
متطافراً من حکم المسألة مطلقہ یلک علیہ  
واللہ تعالی اعلم امن لا یخلص الا ان  
یقال ان المراد بعدم الاجزاء ما اذا كانت

لہ فتح القدر کتاب الطہارت فوریہ رضویہ سکھر ۱۴/۱  
لہ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الرابع فی المسح نوکثور کفہ ۲۶/۱

البلة خفيفة تفتى باول وضم او قليل مسوحى  
لا تبقى الا ندوة لا تفصل عن اليد قبل الرأس  
ولعله هو الاحتمار وقوما وتصحيح الخلاصة  
ما اذا كانت كثيرة تبقى الى بلوغ القدر المقرر ومن  
بيش تفصل في كل محل وتصيب وهذا هو  
مراد المحيط بالمقاطرة فتشقق الكلمات وانت  
اذا نظرت الى الوجه اعنت بهذا التفصيل  
كيف ولا معنى لاجزاء الندوة في الصورة  
الاولى ولا لاعداد البلة في الصورة الثانية  
فليكن التوفيق وبالله التوفيق اما حديث  
التيسيم **قا قول** لا يذ فيه من قصد المكلف  
وفعله الاختيارى فيكون تقرير الامام في  
الاشية فيه مباح الا ترى انهم صرحوا  
ان التيسيم باصميم او اصبميين وكرر مرارا  
ليرجع كما في الهمز عن السراج من الايضاح  
ولو صرحوا به باصميم واحدة وكرر ايضا  
في مواضعهم اجماعا فلا يطلب موافقة  
ما هنالك في التيسيم حتى يعكس عليه مبه اذا  
لا تعين للالة ههنا اصلا بخلافات التيسيم  
وذلك ايضا في الطريق المعتاد اعني التيسيم  
باليد والا فقد نص في العملية انه لا  
تسلك في السراج يجوز ان اصحاب  
وجهه وندوا عليه وكيفية لانه اتي بالمقر  
وزيادة الاقلا اى يجوز ان يضى كذا

له عليه

تعالى اعلم ان اس اعتراض سے چھٹکارے کی ایک  
ہی شکل ہے کہ اس سے یہ مراد لی جائے کہ جب تری اتنی  
کم ہو کہ رکھتے ہی ختم ہو جائے یا تھوڑا سا پھیرنے پر ختم  
ہو جائے اور محض اتنی باقی رہے کہ پاتھ تر ٹھوس ہو اور  
وہ سر کو تیز کر سکے اور غالباً عام طور پر ایسا ہی واقعہ ہوتا  
ہے، اور غلامہ کی تصحیح سے مراد یہ ہو کہ جب تری اتنی  
زیادہ ہو کہ فرض مقدار تک پہنچنے کے بعد بھی باقی ہے  
یعنی اس طور پر کہ ہر جگہ جدا ہو اور تک جائے، اور عبط کی  
مراد قعطر سے یہی ہے اس طرح تمام عبارات میں  
اتفاق ہو جائے گا اور جو تم علت کو دیکھو گے تو  
یقین آجائے گا کیونکہ پہلی صورت میں تری کے پھینے  
کے اور کئی معنی نہیں اور نہ ہی دوسری صورت میں  
تری کو ضائع کرنے کے، تو اس طرح تطبیق دینی چاہئے  
وباقی التوفیق۔

دہی حدیث تیسیم تو اس میں مکلف کا ارادہ اور  
اس کا اختیاری فعل ضروری ہے، تب شمس الاممہ  
کی تقریر اس میں بدل سکے گی، یہی وجہ ہے کہ فقہاء  
نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی نے ایک یا دو  
انگلیوں سے تیسیم کیا اور ان کو بار بار پھیرا تو جائز نہیں  
جیسا کہ بحر میں سراج سے ایضاح سے منقول ہے،  
اور اگر ایک انگلی سے اپنے سر کا مسح کیا اور چار انگلیں  
جگہوں پر اس کا تکرار کیا تو اجماعاً صحیح ہے، تو اس  
کی مرافقت تیسیم کے معاملہ سے نہ کی جائے تاکہ اس سے  
اعتراض لازم آئے کہ نہ یہاں آدھ کا تعین بالکل نہیں

وینقصہ اللہ تعالیٰ اعلم۔  
 بخلات تیمم کے، اور یہ بھی معاد طریق میں ہے، یعنی ہاتھ  
 سے تیمم میں ورنہ جلی میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص خاک میں ٹوٹ پوٹ ہو گیا اور خاک اس کے چہرے، ہاتھوں  
 اور پائوں کو لگ گئی تو کافی ہے کیونکہ اُس نے نہ صرف فرض ادا کر لیا بلکہ اس سے بھی زیادہ کر لیا، ورنہ نہیں ہو  
 یعنی اگر اس نے نیت کی ہے تو کافی ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

---



## فتویٰ مستثنیٰ بہ

النمیقة الانقی فی فرق الملاق والمسلق<sup>۲۴</sup>  
 غنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر (ت)

مسئلہ ۲۹

رجب ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بہ وضو یا جنب کا ہاتھ یا انگلی یا ناخن وغیرہ  
 لوٹے یا گھڑے میں پڑ جائے تو پانی وضو کے قابل رہتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں اس سے پانی مکروہ ہو جاتا ہے  
 اور اگر قابل وضو رہے تو کس طرح قابل کیا جاسکتا ہے تینا تو خبردار۔

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد لله الذي انزل الذکر الملق علی السيد الطیب الطهور الاسبق  
 الملاق سے یہ لیلۃ الاسراء علیہ صمد بہ الصلوة الذھراء علی آلہ وصحبہ واعتد و حزیبہ  
 الی یوم النقاء امین رابع و معتد یہ ہے کہ مکلف پر جس عضو کا دھونا کسی نجاستِ محکمہ مثل حدث و جنابت و  
 انقلاص حیض و نفاس کے سبب بالفعل واجب ہے، وضو یا اس کا کوئی حصہ اگرچہ ناخن یا ناخن کا کنارہ آبِ غیرِ کثیر  
 میں کہ نہ جاری ہے نہ وہ درودِ جبہ ضرورت پڑ جائے پانی کو قابل وضو غسل نہیں رکھتا یعنی پانی مستقل ہو جاتا ہے کہ خود  
 پاک ہے اور نجاستِ محکمہ سے تطہیر نہیں کر سکتا اگرچہ نجاستِ حقیقیہ اُس سے دھو سکتے ہیں، یہی قولِ نایب و درج ہے  
 علامہ کتب میں اس کی تصریح ہے اور یہ خود ہمارے ائمہ ثلاثہ امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
 سے منصوص و مروی آیا آکا بر شایع مثل امام ابو جعد اللہ جرجانی و امام ابو الحسین قدوری و امام ملک العلماء ابو بکر  
 کاشانی و امام فقیر النفس غفر اللہ عنہ خان قاضی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اُسے ہمارے ائمہ کا مذہب متفق علیہ  
 بتایا۔ فقیر غفرلہ المونی القدر نے اپنی ایک تحریر میں اُس پر ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوا پالیس ائمہ و کتب کے  
 نصوص نقل کئے اور بعض علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالیٰ کو جو اس میں شبہات واقع ہوئے ان کے جواب دیے۔

یہاں اولاً قواعد قیود اور احکام کے متعلق مسائل ذکر کریں۔

ثانیاً تمام جواب۔

ثالثاً تحقیق مقام و اجابت جواب اور اس کے لیے اپنی تقریر مذکور سے رفع جواب۔

واللہ التوفیق فی کل باب والحمد للہ الکریم الوہاب۔

### قواعد قیود و مسائل مورد

**قائدہ ۱** تا بانگ اگرچہ ایک ہی کم پندرہ برس کا ہو جبکہ آثار بلوغ مثل احتلام و حیض ہونے شروع نہ کئے ہوں اُس کا پاک بدن جس پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو اگرچہ تمام و کمال آبِ قلیل میں ذوب جائے اُسے قابلیت وضو و غسل سے خارج نہ کہے گا لعدم الحدث (ناپاک ہونے کے وجہ سے) اگرچہ بحال احتمال نجاست جیسے ناکھچوں میں ہے پھر الفضل ہے ہاں پر نیت قربت کچھ ال بچے سے واقع ہو تو مستعمل کر دے گا۔

لأنه من أهلها وقد بينا المسئلة في الطرس المعدل۔

الطرس المعدل۔

وجیز امام گردری میں ہے ۱

ادخل صبي يد في الاتراء ملحطها لها ۱۱۱۱۱ اگرچہ نہ پانی میں نہ ہو والا۔ اور یہ معلوم ہے کہ اُس کا

يد و بان کا نہ ملے سقیم یہ حفظہ او غسل بیدہ

فهرطها من وان ملحطها مسته فنجس وان

شك فالحسب ان يتوضا بخيرة لقوله

صلى الله تعالى عليه وسلم دع ما يربك اسل

ما لا يربك المختار ان وضوء الصبي العاقل

مستعمل وخير العاقل لا۔

چھوڑ کر وہ اختیار کر دے جو شک میں نہ ڈالے۔ مختار یہ ہے کہ مائل بچہ کا وضو کرنا پانی کو مستعمل بناتا ہے غیر مائل کا

نہیں بناتا۔ (ت) اسی لیے ہم نے مکلف کی قید لگائی۔

**قائدہ ۲** اقول قول بعض پر کرمٰت نجاست حکم ہے اگر نیت کا باعث یا پاؤں مثلاً آبِ قلیل میں قبل

غسل پڑ جائے اگرچہ بے نیت غسل تو پانی کو مستعمل کرے گا کہ زوال نجاست کے لیے نیت کی حاجت نہیں اگرچہ اچھا پڑ

لے فتاویٰ ہزاریۃ المعروف الوجیز الکروری علی المشایخ الہندیۃ نوع فی المستعمل والقیّد المطلق فرائی کتبہ شامہ پشاور ۱۳۸۹

اس فرض کفایہ کے سقوط کو اُن کی جانب سے وقوع فعل قصدی لازم ہے لہذا اگر میت دریا میں ملے تو جب تک ایسا اپنے قصد سے اسے پانی میں جنبش نہ دیں اُن پر سے فرض نہ اترے گا اگر میت کے سبب بدھ پر پانی گزر گیا تو اسے طہارت حاصل ہو گئی ورنہ غسل دینے سے اس پر نماز جنازہ جائز ہے اور خاص غسل میت کی نیت تو ایسا پر بھی ضرور نہیں اپنا قصدی فعل کافی ہے یہی اس مسئلہ میں قرنی و تحقیق ہے اور مختار میں ہے،

(ان غسل، المیت) (بتیرنیۃ اجزائہ) بطہارتہ  
لا لا سقاط الغرض عن زمة المكفی (و لہذا  
قال) (لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسلہ  
ثلثا) (لنا امرنا بالغسل فیہ کہ فی الماء بقیۃ الغسل  
ثلثا فتح و تعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ  
بلا اعادۃ غسلہ صح و ان لم یسقط وجوبہ  
عنہم فتدبر۔

کہ اگر اس کی نماز جنازہ اُس کے غسل کے اعادہ کے بغیر پڑھ لی گئی تو دو گوں سے جنازہ کا وجوب ساقط ہو جائیگا اگرچہ  
ان سے غسل کا وجوب ساقط نہ ہو گا۔ فتدبر۔ ت۔  
غایہ میں ہے،

انما مزیل بطبعہ فکما لا تجب النیۃ فی غسل  
الہی فکذا لا تجب فی غسل المیت و لہذا اقل  
فی فتاویٰ قاضی خان میت غسلہ اہلہ عنہ  
خیر نیۃ الغسل اجزائہ و لہذا  
رد المحتار میں ہے،

وصورہ فی التجرید والاسبیجانی والمقتاح  
بعدم اشترطوا ایضا  
تجرید، اسبیجانی اور مقتاح میں بھی نیت کے شرط نہ کرنے  
کی تصریح ہے۔ ت۔

ملہ الدر المختار باب صلوۃ الجنائزہ بمقتائی دہلی ۱۲/۱

ملہ غایۃ مع الفتح فصل فی الغسل للمیت زوریہ رضویہ سکھر ۴۴/۲

ملہ رد المحتار ابواب مصر ۶۳۵/۱

اُسی میں ہے :

قال في التجنيس لا بد من النية في غسله في  
الطاهر وفي الغائبة اذا جرى الماء على الميت  
او احياهه الطهر عن ابي يوسف لا يتوب عنه  
الغسل لانا امرنا بالغسل وذلك ليس بغسل  
وفي النهاية والكفاية وغيرهما لا بد منه الا ان  
يحركه بنية الغسل اه ثم نقل قوض الغسل  
باستظهار ان اشتراطها الاستقاط وجوبه عن  
المكلف لا لتحصيل طهارته هو وشرط صحة  
الصلاة عليه اه ثم مناقشة الغنية له بان ما مر  
عن ابي يوسف يفيد ان الغرض فعل الغسل  
مناحق لو سلم تعليم الغير كفى وليس فيه ما يفيد  
اشتراط النية للاستقاط الوجوب بحيث يستحق  
العقاب بتركها وقد تقر في الاصول ان ما  
وجب لغيره من الافعال المحسية يشترط وجوده  
لايجادها كالسعي والطهارة فمما لا ينال ثواب  
العبادة بدونها اه قال واقره الباقون اه  
بما في المحيط لو وجد الميت في الماء لا بد من  
غسله لان الخطاب يتوجه الى بني آدم ولم يوجد  
منهم فعل اه فلو خص انه لا بد في استقاط الغرض  
من الفعل واما النية فشرط لتحصيل الثواب  
ولذا اصر تفسير الزمكية في وجوب التسليم مع  
انه النية شرطها للاسلام فيسقط الغرض عنها  
يفعلنا بدون نية وهو المتبادر من قول الخاتمة  
اجزأهم ذلك اه

اور تجنيس میں ہے کہ ظاہر قول کے مطابق مردہ کے غسل  
میں نیت ضروری ہے، اور غائبت میں ہے اگر میت پر  
پانی نہ گیا یا بارش پڑ گئی تو ابو یوسف سے منقول ہے  
کہ یہ غسل شمار نہ ہوگا، کیونکہ یہیں غسل کا حکم دیا گیا ہے اور  
یہ غسل نہیں ہے، اور نہ یا یہ کفایہ وغیرہ میں ہے کہ  
مردہ کو ایسی صورت میں بریت غسل حرکت دینا لازم ہے  
پھر انہوں نے فتح کی تطبیق نقل کی اور یہ بھی ذکر کیا کہ اگر  
دینے کی شرط اس لیے ہے کہ غسل کا وجوب مکلف سے  
ساقط ہو جائے، یہ نہیں کہ مردہ پاک ہو جائے، اور نہ یہ  
اُس پر نماز کی صحت کی شرط ہے اور پھر ان کا فنیہ سے  
یہ جھگڑا کرتا کہ جو فعل ابو یوسف کی گزری اُس سے معلوم  
ہوتا ہے کہ فرض یہ ہے کہ ہم زندہ لوگ اُس مردہ کو  
غسل دیں یہاں تک کہ اگر مردہ کو دوسروں کو سکھانے  
کی غرض سے غسل دیا تو کافی ہو گا مگر اس میں یہ موجود نہیں ہے  
کہ نیت بھی استقانا واجب کے لیے شرط ہے کہ اگر نہ ہو  
تو وہ خطاب کا مستحق ہو، اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ  
جو افعال حسیہ غیر کے لیے واجب ہوں تو ان کا وجود  
ضروری آؤ کہ ایجاد ان کے موجود نہ کیے ضروری ہے جیسے کہ  
سعی اور طہارت، ان نیت کے بغیر عبادت کا ثواب  
نہیں ملے گا اور فرمایا اس کو باقانی نے مقرر رکھے ہیں  
اس کی تائید محیط سے کی ہے، محیط میں ہے کہ اگر  
میت پانی میں پانی گئی تو بھی اس کا غسل ضروری ہے  
کیونکہ خطاب بنو آدم کو ہے اور اُن سے کوئی فعل  
پایا نہیں گیا اور خلاصہ یہ نکلا کہ استقاط منہر عن میں

کسی ترکس فعل کا ہونا ضروری ہے اور نیت حصولی قراب کے لیے شرط ہے اس لیے ذمی جودت اپنے مسلمان شہر ہر کو غسل دے سکتی ہے حالانکہ نیت کے لیے اسلیم شرط ہے تو فرض ہمارے فعل سے ساقط ہو جائے گا خواہ نیت نہ ہو اور غائیہ کے قول اُجْزَاہُمْ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اور - ت

**اقول** هذا كله على التبادر من ارادة النية الشرعية اما لو حصلت على قصد الفعل ارتفع النزاع فان المأمور به المكلف لا يكون الا فعله الاختياري فباوقوع منه من دون قصد منه لا يخرج من عهدة ايجاب الفعل و غسل الميث له وجهان وجه الى الشرطية و هو عدم صحة الصلاة عليه بدون الطهارة و هذا ما يكثر فيه وجودة بلا ايجابه كطهارة التي ووجه الى الفرعية عليه ولا يتأق الا بفعل ترقه قصد او لولم تقصد العبادة المأمور بها وهذا معنى قول ابی يوسف لان اجتناب بفعل وقول المحيط ان الخطاب يتوجه الى بني آدم وبهذا اتفق النحاة ويظهر مما في كلام الغنية والله الحمد.

میں کہتا ہوں یہ سب نیت شرعیہ کے ارادہ سے تبادر ہے اور اگر نیت سے مراد ارادہ فعل یا جائے تو اختلاف ختم ہو جائے گا، کیونکہ مکلف کو جو حکم دیا گیا ہے وہ اس کا فعل اختیاری ہو گا اور جو اس سے بلا قصد و اختیار سرزد ہو وہ ایک واجب فعل کی ذمہ داری سے اس کو ملے گا برا نہیں کر سکتا اور غسل میت کی دو وجہیں ہیں ایک تو شرطیہ کی طرف اور دوسرے یہ ہے کہ اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس صورت میں غسل کا وجود کافی ہے خواہ اس کی طرف سے ایک باندہ بن جائے جیسے زندہ انسان کی پاکی اور ایک دوسرے پر فرضیت کی سبب اور یہ اُسی فعل سے مراد ہو سکتی ہے جو قصد کیا جائے اگرچہ مأمور بہا عبادت کا قصد نہ کیا جائے اور یہی مفہوم ہے حضرت امام ابو یوسف کے قول اس لیے کہ ہم کو غسل کا حکم دیا گیا ہے اُٹھنا اور عیض کے اس قول کہ خطاب بنو آدم کی طرف متوجہ ہے

کا بھی یہی مفہوم ہے اس طرح مختلف اقوال میں تطبیق ہو جائے گی اور جو فقہ میں ہے وہ ظاہر ہو جائے گا و قد الحمد۔ اسی لیے ہم نے مکلف پر عیض کا دھونا واجب کہا نہ مکلف کا عضو کو میت مکلف نہیں۔

قائدہ ۳: عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے غون متعلق نہ ہوا اس حالت میں اگر اس کا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہو گا کہ ہنوز اس پر غسل کا حکم نہیں والمسألة في الغائبة والخلاصة والبحر وغیرہ اس لیے ہم نے بالفعل کی قید ذکر کی۔

قائدہ ۴: جس عضو کا جہان تک پانی میں ڈالنا بغیر دست ہر اتنا صاف ہے پانی کو مستعمل نہ کرے گا۔

(۱) پانی گھس یا چھوٹے عوض میں ہے کہ وہ درود نہیں اور کوئی برقی نہیں جس سے نکال کر دھو کر سے تو چلو لینے کے لیے

اُس میں ہاتھ ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا۔

- (۲) اسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کھنی یا نصف کلٹی تک ڈالی کر چلو یا یعنی جس قدر کے ادخال کی چلو میں حاجت نہ تھی مستعمل ہو جانے کا کہ زیادت بے ضرورت واقع ہوئی۔
- (۳) کوئی یا ٹکے میں کٹرا ڈوب گیا اُس کے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا پڑا مستعمل نہ کرے گا اگرچہ بازو تک ہو کہ ضرورت نہ ہو۔
- (۴) برقی میٹاؤں پر ڈالیا پانی مستعمل ہو گیا کہ اس کی ضرورت نہ تھی۔
- (۵) کتھنیں یا حوض میں ٹھنڈے پانی کو غوطہ مارا یا صرف ہاتھ یا پاؤں ڈالا مستعمل ہو گیا کہ ضرورت نہیں۔
- (۶) برتن یا حوض میں ہاتھ ڈالا تو حق پُلُو لینے کو پھر اُس میں ہاتھ دھوئے کی نیت کر لی مستعمل ہو گیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف پُلُو لینے کی حاجت تھی۔
- (۷) کتھنیں سے ڈول نکالنے لگسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کر لی بلا اتفاق مستعمل ہو گیا اگرچہ امام محمد نے ٹول نکالنے کے لیے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی ضرورت نہ تھی و حق علیہ۔

فتح القدر میں ہے :

لو ادخل المحدث او المجنب او العائض المستحق طهرت اليد في الماء للاختلاف في تصدير مستعملين للحاجة بخلاف ما لو ادخل المحدث وجعله او من أسه حث. يفسد الماء لعدم الضرورة وفي كتاب المحسن هو ان حيفته وحسن الله تعالى عنه لا خمس جلب او غير متوضئ يد به الى الرفيقين او احد من جلبه في اجابة لم يجز الوضوء منه لانه سقط فرضه عنه وذلك لان الضرورة لم تتحقق في الادخال الى الرفيقين حتى لو تحققت بان وقم الكوز في الجيب فادخل يده الى الرفيق لا خراج له لا يصير مستعملاً نص عليه في الخلاصة قال بخلاف ما لو ادخل يده للثبوت لعدم الضرورة ثم ادخل محجور الكف انما لا يصير مستعملاً اذا لم يرد الغسل فيه بل اراد رفع

اگر بے وضو، جنب یا پاک ہو جانے والی عائض عورت نے اپنا ہاتھ پُلُو لے کر پانی لینے کے لیے پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرورت کیا گیا ہے، لیکن اگر بے وضو نے اپنا سر یا پیر اس پانی میں ڈال دیا تو مستعمل ہو جائے گا کیونکہ بغیر ضرورت ہوا اور حسن کی کتاب جو ابو حنیفہ سے ہے میں ہے کہ اگر جنب یا بے وضو نے اپنے دونوں ہاتھ کتھنوں تک یا ایک پیر کیس مرتبان میں ڈالے تو اُس سے وضو جائز نہیں کیونکہ اس طرح اس کا فرض اس سے ساقط ہو گیا کیونکہ کتھنوں تک ہاتھوں کو ڈوبنے کی کوئی ضرورت نہ تھی ہاں اگر بضرورت ہو، مثلاً ٹوٹا کتھنوں میں گر پڑا اس کو نکالنے کے لیے ہاتھ کتھنوں تک اس میں ڈالنا پڑا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، یہ خلاصہ میں منقول ہے فرمایا اگر ہاتھ محض ٹھنڈے کی حاصل کرنے کے لیے بلا ضرورت ڈالا تو اس کا یہ حکم نہیں، کیونکہ وہاں ضرورت نہیں، پھر

الماء وفي الميتة وغيره بتبديد يصير مستعملا  
انكان محدثا والا فلا به باختصار۔

میں ہے شہدک حاصل ہونے سے مستعمل ہو جائے گا اگرچہ وضو ہو رہے نہیں اور۔ ت  
روا مختار میں زیر قول شارح محدث النفس فی بدل لود لہرینو ذیہ وضو جس نے ڈول نکالنے کیلئے  
کنز میں غلط لکایا اور نیت نہ کی۔ ت (فرمایا:

لہرینو ای الاغتسال فہو نزعہ صاہر مستعملا بالاتفاق  
الافی قول من غیر سراج والمراد لہرینو بعد انفاہ  
فلا یبای فی قولہ لد لو افادہ ط۔

و لہذا ہم نے بے ضرورت کی قید لگائی۔

فائدہ ۵ : امام ابو یوسف سے روایت معروف ہے کہ حضور کا لکڑا ڈوب جانے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا  
جب تک پورا عضو نہ ڈوبے، مثلاً انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہ ہوگا کعبہ دست کے ڈوبنے سے حکم استعمال  
دیا جائے گا اور صحیح یہ ہے کہ بے ضرورت کتنا ہی چیز مستعمل نہ ہوگی۔ ت (تقریر میں ہے :

لو ادخل الجنب فی البئر غیر البید و المرحب من  
الجسد افسد لان الحاجة فیہما و قولنا من  
الجسد یفید الاستعمال با دخال بعض عضو  
و هو یوافق المروء عن ابی یوسف فی الظاہر  
اذا دخل رأسہ فی الاناء و ابتل بعض رأسہ  
انہ یصیر مستعملا اما الروایۃ المعروفة عن  
ابی یوسف انہ لا یصیر مستعملا ببعض العضو۔

سے فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء بالیکون  
سے در مختار باب النیاء  
سے روا مختار  
سے فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء بالیکون  
نورانی کتب خانہ پشاور ۶۶/۱  
مجتبائی دہلی ۳۴/۱  
مصطفیٰ الباقی مصر ۱۳۸/۱  
نوریہ وغیرہ مسکرم ۷۸/۱

اُسی میں اس سے کچھ پہلے ہے :

انہ کان اصبعا و اکثر دون الکف لا یضروہ  
الکف بخلاف ذکرہ فی الخلاصة ولا یخلو من  
حاجة الی تأصل وجہہ

اگر انگلی یا اس سے زیادہ ہوا اور پتیلی سے کم ہو تو مضر  
نہیں اور پتیلی کے ساتھ اس کے برعکس ہے، اس کو  
ظاہر میں ذکر کیا، اس میں ضرورت ہے کہ اس کی وجہ پر  
فوری جائے۔ ت

وجہ امام کروری میں ہے :

المعروف من الاہام الثانی عدم الفساد ما لم  
یصغر عضو او اما و الفساد طواظہ

امام ثانی سے مشہور یہ ہے کہ جب تک پورا عضو داخل ہو  
فساد نہیں حالانکہ ذرا ظاہر ہے۔ ت

اقول الحق ان الساطع الحاجة فحیث

میں کتاہوں میں یہ ہے کہ حکم کی علت حاجہ

کانت تند فم ببعض العضو فدخل حصلہ

تو جہاں ضرورت عضو کے بعض حصے سے پوری ہو جاتی ہو

یصیر مستحیلا و لعل هذا هو محمل تلک

وہاں اگر کل عضو ال دیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور

الروایۃ انہ خال الاصابہ للاغتراف لا یفسد

شاید یہ اس روایت کا محل ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ

بخلاف الکف ولہذا اقال فی الخانیۃ من

چلو بھر کر پانی لینے کے لیے انگلیوں کا ڈالنا پانی کو فاسد

باب الوضوء ان لم تکن معہ اشیء صغیرۃ

نہیں کرنا بخلاف پتیلی کے، اس لیے خانیہ کے باقیہ

فانہ یفترق من التوریا صابون لا یفسد

میں ہے اگر اس کے پاس چھوٹا برتن نہ ہو تو طشت

مضمومۃ لا بالکف

سے اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر پانی نکالنے پتیلی

نڈالے۔ ت

ولہذا ہم نے حکم عام رکھا باقی فرائض ہمارے رسالہ الطرس المعجل سے ظاہر ہیں اسے قابل وضو کرنے کے دو طریقے

ہیں، ایک یہ کہ اپنی مقدار سے زائد آب ظاہر مظہر میں ملا دیا جائے سب قابل وضو ہو جائے گا۔ درختان میں ہے،

غلبۃ السخا طلو مما ثلا کمستعمل فی الاجزاء

فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر

تو اعتبار اجزاء (مقدار) کا ہو گا، اگر مطلق نصف سے زیادہ

سے فتح القدر باب الماء الذی یوزرہ الوضوء ما لا یجوز

لہ بزارۃ مع السندیۃ فوز فی المستعمل والمقید والمطلق

کہ خانیہ مع السندیۃ صفحہ الوضوء

فورۃ وغیرہ سکھ ۶/۱

فورانی کتب خانہ پشاور ۹/۴

۲۳/۱



بالکل والا کلا۔

توسب سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ ت  
دوسرے یہ کہ اس میں طہر پانی ڈالتے ہیں یہاں تک کہ اس کا برقی بھر کر ایلے اور بہتا شروع ہو سب طہر  
ہو جائے گا کہ اس طرح پاک پانی کے ساتھ بہانے سے ناپاک پانی پاک ہو جاتا ہے تو غیر طہر کا طہر ہو جانا بدرجہ اولیٰ  
درجہ تیس ہے۔

الصغار طهارۃ المتنجس بمجرد جویانہ تک  
مختار قول یہ ہے کہ نجس پانی غسل جاری ہونے سے پاک  
ہو جائے گا۔ ت

رد المحتار میں ہے،

بمجرد جویانہ ہاں یہ دخل من جانب و  
یخرج من آخر حال دخوله وان قل الخارج  
بحر ولا يلزم ان يكون مستلثا اول وقت الدخول  
لانہ اذا كان ناقصا قد دخل الماء حتى امتلأ  
وخرج بعضه طہر ایضا کما حققہ فی الخلیۃ  
نکل جائے تو میری پانی پاک ہو جائے گا، جیسا کہ جاریہ میں تحقیق کی۔ ت  
بدلتے میں ہے،

وعلى هذا حوض الحمام او الكلاؤ انى اذا تنجس  
احد اسی پر مقام کے حوض کو قیاس کیا جائے یا برتنوں کو  
جب وہ ناپاک ہو جائیں۔ ت  
شامی میں ہے،

مقتضاہ انہ علی قول الصحیحہ تطہر الکلاؤ انی  
ایضا بمجرد الجریان وقد حلل فی البدایہ  
هذا القول بانہ صائر ماء جار یا فاقضی  
الحکم واللہ الحمد آمہ وتمامہ فیہ۔  
اس کا متعلق یہ ہے کہ قول صحیح پر برتن بھی غسل پانی کے  
بچنے سے پاک ہو جائیں گے اور اس کی وجہ بدلتے میں  
یہ بیان کی ہے کہ یہ جاری پانی ہو گیا تو جاری پانی کا  
حکم اس پر لاگو ہو گا۔ تو حکم ظاہر ہو گیا و اللہ الحمد آمہ  
اس کی مکمل بحث اسی میں ہے۔ ت

۱/۳۳۱ ۳۳۱/۱ ۱/۳۶۱

۱/۱۴۴ ۱۴۴/۱ ۱/۱۴۴

۱/۱۴۴

بعض لوگوں کا کہنا کہ اس سے پانی مکروہ ہو جاتا ہے اگر چنے کے حق میں مراد تو ذہب صبیح پر مبنی ہے کہ ماء مستعمل ظاہر ہے مگر نہیں اُس سے وضو نہ ہو گا اور پینا مکروہ۔ علیہ پھر شکی میں ہے: بلعہ ایاء مکروہا (اسکا اس کے نکلنا مکروہ ہے۔ تہذیب و تہذیب میں ہے،

هو ظاهر و لو من جنب وهو الظاهر لكن يكره شربه والعجب به تنزيها للاستقذار و دخل رواية نجاسته تحريما۔

وہ پاک ہے خواہ جنب سے ہی ہو اور یہی ظاہر ہے لیکن اس کا پینا اور اس سے آنا گندھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس سے گھن آتی ہے، اور نجس بننے کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے (تہذیب)

اور اگر وضو کے حق میں مقصود یعنی اس کے وضو ہو جائے گا مگر مکروہ ہے تو ذہب صبیح پر مبنی ہے صبیح یہی ہے کہ اس سے پانی مستعمل ہو جائے گا اور اُس سے وضو صحیح نہ ہو گا نہ یہ کہ صرف کراہت ہو کما نہ حقیقہ بتوفیق اللہ تعالیٰ قدس اوانہ بتوفیقہ عز شانہ۔

تحقیق المقام بفضل الملك العلامة اقول وبالله التوفيق انت الفروع متوافقة والنقل من امتنا الثلاثة معنى الله تعالى عنهم ومن بعدهم متوافقة لخصوص معتقدات المشوكة الفوائد متوافقة شاهدة على ان المحدث اذا ادخل حضوة قبل غسله في ماء قليل فانه يجعل الماء مستعملا الا ما كان من ضرورة فحفة قال في الفتاوى بعد اقامة البيعة على امت وهم المحدث ايضا عقير المساء وان لم تكن معه نية قربة مانعته وبهذا يبعد قول محمد انه التقرب فقط الا ان يسنم كون هذا احد هيبه كما قال شمس الاثمة قال لانه ليس بحروي

میں بفضلہ تعالیٰ کتابوں کے متوالفروہ اور ہمارے تینوں ائمہ اور بعد کے علماء کی فتویٰ اور متون و شروح و تفسیرات کے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو شخص جب اپنا کوئی عضو و حصہ بغیر تھوڑے پانی میں ڈالے گا تو وہ پانی مستعمل ہو جائے گا، یاں ضرورتاً ایسا کرنا معاف ہے، کیج میں اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ رنجہ حدث بھی پانی میں تغیر پیدا کر دیتا ہے خواہ اس میں تقرب کی نیت ہو، اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اس سے امام محمد کا قول کہ صرف تقرب متغیر ہوتا ہے، بعید ہو جاتا ہے، یہی کاغذ ہب نہ مانا جائے، جیسا کہ شمس الاثمة نے فرمایا کیونکہ یہ اُس سے مروی نہیں ہے، اور اُن سے صحیح یہ ہے کہ حدث کا پانی سے زائل کرنا پانی کو فاسد کر دیتا ہے،

عنه والصحيح عندنا ان ازالة الحدث بالماء  
مفسد له ومثله من الجرجاني وما استدلوا  
به عليه من مسألة المنفوس لطلب الدلوحيث  
قال محمد الرجل طاهر والماء طاهر جوا به ان  
الاشربة عندنا مفسدة الا عند الضرورة والى جهة  
كقولنا جميعا لو ادخل المحدث او الجنب المياض  
المق طهرت اليد في الماء فلا غتراف لا يصير  
مستعملا للحاجة بخلاف ما لو ادخل سر جلد  
او رأسه حدث يفسد الماء لعدم الضرورة وفي  
كتاب الحسن من ابي حنيفة انه خمس جنب او  
غير متوضئ يديه الى المرفقين او احدى رجليه  
في اجابة لم يجوز الوضوء منه لانه سقط فرضه  
عنه وذلك لان الضرورة لم تستحق في ردو الخ  
الى المرفقين حتى لو تحققت بانه وكلم الكون  
في الجنب فادخل يده الى المرفق لاخر اجه  
لا يصير مستعملا من حليته في الخلاصة  
قال بخلاف ما لو ادخل يده للتبريد يصير  
مستعملا لعدم الضرورة وفي التبيين  
نحوه وزاد عطلا لمحمد في مسألة البسوا  
وقوع الدلو في البئر يكثر الجنابة تكثير الغس  
فلا يغتسل الاخراج الدلو كلما وقع يجر جواته  
وفي الغاية اتفق اصحابنا رحمهم الله تعالى

اور اسی کی مثل جرجانی سے منقول ہے، انھوں نے اس شخص  
سے استدلال کیا ہے جو دل نکالنے کے لیے پانی میں غوطہ  
لگائے۔ امام محمد نے اس شخص کی بابت فرمایا مرد بھی پاک ہے  
لو پانی بھی پاک، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر الحدث ان  
کے نزدیک پانی کو فاسد کر دیتا ہے مگر ضرورتاً نہیں کرتا ہے  
جیسا کہ ہم سب کہتے ہیں کہ اگر بے وضو، پاک یا ساتھ جو  
پاک ہو گئی ہو اگر پانی میں ہاتھ ڈال کر چلو بھریں تو ضرورت  
کی وجہ سے یہ پانی مستعمل نہ ہوگا، ہاں اگر سر یا سر ڈالا  
تو پانی فاسد ہو جائے گا کہ یہاں ضرورت نہیں ہے،  
اور حسن کی کتاب میں ابو حنیفہ سے ہے کہ اگر جنب یا بے وضو  
شخص نے اپنے دونوں ہاتھ کھینچ کر ایک پر تھام لیا  
ڈال کر اس سے وضو جائز نہیں، کیونکہ اس کا فرض ساقط  
ہو جاتا۔ کیونکہ دونوں کھینچ کر ڈالنے کی کوئی ضرورت  
نہ تھی، ہاں اگر ضرورت پائی گئی مثلاً لوثا تا لاپ میں تھا  
تو اس کو نکالنے کے لیے کھینچ کر ہاتھ ڈالے تو پانی  
مستعمل نہ ہوگا، خلاصہ نے اس کی تصریح کی ہے مندرجہ  
بخلاف اس کے کہ اگر ہاتھ منڈک حاصل کرنے کو ڈبوئے  
تو پانی ضرورت نہ پائے ہاتھ کی وجہ سے مستعمل ہو جائیگا  
۱۰۰ اور تبیین میں بھی ایسا ہی ہے اور امام محمد کے کنویں کے  
مسئلہ میں باضافہ دلیل اس طرح بیان کیا ہے کہ کنویں  
میں دل کا گرنا بکثرت ہوتا ہے اور جنابت بھی بکثرت  
ہوتی ہے تو اگر ہر مرتبہ دلو نکالنے کے لیے غسل ضروری

فی الروایات الظاہرة علی انہ الماء المستعمل  
فی البیت لا یبقی طہوراً و اختلفوا هل یصیر  
مستعملاً لسقوط الفرض اذا قصد التبرؤ او اخرج  
الدلو منه البیروقال ابو حنیفة و ابو یوسف رحمہما  
تعالی یشیر مستحلاً و قال محمد رحمہ اللہ تعالی فی المشہور  
عندنا لا اہای للضرورة کما مر اما الامم فلم یشیر لضرورة  
لندفع الاحتیاج الی الا نفاہم بخلاف الاحتیاج الی  
الاغتراف بالید الشاہش و التعلیل بالضرورة مقصود  
علی نحو طلب الدلو اما التبرؤ فلما اشتهر عن  
محمد من القصر علی القرية و مشی علیہ  
فی الخانیة فلما ذکرہ و تبعہ البحر و النہر  
و الدر۔

تو لوگ بھی میں پڑ جائیں گے اور خانیہ میں ہے کہ ہمارے  
اصحاب روایات ظاہر میں اس میں امر پر متفق ہیں کہ  
جو پانی بدی پر مستعمل ہو وہ طہور نہ رہے گا اور اس میں  
اختلاف ہے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈا کرنے کے لیے یا ڈول نہ گھاتے  
کے لیے ہاتھ ڈال دیا یا سقوط فرض کی وجہ سے مستعمل  
ہو گیا نہیں؟ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا قول ہے کہ مستعمل  
ہو جائے گا اور محمد سے مشہور روایت یہ ہے کہ نہ ہر گاہ  
یعنی ضرورت کی وجہ سے جیسا کہ گزرا۔ مگر امام نے یہاں  
ضرورت کا اعتبار دیا، کیونکہ غوطہ لگانے کی حاجت  
شاذ ہی ہوتی ہے ہاں ہاتھ سے چل بھرنا عموماً ہوتا ہے  
اکٹش اور ضرورت کی علت ڈول طلب کرنے پر منحصر ہے  
ٹھنڈک لانا اور اس وجہ سے کیا کہ محمد سے یہ روایت مشہور  
ہوتی کہ وہ صرف ادا سے قرینہ کو وجہ استعمال قرار دیتے ہیں اور خانیہ میں بھی یہی ہے تو اسی لیے اس کو ذکر کیا اور تحریر  
نہر اور در نے اس کی پیروی کی۔ ت

اقول و هذا عجیب بعد مشیہم علی انہ  
الصحیح ان محمد الا یقصر التعلیل علی التقرب  
قال مش قد مر ان ذلک خلاف الصحیح عندہ  
فلذا اقتصر فی الہدایة علی قوله لطلب الدلو  
اس لیے ہدایہ میں صرف ڈول کی تلاش کے مسئلہ پر اکتفاء کیا ہے اور ت  
اقول الہدایة ایضاً من الماشیہ  
کا لحنانیة و کثیرین علی ان محمد الا یجعل  
السبب الا التقرب و قد ذکرنا فی الطریق

میں کہتا ہوں یہ امر باعث تعجب ہے کیونکہ  
وہ اس قدر کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ محمد پانی کے تغیر  
کو قرینہ تک ہی محدود نہیں رکھتے۔ 'شہس' نے فرمایا  
ہم پہلے کلمہ آئے ہیں کہ یہ ان کے نزدیک صحیح کے خلاف ہے  
میں کہتا ہوں ہدایہ بھی پیروی کرنے والا ہے،  
جیسے صاحب خانیہ ہیں اور بہت سے دوسرے فقہاء  
کہ امام محمد سبب 'صرف' تقرب کو قرار دیتے ہیں

اور ہم اس کو "الطرس المعدل" میں بیان کر چکے ہیں تو ان کا مطلب پر اکتفا اس سبب سے نہیں جو ذکر کیا اور خانیہ کی فصل مایقہ فی البئر میں ہے، یہ وضوح ہے اگر اپنی انگلیوں کے کناروں کو دھویا اور پورا عضو دھویا، حاکم نے مختصر میں کہا کہ اس طرح پانی مستقل ہو جائے گا، اور جو نام گزری میں ہے، جنب یا حائض نے اس میں (پانی میں) چٹو بھرنے کے لیے اپنا ہاتھ ڈالا یا اس میں سے لٹا نکالنے کے لیے، تو پانی ضرورت کی وجہ سے خواب نہیں ہوگا، ہاں اگر نہ ہو حاصل کرنے کے لیے ڈالا تو فاسد ہو جائے گا، اور کافی میں ہے کہ امام محمد نے کنویں کے مسئلہ میں پانی کے مستقل ہونے کا حکم اس لیے نہیں لگایا کہ وہاں ضرورت ہے، کیونکہ اگر ڈول نکالنے والا مل جائے تو لوگوں کے لیے حکم نہیں کہ پلے اسکو غسل پابند کریں اور خلاصہ میں یہ چیز اصل کی طرف غسوب ہے اور اسی قسم کی جہارت خانیہ میں ہے اور خانیہ سے غنیہ میں منقول ہے اور الفا فقہ الفہم کے ہیں مختصراً کسی شخص نے پانی میں اپنا ہاتھ چٹو بھرنے کے لیے ڈالا تو وہ پانی کو فاسد نہ کرے گا اور اسی طرح لٹا نکالنے کے لیے اپنا ہاتھ گڑھے میں کہیں تک ڈالے اور اسی طرح ہاتھ پیر اگر کنویں میں ڈول کی تلاش میں ڈالے تو ضرورت کی وجہ سے پانی

المعدل فليس اقتصاراً على ذكر الطلب لما ذكره وفيها من فصل ما يقع في البئر المحدث إذا غسل أطراف أصابعه ولم يغسل عضواتها أشار الحاکم رحمه الله تعالى في المختصر إلى أنه يصير مستعملاً وفيه تجيزاً لا محالة إذا دخل جنب أو الحائض فيه (أي في الماء) يده فلا غتراف أو رفع الكون منه لا يفسده للضرورة بخلاف إدخاله للتبرد وفي التكملة أنه لا يحد بحكم محمد باستعمال الماء في مسألة البئر للضرورة فإنهم لو جأوا بمن يطلب دلوهم لا يكتفون أن يطفئوا بالاختزال أو لآه وفي الخلاصة معنى الاتصال ونحوه في الحائضيتها عنها في الغنية واللفظ لغية النفس مختصراً إذا دخل يده فلا غتراف لا يفسد الماء وكذا إذا دخل يده في الجنب إلى الصرف لا خراج الكون ويده ورجليه في البئر يطلب الدلو كما للضرورة ولو للتبرد يصير مستعملاً لا لعدم الضرورة أه وفي الحلية قال القدوري كانت شيخنا أبو عبد الله يقول الصحيح عتدي من مذهب أصحابنا أن إنزال الحدث واجب استعمال الماء ولا معنى لهذا الخلاف إذا لا

لأنه قد أدى قاض خان فصل في ما يقع في البئر ۱/۱

۱۹/۴ کے برازیہ مع العائلیہ المستعمل والمقید المطلق نورانی کتب خانہ پشاور

۱۹/۴

۱۵۲ ص سید الیومی و ہور باب الخامس

نفس فيه وانما لم يأت في الماء حكم الاستعمال  
في مسألة طلب المدلول مكان الضرورة إذ  
الحاجة إلى الاعتناء في البئر بطلب المدلول  
يكثروا احتياج إلى نزول كل الماء حتى صفة لم يجر  
خرجاً عظيماً فاصلاً لمحدث إذ اعرفت السماء  
يكلفه لا يصير مستعملاً بخلات وان واجب  
استقاط الغرض لمكان الضرورة <sup>له</sup> وفي  
البرهان شرح مواهب الرحمن ثم غنية ذوي  
الاحكام الشرنبلالی معناه وفي شرح الوهبانية  
للمعالم ابن الشحنة اعتبار الضرورة في  
مثل ذلك المذكور في التصرفي وغيرهما  
وفي النهاية ثم الهندية لو النفس للاختلال  
للصلاة يفسد الماء بالاتفاق <sup>له</sup> ونحوه  
في العناية وغيرها وفي فوائد الامام  
ظهير الدين ابی بکر محمد بن احمد بن عمر  
على شرح الجامع الصغير للامام المصدر  
الشهيد حسام الدين عيسى بن عبد العزيز  
رحمهما الله تعالى لو ادخل من جله في البئر  
ولم ينويه الاستعمال ذكر شيخ الاسلام  
المعروف بغواهنزاد رحمته الله تعالى  
ان الماء يصير مستعملاً عند محمد ورضي الله  
تعالى عنه وذكر شمس الامنة العلواني رحمه

فاسد نہ ہو گا اور اگر ٹنڈک کے حصول کی خاطر ڈالے  
تو پانی مستعمل ہو جائے گا کہ ضرورت نہیں ہے اور  
طیبر میں ہے کہ ضروری نہ کیا ہمارے شیخ ابو عبد اللہ  
فرماتے تھے میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح  
مذہب یہ ہے کہ ازالہ حدث پانی کے استعمال کا موجب  
ہے اور اس اختلاف کا کوئی مفہوم نہیں کیونکہ اس میں  
نفس موجود نہیں اور ڈول کی تلاش کے مسئلہ میں پانی  
کا مستعمل نہ ہونا ضرورت ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ  
کوئی بھی ڈول کی تلاش میں غلط غری مام ہے اور  
اگر ہر تبرکیزی کا پورا پانی نکالنا پڑ جائے تو دگر سخت تنگی  
میں مبتلا ہو جائیں گے، قریب بے وضو کی طرح ہے کہ  
وہ چلو سے پانی لے کر بالاتفاق پانی مستعمل نہ ہو گا اگرچہ  
اس میں استقاط فرض بھی پایا جا رہا ہے، کیونکہ ضرورت  
ہے، اور برہان شرح مواهب الرحمن، نیز غنیہ ذوي  
الاحكام شرنبلالی میں اس کا ہم معنی ہے، اور ملّا  
ابن الشحنة کی شرح و بیانیہ میں ہے کہ اس قسم کے مسائل  
میں ضرورت کا اعتبار تصرفی وغیرہ میں مذکور ہے اور  
اور غنایہ و ہندیہ میں ہے کہ نماز کے لیے غسل کرنے کو  
خوط لگایا تو پانی بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا اور  
اور غنایہ وغیرہ میں اس کی مثل ہے اور امام ظہیر الدین  
ابوبکر محمد بن محمد بن عمر کے برفاؤد شرح جامع صغیر  
امام صدر شہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ

اللہ تعالیٰ اَنَّهُ لَا یَصِیرُ مُسْتَعْلَا لَآلِ الرَّجُلِ فِي  
 الْبُيُوتِ تَزَلُّ الْيَدُ فِي الْاَنْيَةِ فَعَلِيَ هَذَا التَّعْلِيلُ  
 اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ فِي الْاَنَاءِ لَا یَصِیرُ مُسْتَعْمِلًا  
 لِعَدَمِ الضَّرُورَةِ اه  
 شمس الانوار الخلوئی نے ذکر کیا کہ پانی مستقل نہ ہوگا کیونکہ کنویں میں پیر کا ڈالنا ایسا ہے جیسا ہاتھ برتن میں، اسی  
 استدلال کے بنیاد پر اگر کوئی شخص برتن میں پیر داخل کرے تو پانی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے مستقل ہو جائے گا نہ  
 قلت و حاصل قولی کا امام الخلوئی  
 ان الید بما لا تبلغ قعر البئر فست الحاجة  
 الی الرجل هذا هو الذی یعطیه نص قوله  
 لاحتمال فیہ لغیرہ واستثناء موضع الضرورة  
 معلوم من اقر المصنف بالضرورة فقوله العلامة  
 ابن الشحنة فی زهر الروض بعد نقلہ یمکن  
 دفع التعارض من بحمل ما قاله خواص زيادة  
 علی ما اذا المرکی موضع ضرورة و ما قاله  
 الخلوئی علی موضع الضرورة انه تردد في  
 موضع الجزم و شك فی محل اليقين و فی  
 متن الملتقى لو انفس جنب فی البئر  
 بلا نية فتبیل الماء و الرجل نجسان عند الاحام  
 والاصح ان الرجل طاهر و الماء مستعمل  
 عندنا اه و فی شرحه مجمع الانهر لوقال  
 انفس محدث لكان اولی و انما قال بلا نية  
 میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کنویں میں بلا نیت استعمال  
 اپنا پیر ڈالا تو  
 شیخ الاسلام المعروف خواہر زادہ نے  
 فرمایا کہ پانی امام محمد کے نزدیک مستقل ہو جائے گا، اور  
 شمس الانوار الخلوئی نے ذکر کیا کہ پانی مستقل نہ ہوگا کیونکہ کنویں میں پیر کا ڈالنا ایسا ہے جیسا ہاتھ برتن میں، اسی  
 استدلال کے بنیاد پر اگر کوئی شخص برتن میں پیر داخل کرے تو پانی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے مستقل ہو جائے گا نہ  
 میں کہتا ہوں اور امام خلوئی کے قول کا حاصل  
 یہ ہے کہ ہاتھ کسی کنویں کی شے تک نہیں پہنچ پاتا ہے تو  
 پیر کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مفہوم ان کے اس تصریح سے  
 حاصل ہوتا ہے کہ اس میں اس کے غیر کا استعمال نہیں  
 اور مقام ضرورت کا استثناء ان کے اقوال سے پدا ہوتا  
 معلوم ہوتا ہے تو علامہ ابن الشحنة کا قول زهر الروض  
 میں نقل کے بعد اس کا تعارض اس طرح رفع ہو سکتا  
 کہ خواہر زادہ نے جو فرمایا ہے اس کو ضرورت کے  
 نہ ہونے پر محمول کیا جائے اور خلوئی کے قول کو ضرورت پر  
 محمول کیا جائے کہ تردد ہے مقام یقین میں اور شک  
 ہے مقام یقین میں۔ اور متن ملتقی میں ہے کہ اگر کسی  
 جنب نے بلا نیت کنویں میں غوطہ کھایا تو کہا گیا کہ آدمی  
 اور پانی دونوں نجس ہیں امام کے نزدیک۔ اور اصح  
 یہ ہے کہ ان کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی مستقل  
 اور اس کی شرح مجمع الانهر میں ہے کہ اگر انفس محدث

سواء كفاية من اوضح الماء الذي يحوز به الوضوء مالا يجوز ذرية دھویہ سحر ۸۰/۱

سواء زهر الروض

۳۱/۱

العامة مصر

فصل فی المياه

سواء مطلق الابهر

کہا ہوتا تو بہتر تھا۔ اور اس لیے "بلایت" کہنا  
 کیونکہ اگر غسل کے لیے شرط لگایا تو سب ہی کے نزدیک پانی  
 مستعمل ہو جائیگا اور نہر الفائق میں مسئلہ برزخ میں امام محمد کے  
 قول کی وجہ سے پانی فرمایا آدمی کا پاک ہونا اس سے ہے کہ نہر کے  
 شرط قرار نہیں دیتے اور پانی کا پاک ہونا ضرورت کی وجہ سے  
 ہے اور اس کو سید ازہری نے گزری میں نقل کیا ہے اور  
 درمیں ہے کہ استسقاء فرض ہی اصل ہے، مثلاً یہ کہ  
 گڑھے میں یا تھیلے میں پانی بھر کر نہر کی نیت کے علاوہ  
 کسی اور ارادہ سے ڈالے تو وہ مستعمل ہو جائے گا، کیونکہ  
 اس طرح فرض بالاتفاق ساقط ہو جاتا ہے اور  
 اگر ہم فروغ گنا شروع کر دیں تو مشکل ہوگا، بیسویں  
 ہم سند پر اگر اس سے بکثرت پتہ بھرتے ہیں، کیونکہ گھٹو  
 انہی کے ساتھ رہے گا، تو ہم کہتے ہیں، بگوئیں ہے کہ  
 ابو بکر رازی کہتے ہیں کہ صرف قرینہ کی ادائیگی سے پانی  
 مستعمل ہو گا، خذ محمد۔ وہ اس کو جنب کے مسئلہ پر  
 قیاس کرتے ہیں جو گزری میں ڈول نکالنے کی خاطر شرط  
 لگائے۔ امام شمس الدائمہ سرخسی نے فرمایا اس کا جواب  
 یہ ہے کہ یہ مستعمل ضرورت کی وجہ سے نہ ہوا، اور اس کو  
 علامہ ابن ہمام اور زبیری نے برقرار رکھا اور اس میں  
 جاننا چاہیے کہ یہ اور اس کے امثال جیسے ان کا قول  
 اس شخص کی بابت جو اپنے دونوں ہاتھ کینٹوں تک

لأنه لو انفس فلاغتسال فسد الماء عند الكل  
 أنه وفي النهر الفائق في تعليل قول محمد في مسألة  
 جحط اما لها رقة الرجل فلا فساد محمد الا يشترط  
 الصب و اما الماء فلا ضرورة اه فكله السيد  
 الا انه يرى على الكثرة وفي الدر استسقاء فرض  
 هو الاصل بامتنان يدخل فيه اور من جملہ  
 في الحب لغیر اغتراف ونحوه فانه يصير مستعملا  
 لمسقوط الفرض اتفاقا اه ولو استرسلنا في سرد  
 الفروع لا حیاتا ولكن نرد البحر وكثيرا للاغتراف  
 منه لان الكلام سيد و رعه فنقول في البحر  
 من الماء المستعمل ذكر ابو بكر الرازي انه يصير  
 مستعملا عند محمد باقامة القرية لا غير  
 استدلالا بمسألة الجنب ۱۱۵۱ انفس في البئر  
 لطلب الد لو قال شخص لا ائمة السرخسي جوابه  
 انما يصير مستعملا للضرورة و اقره حليہ  
 العلامة ابن الهمام و الامام الزيلعي اه وفيه  
 و اعلم ان هذا و امثاله كقولهم فيمن ادخل  
 يديه الى السرفقين و احدي سرجليه فاجتات  
 يصير الماء مستعملا فيقيد ان الماء يصير  
 مستعملا بواحد من ثلثة اذالة حد شافعية  
 قرينة استسقاء فرض فكان الاولى ذكر هذا السبب

۳۱/۱	العام و مصر	فصل في المياه	نہ مجمع النہر
۴۰/۱	سید کفین کراچی	برزخ	نہ فتح المصن
۳۴/۱	مجتبائی دہلی	باب المياه	نہ درختار
۱۹-۱	ایچ ایم سعید کفین کراچی	کتاب الطہارۃ	نہ بحر الرائق



الثالث آه وفيه ذكر خمس الاثمة السبعة  
 في الميسوط (ای شرحه) ان في الاصل (ای  
 في ميسوط الامام محمد رحمه الله تعالى) ۱۵۱  
 اغتسل الطاهر في البئر فسد آه ای اذا غوى  
 القربة كما لا يخفى وفيه مسألة البئر محمد  
 وصورتها جنب النفس في البئر لئلا او للتبريد فلا  
 نجاسة على بدن نه فعند محمد الرجل طاهر  
 الماء ظهور وجه قول محمد على ما هو الصحيح  
 عنه ان الماء لا يصير مستعملاً وان ازيل به  
 حدث للضرورة آه وفيه قال المختار في  
 حاشية الهداية قل القدری رحمه الله تعالى  
 كان شيخنا ابو عبد الله الجرجاني يقول المصير  
 عندی من مذہب اصحابنا انی اخرجوا قد حنا  
 عن العلوية غير انه قال لو احتجوا الى الفصل  
 عند نزول ماء البئر كل مرة لخرجوا البئر وزاد  
 في آخره) بخلاف ما اذا دخل غير المييد فیسر  
 صائر الماء مستعملاً آه وفيه عن ابن حنيفة  
 ان الرجل طاهر لا يات الماء لا يعطى له حكم  
 الاستعمال قبل الانفصال عن العضو قال  
 الزيلعي والهندي وغيرهما تبعاً لهداية  
 وهذه الرواية او حق الروايات وفي فتح القدير

یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو پانی مستعمل ہو جائیگا  
 سے معلوم ہوتا کہ پانی کا مستعمل ہوتا ہے (اشیاء میں سے  
 کسی ایک کے ساتھ ہوگا، حدث کا زائل کرنا، قرینہ کا  
 ادا کرنا، فرض کا ساقط کرنا، تو بہتر یہ تھا کہ اس  
 تیسرے سبب کو ذکر کرتے۔ اور اسی میں ہے کہ غسل لائے  
 مخرجی نے ميسوط میں (یعنی اس کی شرح میں) ذکر کیا کہ  
 اصل میں (یعنی امام محمد کی ميسوط) میں ہے کہ اگر  
 پاک شخص نے کنویں میں غسل کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا  
 اور یعنی اگر قرینہ کی نیت کی کہ لا یغنی۔ اور اسی میں  
 کہ کنویں کا مسئلہ محط ہے اور اسی کی صورت یہ ہے کہ  
 ایک بئیں نے کنویں میں غوطہ کھایا تو پانی نکالنے کے لیے  
 یا ٹھنڈی حاصل کرنے کے لیے اور اس کے بدلہ پر نجاست  
 نہ ہو تو محمد کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی پاک  
 کرنے والا ہے اور محمد کے قول کی وجہ صحیح قول کے مطابق  
 یہ ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا ہے خواہ اُس سے شہ  
 ہی کیوں زائل نہ کیا جائے ضرورت کی وجہ سے۔ اُسی میں  
 ہے بخاری نے کہا حاشیہ ہدایہ میں کہ قدوری  
 نے کہا کہ ہمارے شیخ ابو عبد اللہ الجرجانی فرماتے ہیں  
 میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا یہ صحیح مذہب (آخر  
 تک جو ہم نے جیکر سے نقل کیا، البتہ انہوں نے فرمایا  
 کہ اگر وہ غسل کے محتاج ہوں ہر مرتبہ کنویں سے پانی

وشرح انجمن انہا الروایۃ الصحیحۃ <sup>الواقف</sup>  
 بما قریناً <sup>۱</sup> ان المذهب المختار فی هذه المسألة  
 ان الرجل طاهر الماء طاهر غیر طاهر <sup>۲</sup> و  
 قیہ وان انفس لاغتسالها مستعملاً  
 اتفاقاً وحکم الحدیث حکم الجنابة <sup>۳</sup> وکوه فـ  
 البدائم <sup>۴</sup> و قیہ <sup>۵</sup> و کذا المعائن والنساء  
 بعد الا نقطاع اما قبل الا نقطاع فما كان طاهر  
 اذا انفس للتبیر لا یبیر الماء مستعملاً کذا  
 فی فتاوی قاضی خان <sup>۶</sup> والخلاصة <sup>۷</sup> و قیہ  
 قال القاضی <sup>۸</sup> الاسیجانی فی شرح مختصر  
 الطحاوی جنب اغتسل فی یثرثم فی یثرانی

نکالتے وقت توڑکے حرج میں پڑھائیں گے الزاد اس کے  
 آخر میں اضافہ کیا (بکلمات اس صورت کے کہ جب  
 ہاتھ کے علاوہ اور کوئی عضو پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل  
 ہو جائے گا اور اس میں ابو حنیفہ سے منقول ہے  
 کہ آدمی پاک ہے کیونکہ پانی کو مستعمل ہونے کا حکم  
 نہیں دیا جائے گا تا وہ قیہ <sup>۱</sup> وہ عضو سے جدا ہو،  
 زمینی و ہندی وغیرہ ہانے <sup>۲</sup> ہانے کی مثال بستر میں فرمایا  
 اور یہ روایت تمام روایات میں مطابقت پسند  
 کرنے والی ہے اور فتح القدیر اور شرح الجمع میں ہے  
 کہ تصحیح شدہ روایت یہی ہے اور تو ہماری تقریر سے  
 معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں مذہب مختار یہ ہے کہ

عنہ قال الشافعی قال الرجل اقول سیاسة  
 قریباً <sup>۱</sup> ان طاهر طاهر علی الصحیح <sup>۲</sup>  
 اقول وهذا التصریح بتصحیح روایۃ ط  
 من جملة ما فی المنحة من شرح هدیة  
 ابن العباد <sup>۳</sup> لیسیدی عبد الغنی قدس سرہ  
 ان مسألة جملة الاقوال الثلاثة فیها ضعیفة  
 فکانہ لا اختیار الروایۃ الواجبة المختارة <sup>۴</sup>  
 البعول <sup>۵</sup> لا شی من الثلاث <sup>۶</sup> مصححاً <sup>۷</sup>

شافعی نے کہا کہ میں کہتا ہوں مختار یہ آئینہ  
 کہ یہ صحیح روایت پر طبرہ طور ہے میں کہتا ہوں یہ  
 مسئلہ بزرگوار سے فتاویٰ کی تصحیح شدہ روایت  
 کی تصریح ہے تو جو مقدم میں سید عبد الغنی کی شرح  
 چہ تہ ابن عباد سے ہے کہ مسئلہ بزرگوار کے تینوں  
 قول ضعیف ہیں تو اس وجہ سے کہ وہ مجسرات <sup>۱</sup>  
 کی اختیار کردہ چوتھی روایت کو اختیار کرتے ہیں  
 یہ نہیں کہ تین میں سے کسی کی تصحیح نہیں کی گئی۔ ت

طہ بحر الرائق کتاب الطہارت سیدہ کمپنی کراچی ۹۷/۱

کہ ایضاً

۹۸/۱

۹۹/۱

کو می پاک ہے اور پانی پاک تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں اور اسی میں ہے اگر کسی نے غسل کے لیے غوطہ لگایا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہو جائے گا اور حدیث کا حکم جہالت والا ہی ہے، اس کو بدلتے میں ذکر کیا اور اسی میں ہے کہ یہی حکم خاص اور نفاس والی صورت کا ہے جس کا خون منقطع ہو چکا ہو، اور انقطاع خون سے قبل تو وہ دونوں اُس پاک شخص کی طرف ہیں جس نے غسل حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی مستعمل نہ ہو گا، قنادی قاضی خان اور خلاصہ میں یہی ہے اور اسی میں ہے کہ قاضی اسید جانی نے شرع مختصر طحاوی میں فرمایا کہ ایک جنب شخص نے ایک کنیز میں غسل کیا اور پھر دوسرے کنیز میں یہاں تک کہ دس کنیزوں میں غسل کیا، تو محمد نے فرمایا تیسرے سے پاک نکلے گا، پھر اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو تمام پانی جس پر جائے گی یعنی تینوں، اگر نجاست نہ ہو تو تینوں مستعمل ہو جائیں گے۔

عشرۃ قال محمد یخرج من الثالثة طاهراً ثم ان كان على بدنہ عین نجاسة تنجسست المياة كلها (بريد الثالثة) وان لم تكن صارت المياة (الثالثة) كلها مستعملة ثم بعد الثالثة ان وجدت منه النية يصير مستعملاً وان لم توجد لا، ومثله حنه في خزائن المفتين مع التصريح بتصحيح قول محمد المذكور ومات ايضا فيه التصريح بأدلة الثالثة كما مرادته توضيحاً واداء ذلك في الوضوء ثم رأيت في المنحة عن السراج الوهاج ايضا التصريح باستعمال ثلث دون ما بعد طهالا بالنية وهو ظاهر وفيه من ابحاث الماء المتقيد صرحوا بان الجنوب اذا انزل في البئر بقصد الاغتسال يغسل الماء بمسند المحسن صرح به الاكمل وصاحب معراج الدواية وغيرهما وفيه

میں کھتا ہوں بلکہ پیٹے سے کیونکہ تثلیث تو سنت ہے گویا انہوں نے مسنون طہارت کا ارادہ کیا ہے پھر مضمضہ اور استنشاق کی قید لگانا غلطی نہیں۔

میں کہتا ہوں اگر تیسرے کے بعد حدیث لاحق نہ ہو، جیسا کہ غلطی نہیں۔

عنه اقول بل من الادلة لا التثنية ليس الا سنة فكانه اراد الطهارة المسنونة ثم لا يخفى التثنية بالمضمضة والاستنشاق

عنه اقول ان لم يحدث بعد الثالثة كما لا يخفى

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۹/۱

" " " " ۹۱/۱

بحر الرائق کتاب الطہارت

بحر الرائق الماء المتقيد

وكن اصحو وان الماء يغسل به ۱۱ دخل المكف فيه  
ومن صرح به صاحب المبتقى بالغنى المجلدة  
أم وقيل قال كاسبيج عاقب والولد البقي فب  
فتاواه جنب اغتسل في بئر ثم بئر الى آخر ما تقدم  
ام وقيل قال الامام القاضى ابو نعيم المذنب  
في الاسرار ان محمدا يقول لما اغتسل في الماء  
القليل صاب الكل مستعملا حكاه أم في هذه  
المعاصرة كسفت اللبس واوضحت كل تضييق وحد  
ام ولما قصروا على هذا القدر فاعلموا بما اعترف  
البهائم كسفت اللبس وانما اح الحدس وهي  
كما ترى فصوص صرائح تفيد ان ملاقات الماء  
القليل لعضو عليه حدث يجعله مستعملا  
سواء ورد الماء على العضو او العضو على الماء  
على سبيل الفحاسة الحقيقية قال الماء نجس  
سواء وردت على الماء او الماء عليها وبالجملة  
كانت الفروع يتأق على هذا السنن المطبوع  
والاقوال تنسج على هذا السنن والى امت  
جاء الدور بتلازمة الامام المحقق على  
الاطلاق ودارت مسألة التوضي في الفساق

۔۔۔ پھر اگر تیسرے کنز کے بعد اس نے نیت کی  
تو پانی مستعمل ہو جائیگا اگر نیت کی تو مستعمل نہ ہوگا اور اسی کی  
مثل اس سے منقول ہے اور خزائن المغتسلین میں محمد کا ذکر  
قول صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس میں میں نے تین کے ارادہ  
کی تصریح کی تھی ہے جس طرح میں نے اس کی وضاحت  
بخوبی کر دی ہے اور اسی طرح انہوں نے وغیرہ اضافہ  
کیا ہے اور پھر میں نے خود میں سرایح و بائ سے اس امر  
کی تصریح کی تھی کہ صرف تین مستعمل ہوں گے نہ کہ ان کے  
بعد والے اور یہ ظاہر ہے اور اس میں ماہ نقید کی  
ایک بات ہے اور انہوں نے اس امر کی تصریح کی ہے  
کہ جنب جب کنز میں اترے اور غسل کا ارادہ کرے  
تو سب کے نزدیک پانی مستعمل ہو جائے گا، اس کی  
تصریح اکمل صاحب سراج الدرایہ اور دوسرے علماء  
نے کی ہے اور اسی میں ہے اسی طرح فقہانہ تصریح  
کی ہے کہ جب کوئی شخص پانی میں تھیل ڈال دے تو  
پانی مستعمل ہو جائے گا اور اس کی تصریح صاحب مبین  
نے کی ہے (غیر مجر سے) اور اسی میں ہے کہ سیحان  
اور وراجمی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ ایک جنب  
ایک کنز میں غسل کے لیے اترتا پھر دوسرے میں اترتا

۶/۱	فوری رضویہ سکھر	کتاب الطہارت	لے فتح التقدیر
۱/۱	سید محمد علی کراچی	"	بحر الرائق
۱/۱ ۹۹۹	"	کتاب الطہارت	لے بحر الرائق
۱/۱	"	کتاب الطہارت	لے بحر الرائق
			لے ایضاً

المصنفين العداق : فافق العلامة زين الدين  
 قاسم بن قطلوبغا بالجواز والعرف مسألة  
 سماها رفع الاشتباه عن مسألة المنيّة  
 وخالفه تلميذه العلامة عبد البر بن  
 المشعنة وصنف رسالة سماها ذهر الروض  
 في مسألة العوض والامام ابن امير الحاج  
 في الحلبة ايضا ميل الى شيء مما احتجده  
 العلامة قاسم وهو جميعا من جملة اصحاب  
 الامام ابن الهمام عليهم رحمة الملوك  
 المتعام ثم جاء المحقق زين بن نجيم  
 صاحب البحر رحمة الله تعالى فانتصر  
 الزين للزين ونسق رسالة سماها الخير  
 الباقي في جوانب الموضوع عن الفاسق ثم تنابع  
 الساجدون على اتباعه كالنهر والمنبع  
 الدر و ذكر في الخزائن ان له رسالة فيه  
 العلامة الباقي والشيخ اسعيل النابلسي  
 وولده العارف بالله سيد عبد الغني  
 ومحشي الاشياء شرف الدين الغزالي  
 فيما ذكره المدقق العلائي بلاننا وكذا بعض  
 مشايخ الشامي والسادات الثلاثة ابو السعد  
 الاشعري وطروش ميلا مع تردد والميل  
 يسيل كلام العلامة نوح افندي ووافق

ابن اثير ما تقدم - اور اسی میں ہے کہ امام قاضی ابو زید  
 القزوينی نے اسرار میں فرمایا کہ محمد فرماتے ہیں کہ جب  
 کسی شخص نے تھوڑے پانی میں غسل کیا تو کل پانی حکم  
 مستعمل ہو جائے گا اور اس عبارت نے کل معاملہ وضو  
 سے کھول کر رکھ دیا ہے اور ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور  
 فقہاء پر بھرا کر قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابراہیم  
 کو رفع کر دیا ہے اور جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں یہ صریح  
 نص ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے سے پانی  
 کا عضو سے ملنا جس پر حد شہ ہے پانی کو مستعمل بنا دیتا ہے  
 خواہ پانی عضو پر اور ہو یا عضو پانی پر اور اگر یہ  
 پانی نجس عضو پر آئے خواہ پانی عضو پر یا عضو پانی پر  
 تو پانی نجس ہو جائے گا۔ خلاصہ کلام یہ کہ مسئلہ کی فرہ  
 کو اسس اعجاز سے بیان کیا گیا ہے اور اس قسم کے  
 اقوال علماء و فقہاء کے ذکر کئے گئے ہیں پھر جب  
 محقق علی الاطلاق کے شاگردوں کا دور آیا اور چھٹے حضرات میں  
 کا مسئلہ ہر کسی درمیان زیر بحث آیا تو علامہ زین الدین قاسم  
 بن قطلوبغا نے جواز کا فتویٰ دیا اور ایک رسالہ لکھا جس کا  
 نام ”رفع الاشتباه عن مسئلة المنيّة“ ہے  
 اس پر ان کے شاگرد علامہ عبد البر بن المشعنة نے ان کی  
 مخالفت کی اور ایک رسالہ ”زهر الروض في  
 مسئلة العوض“ لکھا۔ امام ابن الحاج نے طبر میں  
 علامہ قاسم کی طرف کچھ میلان کیا ہے یہ تمام کے تمام

العلامة ابن التيمية منهم العلامة ابن الشلب  
وبه الفقه والمحقق على المقدسي والعلامة  
حسن الشرنبلالي -

ابن تہام کے حیل القدر تلامذہ ہیں، پھر ابن نجیم صاحب کچھ  
آئے اور انہوں نے تہام کی مدد کی اور ایک رسالہ  
لکھا جس کا نام "الغیر الباقی فی جواز الوضوء من  
الفساق" ہے پھر متاخرین نے پے در پے اس مسئلہ پر کلام کیا اور ان کی پیروی کی مثلاً شہر، منہ، درر اور خزان میں ہے  
کہ انہوں نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے، اور علامہ باقانی، شیخ اسماعیل نابلسی اور ان کے صاحبزادے رافع اللہ  
عبد الفتن نابلسی اور اشجاء کے محشی شرف الدین القزوی بقول حقی علانی بطور بلاغ، اور اسی طرح بعض مشایخ  
شامی اور سادات مثل ابو السعود الازہری ط اور شیخ کا اس طرف میلان ہے، کچھ تردید بھی کیا ہے اور اسی  
طرف علامہ فروع آفری کا کلام ہے اور علامہ ابن التیمیز نے موافقت کی اور علامہ ابن شلبی نے بھی موافقت کی  
اور اسی پر فتویٰ دیا اور محقق علی المقدسی اور علامہ حسن شرنبلالی نے بھی یہی فرمایا - (ت)

میں کہتا ہوں محقق کا کلام فتح میں اسی طرف  
رجحانی کرتا ہے اور آپ جانی چکے ہیں کہ مسلمان  
ابن تہام کے زمانہ تک یہی روش رہی اور یہی ہمارے  
تمام اصحاب اور ائمہ شریعت سے منقول ہے اور متقدمین  
میں سے سوائے صاحب بدائع کے کسی اور نے مخالفت  
نہ کی، ہمدانی اور قسطلانی میں، اور احکام کے اکثر کے وقت  
وہ جمہور کے سہمہ تھے ہیں، اور اسی طرف ہم بہت سے  
متاخرین سے ان کے خلاف نقل کر چکے ہیں، اور جو  
علامہ قاری الہدایہ کی طرف غصب ہے وہ ثابت  
نہیں، جیسا کہ آپ عنقریب جانی لیں گے ان شاء اللہ  
تعالیٰ، اور خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ بہت معرکہ کا ہے  
اور تینوں رسائل بحمد اللہ میرے پاس ہیں جن کا خلاصہ  
میں آپ کے سامنے مالہا وما علیہا کے ساتھ پیش  
کرتا ہوں یہ کلام چار فصول پر مشتمل ہے -

قلت والیہ یجوز کلام المحقق فی  
الفتن وقد علمت انها الجادة المستلوكة له  
من العلامة قاسم والمر وی عن جمیع  
اصحابنا وعن ائمتنا الثلاثة جیسا و لم یحالف  
احد من تقدمه غیرا لامام صاحب البدایہ  
فی جدلی وتعلیل اما عند ذکر الاحکام فهو مع  
الجمهور وکذا لک قد منحت حدة من  
هؤلاء المتأخرین خلاف ما حانوا الیہ اما ما  
نسب الی العلامة قاسم فی الهدایة فلا یتم  
حکمنا مستخرج ان شاء اللہ تعالیٰ وبالجملة  
فالسألة ذات معتزک عظیم والرسائل الثلاث  
جیسا بحمد اللہ تعالیٰ حندی ومانا النقصها  
لک مع مالها وعلیها اجما لا مفصلا و باللہ  
التوفیق فلتوزج الکلام علی اربعة فصول

## الفصل الاول في كلام العلامة

قاسم ورسالت وجهه الله تعالى نحو كوا سبب  
اطال فيها الكلام في حد الماء الكثير وحقق  
ان جميع جوانبه سواء في جوانب الطهارة سواء  
كانت المتعاقبة مائية او لا و اكثر من السوء  
على شرح المختار والمتعاقبة و البدائع حتى  
تجاوز الى المواخذات العقلية ولسنا الا ان  
بصد و ذلك وانما يتعلق منها بفرضنا نحو  
ورقة في اخرها ذكر فيها الماء المستعمل و انه  
لا يغير الماء عالمه يظلم عليه و اختار التسوية  
في ذلك بين المطلق والملاقى اي كما ان الماء  
المستعمل في الحق في حوض او جرة و كان ماء  
الجرة اكثر منه جازا لطهارة به على ما هو  
المصحيح المعتقد عليه عامة العلماء كذا  
ان ادخل المحدث او الجنب يده مثلا فخرج  
لم يغير ما و هالان المستعمل منه صالحا  
بدنه و هو اقل بالنسبة الى الباقي و احتج على  
ذلك بثلاثة اشياء الاول كلام البدائع حيث  
قال في الكلام على حديث لا يبول احدكم في  
الماء الدائم (اي حين استدلل به للمباح  
على نجاسة الماء المستعمل) لا يقال انه  
نهي (اي عن الاختال فيه) لالان المستعمل  
نحو بل (لما فيه من اخراج الماء من اى  
يكون مطهر من غير ضرورة و ذلك حرام  
لانا نقول الماء الثقيل انما يخرج عن  
كونه مطهرا باختلاط غير المطلق اذ كان  
غير المطهر غاليا كماء الوس و اللبن و نحو

پہلی فصل، علامہ قاسم کا کلام کا رسالہ  
تقریباً ایک ساپی ہے جس میں نابھیر کی تعریف پر  
انہوں نے منسل گنت گو کہ ہے، اور تحقیق سے ثابت  
کیا ہے کہ اس کے تمام کن رسہ برابر ہیں طہارت کے جواز  
میں، خواہ نجاست نظر آنے والی ہو یا نہ ہو، اور شرح  
مختار، مختار، بدائع وغیرہ پر کافی رو کیا یہاں تک کہ لفظی  
گرفت سے بھی نہ بچ سکے۔ ہم اس وقت یہ چیزیں بیان کرنا  
نہیں چاہتے، ہماری غرض اس رسالہ کے آخری دقیق  
سے متعلق ہے جس میں انہوں نے ماء مستعمل کے مسائل  
بیان کیے ہیں اور یہ کہ وہ پانی کو اس وقت تک تبدیل  
نہیں کرتا ہے جب تک وہ اس پر غالب نہ آجائے،  
اور انہوں نے اس سلسلہ میں مطلق، لفظی کو برابر قرار  
دیا ہے یعنی جس طرح مستعمل پانی اگر کسی حوض یا بٹلیا میں  
ڈال جائے اور ٹھنڈا کا پانی مستعمل پانی سے زیادہ ہو تو اس  
سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ صحیح، معتد قول یہی ہے  
اور عام علماء کا یہی قول ہے اور اسی طرح اگر محدث یا  
ناپاک نے اپنا ہاتھ کسی بٹلیا میں ڈالا تو پانی متغیر نہ ہوگا  
کیونکہ اس میں سے مستعمل وہ ہے جو اس کے بدلے سے طہارت  
اور نسبت باقی کے کمتر ہے، اس پر تین چیزوں سے استدلال

کیا ہے  
اول صاحب بدائع نے لایبول احدکم نے  
الماء الدائم (ٹھہرے پانی میں کوئی پیشاب نہ کرے)  
پر کلام کرتے ہوئے فرمایا (یعنی جب امام نے اس سے  
مستعمل پانی کی نجاست پر استدلال کیا) یہ نہ کہا جائے  
کہ یہ ضعیف ہے (یعنی اس میں غسل کرنے سے اس سے نہیں  
مستعمل نہیں ہوگا) کیونکہ اس میں پانی کو بلا ضرورت غیر

ذَلِكَ فَمَا ان يَكُونُ مَقْلُوبًا وَلَا وَهْنًا إِلَّا الْمُسْتَعْمِلُ  
مَا يَلَاذِقُ الْبُذْنَ وَلَا شَكَّ اَمْتٌ ذَلِكَ اَقْلَ مِنْ  
غَيْرِ الْمُسْتَعْمِلِ فَكَيْفَ يَخْرُجُ بِهِ مِنْ اَنْ يَكُونَ مَقْلُوبًا  
اَنْتَهَى -  
اور اگر مطلوب ہو تو نہ ہوگا اور یہاں مستعمل پانی نہ ہے جو بدن سے طاقی ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ غیر مستعمل  
سے کم ہے تو اس کی وجہ سے ملہر ہونے سے کیسے خارج ہوگا انتہی۔

قُلْتُ وَتَسَامِعُهُ فَمَا مَلَاقَةُ النِّجَسِ  
الطَّاهِرِ فَتُوجِبُ تَنْجِيسَ الطَّاهِرِ وَ اَمْتٌ لَمْ  
يُضْبَحْ عَلَى الطَّاهِرِ لَا خِلَاطَهُ بِالطَّاهِرِ عَلَى  
وَجْهِ لَا يُمْكِنُ الْقِيَمُ بَيْنَهُمَا فَيَحْكُمُ بِنَجَاسَةِ الْكُلِّ  
اَمْ قَالَ وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ اُخَرَ (اِیْ جَعَلَ ذَوْرًا)  
فِيهِمْ وَقَمَّ فِي الْبُغْرَاءِ كَانَتْ عَلَى بَدَنِهِ نَجَاسَةٌ  
حَكْمِيَّةٌ بَا نْ كَانَتْ مَحْدُوثًا اَوْ جَدًّا اَوْ عَائِلًا اَوْ فُضَاءً  
(اِیْ وَقَدْ انْقَطَعَا هُنَا) فَعَلَى قَوْلِ مِمَّتْ لَا  
يُجْعَلُ هَذَا الْاِسْمُ مُسْتَعْمِلًا (قُلْتُ يَرِيدُ الْاِسْمُ)  
اَبَا يَوْسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى لَا شَرَّاطَ لَهُ الصَّبِي  
لَا يَنْزِمُ شَيْئًا لِاَنَّهُ طَهُورٌ وَ كُنْ اَعْلَى قَوْلِ مِمَّتْ  
جَعَلَهَا مُسْتَعْمِلًا وَ جَعَلَ الْمُسْتَعْمِلَ طَاهِرًا  
(يَرِيدُ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى) لِاَنَّهُ خَيْرُ  
الْمُسْتَعْمِلِ اَمْ شَرُّهُ لَا يَخْرُجُ عَنْ كَوْنِهِ طَهُورًا  
مَالَهُ يَكُنُ الْمُسْتَعْمِلُ قَالِبًا عَلَيْهِ كَمَا اَوْجَبَ  
الَّذِينَ فِي الْبُكْرَةِ بِالْاِجْمَاعِ اَوْ بِالنَّشْأَةِ فِيهَا  
عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى اَنْتَهَى -

میں کہتا ہوں مکمل اس طرح ہے، اور نجس کا طاهر کو  
طاقی ہونا طاهر کو نجس کر دیتا ہے اگرچہ طاهر پر غالب ہو  
کیونکہ وہی طہر سے اس طہر پر مل گیا ہے کہ وہ دونوں میں  
انتیاز ممکن نہیں رہا ہے تو کل کی نجاست کا حکم کیا جائیگا  
ام کہہ، اور دوسرے مقام پر فرمایا (یعنی اس کے کچھ  
درجہ ۱۲ اس شخص کی بابت جو کنیز میں گر پڑا تو اگر اس  
کے بدن پر نجاست نیک ہو مثلاً یہ کہ وہ سبے و خویا جنب  
یا حیض و نفاس و الیٰ حرمت ہو) یعنی ان دونوں  
حرمتوں کی ناپاکی ختم ہو چکی ہو) تو اس کے قول پر  
جو پانی کو مستعمل قرار نہیں دیتا ہے (میں کہتا ہوں  
اس سے ان کی مراد امام ابو یوسف ہیں جن کے نزدیک  
بہانا شرط ہے) کنویں سے کچھ بھی نہیں نکالا جائے گا  
کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے، اور اسی طرح اُن کے قول  
پر جو پانی کو مستعمل کہتے ہیں اور مستعمل کو پاک کہتے ہیں  
(ام محمد مراد ہیں) کیونکہ غیر مستعمل زاید ہے تو ظہور ہونے  
سے اس وقت تک خارج نہ ہوگا جب تک مستعمل پانی  
غائب نہ ہو جائے، مثلاً دوسرے کنیز میں ڈال دیا جائے

سے بدائع الصنائع، فصل فی الطہارة الحقیقیة سعید کپتنی کراچی ۶۷/۱ سید ایضاً  
سے بدائع الصنائع، بیان مقدار النیٰ صیرہ المحل نجف ۷۴/۱





الطهورة كاللبن واما عند همداني الله تعالى  
عنهما فلان القليل مما لا يمكن التحريم عنه  
يجعل عضوا ثم اكثر عند محمد ما يغلب على  
الماء المطلق وعند همداني يستبين موضع  
انقطاع في الاثنا عشر قال وقد علمت ان  
الصحيح المطلق به رواية محمد بن  
ابن حنيفة رحمه الله تعالى انه لا يفسد  
قليله لان غير المستعمل اكثر المشافى قال و  
قال محمد بن كتاب الاثنا عشر رواية حديث  
عائشة رضي الله تعالى عنها ولا بأس ان  
يغسل الرجل مع المرأة بدأت قبله او بدأ  
قبلها قال اذا حرفت هذا المتأخر عن الحكم  
بصححة الوضوء من الفساق الموضوعة في  
المدارس عند عدم غلبة الظن بنجاسة الماء المستعمل  
او وقوع نهاسة في اوصاف منها قال فانه قلت اذا  
تكرر الاستعمال هل يمتنع قلت الظاهر عدم  
اعتبار هذا المعنى في النجس فكيف بالطاهر  
قال قال في المبتغى (وهو الثالث) قور  
يتوضون صفا على شاطئ النهر جائز فكذا في  
المحوض لان حكم ماء المحوض في حكم ماء  
جائز انتهى -

تبدیل نہیں کرے گا جیسے دودھ، اور شیخ کے نزدیک  
اس کی وجہ یہ ہے کہ تھوڑے سے بچا ممکن نہیں اس لئے  
صاف ہے پھر امام محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی  
پر غالب آجائے۔ اور شیخ کے نزدیک یہ ہے کہ قطرہ کی  
جگہ برتن میں ظاہر ہو جائے، انتہی، فرمایا تمہیں معلوم ہو چکا  
کہ صحیح مفتی پر محمد کی روایت ابو حنیفہ سے ہے ابو یوسف  
قیل پانی عرفا سد نہیں کرتا ہے کیونکہ غیر مستقل زیادہ ہے۔  
شافی: فرمایا محمد نے کتاب الاثنا عشر عن عائشہ کی  
اس حدیث۔ کوئی حرج نہیں کہ مرد و عورت کے ساتھ  
فصل کرے خواہ مرد پہل کرے یا عورت۔ کے بعد  
فرمایا کہ اس سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ  
دارس میں جو برتن رکھے ہوتے ہیں ان سے غسل کر لینے  
یہ رخصت نہیں، بلکہ یہ ظن غالب نہ ہو کہ مستقل پانی غائب  
ہو گیا ہے یا پھر نئے برتن میں نجاست پڑ چکی ہے۔ فرمایا  
اگر تم یہ کہو کہ جب استعمال باہر یا رہر تو کیا وضو یا غسل  
منع ہے؟ میں کتابوں بظاہر اس وصف کا اعتبار نہیں  
پانی میں نہ ہو گا تو ظاہر میں کیسے ہو گا، فرمایا کہ انہوں نے  
جنتی میں فرمایا (یہ تیسرا ہے)، اگر کچھ دگ صفہ بازو  
کر نہر کے کنارے پر وضو کریں تو جائز ہے، عرض کا بھی  
یہی حکم ہے کیونکہ عرض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے  
انتہی -

لے بدائع الصنائع فصل فی الطہارت التیغیة سید محمد کراچی ۶۸/۱

لے الاشتباه عن مسألة المياه

لے کتاب الآثار باب غسل الرجل والمرأة من إناء واحد إدارة القرائی والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۱۰

لے الاشتباه عن مسألة المياه



فيه من الجنابة قلت استدلى به الكرخي على عدم جواز التطير بالمستعمل ولا يطابق عمومهم المذكورة في الماء الكثير فيحصل على الكراهة وبذلك انجبروا من الخبر فاخرج ابن ابى شيبه عن جابر عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال كنا نستحب الا نأخذ من ماء العذيرة ونفصل به نأخذة قال وما ذكر من الفروع مخالفا لهذا فثبت على رواية النجاسة كقولهم لو ادخل جنب لو محدث او حائض يده في الكاء قبل ان يغسلها فانقياس انه يفسد الماء وفي الاستحسان لا يفسد للاحتياج الى الاعتراف بحق لو ادخل رجله يفسد الماء لانعدام الحاجة ولو ادخلها في البئر لم يفسد لانه محتاج الى ذلك في البئر لطلب الماء لئلا يجعل عذراً ولو ادخل في الكاء او البئر ففسد جسده سوى اليد والرجل ففسد لانه لا حاجة اليه وامثال هذه ثم ذكر مسائل واثار المتعلقة بها نحن فيه الى ان قال (وعن ابن جريج قال قلت لعطاء رأيت رجلاً توضأ في ذلك الخوض فتكشف فقال لا بأس به قد فصله ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وقد علم انه يتوضأ منه الا يفيض

ابو جعفر اور ابی سعید نے اس قسم کی روایت کی تو فرمایا اگر کوئی کہ پھر لا یبولن احدکم فی الماء الدائم المحدث حدیث کا کیا مفہوم ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ غی نے اس مسئلہ کیلئے کہ مستعمل پانی سے طہارت کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر ہم عام نام پانی میں ان کی ذرات سے مطابقت نہیں لکھتا پس اسے کراہت پر محمول کیا جائے گا اور راوی حدیث نے یہی خبر دی ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ ہم اسس امر کو پسند کرتے تھے کہ تالاب سے پانی نہ کر ایک کونے میں جا کر غسل کریں، فرمایا اور برفروغ اس کے مخالف ہیں زودہ نجاست کی روایت پر ہیں۔ جیسے کسی جنب یا محدث یا حائض نے اپنا ہاتھ برتن میں بلا وضو نہ ڈالا، تو قیاس چاہتا ہے کہ پانی خراب ہو جائے اور استحسان کی رو سے فاسد ہوگا کیونکہ چلو بھرنے کی حاجت ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے برتن میں پیر ڈال دیا تو پانی خراب ہو جائے گا کیونکہ ضرورت نہیں، اور اگر پیر کنوئیں میں ڈالا تو پانی خراب نہ ہوگا کیونکہ کنوئیں سے ڈول نکالنے کے لیے پیر ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کو معاف کر دیا گیا ہے اور اگر برتن یا کنوئیں میں ہاتھ پیر کے علاوہ جسم کا اور کوئی حصہ ڈالا تو پانی خراب ہو جائے گا کیونکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں اور اسی کی مثل دوسری چیزیں ہیں (پھر انھوں نے ایسے مسائل اور آثار ذکر کئے جن کا

لے مصنف ابن ابی شیبہ من کان یکر ان یبول فی الماء الا کثر ادارة القرآن کراچی ۱/۱۴۱

لے مصنف ابن ابی شیبہ الرجل یغشی الی البئر والعذیرہ وجنب ۱۴۱

لے بدائع الصنائع فصل فی الطہارة الحقیقیة سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹

والا سودو فی روایۃ وکان ینسکب من وضو  
الناس فی جوفها قال وکانہم اواحد یث  
الستیقۃ خاصا یہ اوانہ امر قیدی علی  
ان ابن ابی شیبۃ قد روی عن ابن مسعود عن  
الاعمش عن ابرہیم قال کان اصحاب عبد اللہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ذکر عندہم حدیث  
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالوا کیف یصنم  
ابو ہریرۃ یا شہر اس الذی بالمدینۃ آھ فھذا  
کل ما اتی بہ فی ہذا الباب فی کتابہ ترجمہ  
اللہ تعالیٰ فی ما بہ ۔

کے سامنے جب حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کا ذکر آتا تھا تو فرماتے تھے کہ ابو ہریرہؓ ہر اس میں کیا کرتے تھے جو مدینہ  
میں تھے اور اس باب میں اس قسم کی چیریں ذکر کی ہیں ۔

**اقول** وبالله التوفیق کلام فیہ حسن  
وجود الاول من الجہب استنادہ رحمہ  
اللہ تعالیٰ بعبارۃ المبتنی علیہ فیہ اثر صما  
ابتنی لای کلامہ فی المحوض الکبیر الاقرع  
الی قولہ ان ماد المحوض فی حکمہ ماد جبار و  
معلوم قطعا انت ذلک انما هو فی المحوض

عہ ذرا بت التصریح بہ فی کلام شیعہ  
المحقق علی الاطلاق حیث اور و کلام  
المبتنی فی مسائل السامۃ اکثر ثم قال و  
انما اساد المحوض الکبیر بالضرورة  
۱۲۷۲ منہ خفر لہ . (م)

لے رسالہ علامہ قاسم

اس بحث سے قعلق نہیں پھر فرمایا اور ابن جریر کے  
موسیٰ ہے انہوں نے کہا کہ میں نے عطاء سے کہا کہ ایک  
شخص نے عرض میں ننگے ہو کر غسل کیا تو انہوں نے کہا  
اس میں حرج نہیں، خود ابن عباسؓ نے ایسا کیا حالانکہ  
ان کو معلوم تھا کہ اس میں سیاہ و سپید سب ہی غسل  
کرتے ہیں ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس عرض میں  
لوگوں کے وضو کا پانی گرتا تھا، فرمایا کہ غالباً انہوں نے  
مستیقہ کی حدیث کو اُسی کے ساتھ خاص دیکھا یا یہ کہ  
یہ امر قیدی ہے، علاوہ انہیں ابن شیبہؒ نے ابو ہریرہؓ  
سے انکس سے ابراہیم سے روایت کی کہ اصحاب جلالہ  
کے سامنے جب حضرت ابو ہریرہؓ ہر اس میں کیا کرتے تھے جو مدینہ

میں تھے انہی کتابوں میں کہ اس میں چند وجوہ سے کلام ہے  
اول تعجب ہے کہ انہوں نے جنتی کی جہارت  
سے استدلال کیا ہے، حالانکہ وہ جو پاہتے تھے اس  
میں موجود نہیں، کیونکہ اس میں وہ بڑے عرض کے باعث  
میں گنگ کر رہے ہیں جیسا کہ آپؐ نے قول ان ماد المحوض فی حکمہ  
جاسے معلوم ہو سکے ہیں یہی مطلب معلوم ہے کہ عرض وہی ہو جس

پھر میں نے اس کی تصریح ان کے تفسیر تحقیق  
علی ان طلاق کے کلام میں دیکھی جان انہوں نے  
کثیر پانی کے مسائل میں جنتی کا کلام وار د کیا  
پھر فرمایا بالضرورة اس سے مراد  
عرض کبیر ہے اور (ت)

میں پانی بہت زیادہ بول چڑھا اس کی برتنوں کی مرمت ہے، خود ملکہ  
اس دس لکھ میں فرمایا کہ برتنوں کا پانی نجاست کے گرنے  
سے نجس ہو جائے گا خواہ اس میں تغیر نہ ہو، فرمایا چھ پانی  
تلاپ اور گڑھے میں ہو وہ برتنوں کے پانی کے برابر ہو تو  
وہ بھی برتنوں کے سب سے طے ہے کیونکہ محل کا  
کرنی اثر نہیں ہے

دوم نمبر ۴ میں ہم نے بتائی کہ تعریک کے پانی  
پاؤں سے نہایت سے خراب ہوگا۔

سوم اسی طرح کتاب الہار سے بھی ان کے تاہد  
نہیں ملتی ہے، اس میں یہ نہیں ہے کہ کرنی شمس اپنا  
ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ڈالے یا عورت ڈالے پھر  
دونوں اس سے غسل کریں، اور اس قسم کا گمان تفسیر  
صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین حضرت عائشہ  
سے کیسے ہو سکتا ہے، امام محمد کا مقصود تو صرف ان  
لوگوں کے قول کی تردید ہے جو عورت کے پکے ہوئے  
پانی سے مطلق مرد کے لیے وضو کرنے کو باطل قرار  
دیتے ہیں یا جب عورت جب یا غسل ہو، اور یہی  
وہ قول قبلہ ہاکیہ کے ہیں، اور اس لیے فرمایا کہ  
نہ مرد سے پہلے یا مرد نے عورت سے پہلے اہتہا کی ہو، اور  
اور اس کا عنوان یہ قائم کیا "باب طورت اور مرد کے ایک  
برتن سے غسل چاہت کرنے کے بیان میں"

الکثیر من الماء اکثر اما الصغير فكالوا ان  
وقد قال العلامة نفسه في هذه الرسالة ان  
ماء الادواني يتنجس بوقوع النجاسة وان لم  
يتغير قال وما كان في قدر او مستنقع وهو نحو  
ماء الادواني فهو ملحق بها اذا لا اثر له حل  
الثاني قد صنف في سورة ۴۸ من المبتغى التصریح  
بان الماء يفسد باذخال الكف الثالث كذلك  
لا اثر لتأيید شیء من مقصودہ فی حیاة کتاب  
الاثار فلیس ان الرجل یدخل یدہ فی الاناء  
قبل الغسل او المرأة ثم یغسلون منه وکیف  
یظن هذا رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم او امر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
وانما مراد محمد وحبہ اللہ تعالیٰ نفی قبول  
من ابطال الوضوء بفضل وضوء المرأة مطلقا  
او اذا كانت جنبا او حائضا واما قولان للجنابة  
والناکیة ولذا قال ہدأت قبلہ او بدأ قبلہا  
و ترجمہ لہ باب غسل الرجل المرأة من اناء  
واحد من الجنابة الفرایع قد اذعنہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ مرادہ الشریعت علی موطاء السیف  
او قال باب الرجل یغسل او یتوضؤ بمسور المرأة  
اخبنا ما نلت حدیثنا فہم ابن حنبل رضی اللہ

من رسالہ علامہ مرتضیٰ

من بحوالہ کتاب الطہارت سید کبیر کراچی ۱/۱

من کتاب الآثار غسل الرجل والمرأة من اناء واحد من الجنابة ادارة القرآن کراچی ص ۱۰

تعالى عنها انه قال لا بأس بان يغتسل الرجل  
بغسل وضوء المرأة ما لم تكن جنباً او حائضاً  
قال محمد لا بأس بفضل وضوء المرأة وغسلها  
ومسوحها وان كانت جنباً او حائضاً يفتات  
الشيخ صرح الله تعالى عليه وسلم انه يغتسل  
هو وعائنته من اناء واحد يقتاتر عاب الفضل  
جميعاً فهو فضل غسل المرأة الجنب وهو قول أبي حنيفة  
رحمه الله تعالى الى هنا حسن قدمت عن  
الائمة ابى بكر الرازى وشمس الائمة السرخسى  
والا سبيحان والوفاء الجى وابى زيد الدبروى  
والزبلى وابن الهمام وغيرهم الجهم الفقير  
غفر الله تعالى لنا بهم وعن الخلاصة عن  
نفس كتاب الاصل لمحمد صرائف فصوصه  
في الحكم بنصوصه فكيف يحمل هذا الكلام  
على خلافه وبالله التوفيق السادس ما ذكر  
رحمه الله تعالى عن ابن عباس والامام الباقر  
والحسن البصري وابى حنيفة  
ابراهيم النخعي والمزهرى رحمهم الله تعالى عنهم  
لا يمس المتصور لانه في الملق والكلام في  
الصدق السابع ما ذكره اخرا عن عطاء وابن  
عباس رضي الله تعالى عنهم فاخرة الملق ولا  
حجة في اوله فانه ان كان المراد التوضي في  
الموض بحيث تستط الغسالة فيه كالنوضي  
في الفلت فهو من الملق وان كان المراد  
التوضي با دخال اليد فيه للاختلاف فقد مر  
له موطا امام محمد الرجل يغتسل او ترضاً فيتر المرأة

چهارم امام محمد نے اپنی مراد کی وضاحت اپنی موطا  
میں کر دی ہے، فرمایا، باب اس بیان میں کہ مرد عورت  
کے پچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ ہمیں مالک نے خبر  
دی ہم سے ناقد نے ابن عمر سے روایت کی، انہوں نے  
فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے پچے ہوئے  
پانی سے وضو کرے۔ بشرطیکہ جنب یا حائض نہ ہو۔ محمد  
نے فرمایا اس میں حرج نہیں کہ عورت کے پچے ہوئے پانی  
سے وضو کیا جائے خواہ وہ اس کے وضو کا ہوا یا غسل کا ہوا چاہے  
اور خواہ وہ جنب ہو یا حائض ہو، ہمیں حدیث پہنچی ہے  
کہ تضرع علی اللہ علیہ وسلم اور ستیدہ عائشہ ایک ہی  
پرتی سے پانی چھین چھپٹ کر غسل کرتے تھے، یہ جنب  
عورت کے پچے ہوئے پانی سے غسل کا ثبوت ہے،  
اور یہی ابوحنیفہ کا قول ہے۔

ختم ہم نے ابوہریر الرازی، شمس الائمة سرخسی  
اسسویجانی، وراجمی، ابوہریرہ البوسی، زبلی ابن الهمام  
و غیر ہم، جلیل القدر ائمہ کی ایک خلیفہ ہجرت سے پہلے  
ہی نقل کیا ہے اور خلاصہ سے امام محمد کی اصل کی تصریح  
نقل کی ہے کہ اسی میں خاص حکم بیان کیا ہے تو اس  
کلام کو اس کے خلاصہ پر کیونکر حمل کیا جاسکتا ہے،  
وبالله التوفیق۔

ششم انہوں نے جو ابن عباس، امام باقر،  
حسن بصری، ابن سیرین، ابراہیم نخعی اور زہری رضی اللہ  
عنہم سے نقل کیا ہے وہ مقصود سے متعلق نہیں کیونکہ  
وہ غلطی کے بارے میں ہے جبکہ گفتگو ملاقی کی بابت ہے۔  
ہفتم جو آخر میں انہوں نے عطاء اور ابن عباس

سے نقل کیا ہے کہ اس کا آخری حصہ ملحق نہیں ہے اور اس کے اول میں کوئی حجت نہیں، کیونکہ اگر مراد حوض سے وہ ضرور ہے کہ اس طرح اس کا دھرون حوض میں گرسبہ بھیجے شست میں نہ وضو کیا جاتا ہے تو وہ ملحق سے ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ حوض میں ہاتھ ڈال کر پلے بھر کر وضو کیا تو گزر چکا ہے کہ اس قدر کہ شرع نے معاف رکھا ہے جبکہ دوسرے برتن نہ ہوں، اور اگر مراد یہ ہو کہ حوض میں اثر کر وضو کیا تو بھی حجت قائم نہ ہوگی کیونکہ اس میں حوض کے سائز کا ذکر نہیں، پس ممکن ہے کہ بعض بڑا ہو۔

ہشتم اسی طرح سعد کی حدیث ہے کہ اگر وہ حیض کے منقطع ہونے سے قبل سے متعلق ہے اور ہم نے غائبہ اور غائضہ وغیرہا سے نقل کیا کہ یہ پانی کو غراب نہیں کرنا، کیونکہ وہ فون بسبب ہی موجود نہیں ہیں نہ تو مستوط فرض ہے اور نہ ہی قرینہ کی ادائیگی ہے۔  
نہم جو عامر سے نقل ہوا تو ظاہر یہ ہے کہ "قبل ان یفسدوا" کا لفظ حدیث میں مذکور ہے، اور معلوم نہیں کہ یہ کس کا قول ہے، اور مجہول ہے اسے استدلال نہیں ہوتا۔

دہم جو حسن سے نقل کیا گیا ہے وہ اس کے مخالف ہے جو انہی سے بدائع میں نقل کیا گیا ہے یعنی یہ کہ کمر پانی میں اگر مستعمل پانی گر جائے تو کیا حکم ہوگا، حسن بصری سے کمر کی بابت پوچھا گیا، تو اپنے

ان هذا القدر معفو عنه عند عدم ائنة و ان فرض ان المراد ان يلجم الحوض و يتوضا فيه لم تنته عن ايضا حجة اذ ليس فيه بيان قدر الحوض فبان انك يكونك كبيراً الشان كنك حديث سعد وضح الله تعالى عنه فانه في الحيض قبل الانقطاع وقد ما عن الخائنة والخلاصة وخيرها انها لا تفسد الماء اذا ذاك لعدم السببين مستوط فرض و اقامة القرينة المتأمن ما ذكر عن عامر فقط هرا ن لفظة يعني قبل ان يفسدوا مدرج في الحديث ولا يدري من قول من هو ولا حجة في المجهول لها مشعر ما حكى عن الحسن بغيره ما في اليد انه عند وقوع قليل ماء مستعمل في الماء سنبل الحسن البصري عن القليل فقال و من يملك نشر الماء وهو ما تظن ومنه عند الوضوء وانتشر اشار الى تعذر التحرز عن القليل فكان القليل عفو ولا تعذر في الكثرة فلا يكون حقاً انه هذا كلامه في الصلوة فكيف في الصلاة الحادي عشر وما حكى عن سعيد فعلى تعذيب الصلوة عنه مذهب تابعي فكيف يحتاج به على المذهب وكنى به جواباً عن سائرا لا تأثر الشان في عشر كنك لها



الثالثة عن البدائع معزول عن المقصود  
فانها في البدائع ولا كلام فيه الا ترى الى قوله  
ثم انكثير عند محمد ما يغلب على السواء  
الطقن وعند ههنا يستبين مواعظ القطر  
في الاناء اهـ

جواب دیا کہ پانی کے چھینٹوں کا انکسار کون ہے ؟ تو  
محمود نے تعذر کی وجہ سے معاف ہے مگر زید میں یہ صورت  
نہیں تو وہ معاف نہ ہوگا ۱۰ ان کی یہ گفتگو غلطی میں ہے  
تو طاقی میں کیا حال ہوگا۔

یا زید ہم جو تسمیہ سے نقل کیا گیا ہے اگر وہ  
صحیح ہو تو وہ ایک تابعی کا مذہب ہے تو اس سے مذہب پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے اور یہی جواب دوسرے  
آثار میں طوطا کا طریقہ پتا ہے۔

دو از ہم اس طرح برآئے سے نقل کردہ تیسری عبارت بھی مقصود سے الگ ہے کیونکہ وہ غلطی کی بابت ہے  
اور اس میں گفتگو نہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ پھر تم کے نزدیک کثیرہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے اور  
فقیہین کے نزدیک یہ کہ قطوں کی جگر رتن میں ظاہر ہو جائے اور

قلبت والوجه فيه ان الماء ظاهر  
عند محمد فلا يسلبه وصف الطهورية  
عالمه يغلب عليه ونجس عند ههنا فيما يقال  
قطرة نجس تنجس كل ماء قليل غير  
ان الذي لا يستبين لا يعتبر كوشاش البول  
قد مر ما ذكرنا الا برقع في حقه لغير التحرز  
فان هذا ما نحن فيه فلهذا حمل ما  
في يده ما ذكر البدائع في الجدل عن رواية  
ضعيفة وتعليل قول محمد في مسألة بطلان  
المستعمل ما لا في البدائع وهو اقل من غيره.

میں کہتا ہوں اس میں وجہ یہ ہے کہ تمہ کے  
نزدیک پانی پاک ہے تو اس کی پاکیزگی کا وصف  
اس وقت تک اس سے سلب نہ ہوگا جب تک کہ  
اس پر کوئی نجاست غالب نہ آجائے، اور شیعین  
کے نزدیک نجس ہے جیسا کہ کہنا جاتا ہے، اور نجس کا  
ایک قطرہ ہی تمام متلیل پانی کو نجس کر دیتا ہے  
البتہ جو پانی میں ظاہر نہیں ہوتا وہ معتبر نہیں ہوتا ہے  
بھی شہوت کی نوک کے برابر پیشاب کے پھینچنے، تو  
چونکہ اس سے بچنے میں دشواری ہے اس لیے اس کی  
معاف کر دیا گیا، تو اس کا ہماری بحث سے کیا تعلق  
ہے، ان قابل غورہ عبارت ہے جو انہوں نے برآئے سے نقل کیا ہے، وہ ایک ضعیف روایت پر محکم ہے  
اور مسئلہ حمل پر تمہ کے قول کی توجیہ ہے کہ مستعمل پانی وہ ہے جس کی ملاقات بدن سے ہوئی ہو اور وہ دوسرے  
سے کم ہے۔

اقول وبالله التوفيق وهو المستعان  
على افادة التحقيق اليش انا وصفت انا  
میں کہتا ہوں وبالله التوفيق وهو المستعان  
على افادة التحقيق، میں اور میری حقیقت کیا جو  
لہذا اتي الصانع بحث المار المستعمل

امام ہمام علیہ السلام کے کلام کے بادشاہ، اللہ تعالیٰ جنت میں ان کے درجات بلند فرمائے ہم ان کی برکتوں سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں کہ میں ان کے سامنے لب کشائی کروں یا نہیں ذہیبہ ثابت شدہ ہے اور اثر بلکہ کی تصریحات صحیحہ موجود ہیں اور اس نام جلیل اللہ نے بقول کی حد تک ان اثر سے اتفاق کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہماری بحثوں سے مذہب کی تصریحات باطل نہیں قرار پاسکتی ہیں جیسا کہ اس فی کے قدام پر واضح ہے، اس لیے میں کچھ معروضات پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں:

میں کتاب میں دیکھتا ہوں کہ امام ملک العلماء قدس سرہ نے بذات میں ذکر کیا کہ وہ کون سے مقامات میں جہاں ضرورتاً پانی کے استعمال کے لئے ساقط ہو جاتا ہے، جیسے پہلو بھرے کے لیے ہاتھ کا پانی کے برتن میں ڈالنا اور ڈول تلاش کرنے کے لیے پیرکانوں میں ڈالنا، پھر انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی نے برتن یا کنویں میں اپنے جسم کے بعض حصے کو ڈالی دیا یا غریب کے علاوہ، قرپانی فاسد ہو جائے گا کیونکہ یہ بے ضرورت ہے اور اسی اصل پر کنویں کے مسئلہ کی تحریک کی جائے گی کہ جنب انسان اس میں ڈول کی تلاش میں آتا ہو بغیر نیت غسل کے بشعر ملکہ اس کے جسم پر کوئی حقیقی نجاست موجود نہ ہو اور خلاصہ یہ کہ اس میں ہمیشہ یہ ہے کہ یا تو غوطہ لگانے والا پاک ہو گیا یا ناپاک ہو گا، مثلاً یہ کہ اس کے جسم پر حقیقی یا علی نجاست موجود ہو جیسے جنابت اور حدیث، اور ہر وجہ کی پھر وہ وہیں ہیں یا تو غوطہ

حقائق انکشاف میں یہی ہے کہ الامام علیہ السلام نے ملک العلماء انکرامہ اعلى الله درجاتہ فی داسر السلامہ واقاض عینا بركاتہ علی الدوامہ اصین وکنی المذہب قد تقریرہ والنقل الصحیح المصریع عن الائمۃ الثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قد توخرہ عن آیت ہذا الامام الجلیل قد وافق الاجلۃ الفحولی فی ثلاث المنقولہ عند ذکر المنقولہ وعلیت امتحانہ فی الجدل وادبید سے فی العسل لا یقنی علی نصوص المذہب بل سبھا لا یکنف السبھی ایضا الیہ یذہب و حکما ہو معلوم منہ من عدم ہذا الفی المذہب فجزائی ذلک علی ان اقول وهو الشاثل عشر الامام ملک العلماء قدس سرہ هو القائل فی ہذا النص بعد ما ذکر سقوط حکم الاستقبال فی مواضع الضرورة کالید سے الاناء للاختراعات والرجل فی البئر طلب الدلو فانہ وفرادخل فی الاناء والبئر بعض جسده سوی البید والرجل افسد لانه حاجۃ الیہ وعلی هذا الاصل تخرج مسألة البؤرة النفس الجنب فیہا طلب الدلو لاجبة الاقتال ویس علی بد نہ نجاسة حقیقیة والجملة فیہ ان الرجل المنفص اما استیون طاهر اولیکن بان کان علی بد نہ نجاسة حقیقیة ادحکیة کالنجابة والحديث وکل وجہ وجہین اما ان یفص طلب الدلو او البئر او الاقتال فی السألة حکما حکم الماء الذی فی البئر وحکم الد اخل فیہا فان کان طاهرا

ڈول کی تلاش میں نکلتے یا ٹنڈک محل کرنے یا غسل کرنے کیلئے اور اس مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اس پانی کا حکم جو کنیزیں میں ہے اور دوسرے اس شخص کا حکم جو کنیزیں میں داخل ہوا، اگر وہ پاک ہے اور اس نے ڈول نکالنے یا ٹنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ کھایا تھا، تو پانی بالاتفاق مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس پانی سے نہ وضو کا ازالہ کیا گیا ہے اور نہ کوئی قرۃ ادا کی گئی ہے اور اگر اس میں غسل کے لیے غوطہ کھایا تو ہمارے اصحاب وضو کے نزدیک پانی مستعمل ہو جائے گا کیونکہ اس سے قرۃ ادا ہوئی ہے اور ذفر اور شافعی و جمہا اللہ کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس سے حدیث زائل نہیں کیا گیا ہے اور آدمی نونی صورتوں میں پاک ہے اور اب ان کے اس قول کو دیکھئے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اس پانی کا حکم جو کنیزیں میں ہے اور کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کنیزیں میں وہی پانی ہے جو

والنفس لطلب الدنوا والتباعد لا يصير مستعملاً بالاجتماع لعدم ازالة الحدث واقامة القرية وان النفس فيها للاغتسال صائر الماء مستعملاً عند اصحابنا الثلاثة رضي الله تعالى عنهم لوجود اقامة القرية وعند نادر والشافعي مباحهما الله تعالى لا يصير مستعملاً لانعدام ازالة الحدث والرجل طاهر في الوجهين جميعاً ثم فانظر الى قوله في المسألة حكمان حكوا الماء الذي في البئر فهل ترى امت الذي في البئر هو ما لا يمس سطحه بدنه عند الانغمار ولابد كل ما في البئر هو المقصود ببيان حكمه وقد حكم عليه في الصورة الثانية بأنه صائر مستعملاً باجماع اثنتا الثلاثة رضي الله تعالى عنهم وفيهم محمد القائل بطلها رتبته وقد حكم بأنه بالانضمام سلب ما في البئر طهر رتبته

ملت کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ قرۃ کے طور پر غسل مراد ہے اور آئندہ تمام مقامات میں یہی مراد ہے، میل کو دور کرنے یا غری کو دفع کرنے کا غسل مراد نہیں کیونکہ جب طہر آدمی دفع گری اور عصری ٹنڈک کے لیے غسل کرے تو پانی مستعمل نہ ہوگا کہ دونوں ازالہ حدیث اور اقامت قرۃ نہیں پائے گئے اور (ت)

خط یرید الاغتسال علی وجه القرية بدلیل التعلیل وهو انفراد فی سائر المواضع الاتیة دون الاغتسال لا ازالة حدث او دفع حرقانه والتباعد سواء لا یفید الاستعمال اذا كان من طاهر لا لعدم السببیت احسنه حفظه رحمه تبارک و تعالیٰ (م)

فظهر ان حكم الاستعمال يسرى في السماء  
القليل كنه سرى ان حكم النجاسة باجماع اصحابنا  
رضي الله تعالى عنهم فان السريان على القول  
بنجاسة الماء المستعمل ظاهر لا خلاف فيه  
وهذا المحمد القائل بالظاهرة قد حكم  
بالسريان فكان القول به مجمعا عليه ولم  
يكن لاحد بالخلاف يد ان بل قد يظن ان  
ملك العلماء مما شب هربت على جعل طهارة  
الماء المستعمل متفقا عليها بين اصحابنا كما  
قال في البدر انهم وشايخ العراق لم يحققوا  
الخلاف فقالوا انه ظاهر غير مظهر عند  
اصحابنا رضي الله تعالى عنهم حتى روى عن  
القاضي ابي حاتم العراقى انه كان يقول  
انا نرجو ان لا تثبت رواية نجاسة الماء المستعمل  
عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنهم وهو اختار  
المحققين من مشايخنا بما وراه النهر  
وذلك لان سوق كلامه ههنا كما قدم لاحاطة  
احكام الماء والرجل في جميع الصور المحتمنة  
هنا وقد التزم في كل صورة بيان الخلافة  
بين اثنتا الثلاثة ان كان وفصل في شق  
الظاهر حكم الماء فعلى في الاول لا يصير  
مستعملا بالاجماع وفي الثاني صار مستعملا  
عند اثنتا الثلاثة خلافا لرضي والشافعي

خط کے وقت سطح بدن سے ملاقی ہوا تھا؛ ہرگز نہیں،  
بلکہ گزیر کا ٹکڑ پانی ہے اور اسی کا حکم بیان کرنا مقصود ہے  
اور دوسری صورت میں اس پر یہی حکم ہوا ہے کہ وہ اگر  
ثلاثہ کے نزدیک مستعمل ہو گیا ہے، اسی میں امام محمد بھی  
شامل ہیں جو اس کی طہارت کے قائل ہیں، اور انہوں نے  
فرمایا کہ غوطہ کی وجہ سے پانی کے پاک کرنے والی صفت طلب  
ہو گئی ہے تو ظاہر ہوا کہ استعمال کا حکم تھوڑے پانی  
میں مکمل طور پر جاری ہوتا ہے، پیچھے کہ نجاست کا حکم،  
اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کیونکہ سرایت کرتا  
مستعمل پانی کو نہیں کہنے کی صورت میں ظاہر ہے، اس میں  
خلاف نہیں، اور امام محمد جو پانی کی طہارت کے قائل  
ہیں سرایت کا حکم دے رہے ہیں تو گویا یہ قول اجماعی  
ہے، اس میں کسی کا خلاف نہیں رہا بلکہ یہاں یہ چٹان  
بھی کیا گیا ہے کہ کل لعلاً نہ پانی کے پاک ہونے کو  
ہمارے اصحاب کے درمیان متفق علیہ قرار دیا ہے  
جیسا کہ بدائع میں فرمایا ہے، اور مشایخ عراق نے  
اختلاف کی تحقیق نہیں کی، تراخوں نے فرمایا کہ ظاہر  
تو ہے مگر ظاہر کرنے والا نہیں، یہ ہمارے اصحاب  
رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہے، یہاں تک کہ قاضی ابو حاتم  
العراقی سے مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں توقع ہے  
کہ مستعمل پانی کی نجاست کی روایت ابو حنيفة کے نزدیک  
ثابت نہیں ہے اور یہی ہمارے دراد النہر کے محققین  
مشایخ کا عقار ہے اور اس کی وہ یہ ہے کہ یہاں

بقی حلیہ بیان حکم الرجل فی المثلتین  
عند ائمتنا فجمعهما و قال الرجل طاهر  
فی الوجهین جمیعاً فکما انه یتستحل عند  
الدوق السلیم کون هذا تمتع قول من فرد  
الشافعی فیه بقی ساکتاً عن بیان حکم الوجهین  
فی الوجهین عند ائمتنا و عنی اللہ تعالیٰ عنہم  
کذلک یمجد ان یکون هذا قول بعض دون  
بعض منهم اذ لو کان کذلک لبین الخلاف کما  
بین فی سائر الصور و لریات به حکذا مرسل  
لریحاء الخلاف اعمی عدم الخلاف مع  
وجوده لاسیما مع قرینتی الاجماع والاتفاق  
فی حکم الماء فی حدیث الوجهین فلا  
ینقدح فی الذہن الا کونه وفاقاً بین  
اصحابنا کقرینتیه السابقتین و هذا الاتفاق  
الاحلی القول بطلها رقة الماء المستعمل  
جئت لریئینجس الماء فلا یمثل ان ینجس  
الطاهر بخلاف ما اذا قیل بنجاسة اذ  
یتطرق القول بانس الماء تنجس فنجس  
فلا یکون الرجل طاهراً فاقا فان قلت ایس  
ان حکم الاستعمال انما یعمل بعد الانفصال  
و البیدن کلامه شیء واحد فی الاستعمال فها هم  
فیه لم یکن مستعلاً و اذا صار مستعلاً لم یکن فیه فعن هذا  
یخرج طاهر ماء نجاسة الماء المستعمل عند ما فیما  
ینذکر عنہما قلت بطله و لکن انما یتشبی علی  
قول الکاهن اما عند ابی یوسف فثبت

ان کے کلام کی روشنی میں کہ اگر پانی کے احکام کے احاطہ  
کے لئے ہے اور مرد کے احکام کی بابت ہے یہ تمام  
محقق صورتوں میں ہے، اور انہوں نے یہ التزام کیا ہے  
کہ ہر صورت میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اختلاف بیان کیا ہے  
اگر واقعہ اختلاف ہو۔ اور پاک کی دونوں صورتوں میں پانی کا  
حکم تفسیق ذکر کیا ہے، پہلی صورت میں کیا یا لا جماع مستعمل  
نہ ہوگا اور دوسری صورت میں کیا مستعمل ہو گیا ہمارے تینوں  
ائمہ کے نزدیک، اس میں زفر اور شافعی کا اختلاف ہے اب ان پر  
یہ بیان کرنا باقی ہے کہ دونوں مسئلوں میں اس شخص کا حکم  
ہمارے ائمہ کے نزدیک کیا ہے، تو ان دونوں کو جمع  
کر دیا اور فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وہ شخص پاک ہے  
قریبی طرح ذوق سلیم پر یہ گراں ہے کہ اس کے زفر و  
شافعی کے اقوال کا ائمہ قرار دیا جائے، اور مرد کے حکم میں  
ہمارے ائمہ دونوں صورتوں میں خاموشی پہنچا دیں یہ بعید  
ہے کہ یہ قول بعض کا ہو اور بعض کا نہ ہو، اس لئے کہ  
اگر ایسا ہوتا تو وہ اختلاف کو ضرور بیان کرتے جیسا کہ  
تمام صورتوں میں بیان کیا ہے لیکن اس کو انہوں نے  
اس طرح مطلق ذکر نہ کیا تا کہ خلاف کا ایہام ہو یعنی  
عدم خلاف مع وجود خلاف بالخصوص جبکہ دو قرینے  
اجماع اور اتفاق کے اس امر پر موجود ہیں کہ دونوں  
صورتوں میں پانی کا حکم کیا ہے لہذا ذہن میں ہر شخص ہے  
اس کی ہے کہ یہ مسئلہ ہمارے اصحاب کے درمیان  
اتفاقی ہے، جیسے اسکے دو سابقہ قرینے ہیں، اور یہ اسی  
صورت میں ہو گا جبکہ مستعمل پانی کی طہارت کا قول کیا جائے  
اس لئے کہ پانی نجس نہیں ہوا، قویہ احتمال نہیں ہے

بحکم الاستعمال یا ول ملاقاته البیوت المساء  
قال فی البدائم ابو یوسف یتقول ان ملاقاته  
اولی من المحدث المساء یوجب صیرو مرتبه  
مستعملاً فکل ملاقاته اولی من المحدث المساء  
الماء علی قصد إقامة القریة و اذا اصاب  
الماء مستعملاً یا ول الملاقاته لا تحقق طهارة  
بقیة الانضاء بالماء المستعمل <sup>للماء</sup> ۱۱ یتقول  
الماء مستعمل والمرجل طاهر وقد قال فی  
البدائم ان کان علی ید ۱۲ نجاسة حکمیة  
فقط فان اء غلبها فطلب الدنوا والتبرید یخرج  
من الاول ۱۳ ای الماء الاول فان المسألة مفرقة  
فی الانقسام فی عدة مباحات طاهراً عند الجفیف  
و معتدلاً رحمها الله تعالی هو الصالح لزال  
النجاسة بالانقسام مرة واحدة وعند ابی یوسف  
هو نجس ولا یخرج طاهر ابداً <sup>للماء</sup> ۱۴ فان  
حصلت هنا علی حال الضرورة لقول البدائم  
اما ابو یوسف فقد تولی اصله عند الضرورة  
علی ما یدکر و روی بشرحه ان المیاء کلها  
نجسة و هو قیاس مذهب <sup>للماء</sup> ۱۵ دفعه  
ان ما مرهنا ان المساء مستعمل والمرجل  
طاهر عکس ما یتقول به الامام الشافعی فی  
الضرورة الا ترى ان مذهبه فی مسألة البیوت

کہ وہ پاک کو نجس بنا دے بخلاف اس صورت کے کہ  
پانی کو نجس کیا جائے کہ اس صورت میں کہا جاسکتا ہے  
کہ چونکہ پانی نجس ہو گیا ہے اس لیے اس نے ظاہر  
کو نجس کر دیا تو مرد بالاتفاق پاک نہ ہوگا۔ اگر توبہ کی  
کہ آیا یہ بات درست نہیں کہ پانی پر مستعمل ہونے  
کا حکم اسی وقت دیا جائے گا جب وہ بدن سے  
جدا ہو، اور بدن غسل کی صورت میں شئی واحد ہے،  
تو جب تک پانی بدن پر رہے گا مستعمل نہ ہوگا  
اور جو مستعمل ہوگا تو بدن پر نہ رہے گا اسی وجہ سے وہ  
شخص پاک ہو جاتا ہے اور پانی شیخین کے نزدیک نجس  
ہو جاتا ہے جیسا کہ شیخین کی بابت مشہور ہے میں  
کہتا ہوں یہ درست ہے، مگر یہ صرف امام ابو حنیفہ کے  
قول پر چل سکتا ہے کیونکہ ابو یوسف کے نزدیک پانی کو  
مستعمل ہونے کا حکم بدن سے پہلی ملاقات ہی میں دیا جاتا  
ہے اگرچہ میں ہے ابو یوسف نے فرمایا فحدث کے بعد عضو  
سے ملے ہی پانی مستعمل ہو جاتا ہے، اور اسی طرح  
پاک آدمی کے کسی عضو کا برکت ادا کیل قرعہ پانی کو لگنا  
پانی کو مستعمل بنا دیتا ہے اور جب پانی پہلی ملاقات  
ہی سے مستعمل ہو گیا تو باقی اعضاء کی طہارت پانی سے  
نہیں ہو سکتی ہے اور تو پھر وہ کس طرح فراتہ ہیں کہ  
پانی مستعمل ہو گیا اور مرد پاک ہے۔ اور بدائع میں فرمایا  
کہ اگر اس کے ہاتھ پر صرف نجاست علیہ ہے پھر وہ

اس کو گزیریں میں ڈول نہ نکالنے یا ٹھنڈا نہ حاصل کرے  
 کھنڈہ داخل کرتا ہے قعدہ اول (یعنی پہلا پانی کیونکہ  
 مسئلہ اس مفروضہ پر ہے کہ کئی پانیوں میں ہاتھ  
 ڈیرا) سے پاک نکلے گا، یہ ابو حنیفہ اور محمد کے  
 نزدیک ہے، یہی صحیح ہے کیونکہ بنا بہت ایک ہی مرتبہ  
 ڈوبنے سے زائل ہو گئی، اور ابو یوسف کے نزدیک  
 وہ نجس ہے، اور وہ بھی پاک نہ ہوگا۔ اگر آپ اس کو  
 یہاں ضرورت پر محمول کریں کیونکہ ہاتھ میں ہے ہر حال  
 ابو یوسف نے اپنی اصل کو ضرورت کے وقت ترک  
 کیا ہے، جیسا کہ اُن سے مروی ہے اور پھر نے اُس سے  
 روایت کی ہے کہ سب کے سب پانی نجس ہیں اور یہی  
 چیز ان کے مذہب سے لگا کھاتی ہے۔

دفعہ ۸۰۹ جو یہاں گزرا کہ پانی مستقل  
 ہے اور آدمی پاک ہے، امام ثانی کے قول کے برعکس  
 ہے ضرورت کی حالت میں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ  
 ان کا مذہب کنویں کے مسئلہ پچھلے میں "ج" ہے  
 یعنی پانی اپنی سابقہ حالت پر پاک ہے اور انسان  
 بھی جیسا کہ پچھلے تھا پاک ہے۔ ہر حال میں فرمایا  
 ابو یوسف فرماتے ہیں اس اصل پر عمل لازم ہے

(یعنی یہ کہ پہلی ملاقات ہی میں حکم ثابت ہو جاتا ہے)  
 ہاں ضرورت کے وقت اس کو ترک بھی کر سکتے ہیں، جیسے جنب اور بے وضو جب برتن میں سے پانی لینے کے لیے  
 اپنے ہاتھ ڈوبیں تو پانی مستقل نہ ہوگا اور حدیث بھی زائل نہ ہوگا کیونکہ یہاں ضرورت موجود ہے، کیونکہ یہ  
 پانی اگر مستقل ہوتا تو حدیث کے زائل کرنے کی وجہ سے ہوتا، اور اگر یہ حدیث کو زائل کرتا تو ناپاک ہو جاتا اور

جمعت الماء ای ان الماء طاهر علی حاله  
 و الرجل لم یطهر کما کان قال فی البدن ثم ابویوسف  
 یقول یجب العمل بهذا الأصل ای ما تقدم  
 من ثبوت الحكم یا قول النقاء (الا عند الضرورة  
 لا یجذب والمحدث اذا دخل یداً فی الاناء  
 لا یغترف الماء لا یصیر مستحلاً ولا یزول  
 الحدث انی الماء لکان الضرورة لان هذا  
 الماء لو صار مستحلاً انما یصیر مستحلاً بان الماء الحدث لو  
 اشر الی الحدث لتنجس ولو تنجس لا یزیل الحدث  
 و اذا لم یزل الحدث بقى طاهر او اذا بقى طاهر لم یزیل  
 الحدث فیقع الذور فقطع الذور من الابتداء  
 فقلنا انه لا یزیل الحدث عنه بقى طاهر  
 بحاله و السماء علی حاله و  
 بالجملة لا استقامة لهذا علی قول ابی یوسف  
 اصلاً الا بان یقال انه مبنی علی طهارة  
 الماء المستعمل عند هم جمیعاً و هو قول  
 صحیح قد قراءت الملک العلماء و جعله مختار  
 المحققین و ان شئ فی مواضع كثيرة علی  
 نسبة التنجیس الی الشیخین کما اشتهر  
 فعلى هذا تكون المسألة فصاعداً اثبتنا  
 الثلثة حلی مریان حکم الاستعمال الخ

جمیع الماء مع طهارته و الله سبحانه و تعالی اعلم۔  
 ہاں ضرورت کے وقت اس کو ترک بھی کر سکتے ہیں، جیسے جنب اور بے وضو جب برتن میں سے پانی لینے کے لیے  
 اپنے ہاتھ ڈوبیں تو پانی مستقل نہ ہوگا اور حدیث بھی زائل نہ ہوگا کیونکہ یہاں ضرورت موجود ہے، کیونکہ یہ  
 پانی اگر مستقل ہوتا تو حدیث کے زائل کرنے کی وجہ سے ہوتا، اور اگر یہ حدیث کو زائل کرتا تو ناپاک ہو جاتا اور

اگر ناپاک ہوتا تو حدیث کو زائل نہ کرتا اور جب حدیث کو زائل نہیں کیا تو پاک رہا اور جب پاک رہا تو حدیث کو زائل کر کے گا تو دور ملازم آئے گا، تو ہم نے دور کو ابتدا ہی سے قطع کیا اور وہ اس طرح کہ یہ پانی حدیث کو زائل نہیں کرتا ہے تو انسان اپنی حالت پر رہا اور پانی اپنی حالت پر رہا اور غلطی کو ایوبوسف کے قول پر یہ قول کسی طرح درست نہیں بیٹھا ہے اس کی محض ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ پانی ان تمام ائمہ کے نزدیک پاک ہے اور یہی قول صحیح ہے، اس کو ملک العلماء نے قوی قرار دیا اور اس کو حقیقت کا مختار قرار دیا، اگرچہ اکثر مقامات پر انہوں نے اس پانی کو شیخین کے نزدیک نجس قرار دیا ہے، جیسا کہ مشہور ہے، اس بنا پر یہ مسئلہ اس امر کی تصریح ہو گا کہ ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک استعمال کا حکم تمام پانی میں جاری ہو گا اور انسان پاک رہے گا، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

الرابع عشر قال قدس سرہ فی  
من النفس فی ثلثة اباراد اکثر عند  
(ای الطرفين وضو الله تعالى عنهما) ان النفس  
طلب الدواد التبريد فالبیاء باقية حلی  
حالیها وان كان الاقفاص للاغتسال فالبیاء  
الرابع فصاعد استعمل لوجود اقامة النفس  
به فانظر حلی ای شئ حکم بكونه مستعملا الماء  
الرابع فصاعدا لا خصوص ما لاق منه سطم  
البدن۔

ہو و سوان پھر قدس سرہ نے فرمایا کہ جس شخص  
نے تین یا تین سے زیادہ گھنوں میں غوطہ لگایا تو اس  
دونوں (یعنی طرفین) کے نزدیک اگر ڈول کی تلاش  
میں لگایا یا ٹنڈک حاصل کرنے کے لیے، تو پانی اپنی حالت  
پر باقی رہیں گے، اور اگر غوطہ غریب غسل کے لیے نہ لگا  
پانی اور اس کے بعد اسے پانی مستعمل ہوں گے کہ ان کے  
قرۃ او اہرنی ہے اور تو دیکھیے انہوں نے کس چیز پر  
مستعمل ہونے کا حکم لگایا ہے، چر تھا پانی اور اس کے  
زاید خاص وہ پانی نہیں جس سے محدث ملا۔

قلت والمعنى جسيم المياه من اولها  
وانما خص الرابع فما فوقه بالذكر دفعا لتوهم  
انه يقتصر حكم الاستعمال على المياه الثلثة  
الاولى اذ لا قرينة بعد التثليث فالرابع وما  
بعده لا يصير مستعملا لعدم السبب في فتيه  
على بطلان ما منب ذلك عند اتحاد المجلس  
و لا صلح له في باب الاباراد۔

میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ پھل پانی سے لے کر  
تمام پانی مستعمل ہیں، انہوں نے چوتھے اور اس کے  
بعد اسے کا خصوص ذکر اس لیے کیا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ  
استعمال کا حکم صرف تین پانیوں تک ہی محدود ہے  
کیونکہ تثلیث کے بعد قرۃ باقی نہیں رہتی ہے تو چر تھا  
اور اس کے بعد الاستعمال نہ ہو گا، کیونکہ اس میں  
دونوں سبب موجود نہیں ہیں، تو اس کے بطلان پر انہوں



نے متنبہ کیا کہ یہ اتھاہ مجلس کی صورت میں ہے اور یہ چیز مختلف کنوؤں میں نہیں پائی جاتی ہے۔

**اقول** لیکن بشکل علیہ انہ رحمہ اللہ

تعالیٰ انما ذکر هذا فی موانع علی بد نہ نجاسة  
حقیقة لا عیبار متہ حکذا اوان لم یکن  
طاهرا فان کان علی بد نہ نجاسة حقیقة  
وهو جنب اولافا نفس فی ثلثة ابار او اکثر  
من ذلک لایخرج من الاول والثانیة طاهرا  
بالاجماع ویخرج من الثالثة طاهرا عند  
ابی حنیفة ومحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما والمیاء  
الثلثة نجسة لکن نجاستها علی التقادرات علی  
ما ذکرنا وعند ابی یوسف کلها نجسة والرجل  
نجس سواء انغمس لطلب الدلو او الاغتسل  
وعندهما ان انغمس لطلب الدلو او التبرد  
فالیاء باقیة علی حالها الخ وکیف تبقی علی  
حالیها والفرض ان علی بد نہ نجاسة حقیقة  
الا ان یقال انتہی الکلام علیہا فی قوله المیاء  
کلها نجسة والرجل نجس وقوله سواء انغمس  
لطلب الدلو الخ بیان لعدم اقتضار الحكم  
عند ابی یوسف علی النجاسة الحقیقة بل  
کنذلت الحکیمة كما قد هنا عند ابی یوسف  
هو نجس ولا یخرج طاهرا ابدافلما  
استطرذ هذا بان خلعات الطرفين فیہ ان  
هذا التعمیم لیس عندہما ویکن دکان

میں کہتا ہوں اس پر اشکال یہ ہے کہ انہوں  
نے یہ حکم اس شخص کا بیان کیا ہے جس کے بدن پر حقیقی  
نجاست ہو، ان کی عبارت اس طرح ہے پس  
اگر وہ پاک نہیں ہے تو یا تو اس کے بدن پر حقیقی نجاست  
ہوگی اور وہ جنب ہو گیا نہیں، ایسا شخص اگر تین  
کنوؤں میں غوطہ کھائے یا زیادہ میں تو پہلے اور  
دوسرے سے بالا جماع پاک نہیں نکلا گا اور تیسرے  
سے اب رضی اللہ عنہ کے نزدیک پاک نکلا گا اور تینوں  
پانی نجس ہیں، مگر ان کی نجاست مختلف ہے جیسا کہ ہم  
ذکر کیا، اور ابویوسف کے نزدیک سب نجس ہیں اور  
انسان بھی نجس ہے، خواہ اس نے ڈول نکالنے کے لئے  
غوطہ کھائی ہو یا غسل کرنے کے لئے، اور طرفین کے نزدیک  
اگر ڈول نکالنے کے لئے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے  
غوطہ کھایا تو پانی اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے الخ  
لیکن یہ دیکھ کر کہتا ہے جبکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ اس  
کے بدن پر حقیقی نجاست ہے۔ ہاں اگر یہ کہا جائے  
کہ ان کا کلام المیاء کلها نجسة والرجل نجس  
پر پورا ہوا اور ان کا قول سواء انغمس لطلب الدلو  
الخ اس امر کا بیان ہے کہ ابویوسف کے نزدیک  
حکم نجاست حقیقہ پر مقصور نہیں ہے بلکہ حکم کا بھی یہی  
حال ہے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ ابویوسف کے  
دیکھ انسان ناپاک ہے تو کبھی پاک نہ ہوگا، اس

الکلام المستطرد اذ فی التماسه الحکمیة  
 فکیف یقول عند هاتان انفس لطلب المدلول  
 التبرید فالیهما باقیة علی حالهما فان عند  
 الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یصیر الماء مستعدا  
 بازالة الخلد وان لم ینوبل كذلك عند  
 محمد ایضا عند التحقيق وقد قال فی البدائم  
 فی ادمی وقع فی البئر انت کان علی بدنه نجاسة  
 حکمیة فعلی قول من جعل هذا الماء  
 مستعدا المستعمل نجسا یخرج ماء البئر  
 کما تقدم فانه اکانت هذا فی الواقع  
 بلا قصد فکیف فی النفس قصد التبرید  
 ثم قد اتی بشرح التماسه الحکمیة بعد هذا  
 وصرح فیہ بالحکم الصحیح علی خلاف  
 ما هنا کما سیأتی وان عند ما هنا من  
 الضرورة فمع بعده یا یا قولة والتبرید  
 الا ان یقال انهم قد ادخلوه فیها کما یأتی  
 فبناء علی هذا التماسه یصح هذا العمل  
 لغير انه لا یسلم قائله مزید الاستطرد  
 حتی یثبیل الطاهر فمع ان التمسیم المذكور  
 فی قول الامام الثانی سواء انفس الزل  
 یکن یشمله قطعاً یحکم علیہ ان  
 الشول لا یخرج الخلد فکیف یصح اطلاق  
 الحکم بان المیاء باقیة علی حالها ولا

معلوم ہوا کہ اس میں طرفین کا اختلاف ہے کہ یہ تعیم ان  
 دونوں کے نزدیک نہیں ہے، اس پر یہ اعتراض ہے  
 کہ کلام مستطرد نجاست حکمیہ کی بابت ہے تو پھر یہ کیسے  
 فرمایا کہ طرفین کے نزدیک اگر دول نکالنے یا نہ نکالنے  
 حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت پر باقی  
 رہے کیونکہ امام کے نزدیک پانی مدثر کے ازالہ سے  
 مستقل ہو جائیگا اگرچہ اس نے نیت نہ کی ہو بلکہ تحقیق  
 یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک بھی یہی حکم ہے، بدائع میں  
 ہے کہ اگر کوئی انسان کنیز میں گر گیا تو اگر اس کے بدن  
 پر نجاست حکمیہ ہے تو جو روگ اس پانی کو مستقل مستعد  
 دیتے ہیں اور مستقل کو نجس کہتے ہیں تو ان کے نزدیک کنیز کا  
 کل پانی نکالا جائیگا جیسا کہ گزرا، اور جب یہ حکم بلا قصد  
 مرتبہ اور اگرچہ اس کا کیا حال ہو مگر جو شخص نے حاصل  
 کرنے کے لیے قصد غوطہ لگائے، پھر انہوں نے نجاست  
 حکمیہ الی شئ کا ذکر کیا ہے اور وہ ان انہوں نے یہاں تک  
 برعکس حکم صحیح کی صراحت کی، جیسا کہ آئے گا، اور اگر  
 یہاں جو کچھ ہے اس کو ضرورت پر محمول کر لیا جائے تو  
 یہ بعید ہونے کے علاوہ ان کے قول اولیٰ التبرید کے  
 منقضی ہے، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس کی  
 بھی اس میں شامل کر لیا ہے، جیسا کہ آئے گا، تو اس  
 تسامح کی بنیاد پر یہ عمل صحیح ہے لیکن محض غرض نہیں، اور  
 اگر استطرد کو زاید کیا جائے اتنا کہ ظاہر کو بھی شامل  
 ہو جائے تو ایک تو امام ثانی کے قول کی تعیم سوائے

وجه تخصیص الحکم بالطاهر فان الکلام منقو  
فی شق وان لو یکن طاهرا وقد قدم حکم الطاهر  
من قبل وبالجملة فالعبارة هی فیما وصل الیه  
فهمی القاصر لا تخلو عن قلی وحزارة ولعلها  
وقم فیها من قلم الناسخین تغیر و قد یسر  
وتأخیر و کر له من نظیر فضیلت اصل والله تعالی  
اعلم بهر ادعوا صیحا

انفسی اس کو قطعاً شامل نہیں، پھر اس پر یہ  
بھی اشکال ہے کہ شمول ہے و غیرہ نہیں نکالے گا تو یہ  
مطلق حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام پانی اپنی حالت  
پر باقی ہیں، اور حکم کو پاک کے ساتھ مخصوص کر دینے کی  
کوئی وجہ نہیں کیونکہ لغت کے اس شق سے متعلق ہے  
کہ اگر پاک نہ ہو حالانکہ پاک کا حکم پہلے ہی گزر چکا اور  
خلاصہ یہ کہ میری ناقص فہم میں یہاں عبارت اضطراب  
سے خالی نہیں، اور شاید اس میں ناسخین سے کچھ تغیر، تقدیم یا تاخیر واقع ہوتی ہے، اور اس کی بہت نظر آئے  
ہیں، غور کر اور اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے اپنے خاص بندوں کے ارادوں کو۔

الحنا حسن عشر ثمر قال قدس سر  
تحت قوله العا س وان كان علی یید نجاسة  
حکمیة فقط ما نصه و اما حکم المیاء فالماء  
الاول مستعمل عند ابی حنیفة رضی اللہ  
تعالیٰ عنه لوجود ازالة المحدث و البواقی علی  
حالتها لانعدام ما یوجب الاستعمال اصلا  
(ای لایات الصورة مفروضة فی الکافعما س  
للتیور او طلب المد لوفلا نیة قریة و المحدث  
قد ضال بالاول) وعند ابی یوسف و محمد  
المیاء کلها علی حالها اما عند محمد قظاهر  
لانہ لم یوجد اقامة القریة بشئ منها و اما  
ابو یوسف فقد ترك اصله عند الضرورة علی  
ما یذکر اه فقد افاد ان لوجود نیة القریة  
لصار الماء مستعملا عند الامام المربی

پندرہواں پھر انہوں نے لکھے ہر سے بڑے قول وان کان  
علی ید، نجاسة حکمیة فقط کے تحت فرمایا  
بہر حال پانی، نہ پہلا پانی امام ابو حنیفہ کے نزدیک مستعمل  
کیونکہ اس میں حدیث کا ازالہ پایا جاتا ہے اور باقی  
اپنے حال پر باقی ہیں کہ وہاں کوئی ایسا سبب موجود  
نہیں جس کی بنا پر ان کو مستعمل قرار دیا جائے (یعنی  
مفروضہ قریہ ہے کہ ٹخنہ تک حاصل کر سنے یا ٹول کی  
طلب میں غوطہ لگایا اور قریہ کی نیت نہیں ہے، اور  
حدیث پہلے ہی رائل ہو گیا) اور ابو یوسف اور محمد  
کے نزدیک کل پانی اپنی حالت پر ہیں، محمد کے نزدیک  
قرطابہ سے کہونکہ ان سے قریہ ادا نہیں کی گئی ہے  
اور ابو یوسف نے ضرورت کی وجہ سے اپنی اصل کو  
چھوڑا ہے جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے اور اس انہوں نے  
بنایا کہ اگر قریہ کی نیت ہوگی تو پانی مستعمل ہوگا

الضابط هو كذا فان التحقيق انه لا يقصو  
الاستعمال على نية القربة كما تقدم -

**اقول** فهذا صرائح نصوص المسألة

عن ائمة المذهب رضي الله تعالى عنهم امة  
بها ملك العلماء فلا يعارضها ما وقع منسب  
في تعليل او جدل اما الجدل فظا هو و  
العلة ان محض لزمت صحة الحكم ولا عكس  
لجوانب ان تكون هذه باطلة والحكم معتدلا  
بعلة اخرى وهما كذلك فان القول بخباصة  
المستعمل معتل بوجود اخر كوت في البدائم  
نفسها والهداية والكافي والتبيين وغيرها  
وهذا العلة قاسم فدره على ملك العلماء  
استدلوا به في الحديث في رسالته هذه  
وقد تقدم قوله انه لا يطابق عمومهم  
المذكور في المساء الكثير في حمل على الكراهة  
الاولى قال قبله حديثه بعض كلام الهداية  
قولا قولا قوله روى عن النسبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم انه قال لا يبولد احدكم في المساء  
الدايم ولا يفتلن فيه من الجاهلية من غير  
فصل بينه واثم واثم الخ يقال عليه  
انظر هل انت من اكبر مخالفين هذا الحديث  
حيث قلت انت و مشايخك انه يتوضو من  
الجانب الاخرى المشرقية ويتوضو من  
اليمين الجانب الاخرى المشرقية كما اذا بال فيه  
الانسان او اختل جنب امر انت من العاملين

امام رباني کے نزدیک، بلکہ حقیقت یہی ہے کہ نہ تحقیق  
یہ ہے کہ شغل ہونا نیت قربہ پر عروق نہیں جیسا کہ گزرا۔

میں کہتا ہوں یہ تصریحات ہیں جو اس مسئلہ  
میں دائرہ مذہب سے منقول ہیں، ان کے ملک العلماء  
نے ذکر کیا ہے، ان کے معارض وہ عبارت نسبی  
ہو سکتی ہے جو انہوں نے علت کے بیان کے وقت  
جدل کے طور پر بیان کی ہے، جدل کی بات تو ظاہر ہے  
اور علت اگر صحیح ہوئی تو حکم کی صحت کو لازم ہوگی اور  
اس کا عکس نہ ہوگا، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ علت باطل  
ہو اور حکم دراصل کسی اور علت کی وجہ سے ہو، اور یہاں  
یہی صورت حال ہے، کیونکہ شغل پانی کی نفاست کا  
قول دو سری علتوں کی وجہ سے ہے جو بدائع میں مذکور  
ہیں۔ کافي اور تبیین وغیرہ میں بھی یہی ہے،  
اور علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں ملک العلماء کے  
اس حدیث سے استدلال پر رد کیا ہے اور ان کا یہ قول  
محذور ہے کہ اس کے عموم اور ان کے مذکورہ فروع  
میں مطابقت نہیں پاتی جاتی ہے جو ماہر کثیر سے متعلق  
ہیں تو اس کو کراہت پر محمول کیا جائے گا الخ اور  
اس سے قبل فرمایا جہاں انہوں نے بدائع کے بعض  
کلام کو رد کیا ہے، اور ایک ایک بات کا رد کیا ہے  
کہ ان کا قول کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہو  
پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور نہ ہی اس میں غسل  
جنابت کرے، اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے ایک  
ٹھہرے ہوئے اور دوسرے ٹھہرے ہوئے کے درمیان

یہ فائدہ لا العجب منی لیستدل بہ حدیث ہو  
 احد من مخالفہ اہ و ہذا احادیث الیہ  
 بقول لایطابق عمومہ الخ  
 اس پر یہ کہا جائے گا جو ذکر کیا تم اس حدیث کے  
 بڑے مخالفین میں سے ہو۔ کیونکہ تم نے اور تمہارے  
 مشایخ نے کہا ہے کہ اگر نجاست نظر آرہی ہو تو دوسرے  
 کنارے سے دھو کر لے اور اگر نظر نہ آتی ہو تو جس کنارے سے چاہے دھو کر لے، جیسے کسی انسان نے اس پانی  
 میں پیشاب کیا یا جنب نے غسل کیا۔ یا تم اس حدیث پر عمل کرنے والوں میں سے ہو، اس سے زیادہ تعجب نیز  
 بات کیا ہوگی کہ جو شخص اس حدیث کا مخالف ہے وہی اس حدیث سے استتلال بھی کرتا ہے اہ امد یہ ہے  
 بات جس کی طرف انہوں نے اپنے قول لایطابق عمومہ میں اشارہ کیا تھا الخ

اقول رحمکم اللہ جاؤ لہ الحدیث  
 الاخذ والرد قائلین انما هو فی  
 الکثیر و الکثیر ملحق بالمجاہد و الحدیث فی  
 الدائم ثانیاً انکراۃ ان اسرید بہا کراۃ  
 التہریم لہ یلائم قولہ و بذلک اخبر راد سے  
 الخبر قال کنا نستحب انی اخر ما صرم انہا  
 لا تغیر کراۃ لہ لہ تغیر بہ الماء لہ یکس وجہ للنہی  
 عنہ الا ترى ان الماء اکثر لعدم تغیرہ  
 یجوز الاختلاف فیہ اجماعاً کما فی الہدایہ  
 وقد استدلل هو علی نجاسة الماء المستعمل  
 و شیخک المحقق علی الاطلاق علی السلب  
 الطہوریۃ عنہ بہذا النہی المفید کراۃ  
 التہریم وان اسرید بہا کراۃ المتغیرہ  
 فعدول عن الحقیقۃ من دون ضرورۃ  
 ملجئۃ و لا یلائمها فون التکید فی قولہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یغتسل و قد دفع  
 العلامة الاکمل فی العنایۃ کراۃ المتغیرہ  
 بان تعینہ بالذائم ینافیہ فان الماء الجاہد  
 میں کتابوں اللہ تم پر رحم کرے تم نے قول  
 کہنے اور رد کرنے دونوں میں حد سے تجاوز کیا ہے،  
 اول تو یہ کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ کثیر پانی کی  
 بہت سے اہ کثیر جاری کے حکم میں ہے اور حدیث طہرہ  
 ہر سے پانی سے متعلق ہے۔  
 ثانیاً اگر کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے  
 تو یہ اللہ کے قول کے موافق نہ ہوگی، اور اسی کی خبر حدیث  
 کے راوی نے دی فرمایا کنا نستحب الخ پھر یہ آپ  
 کے لیے مفید نہیں اس لیے کہ اگر اس کی وجہ سے  
 پانی میں تغیر نہ ہوتا تو اس سے منع کرنے کی کوئی وجہ  
 نہ ہوتی، مثلاً کثیر پانی کہ وہ تغیر نہیں ہوتا اس سے  
 غسل کرنا بالاجماع جائز ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے  
 اور اس نے خود اس سے مستعمل پانی کے نہیں ہونے  
 پر استدلال کیا ہے اور آپ کے شیخ محقق نے پانی سے  
 طہوریت کے سلب ہر جگہ پر استدلال کیا ہے اور  
 دلیل یہی تھی ہے جو کراہت تحریمی کو ظاہر کرتی ہے  
 اور اگر اس سے کراہت تنزیہی کا ارادہ کیا جائے  
 تو یہ حقیقت سے بلا استدلال غرور کے انحراف کرتا ہے

یشارکہ فی ذلک المعنی فان البول کما انہ  
 یس یادب فی الماء الدائم فکذا لک فی العیادے  
 فلا یكون تقید فائدة وکلام الشایع معصوم  
 عن ذلک اه وقد قال فی المسجلی اما البول فیه  
 فیکر وہا تعلیل کان اکثر اراء الساجد جاریا دسی  
 ابو حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ من یبول فی  
 الماء جاری جا فلا ھکما فی ابن الشلی علی  
 التبیین۔

اور پھر تھمر علی اور علیہ وسلم کے قول لا یفتسد  
 میں جو قوی تاکید ہے اس سے بھی اس کی ممانعت نہیں  
 اور علامہ اعلیٰ نے عنایہ میں کراہت تزییر کو دفع کرتے  
 ہوئے فرمایا کہ اس کو "دائم" کی قید سے مقید کرنا  
 اس کے منافی ہے کیونکہ جاری پانی بھی اس کا شریک ہے  
 کراہت تزییر میں کیونکہ پیشاب کرنا ٹھہرے ہوئے پانی  
 میں خلاف ادب ہے اس طرح جاری پانی میں کر دہے  
 تو مقید کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اور شایع کا کلام  
 اس سے محفوظ ہے اور معتبر میں ہے کہ پانی میں غراء وہ قلیل ہو یا کثیر ٹھہرا ہوا یا جاری پیشاب کرنا مکروہ ہے  
 اور ابو حنیفہ نے جاری پانی میں پیشاب کرنے والے کو باطل کہا ہے اح جیسا کہ ابن شلی علی التبیین میں ہے۔

اقول المقرر عندنا ان نصوص شایع  
 لا نظر فیہا الی مفهوم الخلاف و یجوز ان یکون  
 ذکر الدائم نظرا الی الحكم الشافی هو المنہی  
 عن الاغتسال و اما ما ذهب الیه من انہم لم یعملوا فی  
 بعض الصور باطلا فہ فلیس من قید اطلاقا  
 او خصص عموم الدلیل لای منہ ما عنہ  
 التمسک بہ فی شئ اخر هذا کذا اھم استعمال  
 الماء بوقوع محدث فی البئر عند محمد علی تسلیہ  
 لہ لا تعللہ بما تقرر عندک و صرحتم بہ  
 غیر مرة ای محمد لا یقول بالاستعمال الا  
 بنیۃ القربة و ای نية للساقط و انسقم  
 المصرحون کما تقدم ان الطاهر ان انفس

میں کتا ہوں ہمارے نزدیک طے شدہ اصول  
 یہ ہے کہ شایع کے نصوص میں مفهوم مخالفت کا اعتبار  
 نہیں، یہ جائز ہے کہ دائم کی قید دوسرے حکم کے لحاظ  
 سے ہو، یعنی غسل کی ممانعت۔

شواہد مان دیا کہ بعض صورتوں میں انہوں نے  
 اس کے اطلاق پر عمل نہیں کیا ہے قرآن نے کسی مطلق  
 کو مقید کیا ہو یا عام کو خاص کیا ہو کسی دلیل کی بنا پر  
 اس کو یہ ممنوع نہیں ہے کہ وہ اس جگہ سے کسی اور چیز کا  
 استدلال کرے، اور اسی طرح پانی کا مستقل نہ ہونا کسی  
 محدث کے گزرنے میں گرجانے کی وجہ سے حکم کے نزدیک  
 اگر اس کو تسلیم بھی کر دیا جائے، تو آپ اس کی علت وہ  
 کیوں نہیں بتاتے ہو جو تمہارے نزدیک مقرر ہے اور

فيهما لا تغتسل صابرا الماء مستعملا عند  
اصحابنا الثلاثة رضي الله تعالى عنهم فلم ينع  
يقول محمد ثم ان غير المستعمل اكثر فلا  
يخرج عن كونه طهورا.

تم نے ایک سے زائد مرتبہ اس کی وضاحت کی ہے  
کہ محمد فرماتے ہیں کہ پانی اسی وقت مستعمل ہو گا جب قرۃ  
کی نیت ہو اور چپانی میں گر جائے اس کی کیا نیت ہوگی  
اور تم نے تصریح کی ہے جیسا کہ گذرا کہ اگر پاک آدمی کنویں  
میں غوطہ کھاتے نہالے کے لیے تو پانی ہمارے اصحاب ثلاثہ کے نزدیک مستعمل ہو جائے گا، تو محمد نے کیوں نہیں کہا پھر مستعمل  
اکثر ہے تو طہور ہونے سے خارج نہ ہوگا۔

السادس عشر المذاهب  
المعتمدة في مسألة غط رابعة لا تشلها  
المعروف وهي علم اي ان الرجل طاهر زال  
حدثه والماء طاهر غير طهور قال في المبداء  
والكافي والتبيين والسراج وغيرها انها  
او في الروايات وفي الدرر انه الاصح ومنه  
الفتح وشرح المجموع انها الرواية الصحيحة  
وفي البحر انه المذهب المختار ومنه  
الحكم على الصحيح فانقطعت الشبهة  
مؤاسا واستقر بحمد الله عرش التحقيق على  
امت الاستعمال يشيم في الماء القليل  
سريان الفحاسة.

سولہواں صحیح روایت اور معتبر روایت  
مسئلہ چھٹا میں چوتھی ہے اس کی حروف شامل نہیں  
اور وہ علم ہیں یعنی انسان پاک ہے اس کا حدث  
زائل ہو گیا ہے اور پانی پاک تو ہے مگر طہور (پاک کرنے  
والا) نہیں ہے، ہذا یہ کافی، قبیح اور سراج وغیرہ  
میں ہے کہ یہ تمام روایتوں میں سب سے زیادہ جامع  
ہے اور دور میں اسی کو اصح کہا، اور فتح اور شرح کج  
میں کہا کہ یہی صحیح روایت ہے اور بحر میں اسی کو  
مذہب مختار قرار دیا ہے اور یہ کہ صحیح قول کے مطابق  
حکم یہی ہے تو شبہ بالکل منقطع ہو گیا امید ہے امر حق ہو گیا  
کہ مستعمل چونا تھوڑے پانی میں اسی طرح سرایت  
کرتا ہے جس طرح نجاست سرایت کرتی ہے۔

السابع عشر  
في المحدث والفحاسة حيث تشيم ولا يشيم

مسترحواں قدس سرہ نے حدث اور نجاست  
میں فرق کیا ہے کہ نجاست سرایت کرتی ہے اور حدث

لہ شلی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیر بہ لاق مصر ۲۵/۱  
لہ در مختار باب مباح مجتہاتی دہلی ۳۴/۱  
لہ بحر الرائق کتاب الطہارۃ سعید کینی کراچی ۹۴/۱  
لہ ایضاً ۹۶/۱

بان النجس يختلط بالطاهر على وجه لا يمكن التمييز بينهما فيحكم بنجاسة الكل۔

### اقول اولاً الوجه قاصح عن التمسك

قريب نجس لا يختلط ورن نجس يختلط ويحكم التمييز فلم يسر الحكم الى جميع المسامير القليل او ايتهم لو وقع في الغدير مشقة من تخيير لفلان يتنجس الا العذر الذي لا قلها اذ لا شئ هناك يختلط فلا يمكن التمييز هذا لا يقول به احد منافان قلت نجس بها ما وليها وهو مختلط بها اثر الاجزاء بحيث لا يمكن التمييز اقول فبعض نجس القرب خذير يفرم ان لا يتنجس الا ما يتصبغ به للحصول التمييز باللون فان قلت ما لم يتصبغ جاور التصبغ يسرى الحكم الى الكل۔

اگر کہا جائے کہ جو پانی تھ سے آلود ہو گیا وہ اس پانی سے مل جائے گا جو آلودہ نہیں ہوا ہے اس طرح کل پانی نجس ہو گیا۔

### اقول هذه طريقة اخرى غير

ما سلك الامام ذلك العلماء من ان الحكم بنجاسة الكل لعدم التمييز لا يسريان بالجوار وسيأتيك الرد عليها في السامع وقد انكرها في الهدا ثم بقوله قدس سورة الشرح ورد بتنجيس جوار التنجس لا بتنجيس جوار نجس الا ترى ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حكم بظہارتہ

سرايت نہیں کرتا ہے کیونکہ نجس پاک چیز کے ساتھ اس طرح مل جاتا ہے کہ دونوں میں امتیاز نہیں ہو سکتا تو کل پر نجاست کا حکم ہو گا۔

میں کہتا ہوں اول جود علی قیاس ہے کہ بہت نجس مختلط نہیں ہوتے اور بہت نجس مختلط ہوتے ہیں اور متاثر رہتے ہیں تو حکم قلیل پانی میں مکمل طور پر نہ ہوگا مثلاً تالاب میں خنزیر کا ایک بال گر جائے تو کیا صرف وہی نجس ہوگا جو بال سے متصل ہوا ہو کہ اس میں کوئی چیز مختلط ہونے والی نہیں پائی جاتی ہے لہذا امتیاز نہیں ہو سکتا ہے یہ قول ہم میں سے کسی کا نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ اس سے ملے پانی نجس ہوگا جو اس سے متصل ہے اور تمام اجزاء کا براہ راستہ کہ تیز فکریں نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی نجس تھ کا تالاب میں مل جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ صرف اتنا پانی ہی نجس ہو جو اس میں ملا ہو کیونکہ یہاں رنگ کی وجہ سے امتیاز حاصل ہو جائیگا۔

میں کہتا ہوں یہ حکم العلماء کے راستے کے علاوہ ایک اور راستہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ کل پانی کی نجاست کا حکم عدم تمييز کی بنا پر ہے اس لیے نہیں کہ متصل پانی میں اس سے سرايت کی ہے، اس کی تردید آپ مانع کے بیان میں پڑھ لیں گے، اور پرائی میں اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ شریعت نے ناپاک کے متصل کے ناپاک ہونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں کہ متصل کے ناپاک کی کا حکم دیا ہے مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ



علیہ وسلم نے اُس پانی کے پاک ہونے کا حکم دیا جو اس  
گھی سے متصل ہے جو چُہے سے متصل ہے اور جو گھی  
چُہے سے متصل ہے وہ ناپاک ہے اور اس کی  
وجہ یہ ہے کہ گھس کے متصل کا متصل اگر اس پر نجاست  
کا حکم لگایا جائے تو جو متصل کے متصل کے ساتھ  
متصل ہوگا اس پر بھی نجاست کا حکم لگایا جائے گا  
اور یہ سلسلہ لا متناہی چلے گا، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا  
کہ اگر چشاب کا ایک قطرہ یا چوبہا بڑے سمندر میں  
گر جائے تو تمام کا تمام پانی ناپاک ہو جائے کیونکہ پانی کے  
تمام اجزاء ایک دوسرے سے متصل ہیں، اور یہ غلط  
ہے اور میں نے اس کی تردید تین طرح کی ہے، اور  
یہ وجہ میں نے اپنے ہاتھ کے نسخہ کے حاشیہ پر  
ذکر کی ہے۔

- (۱) گفتگو جاہد چیز میں ہے تو سراپت کا  
سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
- (۲) شریعت نے کثیر اور باری پانی کے بارے میں  
یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا جب  
تک اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف میں  
تبدیلی نہ ہو جائے اور تھوڑا پانی شے واحد ہے اس  
میں متصل کا متصل، متصل ہے۔

(۳) شیخ امام نے یہ اس لیے بیان کیا ہے  
کہ بچہ بیا، بلی اور بکری جو کنویں میں گر جائے ان کے  
حکم میں فرق ظاہر ہو جائے، میں، چالیس ذیل اور

ما جاور المصنوع الذی جاور الفأسرة و حکم نجاسة  
ما جاور الفأسرة و هذا لان جار جار النجس حکم نجاسة  
لحکم ایضا نجاسة ما جاور جار جار النجس  
الی ما لانها یة له فیودی الی ان قطرة من بول  
او قاقا لود وقعت فی بحر عظیم امت یقتجب  
جمیع ما ثله لاقتصال بین اجزائه و ذلك فمقد  
اه و قد کان سنم فی فی الرد علی هذا المثلث  
اوجه ذکرتها علی هامش نسخ فی السبد النع  
اولها التقریر فی الجاصد فلا سراسر است  
وثانیها التشریع جعل اکثر و الجار سے لا  
یقبلان النجاسة ما لم یتغیر احد اوصافهما  
و الماء الثقیل شئ واحد فقیه جار الجار جار  
و ثانیها ذکر الشیخ الامام هذا لا سبدا  
الفرق فی حکم الفأسرة و المهر و الشاة الواقعة  
فی البئر بفرع عشرين و اسر بعی و اکل بان  
الفأسرة یجاور ما من الماء عشرين و لو انصر  
جشبا لحکم نجاسة هذا لا لقدم لان ما و را  
لم یجاور الفأسرة بل ما و را ما جاور الفأسرة و  
التشریع و ما الی اخرها هر فکبت علیہ امت  
لو فرض عدم النجیس بالفأسرة الا لقدم  
عشرین لزم فساد الكل للاختلاف بیحیث لا  
یمتا ثر ساریت العلامة امت امیر الحاج  
ذکر فی الحلیة الوجهین الاولین بعبارة  
مستطیبة مفیدة كما هو دایه رحمه الله تعالی

فقال في الاول معلوم ان الماء ليس بشئ  
كثيف يمنع كثافته سريان النجاسة الواقعة  
فيه من محلها الذي حلت به الى غيره كما  
في السم الجاهد ليقهر الاقتصار في التنجيس  
على الجار المتصل دون غيره بل هو ما نفع  
دقيق لطيف تعيين لطافته ورقة اجزائه  
مع الاضطراب العارض له بواسطة الاختلاط  
منه على سرابة النجاسة الى سائر اجزائه  
ثم ذكر انشائي بعد كلامه <sup>عليه</sup> <sup>السلام</sup>

کل پانی نکال جائے گا۔ پھر ہیا کے ساتھ پانی کے بیس  
ڈول متصل ہیں کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے تو اتنی ہی  
مقدار پانی کی نکالی جائے گی کیونکہ اس مقدار کے علاوہ  
پانی پھر ہیا کے متصل نہیں ہے بلکہ پھر پھر ہیا سے متصل ہے  
اس کے متصل ہے اور حکم شرع اس کی مثل وارد  
ہو اسے الا میں نے اس پر لکھا ہے کہ اگر یہ فرض  
کیا جائے کہ پھر ہیا سے صرف بیس ڈولوں کی مقدار  
نجس ہوگی تو کل کا فساد لازم آئے گا کہ اختلاف ہوا ہے  
اور امتیاز ختم ہو گیا۔ پھر میں نے علامہ ابن امیر الحاج کو

دیکھا کہ انہوں نے علیہ میں دو پہلی وجوہ مفصل عبارت سے لکھی ہیں جیسا کہ ان کا اسلوب ہے پہلی میں فرمایا  
یہ معلوم ہے کہ پانی کیثف شے نہیں کہ اس کی کثافت اس نجاست کی سرایت کو مانع ہو جو اس میں گری ہے  
ہیسا جا دگئی تاکہ ناپاکی صرف متصل تک ہی محدود رہے دوسرے تک تجاوز نہ کرے، بلکہ پانی مانع ہے رقیق ہے  
لطیف ہے اس کی لطافت و اجزاء کی رقیق عارض ہونے والے اضطراب کے ساتھ دوسرے تمام اجزاء  
نہ نجاست کے سرایت کرنے میں مانع ہے، پھر دوسری وجوہ دوسرے کلام کے بعد ذکر کی۔ (ت)

والله اقول السم الجاهد هل يقبل  
النجس بجوار النجس ام لا على الشاخب  
لما مر على الله تعالى عليه وسلم بتقویر  
ما حول الأسرة وسلمتم نجاسته وحسب  
الاول اذا فرض ان جار النجس نجس علم  
جرا وجب تنجيس ما يجاوره وهذا لما مر  
بتقویر نكرته مجاور هذا النجس وان  
له يجاور الفاسدة فلا يجدي الفرق  
باللطف والكثافة بل لعل ان

اور اب میں کہتا ہوں منہ گئی نجس کے ملنے کی وجہ سے  
نجس ہونے کو قبول کرے گا یا نہیں! دوسری تقریر  
پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ہیا کے ارد گرد کے  
گھی کو دور کرنے کا حکم کیوں فرمایا اور تم نے اس کی  
نجاست تسلیم کرنی اور پہلی تقریر پر جب یہ فرض  
کیا گیا کہ نجس کا پڑوسی نجس ہے اور حلو جبراً تو جو  
حصہ صفائی والی جگہ سے ملتا ہے اسکو نجس کہہ گا کیونکہ  
اسی نجس کے مجاور ہے اگرچہ پھر ہیا کے مجاور نہیں تو کثافت  
کا فرق کچھ مفید نہ ہو گا، بلکہ کوئی کھنڈ والا کہہ سکتا ہے

کہ جب پھر پیاسے اور گرد لگتی نجس ہو گیا تو حج اس گئی کے  
 مجاور ہے وہ جس کے متصل کا متصل نہیں ہے بلکہ جس کا متصل ہے  
 اور اسی طرح اخیر تک اگر یہ فرق کیا جائے کہ گئی نجس ہے  
 نجس نہیں ہے اور جس کا متصل نجس ہوتا ہے نہ کہ نجس کا  
 متصل، تو لازم آئے گا کہ انی اس وقت  
 نجس نہ ہو جب اس میں یہ گئی نہ تھارنے کے بعد ملایا  
 جائے کہ نہ اس کے ملاقات نجس سے ہوئی نجس سے  
 نہیں ہوتی اس سے حکم العلماء کے کلام کی خامی ظاہر  
 ہو جاتی ہے اور بساطاً بتہ اسے لیٹ دی جاتی ہے۔  
 میں کہتا ہوں وہاں توفیق پاک کا  
 ناپاک ہونا اس لیے نہیں ہے کہ وہ ناپاک سے متصل ہے  
 مثلاً کہ اگر ایک نجس کپڑا پاک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے  
 تو پاک ناپاک نہ ہوگا، اگر وہ دونوں خشک ہیں بلکہ  
 اس ضرورت میں کہ نجس نہ ہوگا جبکہ ناپاک میں تری  
 باقی ہو جس کا محض اثر پاک پڑا ہو، جیسا کہ دور اور  
 شامی میں ہے اور ہم نے اس کو اپنے فتاویٰ میں بیان  
 کیلئے جو وہ پاک کا نجاست کے کم کو حاصل کرتا ہے نجس کے ملنے سے  
 اور یہ اس پاک میں ہوتا ہے جو مائع اور غلیظ ہو، اور  
 یہ محض ملنے سے ہوگا اگرچہ نجس خشک ہو اور اس میں  
 تری نہ ہو، اور طہر خیر مائع میں نجس تری اس کی  
 طرف منتقل ہوگی تو اس کو ناپاک کر کے کے لیے تری کا  
 ہونا ضروری ہے جو اس سے جہد ہو، پھر معاملہ پاک کے  
 جرم کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوگا، یعنی طہر  
 و کثافت کے اعتبار سے، تو لطیف میں ہر نسبت  
 کثیف کے سمرایت زیادہ ہوگی، اور اسی طرح یہ  
 اختلافات اتالی کے زمانہ کے اختلاف سے بھی پیدا

یقول اذا تنجس المصحح حولها فصار مجاور هذا  
 المصحح ليس جاسر جاسر النجس بل جاسر النجس  
 وطكنا الى الاخر قان فرق بان المصحح متنجس  
 لا نجس و جاسر النجس متنجس لا جاسر المصحح  
 لزوم انت لا يتنجس الماء اذا الملق فيه  
 هذا المصحح بعد التقويم لانه لا يمتزج  
 لانجس و به يظهر ما في كلام ملك العلماء و  
 يطوى هذا البساط من اوله۔

فاقول وبالله التوفيق ليس سبب

تنجس الطاهر مجاورته لنجس الا ترى انت  
 لو لم توب نجس في ثوب طاهر لم يتنجس  
 الطاهر اذا كانا جسين بل ولا اذا كانت في النجس  
 بقية شاة يظهر بها في الطاهر بغير اثر في  
 الدرر الشامي وبعين في فتا و نابل هو ان كتاب  
 الطاهر حكمه النجاسة عند لقاء النجس و ذلك  
 يحصل في الطاهر المانع القليل بمجرور  
 اللقاء وان كان النجس يابس لا يبل فيه و في  
 الطاهر لغيره لما تم بانتقال انبلة النجاسة  
 اليه فلا بد لتنجيسه من بنة تفصل ثم  
 يختلف الامر باختلاف جرم الطاهر لطافة  
 وكثافة فالسراية في اللطيف اكثر منها في  
 الكثيف وكذلك قد يختلف باختلاف زمن  
 التواجد اذا عرفت هذا اما المصحح يقود ويلقى  
 منه قدر ما يظن سراية البلة النجسة اليه  
 ويبقى الباقي طاهرا لان التنجس لم يكن

ہوتا ہے، جب تم نے یہ جان لیا تو گلی کو تھرا جا سنے کا  
اور اس میں سے اتنی مقدار پھینک دی جائے گی جتنی سہل  
طرف نجس تری کی سرایت کا گمان ہو اور باقی پاک رہے گا  
کیونکہ ناپاک ہونا نجس کے اتصال کی وجہ سے نہ تھا کہ یہ  
کہا جائے کہ اس کے بعد وہاں گلی اس نجس کے مجاور متقل  
ہے بلکہ اس کی نجاست تری کے اس کی طرف آ جانے کی  
وجہ سے ہے اور تری ختم ہو چکی ہے، تو معلوم ہوا کہ  
حک العلماء کا استفسار گلی کے مسئلہ سے چڑھیا اور اس  
سے بڑے جاؤر کے مسئلہ میں اختلاف کو ثابت کرنے  
کے لیے بلا وجہ ہے اور بیشک گزری آثار کے تابع ہوتے  
ہیں اور محقق نے فتح القدر میں خوب فرمایا گزری کے  
مسئلہ میں، صحیح راستہ یہ ہے کہ انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھوں اس طرح ہاتھ  
دے دے بھی اندھا اپنے ہاتھ کے ہاتھوں یا تو دیتا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے احسن توفیق کے مسائل ہیں۔

اور ثانیاً (اور یہی اٹھارہواں ہے) ہمارا  
مذہب یہ نہیں ہے کہ جب نجاست تھوڑے پانی میں  
موجلتہ تو صرف وہی پانی ناپاک ہو گا جو اس سے متصل آ  
اور باقی پاک رہے گا اور اس کا استعمال اس لیے  
ممنوع ہو گا کہ کہیں اس میں ناپاک ٹپ کر نہ آ جائے  
اور پتہ نہ چل سکے، بلکہ قطعی مذہب یہ ہے کہ نجاست  
تمام کو شامل ہوگی۔

اور اس صورت میں میں کہتا ہوں کہ نجاست  
کے حرم سے کیا مراد ہے کیا عین نجاست عام ہوگی یا  
اس کا حکم عام ہوگا؟ یعنی قریبی پانی پر بھی اس کا حکم  
لاگو ہوگا، پہلی صورت تو قطعاً باطل ہے کیونکہ معلوم  
ہو چکا ہے کہ نجاستوں میں اختلاف نہیں پایا جاتا ہے

لمجاورة النجس حتى يقال ان الممسح الذي  
بعد ما جاد ولم يمسح النجس بل لسراية البسطة  
وقد انتهت فظهور ان استسقاء ذلك العلماء  
بمسألة الممسح على المتفرقة بين الغامرة وما  
فوقها لا وجه له وانما الأيات تتبع الأشار وما  
احسن ما قال المحقق رحمه الله تعالى  
في فتح القدير في مسائل الميمون ان الطهرون  
ان يكون الانسان في يد النجس صلي الله تعالى  
عليه وسلم واما ما به مضى الله تعالى عنهم  
كالاعطى في يد القاتل انا نسأل الله تعالى حسن  
التوفيق آمين

مسئلہ میں، صحیح راستہ یہ ہے کہ انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھوں اس طرح ہاتھ  
دے دے بھی اندھا اپنے ہاتھ کے ہاتھوں یا تو دیتا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے احسن توفیق کے مسائل ہیں۔

وثانیاً وهو الثامن عشر  
ليس مذجبات النجس اذا وقع في الماء الثقيل  
لأن نجس من الاما اتصل به عينا والهاق  
باق على طهارته وانما يستعمل استعماله  
مخافة استعمال النجس لا خلاطه به بحيث  
لا يمكن التمييز بل المذهب قطعاً شيوخ النجاسة  
فینجس الكل وحينئذ -

اقول ماذا يشتمل من النجاسة جثتها  
او حكمها ای یکتسب الماء بمجاورتها حكمها  
الاولی یا طلق قطعاً لما علمت من انها  
لا تختلط و الاقطة من بول مثلاً کيف  
تستخرج بغير کبر غیر کبر فان قسمة الاجسام  
له فتح القدير فصل في البئر نوري رضوي سكر

مناہیۃ عندنا فیستحیل ان یکون فی الصغیر  
 مائتاوی مدۃ حصص الکبیر ولتائی وجہات  
 الانتقال التدریجی ای یکتسب ما یلیہا من  
 الماء من کل جانب ثم الاجزاء السقیلی هذه  
 المیاء تکتسب من هذه ثم و ثم الی ان ینتھی  
 الی جمیع الماء ما لم یبلغ حد الکثرة امر الثبوت  
 الدافع بان ینجس الککل بوقوع النجس معاً من  
 دون توسط وسائط الاول باطل لاننا نعلم  
 قطعاً ان یوقر قطرة من بول مثلاً فی هذا  
 الطرف من خدیو طولہ مائة ذراع وعرضہ ذراع  
 الانصف اصہم وعقہ الذ ذراع ینجس الطرف  
 الاخر والاخر القوم صالات المشرع یحکم بتأخر  
 نجس ذلک الطرف بزمان صالہ لا یستل  
 الحکم شیئاً غشیاً فاذا ثبت ثبوت الحکم للکل  
 معاً صالۃ بدو من توسط و معلوم من  
 المشرع ان الماء لا ینجس بالاملاقاء النجس  
 وقد اقدمتم انہما ان ملاقاء النجس الطاهر  
 توجب تنجیس الطاهر وان لم یغلب علی  
 الطاهر فرجیب ان الملاقاء حصلت لکل  
 الماء وقعة لا بالوسائط و معلوم قطعاً ان  
 اللقاء الحسی ان الوقوع لیس بالجزء خفیف  
 و الامر اظهر فی نحو الشمرۃ الذکورة غشیاً  
 انہا حیث وقعت لاقت جمیع اجزاء الماء  
 القلیل والا لہما ینجس الککل معاً لعدم السبب  
 فظہر ولله الحمد ان الماء القلیل فی ظرف

ظرف پیشاب کا ایک قطرہ ایک بڑے تالاب سے کیجے  
 غلط ہوگا، کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام کی تقسیم  
 کتابی ہے، تو یہ امر محال ہے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز  
 کے متعدد حصوں سے مل جائے اور دوسری شے میں بھی دو  
 حصوں میں ہیں، ایک تو قدری انتقال ہے، یعنی پانی  
 نجاست کے متصل ہے وہ حکم کو حاصل کر لے ہر طرف  
 سے، پھر اس سے متصل پانی کے دوسرے اجزاء ان  
 سے حکم کو حاصل کر لیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری  
 رہے جب تک کہ یہ حکم تمام پانی کو عام نہ ہو جائے،  
 جب تک حد کثرت کو پانی نہ پہنچے یا انتقال دفعتاً اور  
 یکدم ہو کہ نجاست گرتے ہی سارا پانی ناپاک ہو جائے  
 اور درمیان میں کوئی واسطہ نہ آئے، پہلا باطل ہے  
 کیونکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ  
 ایسے ظرف میں گر جائے جس کی لمبائی سو ہاتھ ہے اور  
 چوڑائی ایک یا تھوڑے ایک انگل کم اور گہرائی ایک ہزار  
 ہاتھ ہے اب جس کنارے میں وہ قطرہ گرا ہے وہ قطعاً  
 ناپاک ہے اور دوسرا کنارہ بھی ناپاک ہے اور گہرائی کا  
 آخری حصہ تک ناپاک ہے اور یہ سب بیک وقت ہوگا  
 یہ نہیں کہ شریعت دوسرے کنارے کی ناپاکی کا حکم  
 قدرے تاخیر سے دے گی کہ آہستہ آہستہ حکم اس کی  
 طرف منتقل ہو، اس سے معلوم ہوا کہ حکم اصلہ تمام پانی کیلئے  
 بیک وقت بلا توسط کے منتقل ہوگا، اور یہ بات معلوم ہے  
 کہ شریعت پانی کو اس وقت تک نجس قرار نہیں دیتی ہے  
 جب تک کہ نجاست اس کی طرف منتقل نہ ہو اور آپ  
 نے یہاں فرمایا ہے کہ نجس کا پاک سے ملنا پاک کو نجس

الشرح كنه واحد بسيط وان ملاقة جزء منه  
ملاقة لكل فثبت ان المحدث اذا دخل مبد  
مثلا في الطير والغير الكبير في مجرد الادخال  
لاقاها الماء كله فصار جميعه مستعملا والمحدث  
لله على حسن التفهيم وقواتر لانه وبالحقيقة  
لو كان اللقاء يقتصر على ما اتصل به حقيقة  
لم يتنجس بوقوع الشعرة الاقطيرات تحيط بها  
لان سبب التنجيس ليس الا ملاقة النفس  
وهي مقصورة على تلك القطرات لكنه باطل  
قطعا فطهرت الكل ملاقة وانه لا ممانع  
لان يقال ان غير الملاقة اكثر من الملاقة والله المحدث  
وام الباقي، والملاقة والسلام على المولى  
الكریم الوافی، والحمد لله وحده  
يوم التلاق.

کرتا ہوتا وہ پاک پر غالب نہ ہوا ہوتا تو معلوم ہوا  
کہ نقطہ نام پانی سے دفعہ بلا واسطوں کے ہوتی ہے  
اور یہ قطعی معلوم ہے کہ یہ حسی لقاء محض ایک خفیف  
جز سے ہے، یہ چیز بال کی مثال سے واضح ہے جو  
گزر چکی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جب نجاست  
گرمی تو کم پانی کے تمام اجزاء سے ملے، ورنہ تو تمام پانی  
بیک وقت ناپاک نہ ہوتا کیونکہ اس کا سبب موجود  
نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ تھوڑا پانی شش ریح کی  
نگاہ میں شئی واحد ہے اور بسیط ہے اور اس کے  
ایک جزء کی اس سے ملاقات محل سے ملاقات ہے  
تو ثابت ہوا کہ محدث جب اپنا ہاتھ مثلاً چھوٹے  
تالاب میں ڈالے تو ہاتھ ڈالتے ہی کل پانی اس سے  
سایا گیا تو سب مستعمل ہو گیا، اور خلاصہ یہ کہ اگر ملاقات  
صرف اسی مدت تک ہوتی جس سے پانی حقیقتہً ملا ہے  
تو بال کرنے سے صرف چند قطرات ہی نجس ہوتے جو بال کے گرد اگر ہوتے کیونکہ ناپاکی کا سبب نجس سے ملاقات  
ہے جو ان چند قطروں تک محدود ہے، مگر یہ چیز قطعاً باطل ہے، تو معلوم ہوا کہ سارے کا سارا ملاتی ہے  
اور اس کے سوا چارہ کار نہیں کریہ کہا جائے کہ غیر ملاتی، ملاتی سے زیادہ ہے۔ (ت)

ثالثا وهو التاسع عشر  
قصر الحكم على الملاقة بحيل الاستعمال، و  
يسلك في ذلك المحال، وذلك لان الاجزاء  
لا تتلاقى الا بالسطوح لا تتحالة تدخيل  
الاجسام وان يقيم السطح من الجسم فضاء  
الوضوء والغسل يجب ان يبقى ظهور الان  
الذي لا يمتد بدنه المحدث سطح والباقي  
جسم فلا يسلبه الظهورية لان المستعمل

ثالثا، یہی (انیسواں) ہے حکم کا محض ملاتی  
تک محدود رکھنا استعمال کے محال کرنا ہے کیونکہ اجسام  
کی ملاقات صرف سطوح سے ہوتی ہے، کیونکہ اجسام  
میں تدخیل محال ہے اور سطح کو جسم سے کتنی نسبت  
ہے؛ تو وضو اور غسل کا پانی واجب ہے کہ طہر ہے  
کیونکہ پانی کے جس حصے کو محدث کا بدن ملا ہے وہ  
فقط سطح ہے اور باقی جسم ہے تو وہ اس کی طہریت  
کو سلب نہ کرے گا، کیونکہ مستعمل اپنے غیر سے

اقل بكثير من غيره -

بہت کم ہے -

اگر کہا جائے کہ حقیقت تو ایسا ہی ہے لیکن شریعت نے کل پانی کو جو ٹھنڈے جسم پر بہایا گیا ہے مستعمل قرار دیا ہے کیونکہ وہ شئی واحد ہے اور متصل ہے۔ میں کہتا ہوں اسی طرح ہر ٹھنڈا پانی حکم شریعی کے اعتبار سے شئی واحد ہے اور حتی اعتبار سے متصل ہے اور ہر چیز ہاں سہوئی میں بہانے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی قلت کی وجہ سے ہے اس لیے تالاب کا کل پانی بیک وقت ناپاک ہو جاتا ہے جبکہ اس میں نہایت کم کرائی قطرہ گر جلتا ہے اور یہ اسی لیے ہے کہ وہ شئی واحد کی طرح ہے اس کے ایک جز سے طاقات کل سے طاقات ہے ، جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ جب ٹھنڈے نے اپنا ہاتھ برتن میں ڈال تو برتن میں جو کچھ تھا اس سے ہاتھ کی طاقات ہو گئی ، یہ نہیں کہ صرف اس کی متصل سطح سے طاقات ہوئی اور اسی میں مقصور ہے اگر کہا جائے کہ استعمال میں ٹھنڈا ہونا ہے تو کل بہایا ہوا استعمال شمار ہوگا تو کل مستعمل ہوگا۔

تو میں کہوں گا ہمارے نزدیک تکلف کے فعل کا کوئی دخل نہیں ، موثر تو صرف یہ ہے کہ ٹھنڈا پانی شرفاً ایک شے ہے خواہ وہ فرض کو ساقط کرے یا قرۃ ادا کرے اور یہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔ اور راہبنا اور یہی (بیسواں) ہے ، اگر ایک طشت میں پانی ہے اور ٹھنڈے پر چاہتا ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ دھرے ، تو اس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ اس کو ہاتھ پر بہائے تو پانی ٹھنڈے پر واقع ہوگا اور یا یہ کہ ہاتھ کو طشت میں ڈال دے

فان قلت نعم هو الحقيقة ولكن الشريعة انظر اعتبار كل الجسم المصوب على بدن الحدث مستعملاً لانه شئ واحد حكم قلت فكذا كل ماء قليل شئ واحد حكم شريعياً متصل حاشاً عادياً ولو يكن ذلك في المصوب للصب بل لقلته الا ترى ان ماء الغدير يتنجس كله معا بوقوع قطرة من نجس وما هو الا لانه شئ واحد لقاً جزء منه لقاً الكل كما بينا فباء خال الحدث يده في الاناء لا فاحاً كل ما في الاناء لا السطح المتصل بها فقط وفيه المقصود فان قلت المؤثر الاستوال وهو بالصب بعد مستعملاً لكل المصوب فيصير كله مستعملاً -

قلت لا دخل لفعل المكلف عندنا انما المؤثر كون الماء اقليل المعدود شرعاً شيئاً واحداً اسقط فرضنا اقام قربة و هذا حاصل في الوجهين -

ورابعاً وهو العشرون ماء في طست اراء الحدث ان يفسد به يده فله فيه وجهان ان يصبه على يده فيورد الماء على الحدث او يدخل يده في الطست فيورد الحدث على السماء

فان صبه كل على يد يصير كله مستعملا  
قطعا باجماع اصحابنا وان كان يكفيه بعضه  
وقد اسرفت لكن لا مساع لان يقال انما يستعمل  
قد رما يكفيه والفضل بقى على طهوريته فكذا  
اذا ادخل يد في كله وغسلها هناك وادى فرق  
بينهما والله التوفيق۔

تو محدث پانی پر وارد ہو جائیگا تو اگر سب پاؤں پر بہا یا تو  
کل قطعاً استعمال ہو جائے گا، اس پر ہمارے اصحاب کا  
اجماع ہے اگرچہ اس کو بعض کفایت کرتا اور اس نے  
اسراف کیا مگر یہ کہنے کا جواز نہیں کہ صرف اتنی مقدار  
مستعمل ہوئی جو اس کو کفایت کرتی اور باقی ماندہ اپنی  
طہوریت پر رہا تو اسی طرح جب اس نے لہنا یا تھو سب  
پانی میں داخل کیا اور اس کو دہاں دھریا، اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ و بالله التوفیق۔

وتخامسا قول والله التوفيق  
وهو الحادی والعشرون الاستعمال  
هذيان للمفعول اي ميعودة الماء مستعملا  
لا يمكن ثبوته لسايلاق بدن المحدث وهو  
سليم الماء الباطن لان الاستعمال السلاب  
الطهورية فلا يثبت الا فيما كان طهورا كما ان  
الموت لا يلحق الاما كان حيا ومعلوم ان  
الطهورية صفة جرم الماء قال الله عز وجل  
وانزل من السماء ماء طهورا وقال تبارك وتعالى  
وينزل عليكم من السماء ماء فيطهركم فثبت لا  
صفة احد اطرافه التي لا وجود لها الا  
بالانتزاع على فرض اتصال الاجسام ولا  
في الفصل صفة طرف لا يتجزأ لانه  
اسالة ولا اسالة الا بالجسم والافقيم يمتاز  
عن المسح ولبها سرا اخرى هل استعمال  
الماء عدم صلوحه التوضي به امر سقوط

اور خامسا میں کہتا ہوں، و بالله التوفيق، اذ  
یہ (اکیسویں) ہے، استعمال مبنی المفعول ہے یعنی پانی  
کے مستعمل ہونے کا ثبوت ممکن نہیں ہے اس چیز کے لیے  
جو بدیہ محدث کو ملائی ہو اور وہ باطنی پانی کی سطح ہے  
اس لیے کہ استعمال کے بعد طہوریت کا سلب  
ہو جانا ہے تو یہ اسی چیز میں ثابت ہوگا جو طہور ہو  
جیسے موت اسی چیز پر طاری ہوتی ہے جو زندہ ہو  
اور یہ معلوم ہے کہ طہوریت پانی کے جسم کی صفت ہے  
انہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وانزلنا من السماء ماء  
طهورا (ہم نے آسمان سے پاک پانی برسایا)  
نیز فرمایا وينزل عليكم من السماء ماء ليطهركم  
یہ (وہ آسمان سے تم پر پانی برساتا ہے تاکہ تم کو  
اسی سے پاک کرے) یہ اس کی کسی طرف کی صفت  
نہیں ہے جس کا وجود محض انتزاعی ہے جبکہ اجسام کا  
اتصال فرض کیا جائے، اور نہ ہی غسل میں کسی طرف کی  
صفت ہے جس میں تجزی نہ ہو، اس لیے کہ غسل کا معنی



الصلوح بعد شيوته على الاول كان الملاق مستعلا  
 قبيل ان يلاق لانه السطح لا يكون التوقي به وعلى  
 الثاني لا يصير الملاق مستعلا بل لانه لم يكن صالحا  
 له تطويه ظهره لله الحمد ان في مسائل الفصاح  
 المحدث والمفرد في الكثرة المناطق بصيرة ورة  
 الفاء مستعلا بد نول بعض عضو المحدث  
 من دون ضرورة صرف الكل الى معنى ان  
 القدر الملاق طلبت يصير مستعلا لا بقية  
 جاد البئر او الزبر كما فعله في الحلية محتجا بما  
 وقع في البدائع وبعده المبحر في البحر صرف  
 ضائم لا مبالغ له اصلا وفيه البطلان صراخ  
 المنصوص الدائرة المسألة في الردايات انظار  
 عن جميع ائمة المذهب رضي الله تعالى عنهم  
 حيث حكوا بالاستعمال وحصل بالصرف  
 ان لا استعمال فانما يصير تاويل لا يتأثر  
 بالنفي والتقيض بالنقيض هو هذا ورحم الله المبحر  
 حيث صدر عنه في البحر الاحتراف بالحق ان  
 هذا التاويل ليس بتاويل بل تبديل للمعنى وتحويل  
 حيث عبر عنه تحت جملة بقوله ان ما  
 البئر لا يصير مستعلا مطلقا ان في هذا هو  
 معنى ذلك التاويل حقيقة ولا مبالغ لما انصرف  
 اليه ان المستعمل ما نسا قط من الاعضاء و  
 هو مغلوب فان ما نسا قط لم يلاق ايضا انما الملا  
 سطح وهو لا يقبل الاستعمال -

برہانا ہے اور برہانا جسم پر ہی ہوگا ورنہ غسل مسح سے  
 کیونکر ممتاز ہوگا؟ اور بالفاظ دیگر، کیا پانی کے مستعمل  
 ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اس بات کی صلاحیت  
 ہی نہیں ہے کہ اس سے وضو کیا جاسکے؟ یا صلاحیت  
 ثابت ہونے کے بعد ساقط ہوتی؟ پہلی صورت میں طاقی  
 مستعمل ہوگا قبل اس کے کہ طاقات کرے کیونکہ سطح سے  
 وضو ممکن نہیں اور دوسری تقدیر پر طاقی کسی مستعمل نہ ہوگا  
 کیونکہ اس میں اس کی صلاحیت کبھی نہ تھی، اور اس سے  
 معلوم ہوا کہ محدث کا شرط لگانا، اور بہت سی فروع  
 جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ضرورت محدث کے کسی بھی  
 عضو کے پانی میں داخل ہوجانے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے  
 بغیر اس معنی کی طرف پھرنے کی ضرورت کے کہ  
 جس قدر پانی پہنچتا ہے وہ مستعمل ہوگا نہ کہ گزرنے کا  
 باقی پانی یا تالاب کا باقی پانی جیسا کہ علیہ میں کیے ہیں،  
 انہوں نے بدائع کی عبارات سے استدلال کیا ہے، اور  
 محقق نے بحر میں اس کی متابعت کی ہے۔ مگر اس کا  
 کوئی جواز نہیں، اور اس میں ہر یک نص میں جو تمام ائمہ  
 مذہب سے ظاہر روایت میں ہیں کا ابطال ہے کہ  
 سب نے استعمال کا حکم لگایا ہے اور یہ معنی کرنے  
 سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانی مستعمل نہیں، اگر اثبات کی  
 تاویل نفی سے اور نقیض کی نقیض سے ہو سکتی ہے تو یہ بھی  
 صحیح ہے و علاوہ محقق نے بحر میں منصفانہ بات کہی ہے  
 اور فرمایا ہے کہ یہ تاویل نہیں بلکہ حکم کی تبدیلی ہے کیونکہ

حجۃ کے تحت انہوں نے فرمایا کہ کنویں کا پانی مستقل نہ ہو گا مطلقاً الخ یہ ہیں اُس تاویل کے حقیقی معنی، اور جو انہوں نے فرمایا ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔ وہ فرماتے ہیں مستقل وہ ہے جو اصفاً سے مبرا اور وہ مغلوب تھا کیونکہ جو گرا اس کی طاقات نہ ہوئی تھی طاقی تو صرف سطح سے اور وہ استعمال کو قبول نہیں کرتی ہے۔

### وسادساً وھما التانی والعشرون

ما ذکر قدس سرہ علی مذہب الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومن وجوب تزج الماء كله بعدہم اساس الفرق بين النجاسة العينية والحدث اذ ليس في بدن المحدث ما يختلط بالطاهر على وجه لا يمكن التمييز وانما يتنجس ما يلاصقه وقد قصر تنوعه على ما اتصل به من غير ان يجب ان لا يتنجس الا هو واختلاط ما جاوزا من الماء بما اثر به يد فله ما ذكره في الفسوق يعني الظاهر والعمر لا يبرئ لما اذنت من ان النجس هو جار النجس لا جاس الممار لكن الزمان اوجب تزج الكل فوجب القول بان السلافة من الماء وانما كذا يتنجس كله عند الامام بخلافه من كذا ذلك تنسب الظهورية من كله على مذہب المعتد الصفو مبه للحصول السبب في الكل وبعبارة اخرى كما قال قدس سرہ علی سر واية الحسن الفرق بين المحدث والمحدث كذلك نقول من ان يوقر المحدث في البئر هل ثبت اللقا للماء كله او لا على الثاني لموجب تزج الجميع فكذا اذ تم امت الجوار لا يتعدى وعلى الاولى حصل المتصود وبالجملۃ هنا

اور سادساً (اور وہ بائیسواں ہے) جو قدس سرہ نے مذہب امام پر ذکر کیا ہے کہ کل پانی نکالا جائے گا وہ نجاست حنیہ اور حدث کے فرق کی اساس کو منہدم کرتا ہے کہ بدن محدث میں کئی ایسی چیز نہیں جو ظاہر سے اس طرح مل جائے کہ تیز فکس نہ ہو اور نجس صرف وہ ہوتا ہے جو اُس سے طاقی ہو اور تم نے اس کو صرف اُس پر منحصر رکھا ہے جو اُس کے بدن سے طاقی ہے تو چاہئے کہ صرف وہی نجس ہو اور اس پانی کا اختلاط جو باقی بدن سے لگا ہے اس کو وہ فرق دفع کرتا ہے جو غم ملے جلی اور ٹچ سے میں بیان کیا ہے اور وہ سرایت ذکر سے گا، کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ نجس وہ ہے جو نجس کا پڑوسی ہے نہ کہ پڑوسی کا پڑوسی، لیکن امام نے کل پانی کے نکال جانے کو ضروری قرار دیا ہے قریب قول لازم ہوا کہ طاقی کل پانی ہے اور اس صورت میں جیسے کل پانی امام کے نزدیک نجس ہوتا ہے جیسا کہ اُن سے مروی ہے اسی طرح ظہوریت کل پانی سے سلب ہو جائے گی جیسا کہ اُن کا مذہب معتد معنی ہے کیونکہ سبب کل میں موجود ہے اور بالفاظ دیگر جیسا کہ قدس سرہ نے فرمایا حسن کی روایت کے مطابق فرق محدث اور نجس کے درمیان میں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ محدث کے کنویں میں گرنے سے کیا کل پانی سے بقاء ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور برقعہ ثنائی کنویں کا کل پانی نکالنا کیوں

شیان السبب والحکم اما السبب فتفق علیہ و  
هو اللقاء واما الخلف فی الحکم انه القبح  
او انضلاب الطهوریۃ فان اقتصر السبب  
علی ما اتصل وجب قصر الحکم علیہ ای حکم  
کاف وان شمل احد الحکیم جمیع الماء ثبت  
ثبوت السبب فی الكل فوجب ثبوت الحکیم  
لکل و بالله التوفیق۔

شامل ہو تو سبب کل میں ہونا ثابت ہو جائے گا تو وہ فروع مکرر کا کل کو شامل ہونا لازم ہو گا، وبالله التوفیق۔

وسایعاً وهو الثالث والعشرون  
اذا تم انت الفارق یجاوہا من الماء عشرین  
ولو الصفر جثۃ و فی الدجاجة والسنور  
المجاوہة اکثر لزیادة ضخامة فی جثتها و  
الادوی یجاوہ جمیع الماء فی لغادة لعنصر  
جثته اه و ذکرتم انه الفقه المخفی هذا انصر  
عنکم بامت المحدث اوراقم فی المشرق  
جاوہ جمیع الماء فیجب انت یصیر جمیع  
مستعملاً و طاح القول بان المستعمل ملائقہ  
وهو اقل من غیرہ و ایضا ماء الطست و  
کثیر من الاجافات لا یبلغ عشرین و لو اذلا  
حشراً و کف الانسان لیس با صفر من غارق  
فاذا دخل محدث ید فی آجانه وجب ان  
یصیر کلہ مستعملاً ولا صاغ هذا للفسوق  
بین النجاستین العینیة والحکیة فان الجوار

لازم ہوا کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ جوار مستعدی نہیں ہوتا ہے  
اور پہلی تصریح پر مقصور و حاصل ہو گیا۔ اور خلاصہ یہ کہ  
یہاں وہ چیزیں ہیں، سبب اور حکم، سبب تو مستحق علیہ  
ہے اور وہ ملاقات ہے اور اختلاف صرف حکم میں ہے  
اور وہ ناپاک ہونا ہے یا طہوریت کا سلب ہونا ہے  
اگر سبب متصل پر موقوف ہو تو حکم کا بھی اس پر مقصور کرنا  
واجب ہو گا، جو بھی حکم ہو، اور اگر ایک حکم تمام پانی کو  
شامل ہو تو سبب کل میں ہونا ثابت ہو جائے گا تو وہ فروع مکرر کا کل کو شامل ہونا لازم ہو گا، وبالله التوفیق۔

سابغاً (اور وہ تیسواں ہے) آپ نے کہا ہے  
کو جو پیاسے متصل میں ڈال پانی ہوتا ہے کیونکہ اس کا  
جسم چھنا ہے اور غرق اور تہی میں ان کی ضخامت کی وجہ سے  
زائد پانی متصل ہوتا ہے اور آدمی اپنے جڑ کے بڑے  
بر نہ نہ کہ وہ سے کل پانی کے متصل ہوتا ہے اور تم  
نے ذکر کیا ہے کہ یہ طہر خفی ہے، یہ تمہاری طرف سے  
اس امر کی صراحت ہے کہ جو محدث کنویں میں گرتا ہے  
وہ تمام پانی کے مجاور ہوتا ہے تو لازم ہے کہ وہ تمام  
مستعمل ہو، اور یہ قول غلط ہو کہ مستعمل وہ ہے جو اس  
سے ملا ہوا ہے اور وہ اس کے غیر سے اقل ہے اور طشت  
کا پانی اور بہت سے مشکوں کا پانی بیس ڈول بلکہ دس  
ڈول کی مقدار تک نہیں ہوتا اور انسان کی ہتھیلی چوبیس  
چھوٹی نہیں ہوتی ہے۔ تو جب محدث نے اپنا ہاتھ مشک  
میں ڈال کر وہ اسب ہے کہ اس کا کل مستعمل ہو، اور  
یہاں کوئی فرق نہیں دو نجاستوں کے، میان عینیہ

یجعلین الجسمین لذا اتقیا ولا تدخل فیہ  
 لوجہ قائم باحدہما حق یختلف یاختلفہ۔  
 اور یکہ میں، کیونکہ چاروں جسموں کی توانوں کو حاصل ہوتا ہے  
 اور اس میں کسی ایسے وصف کو دخل نہیں جو ان میں  
 کما ایک کے ساتھ قائم ہو تاکہ اس کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہو جائے۔

### فان قیل حقیقة المجاورة لیست

ولما اتصل بالجسم وانما سرى الى حشرین  
 فی الفاعل و امر بعین فی انفسه والکل فی الادعی  
 لانت البیت تنفصل منه بلات و تنفوت  
 بتفاوت المجتہد قال ملک العلل و جب تبخیر  
 جسیم الماء اذا انقضت شی من هذه الواقات  
 او انقضت لان عند ذلک تخرج البیلة منها  
 لرخاوة فیما فتجاور جسیم اجزاء الماء وقیل  
 ذلک لایجاور الا قدر ما ذکرت الفصل بة فیہا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حقیقی مجاورة تو اسی چیز  
 کے لیے ہے جو جسم سے متصل ہو، اور یہ کیسے ڈول تک  
 چوبیس یا بیس ہریت کرتی ہے اور چالیس تک بل میں،  
 اور کل پانی میں آدمی کے گرنے کی صورت میں ہر یک ہریت  
 سے تریاں جدا ہوتی ہیں اور ان میں جڑوں کے اعتبار سے  
 فرق ہوتا ہے۔ ملک العلل نے فرمایا کہ ان اشیاء  
 میں سے اگر کوئی چیز ٹھہر جائے یا پھٹ جائے تو  
 کل پانی کا تجس رونا ضروری ہے، کیونکہ اس صورت  
 میں ان اشیاء سے تری خارج ہوگی کیونکہ ان میں تری  
 ہے اور پانی کے تمام اجزاء سے متصل ہو جائے گی اور  
 اس سے قبل صرف اس مقدار کے متصل تھے جس کا  
 ہم نے ذکر کیا کیونکہ اس صورت میں یہ اشیاء سنت تھیں  
 تریس یا بیس یا کل کی مجاورة سے مراد تری کی مجاورة ہے، مگر تجس سے ط ہے سوط ہے۔

اذا فالمراد بمجاورة حشرین و ربعین والکل  
 مجاورة البیلة و من البیلة و انما لاقت المجتہد  
 ما لاقت۔

### اقول فان فی تنقض ماء کو تم فی وقیح

محدث فی البیة علی قول الامام جیامستہ  
 الماء المستعمل لعدم بلة هناك تنفصل  
 والحق علی ما یظهر للعبد الضعیف  
 غفر له ان الماء ان کان شیاً واحداً متصلاً  
 حقیقة كما تزعمه الغلاسفة فلا شک ان الماء  
 بعض لتمام حکله بل لا بعض هناك لعدم

میں کتا ہوں یا آپ نے کہا ہے اس پر یہ تنقض  
 وارد ہوتا ہے کہ اگر محدث کنز میں گر جائے تو انام کے  
 قول پر استعمال پانی تجس ہو جائے گا کیونکہ وہاں کوئی تری  
 موجود نہیں جو محدث سے الگ ہوئی ہو، اور جو حق تجسیر  
 ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پانی اگر متصل واحد ہے  
 حقیقتہ جیسا کہ فلاسفر کا خیال ہے تو اس میں شک  
 نہیں کہ اس کے بعض سے ملحقہ کل سے ملحقہ

المتجزى بالفعل و ان كان اجزاء متفرقة كما هو  
عندنا ان تالفت الاجسام من جواهر فردة تجاور  
ولا تتلاصق لا مستحالة اتصال جزئيين .

منفردة سے مرکب ہیں قراس صورت میں اجزاء مجاور ہوں گے لیکن متصل نہیں ہونگے ، کیونکہ دو اجزاء کا اتصال محال ہے ۔  
**اقول** وکل ما تجشمه الفلاسفة وخدم

من اقامة براہین ہندیہ و غیرہا حلب  
استحالة الجزء و قد اوصلها الشيرازي صف  
شرح الفرایة السماة هداية المحكمة اسل  
اشی حشر و سماها بجها انما تدل علی استحالة  
الاتصال دون امتناع نفس وجود الاجزاء و یمنی  
لہند سة علی توهم خطوط متصلة و لاحاقہ  
سما الی وجودها جینا فضلا عن اتصالہا کالہیاء  
جبتی علی توهم مناطق و مجاورہ اقطاب و  
دوائر و ان لریکن لہا وجود عینی بل اولی فانی  
الہند سة تستغنی عن وجودها بوجہ الصناشی  
ایضا فلا یوجد علینا شیء من ذلک و لله الحمد  
و قد احصل ذلک کثیر من المتکلمین فاحتما مر و ا  
فی دفع شبه المتطلسفین و بالله التوفیق بل الجسم

متصور ہوگی ، بلکہ یہاں بعض کا تصور ہی نہیں کیونکہ  
بالفعل تجزی نہیں ہے اور اگر متفرق اجزاء ہوں جیسا کہ  
ہمارے نزدیک ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام جواہر

منفردہ سے مرکب ہیں قراس صورت میں اجزاء مجاور ہوں گے لیکن متصل نہیں ہونگے ، کیونکہ دو اجزاء کا اتصال محال ہے ۔  
میں کہتا ہوں فلاسفہ نے جو تک و دو کی ہے کہ

برایہی ہندسیہ سے جز کا ابطال کیا ہے اور شیرازی  
نے شرح الفرایہ جس کا نام 'ہدایۃ المحکمۃ' ہے ایسے

بارہ دوقل قائم کئے ہیں اور ان کا نام حجۃ رکھا ہے ان  
سے صرف اجزاء کا اتصال محال ثابت ہوتا ہے نفس

جزا کا استحالة ثابت نہیں ہوتا ہے اور ہندسہ کی  
بنیاد خطوط متصلہ کے توہم پر ہے ، اور ان کا موجود ہونا

خارج میں کچھ ضروری نہیں چر جائیکہ ان کا اتصال ،  
جیسے علم خط کا دائرہ ، منطوق ، محروں ، قطبوں

نورد و ان کے توہم پر مبنی ہے اگرچہ ان کا خارجی وجود  
نہ ہو ، بلکہ اس سے بھی اولی ہے کیونکہ علم ہندسہ ان کے

وجود سے ان کے حشا کے وجود سے بھی مستغنی ہے ،  
تو ان میں سے کئی چیز ہم پر وارد نہیں ہوتی و قد الحمد

اس سے بہت سے متکلمین غافل رہے اور متطلسفین کے

سے تنبیہ نام قلت کیف بری الجسم و الجزء  
لا یوی اقول اولاجرت المسنة فی بصیر البشر  
ان شیا بالغ النہایة فی الدقة اذا کان منفردا  
لہی عطفہ البصر و اذا اجتمع امثالہا و کثرت  
ظہرت کما اذا کامت فی جلد ثور امین نقطۃ  
سوداء کما فی الابرة لا تفسد و ان کثرت

تنبیہ اگر تو کہے کہ جسم کیسے دکھائی دیتا ہے جبکہ جزء  
کو نظر نہیں آتی اول میں کہتا ہوں کہ نگاہ انسانی  
فطری طور پر انتہائی باریک چیز کا احاطہ کرنے سے  
کامر ہے جبکہ وہ چیز منفرد ہو ۔ لیکن اگر اس چیز  
کے ساتھ اس کی متعدد امثال مجتمع ہوں تو وہ  
ظاہر ہو جاتی ہے ، جیسے (باقی صفحہ آئندہ)

عندنا اجزاء متفرقة حقيقة متصلة حاکما  
اقتراضات کے رد میں حسیران رہ گئے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۱ پر مشتمل) اشکالها متجاورات البصرت  
بل قد لا يرى من البعد الا لونها وهو السواد  
وهذا ظاهر في الابدان فان فيه ذرات قلائد  
تري كرية الشكل وعامة لا يحس البصر اشكالها  
بل لونها صحايبا ككواكب السجرة والنثرة ولسو  
تفر دشت منها ما امك عادة المتب يصبثر كثرها  
وتراكمها تری كعمود مينك وبين الكوة مثل السحاب  
بل السحاب نفس من ذلك فان البخار اجزاء  
متفرقة ولا تبصر واحد منها وبتراكمها ترى  
مهما كالجبال وقيل الوجه فيه ان المتفرق  
يقتضي خصوص النظر اليه فان كان  
على هذا القدر من الدقة المطبق الخطات  
الشاهيات الواصلة اليه والعدد مست  
تراويست الرؤيت كما هو السبب في استقصاء  
تراويست اختلاف النظر لما فوق الشمس  
فانحد تقریما المرئی والتحقیق واذا كثرت و  
انحطت وقعت بين ساق مثلث ذي تراويست  
صبورة فابصرت وثانيا هذا على طريقته  
فان سلسوا والا فانما اصل انسا من ان لا يصبأ  
وكل شيء يارادة الله تعالى وحده لا غير فاست  
سألى الذی فی ليلة طلبه هین ثلثة صوداء  
وان لعلها حیت الزرقاء في مابعة النهار  
عن جبل باله اغن الصاء فاما ارادة ان لا تری

سیاہ پل کے جلو پر شوئی کے سوسے کے برابر سیاہ نقطہ  
دکھائی نہیں دیتا لیکن اگر متعدد سیاہ نقطہ مجتمع  
ہو جائیں تو نظر آنے لگتے ہیں، بلکہ دُور سے تو محض  
ان کا سیاہ رنگ ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات  
غبار میں ظاہر ہے کیونکہ اس میں چھوٹے چھوٹے اشکال  
ذرات ہوتے ہیں جن میں سے اکثری شکلوں کو آنکھ  
محسوس نہیں کرتی بلکہ بادلوں کی مانند ان کا رنگ دکھائی  
دیتا ہے جیسے ککشاں اور بکھرے ہوئے ستارے ان  
میں سے کوئی بھی اگر منفرد ہو تو عادتاً اس کا دکھائی دینا  
ناممکن ہے۔ البتہ کثرت و اجتماعیت کی وجہ سے نظر  
آجاتا ہے۔ جیسے تیرے اور روشندان کے درمیان  
روشنی کا سترن بادل کی شکل دکھائی دیتا ہے بلکہ خود  
بادل بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ بخارات متفرق اجزاء  
ہوتے ہیں جن میں سے کوئی ایک دکھائی نہیں دیتا مگر مجتمع  
ہو کر ہزاروں جیسے بادل نظر آتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ  
یہ ہو کہ منفرد چیز خصوصی نظر کا قضا کرتی ہے جبکہ نہایت  
باریک ہوتو دونوں آنکھوں سے نکلنے والی شعاعیں اس  
نمک پتہ کر باہر منطبق ہو جاتی ہیں اور زاویہ نظر معدوم  
ہو جاتا ہے جیسا کہ باوق الشمس اختلاف منظر کے زاویہ کے  
منتفی ہونے کا یہی سبب ہے۔ پس اس کی حقیقی اور مرئی  
تصویریں متحد ہو جاتی ہیں اور جب یہ اجزاء اکثر اور پیچھے ہوتے  
ہوں تو بھری زاویہ دانی شات کے دو خطوں کے درمیان واقع  
ہو کر دکھائی دیتے لگتے ہیں۔ ثانیاً مذکور بالا (باقی صفحہ آئندہ)

تري في الهباء عند دخول الشمس من كوة بيل و  
في الدخان و البخار و القياس فبح لا اتصال  
حقيقة لشيء من الماء بشيء من البدن فلو  
اعتبرت الحقيقة لم يتنجس الماء بوقوع شيء  
من الخبث فظهر ان الشرع المظهر قد اعتبر  
ههنا الحس و لا شك ان كفه في الحس شئت  
واحد كما هو في الحقيقة عند المتفلسفة وليس  
ثم عاجز ينتهي الجوار الحس بالبلوغ اليه  
فوجب ان يكون على هذا ايضا لقاء بعضهم  
لقاء كله بل لا بعض لعدم التجزى حاصلا  
الكثير فجعله الشرع لا يحمل الخبث فلا يفسد  
الجوار الحس و به استقرار عرش المتحقق على  
ان الماء الكثير لا يتنجس شئ منه بوقوع الخبث  
ولو منية حتى ما حولها مما يليها هكذا ينبغي  
المتحقق و الله تعالى ولى التوفيق و هتتم  
الكلام مع الاحكام الهام ، ملك العلما الكوام  
ففعنا الله تعالى ببركاته على الدوام ، في داس  
السلام ، آمين .

تحقيق ہر فی چاہئے میان یک کرامت ہام ملک اعلیٰ کے ساتھ گفتگو کل ہوتی ، اللہ تعالیٰ ان کی برکات ہم کو ہمیشہ جنت ملک  
مستفید فرمائے ، آمین

ہمارے نزدیک جسم اجزائے متفرقہ حقیقہ متعذر حقا  
سے عبارت ہے جیسے کمر کے سوراخ سے روشنی کی  
دکھ جیب اندر داخل ہوتی ہے تو اس میں ذرات  
نظر آتے ہیں ، بلکہ دھوئیں ، بخارات اور بخار میں بھی نظر  
آتے ہیں ، لہذا پانی حقیقی طور پر بدن سے متصل نہیں ہے  
تو اگر حقیقت کا اعتبار کیا جائے تو پانی کسی بھی گتہ ی چیز کے  
گرنے سے نجس نہ ہو ، پس معلوم ہوا کہ شریعت مطہر نے  
یہاں جس کا اعتبار کیا ہے ، اور اس میں شک نہیں  
کہ جس کے نزدیک کل ایک چیز ہے جیسا کہ متفلسفہ کے  
نزدیک حقیقت یہی ہے اور وہاں کوئی ایسی روک بھی موجود  
نہیں جہاں پہنچ کر جو حسی رک جائے تو اس بنا پر لازم  
ہوا کہ بعض کی طاقات کل کی طاقات قرار پائے ، بلکہ وہاں  
بعض شے ہی نہیں کیونکہ تجربہ ہی نہیں ہے حقا ، اور  
رہا کثیر تو شرع نے فرمایا ہے کہ اس میں نجاست اثر  
نہیں کرے گی تو اس کو جو ار حسی کچھ مغز نہ ہو گا اس  
تحقیق عرش نشین سے معلوم ہوا کہ بیشتر پانی نجاست  
کے گرنے سے نجس نہ ہو گا خواہ وہ نظر آنے والی ہو  
یہاں تک کہ نجاست کا گرد و پیش بھی نجس نہ ہو گا ، اسی طرح  
اللہ تعالیٰ ان کی برکات ہم کو ہمیشہ جنت ملک

میں خلاستہ کے مذہب کے مطابق ہے اگر مان لیں تو فہما  
و گرنہ ہماری ایمانی دلیل یہ ہے کہ نگاہیں اور تمام چیزیں  
اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارادے کے تابع ہیں ، اگر وہ چاہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) الاجزاء علی ولا تضاد و  
اذا تبصرت البصرت یکومت کما ارادہ منہ  
حفظہ ربہ تبارک و تعالیٰ (م)

تو ایک اندھا تاریک رات میں سیاہ چیز کی آنکھ کو دیکھ سکتا ہے ، اور وہ نہ پتا تو دن کی روشنی میں تلک برس پھاڑے  
نیلگوں آسمان کو بھی نہیں دیکھا جاسکتا چونکہ اس نے چاہا کہ اجزاء و افراد ہی پر نظر نہ آئیں اور جب وہ مجتمع ہو جائیں تو نظر آنے  
لگیں لہذا جیسا اس نے چاہا ویسا ہی واقع ہوا ۔ (ت)

### الرابع والعشرون يكن الجواب

عن الاستئذان الى كلام البدائع بما اورد في الجرد والمروءة وان لم يرد اذ نقل عن اسرار القاضي الامام الذي يروي ما تقدم ان محمدا يقول لما اغتسل في الماء القليل صار الكل مستعملا حكاه ثم قال في هذه العبارة كسفت اللبس واوضحت كل تخمين وحديث فانها افادت ان مقتضى مذهب محمد ان الماء لا يصير مستعملا باختلاط القليل من الماء المستعمل الا ان محمدا احكم بان الكل صار مستعملا حكاه لاحقيقة فما في البدائع محمول على ان مقتضى مذهب محمد عدم الاستعمال الا انه يقول بخلافه اه قال في حاشية الخزان يعني ان صاحب البدائع نسب الى محمد عدم الاستعمال بناء على ما اقتضاه مذهب من ان المستعمل لا يفسد الماء مالم يغلظ او يساوه لكن محمد اما قال بذلك الذي

خو جیسو ان صاحب البدائع کے کلام کی طرف جو غور ہے اس کا بیان صاحب بحر کے بیان سے ممکن ہے جس کو انہوں نے رد نہیں کیا اگر صاحب بحر نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ انہوں نے قاضی امام و جوسی کی ہر قسم سے نقل کیا ہے جو گزر اگر امام محمد فرمایا ہیں پانی جو اس میں کئی غسل کرے تو کل میں مستعمل ہو گا، تو اس عبارت سے التباس کو ختم کر دیا ہے، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محمد کے مذہب کا مقتضی یہ ہے کہ تھوڑے سے مستعمل پانی کے مل جانے سے پانی مستعمل نہ ہو گا، مگر محمد نے حکم کیا ہے کہ کل میں مستعمل ہو گا نہ کہ حقیقت، تو جو کچھ بدائع میں ہے وہ یہ ہے کہ محمد کے مذہب کا مقتضی یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہو گا، اگر وہ کہتے اس کے خلاف ہیں اہ حاشیہ الخزان میں فرمایا یعنی صاحب بدائع نے محمد کی طرف عدم استعمال کو خوب کیا، جیسا کہ ان کے مذہب کا مقتضی ہے کہ مستعمل پانی، پانی کو فاسد نہ کرے گلا تاؤ تھیکہ اس پر غالب ہو جائے یا اس کے برابر ہو جائے، لیکن محمد نے یہ نہیں فرمایا بلکہ لاکھ یہ ان کے مذہب کا مقتضی ہے بلکہ اس حدیث میں

عليه ذكرا رحمه الله تعالى في ضمن سؤال و  
وهذا في الجواب الى حمل الروايات المتواترة  
اظاهية على الضعيفة المنادرة وغير ذلك مما  
يأتيك الجواب هنذا ان شاء الله تعالى انه منه  
عزله (م)

انہوں نے اس کو سوال کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور  
جواب میں روایت متواترہ ظاہرہ کو روایت ضعیفہ  
ناورہ وغیرہ پر محمول کرنے کی طرف عدول کیا ہے جس  
کا جواب ان سزاوارتہ تعالیٰ آپ کو دیا جائے گا  
انہ منہ غفرلہ (ت)

شہ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی ۱/۱  
شہ ایضاً ۱/۲



انہوں نے فرمایا کہ یہ حکم مستقل ہوگی جیسا کہ دوسری کی عبارت سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے۔

اقتضا و مذہبہ بل قال فی هذا الصور  
انہما سر مستعملا حکما کما صرحنا مبه  
عیاراً الد بوضی اھـ

اقول ثبوت الاستعمال باللقاء، وحقیقۃ  
اللقاء لثلاث الاجزاء، والحکومت لجمیع  
الماء، لا لثقله شیء واحد فی اعتبار المشرقة  
الغراء، کما اسلفنا تحقیقہ، وفورنا لک طریقہ،  
لأن العکم منتف حقیقۃ، فیکون اثباتہ  
مجازفة صحیقة۔

الخامس والعشرون محاولة  
السلامة وحبہ الله تعالى مر وجمیع تلك الفرد  
المتميزة الدائرة فی عامة كتب المذهب  
المنصوص علیها عن جمیع ائمة المذهب  
المطبق علیها سلف المذهب وخلفه اهل  
مرایة نجاسة الماء المستعمل شیء عجیب  
من مثله المحقق۔

فاقول اولاً کیف یسبح ان تردیمذا  
انکثرة وتدور فی جمیع كتب المذهب تدل علیها  
لائمة والشراح ولا ینید احد انہا تبسفی  
علی رواية ضعیفة متروكة بل یذكرونها  
ویقرونها ویقرعون علیها وعند المحجاج  
والخامس یقرعون علیها فرد جمیع ذلك بعید

میں کتب میں استعمال کا ثبوت ملاقات سے  
ہوتا ہے، اور حقیقۃ ملاقات ان اجزاء سے ہوتی ہے  
اور حکم تمام پانی کے لیے ثابت ہوتا ہے کیونکہ شریعت  
میں قلیل شیء واحد ہے، جیسا کہ ہم اس کی تحقیق اور  
نورانی طریقہ بیان کر آئے ہیں، کیونکہ حکم حقیقی طور پر  
منقح ہے تو اس حکم کو ثابت کرنا اندازاً ہوگا۔

پچیسواں — — — — — وہ تمام فروع  
جو اثر کے ساتھ عام کتب مذہب میں مذکور ہیں  
اور اثر شرعات نے ان کو ذکر کیا ہے، اور تمام ائمہ مذہب  
سے منصوص ہیں جن پر سلف مذہب اور خلف مذہب  
متفق ہیں ان سب کو انہوں نے مستقل پانی کے نجس  
ہونے والی روایت کی طرف راجع کیا ہے، علماً جیسے  
حقیق سے یہ بات بعید ہے۔

میں کتب بڑی اولیہ کیسے ممکن ہے کہ فروع  
اس تحریر سے تمام کتب مذہب میں ذکر کی جائیں اور  
اثر و شرآح ان کو قبول کریں اور کسی کو یہ خبر نہ ہو کہ یہ  
ضعیف و متروک روایت پر مبنی ہیں، بلکہ وہ حضرات  
ان کو مسلسل ذکر کرتے چلے جائیں اور ان پر مزید تعریفاً  
کرتے چلے جائیں اور مناظروں میں ان کو پیش کرتے ہیں

یعنی حقیقۃ حسی عرق - ت

ایک ایم سعید مبینی کراچی ۷۲/۱

علمای الحیة العرفیة اھمنہ عقرنہ (م)

لے منہ الخاق علی البحر الرائق کتاب الطہارة

کل البعد و ثانیاً هو منصوص علیہ فی الروایۃ  
الظاهرۃ و ما رواۃ التبیحیۃ لا یأذرونہ  
هذا الحسن و نص علی ذلك محمد فی الاصل  
و ثالثاً لظاہر فرقت علیہ التصحیحات کما  
قد صاعن البحر عن البخاری عن القدوری عن  
البحرانی و عن الحلبة عن ابی الحسین عن  
ابی عبد الله و عن خزاعة السفین و عن  
الملتق و عن البحرانی المذهب الخ و فکیف  
یبتنی علی روایۃ متروکہ و رابعاً تو افرقت  
فیہ نقول الاتفاق علیہ و انه مذہب  
اصحابنا جمیعاً کما سبق عن النہایۃ و العنایۃ  
و القندیۃ و مجہم الانہر و المدر الخ و  
و غیرہا و عن البحر عن البدایہ و عنہ عن  
العنایۃ و الدرایۃ و غیرہا و عن الحلبة و  
عن البحر عن البخاری کلاهما عن ابی الحسین  
عن البحرانی و عن شیخکما المحقق انه قولنا  
جمیعاً فکیف یجوز رجوع الی روایۃ متروکہ  
و خاصاً اکثر دامن عزوہ لمحمد کما مر  
عن الفوائد الظہیریۃ عن شیخ الاسلام  
خواہر زادہ و ابی بکر الزاری و خمس الامۃ  
السرخی و عن الزینی و شیخکما المحقق  
حیث اطلق و عن البحر عن الاسبیجانی  
و التوالبی و حیث حکو محمد بسقوط حکم  
الاستعمال جلدہ بالضرورۃ کما سلف عن البحر  
و النہر و الفتح و التبیح و الکافی و البہر

تو ان سب کو روایت نجاست کی طرف لوٹانا سخت بعید ہے  
اور ثانیاً یہ ظاہر ہے کہ میں نے اس پر تفسیر کی روایت  
ناورہ ہے، اس کو حسن نے روایت کیا، اصل میں  
محمد نے اس پر نص کی۔

اور ثالثاً اس پر پے در پے تصحیحات موجود ہیں  
جیسا کہ ہم نے بحر، بخاری، قدوری، بحرانی، حلیہ  
ابی الحسین، ابی عبد اللہ، خزائن السفین اور ملحقین  
کے حواشی سے نقل کیا، اور بحر سے نقل کیا کہ یہی مذہب  
ممتاز ہے تو پھر یہ متروکہ روایت پر کس طرح مبنی ہو سکتا ہے  
اور رابعاً متفقہ نقول کثرت ہے میں یہی ہمارے  
تمام اصحاب کا مذہب ہے جیسا کہ گزارشہ، عنایہ،  
جندیہ، مجمع الناس، در مختار و غیرہ اور بحر نے یہ ائبع،  
عنایہ و درایہ اور حلیہ سے اور بحر و بخاری دونوں نے  
ابو الحسن، بحرانی اور شیخ محقق سے یہ تمام کا قول ہے  
تو متروکہ روایت کی طرف اس کو راجع کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے  
اور خاصاً آخر نے اس کو محمد کی طرف منسوب

کیا ہے جیسا کہ فائدہ ظہیر، شیخ الاسلام، خواہر زادہ،  
ابو بکر زاری، خمس الامم سرخی، زبلی اور تہا سے شیخ  
محقق، بحر، بحر، اسبیجانی، و التوالبی  
سے گزارشہ، اور جہاں محمد نے استعمال کا حکم ساقط کرنے  
کی بات کی اس کو انہوں نے ضرورت پر محمول کیا جیسا  
کہ بحر، نہر، فتح، تبیین، کالی، بران، علیہ، فائدہ، صغریٰ  
بخاری، قدوری، بحرانی، خمس الامم سرخی سے گزارشہ اور بحر سے  
سرخی سے اصل میں امام محمد کی نص سے گزارشہ اور بحر سے  
دوسری سے گزارشہ کہ محمد فرماتے ہیں کل سکتا مستعمل ہوگا اور بحر

فرمایا ہے کہ اس عبارت سے مشکل حل ہو چکی ہے ، اور  
 یہ معلوم ہے کہ محمد نے پانی کے نجس ہونے کا قطعاً قول  
 نہیں کیا ہے تو اس کو اس پر کیسے محمول کیا جائے گا  
 اور اس سے بجز اور رسالہ کا جو اب بھی ظاہر ہو گیا ،  
 انہوں نے اس محل کو بعبہ گردانا تھا ، اور کہا تھا کہ  
 محقق نے کتب میں مستقل پانی پر ایک فرع غائیرہ کی  
 اس پانی کی نجاست پر محمول کی ہے ، اور کہا ہے  
 کہ اس قسم کی فروع پر فتویٰ نہ دیا جائے اور رسالہ  
 میں یہ اضافہ ہے کہ ان کے شاگرد نے علیہ میں اس پر  
 اجماع و مطلب کی دو فروع کو محمول کیا ، یہ غلامدادنیہ  
 میں مذکور ہیں اور مندرجہ بالا کہ اسی نسخہ پر انہوں نے  
 بہت سی فروع اخذ کی ہیں اور تو کیا ان مشدوع کی  
 طرف کچھ اور ایسی فروع ہیں جو متفرق فتاویٰ میں اس  
 کثرت کے ساتھ مذکور ہوں ، کیا مشدوع اور کیا  
 متوی اور ان پر کیسے کوئی نکیر نہیں کی ؟ یا ان کی طرح  
 کتب ظاہر روایت میں ہوں ؟ یا ان کی اتنی تصریحات  
 ہوں ؟ یا تمام مذہب حنفی کی کتب میں منصوص ہوں ؟  
 یا ان پر اتفاق کیا گیا ہو کہ یہ ہم سب کا قول ہے  
 یہ چار سہ اصحاب کا مذہب ہے ؟ یا ان کا کوئی  
 اور محمول ہے کہ ان کی طرف روکش ہے ۔

والحلیۃ والقوائد والصغریۃ والخیاض و  
 القندوری والجرجانی وشمس الاثمة الخ  
 وعن البحر عن السرخسی عن فض محمد غفر  
 الاصل وعن البحر عن المدجسی ان محمد  
 يقول ہمارا کل مستملا حکم وقد قال فی البحر  
 ان ہذا العبارة کشف اللبس واوضح کل  
 تخمین وحکم معلوم ان محمد المر  
 یقول قط بالتنجیس فکیف تحمل علیہ وبتہ  
 ظہر الجواب عما اراد بہ البحر فی البحر و  
 الرسالة فہذا الاستبعاد عن ہذا العمل  
 بان المحقق فی الفتع حمل فرعاً فی الخانیۃ  
 علی نجاسة المستعمل وقال لا یفتی بمثل  
 ہذا فی الفروع ام مراد فی الرسالة ان تحسب  
 فی الحلیۃ حمل علیہا فرعاً لا جہتہ والمطلب  
 المذكور ینف فی الخلاصۃ والنبیۃ قال  
 وحمل فروعاً کثیرۃ علی ہذا الخواتم فہمل  
 بعض فروع وردت متفرقة فی فصول  
 بعض الفتاوی کہذا الفروع الواضحة ،  
 المتکاثرۃ المتواترۃ ، الثابتۃ الدائرة ، فی  
 عامۃ الشروح والفتاوی مع عدۃ من

علیہ ای اور وہ علی نفسہ ولو عجیب ۔ منہ غفرلہم : یعنی انہوں نے اس کو اپنے اوپر وار کیا ہے اور اس کا جواب نہیں دیا ۔

شہد بمراتنی کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

جلد ایضاً ۱/۷۳

مجھے جواز الوضوء من الفساق رسالہ میں رسائل ابن نجیم اداریۃ القرآن کراچی ۲/۱۱۳

المشوق ، من دون تکیہ ولا مجال ظنومت ،  
 | هر عمل كهذا في الكتب الظاهرة ، | هر  
 هي مذيلات بالتصحيحات المتطافرة . | ام  
 هي منصوب عليها من جميع ائمة المذهب  
 | الحنفی ، | هر عمل مزينة بطرائق الاتفاق  
 وبانها قولنا جميعا وبانها مذهب الصواب  
 فاذن ذي من اتي ، | هر عمل لها محمل غير  
 هذا فكيف يقاس على المتعين ، ماله نبيل ! فم  
 متبين -

### السادس والعشرون كلام

العلامة على حديث لا يبولن احدكم في الماء  
 الدائم قدمنا الكلام عليه واشرفنا الى كلام  
 شيخنا المحقق على الاطلاق حيث يقول  
 اما قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ( و ذكر  
 الحديث ) فغاية ما يفيد نهى الاختلاط بركبة  
 التبريم ويجوز كونها لكسب الطهورية  
 فيستعمله من لا علم به بذلك في رفع الحدث  
 ويعلى ولا فرق بين هذا وبين كونه  
 يتنجس فيستعمله من لا علم له بحالته  
 لزوم المحذور وهو الصلاة مع الساق فيصالح  
 يكون كل منهما مثيرة للنهي المذكور <sup>أما</sup> و  
 وقع البحو اياه ببحث البدائع المذكور  
 دفع للصحيح بما ليس به كما علمت اما حديث

چھیسواں عمارت لا یبولن احدکم فی  
 الماء الدائم (مفسرہ پانی میں کوئی چشما نہ کرے)  
 پر جو کلام کیا ہے اس پر ہم پہلے ہی بحث کر چکے ہیں اور  
 ان کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام کی طرف اشارہ  
 کرتے ہیں ، وہ فرماتے ہیں بہر حال حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے فرمان ( پھر انہوں نے مذکور حدیث بیان کی )  
 میں جو غسل کرنے کی نص ہے اس سے زیادہ سے زیادہ  
 جو ثابت ہوتا ہے وہ نہیں تحریم ہے تاکہ ایسا نہ ہو  
 کہ طہوریت سلب ہو جائے ، اور اس کو کوئی شخص لا علی  
 میں رفع حدث کے لیے استعمال کر بیٹھے اور نماز پڑھے  
 اور اس میں اور اس ضمن میں کوئی شخص ہو جاتا ہے تو ایسا  
 نہ ہو کہ اس کو کوئی شخص لا علی میں استعمال کرے دونوں  
 صورتوں میں محذور لازم ہے ، یعنی منافی کے ہوتے  
 ہوئے نماز پڑھنا ، پس جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک

الاستیقف خا قول ليس من حجتنا في هذا الباب لاحتمال انه لاحتمال الفجاسة العينية بل هو الظاهر من قوله صلى الله تعالى عليه و سلم فانه لا يدري اين باتت يده والعلامة عدل عن هذا الجواب الواضح المثلثة لا يستقيم منها ثلثا ولا دعوى لخصوص لا دليل عليه وثانیا كيف يجعل تعبد يا غير معقول المعنى مع الامر شاذ الى المعنى في نفس الحديث فانه لا يدري اين باتت يده وثالثا لما من اصحاب عبد الله رضى الله تعالى عنهم يجوز ان يكون لا ايا هريرة رضى الله تعالى عنه كانت يرسله او ساكافا شاروا الى تفحصهم و اضع الضرورة كما هو المحكم المصوح به عندنا ان كان الصادق حيا لا انية يفرق بها.

مذکور نہی کا باعث ہوا ہجر کا اس کو بدائع کی مذکور بحث دفع کرنا صحیح کو غیر صحیح سے فتح کرتے جیسا کہ آپ نے فرمایا اور وہی مستیقف والی حدیث تو میں کتابوں اس سلسلہ میں ہماری دلیل یہ نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ نجات عینیکہ وجہ سے ہر جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فانه لا يدري اين باتت يده " (وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا) سے یہی ظاہر ہے اور علامہ نے اس جواب سے عدول کر کے تیسرے جوابات دیے جن میں سے کوئی ٹھیک نہیں پہلا دوائے خصوص جس پر کوئی دلیل نہیں۔ دوسرے پر کس طرح اس کو تعبدی اور غیر معقول یعنی قادر یا جاسکتا ہے جبکہ خود حدیث میں معنی کی طرف رہنمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ فانه لا يدري اين باتت يده - تیسرے عبد اللہ کے اصحاب سے جو مروی ہے مگر کہ وہ اس لیے ہو کہ ابو ہریرہ اس کا ارسال کرتے ہوں تو انہوں نے ضرورت کے مقامات کے ساتھ اس کو منقح کرنے کی طرف اشارہ کیا ہو جیسا کہ ہمارے یہاں یہ واضح حکم موجود ہے کہ جب فی تہاہ میں ہر اور کوئی جتن پانی نکالنے کے لیے نہ ہو۔

المسابع والعشرون قوله رحمه الله تعالى في تكرار الاستعمال الظاهر عدم اعتبار هذا المعنى في النجس فكيف بالظاهر غير مظهر ولا ظاهرا الاقره ان الفجاسة تصيب الثوب والبدن في مواضع متفرقة تجمع فان بلغت حد المنع منعت وما يترأى من عدم جمع الواقعة في العام اكثر فوات الوقوع في عشرة مواضع منه

ستائیسواں ان کا قول تکرار استعمال کی بابت ، ظاہر یہی ہے کہ یہ معنی نجس میں اعتبار نہ کیا جائے تو پھر ظاہر کیا حال ہوگا۔ یہ نہ ظاہر کرنے والا ہے اور نہ بذات خود ظاہر ہے ، مثلاً نجاست جو بدلتا یا کپڑے کو متفرق مقامات پر لگ جائے تو اس کو جمع کیا جائے گا۔ اب اگر منیع کی حد کو پہنچ جائے تو منیع کرے گی۔ اگر کثیر پانی میں نجاست گر جائے تو اس کو بظاہر جمع نہیں کیا جاسکتا ہے ، کیونکہ پانی میں

کا وقوع فی موضع فلیس لعدم الجمع بل لعدم  
البلوغ الى حد المنع حتى لو بلغت بابت غیر  
المجموع اعداد و صافه و ما كانت الا قسرا  
لتفیرہ فلا شک فی الجمع والله تعالی اعلم  
هذا تمام الکلام مع العلامة قاسم رحمہ  
الله تعالی و قد ظهر به الحق المسدید ،  
بحیث لا حاجة الى التزید ، والحمد لله  
الحمید المجید ۔ ظاہر ہو گیا ۔ اس سے زیادہ کی حاجت نہیں ۔ والحمد لله الحمید المجید ۔

**الفصل الثانی فی کلام العلامة دین**  
فی البحر والرسالة كانت قضیة ترتیب الزمان  
ان تقدم علیہ کلام العلامة ابن الشحنة  
رحمہما الله تعالی لکن اردنا ان ندق موافق  
بموافقة لم یات رحمہ الله تعالی فی رسالته  
ولا فی بحره بشئ یزید علی ما اورد العلامة  
قاسم الاما لامنا من له یصلح السزاج  
افاض الکلام فی تحدید الماء اکثر و انت  
المذہب تفویضہ الی رأی المبتدیان  
التقدیر بعشر فی حشر انما اختاره المتأخرون  
تیسیرا علی من لا رأی له و انه لا یرجع الی  
اصل شرعی یعتمد علیہ ثم تکلم علی صفة  
الماء المستعمل و ان المفتی بہ انہ طاهر  
غیر مملوء و ثراثة علی المسألة فقال وقد  
قالوا انت الماء المستعمل اذا اختلط  
بالطهور فتعبر فیہ الغلبة فان کان السماء

اگر کسی جگہ نجاست گر جائے تو وہ ایسی ہے جیسے  
ایک جگہ گری ہو ، تو یہ چیز عدم جمع کی وجہ سے نہیں ہے  
بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حد منع تک نہیں پہنچی ہے  
اور اگر حد منع تک پہنچ جائے مثلاً یہ کہ نجاست کا مجموعہ  
اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کو بدل دے  
اور ہر فرد نہ بدلے تو جمع کرنے میں شک نہیں ۔ یہ مکمل  
گفتگو تھی علامہ قاسم کے ساتھ ، اس سے حق  
ظاہر ہو گیا ۔ اس سے زیادہ کی حاجت نہیں ۔ والحمد لله الحمید المجید ۔

**دوسری فصل علامہ ابن کے کلام میں جو**  
بحر اور رسالہ میں ہے زمانی ترتیب کا تقاضا  
یہ تھا کہ ہم ابن الشحنة کا کلام اس پر مقدم کرتے ہیں  
رحمہما الله تعالی کو دوسرے موافق سے لائی کرنا  
چاہا ہے انہوں نے اپنے رسالہ میں یا بحر میں علامہ قاسم  
کے کلام سے کچھ مزید اضافہ نہیں کیا ہے ، صرف وہی  
بات مذکور ہے جس کا محل نزاع ہے کچھ تعلق نہیں پہلے  
قوانین نے کثیر پانی کی تحدید کی ہے اور کہا کہ مذہب  
میں یہ معاطر صاحب معاطر کے پیروں ہے اور وہ درود کے  
انذار کو متأخرین نے ان لوگوں کی آسانی کے لیے  
وضع کیا ہے جن کی اپنی کوئی راستہ نہ ہو اور اس کی  
کوئی قابل اعتماد شرعی دلیل نہیں ، پھر انہوں نے  
مستعمل پانی پر کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ مفتی پر قول  
یہ ہے کہ یہ طاہر تو ہے مگر پاک کر نہ دے والا نہیں ہے  
پھر اصل مسئلہ بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مشایخ  
فرماتے ہیں کہ مستعمل پانی حیض پاک کرنے والے پانی کے



قول محمد وحمده الله تعالى لا يغيب ما أسر  
يغيب علي يد يعنى لا يخرجوه عن الظهورية  
اد بلفظه -

کیا، اس سے کچھ جھینٹے اڑ کر اس کے برتن میں پڑے تو اس کا پانی فاسد نہ ہو گا۔ اگر مستقل بہرہ اس میں لیا تو فاسد کرنے کا اسی طرح حمام کا حوض، اور نہ یعنی اس کو پاک کرنے کے وصف سے خارج ذکر کیا

اللہ پاک پر غالب ہو جائے اور بقیہ۔ (ست)

**اقول** رحمتك الله هذا اخلق والكلام  
 في الملاقى ثم اورد على نفسه سؤالا من قبل  
 فروغ كشيرة في كتب مشهورة تخالف ما جتهد  
 اليه اورد عنها قسرا الخافية لوصف الموضوع  
 ثم ولو يكن استنجاى به على قول محمد لا  
 يكون نجسا لكان ينزح منها عشرون ليصير  
 الماء طهورا وخرج الخليفة نحوه غير  
 انه فيه ينزح الاكثر من عشرين دوا ومن  
 ماء صب فيه عند محمد اذ كان فيه ماء  
 في استعمال الماء بوقوع قليل من الماء المستعمل  
 فيه على قول محمد رحمه الله تعالى واجاب  
 بان الله مبني على سواية ضعيفة عن محمد ان

میں کہتا ہوں خدا آپ پر رحم کرے یہ مُلحق ہے  
جبلہ غنیمت کو ملائی میں ہے، پھر انہوں نے خود ہی اپنے  
اد پرانی فروع کثیرہ سے سوال وارد کیا جو کتب کثیرہ میں  
دارد ہیں، یہ سب اسی کے نظریہ کے مخالفت ہیں۔  
خانیہ کی فرخ، اگر دھماکا بجا ہوا پانی کنوئیں میں بہا دیا  
مگر اس سے استغناء نہیں کیا تھا تو یہ محمد کے قول پر غلبہ  
دبوگا، تاہم اس سے جس ڈول نکالے جائیں گے  
تاکر بانی خدا، روئے ۱۱۔

فلاں صدق فرست: یہ بھی اُسی طرح ہے مگر اس میں جس  
 ڈول سے زیادہ نکالے جانے کا ذکر ہے اور اُس پانی سے  
 جو اس میں بیا یا گیا ہے تحریک کے نزدیک فرمایا اس سے  
 بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر ستھڑا مستقل پانی، پانی

عنه اورد بعد عدة فروع والحقه يفرع  
الخاتمة لاتعاد صودتها من  
خفله (م)

انہوں نے اس فرج کو مستند و فروغ کے بعد ذکر کیا ہے اور ہم نے اسے حانیہ کی فرج سے ملحق کیا ہے کیونکہ دونوں کی صورت ایک جیسی ہے اور (ت)

له رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشياء من رسالہ ابن نجیم  
ادارۃ القرآن ۲/ ۶۱۹

100

رسالة في جواز الفتوة مع المشايخ من رسائل ابن القيم

11 12 13 14 15 16 17 18



الغاز يصير مستعملا بوقوع قليل من الماء  
المستعمل لأعلى الصحيح من هذا هيب  
انه لا يصير مستعملا ما لم يقلب عليه <sup>أ</sup>  
ونقل <sup>ب</sup> قهقهه عن المحيط وعن شرح الهداية  
للعلامة سراج الدين الهندي ونقل عنه  
عن التحفة انه المذهب المختار <sup>ج</sup>

میں جو چاہئے تو وہ پانی مستعمل ہو جائیگا یہ محمد کا قول ہے  
 اور اس کا یہ جواب دیا کہ محمد کا یہ قول ایک ضعیف  
 روایت پر مبنی ہے کہ پانی تھوڑے مستعمل پانی کے گرنے  
 کی وجہ سے مستعمل ہو جائے گا، ان کا صحیح مذہب یہ ہے  
 کہ پانی صرف اس وقت مستعمل ہو گا جب اس پر مستعمل پانی  
 کا غلبہ ہو جائے اور اس کی تصحیح کو محیط، سراج المہرین

ہندو کی شہرہ بدایہ ہے نقل کیا اور ان کے تحفہ سے نقل کیا

ہندی کی شروع ہدایہ ہے نقل کیا اور ان کے تحفہ سے نقل کیا کہ وہی مذہب مختار ہے۔ (۱۰۷)

أقول هو كما قال الفرعان في الملق  
فلا يمسان مورد النزاع والاستعمال لا يترقب  
على غلبة المستعمل بل حرمه على غلبة  
المطهر فان تساوى صار الكل مستعملا كما  
نصوا عليه منهم هو في البحر.

میں کہتا ہوں یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا اور یہ دونوں فرعیں ملحق ہیں پس لہذا محل تراض سے ان کا کوئی تعلق نہیں بنتا ہے اور استعمال مستقل کے غلبہ پر موقوف نہیں بلکہ اس کا عدم غلبہ مطر پر مبنی ہے تو اگر دونوں برابر ہوں تو کل مستقل ہو جائے گا، جیسا

کو مشایخ نے اس کی

یہیں کہ، مجسٹریٹ میں بھی یہی ہے۔ (ت)

اقول والقصار المحيط والسراج  
والحفرة والمخلصة وغيرها على ذكر الفضيلة  
لان المساواة الحقيقية نادرة جدا كما قالوه  
في المفهوم الفضيلة تريد من قول القائل  
لا افضل منه وقبح جعله المذكور في المتن  
والشروع وصورتها من اجل تولى لطيف الدلو  
وليس على يد نه تجاسة فعند محمد المراء  
طاهر غير طموح والرجل طاهر مع است  
الحام الذي لا يقدر به في البئر اقل من  
غيره وقد جعله محمد مستتبلا لانعام

میں کہتا ہوں ٹیپٹ، سراج، گھڑ اور غلام وغیرہ  
میں غلبہ کے ذکر پر اقتصار کیا ہے، کیونکہ حقیقی مساوات  
نادر ہے، مشایخ نے اس کو اس مثال سے واضح  
کیا ہے کہ اگر کوئی لافضل حد نہ دے، کچھ تو اس  
سے زید کی افضلیت سمجھ میں آتی ہے۔  
جھٹکی فرما جو متون و شرواح میں مذکور ہے، اس  
کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص گھنٹی میں ڈول نکالنے  
کے لیے اُترا اور اس کے بدن پر نجاست نہیں ہے  
تو جھکے کہاں پانی ملا ہے طہور نہیں اور آدمی  
طہر ہے حالانکہ وہ پانی جو گھنٹی میں سے اس کے

سَلَامَةٌ رِسَالَةٍ فِي جَوَازِ الْوَضْعِ مَعَ الْأَشْجَادِ مِنْ رِسَالَتِي الْإِبْرَاهِيمِ

ادارة القرآن ٢

14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1041 1042 1043 1044 1045 1046 1

الضرورة اه واجاب بما مر

بدن پر لگا ہے دوسرے سے کم ہے، اور محمد نے اس کو

مستقل قرار دیا ہے کیونکہ ضرورت نہیں اور اس کا جواب وہ دیا جو گزرا۔ (د ت)

اقول رحمك الله وس حنا بكم اذا

میں کہتا ہوں اللہ تم پر اور ہم پر رحم فرمائے

اگر عطف کی طائفتے ظاہر غیر طور مراد ہو تو آپ اس کو

محمد کی روایت ضعیفہ پر کیونکر مبنی کرتے ہیں حالانکہ آپ

تجربہ میں کہتے ہیں کہ ہماری تقریر سے معلوم ہو

کہ مذہب مختار اس مسئلہ میں ہے کہ آدمی پاک ہے اور

پانی ظاہر غیر طور سے صحیح مذہب پر اور ہاں مشہور

یہی ہے کہ اس کی طائفتا ہر کے لیے ہے اور طور

کے لیے، جیسا کہ تم نے تجویز ذکر کیا اور اس

وقت فرغ اس جانب سے وارد ہو گی کہ استعمال کا حکم

ضرورت کی وجہ سے ماقط ہوتا ہے تم نے تجویز کیا ہے

کہ محمد کے نزدیک مرد پاک ہے اور پانی ظاہر طور ہے

امام محمد کے قول کی وجہ (صحیح روایت کے بموجب) یہ

کہ ان کے نزدیک بہانا شرط نہیں، تو آدمی پاک ہے اور

پانی مستقل نہ ہو گا خواہ اس سے حدیث ذائل کیا گیا ہو

اريد بقاء جعظ طاهر غير طهور فكيف تجملونه

مبذيا على رواية ضعيفة عن محمد وانتم

العاللون في بحركه علمها قد رنا ان النذهب

المختار في هذه المسألة امت الرجل طاهر

والماء طاهر غير طهور على الصحيح اه نعم

المشهور ان طاء لا للظاهر الطهور كما ذكرتم

في البحر وحيث نذكر في الفروع من قبل امت

سقوط حكم الاستعمال لاجل الضرورة فسلم

في البحر عند محمد الرجل طاهر والماء طاهر

طهور وجه قول محمد على ما هو الصحيح عليه

ان المصب ليس بشرط عندك فكان الرجل يسل

طاهرا او لا يصير الماء مستقلا وان انزل به

حدث للضرورة واصاح على ما خرجه ابو بكر الرازي

عليه اقول والمراد به استعمال الماء بازالة

حدث وامت لمين وقربة خلافا لتخريج الامم

الرازي ولذا قال واصاح على ما خرجه الخ

فليس تصحيحا لهذه الرواية بل الصحيح

ما تقدم انه طاهر غير طهور اه منه

غفر له (م)

میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ازالہ حدیث سے

پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ قربت کی نیت نہ ہو

بخلاف امام رازی کی تخریج کے اسی وجہ سے انہوں

نے اصاح علی ما خرجه الخ فرمایا لہذا صحیح روایت

یہ نہیں بلکہ وہ ہے جو گزری کہ پانی ظاہر غیر طور ہے

(د ت)

۶/۲  
۸۱۹

۹۸/۱

ادارة القرآن کراچی

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

لے الرسالہ فی جواز الوضوء مع الاشياء والنظار

لے بحر الرائق کتاب الطہارت

لا یصیر مستعملاً فقد نية القربة اه فاق  
 ایتیموها لانها مہویۃ خیر مختارة کما قلنا  
 كانت المختارة اشد فی الرد وفتح الاسرار  
 وهو کلامہ علی حدیث لا یبولن اذ یقول  
 من قال ان الماء المستعمل طاهر طہور  
 لا یجعل الاغتسال فیہ حراما وکذا من قال  
 طاهر غیر طہور لان المذهب عندہ ان الماء  
 المستعمل اذا وقع فی ماء اخر لم یفسد وحق  
 یطلب علیہ وقد رما یلاق بدن المستعمل  
 یصیر مستعملاً وذلك القدر من جملة ما  
 یقتل فیہ عادة یكون اقل من ماء فضل من  
 ملاقات بدنہ فلا یفسد وبقی طہورا ولا  
 یحرم فیہ الاغتسال الا ان محمداً یقول  
 یصیر وہ مستعملاً بالاختسال فیہ اه و  
 نقلہ فی البہر بلغض اب محمد ا یقول لسا  
 اختسل فی الماء الثقیل حراما کل مستعملاً  
 حکماً آہ واجاب عنہ ایضاً بما مر۔

سے نقل کیا ہے کہ تمہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی تمہ سے پانی میں غسل کرے گا تو سب کا سب ملکا مستعمل ہو جائے گا اور اس کا جواب بھی دیا جو گزرا۔

اقول سبحان اللہ صویحہ منظومہ  
 الاسرار ان المذهب اعتبار الغلبة وان

ضرورت کی وجہ سے، اور ابوبکر الرازی کی تخریج کے  
 مطابق پانی مستعمل نہ ہو گا کیونکہ اس میں قربت کی نیت  
 نہیں اور اگر آپ اس روایت کا انکار کریں کہ یہ  
 غیر مختار روایت ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو مختار  
 روایت تردید میں نہ آئے ہوگی۔

اسرار کی فتح حدیث لا یبولن پر انکی گنگوہیہ کہ جہ  
 کہتے ہیں مستعمل پانی طہور طہور ہے تو وہ اس میں غسل کو حرام قرار نہیں  
 دیتے اور اسی طرح جو انکی کو طہور غیر طہور کہتے ہیں کیونکہ  
 ان کا مذہب یہ ہے کہ جب مستعمل پانی وہ سر سے پانی میں  
 مل جائے تو جب تک اس پر غالب نہ ہو اس کو فاسد  
 نہیں کرتا اور صرف اسی قدر مستعمل ہوتا ہے جو بدن سے  
 متصل ہوتا ہے اور یہ مقدار اس مجہول پانی کی مقدار سے  
 جس سے کہ غسل کیا جاتا ہے عادتاً اس پانی سے کم  
 ہو کر لے لے جو ملاقات بدن سے پہنچ رہا ہوتا ہے، تو  
 یہ اس کو فاسد نہیں کرے گا اور طہور ہی رہے گا اور اس  
 سے غسل حرام نہ ہو گا تاہم تمہ فرماتے ہیں کہ اس میں غسل  
 کرنے سے یہ مستعمل ہو جائیگا اور اگر میں اس کو ان الفاظ  
 سے نقل کیا ہے کہ تمہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی تمہ سے پانی میں غسل کرے گا تو سب کا سب ملکا مستعمل ہو جائے گا اور اس کا جواب بھی دیا جو گزرا۔

میں کہتا ہوں سبحان اللہ اسرار کا ہر یک منطوق  
 یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ اعتبار غلبہ کو ہے، اگرچہ اس کا

تقاضیہ ہے کہ کل مستقل نہ ہوگا کیونکہ طلاق حقیقتہً غیر طلاق  
سے کم ہے مگر یہ کہ محمد نے کل کو کل مستقل قرار دیا ہے  
تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کسی ضعیف روایت پر  
مبنی ہے جو اُس غریب کے خلاف ہے، یہ اس کے  
مقتضیٰ کی تخصیص ہے اور حکم کی تخصیص حکم پر ہی مبنی ہوتی  
ہے نہ کہ خلاف حکم پر اور یہ بہت واضح ہے اور اسرار کے  
کلام کار از ہم نے بیان کر دیا۔

جس کی فرع، اگر بتصیل ڈال تو پانی مستقل ہو گیا اور  
اور تجربہ اضافہ کیا ہے حنا، اور درایت وغیرہ تاک فرغ کا  
جنب اگر کنیر میں غسل کی نیت سے اترے گا تو سب  
ہی کے نزدیک پانی فاسد ہو جائے گا۔

خانیہ کی فرع، اگر کسی نے پانی پیر یا ہاتھ برتن میں ٹنڈک  
مائل کرنے کے لیے ڈالا تو پانی مستقل ہو جائے گا کہ  
عزیزت مروجہ نہیں ہے۔

اسی سببانی اور دوا الہی کی فرغ، جو کلوں میں اس ہاتھ  
لمس نہایا اور اس پر کوئی نجاست بھی نہیں ہے تو  
محمد نے فرمایا کل پانی مستقل ہو جائیگا، اور اپنے قول  
الآخر الفروع کا اضافہ کیا، باقی کثیر مسند و احادیث کی  
طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا یہ صریح ہے امام محمد کے

قضیتہ ان لا یصیر الکل مستعملاً لان الملاق  
حقیقۃ اقل من غیرہ الا ان محمدا جعل الکل  
مستعملاً حکماً فکیف یتوہم انہ مبنی علی  
سروایۃ ضعیفۃ خلاف ذلک المذہب وانما  
ہو تخصیص لقضیتہ وتخصیص حکم اما  
یستثنی علی حکم لا علی خلافہ وهذا واضح  
جد اور سر کلام الاسرار قد بینا و فرغ البتۃ  
بالغین لو ادخل الکف صار مستعملاً وزاد فی  
البحر فرغ الغایۃ والدراۃ وغیرہما انت  
الجنب اذا نزل فی البئر یقصد الاغتسال یقصد  
الماء عند الکف و فرغ الغایۃ لو ادخل یدہ  
اور جملہ فی الاثار للتبوء یصیر الماء مستعملاً  
لانعدام الضرورة و فرغ الاسیجاء والی الی  
فیمن اغتسل فی بئر الی العشرۃ ولا نجاست  
علیہ قال محمد صارت المیاء کلہا مستعملاً  
وزاد قوله الی اخر الفروع ارشاد الی اکثر الباء  
قال وهذا صریح فی استعمال جمیع الماء عند  
محمد بالاغتسال فیہ اھ واجاب عن  
الکل بانہ مبنی علی سروایۃ ضعیفۃ عن

۶/۸۱۹	ادارۃ القرآن کراچی	لے الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشياء من رائل ابن نجیم	لے الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشياء من رائل ابن نجیم
۱/۱	سمیعہ کھنہ کراچی	کتاب الطہارت	کتاب الطہارت
۱/۱	"	"	"
"	"	"	"
"	"	"	"

محمد قائلۃ بخیا سۃ الماء المستعمل ثم  
استشهد بحمل الفهم فرعاً فی الخانیة  
علیہا وقد مرافیہ من سۃ اوجیه -  
نہیں ہر جاتا ہے ، پھر یہ استشہاد کیا کہ فتح نے خانیہ کی ایک فرع کو اسی پر محمول کیا ہے اور جو اس پر احراز ہے  
وہ چودہویں سے گزر چکا ہے ۔

وفرح منیۃ المصلی عن الفقیہ ابن  
جعفر کوضاً فی أجمۃ القصب فان کانت  
لا یخلص بعضہ الی بعض یجوز وفی الخلافۃ  
قوضاً فی أجمۃ القصب او ارض فیہا نمرج  
متصل بعضہا ببعض ان کانت عسراً فی عشر  
یجوز قال فظہر مہ انہ اذا کان اقل لا یجوز  
التوضی فیہ والاجمۃ محركة الشجر اکثر  
المثلث ۔

غیرۃ المصلی کی قیود ، یہ فقیر ابو جعفر سے ہے کسی نے  
بانسوں کے ٹھنڈ میں وضو کیا اگر وہ اتنے گھٹے ہیں کہ  
پانی کے تھے ایک ٹرے سے ہمارہتے ہیں تو جائز ہے اور  
غلاصہ میں ہے کہ بانسوں کے ٹھنڈ میں یا ایسی زمین  
میں جس میں پونہ ایک دوسرے سے متصل ہوں ، اگر  
وہ دو در دو ہر دو وضو جائز ہے ، اس کا مفہوم تھا  
یہ ہے کہ اگر اس سے کم ہر دو جائز نہیں اور اجمہ  
تحرک پہنچنے اور غرق کو کہتے ہیں ۔

وفریح الکتب فی الخلاصۃ والمنیۃ  
توضاً فی حوض وحل جسیم وجد الماء الطلپ  
ان کان بحال لو حرك یتحرك یجوز قال  
ومفہومہ انہ لو کانت لا یتحرك الطلپ  
بتحریک الماء لا یجوز فان عدم تحریکہ  
بتحریک الماء یدل علی انہ بحالۃ من  
التکالیف والا ستمسک لسطح الماء بحیث  
یمتد انتقال الماء المستعمل اذ اقم فیہ  
الی محل اخر فیتقم الوضوء بقاء مستعمل الطلپ

غلاصہ اور غلیہ کی قیود ، حوض میں وضو کیا اور طلب  
پانی کی تمام سطح پر ، اگر وہ ایسا ہے کہ اس کو حرکت  
دی جائے تو سب مل جائے تو جائز ہے ، فرمایا اس کا  
مفہوم تھا کہ ہے کہ اگر حرکت نہ کرے طلب پانی کی حرکت دینے سے  
قجائز نہیں کیونکہ پانی کی حرکت دینے کا حرکت ہونا اس امر پر دلالت  
ہے کہ وہ اتنا کثیف ہے کہ مستعمل پانی کا ایک جگہ سے  
دوسری جگہ منتقل ہونا مشکل ہے ، تو وضو مستعمل پانی سے  
ہوگا ، اور طلب سبز رنگ کی گھاس ہے جو پانی پر تیرتی  
رہتی ہے اور یہ غلیہ سے ماخوذ ہے ، فرمایا یہ سب



سلک بفرج الاجبة و الطحلب مسلکین و ذلك  
ان كلا منهما حكم بعدم جواز الوضوءات كالماء  
ماء الاجبة دون عشرين خمر ولا يتحرك  
الطحلب بتحريك الماء فجعله واردا عليه  
حيث افاد صيرورة حكم الماء مستعملا  
بالوضوء فيه اذ كان قليلا واجاب بحمله على  
رواية الخامسة وحكم الحلية بالجوازات  
كان قليلا مادام اكثر من ماء على الطهارة فحصله  
ليلاله حيث افاد ان الوضوء في الماء القليل  
لا يفسده مادام الطهور رغا ليا على المستعمل  
واضاف اليها فزع المجد في الاحتجاج و  
ان كان يعلم ايضا للايراد و اقتصر في البحر على  
ايراد الفروع الثلاثة تصريحها بالاول و تلويحها  
بالثانيين فيما هو له لا فيما هو عليه فقال ثم  
رأيت الصلاة بعد امير المصالح قال (فذكر  
قوله الماء) قال ثم قال ايضا و اتصال  
الزروع بالزرع لا يستلزم اتصال الماء بالماء وان  
كان مما يخلص فيجوز على الرواية المختارة  
في طهارة المستعمل بالشروط الذي سلكت  
دای غلبة الطهور على خيره) ثم ذكر اى المحل  
مسائل على هذا العنوان وهو صريح فيما قدما  
من جواز الوضوء بالماء الذي اختلط به  
مستعمل قليل ثم وقوله في الرسالة هذا  
صريح فيما قلناه من جواز الوضوء في الفساق

صورت میں تو جواب وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے  
ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ انہوں نے جُند اور کافی کے  
مسئلہ میں دو راہیں اختیار کی ہیں اور یہ اس لیے ہے  
کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے حکم عدم جواز کا لگایا  
اگر جُند کا پانی وہ درجہ سے کم ہو یا پانی کو حرکت دینے  
سے کافی میں حرکت پیدا نہ ہو، انہوں نے قلیل پانی میں وضو  
پر تمام پانی کو مستعمل قرار دینے کو اعتراض قرار دیا اور اس کا  
جواب یہ دیا کہ یہ نخواستہ وانی روایت پر موقوف ہے اور علیہ  
نے قلیل پانی میں وضو کو جائز کہا ہے بشرطیکہ وہ مستعمل پانی کے زیادہ  
ہو کیونکہ وہ پاک ہے، اس کو انہوں نے اپنی دلیل بتایا  
جہاں انہوں نے کہا کہ قلیل پانی میں وضو پانی کو خالص  
نہیں کرتا جب تک پاک پانی غالب ہے، ان دونوں صورتوں کے  
ساتھ انہوں نے استدلال میں انجام دے کر فرج کا اضافہ کیا اگرچہ یہ  
بھی اعتراض کی صورت بن سکتی ہے اور جو میں تینوں فروغ کے ذکر پر  
اکتفا کیا ہے پہل کی تصریح کی ہے اور باقی میں تردید کی ہے  
حاصلہ کا بیان کیا ہے نہ کہ حاوہ حلیہ کا پھر  
فرمایا کہ میں نے علامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا انہوں  
نے فرمایا (پیران کا گزشتہ قول نقل کیا) کہ نیز انہوں نے فرمایا کہ  
کھیتی کا کھیتی سے متصل ہونا پانی کے پانی سے متصل  
ہونے کو نہیں روکتا ہے اگرچہ یہ اس قبیلہ سے ہے  
کہ پہنچ سکتا ہے تو مختار روایت کے مطابق جو متصل  
پانی سے مل جائے وہی مگر شرط وہی رہے گی جو گزری  
(یعنی طور کا غلبہ غیر پر) پھر علی نے چند مسائل

او فرق بقصودہ الخلاف نزاع فی مسألة الاختلاف  
غیرانہ رحمہ اللہ تعالیٰ لما حکم بعدم الفرق  
بین المطلق والملاق طفق لا یفرق بینہما  
فی العجاج فقہ انہی کلامہ فی البحر یا سیراد  
حجة لہ اخرى عن فتاوی العلامة قارعت  
الہدایة جمع تلمیذہ المحقق علی الاطلاق  
ستل عن فسقینہ صغیرۃ یتوضو فیہا الثانی  
وینزل فیہا الماء المستعمل فی کل یوم ینزل  
فیہا ماء جدید ھل یجوز الوضوء فیہا العجایا  
لہر یقیم فیہا غیر الماء المذکور لا یضراہ یصنی  
اذا وقعت فیہا نجاسة تجتنب لھضرها ۱۱

اسی قسم کے ذکر کیے، اور وہ اُس میں صریح ہے جس کا ہم  
ذکر کیا ہے، یعنی اگر غیر مستعمل پانی میں تھوڑا سا استعمال  
مل جلتے تو اس سے وضو جائز ہے اور ان کا قول رسالہ  
میں یہ صریح ہے اس امر میں کہ فاسق سے وضو جائز ہے  
ان کے مقصود سے زیادہ عرافی ہے، کیونکہ اختلاف کے  
مسئلہ میں تو کوئی نزاع ہی نہیں، البتہ صرف یہ کہ  
کہ چونکہ انہوں نے مطلق اور طاق میں فرق نہیں کیا ہے  
تو قریب تھا کہ وہ ان دونوں سے استدلال میں بھی فرق  
نہ کرتے، پھر انہوں نے اپنا کلام بکر میں اسی پر ختم کیا کہ  
اپنی ایک مزید دلیل قادی علامہ قاری جلیہ سے دی  
اس کو ان کے شاگرد محقق علی الاطلاق نے بھیج دیا تھا  
سے ایک چھوٹے ٹکڑے کے بائیں میں دریافت کیا گیا جس میں نوگ ذکر کریں اس میں مستعمل پانی فرسے اور ہر روز نیا پانی بھی  
لکھے، اس وضو جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں مذکورہ پانی کے علاوہ اور پانی نہ لگتا ہو تو کچھ حرج نہیں  
یعنی اس میں اگر کوئی نجاست گرے گی تو یہ نجس ہو جائے گا کیونکہ یہ چھوٹا سا ہے۔ (ت)

اقول وبالله التوفیق الإیراد انت و  
العجج الاول یہ کلمہ صغیرۃ علی الذہول  
عن محل النزاع لان تلك الفرع طراف  
المطلق لا الملاق اما فرع قاری الہدایة فظاهر  
لقول السنول ینزل فیہا الماء المستعمل و

میں جو فرق الہی کہتا ہوں دونوں اعتراض اور  
چاندی استدلال اس پر مبنی ہیں کہ محل نزاع پر نظر  
نہیں رکھی گئی کیونکہ یہ تمام فروع طاق میں ہیں نہ کہ طاق  
میں، قاری الہدایہ کی فرع تو خط ہر ہے، کیونکہ موالین  
ہے کہ اس میں مستعمل پانی روز آتا ہے اور جواب میں ہے

لے بکر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۴

لکھ اہ السابق علی ہذین سکلامہ الصلایۃ  
قاری الہدایۃ وھو قول الکامار انت  
الہام والاول من ہذین سکلام ابن الہمام  
من سکلام الجہود والاخیر سکلام البحر صی  
کلام المصنف ۱۲ (م)

ان دونوں سے پہلے آہ علامہ قاری الہدایہ  
کے کلام کی انتہا ہے جس کو ابن ہمام نے ذکر کیا اور ان  
دونوں میں سے پہلی آہ ابن ہمام کے کلام کی انتہا ہے  
جس کو بکر نے بیان کیا اور آخری بکر کے کلام کی انتہا ہے  
جس کو مصنف نے ذکر کیا ہے ۱۲ (ت)



وله في الجواب اذا لم يقع فيها غيرة واما فروع  
الحلية الثالثة فلان مستند الجوابين و  
الاحتجاجات كلام العلامة الحلي وهو موضح  
بانها جميعها في الملقى دون الملقى الا ترى  
الى قوله في الاول انك كان لا يخلص بعضه  
الى بعض جائز لان الماء حينئذ كثير ولو كانت  
الماء المستعمل الواقعة فيه نجاسة لم يمنع  
تكرارها وهو ظاهر وانما قيد الجواز الى آخر  
ما نقلتم وقال في الثاني يمنع انتقال السماء  
المستعمل الواقعة فيه وقد نقلتموه وان لم  
تغزوه وقال في الثالث ان كون الجمد يتكرر  
بتحويل الماء لا يمنع من انتقال السماء  
المتصل منه في الحوض من ذلك المصل  
الواقعة فيه الا وكذلك قال في نظائره بل هذا  
على طريق الحلية مستفاد من نفس الفروع  
فانها في الموضوع في حوض او حديد وقد اعاد  
في الحلية قبل الفروع الاولى بصفحة فالفرد  
بين التوضي من حوض وفيه ان التوضي  
منه لا يستلزم البتة وقوع الغسالة فيه  
بخلاف التوضي فيه قال وكون وضوء التوضي  
من موضع وقوع غسالة لا يتم فيه هو مقصود  
الاقاحة من المقربين بخلاف كون وضوء  
التوضي منه بحيث تقع غسالة لا تتم خارج  
جائز اذ ان ذلك مجمع عليه لا يتفرع على  
قول قوم دون آخرين اعلموا ان كل عمل

له عليه

کریک اس میں اس پانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہ گرتی ہو  
اور علیہ کی تینوں فروع اس سے کہ دو دنوں جوابوں کے ساتھ  
استدلال علامہ علی کا کلام میں، اور انہوں نے تفسیر  
کروی ہے یہ تمام ملحق میں میں نہ ملاتی ہیں۔ چنانچہ اگر  
پہلا قول دیکھا جائے کہ اس کا بعض دوسرے بعض کی  
طرف نہ جاتا ہو تو جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں  
پانی کثیر ہوگا، اور اگر وہ ماہ استعمال جس میں نجاست  
موجود ہو مانع نہیں ہے تو جو طہر ہے وہ کیسے ہوگا اور  
بیشک جو از کو مقید کیا ان آخر ما نقلتم اور دوسرے  
میں فرمایا منع کوتاہی سے متصل پانی کا متصل ہونا جس میں  
وہ واقع ہے حالانکہ تم نے اس کو نقل کیا ہے اگرچہ اس  
کے قائل کا نام نہیں لیا ہے، اور تفسیر میں فرمایا کہ  
برق کا پانی کو حرکت دینے سے ٹوٹ جانا حوض میں جو  
پانی اس سے متصل ہے اس کے متصل ہونے کو مانع  
نہیں ہے، اور اسی طرح اس کی نظیروں میں فرمایا  
بلکہ علیہ کے طریق کے مطابق یہ نفس فروع سے مستفاد  
ہے کیونکہ یہ بظاہر عرض یا تالاب سے وضوء سے متصل  
ہیں اور علیہ میں فرع اول ایک صفحہ قبل فرمایا، حوض سے  
وضوء اور حوض میں وضوء کے اندر فرق ہے، اور اسی  
میں ہے کہ حوض سے وضوء کا مطلب یہ نہیں ہے کہ  
دھوؤں حوض میں گرے، لیکن اگر حوض میں وضوء کیا جائے  
تو دھوؤں لازمی طور پر اس میں گرے گا، فرمایا لوگوں کا  
اس جگہ سے وضوء کرنا جہاں ان کے دھوؤں کا پانی پڑتا  
ہے یہی تفریع کا اصل مقصد ہے اور ایسی عیب  
وضوء کرنا جہاں دھوؤں باہر گرتا ہو تو اس میں کسی کا

اختلاف نہیں، یہ ایسا نہیں کہ کچھ لوگوں کے قول پر متفرع  
ہو اور کچھ کے قول پر متفرع نہ ہو اور یہ تمام بحث علیہ کے  
نتیجہ پر ہے۔

میں کہت ہوں عرض سے وضو کے دو معنی  
ہیں ایک تو یہ کہ عرض سے چلو سے پانی لیا جائے یا  
برتن سے لیا جائے اور عرض کے باہر وضو کیا جائے  
اور اس کا دھوون عرض میں گرتا رہے، جیسے کہا جاتا ہے  
میں نے طشت سے وضو کیا۔ محقق علی نے اس پر انکشاف  
کیا ہے، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ عرض میں اپنے اعضا  
ڈبو کر وضو کرے جیسے عام طور پر لوگ پیر دھرتے ہیں  
جیسے کہا جاتا ہے میں نے ٹب میں کپڑے دھوئے اور  
یہ عرض سے وضو بالضم کا ظرف ہونے کے اقرب ہے  
اگرچہ اس کا اطلاق پہلے پر اس تاویل سے ہوتا ہے کہ  
وہ وضو بالفتح کا ظرف ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو  
پہلے تک ہی متصرر رکھا جائے اور پہلے میں پانی ملتی ہے یعنی  
پہلے باہر استعمال کیا گیا پھر مطلق پانی میں ڈالا گیا اور  
دوسرے میں طاق ہے، یعنی مطلق پانی جو حدیث والے  
بری کو ملا اور ایک فرض کو سا قہ کیا یا مستقرب کے جن  
کو ملا اور ایک قرینہ اس سے ادا ہوئی اور آپ جانتے  
ہیں کہ تینوں فروع کی عبارت دونوں وجہوں کا احتمال  
رکھتی ہے، صرف اتنا ہے کہ اگر ہم اس کو دوسرے پر

ظرف الحلیۃ وانا اقول وہ استعین الوضو  
فی الحوض یحتمل معنیین احدهما ان یغترف  
منہ بید او انا، ویتوضا خارجه بحیث تقع  
غسلاته فیه کقولک قوضأت فی الطست  
وهو الذی اقتصر علیہ المحقق العسلی و  
الاخر ان یغسل اعضاءه بنفسها فیه کما یفعل  
کثیر من الناس فی الرجلین کقولک غسلت  
الثوب فی الاجانۃ وھذا اقرب الی ظرفیۃ  
الحوض للوضو بالضم وان اطلق علی الاول  
لصیرورۃ الحوض ظرف الوضو بالفتح فلا وجہ  
للقصر علی الاول والماء فی الاول منقح اکبر  
استعمل فی الخارج ثم انفق فی الماء المطلق  
وفی الثانی ملاقای ماء مطلق لاق بیدنا وغیرہ  
فاستقط فرضا او بیدنا متقرب فاقام قرینۃ و  
انت لعل ان العیاسۃ فی الفروع الثلاثۃ تحتمل  
الوجہین بیدنا او حملناھا علی الثانی وجب  
من وھا الی روایۃ ضعیفۃ وھو نجاسة المستعمل  
او صیرورۃ المطلق مستعملا بوقرۃ المستعمل  
ولتکیلا الا ما قریشی کا لظن فانه عفوف فعلا  
للحرج وکلاً ہما ضعیفۃ معجورۃ والعیب  
المعتد ظہارنہ وعدم تاثیرہ فی المطلق

سواء اخلہ فی البحر فی السحدث حکما تبعا  
للدراۃ وقدم الشر علیہ فی الطرس  
المعدل (م)

بحر نے اس کو حکماً محدث میں داخل کیا درایہ کی پیروی  
کرتے ہوئے طرس معدل میں اس کا رد پہلے  
گزارا (د)

مطلقاً ما لم يرد عليه الروايات  
تصان عن مثله معها يمكن فظهر ان المراد  
في الثلاثة المعنى الثاني لا ما فهم المحقق  
واضطر الى حملها على ضعيف واذن صارت  
الثلاثة حجة جازمة ولا دليل فاطلق على غيرها  
الى ضعيف ومن يفتقره ينقلب مدحها بعد  
ان كان سائلاً فيلزم رد دعواه ببرهان واديت  
البرهان وذلك لامت الاصل في روايات  
الائمة الاعتماد فمن استند بها فقد قضى  
ما عليه ، ومن يريد ردّها الى ما يردّها  
فليات يدل على بلوغ اليه ، ودعوى هذه  
قد اعترف بها العلامة في البحر والرسالة  
معاذكم ببقاء تلك الضميمة عن رواية  
ضعيفة فقال وسيظهر لك صدق هذه  
الدعوى الصادقة بالبينة العادلة فقد  
اقرانه رحمه الله تعالى عاد بهذا صديها  
فكيف تسلّم بلا دليل اما ما ذكر في البينة و  
هو قول المحيط والعلامة السرايم الهند  
والتحفة اذ اذقم الماء المستعمل في البئر عند  
محمد يعجز الموضوئ به ما لم يطلب حل الماء  
وهو الصحيح ولفظ التحفة على المذهب  
المنتار

محمل کریں تو اس کو ایک ضعیف روایت کی طرف راہ  
کرنا پڑے گا اور مستعمل پانی کا نہیں ہوتا ہے یا مطلق پانی کا  
تھوڑے مستعمل پانی سے مل جانے کی وجہ سے مستعمل ہو جاتا ،  
یاں شنبم جیسے قطرے سمات میں حرج کو دفع کرنے  
کے لیے ۔ یہ دونوں روایتیں متروک الحد ضعیف ہیں ۔  
ادھیح اور قابی اعتماد اس کی پاکی ہے اور اس کا مطلق  
پانی پر اثرانہ ازنہ ہونا ہے تاو تھیکر اس کے برابر  
یا اس پر غالب نہ ہو جائے ۔  
اور روایتیں اس قسم کی چیز سے حتی الامکان منع نظر رکھی  
جاتی ہیں ، تو معلوم ہو کہ تینوں فروغ میں دوسرے  
معنی ہی مراد ہیں وہ معنی نہیں ہیں جو محقق نے نیچے ہیں  
اور پھر ان کو ضعیف روایت پر عمل کرنا پڑا اور اس طرح  
تینوں فروغ بجادی ذیل میں گئی ہیں اور ان کو ضعیف  
روایت پر محمول کرنے کے لیے کوئی دلیل ناطق موجود  
نہیں ، اور جو ایسا کرتا ہے وہ سائل کے بجائے اپنے  
آپ کو مدعی بناتا ہے اور ایسی صورت میں اس کو  
برہان لانا چاہئے ، اور برہان کہاں سے ملے گا کیونکہ  
انہ کی روایات میں اصل اعتماد ہے تو جہاں سے استناد کرے گا  
اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ، اور جہاں کو کسی  
اور طرف رو کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کی دلیل پیش  
کرنا ہوگی ، اور میرے اس دعویٰ کا احترام علامہ نے  
بحر اور رسالہ ۳۰۰ فرس میں کیا ہے کیونکہ انہوں نے ان کی  
بنیاد کو ضعیف روایت پر مبنی قرار دیا ہے اور فرمایا کہ تم پر اس دعویٰ کی صداقت بینہ عادلہ سے ظاہر ہو جائیگی ۔

انہوں نے اس میں اعتراض کر لیا کہ وہ اس طرح مدعی بن گئے ہیں، تو اب یہ دعویٰ بلا دلیل کس طرح قبول کیا جائیگا اور میں نے جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ محیطِ علمِ سراجِ ہندی اور کنف کا قول ہے کہ اگر مستعمل پانی کنوئیں میں گر جائے تو محمد کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے تاہم تھیکہ وہ پانی پر غالب نہ ہو جائے اور یہی صحیح ہے اور کنفی میں حراست ہے کہ یہی مذہب مختار ہے۔ (ت)

**قَالَ رَحِمَ اللَّهُ الشَّيْخَ الصَّلَاحَةَ**  
ما ذكره فهو في المطلق فكيف يدل على ابتداء ما في  
الاحرار والعناية والدراية وغيرها من  
شروع الهداية وشرح الاصوليات وفتاوى  
الاولياء وغيرها على رواية ضعيفة مع كونها  
في الملاق والى هنا كلام مع البحر والرسالة  
معاً والمحقق فيها شئ خير من واحد في البحر  
وهو قوله رحمه الله تعالى لا يعقل فرق بين  
الصورتين من جهة الحكم لعين المطلق. و  
السلامة -

**اقول اي لعمرك فرق** واي فرق لان  
الاستعمال انما يثبت بانزال الماء وحده  
او ابتداءه فرضاً او اقامته قرينة وذلك بملاقاة

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ شیخِ علامہ پر رحم فرمائے  
جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ قطعی میں ہے تو یہ اسرار  
عناویہ، درایہ (شروح ہدایہ)، شرح الاصولیات اور  
فتاویٰ دواجمی وغیرہ کی عبارات کے ضعیف روایت  
پر مبنی ہونے پر کمر و میل ہی سکتا ہے کیرنگہ وہ طاقی  
کے بارے میں ہیں یہاں تک بحر اور رسالہ سے  
جو گفتگو تھی پوری ہوئی البتہ بحر نے ایک لفظ  
کہا ہے وہ یہ کہ طاقی اور طاقی دونوں صورتوں میں حکم کے  
لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں دونوں صورتوں میں بہت بڑا  
فرق ہے کیرنگہ پانی کا مستعمل ہونا یا تہذیب کے ازالہ  
کی وجہ سے ہوتا ہے یا استعاط فرض کی وجہ سے یا کسی

یہاں انہوں نے اپنے بعض معاصریں سے یہ فرق لعل  
کیا ہے کہ وضو سے استعمال تمام پانی میں ہوتا ہے  
اور بہانے میں یہ نہیں ہے، پھر خود ہی انہوں نے اس کا  
رد کیا اور یہ جہالتِ دخول ہے، اس نے اپنے اوپر رد کا  
دوازہ کھول دیا ہے، تو جرح میں اس کا جواز تھا اس  
لیجے ہم نے اس کو ذکر کیا اور پوری فصل میں ہم اس کو ذکر  
کریں گے اللہ شاد اللہ تعالیٰ احمد منہ (ت)

بلکہ ذکر ہمارے بعض معاصریہ الفرق بان  
في الوضوء لشيء الاستعمال في الجميع بخلافه  
في الصب اذ ثم مراده وهي عبارة مدخولة  
فتحت على نفسها باب الرد فكان لما ذكره في  
البحر صاغ قلنا اطينا ذكره وسنعود اليه  
ان شاء الله تعالى في الفصل الرابع عشر منه  
غفر له -

قریب کی ادائیگی کے باعث ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جبکہ وہ محدث یا مستقرب کے بدن سے نکلے نہ کہ اُس چیز کو نکلے جو بدن کو نکلے ہے، اور جو حسیہ نہ طاری میں موجود ہے وہ اول ہے اور ثانی میں دوسری چیز ہے یہ رسالہ میں ہے، اور بحر کی مطلق پانی کی بحث میں ہے اور بحر کے مسئلہ بحث میں علیہ کے اس قول پر تفریع کی آ "الماء المستعمل هو الذي لا يلقى الرجل بقوله

(مستعمل پانی وہ ہے جو آدمی کے جسم سے متصل ہو) تفریع کے لفظ یہ ہیں، تو اس بنا پر ان کا قول (یعنی جو شخص کنویں میں نہائے کو اُترا) پانی مستعمل ہو گیا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ بدن کو نکلے والا پانی مستعمل ہو گیا یہ نہیں کہ کنویں کا سارا پانی مستعمل ہو جائے، اے ہم نے اس پر مکمل بحث علامہ قاسم کے کلام پر گفتگو کرتے ہوئے الکیسویں نمبر کے تحت کر دی ہے اور اس سے قبل انیسویں نمبر میں بھی لافل بیان کیے ہیں تو یہ چار ہیں۔

خامس میں کہتا ہوں اگر یہ بات درست ہو سکتی تو آپ ان کثیر ظاہر روایات کو ایک ضعیف روایت پر محمول نہ کرتے بلکہ صرف اتنا کہتے کہ ہاں وہ پانی مستعمل ہو گیا ہے، لیکن جو پانی بدن اور ہاتھوں کو لگا ہے وہ مستعمل نہیں ہے اور مظلوم ہے تو نقصان دہ نہ ہوگا۔

سادساً مشایخ نے سقوط استعمال کا حکم دیا ہے ہاتھ ڈالنے اور غوطہ کھانے کی صورت میں

بدن المحدث أو المتقرب لا ملاقاته ما لا ماء والموجود في السلاق الاول وفي السلق فيلثا في هذا كل ما ذكره في الرسالة وههنا اعني في بحث الماء المطلق في البحر اما ما ذكره في مسألة البئر جعط مفرعاً على قول المحلية الماء المستعمل هو الذي لا يلقى الرجل بقوله فعل هذا قوله (اي فيمن نزل البئر لا يغتسل) صار الماء مستعملاً معناه صار الماء الملاقاة للبدن مستعملاً لا جميع ماء البئر اه فقد قدمنا الكلام عليه كما فينا شافياً بتوفيق الله تعالى تحت العادي والعشرين من الكلام من العلامة قاسم وثلاثة حجج قبله من التاسع عشر فهذا امر بعة.

### واقول تحامساً

احتجتم الى حمل تلك الروايات الفا هرة الكاشفة الواغرة على رواية ضعيفة مرجوحة نادرة وكان يكفيكم ان تقولوا نعم صار مستعملاً لكن ما لا يلقى المحدث انكف وهو مستعمل مظلوم فلا يضر.

### وسادساً

حيث حكموا بسقوط الاستعمال في ادخال انكف والا فلامس

سلف سے خلف تک اسی پر چلے آ رہے ہیں اور آپ  
بھی ان کے ہمراہ ہیں اور اس کے لیے علت ضرورت  
بتائی ہے جیسا کہ ہم فتح، خلاصہ، تجلین، ہزارہ کافی،  
خانیر، فقیر، حلیہ، نہر، تھوری، جرجانی، برہان،  
صغری، فوائد کبریہ، شمس الائمہ حلوانی، بحر اور آپ  
کی سند سے شمس الائمہ سرخسی سے، شارح ہدایہ بخاری،  
محقق (انہوں نے اطلاق سے کام لیا) ابو الحسن و  
ابو عبد اللہ سے روایت کر آئے ہیں اور اس کو ہم نے خلاصہ  
سے محروم الذہب امام محمد کا قول ان کی اصل سے نقل  
کیا ہے اور فتح سے حسن کی کتاب سے صاحب الذہب  
امام اعظم سے نقل کیا ہے، اگرچہ آتنا ہی مستعمل  
ہوتا ہے جو بدن سے لگا ہو تو کیا حرج لاتی ہوتا ہے  
اور کونسی ضرورت درپیش ہوتی ہے؟ کیونکہ پانی باوجود  
شہرت استعمال کے ظاہر مطلق ہی رہے گا جیسا کہ  
پہلے تھا۔

سابقہ ہم امام شمس الائمہ سرخسی سے نقل  
کو آئے ہیں کہ محدث کا اپنے ہاتھ کو پانی میں با ضرورت  
ڈالنا پانی کو فاسد کر دیتا ہے اور تم سے جتنی سے  
روایت کی ہے کہ وہ پانی کو فاسد کر دیتا ہے اور تم سے  
مبسوط سے، محمد کی اصل میں نص سے روایت کی ہے  
کہ اگر پاک آدمی کنوئیں میں غسل کرے تو اس کو فاسد

اطبقوا سلفا وخلفا وانتم معهم علی تعلیلہ  
بالضرورة کما قد مناعن الفتح والخلصة  
والتبیین والہزارية والتکافی والخنایة و  
الغنیة والاحلیة والنفہ والقدر وریع و  
الجرجانی والبرہان والصغری والفوائد الطہریة  
والشمس الائمة الحلوانی وعن بحر کرم و  
عنکرم عن شمس الائمة السرخسی وشارح الہدایة  
النجہازی والمحققین حیث اطلقوا النزیلہ و آبی  
الحسن و آبی عبد اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ و  
قد مناعن الفتح والخلصة عن نص محروم الذہب  
محمد فی کتاب الاصل وعن الفتح عن کتاب الحسن  
عن صاحب الذہب الامامہ الاعظم رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم لو کان لا یستعید الا ما یصلح بالبدن  
فای حرج یصلح و ای ضرورة تمس فان الماء  
فہ شہرت الاستعمال یبقی ظاہرا علیہا کما کان  
وسایعاً قد مناعن الامامہ شمس

الائمة الکروری ان ادخال المحدث یدہ فی  
الماء لا یضر و یفسد و عنکرم عن المبتغی انہ  
یفسد الماء و عنکرم عن المبسوط عن نص محمد  
فی الاصل اغتسل الطاهر فی البئر افسدہ  
و عن مجملہ الانہ یفسد عند النکل و عن

لہ البندیۃ بالحق فصل فیما لا یجوز بہ الوضوء

لہ البندیۃ " " " " " "

لہ بحر الرائق کتاب الطہارت

لہ مجمع الانہر فصل فی الماء

نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۲/۱

" " " " " ۲۳/۱

سعید گنجی کراچی ۹۹/۱

بیروت ۳۱/۱

کردے گا، اور مجمع الانہر میں ہے کہ سب کے نزدیک  
فاسد ہو گیا اور ہندو سے نہایت سے منقول ہے کہ  
بالاتفاق فاسد ہو گیا ہے گا، اور غایۃ کے الفاظ یہ ہیں  
کہ سب کے نزدیک پانی فاسد گیا اور تم سے درایہ و  
غایہ وغیرہا سے روایت کی ہے سب کے نزدیک فاسد  
ہو گیا تو یہ ظاہر روایت میں محمد کی صریح نص سے ہے اور  
اجماع کی صریح منقول کتب معتدہ میں موجود ہیں، پھر  
میں ہے علاوہ انہی تمام پانی مستعمل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ  
اس سے وضو بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ فساد کے  
صفحہ ہی پر ہیں کہ جو چیز جس کام کی صلاحیت رکھتی تھی اب اس کے لائق نہ رہی اور اگر اس سے وضو جائز

تھانہ ہم نے فتح کے حوالہ سے محقق کی کتاب  
سے صاحب مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول نقل  
کیا ہے، اور یہ اتنا واضح اور صریح قول ہے کہ کسی قسم  
کہ تاویل کو قبول نہیں کرتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس  
وضو جائز نہیں، تو قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ اس  
تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور امام مذہب کے نص  
صریح کے مخالف ہے اور امام محمد کے واضح نص کے  
بھی خلاف ہے بلکہ کتب معتدہ میں ائمہ مذہب کا جو  
اجماع منقول ہے اس کے بھی مخالف ہے، مثلاً  
آپ ہی کی تحریر میں حکایت اجماع موجود ہے تو حق  
وہی ہے جو ظاہر روایت کی کتب میں ائمہ مذہب سے

الہندیۃ عن النہایۃ یفسد بالاتفاق ولفظ  
العنایۃ فسد الماء عند الکمل وکنہک حنب  
الدرایۃ والعنایۃ وبقیہما یفسد عند الکمل  
فہذا صریح نص محمد فی الروایۃ الظاہرۃ  
وعرائع لقولہ لاجماع فی الکتب المعتمدۃ  
منہا بحر کہ علی ان الماء کلف یصیر مستعملاً  
حتی لا یبقی صالحاً لانی یوضأ بہ اذ لیس  
الفساد الاخر وہی الثانی علیما یصلو لہ ولو کان  
یجوز بہ الوضأ غایتی فسد وکیف فسد۔

صفحہ ہی پر ہیں کہ جو چیز جس کام کی صلاحیت رکھتی تھی اب اس کے لائق نہ رہی اور اگر اس سے وضو جائز  
تھانہ ہم نے فتح کے حوالہ سے محقق کی کتاب

الحسن عن صاحب المذہب: لا یجوز وضو  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ التصویب باین لفظ لا یقبل  
تاویل ولا یرضی تحویلاً وهو قولہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ لویجز الوضوء منہ فثبت قطعاً ان لا یصح  
لہن التأویل وانہ منہ وصریح نص امام  
المذہب وجعل نص محمد فی ظاہر الروایۃ  
بل مصداق لاجماع ائمۃ المذہب المنقول  
فی المعتمدات کبحر کہ فالحق المناصہ هو المذہب  
المنصوص علیہ عن ائمۃ المذہب فی الکتب  
الظاہرۃ الصحیح علیہ فی الروایات المتواترۃ

۳۳/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الثانی من المیاء	لہ ہندیۃ
۴۹/۱	نوریہ رضویہ سکس	ماء الذی یجوز بہ الوضوء	لہ غایۃ مع فتح القدر
۲۳/۱	الملکیت العربیہ کراچی	" "	لہ حاشیہ الہدیۃ

منقول ہے اور جس پر تراثر و آیات منطبق ہیں یہ تمام  
 قلیل پانی پر مستعمل ہونے کا حکم نکالنا خواہ قلیل ہر  
 کثیر کیلئے محدث کے یہی کا کوئی حصہ بھی اس میں داخل ہوتا  
 اس پر یہی حکم ہوگا، اس کے خلاف کسی کے کلام میں  
 منقول نہیں صرف ایک لفظ بدائع میں تعلیل و جدل کے  
 طور پر آیا ہے حالانکہ روایت کردہ پر وہ متفق ہیں لیکن  
 خصوص مذہب کی مروجہ دگ میں بعض ایک بحث کی کیا قدر  
 قیمت ہو سکتی ہے، پھر محمد مذہب کے تصریح ظاہر از  
 کتاب میں ہے اور مذہب کا اجماع ہے، پھر  
 ایک اس کلمہ پر محقق علی الاطلاق کے زمانہ تک کسی نے  
 غور نہ کیا یہاں تک کہ ان کے شاگرد علامہ قاسم اور  
 حلی آگے قرائنوں نے اس بات کو بڑھایا اور ترجیح دی  
 اور پیچیدہ اور علامہ قاسم نے اس کا اپنی پسندیدہ نص  
 قرار دیا جس سے خصوص مذہب اور فروع متواترہ  
 تک کو رد کر دیا اور اس کی تائید میں صرف ایک  
 ضعیف روایت لائے اور کوئی قابل عقل یا نقل دلیل  
 پیش نہ کر سکے، تو مذہب حق وہی ہے جس کی پڑی کی گئی ہے  
 اور حق ہی اس کا مستحق ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے، واللہ  
 المستعان، اسی پر بھروسہ ہے، انس و جن کے سر پر رزق اور  
 ان کے آل و اصحاب، وہود اور باقی جماعت پر اقیامت برتیں  
 اور سلام نازل ہو، آمین واللہ رب العالمین۔

### تیسری فصل علامہ ابن الشحنة کے کلام میں

ای کار سائر آدمی کاپی سے زیادہ ہے اس میں انہوں نے  
 اپنے شیخ علامہ قاسم کے سراسر خلافت راہ اپنائی ہے کیونکہ

اعنی ثبوت الاستعمال لجميع الماء القلیل  
 قلیل لکان او کثیرا بدخول جزء من بدن محدث  
 فیہ لیرود ما یتخالفہ و لیروی کلام احمد صا  
 ینا نزعہ الا لفظہ وقعت فی کلام المبداء  
 فی تعلیل و جدل مع وفاقہ فی الصوری و ماقدر  
 بحث مع نصوص صاحب المذہب و تصریح  
 محوری فی کتاب ظاہر الروایۃ بل مع اجماع  
 ائمة المذہب لاجرم ان یقیت تلك الكلمة  
 لیرید مع علیہا احد فیما نعلم الی عصر الامام  
 المحقق علی الاطلاق حق فی تعلیلہ و الاطلاق  
 القاسم و الحلی قاضیا، و اثرها و آثارها،  
 و جعلها العلامة قاسم نصا مرویا، و حکم عرضیا،  
 مزیدہ خصوص المذہب المشہورہ۔ و الفرع  
 المتواترة فی الكتب المشہورہ، الی روایۃ ضعیفہ  
 مہجورہ، و لریات علیہا بروایۃ منقولہ  
 ماثورہ، و لا درایۃ مقبولہ منصورہ، فالمد  
 هو المقیم، و الحق احق ان یقیم، و اللہ  
 المستعان، و علیہ التکلیف، و صلی اللہ علی  
 علی سید الانس و الجن، و آلہ و صحبہ  
 و ابنہ و حزبہ ما تعاقب الملوان، و یدارک و علم  
 ابد ا آمین، و الحمد للہ رب العالمین۔

### الفصل الثالث فی کلام العلامة ابن الشحنة

رسالہ رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر من نصف کراستہ  
 سلتک فیہا مسدکایہا لغت ما سلفک شیخہ العلامة



قاسم خلافاً کلبا فانہ کان ادعی تسویۃ الخلق  
والملافة فی جواز الوضوء ادعی هذا تسویتهما  
فی عدم الجواز ذکر رحمۃ اللہ تعالیٰ مخاطباً  
لسائلہ سألت ارشد فی اللہ وایا لہ عن حوض  
دوست ثلثة اذ مرع فی مثلها هل یجوز الوضوء  
فیہ امر لا وھل یصیر مستعملاً بالتوضی فیہ  
وذكرت ان المفتی بہ قول محمد رضی اللہ تعالیٰ  
عنه انه طاهر غیر طہور وان المتعاطر منہ  
الوضوء قلیل لاسق طہور اکثر منہ فلا  
یسلبہ وصف الطہوریۃ واجبتک انہ یجوز  
الاغتراض منہ والتوضی خارجہ لا فیہ اھ  
جواب دیا ہے کہ اس سے چکر بھر کر پانی لے کر وضو با برکت ناجائز ہے اس کے بیچ وضو کرنا جائز نہیں اور  
اقول فھذا اظہر فی المفتی دانت  
المراد التوضی فیہ بالمعنی الاول ای بحیث  
تقع الفضالة فیہ وقد کان السائل نیہ علی  
الحکم الصحیح فیہ ان المتعاطر طاهر  
مغلوب لکن اجابہ بالنعم وھو خلاف الصحیح  
کہا علمت والعجب ان الشیخ سینقل ان  
الصحیح خلافہ ثم عشی علیہ وكان حرمانا  
ان تحیل کلامہ علی التوضی فیہ بالمعنی  
الثانی ای بغمس الاعضاء فیہ ومعنی قوله  
التوضی خارجہ ان تکرر اعضاء المتوضی خارج  
الحوض کی مرافق الصحیح ولاینا قن کلام  
نفسہ فیما یقتل من الصحیح وكان تنطیۃ  
السائل حیث سأل عن الوضوء فیہ بغمس  
لہ رسالہ ابن المثنیٰ

وہ تو جواز وضو میں طہی اور ملاقی کی برابری کے قائل تھے  
اور انہوں نے عدم جواز میں دونوں کی برابری کا قول  
کیا ہے وہ بصیغۂ خطاب فرماتے ہیں تو سنئے مجھ سے  
سوال کیا خدا تجھ کو اور مجھے ہدایت دے ایک وضو  
کے بارے میں جو تین یا تھو سے کم ہے اس میں وضو  
جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں وضو کرنے سے  
پانی مستعمل ہو گیا یا نہیں؟ اور تو نے ذکر کیا کہ مفتی بہ  
تجھ کا قول ہے کہ وہ پاک ہے پاک کرنے والا نہیں ہے  
اور وضو سے جو شیکا ہے وہ کم ہے اور جس پانی سے  
طلا ہے وہ زیادہ ہے تو وہ اس کی طہوریت کے  
وصف کو سلب نہیں کر سکتا ہے، میں نے تجھ کو یہ  
میں کہتا ہوں یہ طہی میں ظاہر ہے اور یہ کہ  
اس سے مزید سنی کے اعتبار سے وضو کرنا ہے یعنی  
دھو دو اس میں گرسا اور سائل نے اس میں  
صحیح حکم پر خبردار کیا تھا کہ ٹپکنے والا پانی طہر مغلوب  
ہے مگر انہوں نے اس کا جواب منع کے ساتھ دیا  
اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ صحیح کے خلاف ہے،  
اور تعجب چیز بات یہ ہے کہ خود شیخ عنقریب یہ نقل  
کریں گے کہ صحیح اس کے خلاف ہے اور پھر خود اس پر  
چلے ہیں اور ہمارے لائق بات تو یہ تھی کہ ہم اس کو دیکھ  
معنی میں لیتے وہ یہ کہ اس میں وضو کرنے پر محمول کر سکتے یعنی  
اس میں اعضاء کا ڈبڑ دینا، اور ان کے اس قول کے  
معنی کہ وضو حوض کے باہر یہ میں کہ وضو کرنا لے کے  
اعضا حوض کے باہر ہوں تاکہ صحیح کے موافق ہو اور خود

الاعضاء و لم يكن بعد ذلك محل لذكر قوله المتعاطل  
 اليسر عليه من تفرق أمثال الخلل الملب  
 كلام العلامة ولكن رحمه الله سيصدر بهذا  
 الظهور فاسد باب التأويل ظهر قدم مقدمة  
 في بيان الماء الذي يظهر فيه اثر الاستعمال  
 والذي لا يظهر فيه فاصدا اثبات ان المحوض  
 المستعمل عند بعض الصغیر مما يشترط بالاستعمال  
 تأثره بالنجس فقال اعلم ان الماء الذي  
 يظهر فيه اثر الاستعمال هو الذي يظهر فيه  
 اثر النجاسة وكل ما لا يظهر فيه اثر النجاسة  
 لا يظهر فيه اثر الاستعمال ولا فرق ثم  
 جعل يسرد الاقوال في هذا القليل و احاط الله  
 ان قال ثبت ح ظهور اثر الاستعمال وهو  
 سلب الطهورية عن ماء المحوض السدّي  
 سألت عنه وكان حكمة كالآثار والحب والبرق  
 او كوني فرقاً بين المحوضين في اثر النجاسة  
 كذا في الفرق بين المحوضين في اثر النجاسة  
 كذا في الفرق بين المحوضين في اثر النجاسة

كلام مجلس میں متناقض نہ ہو یعنی اس قسم کے جرح و فصل  
 کی جاسکتے ہیں اور انہوں نے سائل کو خلد اس لیے  
 ٹھہرایا کیونکہ اس نے یہ سوال کیا تھا کہ وہ اپنے اعضا  
 کو حوض میں داخل کر کے وضو کرنا چاہتا ہے اس کے بعد  
 اس کا محل نہ تھا کہ ٹپکنے والا کم ہے یہ ہم پر بہ نسبت  
 اس کے آسان ہے کہ علامہ کے کلام میں خلل کو مان  
 لیں مگر وہ خود اس ظاہر کی تصریح کریں گے تو تاویل کا  
 باب بند ہو گیا، پھر ایک مقدمہ اس پانی کے بارے  
 میں بیان کیا جس میں اثر استعمال ظاہر ہوتا ہے  
 اور جس میں نہیں ہوتا ہے اس سے ان کا ارادہ یہ تھا کہ  
 وہ چھوٹا حوض جس کے بارے میں دریافت کیا جا رہا ہے  
 مستعمل پانی سے اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح نجس  
 پانی سے، اور فرمایا جانا چاہیے کہ وہ پانی جس میں استعمال  
 کا اثر ظاہر ہوتا ہے ہی جس میں نجاست کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور  
 جس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں استعمال کا اثر بھی ظاہر  
 اور کوئی فرق نہیں پھر انہوں نے قلیل کے معنی کی توان پڑی کہ اور کافی طالت اختیار کی اور آخر میں کہا: تو ثابت ہو گیا کہ استعمال  
 کے اثر ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جس حوض کی بابت دریافت کیا ہے اس کے پانی سے طہوریت سلب

سند الیہ کے بعد فی فصل فیما سند کے مستند الیہ پہ  
 مصدراً کا فائدہ دیتا ہے تو پہلے فقہ کا فائدہ یہ ہے  
 کہ نجاست کا اثر ہونا اس چیز پر منحصر ہے جس میں استعمال  
 ہو رہا ہو یعنی جس میں استعمال کا اثر ظاہر ہو اس میں نجاست کا  
 اثر بھی ظاہر نہ ہوگا پھر انہوں نے اس کا عکس کلی ذکر کیا جس کا  
 مفاد یہ ہے کہ دونوں شی واحد ہیں اور یہ کہ ایک کی تاثیر دوسرے  
 سے جدا نہ ہوگی اور نہ مفرد (ت)

لہ تعقیب المسند الیہ بضمیر الفصل یفید  
 قصر المسند علی المسند الیہ فقہاً و تعقیب الاول  
 ان تأثیر النجاسة مقصور علی ما یؤثر فیہ  
 الاستعمال ای محل ما لا یتصور فیہ اثر الاستعمال  
 لا یتصور فیہ اثر النجاسة ثم ذکر حکم کلیاً فانما  
 انہما شی واحد و انه لا انفکاک لثأثیر عن  
 آخره منه خفر لہ - (م)

ہوتی اور اس کا حکم برتن، گڑھے اور کنویں کی مانند ہو گیا۔

**اقول** رحمہ اللہ کل ما استقر بہ انی

هنا انما بين ان القليل الذي توثق فيه التجاسة

كذا وكذا وليس في شيء منه ما يدل على

الحصول قليل يتأثر بالاحتعال كالنجاسة

وانما كانت المقصود فيه ولو تذكر واقع غير

قولكم ان كل ما تأثر بها تأثر به ولا فرق و هي

القضية الاولى في كلامكم اما الاخرى القائمة

ان كل ما تأثر به تأثر بها فلا حيل فيها ولا

تس المقصود اصلاح ذكر تكميل توضيحه

وسرد فيه شرح الخلاصة ان العرض الصغير

قياس الاماني والمحاب لا يجوز التوضي فيه

ولو وقعت فيه قطرة خمر تنجس وخروج

البزازية والتجنيس والمخانية اذا نقص العرض

من حشر في حشر لا يتوضو فيه بل يفتل ويتوضو خارجا

ولفظ المخانية لا يجوز فيه التوضو ولفظ التجنيس

اعلاه حشر في حشر واسفله اقل وهو معتدل

يجوز التوضي فيه والاختيال فيه وان نقص

لاولكن يفتل منه ويتوضا اقل قلت وفي

حكمه حكمه اي اذا كان اسفله حشر في حشر اقل

میں کتا ہوں یہاں تک آپ نے جو کچھ بیان

کیا ہے وہ یہ ہے کہ قلیل پانی دھو ہے جس میں نجاست

اثر کرے وہ پانی فلاں فلاں ہے، اس میں یہ کہیں

نہیں ہے کہ ہر قلیل پانی استعمال سے متاثر ہوتا ہے

جس طرح کہ نجاست سے متاثر ہوتا ہے اور اس سے

مقصود تھا جس کا آپ نے ذکر نہیں کیا صرف یہ ذکر کیا ہے کہ ہر پانی

جو نجاست سے متاثر ہو گا وہ استعمال سے بھی متاثر ہو گا بغیر کسی فرق

کے، یہ تھا پہلا قضیہ تھما رہے کلام میں اور دوسرا قضیہ

یہ ہے کہ جو پانی استعمال سے متاثر ہو گا وہ نجاست سے

بھی متاثر ہو گا، تو اس میں کلام نہیں، اور اس کا

مقصود سے کوئی تعلق نہیں، پھر اپنی وضاحت کی تکمیل

کی اور یہ ذرا ذکر کریں، فرما خلاصہ کہ چھوٹا عرض جو

برتوں اور گڑھوں کی مانند ہو اس میں وضو جائز نہیں ہے

اور اس میں اگر ایک قطرہ شراب کا گر جائے تو وہ نجس

ہو جائے گا۔ بزازیہ، تجنيس اور مخانیہ میں ہے کہ جب

عرض وہ درود سے کم ہو تو اس میں وضو کرنا جائز نہیں ہے

چلو کے ذریعہ لے گا اور وضو عرض سے باہر کرے گا، اور قاری کے

الفاظ یہ ہیں اس میں وضو جائز نہیں، اور تجنيس کے

الفاظ یہ ہیں کہ اس کا بالائی حصہ وہ درود ہے اور نیچا

فولکش رکھتو ۵/۱

نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲

فولکش رکھتو ۲/۱

سید کین کراچی ۴۴/۱

لے خلاصہ الفتاویٰ الجنبس الاول فی الحيض

لے بزازیہ مع المختصر نوع فی الحيض

لے قاضی خاں فصل فی الماء الراک

لے بحر الرائق کتاب الطهارة

اقل لم یجوز الوضوء فیہ مستلماً فاذا انقص وبلغ  
الکثرة جازو به یغزای ما لا یجوز الاختصالی  
فیہ مادام کثیرا و اذا قل جاز و فسر الخافیه  
خندق طوله مائة ذراع او اکثره عرض  
ذراعین قال عامة المشایخ لا یجوز فیہ  
الوضوء ثم حک عن بعضهم الجواز ان کان مافیه  
لو انبسط یصیر عشرا فی حشره قلت وهو  
المختار و در من میون المذاہب و الظہیریۃ  
وصحیحہ فی المیط و الاختیار و غیرہما و اختار فی الفتا  
القول الاخر و صحیحہ تلخیصہ الشیخ قاسم لان مدار الکثرة  
على عدم خلوص النجاسة الى الجانب ولا شایء  
فی خلیۃ المخلو من جهة العرض لاش  
سے وضو جائز نہیں اور بعض مشائخ سے جاز منقول ہے بشرطیکہ وہ عرض ایسا ہو کہ اگر اس کے پانی کو پھیلایا جائے  
تو وہ وہ درود ہو جائے اور میں کتا ہوں میں غزای سے اس کو دہرنے میں من المذاہب سے اور تفسیر سے نقل کیا اور  
میط و اختیار و غیرہما نے اس کی تصحیح کی اور فتح میں دوسرے قول کو اختیار کیا اور اس کی تصحیح ان کے شاگرد شیخ قاسم  
نے کی کیونکہ کثرت کا دار و مدار نجاست کے دوسری جانب نہ پہنچنے پر ہے اور اس میں شک نہیں کہ خلوص کا مطلب  
پہڑائی کی طرف سے ہے ایش

اقول هذا اخیر مسلماً اذ لو کان علیہ  
المدار لما جاز الوضوء فی الماء اکثر من الجانب  
الذی فیہ النجاسة و لیس كذلك فعل ان المدار  
هو المقدار احن المساحة فلا حاجة الى العرض  
و قد قال المحقق نفسه قالوا فی غیر المرئیۃ  
یتوضؤون من جانب الوقیع و فی المرئیۃ لا وعت

کم ہے اور وہ پھرا ہوا ہو تو اس سے وضو بھی جائز ہے اور  
فصل بھی اور کم ہو تو جائز نہیں البتہ اس سے چلو بھر کر  
باقی نے کرو وضو کر سکتا ہے۔ میں کتا ہوں اس کے عکس  
میں حکم برعکس ہے یعنی جب اس کا پچھلا حصہ وہ درود ہو  
اور اوپر والا کم ہو تو الحس میں وضو جائز نہیں جبکہ  
بھرا ہوا ہو پس جب کم ہو جائے اور کثرت کو پہنچ جائے  
تو جائز ہے۔ اسی سے ایک فقہی پسلی مشہور ہے وہ  
کوئی سا پانی ہے کہ جب کثیر ہو تو اس سے غسل جائز  
نہیں اور جب کم ہو تو جائز ہے۔ خاتمہ کی فرع ایک  
خندق ہے جس کی لمبائی سو یا تھو یا اس سے زیادہ ہے  
اور چوڑائی وہ یا تھو ہے تو عام مشائخ فرماتے ہیں اسی  
سے وضو کر کے وہ عرض ایسا ہو کہ اگر اس کے پانی کو پھیلایا جائے  
تو وہ وہ درود ہو جائے اور میں کتا ہوں میں غزای سے اس کو دہرنے میں من المذاہب سے اور تفسیر سے نقل کیا اور  
میط و اختیار و غیرہما نے اس کی تصحیح کی اور فتح میں دوسرے قول کو اختیار کیا اور اس کی تصحیح ان کے شاگرد شیخ قاسم  
نے کی کیونکہ کثرت کا دار و مدار نجاست کے دوسری جانب نہ پہنچنے پر ہے اور اس میں شک نہیں کہ خلوص کا مطلب  
پہڑائی کی طرف سے ہے ایش

میں کتا ہوں یہ مسلمات نہیں ہے کیونکہ اگر  
اسی پر مدار ہوتا تو کثیر پانی میں اس جانب سے وضو  
جائز نہیں ہوتا جس میں کہ نجاست ہے حالانکہ ایسا  
نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اصل چیز مقدار ہے یعنی  
پیمائش، تو چوڑائی کی کوئی حاجت نہیں اور خود  
حق نے فرمایا ہے مشائخ کا غیر مرفی نجاست میں

ابی یوسف اذہ جاری لایتنجس الا بالتغیر  
 وهو الذی یبطل تصحیحہ لان الدلیل انما  
 یقتضی عند الکثرة عدم التجسس الا بالتغیر  
 غیر فصل وهو ایضا المحکم المجمع علیہ ما  
 قد مناه من نقل شیخ الاسلام وروافقه ما  
 فی المبتغی ان ماء الحوض فی حکم ماء جاری و  
 العلامة فضہ اطال فیہ الکلام فی رسالہ تلک  
 و احتج بالاحادیث والآثار و قال فی آخرہ  
 ثبت ان ماء الغدر لایتنجس الا بالتغیر سواء  
 کان الواقع فیہ منیا او غیر منی فالجاری اولی  
 اھ و قال قبلہ علی قول صاحب الاختیار ان  
 كانت النجاسة مرئیة لایوضو من موضع  
 الوقوع الخ ما نصہ یقال له اذا کان المحکم هذا  
 فاین الاصل الذی اعمیتہ وهو ان الکثیر  
 لاینجس و کیف خرج هذا عن دلیل الاصل  
 الذی اوردته وهو الحدیث الخ و قال علی قول  
 البدائع انکانت منیة لا یتوضو من الجانب  
 الذی فیہ البیضة ما نصہ کله مخالفت للاصل  
 الصمد کورد الحدیث اھ

کہتا ہے کہ جہاں نجاست گری ہے وہاں سے وضو کر سکتا  
 ہے اور مرتبہ میں نہیں اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ  
 یہ جاری پانی کی طرح ہے جب تک تغیر نہ ہو گا نجس نہ ہوگا  
 اسی کی تصحیح ہونی چاہئے، اگر نکل و میل کا تقاضا تو یہ ہے  
 کہ کثرت کی صورت میں صرفت اسی وقت ناپاک ہو جبکہ  
 تغیر آجائے اور اس میں کوئی قید نہ ہو، یہ بھی اجماعی  
 حکم ہے ہم اس پر شیخ الاسلام کی نقل بیان کر آئے ہیں  
 اور مکتبے میں ایک موافق ہے، روضہ کا پانی جاری پانی کے حکم میں  
 ہے اھ اور علامہ نے خود اپنے اس رسالہ میں اس پر  
 طویل بحث کی ہے اور احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے  
 اور اس کے آخر میں فرمایا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ  
 تمام ہر کا پانی نہایت تغیر سے ناپاک ہوتا ہے خواہ گرنے  
 والی چیز مرئی ہو یا غیر مرئی، تو جاری میں یہ حکم بطریق اولیٰ  
 ہو گا اھ اور اس سے قبل صاحب اختیار پر کلام کرتے  
 ہوئے فرمایا کہ اگر نجاست مرتبہ ہو تو گرنے کی جگہ سے  
 وضو نہیں کریگا الخ ان کی عبارت اس طرح ہے اُس  
 سے کہنا جائیگا کہ جب حکم یہ ہے تو اس اصل کا کیا ہوا  
 جو آپ نے بیان کی تھی کہ کثیر پانی ناپاک نہیں ہوتا اور  
 یہ اُس دلیل اصل سے کیسے خارج ہو گیا جس کو آپ نے  
 بیان کیا تھا اور وہ حدیث ہے الخ اور بدائع کے قول پر فرمایا کہ اگر نجاست مرتبہ ہو تو جہاں مردا گرے وہاں سے

لے فتح اقتدر باب الماء الذی یجوزہ الوضو لا یجوز  
 ذہر الروض فی مسئلۃ الخوض

لے ایضاً

لے ایضاً

وضو نہیں کرے گا، اٹھ کی یہ تمام عبارات اصل مذکور اور حدیث کے مخالفت ہے اور

### ثُمَّ اقُولُ بِلِ اِمَارَةِ اَلْاَمْرِ عَلَيْهِ يَبْطُلُ

اَعْتِبَارُ الْعَرْضِ فَإِنَّ الْمَضَامِرَ أَنْ يَكُونَ جِزْءَ  
الْخَمَاسَةِ وَالْمَاءُ الَّذِي يَرِيدُ أَنْ يَأْخُذَ عَشْرَةَ  
أَذْرَاحٍ فَإِذَا وَقَعَ النَجَسُ فِي أَحَدِ اطْرَافِ ذَلِكَ  
الْمُخْتَذِقِ لَمْ يَخْلُصْ إِلَى الطَّرَفِ الْأُخْرَى طَوْلًا وَانْ  
خْلَصَ عَرْضًا فِي جُزْءٍ لَا يَأْخُذُ مِنَ الطَّوْلِ بِعِدِ  
عَشْرَةَ أَذْرَاحٍ وَأَنْ لَمْ يَجُزْ مِنَ الْعَرْضِ <sup>فَسَطْلُ</sup> يَلْغِي  
تَبْطُلُ اَعْتِبَارُ الْمَسَاحَةِ سِوَا اِذَا لَمْ يَدَارِ حَتَّى  
هَذَا مِنْ الْفَصْلِ فَمَوَاقِفُ خَلْفَ قَاهُولِهِ عَشْرَةَ  
أَذْرَاحٍ وَعَرْضُهُ شِبْرٌ وَقَعَ فِي طَرَفٍ مِنْهُ نَجَسٌ  
جَانِبُ الرُّضْوِ مِنَ الطَّرَفِ الْأُخْرَى لَوْ جَرَدَ الْفَصْلُ  
الْمَانِعَ لِلْيُخْلُوصِ وَهَذَا لَا يَقُولُ بِأَحَدٍ هَتَا  
وَلَوْ وَقَعَ النَجَسُ فِي الْوَسْطِ وَالْعَدِيدُ عَشْرَةَ عَشْرٍ  
بِلِ عَشْرُونَ فِي الْعَشْرِينَ إِلَّا أَصْبَحَا فِي الْجَانِبَيْنِ  
تَنْجِيسٌ حَتَّى لَاحَظَ الْفَصْلُ فِي كُلِّ جَانِبٍ أَقْصَلَ  
مِنْ عَشْرٍ كَذَا إِذَا كَانَ مَانِعٌ فِي مَانِعَةٍ بِلِ الْفَا  
فِي الْفَتْ وَوَقَعَ بِفَصْلِ عَشْرٍ فِي الْأَطْرَافِ ثُمَّ كُلُّ عَشْرَةٍ  
فِي الْأَوْسَاطِ قَطْرَةٌ نَجَسٌ وَجِبَتْ تَنْجِيسُ الْكُلِّ مِنْ  
دُونِ تَغْيِيرِ وَصْفٍ، مَعَ كَوْنِهِ عَشْرَةَ أَلْفٍ

پھر میں کہتا ہوں کہ اس پر اردو دار کو ماضی کے اعتبار  
کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ اس وقت ملت حکم یہ ہے  
کہ اس کے اور نجاست کے درمیان دس ہاتھ کا فاصلہ  
ہر تو اگر اس خندق کے ایک کنارے میں نجاست گر گئی  
تو وہ لمبائی میں دوسرے کنارے تک نہیں آسکتی  
اگرچہ چوڑائی میں دوسری طرف پہنچ جائے، تو لمبائی  
میں دس ہاتھ کے بعد سے اس پانی کا استعمال جائز  
ہر گناچہ چوڑائی سے جائز نہیں، بلکہ یہ مساحت کے  
اعتبار کو باطل کرتا ہے کیونکہ اس صورت میں وارد ہزار  
فصل پر ہے اب اگر کسی خندق کی لمبائی دس ہاتھ  
ہے مگر چوڑائی ایک بالشت ہے اور اس کے ایک  
کنارہ میں نجاست گر جائے تو وہ دوسرے کنارے سے  
وضو جائز ہے کیونکہ غرض کے لیے مانع موجود ہے اور  
ہم میں سے یہ قول کسی کا نہیں، اور اگر نجاست  
کابل کے پچھون پنج گر گئی اور تالاب دو درودہ بلکہ  
بست در بست ہے مگر دونوں طرف سے ایک ایک  
اجل کم ہے تو پورے کا پورا نا پاک ہو جائے گا، کیونکہ  
فصل ہر جہت میں دس سے کم ہے، اسی طرح اگر وہ  
سود سو ہو بلکہ ہزار اور ہزار ہو، اور نجاست دس ہاتھ

دس ہزار گر گئی کہ نصف کے لیے نجاست کے پچھون قطرے  
باجو کے دائرہ برابر کافی ہیں اور ایک لاکھ گز میں پینے والے پانی  
کو نجس کرنے کے لیے دو ہزار پانچ سو قطرے کافی ہیں اور  
سترہ ہزار (د)

لَمْ تَكُنْ لَتَنْجِيسِ عَشْرَةَ أَلْفِ ذِرَاعٍ خُصَّ وَ  
عَشْرُونَ قَطِيرَةً كَحَبَّةِ الْحَبِّ وَرِجْلُ عَشْرِينَ  
مَاءً مُبَسَّطًا فِي أَلْفِ ذِرَاعٍ أَلْفَ وَخَمْسِينَ  
نَحْوَهُ خَفَرُهُ - (م)

ذراع بل الف الف ، قاله حق ان المعد اس هو  
المقدار ، والماء بعد كساء جاد ، والله تعالى  
اعلم ۔

کی غصہ سے اطراف میں اقع ہو اور پھر زمین کے مابین میں ایک نجس  
قطرہ ہو تو کل نجس ہو جائیگا خواہ وصفت میں تغیر ہو اور  
اس ہزار گز ہونے کے باوجود بلکہ لاکھ گز گنے کے باوجود حق یہ کہ

کہ وارہ ہر مقدار پر ہے اور پانی اس کے بعد جاری کی طرح ہے واقعہ تعالیٰ اعلم ۔

**اقول** ویظہر للعید الضعیف انه کان  
ینبغی ان یجعل هذا هو المقصود بظاہر الروایۃ  
ان النکثیر ما لا یخلص بعضه الی بعض واحتیو  
بالا قفاح والانیفاح من یثربك الوضوء من  
ساعتہ او الفصل او الاقتران او التکدر او سرائیة  
العید والاول هو الصحیح و یقران المقصود  
به لیس الا تحویل جامع بینہ و بین الجارح  
قال الامام ملک العلماء فی البدائع عن  
ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فی ج ۱  
بال فی الماء جاری ورجل اسفل منہ یتوضؤ  
به قال لا بأس به وهذا لامت السماء  
الجاری مما لا یخلص بعضه الی بعض فاستد  
الذی یتوضؤ به یحتل انہ نجس یحتل انہ طاهر لا یطہر  
فی الاصل فلا یحکم بنجاسته بالشک ۱۰۰

میں کہتا ہوں اس بلکہ ضعیف پر یہ ظاہر ہوا کہ مناسب  
یہ تھا کہ اسی کو ظاہر الروایۃ کا مقصود بنایا جاتا یعنی کثیر  
وہ ہے کہ بعض بعض میں شامل نہ ہو اور اس میں انہوں  
نے پانی کے زیر و بم کا لحاظ کیا ہے ، وضو غسل چلو  
سے پانی لینے ، گدلا ہونے یا رنگ کے سرایت کرنے  
سے مسلم ہر سکتا ہے ، اول اول ہی صحیح ہے ، اول یہ  
مقرر ہے کہ مقصود اس پانی اور جاری پانی میں کوئی جت  
جامد تلاش کرتا ہے ، ملک العلماء نے بذائع میں الضعیف  
عنہ نقل کی ہے کہ اگر کوئی جاہل جاری پانی میں پیشاب  
کرے اور اس کے پچھلے حصے میں کوئی شخص وضو کر رہا ہو  
تو فرمایا کچھ ممانعت نہیں ، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ  
جاری پانی کے اجزاء ایک دوسرے میں شامل نہیں  
ہوتے ہیں ، تو جس پانی سے وہ وضو کر رہا ہے اس کے  
بارے میں احتمال ہے کہ پاک ہو اور احتمال ہے کہ

ناپاک ہو اور پانی اصل کے اعتبار سے پاک ہے تو شک کی بنا پر اس پر ناپاکی کا حکم نہیں کیا جائے گا اور

**اقول** معناه ان البول یتطهر فی الماء  
فیصیر کجزء منہ لکن لا یطہر لنبجاستہ عینا فہذا  
ماء بعضہ نجس حیوان الماء جاری لا یتأثر  
بقیۃ بهذا البعض وهذا معنی قوله لا یخلص

میں کہتا ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ پیشاب پانی  
میں گم ہو جاتا ہے اور اس کے ایک جز کی طرح ہر جگہ  
لیکن وہ پاک نہیں کرتا ہے کہ اس کی ذات نجس ہے  
قریب ایسا پانی ہے جس کا بعض نجس ہے مگر جاری پانی

کے بقیہ اجزاء اس سے متاثر نہیں ہوتے ہیں اور یہی  
مقصود اس عبارت کا ہے کہ اس کا بعض حصہ دوسرے  
بعض کی طرف نہیں پہنچتا ہے، تو وہ اعتراض جو علامہ  
قاسم نے اپنے رسالہ میں کیا وہ غلط ہوا، اعتراض یہ ہے  
”یہ ایک ناقابل فہم چیز ہے اور جو شخص بھی نہروں کی ٹکرائی  
ہوتی موجوں کا مشاہدہ کرے گا اس کو معلوم ہو جائیگا  
کہ ان عبارات میں جو لکھا ہے وہ غلط ہے“ اور غالباً  
انہوں نے اس کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ پانی کا بعض حصہ  
دوسرے بعض تک نہیں پہنچتا ہے، اگر بات یہی ہوتی  
تو موجوں کے ٹکرائے سے اس کی تردید نہ ہوتی، کیونکہ  
موج جب پہلے کو دوسرے کی جگہ سے ہائے گ تہ  
دوسرے کو تیسرے کی جگہ سے جاتے گ تہ پہلا پانی دوسرے  
پانی کی جگہ تک نہیں پہنچے گا بلکہ اس کی پہلی جگہ تک پہنچے گا  
خلاصہ یہ کہ اس میں اس وصف کا حاصل ہونا ہے  
جو اس کو جاری پانی سے ملتا ہے، اگر یہ وصف پایا جائیگا  
تو وہ جاری پانی کے حکم میں ہوگا اور نجاست کو بالکل  
قبول نہ کرے گا، یہ نہیں کہ نجاست کی جگہ سے وہ  
ناپاک ہو جاتے گا، اور جو ان تک اس کے احسن  
جائیں گے اور باقی اپنی اصل طہارت پر باقی رہے گا  
یہ ان تک کہ نجاست کی جگہ سے چھوٹے حوض کی مقدار  
میں جگہ چھوڑ دی جائے جیسا کہ یہ اطلاع کی روایت ہے  
کیونکہ پانی ناپاک چیز سے ایسا ہی ناپاک ہو جاتا ہے  
جیسا کہ وہ جس چیز سے اتنا اگر اتنی مقدار جو اس کی طرف

بعضہ الی بعض فاند فہ صامر دہلیہ العلامۃ  
قاسم فی الرسالۃ بقولہ ہذا اما لایکاد یفہم و  
من نظر تدا فم الامواج لانہا سر جزم بخلات  
مقتضی ہذا العبارۃ انہ وکانہ ظن انہ  
البراد لایصل بعضہ الی بعض ولما یرید ہذا الم  
یکن فی تدا فم الامواج ما یدفعہ فانت التوج  
عین یوصل الماء الاول مکانت الشائغ  
ینقل الشائغ الی مکان الشائغ فلا یثبت  
وصول الاول الی الشائی ہی الی مکانہ الاول و  
بالجملة المقصود حصول ہذا السطح الملحق  
ایما بالجمامی فاذا حصل لحن وصامر لایقبل  
النجاسة اصلاً لانہ یتنجس من موضع النجاسة  
الی حیث یخلص بعضہ الی بعض و یبقی السباق  
حل طہا س تہ حق یجب ان یتزلک من موضع  
النجاسة قدر حوض صغیر کما فی روایۃ الاملاء  
وہ لک لان الماء یتنجس بالمتنجس یتنجس  
بالنجس فان صامر قدر ما یخلص الیہ نجسا  
کیف یبقی ما بعد طہا س اقصا لہ یہ و  
واللہ تعالی اعلم ہذا و ذکر المسالۃ فی البدائع  
فجعل الجواز حکم و حد احوط حیث قال اذا  
کانت الماء الراکد لد طول بلا حرمۃ لانہا  
التی فیما حیاء ساکدۃ لہ یدکوفہ ظاہر المرآة  
وہن ابی نصر محمد بن محمد بن سلام



اگر ہی ہے نجس ہو جئے تو اس کے بعد جو بچا ہے وہ ظاہر  
 کیجئے رہے گا حالانکہ وہ بھی اس کے ساتھ متصل ہے  
 والله تعالیٰ اعلم۔ برائے میں مسئلہ کا ذکر کیا اور جو ازکو  
 مضبوط اور مدیم جواز کو احاطہ قرار دیا، فرمایا جب پانی  
 ٹھہرا ہوا ہو اس میں طویل ہو مگر عرض نہ ہو جیسا کہ  
 شہروں میں ٹھہرا ہوا پانی۔ ظاہر روایت میں اس کا  
 ذکر نہیں ہے، اور ابو نصر محمد بن محمد بن محمد بن سلام  
 سے مروی ہے کہ اگر پانی کی لمبائی ایسی ہے کہ پانی کا  
 بعض دوسرے بعض تک نہ پہنچتا ہو تو اس سے وضو  
 جائز ہے، ابو سلیمان الجوزجانی سے ہے کہ نہیں  
 اور ان کے قول پر اگر اس میں نہایت پڑ جائے تو  
 اگر وہ کسی ایک کنارے پر ہو تو دس ہاتھ کی تعداد

پر ناپاک ہو جائے گا، اور اگر درمیان میں ہو تو ہر جانب سے دس ہاتھ ناپاک ہو جائے گا تو ابو نصر کا قول اقرب  
 الی الحكم ہے کیونکہ چڑائی کا اعتبار ناپاک کرنا ہے اور لمبائی کا اعتبار نجاست لازم نہیں کرتا، تشک سے ناپاک نہ ہوگا،  
 اور ابو سلیمان نے کہا وہ اقرب الی الاحتیاط ہے کیونکہ لمبائی کا اعتبار اگر نجس ہونے کو واجب نہیں کرتا تو چڑائی کا  
 اعتبار واجب کرتا ہے تو نجاست کا حکم احتیاط لگایا جائے گا۔

میں کہتا ہوں دونوں تعلیلوں پر اعتراض ہے  
 جبکہ لمبائی طہارت کو واجب کرتی ہے اور چڑائی اس  
 کی ناپاک کو واجب نہیں کرتی کیونکہ وہ ارد و غلو ص کے  
 ہونے نہ ہونے پر ہے تو اس کا عدم لمبائی کے اعتبار سے  
 ظاہر ہے اور اس کا وجود چڑائی کے اعتبار سے  
 زائل ہے، کیونکہ چڑائی کی قلت سے غلو ص حاصل ہوگا  
 چڑائی میں تو اس سے لمبائی کی طرف کیجئے چلے گا حالانکہ

ان كانت طول الماء مالا يخلص بعضه  
 الى بعض يجوز التوضؤ به وهو اني سليخت  
 الجوزجاني لا وعلى قوله لو وقعت فيه نجاسة  
 ان كان في احد الطرفين نجس مقدار عشرة  
 اذرع وامت كان في وسطه نجس من كل  
 جانب مقدار عشرة اذرع فما ذهب المي  
 ابو نصر اقرب الى الحكم لان اعتبار العرض  
 يوجب التنجيس واعتبار الطول لا يوجب  
 فلا يتنجس بالثلث وما قاله ابو سليمان اقرب  
 الى الاحتياط لان اعتبار الطول ان كان لا يوجب  
 التنجيس فما اعتبار العرض يوجب فيه حكم  
 بالنجاسة احتياطاً اهـ۔

اقول في حلا التعليلين نظربل  
 الطول يوجب الطهارة والعرض لا يوجب  
 تنجيسه لان المدا ان كان على المخلص  
 وحده فعدمه من جهة الطول ظاهر  
 وجوده من جهة العرض زائل لانه بعلة  
 العرض يحصل الغلو ص في العرض وكيف يشك  
 منه الى الطول مع وجود الفصل المانع للغلو ص

ان شئت فشاہدہ بما جعلہ معیار الخلوص  
وعدمہ فانك اذا تعرضت فيه يتحرك في عرضه  
لا جسيم طوله وكذا الصبغ والتكدير واجامہ  
البحر بان هذا وان كان الاوجه الا انهم وسعوا  
الامر على الناس وقالوا بالضم ای ضم الطول الى  
العرض كما اشار اليه في التجنيس بقوله تيسيرا  
على المسلمين اه واقراش -  
طرایا جائے، چنانچہ تجنيس میں فرمایا تيسيرا على المسلمين اه (مسلمانوں کو سہولت دینے کے لیے) اور اس کو  
برقرار رکھا شش نے۔

فصل خلوص کو مانع ہے، اور اگر تو چاہے تو اس کا مشاہدہ  
اس چیز سے کر جس کو انہوں نے خلوص و عدم خلوص کا  
معیار قرار دیا ہے کیونکہ جب اس میں وضو کریں گے تو  
اس کے عرض میں اس کی حرکت ہرگز نہ کر اس کے  
طول میں۔ اسی طرح رنگ اور گدلاپن۔ اور جیسے میں  
جواب دیا کہ یہ اگرچہ ادھر ہے مگر فقہائے دلوں پر معاملہ  
کو آسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ طول کو عرض سے

اقول لیس ہا وجہ فضلا عن ان یکون  
الوجه وانما الاوجه الجواز کما علمت وبالله  
التوفیق هذا ثم ذکر صفی الرض طریح الخالية  
حوض کبیر فیہ مشرعة ان كان الماء متصلا  
بالاواح بمنزلة التابوت لا یجوز فیہ الوضوء و  
اقصال ماء المشرعة بالماء الخارج عنها لا یغفر  
لکوض صغیرا لشعب منه حوض صغیر فتوضأ  
فی الصغیر لا یجوز وان کان ماء الصغیر متصلا  
بماء الکبیر وحکذا لا یعتبر اتصال الماء الشرعی  
بما تحتهما من الماء ان كانت الاواح مشدودة

میں کہتا ہوں یہ ادھر نہیں، چہ جائیکہ الادھر ہو،  
ادھر تو جواز ہی ہے جیسا کہ آپ نے جانا وہاں اللہ التوفیق  
پھر زہر الرض میں فرمایا، غایہ کی فرع، ایک بڑا حوض  
ہے جس میں ایک تالی ہے، اب اگر اس کے تحتے تابوت  
کی طرح ملے ہوئے ہیں تو اس میں وضو جائز نہیں اور  
تالی کے پانی کا متصل ہونا قطع بخش نہیں ہے، جیسے  
بڑے عرض میں سے پھر ٹا حوض نکال لیا جائے اور کوئی  
شخص اس چھوٹے حوض سے وضو کرے تو جائز نہیں  
اگرچہ چھوٹے کا پانی بڑے کے پانی سے متصل ہو اسی  
طرح تالی کے پانی کا نیچے کے پانی سے متصل ہونا مستبر  
نہیں اگر تحتے بند سے ہوں اور

اقول انما جئناہ فیما یظہر ما تقدم فف  
فرعها الثالث من اشتراط العرض والا فلا شك

میں کہتا ہوں اس کا دار و مدار بظاہر اسی چیز  
پر ہے جو تیسری فرع میں گزرا میں چوڑائی کی شرط درندہ

في حصول المساحة المطلوبة عند اتصال الماء  
وقد علمت ان اشتراطه خلاف الصحيح الرجيح  
الرجيه وفرع الثانية حوض صغير سيدخل  
الماء من جانب ويخرج من الجانب الاكبر او العكس  
او بعد غياده ولا يجوز فيه التوضي وان كان اكثر من  
الافى موضع دخول الماء وخروجه لا من  
الوجه الاول ما يقع فيه من الماء المستعمل  
لا يستقر فيه بل يخرج كما دخل فكان حاسريا  
وفي الوجه الثاني يستقر فيه الماء ولا يخرج الا  
بعد زمان والاصح ان هذا لا يقتدر ليس بلازم  
وانما الاعتقاد على ما ذكر من ان معنى فيطر فيه  
ان كان ما وقع فيه من الماء المستعمل يخرج  
من ماحته ولا يستقر فيه يجوز فيه التوضي  
والا فلا ذلك يختلف بكثرة الماء الذي يدخل  
فيه وقوته وحده ذلك اهـ

دارو مدار اس پانی کی قوت وضعف پر ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے اور نکلتا ہے اور

اقول هو خلاف ما عليه الفتوى قال  
في الدس والحق ابا الجاسمى حوض الحمام لو  
المنافذ لا والفرق عند ارك كحوض صغير  
يدخله الماء من جانب ويخرج من  
يجوز التوضي من كل الجانب مطلقا به يفتي  
اهـ اي سواء كان اس بعد او اكثر اهـ

مستعمل پائش کے پانی کے اتصال کے وقت حاصل  
ہر جانے میں کوئی شک نہیں اور آپ جان چکے ہیں  
کہ اس کی شرط صحیح ریح و بیہ کے خلاف ہے۔ خانیہ  
کی فرع، ایک چھوٹا حوض ہے جس میں ایک طرف سے  
پانی داخل ہوتا ہے اور دوسری طرف سے نکلتا ہے  
تو قہتا نے فرمایا ہے کہ اگر چار در چار ہے یا اس  
کم ہے تو اس میں وضو جائز ہے اور اگر زیادہ ہے  
تو نہ ہوگا صرف پانی کے داخل ہونے کی جگہ سے یا  
خارج ہونے کی جگہ سے ہو جائے گا کیونکہ پہلی صورت  
میں جو مستعمل پانی اس میں داخل ہوگا وہ اس میں نہیں  
بٹھریگا بلکہ داخل ہوتے ہی نکل جائیگا تو جاری ہوگا اور دوسری  
صورت میں پانی اس میں ٹھہریگا اور کافی دیر بعد نکلے گا اور زیادہ ہوگا  
یہ ہے کہ اگر زیادہ نہیں ہے، اور اعتقاد صرف اسی  
وضعف پر ہے جو ذکر کیا گیا ہے، تو اس میں غریب جانے  
کہ اگر مستعمل پانی داخل ہوتے ہی نکل جاتا ہے اور  
اس میں ٹھہرتا نہیں تو اس میں وضو جائز ہے نہ نہیں

دارو مدار اس پانی کی قوت وضعف پر ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے اور نکلتا ہے اور

میں کہتا ہوں یہ مفتی بر قول کے خلاف ہے اور  
میں فرمایا فقہانہ حوض حمام کی جاری پانی کا حکم دیا ہے خواہ  
پانی اتنا زیادہ ہو اور مسلسل چڑھ کر پانی لیا جائے بھیجے چھوٹا  
حوض کہ جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری  
طرف سے نکل جاتا ہو تو ایسے حوض کے ہر طرف سے وضو  
جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے یعنی وہ چار چار کا ہوا زیادہ

لے فتاویٰ خانیہ المعروف قاضی خانی فصل فی المیاء لو کثیر و کثیر ۳/۱

کے درمختار باب المیاء مجتہد دہلی ۳۶/۱

کے رد المحتار مصنف ابوبانی مصر ۱۲۰/۱

وعليه الفتوى من غير تفصيل هندية عليه  
صدر الشريعة والمجتهب والدراية وقرع  
الحائفة بعد ما مر وكذا اقلوا في عين ماء على سبعة  
في سبعم ينجم الماء من اسفلها ويخرج من  
منفذها لا يجوز فيه التوضي الا في موضع  
خروج الماء منها اهـ

اقول هو ايضا خلاص الفتوى قال في  
الدر بعد ما تقدم وكعين على خمس في خمس  
ينجم الماء منه به يفتي اهـ قال الشيخ احنـ ابن  
الشنينة وصرح الامام الحصري في خير  
مطلوب بانه الماحصل ان الشرط عدم استعمال  
الماء الذي استعمله ووقع منه اهـ قال وهذا  
محقق استعماله في العوض الذي سالت عنه  
وهذه الفروع مبرجة في عين مسائلك اهـ

اقول اولاً كل هذه الفروع ما احدا  
الا وليس خلاف السحیح والسفق به كما علمت و  
هكذا الاولان على محمل يفيد وكما سيأتي  
فلا يصح الاحتجاج بها وثانياً هذه مبيعة  
فروع وان عددت فروع البزارية والتجنيس  
والخائفة الاولى لا يبالغ في خمسة وليس في شيء  
منها ما يفيد دعوى التسوية بين المطلق والملا  
في سلب الظهورية حتى الفرج السادس فروع حوض

برادش اور اسی پر فتویٰ ہے بلا تفصیل ہندیہ، صدر  
الشريعة مجتہب اور درایہ سے۔ خانیہ کی فرج، اسی  
طرح قلمائے اس چشمے کی بابت فرمایا ہے جو سات  
سات کا ہو، اس کے نیچے پانی کا سوتا ہو اور پانی اس  
کی نالی سے نکلتا ہو، اس وضو سے صرف اسی جگہ  
سے وضو جائز ہے جہاں سے پانی نکل رہا ہے اور

میں کتابوں پر بھی خلاف فتویٰ ہے، در میں  
فرمایا اور جیسے وہ چشمہ جو پانچ پانچ کا ہو، جس میں پانی  
پھوٹ رہا ہو، یہ مفتی پر ہے اور شیخ ابن الشنينة نے  
فرمایا اور امام حصیری نے غیر مطلب میں صراحت کی کہ  
اصل چیز یہ ہے کہ مستقل پانی کو دوبارہ مستقل نہیں  
ہوتا چاہیے اور جو قد سے سوال کیا ہے اس میں ایسا  
ہونا کفایت ہے اور یہ فرج تھا جس سے سوال کے سلسلہ  
میں صریح ہیں اور

میں کتابوں پر یہ تمام فروع سوائے پہلی  
دو کے صحیح اور مفتی کے خلاف ہیں، جیسا کہ آپ کو  
معلوم ہوا اور پہلی دو بھی ایسے محل پر جو اس کا کافی رد ہے،  
جیسا کہ آگے آئے گا قرآن سے استدلال صحیح نہیں،  
اور ثانیاً یہ سات فروع ہیں اور اگر آپ بزازید، تجنيس  
اور خانیہ کی پہلی عبارت کو مستقل شمار کریں تو کل نو  
ہوئیں مگر ان میں کہیں یہ دعویٰ نہیں کہ طبعی اور ملاقی ہیں  
سلب ظہوریت میں مساوات ہے ایمان تک کہ

چھٹی فرخ جو پھوٹے عوض سے متعلق ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں اس امر کا احتمال ہے کہ اس میں وضو کرنا دوسرے معنی کے اعتبار سے ہو یعنی اعضا کو ڈبو کر، اور تم جہاں چکے ہو کہ یہی معنی ظرفیت کے یاد و قریب ہیں۔ اور خانیہ میں فرمایا کہ ایک بڑا عوض ہے جس میں نجاست گر گئی اب اگر نجاست مرتبہ ہے تو اس سے نہ وضو جائز ہے نہ غسل، اُس جگہ سے جہاں نجاست گری ہے بلکہ وہ نجاست گرنے کی جگہ سے ایک چھوٹے عوض کے فاصلہ کی مقدار میں دور ہو جائے، اور اگر وہ نجاست غیر مرتبہ ہے تو ہمارے مشایخ اور بیچ کے مشایخ نے فرمایا جہاں نجاست گری ہے وہاں سے بھی وضو کرنا جائز ہے اور تو ہی ہر جگہ کہ یہاں دوسرے معنی مراد میں کیونکہ یہ تو نہیں سکتا کہ آدمی عوض کے باہر اس طرح وضو کرے کہ اس کا دھوئے عوض میں خاص اس سبب کہ وہ جہاں نجاست گری تھی اور پھر اس صورت میں مرتبہ اور غیر مرتبہ کے درمیان فرق کی کوئی وجہ نہیں، اور یہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں چھٹی فرخ کو شامل ہے کیونکہ جب اس میں جاتے والا پانی ٹھہرا نہیں، تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہو گیا اور جاری پانی اعضا کے ڈبوئے سے متاثر نہیں ہوتا ہے

صغیر مدخل فیہ الساء ویخرج و ذلک لانت کلتما یحتمل الوضوء فیہ بالعقد الثانی اعنی بغض الاعضاء وقد علمت انه الاقرب الی الطرفیة وقد قال فی الخانیة حوض کبیر وقعت فیہ النجاسة ان كانت النجاسة مریة لا یجوز الوضوء ولا الاعتسالی فی ذلک الموضع بل یتنهی الی ناحیة اخری بینہ و بین النجاسة اکثر من الحوض الصغیر ان كانت غیر مریة قال مشایخنا و مشایخہ بلہ جاز الوضوء فی موضع النجاسة <sup>علی</sup> اھ فلیس بخاف ان المراد المعنی الثانی اذ لا معنی لعدم جواز الوضوء خارج الحوض بحیث تقع الفسالة فی موضع النجاسة ولا وجه عن هذا لتفرق بین المریة و غیرہا و هذا کما نریہ فی مثل الفزع السادس فانه اذا لم یسقر ما یقع فیہ من الساء بل یمخرج من ماعنه کانت جاز یا کما ذکرہ الجاری لایت ثریا بغض و اذا کان یمتقر ولا یمخرج الا بعد ثریا مان کان ساء کما و هو صغیر فیضرة النفس فلیس فی الفروع شیئا مما یفید دھراہ نعم علی صریحة فی دھرتا اھ السلاک کله یصیر مستصلا اما ما اراد الشیخ فانما ظہر الیہ تعلیل الفزع السادس

اور وضو اور غسل و پھل سے لینے پر عمل کرنا اور فی کونین کے معنی میں کرنا یہی ہے، ذوق سلیم اس سے انکار کرتا ہے اور

علی و حمل الوضوء والاعتسالی علی الاختلاف فی علی من بعد یا یا کا المذوق السلیم اھ منہ (م)

المذكور في الخاتمة لزيادة نفع لفظ المستعمل  
ولو لم يرد له الرجوع الى ما ذكرنا انه اذا لم يستعمل  
الماء فيس كان جاسرياً وكذا تعليل الحصري  
وقد علم ما افادنا شيخكم المحقق على الاطلاق  
في فرع الخاتمة انه بناء على كون المستعمل نجماً  
وكذا اكثر من اشياء هذا اقاماً على المختار من  
رواية انه طاهر غير طهور فلا قلت حفظ لفرع  
عليها ولا يفتي بمثل هذه الفرع اهـ فساداً  
كأن هذا في الفرع فما بالك بالتعليلات  
جاءه بچکے ہیں، خاتیمہ کی فرع میں جو تین تہ شیخ محقق علی الاطلاق نے فرمایا ہے وہ مستعمل پانی کے نہیں ہونے پر  
مبنی ہے اور اسی طرح اس کے بہت سے نظائر کا حال ہے اور اگر مختار روایت لی جائے جس میں اس پانی کو طاهر فرمادے  
قرار دیا گیا ہے تو ایسا نہ ہوگا اس کو یاد رکھنا چاہئے اور اسی پر تقریبات کی باتیں اور ان جیسی فروع پر فتویٰ نہ دیا جائے  
۱۰ جب فرع کا یہ حالی ہے تو تعلیقات کا کیا حال ہوگا!

### وَأَنَا أَقُولُ أَحَالَةَ الْخَاتِمَةِ طَب

استقرام المستعمل يحتمل البناء على أحد  
ضعيفين نجاسة المستعمل أو خروج الماء عن  
الطهوية بوقوع المستعمل وان قبل وهو  
المتين في كلام الحصري وكلاهما خلاف للمعجم  
المعتمد بتفريغ اجلة الا كما برحق الشيخ نفسه  
في هذه الرسالة فخصها كما سيأتي ان شاء الله تعالى  
فهنا افند الشيخ حليتنا ما اردنا حمل كلامه  
عليه من ان المراد الوضع بالفساد اما الفرع

میں کہتا ہوں خاتیمہ کا مستعمل پانی کے بہت قرار پر  
محول کرنا دو میں سے کسی ایک ضعیف چیز پر مبنی ہے یا تو  
مستعمل پانی کی نجاست یا پانی کا طہوریت سے خارج ہونا  
مستعمل پانی کے مل جانے کی وجہ سے خواہ وہ  
کتا ہی کھر بڑا اور حصیری کے کلام میں بھی یہی متعین ہے  
اور اکابر کی تصحیح کے مطابق یہ دونوں صحیح معتد کے خلاف  
ہیں یہاں تک کہ شیخ نے خود بھی اسی رسالہ میں اس کی  
تصریح کی ہے جیسا کہ منقریب آئے گا ان شاء اللہ  
تعالیٰ اس طرح ہم نے شیخ کے کلام کا جو مل تلاش کیا تھا

وہ بھی درست نہ ہو سکا، یعنی یہ کہ وہ خود سے مراد اعضاء کا  
ڈوبنا ہے، اور جہاں تک فروغ کا تعلق ہے تو ہم ایسا  
نہیں کر سکتے کہ ان کے کلمات کو ضعیف عمل پر محمول  
کریں حالانکہ یہ بھی مراد ہو سکتا ہے بالذات التوفیق۔

پھر انہوں نے مستقل پانی کی تعریف میں ایک  
فصل قائم کی، اس میں یہ بتایا کہ کب پانی مستقل ہو سکتا  
اور کب نہیں، اور انہوں نے اس سلسلہ میں قدر کرنا  
جو پانی اور شمس الازرقہ کی جبروت سے جہازات  
نقل کیے اور بتایا کہ محمد کے نزدیک جو شخص کنز سے ڈول  
نکالنے کے لیے داخل ہو اس سے پانی کا مستقل نہ ہونا  
ضرورت کی وجہ سے ہے، اور اسی طرح جنب شخص کا  
پھر ثابتن نہ ہونے کی صورت میں ٹپ میں ہاتھ کو  
داخل کرنے کا معاملہ ہے، اسی طرح کوئی شخص ڈول  
نکالنے کے لیے کنز میں اپنا پیر ڈالے تو اس کا حکم  
وہی ہے، اگر یہ شخص اپنا پیر برتن میں ڈال دے یا سر  
ڈال دے تو پانی مستقل ہو جائے گا کہ حاجت منعم  
ہے، فرمایا معلوم نہیں جو اس مسئلہ سے استدلال کرتے  
ہیں ان کا جواب کیا ہو گا (یعنی یہ مسئلہ کہ محمد کے  
نزدیک کنز سے ڈول نکالنے سے پانی مستقل ہو گا)  
ان ائمہ کے کلام کا پھر انہوں نے وہ ذکر کیا جو عزم  
فراہم طبرستان سے شیخ الاسلام خواہر زادہ سے محمد  
روایت کو نقل کیا، فرمایا یہ صریح نقل ہے تیسرے  
امام سے اس کو خواہر زادہ جیسے شخص نے نقل کیا  
پھر کافی کاگزشتہ کلام نقل کیا اور قدوری کا کلام نقل کیا  
مگر اس کا تعاقب نہ کیا، فرمایا اس سے ظاہر ہوا کہ

فلیس الاولی بناء امت - نعمد الی کلمات الائمة  
فنجعلها علی ما حصل ضعیف غیر مقبول مع صریحة  
الصریح ویالله التوفیق۔

تو عقیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ خلافت تعریف  
الماء المستعمل وما یشیر بہ مستعملاً وما لا و ذکر  
فیہ ما قد منعت القدور سے عن المجرہا فی  
وعن مبسوط شخص الائمة السرخسی عن ان  
مستوط حکم الاستعمال عند محمد فی من  
دخل البئر لذل لاجل الضرورة وکذا اذ غسال  
الجنب ید فی الاناء (ای للاختراقد عند عدم  
ما یضرب بہ کف قد غنا) وطالب الدنور جملہ سے  
البئر لادخل من جملہ فی الاناء اور اسے حار مستعمل  
لعدم الحاجة قال فی ایت شعری ما جرایہ التمسک  
بہذہ المسألة (ای مسألة من دخل البئر  
لذل لیرتسمن عند محمد) عن کلام مسؤل  
الائمة الاساطیر ثم ذکر ما قد منعت الفتاوی  
الظہیریہ عن شیخ الاسلام خواہر زادہ  
عن محمد قال وحذا نقل صریح عن الامام  
الثالث نقلہ مثل خواہر زادہ ثم ذکر کلام  
النکا فی المقدم وانه حکى کلام العذری ولہ  
یتعقبہ قال فظہر لک بعد ان ادخل البئر من  
الحوض الصغیر بقصد التوضی فیہ سالب عن اس  
وصفت الظہوریہ لاس تفادح المحدث والمقرب  
بداخل البئر وتزعمها یا اتفاق علمائنا الاسبعة

(یرید الاثنتی الثلثة وزفر) رضی اللہ عنہم واذا  
تجرد عن قصد المذکور فهو غیر مؤثر فی قول مردود  
ثبوتہ عن محمد بن ۳ ہونہ الا ساطعہ الذین  
لا یلتفت الی قول غیرہم فی المذہب ثم ایدرد  
ثبوتہ عن محمد بن قول الامام قاضی خانی فی شرح  
المصاحم الصغیر لا نص فیہ عن اصحابنا قال و ذکر  
المتأخرون فیہا خلافاً ثم حکى ان من علمائنا  
من قال ان الماء یصبہ مستقلاً عند محمد برفع  
المحدث ایضاً لا یقال الا ثامر الی الماء و انما لم  
یصر ماء البئر مستقلاً فی مسألة الجنب عند  
محمد لسکان الضرورة ثم قال ولعمری انہ  
لا یجب من یقول فی مسألة هذه ان مستندہ  
فی انما نہ یجوز التوضی فی هذا التوضی مسألة  
البئر والحال انہ لا جامع بینہما لان قلت فی من  
تجرد عن النیة وهذه فیمن یتوضأ ما هذا  
الاجیب واللہ الموفق ثم اورد کلام شیخہ فی الفتہ  
الذی ذکرناہ فی الفرق الاولی الی قوله کذا فی  
الخلاصة ۱

وضو کرنے والے کا پھر نے وضو میں ہاتھ کو داخل کرنا  
برکت وضو پانی سے طہریت کے وصف کو سلب کرنے  
کیونکہ ہاتھ کے ڈال کر نکالنے سے ہمارے اندر ایسے  
(وثرث و زفر) کے اتفاق سے پانی کا وصف طہریت  
ختم ہو جائے گا، حدث کے ختم ہو جانے اور تقرب کے  
حاصل کرنے کی وجہ سے، اور جب قصد مذکور نہ ہو تو وہ  
غیر مؤثر ہے ایک قول کے مطابق جس کا ثبوت محمد سے نہیں ہے  
اس کو اتنے مذہب نے رو کیا ہے جن کا قول فیصل ہے  
پھر اس کو محمد کا قول نہ ہونے پر شرح جامع صغیر میں  
قاضی خانی کے قول سے نوید کیا ہے کہ اس میں ہمارے  
اصحاب کی کوئی نص نہیں، فرمایا کہ متاخرین نے اس میں  
اختلاف کا ذکر کیا ہے، پھر یہ حکایت کی کہ ہمارے علماء  
میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ محمد کے نزدیک حدث کے  
مرتفع ہونے سے بھی پانی مستقل ہو جاتا ہے، کیونکہ  
پانی کی طرف گناہ منتقل ہوتے ہیں، اور کنز کے  
مسئلہ میں جنب کے داخل ہونے سے پانی کا مستقل  
نہ ہونا محمد کے نزدیک ضرورت کی وجہ سے ہے، پھر  
فرمایا مجھے بے انتہا قہج ہے اس مسئلہ میں کہ انہوں  
نے اپنے فتویٰ کی مسئلہ کنز کے مسئلہ کو بنایا ہے اور یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس توض میں وضو جائز ہے حالانکہ وہ قول

علہ وقدر فی صدر الرسالة عند ذکر الکتاب عن العنایت  
سہرا مرتین فلیکي هذا اتم الاسبعین بل الذی  
یا فی عن خزائن المفتین اھ عنہ عنہ

شروع رسالہ میں جہاں کتابوں کا ذکر ہے عنایت کا شمار سہرا  
دو دفعہ کیا ہے۔ پس پانچویں چالیس کا مقدمہ ہو بلکہ وہ  
جو خزائن المفتین سے آ رہا ہے اہدات



کے درمیان کوئی علت جامع موجود نہیں کیونکہ وہ مسئلہ نیت کے نہ ہونے کا ہے اور یہ وہ ہے جس میں نیت و ضرور پائی جاتی ہے یہ بڑی عجیب بات ہے واللہ العلیٰ فیہ۔ پھر انہوں نے اپنے شیخ کا کلام ذکر کیا جو ہم نے نثر ادا کی ہیں ذکر کیا کذا فی الخلاصہ تک۔

میں کہتا ہوں سارا کلام اچھا ہے اور اسی سے فوائد ظہیر کی بابت لی گئی ہے سوائے اس قول کے کہ تجھے بے انتہا تعجب ہے۔ تو مجھے اس پر بے انتہا تعجب ہے کیونکہ جب شیخ نے تحقیق کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اور عدم نیت میں کوئی فرق نہیں، تو یہ غارق کہاں سے آگیا، دراصل ان کا کہنا یہ چاہیے تھا کہ وہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور یہ بلا ضرورت ہے، پھر ایک تہذیب قائم کی اس میں ان فروع کا ذکر کیا ہے جن میں پائی مستقل ہوتا ہے اور نہیں ہوتا ہے اس سے پہلے ایک تنبیہ ذکر کی اس میں یہ بتایا ہے کہ سبب استعمال میں ضروری شخصین کے قول پر ہے اور وہ سبب یا غرض حدیث سے یا تقرب سے، محمد کے قول پر نہیں ہے کہ سبب صرف تقرب سے ہے اور انہوں نے ان دونوں کے قول کی تصریح نقل کی خلاصہ، غایہ، خزائن المفتین، اختیار اور بزازیر سے۔

میں کہتا ہوں تنبیہ سے ان کا مقصد محمد کے خلاف تسلیم کرنا ہے اور نہ اس بات کے ثابت ہوجانے کے بعد کہ پہلا سبب ہی کا قول ہے اس کی حاجت نہیں ہے اور دوسرا تیسرے سے ثابت نہیں، اس کو سمجھنے کے یہ ہیں مسئلہ میں غایہ دے گئے خلاصہ اور خزائن کی فروع، کسی نے اپنا ہاتھ یا پرہیز میں ٹھنڈا کرنے کو ڈالا تو مستقل ہو جائیگا کہ ضرورت

اقول کلام طیب وحنہ اخذت عبارة الفتاوى الظهيرية غير ان ما قاله في عصرى ان لا يجب قلصيرى ان لا يجب اذ قد حقق الشيخان الصحيح عن محمد ايضا عدم الفرق بين النية وعدمها فها منشؤ هذا الفارق وانما كان عليه ان يقول تلك للضرورة وهذا بدونها فظهر عقد تنبيها يسره فروع ما يصير به الماء مستعملا ولا لا و قد علم عليها تنبيها في امتن الفتوى في سبب الاستعمال حتى قولهما انه قد حدث او التقرب لا على قول محمد انه التقرب فقط و نعتا تصحيح قولهما عن الخلاصة و الحاشية و خزائنة المفتين الاختصار و البزازير.

اقول اراد التنبيه عليه حل تسليم غلات محمد و الا فلا حاجة اليه بعد ما قد ثبت ان الاول قولهم جميعا و ان الثاني لم يثبت عن الثالث هذا و فيه ما يفيدنا في السئلة فروع الخلاصة و خزائنة المفتين ادخل يد في الاناء او رجله للتبرد يصير مستعملا لا لعدم الضرورة انه قد منأ في خلاصة الفتاوى فصل في الماء المستعمل

عن الخلاصة والخاتمة والبنازية والغنية  
وقرر الخاتمة قال محمد رحمه الله تعالى  
إذا كانت على ذاميه جاثر فخصها في الماء  
أو غمس من أسبه في الماء لا يجوز ويصير  
الماء مستعملاً قال وإنما قدمت هذا  
التنبيه تنبيها لمن يظن أن الفتوى على قول  
محمد رحمه الله تعالى في ذلك لا إطلاق أصح  
الكتب أنت الفتوى على قوله في الماء المستعمل  
وإنما مرادهم أن الفتوى على قوله في كونه  
ظاهراً لا فيما يصير به مستعملاً على أنه  
سيرد عليك في الفصل الثاني أن التحقيق أن  
هذا (أي طهارة مذهب أبي حنيفة أيضاً)  
وإنما اشتهرت نسبتها إلى محمد لكونه في  
جملة من روى عن الأئمة

أقول أي أنه أجل من روى وقد  
أخذ به وهذا أول التصحيحين الموصوفين  
بما فيها ثم أتى على سرد الفروع وفيها  
مما يفيد تأخير الخلاصة أن إدخال  
الكف مجرداً لا يصير مستعملاً إذا المراد  
الفصل فيه بل أراد رفع الماء فان مراد  
الفصل أن كان أصحاً أو أكثر دون  
الكف لا يصح مع الكف بخلافه

له فتاوى خاتمة المعروفة بقاضى خان فصل في الماء المستعمل نوكتشور لکھنؤ ۱/۲  
ثم رسالہ ابن الشحنة

ثم خلاصة الفتاوى فصل في الماء المستعمل نوكتشور لکھنؤ ۱/۲

ذمحق احہم نے یہ غلامہ، خاتمہ، بنازیرہ اور غنیہ سے  
پیش کر دیا ہے۔ خاتمہ کی فرخ احمد نے فرمایا کسی کے  
ہاتھ پر پٹیاں ہوں، پھر وہ ہاتھ پانی میں ڈبو دے یا  
سر ڈبو دے تو جائز نہیں، اور پانی مستقل ہو یا ٹپکا  
اور اور فرمایا میں نے یہ تنبیہ اس لیے کی ہے تاکہ جو لوگ  
سمجھتے ہیں کہ فتویٰ محمد کے قول پر ہے وہ متنبہ ہر حاجت  
کیونکہ اصحاب کتب نے اطلاق فرمایا ہے کہ فتویٰ ان  
کے قول پر ہے مستعمل پانی میں۔ حالانکہ ان کی مراد یہ ہے  
کہ فتویٰ محمد کے قول پر ہے پانی کے طہر ہونے میں  
نہ کہ مستقل ہونے میں۔ علاوہ انہیں آپ دوسری  
فصل میں دیکھیں گے کہ تحقیق یہی ہے کہ یہ (یعنی اس کی  
طہارت) مذہب ابی حنیفہ بھی ہے اس کی  
نسبت محمد کی طرف محض اس لیے مشہور ہو گئی ہے  
کہ وہ بھی اس کے راویوں میں ہیں

میں کہتا ہوں وہ اس کے راویوں میں بزرگ تر  
ہیں اور انہوں نے اس کو اختیار کیا ہے اور پہل  
تصیح ہے جن کا ہم نے وعدہ کیا تھا، پھر فروع کا  
بیان کیا۔ خلاصہ کی فرخ، ہاتھ کا داخل کرنا محض  
پانی لینے کے لیے، بل ارادہ غسل، پانی کو مستقل  
نہیں کرتا ہے، اور اگر بہ نیت غسل ہو تو اگر ایک  
تھیل سے کم ہے تو مضر نہیں، اور اگر ایک تھیل ہے  
تو مضر ہے۔

قلت وقد منا تحقيق ان الاغلبة و  
الظفر والكف سواء وخرج الخلاصة عن  
فقه الامراء هذا اذا كان الذي يد غسل  
يده في الماء او البثر بالعافان كان حبيبا  
ان علم ان يده طاهرة بان كان مع الصبي  
مراقب في السكفة يجوز الوضوء بذلك الخ  
اقول وبه فارق البالغ فاذا كان لو  
ادخل البالغ يده في الماء او بثر لم يجز الوضوء  
به وهذا ككتاب الحسن لا يفتي تاويل  
البحر ما غاثر عقد الفصل الثاني في  
حكم الماء المستعمل وحق يصير مستعملا  
وقال بعد ما بين ما هو بين نفسه ومسلم  
عند الكل يعني عدم جواز الرضوخ بالماء المستعمل  
عندنا فمقتضا جميعا ما نصه هذا مع عموم  
يشهد للفصل الاول قال وكفى بذلك حجة اه  
”يا اپنے ہم کے ساتھ پہل فصل کے لیے شہادت دیتی ہے“ اور یہ کافی حجت ہے (۱۰۰ دت)

اقول هذا نظير تمسك البحري باطلاق  
نظر الى اطلاق ان العبرة بالغلبة ولم يلاحظ  
ان الشان في قصر الاستعمال على ما انصق  
بالجمل فقط والشيخ نظر الى هذا العموم  
ولم يلاحظ ان الكلام في تعميم الاستعمال جميع  
الماء التليل بدخول نحو نظير من محدث

میں کہتے ہیں ہم پہلے تحقیق پیش کر آئے ہیں کہ پورا  
خانہ اور تسلی حکم میں برابر ہیں۔ خلاصہ کی فرع فقہ الامراء  
سے، یہ اُس وقت ہے جبکہ ہاتھ داخل کرنے والا ہاتھ ہو  
اور اگر نابالغ ہے تو اگر یہ معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ پاکہ تھا  
مثلاً بچہ محل میں اپنے کسی محافظ کے ہمراہ تھا تو اس سے  
دھو جائز ہے الخ

میں کہتا ہوں اس سے ہاتھ و نابالغ میں فرق  
ظاہر ہو گیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر نابالغ نے برتن یا  
کنز میں اپنا ہاتھ ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں  
یہ حسن کی کتاب کے نص کی طرف ہے۔ اس میں بھرک  
تاویل کی کوئی گنجائش نہیں، پھر دوسری فصل مستعمل پانی کے  
کے باب میں قائم کی اور یہ بتایا کہ پانی کب مستعمل ہو گا اور  
پھر برتنوں نے اس کے وضع کر کے ہاتھ خود داغ ہے اور تمام کے  
نزدیک مسلم ہے یعنی مستعمل پانی سے وضو کا جائز نہ ہونا  
ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک کہنا اس کی نص یہ ہے

میں کہتا ہوں یہ بھرک کے اطلاق کو دلیل بنانے کی  
ایک نظیر ہے تو انہوں نے اطلاق کو دیکھتے ہوئے  
فرمایا کہ اعتبار غلبہ کا ہے اور یہ نہیں دیکھا کہ مستعمل ہونا  
اُسی پانی کے لیے ہے جو جلد سے متصل ہو، اور شیخ نے  
اس حرم کی طرف دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ گفتگو اس امر میں  
ہے کہ تھوڑا پانی مکمل طور پر مستعمل ہو جائے گا خواہ

شجر اور دخانہ فی حکو ملاقات الماء الطاهر  
للماء الطهور وبعین انب العبرة غلیبة و نقل  
تصحیح حد عن التوشیح والتحفة و عنہا انہ  
المذہب المختار۔

قلت و هذا هو ثانی التصحیحین  
الموجود بیانہما فاعترف الشیخ بالحق و ذہب  
تسویۃ الملق بالملاصق و زہق، ثم نقل  
فرج الحانیة و مثله من شروح القندوری المختصر  
الکثر فی نزع عشرین دلوا الی انقیوض الوضو فی البئر  
قال فہذا اصرح شئ فی اتفاق الائمة الشیخة  
علی تاثیر الماء المستعمل فی الماء الطہور و ان  
کان اقل منه و ذکر من شروح الجامع الصغیر  
لقاضی خان انتقاص الفضالة فی الاثبات اذ اقل  
لا یضد الماء و کلموا فی القلیل من محمد  
ما کان مثل ردم الا بر قلیل و عن الکثر  
ان کان یستبین موافقة القطر فی الماء فهو کثیر  
و ان کان لا یستبین کالطل فقلیل قال و هذا  
مرسلک اللہ اصرح مما تقدم و قد حکى هذا  
فی الفوائد الظہیریة و علیہ مشی القدر  
و حکى عن ابی سلیمان انہ مثل عن ماء الجنابة  
اذا وقع و قوما یستبیین و تری عین القطرات  
ظاہرة قال انہ یس بشی و فی فتاوی قاضیخان  
خلاصہ هذا فی خزائن البضیین جنباً غسل

بے دھوپنا ایک ناخن ہی کیوں نہ ڈالے۔ پھر خاتمہ اس امر  
کے بیان میں ہے کہ ظاہر پانی طہور پانی سے جب ملے گا  
تو اعتبار غلبہ کو ہو گا، اور اس کی تصحیح توشیح اور تحفہ سے  
نقل کی اور اسی سے نقل کیا کہ یہ مذہب مختار ہے۔

میں کہتا ہوں یہ دوسری تصحیح ہے جن دو کام ہم نے  
وعدہ کیا تھا، توشیح نے حق کا اعتراف کر لیا اور مطلق اور  
مطلق کی برابری ختم ہوئی، پھر حانیہ کی فرس نقل کی اور  
اسی قسم کی شرح قدوری مختصر کونہی کی فرس نقل کی، یہ  
میں دوری کھینچنے سے متعلق ہے یہ اس صورت میں ہے  
جکہ و غر کا پانی کنویں میں ڈالا ہو، فرمایا پاک پانی میں مستقل  
پانی کے اثرات از ہر نے کی اثرات کے نزدیک یہ واضح مثال  
ہے، اگرچہ وہ اس پانی سے کم ہو، اور قاضی خان کی شرح  
یاقوت عنین سے یہ نقل کیا کہ اگر عددوں کے کچھ قطرات برتن  
میں گرجائیں اور کم ہوں تو پانی کو فاسد نہ کریں گے اور  
تعلیل میں کلام کیا ہے اس میں مجھ سے منقول ہے کہ دوسری کے  
ناکوں کے برابر ہو و قلیل ہے اور کونہی سے یہ منقول ہے  
کہ پانی کے قطر سے اگر پانی میں غلج ہوں تو یہ کثیر ہے  
اور اگر ظاہر نہ ہوں جیسے شبنم کے قطرے اتنے ہی قلیل ہے  
فرمایا یہ گزشتہ مثال سے بھی زیادہ صریح ہے، یہ فوائد  
ظہیریہ میں ذکر ہے، اسی پر قدوری چلے ہیں، اور  
ابو سلیمان سے کسی نے جنابت کے پانی کی بابت دریافت  
کیا کہ اگر اس کے قطر سے پانی میں پڑ جائیں اور واضح  
نظر آئیں، فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں فتاوی قاضیخان

فانتصیح من غسله في انائه لو يفسد الماء  
اما اذا كان ليسيل فيه سيلانا قنطرة قال و  
التحقيق هنا ان المسألة مبنيّة على اصل ذكره  
أختنا في كتاب الزبائن ونقلوه الى الرضاس  
قال في الذخيرة حلفت لا يشرب لنا فصب الماء  
في اللبن فالاصل في هذه المسألة واجاسها  
ان الحالفة اذا اعتقد يمينه على مائمه فاخلف بمائمه  
اخر خلاف جفله ان كانت الغلبة للمحلفون  
عليه (ومسقط بقية الكلام من نسخته من هو  
الروض)

اس کی خبر ہے نہ ہو تو اگر محلف علیہ غالب ہے (اور باقی کلام میرے زہر الروض کے نسخہ سے ساقط ہے) (ت)  
**اقول** سبحان الله ينكر الشيخ رحمه الله تعالى  
في اول الكلام ان الصحيح والمذهب المختار  
هو اعتبار الغلبة وقد نص في شرحه وهو عبارة  
انه الصحيح عن أختنا الشافعية رضي الله تعالى عنهم  
وان عليه الفتوى ثم يعود بحتج بغيره السنن  
والانضمام ويقول ذلك اصره شخ في اتفاق الائمة  
الثلة وهذا اصره عنه واي صاغ يقر لهما  
بعد ما تبين الحق الصحيح والمذهب المختار  
المحقق به المطبق عليه من أختنا الشافعية  
رضي الله تعالى عنهم وما احتج بابيه من بين  
المحقق وهو فتح المحلف فهو اصره شخ في ان

میں اس کے برعکس ہے اور غرائز المتقین میں ہے کہ ایک  
ناپاک آدمی نے غسل کیا اور اس کے چھینٹے برتن میں گرے  
تو پانی قاسد نہ ہو گا اور اگر اس میں بنے لگا تو پانی قاسد  
ہو جائے گا، فرمایا دراصل یہ مسئلہ ایک اور اصل پر مبنی  
ہے جس کو ہمارے ائمہ ثلاثہ نے کتاب الایمان میں ذکر  
کیا ہے اور اس کو فضا کے بیان میں نقل کیا، ذخیرہ  
میں فرمایا کہ کسی شخص نے حلفت اٹھایا کہ وہ دودھ نہیں پے گا  
تو اس نے پانی دودھ میں ملایا، تو اس مسئلہ میں اور اس کے  
نفاذ میں اصل یہ ہے کہ حلفت اٹھانے والے نے جب کسی  
شیال چیز پر حلفت اٹھایا اور وہ کسی اور مانع سے حل کیا جو  
میں کتابوں سبحان الله شیخ کلام کی ابتداء میں  
ذکر کرتے ہیں کہ یہ اور مذہب مختار غلبہ کا اعتبار ہی ہے  
اور شرح دیبانیہ میں اس پر نص ہے کہ ہمارے ائمہ ثلاثہ  
سے یہی صحیح ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے پھر انھوں نے  
زوج اور انتصاح کی دونوں فرحوں پر کلام کیا، اور  
فرمایا کہ یہ ائمہ ثلاثہ کے اتفاق میں صریح چیز ہے اور  
اس سے زائد صریح ہے اور مذہب حق و صحیح، اور مذہب  
مختار مفتی بر، اور ائمہ ثلاثہ (حنفی مذہب کے) کا متفق علیہ  
مذہب معلوم ہو جانے کے بعد ان دونوں کے لیے کیا وجہ  
جواز رہ گئی ہے! اور بیان حنی کا جو دروازہ کھولا ہے  
اور وہ حلفت کی فرح ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

المدار علی القلب فان كان اقرب في آخر كلامه  
 الذاهب من فسخه فهو كرمي ما احتج به  
 بالنقض والا فاجب والحب وسيمكت المشيخ  
 غير بعيد ويعود الى الحق كما سيأتي بتوفيقه  
 تعالى فلو كان له اورد هذا الكلام واحتج بهذين  
 الفرعين هنا ودينك التعليلين ثم لكان محال  
 كلامه صحيحا سديدا ولكن الله يفعل ما يريد  
 ثم كتب تتمه قال فيها ان من ادل الدليل  
 على انه لا يجوز التوضي في هذا الموضوع عند  
 واحد من علمائنا مرجعهم الله تعالى ما في  
 كتاب الاصل لمحمد بن ابي اسحق بن ابي حمزة  
 من رواية الامام ابي سليمان الجوزجاني من جهة  
 الله تعالى عليه عنه في باب الوضوء: فصل  
 قلت ارأيت جنبا يغسل فانتصر من غسله  
 شيئا في انائه هل يفسد عليه الماء قال لا قلت  
 لم قال لان هذا ما لا يستطيع الامتناع منه قلت  
 ان ايت انت افاض الماء على راسه او جسده  
 او غسل فرجه فعمل ذلك الماء كله يعطرسه  
 الا ناء قال هذا يفسد الماء ولا يجوز ان  
 يتوضأ ولا يغسل به قال وقال في باب البستر  
 وما ينجسها قلت ارأيت من جلا طاهر وقسم  
 في بستر فاغسل فيها قال افسد ماء البستر  
 كله قلت وكذا ذلك في توضأ فيها قال نعم قلت

دارہ مذہب کو ہے۔ اگر انہوں نے اس کو برقرار رکھا ہے  
 اپنے اس کلام میں جو میرے نسخے سے ساقط ہے تو یہ اسی  
 طرفہ برقرار ہے جس پر نقض سے استدلال کیا ہے ورنہ  
 بہت ہی تعجب غیرو بات ہے اور عنقریب آپ اسے گنا  
 کر شیعہ نے حق کی طرف رجوع کیا تو فریقہ تعالیٰ، اگر وہ یہ  
 کلام بیان نہ کرتے اور ان دو فرعوں سے استدلال  
 نہ کرتے اور وہاں دو تعلیلیں بیان نہ کرتے تو کل کلام صحیح  
 ہوتا، لیکن اللہ چاہتا ہے کہ اسے پھر انہوں نے  
 ایک تہہ لکھا اور فرمایا کہ پھر اس پر سب سے بڑی دلیل  
 اس پر کہ کسی نام کے نزدیک اس عرض سے ضوابط  
 جنس۔ امام محمد کی اصل میں وارد شدہ روایت ہے جو  
 امام المسلمان الجوزجانی کی روایت ہے اور باب الوضوء  
 و باب الغسل میں مذکور ہے، روایت یہ ہے کہ میں نے  
 کہا اگر ایک جنب نے غسل کیا اور اس کے پیچھے ایک  
 برتن میں گرسہ تو کیا پانی خراب ہو گیا، فرمایا نہیں میں  
 نے کہا کیوں؟ فرمایا یہ ایسی چیز ہے جس سے کچھ محال ہے  
 میں نے پوچھا اگر جنب نے اپنے سر یا جسم پر پانی ڈالا  
 یا اپنی شرمگاہ وصول اور پر پانی برتن میں گیسے برتن پر پانی  
 اس سے پانی قاسم ہو جائیگا، نہ اس سے وضو جائز ہو گا  
 نہ غسل، فرمایا انہوں نے کہیں اور اس کی نجاستوں کے  
 باب میں فرمایا، میں نے پوچھا اگر ایک پاک شخص کنیز کے  
 پانی میں گر گیا اور اس میں غسل کیا، فرمایا کل پانی خراب  
 ہو جائے گا، میں کہتا ہوں یہی حکم کنیز میں وضو کا ہے؟

وكذلك لو استنبج فيها قال نعم قلت فما حال  
البئر قال عليهم ان يتزحوا ماء البئر كونه  
الا ان يغلبهم الماء قلت ارايت الرجل هل  
يجزئه وضوءه ذنبا قال لا ذنبت عليه ولم  
يضره لاحد من شيعة وهذا شأنه في التفتق  
عليه كما صرح به اول الكتاب اهـ

دکھا، اور تفتق غیر سائل میں سے کا یہی طریقہ تھا جیسا کہ کتاب کے شروع میں ذکر کیا اور است

اقول الفرج الاخير في الملاق وهو لا  
شك صحيح، والتمسك به نجيب، وهو اصر  
تصريح، اما الاول فلهي السلق ولا محيد من  
اقتناؤه على احد ضعيفين وليس الاصل هذا  
كتاب المبسوط احد الكتب الستة الظاهرة على  
من الكتب ائمة فليكن يمارض به من ذهب  
اقتنا جيعا للصحيح المختار المقتضب به و  
بالله المتوفيق ثم قال رحمه الله تعالى ونعتل  
عصا من الدين في شرح الهداية بعد العظام  
على مسألة انما سمى الجنب في البئر  
هذا معنى على ان اجزاء ماء الذي في محصل  
واحد بمنزلة شيء واحد في حكم الاستعمال لانه  
ينسب الى الجسيم عرفا بل لغة ايضا ولا تذهب  
افهاما اصل العرف واللفظة الى ان المستعمل  
بعض هذا الماء والباقي مستعمل به الا ترى  
ان الماء المستعمل عند من يحمله طاهر غير

فرمایا ہاں، میں نے کہا اسی طرح اگر کنویں میں استنج کیا؛  
فرمایا ہاں، میں نے پوچھا اور کنویں کی بابت کیا فرماتے  
ہیں؛ فرمایا کنویں کا سارا پانی نکالنا چاہئے، الا یہ کہ  
نکالتے نکالتے تھک جائیں، میں نے پوچھا کیا اس شخص  
کے لیے یہ وضو کافی ہو گا؛ فرمایا نہیں، اس پر وہ غامض  
ہو گئے اور اپنے شیوخ میں سے کسی کی طرف اس کو مٹسوب

میں کتاب میں فرج اخیر طاقی میں ہے اور وہ بلاشبہ

صحیح ہے اور یہ تمسک کے قابل اور اضع تصریح ہے اور پہلی فرج  
طقی میں ہے اور سراسر اسے اس کے چارہ کار نہیں کر  
دیں گے ایک ضعیف پر ہونا چاہئے، اور اصل مسئلہ  
وہ جسٹا نہیں جو ظاہر کتب میں ہے ایک مسئلہ  
کتب نادہ ہے ہے، تو جو اس میں نہ کر رہے وہ ہمارے  
ائمہ کے صحیح مختار مفتی پر سے کیے سارے ہو سکتے ہیں  
وہ بالہ الترفیق، پھر فرمایا، عصا من الدين نے شرح ہدایہ  
میں، جنب کے کنویں میں غوطہ لگانے کا مسئلہ ذکر  
کرنے کے بعد فرمایا یہ اس پر مبنی ہے کہ پانی سکے تمام  
اجزاء پر ایک جگہ ہیں وہ حکم استعمال میں بمنزلہ شیء واحد  
کے ہیں، کیونکہ وہ عرفاً تمام ہی کی طرف مٹسوب ہوتا ہے  
بلکہ لغت میں بھی ایسا ہے، کیونکہ اہل عرف اور اہل لغت  
یہ فہم کر رہے نہیں سمجھتے ہیں کہ کچھ پانی تو مستعمل ہے  
اور کچھ اس میں طہ ہو رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ جن حضرات  
سکے نزدیک مستعمل پانی ظاہر طور پر ہے جب کسی دوسرے

پانی میں غریبے تو اس کو اس وقت تک خامدہ کر کے گا  
جب تک اس پر غالب نہ ہو جائے۔ اسرار میں اس پر قطعی  
حکم لکھا اور تختہ میں اس کو اصح قرار دیا ہے اور اگر کسی  
عضو پر بہت سی پانی ڈالا تو ان کے نزدیک سارا پانی  
مستعمل ہو جائے گا حالانکہ چوپانی جلد سے متصل ہے  
وہ مغلوب ہے کیونکہ حکم استعمال میں سب ایک ہی ہے  
اور اسی معنی کی طرف اسرار میں اشارہ کیا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ بحث ذہنی کو چلا بخشنے والی  
ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی تقریر کی ہے  
اس سے طلق اور طلاق کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا اور  
شک باقی نہ رہا، اور شیخ پر تعجب ہے کہ انھوں نے ان  
دو نوں کو ایک قرار دیا ہے اور دو تعلیلوں سے استدلال  
کیا ہے پھر ایک صیغہ کی تسبیح فعل کے اس پر نقص وارد کیا،  
یہ تختہ اور توضیح کی نقول ہیں، پھر چہ سطور کے بعد اس  
بحث کا اعادہ کیا اور نزاع اور انتضاح کی دونوں فروغ  
کو بہت صریح قرار دیا، پھر اس پر ذخیرہ سے نقص وارد  
کیا، پھر اصل کی فروغ کو نقل کیا، پھر اس پر عصام کی  
نقل سے نقص وارد کیا اور اس پر کلام کو ختم کیا.....

اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ دین قریم صراط مستقیم اور تمام حسنا

طہر و اذا وقع في ماء آخر لا يفسد، حتی یغلب  
علیه بہذا القطع فی الامرار جعلہ فی التحفۃ  
اصح و لو صب ماء کثیر علی العضو یصیر الکل  
مستعملاً عندہم مع ان الملائق للبشیر مغلوط  
بناء علی ان الکل واحد فی حکم الاستعمال و  
قد اشیر الی هذا المعنی فی الامرار۔

**اقول** هذا العصر من الحسن بمكان،

تنشط به الأذان، وبتتبع به النفوس،  
ولا حصر بعد مرس، وقد وفق السوي،  
سبحنه و تعالیٰ، لعمري فيما مضى، واثقت  
ببانه، وشيدت اسكانه، وبه ظهر الفرق  
بين الملائق والخلق، بحيث لا يعتري وهم  
ولا شذوذي، والجب من الشبهة على  
التسوية بينهما محتجا بالتعليين ثم نقضه  
بنقل تصحيح الصحيح، عن التحفة والترشيح،  
ثم بعد اسطر عاد اليه وجعل فرعي النزاع و  
الانتضاح احصم صريح، ثم نقضه بنقل  
الاصل الاصيل، عن ذخيرة الامام الجليل،  
ثم لم يلبث ان عاد اليه بنقل فرعي الاصل،  
ثم نقضه بنقل كلام العصاة متصلا به من  
غير فصل، وبه ختم واما العبارة الخواتيم،  
ختم الله تعالى لنا على الدين القويم، والصراط



الستقیم ، ویکل حسن ، وعلی نبینا الکوئبر و  
الہ انکراما القلاۃ الزہراء والسلام الاستخار  
والحمد لله رب العالمین ۔

پر کرتے : اور ہمارے نبی کریم ان کی آل کو ہم پر صلاۃ و  
سلام نازل فرمائے آمین والحمد لله رب  
العالمین ۔

## الفصل الرابع فی فوائد شقی و تحقیق حکم الوضوء فی الحوض الصغیر

الحمد لله فرغنا من المسائل الثلاث بند  
الکتب الخمسة هذه والجسر والبدائع و  
اتینا علی جمیع ما فیہا والآن نذکر ما بقی من  
الفوائد تکمیل لدرآمد وبالله التوفیق ۔

فائدہ ۱ : قال المحقق حل المقصد سی  
رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح نظم الکبیر : علی البحر  
ما نصہ واما تأویل الکلام بان المراد بصیرورۃ  
مستصلا بصیرورۃ ما لایستلزمه مستصلا  
فہذا بصیرورۃ اذا لایحتاج الی التخصیص علی ذلک  
اصلا لہ نقلہ فی منحة الخائف من الماء المستعمل  
واقروہ قلت قد مناشا نية ردود علیہ و هذا  
تاسع وازیدک عاشر اقول اذا انقسم  
احد فی الماء ثم خرج ینقسم الماء الی خمسة  
اقسام قسم یبقی فی الحوض ولا ینفصل عن  
الماء بانفصال البدن والثانی یمخرج مع  
البدن و یمخرجه عنہ بلا حکث والثالث  
یسکت و یمخرجه بالتعاطی والرابع یمخرجه

## چوتھی فصل میں مختلف فوائد اور چھوٹے حوض سے وضو کا حکم ۔

الحمد لله کہ ہم تینوں رسائل بکدای پانچوں کتب اور بحرود  
ہدای سے فائدہ برکے ، اور ان میں جو کچھ تھانہ بیان  
کریا اور اسباقیمانہ فوائد تکمیل بحث کے لیے لکھ  
کرتے ہیں ۔

فائدہ ۱ : محقق حل المقصد سی نے تفریق نلک شرع میں بحر  
پر رد کرتے ہوئے فرمایا : ان کی عبارت یہ ہے اور کلام کی یہ  
تأویل کرنا کہ پانی کے استعمال ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو  
پانی کے اعضا سے ملے وہ استعمال ہو جائے گا ، تو یہ بہت  
بصیر ہے کہ یہ اس پر تخصیص قطعا محتاج نہیں ، اس کو  
مخرجات میں نقل کیا ہے استعمال پانی کی بحث میں ، اور  
اس کو برقرار رکھا ہے ۔ میں کہتا ہوں ہم نے اس پر  
آئندہ رد کئے ہیں اور یہ لوگ اس سے ادب و سیر کا اضافہ  
کرتے ہیں ، اور وہ یہ ہے کہ جو شخص پانی میں غوطہ کھائے  
اور پھر نکلتا تو پانی کی اس صورت میں پانچ قسمیں ہیں ،  
ایک تردہ جو حوض ہی میں رہتا ہے اور بدست  
جدا ہونے کی وجہ سے پانی سے جدا نہیں ہوتا ہے ،  
اور دوسرا یہی کے ساتھ نکلتا ہے اور بلا غوطہ

بالنشف والنفاس تد اوقا تبقى بعد النشف  
ايضا ولا تذهب الا بالهفات بفعل الشمس  
والهوار ولا شك انها ايضا اجزاء مائية ولا  
تداخل في الاجسام بل لا تلاصق في الاجزاء  
كما تقدم فكان كل قسم فوق الاخر منفصلا  
عنه وكانت تحت الكل تلك الندي فهو  
الذي لا ينفصل البدن وهو لا يقبل الانفصال  
ولا استعمال الا به فلا استعمال تلك عشرة  
كاملة - الاجزاء هي خمس جسيمات كذراء، تو بر قسم دوسری سے اور پوری اس سے جدا ہوتی اور ہر ایک کے نیچے  
وہ تری ہوتی ہے تو یہ وہ ہے جو بدن سے ملائی ہے اور یہ انفصال کہ قول نہیں کرتا ہے بعد استعمال بلا انفصال نہیں  
ہوتا ہے، تو مستعمل نہ ہوا تو یہ دس علی ہو گئے۔

فان قلت الامر كما وصفته فكيف  
الحكم ان ما بعد الاول تعلقه بالبدن ولذا  
انتقل بانقاله اقول او لا فصل انه  
تعلقه به والا فكيف له استعمال عليه كالمتعلق  
بل ان دفع بدفعه وانحد ربطه الا ترى ان  
المنفصل ان اندفع بعنف قوی مجبہ ماء  
كشيء او برقى فقليل وان استدبر في المردود  
بجيب لا يتحرك الماء حتى الامكان لم يكن  
يخرج معه الا ما يزول بالنقاط من الماء  
اللقاء كان واحدا فصار انه لمحركه يدفعه يختلف  
باختلافها۔

فان قلت ان لا سيب فب  
المتعاطر فتحكم عليه بالاستعمال وهو لا شك  
قابل للانفصال فيصم التاديل ولا ينفذ الاستعمال

اس سے نیچے آتا ہے،  
اور تیسرا شرط تھا ہے اور شیک کر ختم ہو جاتا ہے،  
اور چوتھا وہ تری ہے جو پکڑے کے ذریعے جنب  
کرنے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔  
پانچواں وہ تری جو پکڑے کے ذریعے جنب کرنے کے بعد  
بھی باقی رہتی ہے اور آفتاب یا ہوا سے خشک  
ہو جانے کے بعد ہی ختم ہوتی ہے اور بلا مشبہ یہ بھی  
پانی کے اجزاء ہیں اور یہ اجسام میں داخل نہیں ہو سکتے  
کے نیچے اور پوری اس سے جدا ہوتی اور ہر ایک کے نیچے  
وہ تری ہوتی ہے تو یہ وہ ہے جو بدن سے ملائی ہے اور یہ انفصال کہ قول نہیں کرتا ہے بعد استعمال بلا انفصال نہیں  
ہوتا ہے، تو مستعمل نہ ہوا تو یہ دس علی ہو گئے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ درست ہے لیکن  
ہم حکم اول کے حصہ دوسروں پر لگاتے ہیں کہ اس کا  
تعلق بدن سے ہے اور اسی لیے اس کے متعلق ہونے  
سے وہ متعلق ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اولاً ہم یہ  
تسلیم نہیں کرتے کہ یہ اس کے تعلق کی وجہ سے ہے ورنہ  
وہ اس پر رکنا جیسا کہ چنگے والا، بلکہ ایسے دفع کر لے  
شد بخبر گیا اور بالبعید ہر شے پانی میں غوطہ کھانی اور قوت  
سے نکلے تو اس کے ساتھ بہت پانی آئے گا اور اگر  
آہستہ گی سے ہو تو کم پانی آئے گا اور اگر اتنا آہستہ نکلے  
کہ حتی الامکان پانی میں حرکت نہ پیدا ہو تو اس کے ساتھ  
حوت اتنا پانی آئے گا جو شیک کر زائل ہو جائے حالانکہ  
خلاۃ ایک ہی ہے، تو معلوم ہوا کہ دفع کی حرکت میں اس سے اختلاف ہوتا ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ اس صورت میں چنگے والے  
کے تعلق میں کوئی شک نہیں تو ہم اس پر مستعمل ہونے کا  
حکم لگائیں گا اور یہ مشبہ وہ قابل انفصال ہے تو اول

میں کتا ہوگا اور استعمال مستحق نہ ہوگا۔ میں کتا ہوں  
 غوطے نکلنے کے فوراً بعد پانی بدن سے بہتا ہو اگر کتا  
 اسکا حال مرنے کی جیسا کہ جو خور و غل کے فوراً بعد بہتا ہو اگر کتا  
 تو مستقل وہی ہوگا جو اس کے بعد قطرات کی صورت میں پکنا  
 ہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔

دوسرا، تعلق اور تلامع میں بہت فرق ہے،  
 تعلق بستر کو شامل ہے اور تلامع اوپر والے حصہ کے ساتھ  
 تعلق ہے، اور یہی دونوں میں فرق ہے اگر یہ اعتراض کیا  
 کہ یہ تو وہ کچرے میں تو ان میں سے ایک دوسرے  
 کے ملاقات کے لیے رکاوٹ ہے اور پانی تو شے  
 واحد ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کے لیے  
 رکاوٹ نہیں بن سکتا ہے وہ تو سارے کا سارا  
 کتا ہوگا اور یہی بن سکتا ہے، جب انسان پانی میں غوطہ کھائے گا تو

**قائد ۲ :** علامہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں فرمایا  
 بحرحہ رد کرتے ہوئے، قص یہ ہے، اور یہ جو ذکر کیا ہے  
 استعمال اس جز سے ہے جو بدن سے طہا ہوا  
 نہ کہ باقی پانی سے تو وہ جز کثیر اجزاء میں مل کر ختم ہو جائیگا  
 قریر مرد ہے کیونکہ کتا تو استعمال تمام پانی میں مل کر  
 کرے گا اور یہ اس غالب پانی کی طرح نہیں جس میں  
 حضور اس پانی میں مل گیا ہوا۔

میں کتا ہوں "سریان" کا لفظ ہے قی استعمال  
 ہوا ہے اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ مستقل اول  
 قوہ ہے جو بدن سے طاقی ہے پھر حکم بقیہ اجزاء کی

**اقول** شائب ما انحدر بلا مکث عند الخروج  
 بعد الانعاس شائب ما انحدر وانحد وقور اجنت  
 غسالۃ الوضوء الفصل فلا يستعمل الا ما  
 بقى بعد غساقط بالتحاطط وهو غلا لا يخرج  
 وثائباً شائب ما التعلق والتلاصق فالعلق يشمل  
 الذئار والتلاصق يختص بالشعار وهو الفرق بينهما  
 فان قلت مما قربان فيعد احد من اجزاء الاخر  
 عن التلاقى بخلاف الماء فانه شئ واحد  
 فلا يجوز بضمنه بعضا بل الكل ملای باقول  
 ذلك ما كنا نبغ فالماء كله واحد عند الانعاس  
 فكل ملای بلا وسواس۔

ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے، میں کتا ہوں یہ تو ہمارے حسب نشأت، جب انسان پانی میں غوطہ کھائے گا تو  
 پانی شے واحد ہوگا اور بغیر رکاوٹ آپس میں ملے گا۔

**قائد ۲ :** قال العلامة الشیخ حسن  
 الشرنبلالی فی شرحه علی الوجہانیۃ رد اعلی  
 البصر ما نصده وما ذکر من ان الاستعمال  
 بالجزء الذی یلاصق جسده دون باقی الماء  
 فیصیر ذلک الجزء مستملاً کاف کثیر  
 فهو مردود لسریان الاستعمال فی الجميع حکما  
 وليس کالغالب بصب القلیل من الماء فیہ  
**اقول** لفظ السریان وقع غیر موقفہ فانه  
 یوهم ان المستعمل اول ما لاصق ثم یسرے  
 الحکماء بقیہ اجزاء الماء بالتجاور وهو

مردود و صریحاً بما تقدم ان العبارة للقلبة ولو  
سری لیسری بالملق کما توهم العلامة  
عبد البر فی بطن الفرق و یعود الکلام علی  
مقصود بالنقض و هذا هو الذی حمل البعض  
علی قصر الاستعمال علی ما لا یقبل فقول انه  
اذا انغمس فیہ و هو قلیل فقد استعمل کل  
معالان جسیه شئ واحد فلا قصو ولا  
سریان و لقد احسن العلامة الشامی رحمه  
الله تعالیٰ اذ قررہ بقوله فی المنحة یعنی انه  
لما انغمس او ادخل یدہ مثلاً صار مستعملاً  
لجسم ذلک الماء حکماً لان المستعمل حقيقة  
هو مالقة جسمه لا بخلاف ما اذا صبغ المستعمل  
فیہ فان المستعمل حقيقة و حکماً هو ذلک  
السلق فلا وجه للحکم علی الملق فیہ بالاستعمال  
ما لم یساوہ او یغلب علیہ اذ لم یدخل فیہ  
جسده حتی یحکم علیہ بالاستعمال حکماً یدل  
علیه ما فی الاسرار للذین یومی و قولهم فی  
مسألة البئر جحطوا انفسهم بقصد الاغتسال  
للملأه صار الماء مستعملاً اتفاقاً اهـ فهذا هو  
التحقیق والله تعالیٰ فی التوفیق۔

کمز میں اس نیت سے غوطہ لگایا کہ نازکے لیے غسل کرے گا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہو جائے گا اور تو تحقیق یہی  
ہے اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے کا والی ہے۔

فاسئلہ ۳ : سبق العلامة ابی الاخلاص

طوت جائے گا کیونکہ یہ ایک مردود و مرسلہ کے قریب ہیں اور  
یہ صریحاً مردود ہے، جیسا کہ گذرا کہ اعتبار قلبہ کو ہے اور  
اگر سرائیت کرے گا تو طوطی میں کرے گا، جیسا کہ علامہ  
عبد البر کو ہم ہوا ہے تو فرق باطل ہو جائے گا اور کلام  
مقصود بالنقض کی طوت لوستے گا، اور یہی چیز ہے جس  
نے بحر کو اس پر بحر کیا کہ وہ استعمال کا حکم صرف اس پر  
لگائیں جو طوطی ہو، بلکہ ہم کہتے ہیں جب کوئی شخص پانی  
میں غوطہ لگائے اور پانی کم ہو تو سب بدن مستعمل  
ہو جائیگا کیونکہ وہ سارے کا سارا شئ واحد ہے،  
تو نہ قصر ہے اور نہ سرائیت ہے، علامہ شامی نے اس کو  
برقرار رکھا کہ اچھا کیا، وہ نمونہ فرماتے ہیں یعنی جب  
اس نے غوطہ لگایا یا مثلاً اس نے پانی ہاتھ دھو لیا تو  
سارے پانی مستعمل ہو گیا حکماً، کیونکہ حقیقتہً مستعمل تو صرف  
وہی ہے جو بدن سے متصل ہو، اور اگر مستعمل اس میں  
ڈالا گیا تو وہ سراسر حکم ہے، کیونکہ حقیقتہً وہ مستعمل میں ملتی  
ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ طوطی فیہ پر استعمال کا حکم لگایا جائے  
تا وہ قبیحہ۔ اس کے برابر نہ ہو یا اس پر غالب نہ ہو کیونکہ  
اس کا جسم تو اس میں داخل نہیں ہوا کہ اس پر حکم استعمال  
کا حکم لگایا جائے، اس پر وہی کی اسرار ولایت کرتی ہے  
اور ان کا مسئلہ البئر جحطوا میں یہ ممکن کہ اگر کسی شخص نے  
کمز میں اس نیت سے غوطہ لگایا کہ نازکے لیے غسل کرے گا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہو جائے گا اور تو تحقیق یہی  
ہے اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے کا والی ہے۔

قائد ۳ : علامہ نے ابی الاخلاص سے پہلے فرق کو

في تعبير الفرق هكذا البعض معاصر في العلامة  
 ترتيب فاورده وردة وهذا نصه في البحر  
 اذا عرفت هذا اظهر لك ضعف من يقول في  
 حصولنا من الماء المستعمل اذا صب على الماء  
 المطلق وكان المطلق غائباً يجوز الوضوء به لكل  
 وانه انما في فنية صار الكل مستعملاً اذ لا  
 للفرق بين المسائلتين وما قد يتوهم في  
 الفرق من ان في الوضوء يشتمل الاستعمال  
 في الجسيم بخلافه في النصب مدفع بيان  
 الشيوخ والاختلاف في الصورتين مواد مبل  
 فقامل ان يقول انقاء الفضالة من خارج  
 اقوسه تأشيراً من خيرة لتعيين المستعمل  
 فيه بالمعينة والتشخيص وتخص الانقضاء  
 اه وهذا الكلام ارتضاء السيدان ط وش  
 حق قال ط بعد ذكر كلام الشرنبلاني هذا  
 التوهم قد ذكره في البحر واهرض عنه اه اما  
 المصدق العلا في فاستدرك على البحر بكلام  
 الشرنبلاني فقال فراجعه متاعلاً اه

اقول لقول القائل يشيع في الجسيم  
 ثلثة محاصل وذلك لامتياز الشيوخ الامتياز

بیان کیا، اسی طرح علامہ زین کے بعض معاصرین نے  
 فرق بیان کیا، اور اس کو رد کیا، اور یہ بحر میں ہی کی  
 جارت ہے، جب تم نے یہ بیان کیا تو ہمارے بعض  
 معاصرین کے اس قول کا ضعف ظاہر ہو گیا کہ مستعمل پانی  
 جب مطلق پانی میں ڈالا جائے اور مطلق غالب ہو تو سارے  
 پانی سے وضو جائز ہے اور جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو  
 کل مستعمل ہو گیا، کیونکہ دونوں مسئلوں میں فرق کی کوئی وجہ  
 نہیں، اور یہ فرق جو بیان کیا جاتا ہے کہ وضو کی صورت  
 میں استعمال تمام پانی میں عام ہو جاتا ہے اور ڈالنے  
 میں یہ صورت نہیں ہوتی، اس لیے ناقابل لحاظ ہے  
 کہ شیوخ اور اختلاف دونوں صورتوں میں برابر ہے  
 بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ وضو کا باہر سے ڈالنا زیادہ درست  
 ہے، کیونکہ اس میں مستعمل دیکھنے اور علم و پہچان کرنے  
 سے متنبہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کلام کو  
 سیدان ط اور ش نے پسند کیا یہاں تک کہ ط نے  
 شرنبلانی کا کلام ذکر کرنے کے بعد فرمایا اس وہم کو مکرر  
 میں ذکر کیا اور اس سے احوال کیا اور مدق علائی  
 نے بحر پر شرنبلانی کے کلام سے استدراک کیا اور فرمایا  
 اس سے غور سے اس کی طرف مراجعت کریں اور

میں کتابوں یثیف فی الجسیم والحق قول میں تین تاویلات  
 ہو سکتی ہیں کیونکہ شیوخ اقتراح بلا امتسیار ہو

بسمہ الرحمن کتاب الطہارة ایچ ایم سید سعید کچی کراچی ۱/۴۴

طہارۃ علی علی الدر باب المیاء بیروت ۱/۱۰۴

سنة الخمار علی حاشیة الطہارۃ باب المیاء بیروت ۱/۱۰۴

مردود اعتبار فلا يمكن التعمين بل المعنى  
يحتمله على البدلية كهيئة المشاع والمعنى  
عليه انه اذا توضح في الضميمة اختلاط ماء  
وضوئه بما نرها بحيث لا يمكن التمييز  
فان معرفة ما أخذ ما تحتل انت تكون  
من المستعمل فيكون حكم الاستعمال ثانيا  
في جميع الاجزاء شيوع هيئة نصف ثنائى  
نصفين والشيوع السريان اى اذا توضح فيها  
استعمل ما لا قاء وتعدى الحكم منه الى جاره  
وهكذا انفار النك مستعمله الشيوع العوم اى  
اى في الوضو يعنى الاستعمال لجميع وانت تعلم  
ان المعنى الثالث حق صحيح لا خيار عليه اصلا  
ولا يمس عانى البحر لانت عموم الحكم  
لعموم السبب فان النك حلاق كما سبق مسرا  
والمعنى الثاني هو ما جنم اليه العلامة الثريلا  
في متبادر كلامه وقد حلت ماله وعليه  
والمعنى الاول مثله في البطلان كفى رد اعليها  
مسألة الصلح ولزوم اثبات الفرق باطلاله  
والبحر حمله على الاول ففسر الشيوع  
بالاختلاط وحكم انه في الصور تين سواء و  
انما لك عند المعنى الاول دون السريان  
والعموم الا ان يرید بالشيوع مبدى و  
يفسر بالاختلاط فيكون المعنى انت  
سبب السريان او العموم عندك وهو لا خلا  
سواء في الصور تين مع تخلف الحكم

تو تعین ممکن نہیں بلکہ کل میں اس کا احتمال علی سبیل  
البدلیہ ہے جیسا کہ مشاع کا ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے  
کہ جب چھوٹے حوض میں جو کیا تو اس کا پانی تمام پانی میں  
سے ملا اور امتیاز ممکن نہیں، تو جو چھوٹا جاسے گا اس  
میں احتمال ہے کہ مستقل پانی سے ہو، تو استعمال کا حکم  
تمام پانی کو اس طرح شامل ہوگا جیسا کہ غیر متبادر  
حصول وال چیز کے نصف کا ہے، اور شیوع  
سریان یعنی جب اس میں وضو کیا تو جو اس کے  
طابق ہے وہ مستقل ہو جائیگا پھر اس کے ساتھ دوسرے اجزاء  
تک یہی حکم چلے گا اور اس طرح سارے کا سارا مستقل  
ہو جائے گا، اور شیوع عموم کے معنی میں مجموعہ تکیہ یعنی جنم  
کی صورت میں استعمال کا حکم تمام پر لاگو ہو جاتا ہے  
اور آپ جانتے ہیں کہ تیسرا معنی حق اور بے غبار ہے  
اور بحر کا اعتراض دس پر نہیں ہوتا، کیونکہ حکم کا عموم  
جبب کے عموم کی وجہ سے ہے کیونکہ کل طاقی ہے جیسا  
کہ کئی مرتبہ گزرا، اور دوسرے معنی کی طرف علامہ  
شر بنیلا کا میلان ہے جیسا کہ اُن کے کلام سے عباد  
ہے اور سکا مالہ ماعلیہ آپ جان چکے ہیں اور پہلا معنی  
بھی اسی کی طرح باطل ہے، اسی کی تردید میں اور اس کے ابطال  
کو فرق کے اثبات کا لازم ہوتا کافی ہے  
اور بحر کا اس کو پہلے پر محمول کیا ہے اور شیوع  
کی تفسیر اختلاط سے کی ہے اور حکم نکایا ہے کہ یہ  
دونوں صورتوں میں برابر ہے اور ان کے نزدیک یہ  
پہلے معنی کے باعث ہے سریان و عموم کی وجہ سے نہیں  
ہے، اسی اثر شیوع سے مراد اس کا مسبب لین تر

فی الملک وفاقا وقد علمت جوابہ علی الحق نعم

۔۔۔۔۔ اور اس کی تفسیر وہ اختلاف سے کریں

من یزعم السریان یرد علیہ ولا یرد

تو معنی یہ ہوں گے کہ سریان یا علوم کا سبب

تھما سے نزدیک اختلاف ہی ہے اور وہ دونوں صورتوں میں یکساں ہے حالانکہ طبع میں حکم مختلف ہے اتفاقاً اور اس کا

حق جواب آپ جان چکے ہیں، ان جو سریان کا گمان کرتا ہے اس پر رد کیا جائے گا اور وہ رد ذکر سے گا۔ (ت)

ثالث قول ما ترق بہ لا حصہ

میں گتا جو بر سبیل ترقی جو کچھ انہوں نے

قاو لا یس من شرط الاستعمال مویہ

فرمایا ہے وہ درست نہیں، اولاً مستعمل ہونے کی

مردہ علی البدی ولا مایبنتہ انفصالہ ولا

یہ شرط نہیں کہ اس کو بدن پر گزارنا ہوا دیکھا جائے، نہ

لزمیہ مزیہ علی غیرہ مع تحقق العلم

اس کے تھا ہونے کا دیکھنا ضروری ہے اور نہ ہی دیکھنے

انقضی بہ ولا شک انہ شی متشخص بنفسہ

کے قابل ہونا اس کے لیے دوسروں پر وجہ فضیلت

فذل یفسرہ عدم قدرتنا علی تیزیہ وثانیاً

ہے، جبکہ اس کا علم قطعی ہو اور اس میں

لیس الاستعمال مقولاً بالتشکیک لیس

شک نہیں کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو شخص بنفسہ ہے

المرئی اقوی من غیرہ وثالثاً انما جہا علی ما

تو ہمارا اس کی تمیز پر قیاد نہ ہونا اس کو مضر نہیں

امرتکلی ذہنہ مرحبہ اللہ تعالیٰ ان الملا

ثانیاً استعمال تشکیک کے قبیلہ میں سے

فی الاجزاء الملا صفة وليس كذلك بل العلم

نہیں تاکہ مرنے دوسروں سے اقوی ہو۔

کما حققنا فکلامنا المصوب کا مستان

ثالثاً اس کا جتنی صرف یہ ہے کہ ان کے (دع

منعنا لا متشخصا عینا مردہ علی البدی ثمر

اللہ) زمین میں یہ بات مرکز ہو گئی ہے کہ طلاق صحت

انفصالہ عنہ کذلک کل الماء فی الفسقية

وہ اجزاء میں جو متصل ہیں حالانکہ یہ درست نہیں بلکہ تمام اجزاء میں

متناثر متناثر متعین معاین ورود الاضما

جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ہے جیسا کہ بدن پر الا جانے والا

غیرہ ثم انفصالہا منہ۔ پانی ایک اور جگہ نظر آتا ہے اور جسم سے جدا ہوتا بھی دکھائی دیتا ہے اسی طرح حوض کا

کل پانی ایک اور مقام سے جو نظر آتا ہے اس میں اعضاء کا ڈوبنا اور جدا ہونا بھی نظر آتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۳: کلام الاسرار الماس

قائدہ ۳: اسرار کا مکمل کلام جو گزرا دوسری

برمتہ سے الفصل الثانی وقم اولہ موافقا

فصل میں اس کی ابتداء پر آج کے مطابق ہے کہ مستعمل

لما وقع فی البدائم من امت المستعمل

وہی اجزاء میں جو بدن سے متصل ہیں اور اس کا آخر

فی الاجزاء الملا صفة بالبدی و آخرہ

حق پر لیں صریح ہے، یہاں تک کہ صاحب البحر کے

نص صریح علی ما هو الحق حق ان اخصا

جہائی عکس حرا ہی بحیم جو اس مسئلہ میں ان کے پیر کا ہیں

صاحب البحر العلاء حمید بن نجیم رحمہم  
 اللہ تعالیٰ ہم انتفاعہ فی المسألة آثار البحر  
 انصف فیما نقل عنہ فی حاشی البحر حیث  
 عقب عبارة الاسرار بقوله فهذا العیاق  
 کشف اللبس الخ فکتب علیہ نعم کشف  
 اللبس من حیث أخرها الامام محمد  
 یقول لما اغتسل بالماء القلیل صار الکمل  
 مستعملاً حکماً فلما صور تان صورته وقوع  
 ماء مستعمل فی غیره فیه غیر غلبت  
 الذی لیس بمستعمل والثانیة ماء واحد  
 ترضایه شخص ادا دخل یدہ لعل حاجة صار  
 مستعملاً حکماً کما سأتت اه نقله فی  
 المنحة واقرب ولله المیزان فی البحر الانتفاع  
 یا ولہ والتمیز الطرود بینه علی روایة  
 ضعیفة والعبء الضعیف قدم التوفیق بینه  
 اوله واخره بحیث جعله کلاهما واحداً  
 منقطعاً والشیخ العلاء عبد البر سلك  
 فی شرح الوصایة سلكاً اخر فجعل اوله  
 سؤالاً اخره جواباً اذ قال والحاصل  
 ان ایان ید الدیوسی فی کتاب الاسرار وود

بحر کے حاشیہ میں نقل کرتے ہیں، اور نقل میں انصاف  
 کیا گہان انہوں نے اسرار کی عبارت کے بعد کہا  
 اس عبارت نے غبار صاف کر دیا الخ اس پر کہا  
 ہاں غبار صاف کر دیا اس کے آخر تک، صرف اتنا  
 ہے کہ محمد کہتے ہیں کہ جب تھوڑے سے پانی میں غسل  
 کیا تو کل حکماً مستعمل ہو گیا، ہم کہتے ہیں یہاں دو  
 صورتیں ہیں ایک تو مستعمل پانی کا غیر مستعمل میں  
 واقع ہونا تو اس پانی کے ناپاک اعتبار ہو گا جو مستعمل نہیں  
 وہ سوا وہ پانی جس سے ایک شخص نے وضو کیا ہو یا جو  
 حاجت اس نے اپنا یا تو اس میں ڈالا تو کل حکماً  
 مستعمل ہو گیا جیسا کہ آپ نے دیکھا اور اس کے فقرہ  
 میں نقل کیا اور برقرار رکھا، اس لیے بحر کو اس عبارت  
 کے اول سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور اس کے رد میں  
 انہوں نے کہا کہ ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے  
 اور تاہم نے اس قول کے اول و آخر میں تطبیق دلی  
 اور اس کو منقطع کلام کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور  
 شیخ علامہ نے لبرنے و بنید کی شرح میں ایک دوسری  
 راہ اختیار کی ہے اور وہ ہے کہ اس کے اول کو سئل  
 اور آخر کو جواب قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حاصل  
 یہ ہے کہ ابو زیاد الدیوسی نے کتاب الاسرار میں وہ ذکر کیا

بحر الرائق کتاب الطہارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱  
 کے کذا فی نسختی المنحة وصورته لا الحاجة  
 اول غیر حاجت اہ منہ (م)  
 کے منوالی فی علی البحر الرائق کتاب الطہارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱  
 کے پاس مروجہ نسخہ کے فقرہ میں اسی طرح ہے اور مناسب  
 لا الحاجة یا لا غیر حاجت ہے۔ (ت)  
 کے منوالی فی علی البحر الرائق کتاب الطہارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱



جو بدائع میں ابو یوسف کی طرف سے قہر الزام ذکر کیا ہے اور محمد کا جواب ذکر کیا ہے جس سے تمام بات واضح ہو گئی انہوں نے پہلے تو ہمارے علاوہ کا مذہب مستعمل پانی کی بابت ذکر کیا اور امام محمد کا استدلال ذکر کیا پھر کہا کہ امام محمد کے قول کا ان کی روایت جو امام ابو حنیفہ سے ہے کہ تا سید کرتے ہیں — پھر فرمایا دوسرے قول پر یعنی اُس کی نجاست پر (اُس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے) برووی ہے، پھر لایہوں احد کہ والی حدیث سے استدلال کیا۔ پھر فرمایا جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ مستعمل پانی طہرہ طور ہے وہ اس سے غسل کو حرام قرار نہیں دیتے ہیں الی اخر ما تقدم عن الدیلمی۔

(د)

یہ یہ کہتا ہوں کہ یہ تقریر اسرار کی جہات کے سیاق سے نقل نہیں ہے، اس کا بیان اُس پر موقوف ہے جو بدائع پھر بکر میں مذکور ہے کہ پانی کو طہرہ ہونے سے بلا ضرورت خارج کرنا حرام ہے اس کے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو کا حضور سے پانی میں غسل کرنا محمد کے نزدیک بھی حرام ہے، مگر امام ابو یوسف بطور الزام ہی سے یہ کہتے ہیں کہ تمہارے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے اور پاک پانی دوسرے پانی کی طہریت کو سلب نہیں کرتا ہے جب تک کہ طہرہ غالب ہو جائے کہ دوسرا اس میں گر جائے، تو آپ

ما ذكره في البدائع على سبيل الزام حسن  
ابن يوسف لمحمد وحسب ما الله تعالى وذكره  
محمد عنه فكشف اليبس وادفع حكد  
تخصيص واحد من فائد قال بعد ما ذكر  
مذاهب علمائنا في الماء المستعمل الاستدلال  
لمحمد وحسب ما الله تعالى عامة مشايخنا  
يتصورون قول محمد وروايته عن ابن حنيفة  
راضين الله تعالى عنه ثم قال يحتاج للقول  
الآخر (ای نجاسته) بیا برووی فذكر حدیث  
لا یبولن احدكم ثم قال ومن قال است الماء  
المستعمل طاهر طهور لا یجعل الاختصال  
فيه حراما ان اخر ما تقدم عن الدیلمی

**اقول** هذا التقدير رواه لم یکن

ظاهرا من سوق جہات الامرار بیانہ  
یتوقف علی ذکر فی البدائع ثم البحر انت  
اخراج الماء من انت یكون مطهرا من غیر  
ضرورة حراما کما فیستفاد منه ان الاختصال  
المحدث في الماء القلیل حرام عند محمد  
ایضا فکانت الاما حرا یا یوسف یلزمه بان  
المستعمل طاهر عندک و الطاهر لا یسلب  
الطهور طهور یتہ مادام الطهور غالباً کلین  
یقع فیہ فلا یصح لک تحریم الاختصال فیہ لا

سنة الخاق علی البحر الرائق کتاب الطهارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱

۲۰/۱

سنة بحر الرائق

ان تقول بقوله وتحكم بنجاسة الفسالة فـ  
يفسد الكل ويصح الحكم فاجاب محمد بامن  
الكل لكونه قليلا شئ واحد فصار الكل حلاقيا  
لهذه المحدثات فصار الكل مستعملا  
حكما بخلاف الذين فليس فيه الا اختلاف طاهر  
بطهور وليس سبب الاستعمال فلا يسلب  
الطهارة ما دام الماء غالبا عليه .

ياستعمال كاسبب نہیں ہے قرآن کی طوریت کہ سبب نہ کرے گا جب تک پانی اس پر غالب رہے ۔ (دست)  
قلت وملاق العلماء لم يجعله الزاماً  
من ابي يوسف لمحمد بل دفعه دخل يرد على  
استدلال ابي يوسف بالمحدث كما تقدم نقله  
في صدر الفصل الاول والكل وجهه هو  
موليها وبالجمله اوله على صغلا الوجهين  
تأييد لرواية ضعيفة وكفى بأخره جوابا عنه  
والا دله ما فصل العبد الضعيف كما علمت  
ولله الحمد .

قائد ۵ : من كلام الشيخ ابن  
الشنقة في الشرح على مسألة محدث وقع في  
بئر ما فسد والسبب تحريم حندی انفس  
يختلف الحكم فيها باختلاف اصول استقنا فيه  
والتحقيق نزوح الجميع عند الاضام على القول  
بنجاسة الماء المستعمل وقيل اربعون عنده  
وتحقيق مذهب محمد انه يسلب الطهارة  
وهو الصحيح من الاضام والثاني وعليه

اس میں غسل کو حرام نہیں کر سکتے ہیں، صرف اس کی  
یہی صورت ہے کہ آپ میرے قول کو اختیار کر لیں اور  
محدوث کی نجاست کا قول کریں، اس صورت میں گل  
پانی فاسد ہو جائے گا اور مکمل بھی ہوگا، محمد نے اس کا  
جواب دیا کہ لڑائی جو قلیل ہونے کے چوڑی شے واحد تو کل یہ حکم  
بدن سے متصل ہوا، تو مکمل مستعمل ہو گیا، دودھ  
میں یہ چیز نہیں اس میں ایک طہر کا طور سے ملتا ہے اور  
میں کہتا ہوں حکم العلماء نے اس کو ابرو سنت کی  
طوت سے امام محمد پر بطور الزام ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ایک  
دریافتی اعتراض کا جواب ہے جو ابو یوسف کے حدیث  
سے استدلال پر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فصل اول کی ابتدا  
میں گزرا، ہر شخص کا اپنا اپنا طہر استعمال ہی ہو چکا ہے  
غلاصہ یہ کہ اس کا اول دونوں صورتوں میں ایک ضعیف  
روایت کی تائید ہے اور اس کا آخر اس کا جواب شافی  
ہے، اور بہتر وہ صورت ہے جو ناچیز نے اختیار کی ہے  
جیسا کہ آپ نے جان لیا واللہ الحمد ۔ (دست)

قائد ۵ : یہ شیخ ابی الشنقة کے کلام سے اخذ ہے  
جو انہوں نے اس بد و ضو کی بابت کیا ہے جو کنویں  
میں گر پڑا ہو، فرماتے ہیں اس کا حکم ہمارے ائمہ  
کے اصول کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہے  
اور تحقیق یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تمام کنویں  
کا پانی نکال دیا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک مستعمل پانی  
نجس ہے، ایک قول یہ ہے کہ چالیس ڈول نکالے  
جائیں گے، اور مذہب امام محمد کی تحقیق یہ ہے کہ وہ



## اقول ہو کلام طیب لخص فیہ مقاصد

رسالتہ و مخلصہ مما خلط بہ فی زہر المرء  
عن تسویۃ المطلق والملاق فی عدم الجوانب  
الاحدیث تزم عشرین والتحقق عندہ علی  
مذہبہ المعتقد لا تزم اصلاً ما لم یساو  
یغلب لائب الطہور لا یطہر۔

میں کہتا ہوں یہ کلام بہت خوب ہے، اس  
میں انہوں نے بڑی وضاحت سے اپنے رسالہ کے  
مقاصد کو ظاہر کیا ہے، اور زہر المرء سے جو مطلق  
اور لاق میں خلط بحث کیا ہے عدم جوازیں، اس  
سے بھی چشکارا دلایا ہے صرف بیس ڈول الی حدیث  
کا معاطراتی ہے اور ان کے مذہب میں تحقیق یہ ہے  
کہ جب تک مستقل پانی برابر یا غالب نہ ہو اس وقت تک پانی بالکل نہیں نکالا جائیگا کیونکہ طور پاک نہیں

ہوتا ہے۔ (ت)

## فائدہ ۶ : قال فی الدورات المطلق

اکثر من النصف جانہ الطہیر بالکل و  
الا لا و هذا یعم المطلق والملاق فی الفضا  
یجوز التوضی ما لم یسلم تساوئی المستعمل  
علی ما حققہ فی البحر والنہر والمنع قلت  
لکن الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما  
فراجعہ متأملًا و ذکر ش عند قولہ  
حققہ فی البحر استدلالہ علی ذلک باطلاقم  
المغید للعصوم و بقول البیدائع و فتویٰ قاری  
الہدایۃ المذکورۃ قال وقد استدلل فی  
البحر بعبارات اخر لا تدل لکمنا یظہر لکمنا اصل  
لانہا فی الملاق والتزاع فی الملاۃ کما  
اوھننا فیما علقناہ علیہ فلذا اقتصرنا  
علی ما ذکرناہ و ما یتنی کتبت فہ جد

فائدہ ۶ : ذکر میں ہے کہ مطلق پانی آدھے سے  
زائد ہے تو کُل سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ  
نہیں، اور یہ چیز مطلق اور لاق کو عام ہے تو چھوٹے  
حوضوں میں وضو جائز ہے جب تک مستقل پانی کا برابر  
ہو تا مسلم نہ ہو، اس کی تحقیق بحر، نہر اور منہج میں  
موجود ہے، میں کہتا ہوں شرنبلالی نے شرح وہبانیہ  
میں دونوں میں فرق کیا ہے وہ بغیر دیکھا جائے اور  
اور شرنبلالی نے ان کے قول حقہ فی البحر کے پاس ان کا  
استدلال ذکر کیا کہ ان کا اطلاق مفید عموم ہے، اور  
بدائع کے قول اور قاری الہدایہ کے مذکورہ فتویٰ سے  
فرمایا بحر میں دوسری عبارات سے بھی استدلال  
کیا ہے مگر وہ ان کے حق میں مفید نہیں، جیسا کہ غور  
کرنے پر ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ وہ عبارات مستطی سے  
متعلق ہیں اور جگہ اطلاق میں ہے، جیسا کہ ہم نے

لے در مختار باب المیاء مجتہد دہلی ۱/۳۳

لے رد المختار ۲ مصنف البانی مصر ۱/۱۳۴

المستأثر علی قوله المقید للمعوم ما نصه .

أقول نعم یفید علی فرض ان المستعمل  
فی الملاق هو السطح الملاصق من الماء بجسد  
المحدث لا غیر وهو اول النزاع وانا أقول  
لو كان كذلك لاس تعذر المستعمل من صفحة  
الدنيا لانه اذا أصبحت الماء علی یسره مثلا  
فانما یلاق یدله سطح من الماء و سائر جرمه  
منفصل عنها كما ان التلاق یكون بسطح  
من یدک و سائر جرمها لیس من الماء والجسم  
ابداً ینزل و سائر من السطح فتكون الغلبة لغير  
المستعمل فلا یصور مستعلاً ابداً و اذا جعلت  
کله مستعلاً لتلاق سطحه سطح الجسد  
فلا یفعل فرقا حیث جرم و جرم فان اسلمت  
اسالة ضعیفة صار الکل مستعلاً و انما  
صیبت صیاداً ید ا حقی که ثخن الماء  
اضعاف الاول کان ایضا حمله مستعلاً لئلا  
دلیل علی التفرقة بین ثخن و ثخن ما لیس بیدل  
حد اکثر و قول البیداء بحث منه ذکوره  
فی سوال و جواب لا یقل عن الاصحاب بخلاف  
کلام الامام البیرونی فانه نقل صریح و من  
النصوص المصرحة كذلك صائلاً و خال الید  
والرجل و دخول المحدث فی البئر المصرح  
بها فضلاً عن الاثمة الثلاثة فی المثلث و  
الشروط و انما و سائر و حمل کلاً علی رواية  
ضعیفة ما لا یقل ولا یحتمل و حیاتیة الفسوف

واضح کیا ہے ، اپنی تعلیقات میں اس پر ہم نے روشنی  
ڈالی ہے ، اس لیے ہم نے اس پر اکتفا کیا ، اور  
میں نے اپنی کتاب ”ہذا المختار“ میں لکھا ہے ، یہ الی  
قول المقید للمعوم کے تحت لکھا گیا ہے ، میری  
عرض یہ ہے کہ  
اس مفروضہ پر کہ مستعمل ملاق میں وہ سطح آب ہے جو  
محدث کے جسم سے مل رہی ہے ، اس کے علاوہ کچھ  
اور نہیں سہارا دہ پہلا نزاع ہے ، اور میں کہتا ہوں  
اگر ایسا ہی ہوتا تو وہ سے زمین پر مستعمل پانی کا وجود  
ہی ناپید ہو جاتا کیونکہ مثلاً اگر آپ نے اپنے ہاتھ پر  
پانی بہایا تو آپ کا ہاتھ پانی کی سطح سے ملے گا اور  
اس کا باقی حصہ اس سے الگ رہے گا جس طرح  
کھاتی آپ کے ہاتھ کی سطح سے ہوتی ہے اور اس کا  
باقی حصہ پانی سے کہیں نہیں لٹا ہے اور جسم ہمیشہ  
سطح سے ہٹا ہی ہوتا ہے ، تو غلبہ غیر مستعمل ہو گا تو وہ  
مستعمل کہیں نہ ہو گا ، اور جب آپ نے کل کو مستعمل قرار  
دیا کہ اس کی سطح جسم کی سطح سے مل رہی ہے تو ہم  
ایک جرم اور دوسرے جرم میں فرق نہیں پاتے ہیں  
تو اگر آہستہ سے بہایا جائے تو کل مستعمل ہو جائے گا  
اور اگر سختی سے بہایا جائے اس طرح کہ پانی کا حجم پتلے  
سے کئی گنا زیادہ ہو تو بھی کل مستعمل ہو جائے گا تو پانی کے  
ایک حجم اور دوسرے حجم کے فرق پر کوئی دلیل نہیں ،  
تو قطعاً کہ وہ جو کثرت کو نہ پہنچ جائے ، اور ہر اثنی کا قول  
تو محض ایک بحث ہے جس کو انہوں نے ایک سوال و  
جواب کے ضمن میں ذکر کیا ہے یہ اصحاب امام ابی حنیفہ

مرویحة في ان الماء المستقل يقع فيها فيكون  
 من الملقى فثبت الملاقاة لاقتضاها فهم  
 لابد لهم ان يغتفروا عنها فبعد خطا ايديم  
 قبل الفصل وذلك تلاقح لان الاختلاف  
 معفو عنه بالامتناع لاجل الحاجة اه ما  
 كتبت عليه وقد علمت مما قد مناه في  
 الفصول الثلاثة ان الفصول الثلاثة كلهم قد  
 اغفلوا محصل النزاع ولكن لا يجب في الاغفال  
 انما الجنب من العلامة الشامية تنبيه لهذا و  
 ترك جمل ما في البحر لكونه في الملقى ثم  
 اوردها في الفصول مع انها كما علمت صحيحة  
 في الملقى فكانت يجب استقالتها ايضا وقد  
 علمت ما في الاستدلال بالعموم من نوع  
 مصادرة على المطلوب فليس باسند بهم شيء  
 اصلا سوى بحث البداهة الواقعة متاخلا  
 لتواترات النصوص والروايات الظاهرة  
 الصحيحة عن الائمة الثلاثة مصاد  
 لاجبا عنهم المنقول في الكتب المعتبرة حتى  
 الهدائم والبحر فثبتت ولا تزل ثبتنا الله و  
 اياك والسلمين بالقرول الثابت في الحجة القوية  
 وفي الآخرة انه ولي ذلك العتد بر عليه ولا حول  
 ولا قوة الا بالله الصلي العظيم وصلى الله تعالى  
 على سيدنا محمد وآله وصحبه وابنه وحزبه  
 اجمعين آمين !

سے نقل نہیں ہے جبکہ نام مقدسی نے نقل پیش کی ہے اس  
 طرح یا پھر پیر اعلیٰ کرنے اور بنے وضو کے گزریں میں اعلیٰ  
 ہونے کے مسائل صراحت شریعت و شریعت میں مذکور ہیں اور  
 اور فتاویٰ میں بھی مذکور ہیں اہی کو ہمارے اثر تشریح سے  
 نقل کیا گیا ہے ، اب اہی تمام چیزوں کو ایک ضعیف  
 روایت پر محمول کرنا انتہائی غیر معقول بات ہے ، اور  
 فتویٰ کی جہارت سے مراد معلوم ہوتا ہے کہ مستعمل ہائی  
 اس میں گزشتہ قیود ملحق سے ہرگز نہ ملاتی ہے ، نتیجہ یہ دھوکا نہ ہو کہ  
 اہی کیلئے بغوری نہیں کہ وہ اس سے پہلے کے ذریعہ پائی نکالیں تو وہ  
 ہاتھ دھونے سے قبل اعلیٰ کرینگے اور اسی کو تعلق کہتے ہیں ، کیونکہ  
 اس طرح پہلے سے پائی نکالنا بالاتفاق معاف ہے ،  
 کیونکہ اس میں حاجت ہے اہی باقی ایک میرا ماشیہ  
 شتم ہوا اور چرکہ ہم سے فضول شریعتیں ذکر کیا ہے اس سے  
 آپ کو معلوم ہوگی ہوگا کہ تینوں جلیل القدر علماء محصل  
 محل نزاع سے غافل رہے ، لیکن اس نسبت پر تعجب  
 نہیں ، تعجب تو اس امر پر ہے کہ علامہ شامی اس پر  
 متنبہ ہو گئے اور جو بحر میں تھا اس کو ترک کر دیا کیونکہ  
 اس کا تعلق ملحق سے تھا اور پھر بھی فتویٰ کی جہارت ذکر  
 کی ، حالانکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے وہ ملحق میں صریح ہے  
 تو اس کا استقاط بھی غروی تھا اور آپ کو معلوم ہے کہ  
 عموم سے استدلال میں ایک قسم کا مصادرہ علیٰ المطلوب  
 ہے تو اہی کے پاس بدائع کی بحث کے علاوہ کچھ نہیں ہے  
 محکمہ جہارت نصوص متواترہ اور روایات متفقہ پر صحیح کے  
 مخالف ہے اور اثر تشریح کا ہوا اجماع کتب مستند حتیٰ کہ  
 بدائع اور بحر میں بھی منقول ہے اس کے بھی خلاف ہے لہذا اس کو طوب ذہن نشین کر لینا چاہئے ، اللہ تعالیٰ تم کو

ہم کہ تمام مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں حق پرست قدم رکھے وہ اس کا دانی اور قائل ہے اس اللہ علیٰ عظیم کے سوا کسی کو طاقت نہیں ہے اور صلوة چار سے سرور ان کی آل اصحاب بیٹے جماعت تمام پر ہوا آمین! (ت)

**قائدہ ۷ :** شمس اس بحث کو ان اشعار

پر ختم کیا ہے میں کہتا ہوں اور اس میں (یعنی جس کی طرف اشارہ اور بحر کا میلان ہے) بڑی وسعت ہے خاص طور پر اس نائن میں جبکہ ہمارے بل کی مسافت غیر معمولی کم پانی ختم ہو جاتا ہے، لیکن احتیاط معنی نہیں (ت) میں کہتا ہوں احتیاط تو اس میں ہے کہ وہ دلیل میں سے جو زیادہ قوی ہو اس پر عمل کیا جائے، اور آپ کو معلوم ہے کہ جس طرف ان کا رجحان ہے اس پر کرتی دلیل نہیں، اور گنجائش میں کبھی مروج روایت کو بھی درایت اختیار کرنا پڑتا ہے، اور یہاں تو نہ روایت ہے اور نہ روایت، ان اگر ضرورت پائی جاتی ہے تو بقول امام مالک اندام شمس علی کی حد تک پائی جاتی ہے اور ان کے نزدیک یہ پانی ظاہر و طور ہے۔ (ت)

**قائدہ ۸ :** شمس نے تمہیں بحر کے قول پر

فرمایا دونوں مسئلوں میں کوئی فرق نہیں، یعنی طلق اور طلاق میں، ان کی عبارت یہ ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا اس پر نجاست کی روایت ثلاث کرتی ہے کیونکہ نجس دوسرے کو بھی نجس کرتا ہے خواہ وہ طلق ہو یا طاق، اسی طرح طہارت کی روایت ہے۔ اور جب صورت حال یہ ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ بہت سے علما نے اسکو

**فائدہ ۹ :** ختم هذا البحث

بقوله قلت وفي ذلك رأي ما مال اليه العلامة والبحر، توسعة عظيمة ولا سيما في منس القطع الميلاء عن حيض الساجد وغيرهما في بلاد ناد لكن الاحتياط لا يضرني

**اقول الاحتياط العمل بما قرى الدليلين**

وقد علمت ان ما مال اليه لا دليل عليه والتوسعة قد تنهيم السيل في رواية لغيرهما رجحان عليه رواية وهما لا رواية ولا رواية نعم ان تحققنا الضرورة في المسئل بقول امامي الهدى مالك وشافعي رضي الله تعالى عنهما مندوحة ان الماء المستعمل طاهر وطهور۔

**فائدہ ۱۰ :** قال شمس في المنحة

قول البحر لا معنى للفرق بين السائلين يريد الملق والملاقاة حاشا قال بعض مشائخنا يدل عليه ايضا رواية الجماعة فانما نجس ينسب غيره سواء كان ملق او ملاقا فكذا على رواية الطهارة واذا اقامت كذلك فليكن التحويل عليه سيما وقد اختار كثير من عامة من تأخروا عن الشارح تابعه على

فذلك حتم صاحب النهر مع ما فيه من  
سقم الحرج العظيم على المسلمين

اقول اولاً ان كان لقياس على رواية  
النجاسة مبالغ كان الشيعة ابن الشحنة  
احق بهذا المنكر فان التسوية على رواية  
النجاسة انما هي في التاثير لا في عدمها فكما  
استويا عليها في التاثير بسلب الطهارة فكذا  
على رواية الطهارة بسلب الطهارة لا  
في عدم التاثير اصلاً وثانياً صرحوا ان ماء  
ورد على نجس نجس ككند اي ان التنجس  
يحصل للماء القليل كله سواء كانت حسنة  
الوارد على نجاسة او بالعكس واذن فقول  
بمثله ههنا فكما ان الماء الواسع يحصل  
نجاسة حكيمية يصير محله منسلب  
الطهورية كذلك القياسة الحكمية اذا وردت  
على ماء قليل تجعل جميعه منسوب الطهورية  
وقياس احدى النجاستين على الاخرى احق  
بالقبول من قياس رواية الطهارة على  
رواية النجاسة وثالثاً هو الحل الحكم  
انما يشهد بشعوت سببه وسبب التنجس هو  
ملاقاة النجس وهو حاصل في الملق  
كالملقة وسبب الاستعمال ملاقاة مبدئي

مختار کیا ہے اور شارح کے بعد آئے والے علماء نے  
حتیٰ کہ صاحب نهر نے بھی ان کی متابعت کی ہے پھر  
مسلمانوں کو تنگی سے نکالنا ہے اور (ت)

میں کہتا ہوں اولاً اگر قیاس کو نجاست کی روایت  
پر گنجائش موجود ہو تو شیخ ابن الشحنة اس کے  
بر نسبت آپ کے زائد مستحق ہیں، کیونکہ نجاست وال  
روایت پر برابری تاثير میں ہے ذکر عدم تاثير میں جیسے  
وہ دونوں سلب طہارت کی تاثير میں برابر ہیں اسی  
طرح طہارت کی روایت پر سلب طہارت میں برابر ہوتا  
چاہیے نہ کہ اصلاً عدم تاثير میں مساوات ہو۔

ثانیاً اس امر کی علانیہ تقریر کی ہے جو پانی  
نجس پر وارد ہوتا ہے وہ بھی نجس ہو جاتا ہے جیسا کہ  
اس کا عکس ہے، یعنی پاک پانی کو نجس پانی میں  
ہوتا ہے خواہ وہ نجاست پر وارد ہو یا نجاست اس  
پر وارد ہو، اس لیے اسی قسم کا قول ہم یہاں کر رہے ہیں  
تو جس طرح وہ پانی جو نجاست تکمیل پر وارد ہوتا ہے  
اس کی طہارت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح نجاست تکمیل  
جب تھوڑے پانی پر وارد ہو تو تمام پانی کی طہارت  
ختم ہو جائے گی، اور ایک نجاست کو دوسری نجاست  
پر قیاس کرنا زیادہ بہتر ہے بر نسبت اس کے کہ طہارت  
کی روایت کو نجاست کی روایت پر قیاس کیا جائے۔  
ثالثاً، یہی حل ہے، حکم جب ثابت ہو تو  
خود اس کے سبب کے ثابت ہونے کی وجہ سے ہوتا



محدثات او متقرب سواہر کاں جو رود السماء  
على الحدث او الحدث على الماء وهو حاصل  
في الملاحة منتف في الملق فيه لا من الماء  
المستعمل اذا التقى في الحوض فلا ماؤہ ورد  
على حدث ولا الحدث وورد عليه انما ورد  
عليه ما ورد على الحدث وليس هذا سبب  
الاستعمال -

### ورابعا سمعت

حديث سرفه العرج ودفعه وخاها ليس  
هؤلاء الكثيرون الا المتأخرين عن البحر  
وليس فيهم من يكون له قول في المذهب  
لا سيما على خلاف المذهب الصحيح  
المعتمد المذيل بطلان الاجماع وهذا  
صاحب البحر قائل فيه لا يفتي ولا يعمل الا  
بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى  
قولهما او قول احد هما غيرهما الا ضرورة  
موضعت دليل او تعاضل بخلافه كالضرورة  
وان عرج المشايخ ياتى الفتوى على قولهما  
اذا كان هذا في قول امامي المذهب  
وقد اقوا به فما ظنك بما ليس قول احد هما  
ولا قول احد ولا من رواية عن احمد  
وما صححه احد ولا له في الدرر ايتا  
مستند ، فكيف يعدل الى مثله عن مذهب

اور ناپاکہ ہونے کا سبب ناپاک سے ملاقات ہے ،  
تو وہ طہی میں بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح طہی میں  
ہے اور استعمال کا سبب حدث کے بدن سے ملاقات  
ہے یا متقرب کے بدن سے ملاقات ہے خواہ حدث  
پر پانی وارد ہو یا پانی پر حدث وارد ہو ، اور یہ چیز  
طہی میں تو ہے طہی میں نہیں کیونکہ مستقل پانی جب  
حوض میں ڈالا جائے تو نہ تو اس کا پانی حدث پر  
وارد ہوا اور نہ ہی حدث اس پر وارد ہوا ، اور  
اس پر وہ چیز وارد ہوتی ہے جو حدث پر وارد  
ہوتی ہے اور یہ سبب استعمال نہیں ۔

رابعا آپ حج رفع کرنے کا معاملہ اور اس کا  
زوسن چکے ہیں ۔

خامسا یہ کثیر علماء بحر سے متاخر ہیں ، اور  
ان میں کوئی اس پایہ کا نہیں کہ مذہب میں اس کا  
قول سند ہو ، خاص طور پر قول صحیح کے مقابل جس پر  
اجماع ہو چکا ہو ، خاص طور پر جبکہ صاحب کسب  
فرما رہے ہوں ، فتویٰ امام اعظم کے قول پر ہی مایا جائے  
نہ کہ صاحبین یا کسی ایک صاحب کے قول پر سوائے  
ضرورت کے ، مثلاً یہ کہ دلیل ضعیف ہو یا اس کے  
خلاف تعامل ہو ، جیسے حرارۃ کے معاملہ میں ہوا خزاہ  
مشایخ نے تصریح کی ہو کہ فتویٰ صاحبین کے قول  
پر ہے اور جب یہ معاملہ دو ائمہ مذہب کے ساتھ  
ہے اور وہ اس پر فتویٰ دے چکے ہیں تو جہاں کسی کا

جیم الاثمة الصحيح المعتقد ، و ما مثل هؤلاء  
 یہاں ایدے اثمة المذهب الا حکم مثل احدنا  
 عند هؤلاء اقل و ابعد ، لا ستوانا جميعا  
 في وجوب الاستسلام للاثمة ورد او صدر او  
 ان لا تكون في الخيرة من انفسنا اذا  
 قضا المرء اما كثرة من تبعه اليه فقد قال  
 اليه في ما هو اعظم كثرة واشد قوة  
 من ان كان هذا دورا في مشيئة  
 المذهب والشروح والفتاوى اعظم من  
 الاعتكاف مما لا يصح تعليقه ما فيه هذا  
 الموضع مما اخطوا فيه والخطا هنا اقبح  
 لكثرة الصرائع بصحة تعليقه وان متعجب  
 لكونهم تدادوا هذه العبارات متوننا و  
 شروحا وفتاوى وقد يفتح كثير من مؤلفي  
 يد حشر شيئا خطأ في آفاق معت بعد  
 فينتقلون تلك العبارة من غير تضييع ولا  
 تنبيه فيكثر الناقلون واصله واحد فخطا  
 وهذا هو الواقع ههنا كما ترى وبالله العصمة  
 على كلام كثير منهم في الباب له  
 يسلم من اضطراب وهذا اليه حرقه قد  
 اكثر من نقول ما قدمنا من حججنا  
 وفيها نقل الاجماع ونص في مسائل البئر  
 ان المذهب المختار ان الماء طاهر غير طهور

قول ہی نہ ہوا اور نہ روایت ہو ، اور نہ کسی نے اس کی  
 تصریح کی ہو اور نہ اس کے لیے مستند روایت ہو ، تو تمام ائمہ کا  
 اجماعی مذہب چھوڑ کر اس کے یکے اختیار کیا جا سکتا ہے  
 ائمہ مذہب کے سامنے ان کی قدر و قیمت اتنی  
 نہیں جتنی کہ ہماری ان حضرات کے سامنے ہے  
 بلکہ اس سے بھی کمتر ، کیونکہ ہم سب پر ائمہ کے حکم کا  
 ماننا لازم ہے اور ان کے سامنے تسلیم فرم کرنا ہے  
 اور جب کسی معاملہ کا وہ فیصلہ کریں تو ہمیں اپنی طرف سے  
 کوئی اختیار نہیں اور ہر بار معاملہ کہ جو کہی اتباع سنت کے لئے  
 کہ ہے ایک مسئلہ میں جو شدت و قوت کے لحاظ سے اس سے  
 ہزار گنا زیادہ ہے کیونکہ وہ متوی مذہب اور شروع اور  
 ختمی میں موجود ہے ، یعنی اعتکاف کی تعلیق کے لیے نہ ہونے کے  
 باوجود میں خود کو نے ڈالیا کہ یہاں ان کے غلط ٹکے ہیں اور یہاں  
 خطا زیادہ قبیح ہے کیونکہ اس کی تعلیق کی صحت پر  
 بکثرت تصریحات موجود ہیں اور مجھے تعجب ہے کہ  
 فقہائے ان عبارات کو متون و شروح اور فتاویٰ میں  
 قبول کیا ہے ، عام طور پر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک  
 معرفت ایک چیز ذکر کرتا ہے غلطی سے ، پھر بعد  
 والے اس غلطی کو بلا تکرار نقل کرتے رہتے ہیں اس طرح  
 ایک خطا کار کے نقل بکثرت ہو جاتے ہیں اور یہاں  
 ایسا ہی ہوا ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ، علاوہ انہیں  
 ان میں سے اکثر کا کلام اضطراب سے خالی نہیں ، اور  
 خود کو نے بہت سی نقلی ذکر کی ہیں جن میں جرح پانے والے ہیں  
 بہت سے ذکر کیا ہے اور اس میں اجماع کو

فعل کیا ہے اور کنویں کے مسئلہ میں یہ مباحث کی ہے  
کہ نہ سب مختار یہ ہے کہ پانی ظاہر غیر ظہور ہے، اور نہ  
نے اسرار کی عبارت میں فرمایا ہے جو گزرا، اور جب  
بحر نے محیط، ترویج اور تحفہ کی عبارت سے استدلال  
کرتے ہوئے فرمایا جب مستعمل پانی کنویں میں گر جائے تو  
تراس پر رکھا کہ آپ پر مخفی نہ رہے کہ عبارت پانی کے  
گرنے میں ہے نہ کہ دھوئی کے گرنے میں، اور اس  
طرح اس کے بعد کی عبارت اور در نے بحر پر حسن کلام  
استدراک کیا ہے، اور اسی طرح ابو السعد نے، اور جم  
نے 'مخس' اور ان سب کے اور جیسے کلمات نقل کئے ان تمام حضرات  
نے حکم استعمال کے ساقط ہونے کی وجہ ضرورت کو

والله تعالى في عبارة الاسرار ما قال  
ولما تمسك البحر بعنبرة المحيط  
والتوشيح والتحفه اذ وقع الماء المستعمل  
في البئر الزكمت عليه لا يفحالك ان العبادة  
في وقوع الماء لا انفصل وكذا ايقاع بعنبرة  
والدر استدرارك على البحر بسلام الحسن  
وكذا ابو السعد وقد حكا كلمات من و  
هم جيبا والحليته قبلهم عدلوا سقوط  
حكما الاستعمال بالضرورة وهو كما علمت اعترافا  
بالحق بالضرورة -

قرار دیا ہے، اور جیسا کہ آپ نے جاننا یہ اعتراف حق ہے۔ (ت)

قائد ۹، میں نے "الطرس المعدل"  
میں محدث پانی میں اپنا سر، موزہ یا پٹی ڈوبنے کا مسئلہ  
ذکر کیا ہے اور یہ کہ دوسرے امام کے نزدیک اس کو یہ  
کنایت کر کے گا، اور پانی مستعمل نہ ہو گا، اور اس میں  
صحیح یہی ہے کہ محمد کو اس سے اتفاق ہے، اور یہ کہ مراد  
یہ ہے کہ برتن کا پانی مستعمل نہ ہو گا بلکہ وہ تری ہو کر سے  
غلی ہوئی ہے یعنی صرف مسوح، قرہانا چاہئے کہ یہ خاص  
مسح کے لیے ہے تر اس پر مفسول کو قیاس نہ کرنا چاہئے،  
حکم العلماء نے بدائع میں فرمایا کسی نے اپنا سر، موزہ  
یا پٹی پانی میں داخل کی اور بہنے و مرقا، تو ابو یوسف نے  
فرمایا کہ مسح کو کافی ہے، اور پانی بہر حال مستعمل نہ ہو گا  
خواہ شیت کرے یا نہ کرے کیونکہ استعمال کے دو

فائدة ۹، اقول ذكرت في  
الطرس المعدل مسألة ادخال المحدث رأسه  
او خفيه او جبيرة في الماء وانه يجوز مشه  
عند الامام الثاني ولا يصير الماء مستعملا  
وان الصحيح وفاق محمد فيها وان المراد  
لا يصير ماء الا ناء مثلا مستعملا بل البلة  
الملتصقة بالرأس امي الممسوم فقط فاعلم  
ان هذا المصنوع من المسح فلا يقاس عليه  
المفسول قال ملك العلماء في البدائع ادخل  
رأسه او خفيه او جبيرة في الا ناء وهو  
محدث قال ابو يوسف يجوز فيه المسح  
ولا يصير الماء مستعملا سواء نسوي

اولہینو لوجود احد سببی الاستعمال وانما كانت  
لا فرض المسح يتأدى باصابة السبلة اذ  
هو اسم للاصابة دون الاسالة فلهذا قيل  
من المحدث الى الماء الباقي في الاناء وانما  
نرا الى السبلة وكذا اقامة القرية تحصل  
بها فاقصر حكم الاستعمال عليها الله وهذا  
يتأدى باعلى تداء امت عدم انتقال المحدث  
الى باقى الماء في الاناء واقصر حكم الاستعمال  
على السبلة في صور المسح انما كانت لا ضرر  
لا يحتاج الى الاسالة بلية فيها يتأدى فرضه وبها  
تقوم قرينة فهو لو يستعمل الماء بل السبلة  
بخلات ما وظيفته الفضل فانه اسالة فكلت  
استعمال الماء لا لمجرد بلية فيؤول به المحدث  
الى جسيم ماسة الاناء نقلته ولا يقتصر حكم  
الاستعمال على السبلة الملاقية لسطح البنية

سببوں میں سے ایک پایا جا رہا ہے اور یہ اس لیے ہوا  
کہ مسح کا فرض اونی تری سے ادا ہو جاتا ہے کیونکہ مسح لگنے  
کو کہتے ہیں ذکر ہمارے کہ توحدث میں سے کوئی پیمز  
جنوٹ کہ برتن میں پانی لکھیں کہ نہ صرف برتن تک متعلق ہوتی  
اور اسی طرح اس سے قرینہ قائم ہوتی ہے تو اس پر  
استعمال کا حکم محدود ہو گیا اور اس سے یہ بات واضح  
ہوتی ہے کہ مسح میں حدث کا برتن میں باقی پانی کی طرف  
متعلق نہ ہونا اور استعمال کے حکم کا حدث تری تک  
محدود ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں طہر تری کی ضرورت ہے اسی سے  
فرض ادا ہو جاتا ہے اور اس سے قرینہ ادا ہو جاتی ہے  
تو اس سے پانی کو استعمال نہیں کیا بلکہ اس سے تری کو استعمال  
کیا بخلاف اس کے جس میں احوتا ضروری ہے کیونکہ  
اس میں بہانا ضروری ہے تو وہاں پانی کا استعمال بجا صرف تری  
کا نہیں ہوگا تو حدث برتن کے تمام پانی کی طرف  
متعلق ہوگا کیونکہ وہ حکم ہے اور استعمال کا حکم اس تری

على اقول قوله لوجود متعلق بالمتنوع  
صيرورة الماء مستعملا لوجود انزاله  
المحدث وان لم يشم واقامة القرية ايضا  
ان قوي متقية فلا يصير مستعملا وان  
وجد السبب امت وانما كانت هذا  
الانتفاء لا انه لم يستعمل الماء بل  
السبلة وذلك لان فرض المسح لا منه

اقل اسکا قول لوجود متعلق سے متعلق ہے یعنی پانی کا  
مستعمل ہونا حدث کے ازالہ کی وجہ سے اگرچہ  
نیت نہ کرے اور قرینہ اور اگر لکھی اگر نیت نہ کرے متعلق  
ہے تو مستعمل نہ ہوگا اگرچہ دونوں سبب ملے جائیں  
اور یہ انتفاء اس لیے ہے کیونکہ اس نے پانی استعمال  
نہیں کیا صرف تری استعمال کی اور یہ اس لیے ہے  
کہ مسح کا فرض انما منه

(د)

غفر له (د)

تک محدود نہ رہے گا جو ہر کی سطح سے متصل  
ہے کیونکہ قوی سے نہ بہانا حاصل ہوتا ہے نہ غسل،  
تو معاملہ ترفیق اللہ ظاہر ہو گیا۔ اس میں ان لوگوں کو  
حجرت نہیں جو طلق اور طلاق میں فرق نہیں کر سکتے تو اسکی  
بنیاد اس مسئلہ پر نہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں، اس پر طلق دلیل یہ ہے کہ  
ابو یوسف جو متصل پانی کی نجاست کے قائل ہیں وہ  
بیان نہایت کا قول نہیں کرتے، امام فقہیہ انفس نے فرمایا اگر ابو یوسف  
فرمایا پانی ہر اس چیز میں نجس ہوتا ہے جو دھوئی جاتی  
ہے، اور جب پر مس کیا جاتا ہے اس سے متصل شہو کا اثر  
مالا نکو ہمارے اسباب کا اجماع ہے کہ نجاست تھوڑے  
پانی میں مزیت کرتی ہے خواہ کم ہو یا زیادہ، چنانچہ سے  
اس پر تشریح کی گئی ہے کہ قائل کا جواب ہو گیا، اور  
ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ خلط کی طرح ہے  
طلق اور طلاق میں اور جو جواب میں نے ذکر کیا وہ بھی  
واضح ہو گیا یعنی یہ کہ غسل اور مسح میں فرق ہے اور  
اس کے استدلال میں میرا توقف کرنا اس لیے ہے کہ  
دلیل پیش کرنا مجتہد کا کام ہے، اور میں اس کا ظاہر کرنا  
لازم نہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں اللہ بہتر جانتا ہے میرے دل میں  
یہ خطرہ گزرا کہ اجسام عباد کا ہم نے پہلے کھا جو ہر فرد  
میں تہ بہ تہ ہیں حقیقت متفرق ہیں اور جسٹا متصل  
ہیں، اور دھونا ایسے جسم سے ہو سکتا ہے جو پانی کا

اظہار لامنت البلة لا يحصل بها اسالة ولا  
غسل فظہر الاصر وبالله التوفیق فلا حجة  
فيه للمسورين بين الملاقاة والعلق وليس  
جناہ علی تلك المسألة۔

اقول والدلیل القاطع علیہ امت  
ابو یوسف القائل بنجاسة الماء المستعمل لم  
يقل ههنا بالسريان قال الزمامة فقیہ النفس  
ابو یوسف رحمہ اللہ قائل انما يتنجس  
الماء في كل شئ يغسل اما ما يمسسه فبلا  
يصير الماء مستعملًا مع اجماع الصحابة  
ان النجاسة تسري في القليل بلا فرق بين  
الكثير منبها والقلیل وقد تقدم التفریح به  
عن البدائم فاندفع ما كان ذهب اليه  
وهل في بادي الراي امت سبیل المسألة  
سبیل الخلط في العلق والملاقاة واستند  
ما ذكرت جوابا عن صف الفرق بين  
الغسل والمسح اما توقف في وجهه فالوجه  
هنا المجتهد وليس علينا ابداءه۔

واقول يخطر ببالی والله تعالیٰ اعلم  
ان الاجسام كما قدمت جو اهر خسرة  
متراكمة متفرقة حقيقة متصلة حاد اصر  
الفصل لا يتأدى الا بجسم حاد ذي شخص صالہ

یہی سائل علی البدن سیلان فلا بد فیہ من  
اعتبار المحسوس وفي المحسوس الماء الحکائی  
فی محل واحد شیء متعلل واحد فحصل  
الاستعمال للمحل لعصول التلقی مکن کما فی نجاسة  
تورد علی الماء وانما سقط الحكم عن اکثر  
لأن الشرع جعله كالجارى فلا یتأثر ما لم  
یتغیر کما سبق تقریر حاصل ذلک اما المسموع  
فمجرد اصابة من دون اصابة فتکفی  
فیہ بواحد قرینة تقید بلة وهي منفصلة  
عما فوقها فیه قصر التقاء علیها ولا یتعدی الی  
سائر الاجزاء لعدم الحاجة الی ترک  
الحقیقة وبه استبان ما قالوا من قصر  
التقاء علی البلة وظهور الجواب عما ذکرت فیہ  
من النظر و اشار الیہ الصحف حیث اطلقت  
ابی الھمام بقوله فیہ نظر هذا ما عندی فی  
تقریرہ و جہد العقل و موعہ و یحتاج الی  
تطوین تقریرہ و کیف ما کان لاجبة فیہ  
للمسوی بل هو محجة علیہم لدلالة نحو  
ان قصر الحكم علی البلة دون بقية ما فی الایاء  
لعدم الحاجة فی السمع الی الاسالة فانادان  
فیما وظیفته الاسالة یعم الحكم جیم ما فی  
الایاء وهو المقصود -

فائدہ ۱۰: اقول و بالله التوفیق  
عن اللفظات الوضوء من الحوض و

برادر اس میں حج پر اور جسم پر ہوتا ہوا نظر آئے ، تو  
اس میں محسوس کا اعتبار ضروری ہے اور جس میں نہ پانی  
جو ایک جگہ پر متعلل واحد ہے تو کل پانی متعلل ہو گیا  
کیونکہ طاقہ کل سے ہی ہے ، جیسے کہ وہ نجاست جو  
پانی پر وارد ہوا وہ کل کثیر سے اس لیے ساقط ہو گیا  
کیونکہ شریعت نے اس کو جاری کے حکم میں رکھا ہے  
توجہ تک اس میں تغیر نہ ہوتا نہ ہو گا جیسے کہ اسکی  
تقریر گزری اور مسج میں صرف پانی کا لگانا ہے نہ کہ  
بہانا ہے ، تو اس کے لیے قریب جو اہر ہونا کافی ہے  
جس سے تری پیدا ہوتی ہے اور وہ جو اہر اوپر والوں سے  
جہاں تر طاقہ اسی پر منحصر ہے لی اور باقی اجزاء کی  
طرف منتقل نہ ہو گی کیونکہ ترک حقیقت کی حاجت نہیں اور  
یہیں سے معلوم ہو اگر طاقہ صرف تری تک محدود ہے  
جیسا کہ فقہائے فریاء اور جو نظر میں نے ذکر کیا ہے اس  
سے جواب ظاہر ہو گیا اور محقق نے اس کی طرف اشارہ  
کیا کہ کہ ابن ہمام نے فرمایا اس میں نظر ہے پھر نہ ایک تقریر  
یہی ، ہر صورت ان کیلئے اس میں کوئی حق نہیں جو ملحق اور  
طلاق میں برابری کے قائل ہیں ، بلکہ یہ اُن کے خلاف  
حجت ہے ، کیونکہ اس کا لغوی اس پر لائن کرتا ہے  
کہ حکم تری پر منحصر ہے ، جو برتن میں باقی ماندہ پانی ہے  
اس پر نہیں ہے کیونکہ مسج میں اسالہ کی ضرورت  
نہیں ، تو انہوں نے بتایا کہ جہاں بہانا ہوتا ہے وہاں  
حکم برتن کے تمام پانی کو عام ہوتا ہے اور یہی مقصود ہے (ت)  
فائدہ ۱۱: میں تفریق الہی کرتا ہوں یہاں دو لفظ ہیں  
الوضوء من الحوض اور الوضوء فی الحوض - قاسم نے

به غير العلامة قاسم تسامعاً وفي الحوض ديه  
غير العلامة اين الشحنة ومسوى بينهما البحر  
فتاسمة يقول من كصد ومقالته واسم  
رسالته واخرى في كطاولي عيارته و  
قد علمت ان الثاني يحتمل وجهين الوضو  
خارج به بحيث تقع الغسالة فيه ولو بعد  
الجهريان على الارض والوضو فيه بنفس  
الاعضاء ذاك ملق وهذا ملق واللفظ  
الاول يحتمل ثلثة وجوه هذين والوضو  
خارج به بالاخرات منه بحيث لا تصل  
الغسالة اليه كالوضو من يترن مسزم و  
هذا الثالث على ثلثة وجوه الاختراف  
باتاء بحيث لا يصيب شيء من يده السماء  
و باليد لعدم اتاء ادمع وجوده حالاً ولى  
جائز بالاجماع ولا يترهم طرق غل  
به الحب السماء وكذا الثاني لكان الضرورة  
الاغداد غل ان يبد من قدر الحاجة  
او قدرها للاختراف ثم نرى الفصل فيه فاه  
هذين يوردان الى صورة الغسل كالثالث  
ففي هذه الاس بعينها الماء كله مستعملاً

تسامع سے کام لیتے ہیں من الحوض سے تعبیر کیا اور ابن الشرح  
نے الوضو فی الحوض سے تعبیر کیا اور کرتے ان دونوں کو برابر کیا،  
کبھی تو میں کہتے ہیں، جیسا کہ انھوں نے اپنے مقالہ  
کی ابتداء اور رسالہ کے نام میں، اور کبھی فی استعمال  
کیا جیسا کہ عبارات کے درمیان میں کیا۔ اور آپ  
جائے چکے ہیں وہ سراد و جوں کا احتمال رکھتا ہے،  
ایک وضو کے باہر اس طرح کہ وضو نہ ہو جس میں گے  
خواہ زمین پر بہر کر جائے اور ایک بہر وضو اس طرح کیا جائے  
کہ حوض میں احضاد ڈوبے ہاتھ وہ طاق ہے اور یہ  
طاق ہے اور پہلا لفظ تین وجہ کا قائل ہے، دو تو  
یہی اور تیسری یہ کہ حوض کے باہر بیڑ کو حوض سے چڑھ  
پانی نہیں اس طرح کہ وضو نہ ہو جس میں گے جیسے نرم  
کے کنیر سے کیا جاتا ہے۔ اور اس تیسری وجہ میں  
بھی تین وجہ ہیں ایک تو یہ کہ برتن سے پانی میں طرح  
کو ہاتھ پانی کو نہ ملے، دوسرے یہ کہ ہاتھ سے لیں جبکہ  
برتن نہ ہو، تیسرے یہ کہ ہاتھ سے لیں لیکن برتن کو نہ ہوتو پہلا  
اور حاج جائز ہے اور اس کے پانی میں غل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا  
دوسرا بھی جائز ہے کیونکہ ضرورت ہے، ہاں اگر ضرورت  
سے زائد ہاتھ داخل کیا یا بعد ضرورت والا پھر اس  
میں غسل کا ارادہ کیا تو یہ دونوں صورتیں ڈوبنے کی ضرورت

سواء ای او خالی الزاماً علی قدر حاجۃ  
الاختراف و نية الغسل فيه والاختراف  
ببید محدثة مع وجود الماء والوضو  
فيه بغسل الاعضاء منه غفر له۔ (م)

یعنی چھو کی مقدار سے زیادہ داخل کرنا اور پانی میں دھونے  
کی نیت کرنا اور برتن کے ہوتے ہوئے محدث ہاتھ کے  
تو پلے پانی نکالنا اور پانی میں احضاد ڈال کر وضو کرنا  
اور نہ غفر له (ت)





مسئلہ ۳۰ مسئلہ مولوی نذیر امام صاحب مدین ہسوانی ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۴۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص خسل جنابت کی حاجت میں خسل حوض میں گرے تو حوض پلید ہو جاتا ہے گایا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ حوض میں کوئی شخص متواتر گھسے تو پلید ہو جاتا ہے بکر کہتا ہے آدمی پاک مٹا گھسا تو نہ پلید ہوتا ہے نہ مکروہ نمایاں نجاست سے رنگ بومزہ بدل جائیگا تو پلید ہو جائیگا۔ بینوا تو جروا۔

## الجواب

حوض کتنا ہی چھوٹا پانی کتنا ہی کم ہو کسی پاک صاف آدمی کے جانے نہانے سے جس کے بدلہ پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ لگی ہو ہرگز ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اسے نہانے کی حاجت ہی ہو اگرچہ وہ خاص ازادہ جنابت ہی کی نیت سے اُس میں گیا ہو ہمارے ائمہ کے صحیح و معتد و مفتی بر مذہب پر خسل بھی اُتر جاتا ہے گا اور حوض بھی بدستور پاک رہے گا اور اگر آپہ حوض مانے کثیر کی مقدار پر ہے جب تو جنب کے نہانے سے مستقل ہر نامہ کنارہ جابجہ تمام اتزہ کرام کسی نجاست حقیقیہ کے گرنے سے بھی ہرگز ناپاک نہ ہوگا جب تک اس قدر کثرت سے نجاست نہ گرے کہ اس کے رنگ یا بومزہ کو بدل دے اسی پر فخریٰ ہے یا ایک قول پر اُس کا نصف یا اکثر نجاست مرتبہ ہو کر گرنے سے بتنا پانی تو جابجہ قلعہ تمام اُمت محمدیہ علی سیدہ بافضل التسلوۃ والتمیۃ آب کثیر ہے کہ بغیر اُس تغیر یا مردہ کے کسی طرح ناپاک نہیں ہو سکتا جیسے دہلی میں مسجد فقہوری کا حوض جس میں جنازے لائی جاتی تھیں سب لہر ٹھہرے برے پانی میں ہمارے علماء کے دو قول ہیں،

(۱) جس پر آدمی کا دل شہادت دے کہ ایک کنارے کی پڑی ہوئی نجاست کا اثر دوسرے کنارے تک نہ پہنچے گا اُس کے حق میں وہی کثیر ہے اور اثر نہ پہنچنے کا معیار یہ کہ ایک کنارے پر وضو کیا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی فرات سے اوپر نہ ہونے لگے نری حرکت یا دیر کے بدلہ پانی کے اٹھنے بیٹھنے کا اعتبار نہیں۔

(۲) جس کی مساحت سطح بالائی وہ درودہ یعنی اُس کے طول و عرض کا سطح سوا تھہ ہو اور گہرائی اتنا کہ لُپ میں پانی لینے سے زمین نہ گھسے وہ کثیر ہے ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اصل مذہب وہی قول اول ہے اور عام متوہی مذہب نئے قول ثانی اختیار کیا اور بحکمت مشایخ اعلام نے اُس پر فتویٰ دیا بہر حال یہ قول بھی باقی تمام مذاہب کے اقوال سے زیادہ احتیاط رکھتا ہے۔ آئی اگر پانی مقدار کثیر سے کم ہے تو اجماع کتنی ہی ذرا سی نجاست اچھبہ خفیہ کے گرنے یا کسی ایسے شخص کے نہانے سے جس کے بدن پر کچھ بھی نجاست حقیقیہ لگی تھی ضرور بالاتفاق ناپاک ہو جائیگا اور ہمارے جمیع ائمہ مذہب کے مذہب صحیح و معتد پر جبکہ اُس سے کوئی فرض طہارت مطلقاً ہو (مثلاً جنب نہانے یا محدث وضو کرے یا بغضورت طہارت مثلاً پلو میں پانی لینے کے سوا صاحب حدث کے کسی بے وجہ گئے

عضر کا جسے دھونا ضرور تھا کرتی جڑ کسی طرح اگرچہ بلا قصد اُس سے دُھل جاسے) یا بریت قربت استعمال میں لایا جائے  
 و مشکلاً و دھوا آدمی و ضررے تازہ کی نیت سے اُس میں کسی عضو کو خط و سے کہ دھوئے) سارا پانی مستعمل ہو جائیگا  
 کہ پاک تو ہے مگر غسل دو عضو کے قابل نہ رہا بیب حوض صغیر میں یہ صورت واقع ہو تو اس کے مطہر کرنے کے لیے  
 دو باتوں میں سے ایک کرنا چاہئے یا تو مطہر پانی مستعمل پر غالب کر دینا یا حوض کو لبریز کر کے مطہر پانی سے بہا دینا  
 اولیٰ کی صورت یہ ہے کہ حوض میں خود ہی اُس شخص کے ہنساتے یا بے دُھلا عضو بلا ضرورت ڈالتے وقت نصف حوض  
 سے کم پانی تھا تو اب مطہر پانی سے بھر دیں کہ یہ مستعمل ہے زیادہ ہو گیا اور اگر اُس وقت نصف یا زیادہ حوض میں پانی تھا تو  
 پچھلے اتنا پانی نکال دیں کہ حوض کا اکثر حصہ خالی ہو جائے پھر مزید تک بھر دیں مثلاً برابر حوض کو زید یا لکھنوی مساحت رکھنا  
 و دگر گرا ہے اور اس شخص کے ہنساتے وقت اُس میں گز بھر پانی تھا تو پاؤ گز پانی نکال دیں اور مشرور گز تھا تو سوا گز  
 کھینچ دیں کہ بہر حال سوا سوا گز خالی اور پچھلے سولہ میں پانی رہے پھر نئے پانی سے بالاب بھر دیں اور دوم کی شکل یہ  
 کہ حوض میں اُس وقت پانی کتنی ہی ہو اُس میں سے کچھ نہ نکالیں اور نیا پانی اُس میں پہنچاتے جائیں یہاں تک کہ کناروں  
 سے اُبل کر بہ جاسے یہ دو شرائط تھیں ناپاک حوض کے پاک کرنے میں بھی کفایت کرتا ہے جبکہ ناپاک چیز نکالنے کے قابل نکال کر  
 پانی سے اُبل کر بہا دیں یا ہر گز اُس وقت حوض میں پانی نصف سے جتنا کم ہو پہلا طریقہ آسان تر ہو گا و دگر گز  
 حوض میں اُس وقت چار ہی گز پانی تھا تو صرف چار گز پانی اور پہنچا کر چند ڈال زیادہ ڈال دیں کہ مستعمل سے مطہر اکثر  
 ہو گیا اور اس وقت پانی نصف سے جتنا زیادہ ہو دو شرائط سب سے زیادہ آسان ہیں نکال کر نہ پڑے گا اور کم حصہ  
 خالی ہے جسے بھر کر پانی ہو گا اور جہاں دونوں صورتیں دشواری و حرج صریح رکھتی ہوں وہاں اگر قریب بعض علاقہ پر عمل  
 کر کے اُس میں سے بیس ہی ڈال نکال دیں تو امید ہے کہ ای ش ۱۰ اللہ تعالیٰ اسی قدر نکالی ہو یہ یہی اللہ سبحہ  
 الیسر و لا یرید بکم العسر (اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ ت) اور سب سے زیادہ صورت ضرورت  
 یہ ہے کہ وہاں کنواں نہ ہو جتنے حوض بھرا ہو اور ہو گیا مستعمل اب اُس کے بہانے یا مستعمل پر مطہر پڑھانے کے لیے پانی  
 کہاں سے لائیں لہذا اس صورت کا لاشہ پر عمل ہو گا و باللہ اللہ فیت۔

و تمنا میں ہے و

لا یجوز (ای موقع الحدث) بقاء استعمال	جائز نہیں (یعنی رفع حدث) اُس پانی سے جو حدث
لا یجوز قربۃ او استقاء حوض یا من یمن عمل	دُور کرنے یا قربت حاصل کرنے کے لیے استعمال میں لایا گیا
یمنہ او رجلیہ فی حب لغیر اختلاف و نحوہ	مثلاً یہ کہ اپنا ہاتھ یا پیر کسی گڑھے میں داخل کر دے
اذا انفصل عن عضوہ ای لم یستقر علی المذہب	اور اس کو مقصود چلو بھر کر پانی لینا نہ ہو تو وہ عضو
و هو طاهر ولو من جنب و هو الطاهر	سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جائے گا خواہ اس پر

لیس بطور محدث علی المعتمد محمد بن الفضل  
 نے بتو لا نجس علیہ الاصح انه طاهر  
 والمام مستعمل<sup>۱</sup> ملقطا۔  
 بے وضو کسی کنویں میں غوطہ لگاسے اور اس کے جسم پر کوئی نجاست نہ ہو اس پر ہے کہ وہ پاک ہے اور پانی مستقل  
 ہے اور ملقطا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے ،

قوله الاصح هذا القول ذكره في الهداية  
 برواية عن الامام قال الزيلعي والهيدي  
 وغيرهما تبعا لصاحب الهداية هذه  
 الرواية اوفق الروايات وفي فتح القدير  
 وشرح المجمع انها الرواية المصححة  
 قال في البحر فصل من المذهب المختار  
 في هذه المسألة ان الرجل طاهر والماء  
 طاهر غير طهور<sup>۲</sup> مضمنا  
 رد المحتار میں ہے ،

الظية لو الغائط مما شلا يستعمل بالاجزاء  
 فان المطلق اكثر من النصف جاز التطير  
 والا<sup>۳</sup> ملقطا۔  
 رد المحتار میں ہے ،

اي وان لم يكن المطلق اكثر من النصف  
 او مساويا لا يجوز<sup>۴</sup>۔  
 یعنی اگر مطلق زیادہ ہو مثلاً یہ کہ کم ہو یا مساوی تو  
 جائز نہیں اور (ت)

۳۷/۱	مجتہد فی دہلی	باب النیاء	۱
۱۴۸/۱	مصطفیٰ البانی مصر	"	۲
۳۴/۱	مجتہد فی دہلی	"	۳
۱۳۴/۱	مصطفیٰ البانی مصر	"	۴

در مختار میں ہے :

يجوز بجاء وقت فيه نجاسة ان يهرأثره  
و هو طعم او دية او لون ( ظاهره يصح الجيفة  
و س جحه الكمال وقال تلميذه قاسم انه  
المختار وقوا في النهرواقره المصنف و في  
القهيستان في عن المضمرات عن النصاب و  
عليه الفتوى وقيل ان جبري عليه  
نصفه فاكثر له يجوز وهو احوط ( وكذا )  
يجوز ( براكه ) كثير وقع فيه نجس لسم  
بأثره ولو لموضع وقع المبرثية  
به يفتي بهو ( والمصنوع ) في مقدار  
الراكه ( اكبر راي ) المبتلى به ( فان غلب  
على ظنه عدم ظهوره النجاسة الم  
المجانب الاخرى ( لا لا ) هذا هو  
الرواية وهو الاصح خاية وغيره و في  
النهي ان اعتبار العشر اضبط ولا سيما  
في حق من لا شيء له من العوام فكذا افاق  
به المتأخرون الاعلام اه مختصرا .

وضوحاً ہے اس باری پانی سے جس میں نجاست گری  
اور اس کا اثر یعنی مزہ، بو یا رنگ اس میں ظاہر  
نہ ہو، بظاہر یہ مردہ کو بھی عام ہے، کمال نے اس کو  
ترجیح دی ہے اور ان کے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی  
مختار ہے، اور نہر میں اس کو تقویت دی اور مصنف  
نے اس کو برقرار رکھا، اور قہستان میں مضمرات  
سے نصاب سے منقول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور  
کہا گیا کہ اگر اسی پر اُدھایا زائد ہماری ہوتو جائز نہیں  
اور یہی احوط ہے (اور اسی طرح) جائز ہے (نہر سے پانی)  
کثیر پانی سے جس میں نجاست گری ہو اور اس کا  
اثر غیر مرقی ہو خواہ اُس جگہ سے ہو چاہی نجاست نظر  
آتی ہو۔ اسی پر فتویٰ ہے بحر (اور معتبر) ٹھہرے ہوئے  
پانی کے مقدار میں (جس طرف راستے کا دھماں ہو)  
یعنی اس شخص کی راستے جو اس معاملہ سے مشغول ہے  
(اگر اس کو یہ ظن غالب ہے کہ نجاست یہاں سے تجاوز  
کر کے دوسری طرف نہیں گئی ہے تو جائز ہے اور نہ  
نہیں) یہ ظاہر روایت ہے اور یہی صحیح ہے غایتِ خلاصہ  
میں۔ اور نہر میں ہے کہ دس ہاتھ کا اعتبار کر لینا زائد مناسب  
سلسلہ میں کوئی راستہ نہیں ہوتی ہے، اسی لیے متاخرین علما نے اسی پر فتویٰ دیا ہے (مختصراً۔ دت)،  
رد المحتار میں ہے :

جاءه وغيره میں ہے کہ بڑا تالاب وہ ہے کہ جس کے  
ایک کنارہ کی حرکت سے دوسرے کنارے کی حرکت

في الهداية وغيره ان الطير العظيم حالاً يترك  
احد طرفيه يتحرك الطرف الآخر و في

في المعراج اند ظاهر المذهب وفي الزيلو ظاهر  
المذهب وقول المتقدمين حق قال في  
الهدائم والمحيط اتفقت الرواية عن أصحابنا  
المتقدمين انه يعتبر بالتحريك وهو ان  
يرتفع وينخفض من ساعته لا بعد السكوت  
ولا يعتبر اصل الحركة والمعتبر حركة الوضو  
هو الاصل محيط وحادي القدسي ولا يخفى  
عليك ان اعتبار المخلو من غلبة النبل لا تقدير  
شيء مختلف في الظاهر لا اعتبار بالتحريك  
لان غلبة الظن امر باطني يختلف وتحريك  
الطرف الاخر حسي مشاهد لا يختلف مع ان  
كلامها منقول تحت ائمة الثلاثة في ظاهر  
الرواية ولم امر من حكم على ذلك يظهر  
التفريق بان المراد غلبة الظن بانه لو حرك  
فوصل الى الجانب الاخر المراد حركه العقل  
بالفصل فليست املا مخلصا -

اقول هذا الذي ابداه من التوفيق  
حسي بانقول حقيق فامث من وجده في  
البدية ما في احد جانبيه نجاسة فصل  
يوصلان يتوسطان في الطرفين الاخر  
يجرب على نفسه انه يتحرك امر لا فان وجد  
يتحرك فليجانب و اي شيء يجنب وقد

نہ ہو، اور معراج میں ہے کہ ظاہر مذہب یہی ہے۔  
اور قول میں ہے کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور متقدمین  
کا قول ہے، یہاں تک کہ بدائع اور محیط میں ہے کہ  
ہمارے اصحاب متقدمین کی روایت اس پر متفق ہے  
کہ اعتبار ہلانے کا ہے اس کے ساتھ ہی پانی اور نیچے جھٹکے  
کے ذکر و تردد، اور عام حرکت کا اعتبار نہیں، اور معتبر وضو  
کی حرکت ہے ویسی اصح ہے، محیط اور حادی قدسی۔  
اور تجزیہ پر یہ بات غنی نہ ہوتی چاہئے کہ غالب ظن کا اعتبار با تغییر و  
یظاہر میں حرکت کے اعتبار کے مخالف ہے کیونکہ غلبہ ظن ایک باطنی امر ہے  
جس میں اختلاف ہوتا ہے، اور دوسرے کثرت و حرکت دینا  
ایک حسی ہے جس کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اس میں کثرت و اختلاف نہیں ہوتا پھر  
یہ دونوں چیزیں ہمارے ائمہ ثلاثہ کے ظاہر و روایت  
میں منقول ہیں اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس  
پر کلام کیا ہو، اس میں تطبیق کی شکل میرے نزدیک  
یہ ہو سکتی ہے کہ جب بالفصل تالاب کو حرکت دی جائے  
تو اس امر کا غلبہ ظن ہونا چاہیے کہ اگر حرکت دی جاتی  
تو دوسرے کنارے پر حرکت پیدا ہوتی غلبہ ظن مخلصا۔  
میں کہتا ہوں تطبیق کی جو شکل انھوں نے  
پیش کی ہے نہایت مستحسن ہے کیونکہ اگر کوئی شخص  
جنگل میں پانی کا تالاب پائے جس کے ایک کنارے پر  
نجاست ہو تو اب کیا یہ معتزلت بات ہوگی کہ اسے حکم  
دیا جائے، جاؤ اس کے دوسرے کنارے سے وضو کر کے  
تجوید کر کے کیا اس طرح دوسرے کنارے پر حرکت ہوتی ہے

یا نہیں ہے اب اگر حرکت محسوس کرے تو وضو نہ کرے اور  
اب پنج کیے سکتا ہے جبکہ اس کے احضار اس گندے  
پانی میں ملوث ہو چکے ہیں۔ لہذا غلبۂ ظن سے مراد یہی ہے  
کہ اگر وہ وضو کرے تو دوسرے حصہ پر حرکت ہوگی، تو  
پہلے قول میں مقصود کا بیان ہے اور یہ معرفت کا بیان ہے  
کیونکہ گناہ مست کا دوسری جانب پہنچنا ایک باطنی امر  
اس پر اطلاع نہیں ہوتی ہے، اور حرکت کے پہنچنے سے  
معلوم ہوتا ہے جہاں اس کا گناہ ہے وہاں اس کا  
بھی ہے اس کا نہیں تو اس کا بھی نہیں، پھر کنیز  
کے بارے میں یہ منقول ہے کہ اگر بلہ وضو یا جنب  
کنیز میں غوطہ لگائے تو اس سے بیس ڈول پانی نکالا  
جائے گا۔ رد المحتار میں وہاں یہ منقول ہے کہ محمد کا  
مذہب یہ ہے کہ طوریت سلب ہو جائے گی، اور شخص کے  
نزدیک کسی بھی صبح ہے، تو اس سے بیس ڈول نکلے جائیں گے  
تاکہ وہ طور ہو جائے اور فرمایا اور محدث میں جنب بھی  
شامل ہے، پھر فقہاء میں یہ اختلاف واقع ہوا کہ جو  
صہر کے شافعی نے قمارس سے نقل کیا کہ اس سے  
مراد بڑا عرض ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ کنیز کی طرح ہے  
تو اس کا کچھ پانی نکالنا کافی ہو گا یا زیر (سوتا) کہ طرح  
ہے اور کل پانی نکالنا ہو گا اور اس کی سطویں کو بھی  
دھونا پڑے گا، پہلے قول کے مطابق علامہ عربی نجیم  
صاحب نہر کے بعض معاصرین فتویٰ دیا اور فقہاء اس خلاف  
استدلال کیا کہ انہوں نے کنیز میں سوتے والے اور

ثلاث فاذا لم يمسح بالبراء الا ان يغلب على ظنه  
انه امت توفضاً تحرك فمات في القول الاول  
بيان للمقصود وما احتيايا ليعرفه فامتن  
خلوص النجاسة امر باطن لا يوقف عليه  
ووصول الحركة يعرفه فما يظن فيه هذا  
هو المظنون فيه ذلك وما لا فلا تسحر المنقول  
في البراءة النفس فيها محدث ولو جنباً من عشرين  
دلو اقل مرد المعتامر عن الوضوء نية مذهب  
محمد انه يسلبه الظهورية وهو الصحيح  
عند المشيخين فيزعم منه عشرون يصير طهوراً  
او قال والمراد بالمحدث ما يشعل الجنب  
ثم وقع بينهم النزاع في ان الصريح وهو على ما  
نقل اشافعية عن انعاموس المحض الكبير  
على حكاية لبرقي في فيه نزوح البعض حيث يكفي  
امر كالزير فيجب اخراجه الكل وغسل السطوح  
للتطهير بالاول افاق بعض معاصري العلامة  
حسن بنت نجيم صاحب النهر متفككا باطلا فهم  
البئر من دون تقييد بالمعصين ورد في  
النهر تبعاً ليهي بما في البدائع والكافي وغيرهما  
من ان الفأرة لو وقعت في الحب يهراق الماء  
كله قال ووجهه ان الاكثاف ينزح البعض  
في الايام على خلاف القياس بالاشارة  
فلا يلحق بها غيرها ثم قال وهذا الرد انما

یتم بناء علی انه الصهر یج لیس من مسمى البئر  
فی شیء اھ قال الشامی ای فاذا ادعی دخولہ فی  
مسمى البئر لایكون مخالفا للامار و یؤید ما  
قد متنا من ان البئر مشتقة من بآسرت اے  
حضرت والصهر یج حفرۃ فی الارض لا تصل  
الی دلہ ماہا بخلاف العین والحب والخواص  
والیہ مال العلامة المقدسی فقال ما استدلل  
بہ علی البئر لای یخفی بعدہ و این الحب من  
الصهر یج لاسیما الذی یسمی الوفا من الذکا اھ  
لکنہ خلط ما فی النصف ونصف اما البئر ففی  
القیل لھا مواد من اسفلھا ای لھا مایہ تعدد  
تغیر من اسفلھا ولا یخفی انہ علی حدہ ان یخفی  
یخرج الصهر یج والحب والابار القی تمسک  
من المظاہر من الانھار اھ مافی ما لاحتار  
باختصار۔

بغیر سوتے والے میں فرق نہ کیا، اس کو نہر میں بھر کی  
مساہت میں رو کیا، کیونکہ بدائع اور کافی وغیرہ میں  
کہ گڑھے میں چوہا گر جلتے تو کل پانی نکالا جائے گا  
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کنویں سے کچھ پانی کا نکالنا  
خلاف قیاس ہے اور آثار کی وجہ سے ہے تو کنویں  
کے علاوہ کسی اور چیز میں یہ خلاف قیاس نہ چلے گا،  
پھر فرمایا یہ رد اس بنا پر ہے کہ صہریک پر بئر کا اطلاق  
نہیں ہوتا اھ شامی نے کہا یعنی جب یہ دعویٰ کیا جائے  
کہ اس پر بھی بئر کا اطلاق ہوتا ہے تو آثار کے خلاف  
نہ ہو گا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بئر  
بآسرت سے مشتق ہے یعنی حضرتؑ نے  
کہنا، صہریک اس گڑھے کو کہتے ہیں جس کی پانی تک اتر  
نہ پہنچا ہو، عین، حب، وحن اس کے برعکس ہے  
اور اسی طرح علامہ شامی مائل ہوتے ہیں، اور فرمایا  
جس سے بئر نے استدلال کیا ہے اُس کا بعد تحقیق نہ ہوتا

اور حب اور صہریک میں بڑا فرق ہے خاص طور پر وہ جس میں غاؤل کی گنجائش نہ ہو اور گریہ نعت کے خلاف ہے اور اس کی  
جہارت یہ ہے اور کنواں وہ ہے جس کے نیچے سے سوتے ہوں اھ یعنی نیچے سے پانی نکلتا رہتا ہو اھ یعنی غار سے  
کہ صہریک، حب اور کنویں جو بارش سے بھر جاتے ہیں یا نہروں سے وہ اس تشریح خارج ہیں اھ رد المحتار (مستند)  
اقول و کون البئر من الباس یقتضی اھ

میں کہتا ہوں بئر کا بآسرت سے مشتق ہونا  
اس کا مقتضی ہے کہ بئر کو بئر اچھو نہیں کہہ سکتے اور بئر کو بئر  
اسکو نہ بھونا جو انہوں نے غار و درجہ بئر کے جامع میں حکایت کیا،

کل بئر محفوظ لان کل محفوظ فیہ ولا تنس  
ما حکوہ فی القارورة والجرجیر فی السدر

۱۵۹/۱	مصنف البانی مصر	فصل فی البئر	رد المحتار
۱۵۹/۱	"	"	رد المحتار
۱۵۹/۱	"	"	رد المحتار

الصغار عن حواشي العلامة الغزالي صاحب التفسير  
على الكنز عن القنية انت حكم الركية كالبيتر  
على الفوائد ان الحب المظنود اكثره  
الارض كالبيتر قال في الدرر عليه فالصهر  
والزير الكبيد يزج منه كالبيتر فاعتقم هذا  
التحريك قال انشائي الركية في العرف بيتر  
يجتمع ماؤها من المطر فهي بمعنى الصهر  
قال وهذا اصله في الصهر يزج <sup>فصل</sup> وفي الزير لخر وجه  
عن معنى البيتر ذكرى اكثره مظلوم اي مد فونا  
في الارض لا يدخله فيه لاسر فاء لافضة  
وما في الفوائد معارض باطلاق ما صرحت  
البدائع والكتاب وغيرهما وخرق ظاهر بينه وبين  
الصهر يزج كما قد منا عن المقدسي انه مختص

اور اس میں اور صہریک میں واضح فرق ہے جیسا کہ ہم نے مقدسی سے نقل کیا ہے مختصراً - (ت)  
اقول هذا أصل الحب المظنود بكتاب لکن  
لا يظهر التفرقة بين المحرض والصهر يزج  
فان عدم وصول اليد الى الماء ليس له خلافة  
معنى البيتر ولا الصهر يزج وانما البيتر كسب  
ذكر من البأس بمعنى المحضراء منه بمعنى الاخذ  
ويختلف قرب ماؤها وامتدادها باختلاف الارض  
والفصول في الاراضى الهندية وابان المطر

اور در مختار میں حواشی علامہ غزالی صاحب تفسیر  
کنز پر قید ہے کہ "رکیہ" کا حکم کنویں کا سا ہے  
اور فائدہ ہے کہ حسب طور کا اکثر حصہ اگر زمین کے  
اندہ ہو تو وہ کنویں کی طرح ہے در میں فرمایا اس سے  
معلوم ہوتا ہے کہ صہریک اور زیر کیر سے کنویں کی طرح  
پانی نکالا جائے گا اس تحریر کو ضمیمت جانوادہ شامی  
نے فرمایا کہ کیر عرف میں اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں  
بارش کا پانی اکٹھا ہو جاتا ہے قریہ صہریک کے معنی میں  
ہے۔ فرمایا یہ صہریک میں مسلم ہے زیر میں نہیں کیر نہ  
اس پر بزرگ کا اطلاق نہیں ہوتا ہے، اور اس کا بیشتر  
حصہ زمیں میں مدفون اور دھنسا ہوا ہوتا ہے لہذا وہ عرفاً  
اور لفظ کنواں نہیں ہے، اور جو فائدہ میں ہے وہ پراگ  
اور کئی دوسرے کے اطلاق کے معارض ہے

میں کتا بڑی یہ ایک اچھی بات ہے لیکن اس  
سے عرض اور صہریک میں فرق ظاہر نہیں ہوتا کیر کا پانی  
ایک ہاتھ کا نہ پہنچ سکتا کنویں کے مفہوم میں شامل  
نہیں ہے اور نہ صہریک کے مفہوم میں ہے جیسا کہ  
ہم نے ذکر کیا بد بآد سے ہے جس کے معنی کھودنے  
کے ہیں، یا بمعنی ذخیرہ کرنے کے ہیں، اور اس کے  
پانی کا قریب و بعید ہونا زمین اور موسموں کے اختلاف سے

علی ناظر الی قولہ السابق بخلاف العین والحب المحرض  
الحب والمحرض احسنه (م)  
کی طرف نظر رکھتا ہوا (ت)

کہ رد المحتار، فصل فی البئر، مصطفیٰ البابي مصر ۱/ ۱۵۹  
کہ رد المحتار، جتبیاتی و بی ۱/ ۳۹



يقرب جدا كما يجا بقرب الانه سر انكياس حقي  
 ما أينا من الأباس ما ينال ما وها با لا مبدى و  
 اذا سالت السيول توحته واستوت بالاس حقي  
 وحى القى قسى بالهندية چو ما والخيافى  
 كشذا ما تكون بصيدة القوس حقي اذا حلت  
 الى قدس النصف او انريد منه قليلا لا تصل  
 الايدى الى ما نفا واذا امتلأت وصلت وكذلك  
 الزير انكبير وما الصهر يجر الا حوضا يجمع  
 فيه الماء كما س آيتة في فحش القاموس وعليها  
 شرح في تاج العروس ومثله في مختار الرازي  
 وفي الصراح صهر يجر بانكسر حوضچه آب  
 او وحلى ما اثرتم حيا القاموس هو الحوض الكبير  
 يجمع فيه الماء وهذا ايضا لا يزيد على الحوض  
 بقيد الكبير والحوض حوض صغير ولا شك  
 ان الصهر يجر وان بعد قصره يملؤه الواد  
 اذا سالى فترا ما يتدفق بماء سلسال وقد قال  
 ذو الرمة

صوادي النعام والاحشاء خافقة

تناول النعيم ارشاف الصهر يجر

فاذا كانت الابل ترشفت ارشافها يشغها  
 فما بال الايدى لا تصل الى مياهها والعلاء  
 المقدس انما يميل الى التفرقة بين الحب  
 والصهر يجر بالحرج البين في تفرقة الصهار  
 وغسلها ونشها كاليزج خلوف الزير واليه  
 يشير قوله لا سيما الذي قسم الوفا اذا حلت

ہوتا ہے چنانچہ ترزینوں اور بارش کے موسم میں بہت  
 قریب ہوتا ہے خاص طور پر بڑی بڑی نہروں کے قریب  
 یہاں تک کہ ہم نے بعض کنویں ایسے دیکھے جن میں  
 سے ہاتھ سے پانی نکالا جاسکتا ہے اور سیلاب کے  
 موسم میں تو یہ کنویں نہ تک بھر جاتے ہیں ہندی میں  
 اس کو چریا کہتے ہیں اور کسی حوض کی گرائی زیادہ  
 ہوتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ آدھے بھر جائیں  
 یا اس سے ذائد تب بھی ان کے پانی تک ہاتھ نہیں  
 پہنچ پاتا ہے، جب بھر جاتے ہیں تب ہاتھ پہنچتا ہے  
 اور یہی حال بڑے بڑے زیرکاسے اور صہریک بڑے حوض  
 کو کہتے ہیں جس میں پانی اکٹھا ہو جاتا ہے، میرے  
 قلموس کے لغز میں یہی ہے اور تاج العروس میں  
 اس کی شرت ہے، اور یہی چیز مختار الرازی میں ہے اور صراح  
 میں ہے صہریک بانکسر پانی کا چھوٹا حوض اور جس کو  
 تم نے جو قلموس کے حوالے سے ذکر کیا  
 ہے کہ صہریک بڑا حوض ہے جس میں پانی جمع  
 ہوتا ہے اور یہ بھی حوض ہی ہے، صرف بڑا ہو گیا  
 اور حوض تو حوض ہی ہوتا ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا،  
 اور اس میں شک نہیں کہ صہریک خواہ کتنا ہی گہرا  
 اس کو دای بھرتی ہے، جب وہ بھر جاتا ہے تو  
 اُس سے پانی اُچھل کر نکلتا ہے ذوالرثر نے کہا ہے  
 صوادی النعام والاحشاء خافقة  
 تناول النعيم ارشاف الصهر يجر  
 (پتل کرو الی اشرف عورتیں اس طرح میراب ہوتی ہیں  
 جیسے پیاسے اونٹ حوضوں کے بغیر پانی کو پیتے ہیں)

هذا فاعلم اننا لم نقصرنا في الصلاة على ما نرى من  
العلاقات قاسم والبعد وتبعه كثير من جاء  
بعد من الاعلام ان المستعمل ليس  
الاصلا في الهدى لم نحتاج الى الاصر  
بنفسه في العلاقات الملاقاة اقل بكثير  
من الباقي فالطهوية لم تطلب حتى تطلب  
لكنه خلاف نصوص ائمة المذاهب المنقول  
في الكتب المعتبرة اجابهم عليهم فوجب  
الرجوع الى المذهب واعتبر في الخلاف بين  
انه كالمبتدأ او كالمستعمل بالامر عند  
المعبر وبالاجراء او تفريغ الاكثر حيث لا  
خرج من يصير جارا او المطلق اكثر اجزاء  
وباجماع يجهز في الطهارة اجزاء . فكذا

تحقيق ما حولنا عليه ، والحمد لله ومنه  
واليد ، هكذا ينبغي التحقيق ، والله سبحانه و  
تعالى ولي التوفيق ، وما ذكرنا من مسألة  
الاجزاء فتحقيقه في رد المحتار وقد ذكرناه

توجب اونٹ اپنے ہونٹوں سے حوض سے پانی پیتے ہیں  
تو ہاتھ پانی تک کیوں نہیں پہنچتے ہیں ، اور علامہ مقدسی  
”حسب“ اور ”صبر“ میں فرق کرتے ہیں ، وہ فرماتے  
ہیں کہ صبر کا کوئی خالی کرنے میں بہت حرج ہوتا ہے  
اسی طرح ان کو دھونا اور سکنا نا بھی مشکل ہے جیسے  
کنواں ، بخلاف ”زیر“ کے ، اور اسی طرف انہوں نے  
اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ ”خاص طہ“  
پر وہ جس میں ”وفا“ سمایکے ، جب آپ نے بیان  
یا تو اب معلوم ہوتا چاہیے کہ ہم اگر مسئلہ میں علامہ  
قاسم اور بکر اور ان کے پیروکاروں کی طرح صرف  
اسی پر اکتفا کرتے کہ مستعمل صرف وہی ہے جو بدن  
سے طاق ہو ، تو جس کچھ پانی نکالنے کا حکم دینے

کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جہ طاق ہے وہ بہت ہی  
کم ہوتا ہے بہ نسبت باقی کے تو طہریت اسی  
وقت تک سلب نہ ہوگی جب تک کہ آزمایا نہ جائے  
لیکن یہ ائمہ مذہب کے نصوص کے خلاف ہے  
جو کتب معتبرہ میں منقول ہیں اور اسی پر ان کا

فی مواضع من فتاونا۔ اجماع ہے تو مذہب کی طرف رجوع لازم ہے اور اس وقت اختلاف ظاہر ہوا ہے لیکن اس کے  
آیا یہ کنویں کی طرف سے یا نیر کی طرف سے اور ہم نے جو ایسر تھا اس پر عمل کیا حرج کے حسب روی کرنے کے  
وقت اور اکثر کے خالی کرنے کا حکم اس جگہ دیا جہاں کوئی حرج نہ ہوتا کہ وہ جاری ہو جائے یا مطلق کے اجزاء  
نیز وہ ہوں اس کی طہریت کے لیے اجماع کافی ہے یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے بیان کی۔ تمام تفریعین اللہ کا اس  
اسی کے لیے تحقیق کو بھی لائق تھا ، اللہ سبحانہ بلند توفیق کا والی ہے ہم نے اجزاء کے مسئلہ کی جو تحقیق  
بیان کی ہے وہی رد المحتار میں ہے اپنے فتاویٰ میں ہم نے بہت جگہ ذکر کیا ہے۔ (د ت)

رہا نیر کا کہنا کہ کوئی شخص متواتر داخل ہو تو پید ہو جائے گا اس کا محض غلط ہونا تو ظاہر ہے کہ جس حد  
پر مستعمل پانی نجس ہے پانی ایک ہی بار سے پید ہو جائے گا اور صحیح و معتبر مذہب پر لاکھ بار سے بھی پید نہ ہوگا

ہاں علامہ زری قاسم و علامہ زری بن نجیم کی نظر اس میں مختلف ہوئی کہ بکثرت آدمیوں کے نہانے سے حوض صغیر کا سبب پانی مستقل ہو جائے گا یا نہیں، اول غنائی اور ثانی غنہ اول کا استظهار کیا۔

اقول ہندی الاظہر ولو الشافی (میر سے نزدیک) التمسہ (ثانی ہے۔ ت) مگر اس کی بنا اُن کے اُس خیال پر ہے کہ پانی کا جو حصہ بدن سے ملا اُتنا ہی مستقل ہوتا ہے تو ایک آدمی کے نہانے سے سارا پانی یکسر مستقل ہو سکتا ہے ہاں بہت سے نہائیں تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ پانی کے جتنے جتنے الگ سبب کے بدن سے ملے وہ باقی پانی کے برابر اُس سے زائد ہر جائیں تو سبب عمل ہر جائیگا مگر یہ خیالی ہے کہ نہیں مذہب معتد و صحیح یہی ہے جو پانی آبِ کثیر کی حد کو نہ پہنچا ہو وہ ایک آدمی کا نہانہ کی ناخن کا ایک کنارہ بدلے ضرورت ڈوب جانے سے سبب مستقل ہو جاتا ہے وقد نقولوا علیہ الاصل فی غیرہما کتاب واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۳ مسئلہ اکثر عمرہ احتیاطاً من صاحب سعد اللہ پوری ڈاکٹر نہ خسر و پر ضلع پٹنہ ۱۲ جمادی الاخر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ بارش کا پانی اگر کسی خندق میں جیتا ہو جائے اور وہ خندق دس گز سے لمبا چوڑا زیادہ ہو غریبستی کے قریب ہو اور اس میں بستی کا پانی جاتا ہو اس میں غسل کرنا اور وضو بنانا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

جس خندق کی مساحت وہ درودہ ہے یعنی طول و عرض کے ضرب دیے سے سو یا تھ حاصل ہوں مثلاً دس گز یا تھ طول ہو دس یا تھ عرض یا سینس یا تھ طول، یا پانچ یا تھ عرض یا پچاس یا تھ طول، دو یا تھ عرض اور ای سب صورتوں میں اس کا گہراؤ اتنا ہو کہ پانی لینے سے زمین نہ کھل جائے تو اب اس میں دو صورتیں ہیں اگر پہلے اُس میں بارش کا پانی بھر گیا اُس کے بعد گھروں کا پانی پاک ناپاک ہر طرح کا تھوہ صرف ناپاک ہی اگر ملا تو جب تک خاص نجاست کے سبب اُس کے رنگ یا بو یا مزہ میں تغیر نہ آئے پانی پاک رہے گا اور اُس سے وضو و غسل جائز اور اگر پہلے بستی کا پانی اس میں اگر مستقر ہو گیا تو اولاً یہ نظر کرنا ہے کہ پانی ناپاک بھی تھا یا نہیں اگر ناپاک نہ تھا جب تو ظاہر ہے مثلاً پانی برسا اور مکانون کے برگر نہ پانیوں کو اپنے ساتھ بہا کر اس خندق میں لایا اور اُس کے رنگ، مزہ، بو کسی میں نجاست کے باعث تغیر نہ آیا تو وہ ناپاک بھی اس کے ساتھ نہ کہ پاک ہو گئے لایا الماء الجبار سے بطور بعضہ بعضاً دیکھ کر جاری پانی بعض ناپاک پانی کو پاک دیتا ہے۔ (ت) یا پھلے سے ناپاک پانی خندق میں تھا

----- اور اب کوئی پاک پانی ایسا بہتا آیا کہ بہاؤ ٹھہرتے سے پہلے وہ درودہ ہو گیا یہ بھی صورت طہارت کی ہے کہ جب تک بہاؤ تھا قابلِ نجاست نہ تھا اور ٹھہرا تو اُس وقت کہ درودہ ہو کر حکم جاری میں ہو چکا تھا لہذا کوئی وقت اُس نے وصف نجاست قبول کرنے کا نہ پایا لہذا اگر پانی ناپاک تھا خواہ یوں کہ نجاست نے

بہتے پانی کا کوئی وصف مذکور ہل دیا یا یہ کہ پہلے خاص ناپاک پانی خندق میں پہنچ گیا اُس کے بعد بارش وغیرہ کا پانی  
تھوڑا تھوڑا اس میں آتا گیا کہ جتنا طنا پاک ہوتا گیا یا پہلے سے پاک پانی خندق میں وہ درود سے کم جگہ میں تھا  
اُس پر خاص ناپاک پانی وارد ہوا تو اس میں پھر وہ صبر میں ہیں اگر بارش تھوڑی سی ہوئی کر وہ پانی اُس ناپاک میں  
مل کر رہ گیا تو وہ بھی ناپاک ہو گیا اور اگر بارش زور سے ہوئی کہ بکثرت پانی بہتا آیا جس نے اس خندق کو بھر کر ابال  
دیا کر پانی کناروں سے چھلک گیا تو اب سب پاک ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲

کیا قرأتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ عرض وہ درود میں گزشتہ کی مقدار کیا ہے مینا ترجمہ ۱۔

## الجواب

علامہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو فرما رہے مساحت عرض کبیر کہ وہ درود قرار پایا ہے تبیین گزشتہ میں قول پر اختلاف ہے  
**قول اول** معتبر ذراع کر باس ہے اور اسی کو ذراع عامہ کہتے ہیں یعنی پکڑوں کا گز۔ اسی قول کی طرف اکثر کا  
روحانی رائے اور اسی کو درود و ظہیر و غلاصہ و خزانہ و مراقی الفلاح و غلگیر و غیرہ میں اختیار کیا اور شریعت  
زاہدی و تہذیب اور فتاویٰ کبریٰ پھر قسطنطنیہ پھر دہلی میں اُسے مختار اور ثنائی میں صبیحہ اور ہایہ میں منقحہ اور دلو آجیہ  
میں البیق و دوسرے کہا۔ پھر خود ذراع کر باس کی تصریح میں اختلاف واقع ہوا امام و لواحق نے ساتھ مشیت قرار دیا  
ہر مشیت چار اٹھل مضمرم تراٹھائیں اٹھل کا گز ہر ہمارے یہاں کی ٹوکڑ سے زاید اور دسٹس گز سے کم یعنی ۱۰ ۱/۲ گز۔ اس  
قول پر ثنائیہ پھر جامع الرموز پھر در مختار اور باتباع و لواحق نے فاضل ابراہیم علی نے شرح غیہ میں اختیار کیا مگر مجدد علماء کے نزدیک  
ذراع کر باس پھر مشیت کا ہے ہر مشیت چار اٹھل مضمرم اور اسی طرف روحانی روئے علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین  
محمد بن الامام کا ہے اور یہی عالمگیر یہ میں جمہور اور سبوا الرائق میں کتب کثیرہ سے منقول پس قول رائج میں یہ گز چار اٹھل  
کا ہر اگر ایک ہاتھ ہے تو ہمارے یہاں کا آدھ گز مثلاً۔

**قول دوم** اعتبار ذراع مساحت کا ہے امام علامہ فقیر النفس اہل الافاق و القریب امام فخر الدین قاضی حنفی  
اور جندی رحمہم اللہ تعالیٰ نے غانیہ میں اسی قول کی تصریح اور قول اول کا رد کیا طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں  
اس پر بھی حکایت فتویٰ واقع ہوئی اور بیشک من حیث الدلیل اسے قوت ہے۔ اس گز کی تصریح میں اقوال  
مختلفہ وارد ہوئے مضمرات میں سات مشیت، ہر مشیت کے ساتھ ایک اٹھل قرار دیا کہ مجموعہ پینتیس اٹھل چار

گرتے ہیں اگرچہ علامہ سرکافی نے سات مشمت چھ مشمت مولیٰ اور ساتریں میں انگریزوں کا پھیلا ہوا کہ یہ بھی نہیں گیارہ گز کے قریب ہوا کہ یہ وہ قول مشائخ ہیں قول جہود کہ عامہ کتب میں مصرح سات مشمت ہے ہر مشمت زائیدہ کٹاؤ یعنی ساڑھے تین فٹ کہ اس گز سے کچھ اوپر ساڑھے اٹھارہ گز ہوا یعنی  $\frac{2}{3}$  ۸ گز۔

**قول سوم** ہر شہر و دیار و ہر حدود زمانہ میں گز رائج کا اعتبار ہے محیط میں اسی کو اصح انداز میں انساب کہا اور کاف میں بھی یہی اختیار کیا مگر علما سے متاخرین اس قول کو رد کرتے اور یہی عیش الدلیل نہایت ضعیف بتاتے ہیں اور نظر فقہی میں مسلم بھی ایسا ہی ہوتا ہے،

وہذا لغرض العناء فی المہدایۃ للامام جہاں  
المدینۃ الصغیرۃ فی قدس سرہ الریاض  
بعضہم قدرہا بالمساحۃ عشرانی عشر بذراع  
الکریاس توسعة للامور علی الناس وعلیہ الفتوۃ  
فی فتح القدیر وللإمام المحقق علی  
الاطلاق قوله بذراع الکریاس حوت قبضات  
لیس فوق حمل قبضۃ اصبع قانسیہ وھل  
المعتبہ ذراع المساحۃ او ذراع الکریاس او سنی  
کل غرامان وکانت حسب عادۃہم اقوال فی  
الخاصیۃ للامام فخر الدین رحمہ اللہ نفس فی  
یعتبر فیہ ذراع المساحۃ لا ذراع، کریاس  
ھو الصحیح لانت ذراع المساحۃ بالمسوحا  
الیق فی شرح المنیۃ للعلامة ابن امیر الحاج  
ھل المعتبہ ذراع الکریاس او ذراع المساحۃ  
وحسب بعضہم الی الاول فی المہدایۃ وعلیہ

اور یہ علما کے تصریح ہیں، برہان الدین مرغینانی کے حلیہ  
میں مذکور ہے بعض نے قرپائش وہ وہ گز اس کے ذراع  
سے کی ہے تاکہ لوگوں کے لیے فراخی ہو اور اسی پر  
فرتی ہے، فتح القدیر میں ہے بذراع الکریاس  
یہ چھ مشمت کا ہوتا ہے، ہر مشمت پر انگلی زائد نہ کی جائے  
اب رہا یہ سوال کہ معتبر ذراع مساحتہ ہے یا ذراع کریاس  
ہے یا ہر بناؤ مقام میں ان کی عادت کے مطابق ہے اس میں  
مختلف قول ہیں امام فخر الدین نے خانہ میں ذراع مساحتہ کا  
اعتبار کیا کریاس کا نہیں یہی صحیح ہے اس لیے کہ مساحتہ کا ذراع  
مسرعات کے زیادہ لائق ہے۔ علامہ ابن امیر الحاج  
کی شرح طبری میں ہے کہ آیا ذراع کریاس کا اعتبار ہے یا ذراع مساحتہ  
کا کچھ لوگ پہلے قول کی طرف گئے ہیں جیسا کہ ہدایہ  
میں ہے اور اسی پر فرتی ہے اور شرح زاہدی میں ہے  
یہی مختار ہے، اور بعض نے دوسرے قول کو لیا ہے  
قاضی خلی نے کہا کہ یہی صحیح ہے کیونکہ مساحتہ کا گز

لہذا ذراع فصل فی البئر مطیع عربیہ کراچی ۲۰/۱  
فتح القدیر ذریعہ رضویہ سکھر ۷۰/۱  
کتب فتاویٰ خانہ المعروفہ قاضی خاں فصل فی الماء، اراکہ دکنشور کھنڈ ۳۰/۱

الفتویٰ وغے شرح الزاہدی وهو المختار وذهب  
بعضهم إلى الثاني قال قاضي خان هو الصحيح  
لأن ذراع المساحة بالمسوحات التي وفي  
قناری الدور التي الحوض الكبير لها كان مقدرا  
بعضة أربع في عشرة ذراع فالصغير ذراع  
الكبر باس دون المساحة وهي سبع مشاتات  
سبع قبضات ليس فوق كل مشات أصبع قائمة  
لأن ذراع المساحة سبع مشات فوق  
كل مشات أصبع قائمة فالأول التي  
للموسم انتهى والسراديا لا يصعب القائمة  
ارتفاع الابها م كاف خاية البيان فظهر ان  
ذراع الكبر باس اقصر من ذراع المساحة فبصير  
ذلك وقم الترقية لئلا بالتمديد بها وتقلوا  
عن المحيط انه يعتبر في كل من مائة مكان  
ذراعهم وعلية مشي في الكافي في الشرع  
الكبير لابراهيم الحلبي المعتبر في الذراع  
ذراع الكبر باس وهو سبع قبضات فقط وهو  
اختيار الامام الحق بن ابی بكر الدوراني في  
فتاوه لانه اقصر فيكون اليسر واختار قاضي  
في فتاوه ذراع المساحة وهو سبع قبضات  
باصبع قائمة في القبضة الأخيرة وقيل في كل  
قبضة قال قاضي خان لانه يعني القدير  
المقدري من المسوحات فكان ذراع المساحة

مسوحات کے ذریعہ لائی ہے اور فتاویٰ و طرابلسی میں ہے  
کہ ذراعتی چودہ درودہ ہوتا ہے اور اس میں معتبر  
کر باس کا ذراع ہے نہ کہ مساحت کا اور وہ سات مشات  
ہے جس میں ہر مشات پر ایک انگلی کا اضافہ نہ کر کے  
مساحت کا محسوسات مشات ہے جس میں ہر ایک مشات  
پر ایک کھڑی انگلی کا اضافہ ہو، تو پہلا آسانی سے  
یہ ملاقات کتا ہے فتی، اور کھڑی انگلی سے مراد  
انگشت کی پلہ ہی ہے، جیسا کہ خایۃ البیان میں ہے تو  
معلوم ہوا کہ ذراع کر باس ذراع مساحت سے چھوٹا  
ہے تو اسی سبب سے ذراعت میں لوگوں کے لیے آسانی ہوئی اور  
محیط سے نقل کیا ہے کہ ہر زمانہ اور ہر جگہ کا انگشت من  
معتبر ہوگا، اور کافی نے بھی یہی کہا ہے اور ابو ایوب  
علی کی شرت کبیر میں ہے کہ معتبر ذراع کر باس ہے  
جو سات مشات ہوتا ہے فقط، اور اسی کو امام اسحق  
بن ابی بکر الدورانی نے اپنے فتاویٰ میں پسند کیا ہے،  
کیونکہ وہ چھوٹا ہوتا ہے تو اس میں آسانی رہے گی اور  
قاضي خان نے اپنے فتاویٰ میں ذراع مساحت کو فقط  
کہا ہے اور وہ سات مشات سے ایک کھڑی انگلی  
کے آخری مشات میں چار یعنی نے کہا کہ ہر مشات میں  
قاضي خان نے فرمایا یعنی تالیب جس کا اندازہ لگایا گیا ہے  
وہ مسوحات سے ہے، تو اس میں ذراع مساحت سے  
اندازہ لگانا زیادہ مناسب ہوگا، اور محیط میں ہے اصح  
یہ ہے کہ ہر زمانہ اور ہر جگہ میں ذراع کر باس معتبر ہوگا

صاحب کافی اور صاحب نہر الفائق وغیرہ اس کی  
مباحث کی ادنیٰ بہت عجیب اور نہایت بعید ہے اور  
عزیز بن نجیم مصری کی بحر الرائق میں ہے کہ مشائخ کے  
ذرائع کا بابت میں اقرار ہیں، تجنیس میں ہے کہ ذرائع  
کو بائس مختار ہے، اور اس میں اختلاف ہے،  
کئی کتب میں ہے کہ یہ ایسی چوشت کے برابر ہے  
جی میں ہر مشیت پر ایک کھڑی انگلی زیادہ نہ ہو تو گویا  
یہ چوبیس انگشت کے برابر ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ  
کے حروف کی تعداد کے مطابق اور کھڑی انگلی سے مراد انگڑ  
کی ہندی ہے جیسا کہ غایۃ البیان میں اور فتاویٰ دارالبحر  
میں ہے کہ ذرائع کو بائس سات مشیت بلا کھڑی انگلی  
کے اضافہ کے، اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں ہے  
اصح یہ ہے کہ سات کا گز سات مشیت مع ایک کھڑی  
انگلی کے، اور محیط اور کافی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ  
ہر زمانہ مکان میں ان کا اپنا گز معتبر ہوگا، اس میں  
مساوہ اور کرباس کا کچھ ذکر نہیں، اور فتاویٰ ہندیہ میں  
ہے معتبر ذرائع کو بائس ہے، یہی ظہیر میں ہے  
اسی پر فتویٰ ہے، دایہ میں یہی ہے اور یہ عام گز  
ہے جو چوشت یعنی چوبیس انگشت کا ہوتا ہے یہی  
جیسی میں ہے فاضل قسطنطنیہ کی جامع الرموز  
میں ہے کہ ذرائع میں اختلاف ہے، تو محیط میں ہے  
اصح یہ ہے کہ ہر زمانہ مکان کا اپنا اپنا گز معتبر ہوگا

فیہ التی وفي المحيط والاصح ان يعتبر في كل  
زمان ومكان ذراعهم وتبعه صاحب التلخیص  
کصاحب نہر الفائق وغیرہ وهذا عجیب و  
بعید جد الی آخر ما قال وفي البحر الرائق  
للعلامة نزیف بن نجیم مصری اختلف  
المشایخ في الذراع على ثلاثة اقسام في التجنیس  
الخاص ذراع الکرباس واختلف فیہ، حفظ  
کثر من الکتب انه ست قبضات لیس فوق كل  
قبضة اصبع قامة فهي اربع وعشرون  
اصبعاً بعد وحروف لا اله الا الله محمد  
رسول الله والسر ادباً لاصبع القامة ارتفاع  
الابهام كما في غایۃ البیان وفي فتاویٰ الدولہ العلی  
ان ذراع الکرباس سبع قبضات لیس فوق  
كل قبضة اصبع قامة وفي فتاویٰ قاضی خان  
وغیرہ الاصح ذراع الساحة وهو سبع  
قبضات فوق كل قبضة اصبع قامة وحفظ  
المحیط والكافی الاصح انه يعتبر في كل زمان  
ومكان ذراعهم صحت غیر تعرض  
للساحة والکرباس وفي الفتاویٰ الهندیة  
المعتبر ذراع الکرباس کذا فی الظہیریة  
وعلیہ الفتویٰ کذا فی الهدایة ذراع  
العامة ست قبضات اربع وعشرون اصبعاً

کذا فی التبیین<sup>۱</sup> و فی جامع الرموز للفاصل  
القیس فی اختلاف فی الذراع فی محیط الاصبع  
ذراع محل مکان وزمان و فی فتاوی قاضی خانی  
الصحیح ذراع المساحة و هی سبعة قبضات  
واصبه قائمة فی محل مرة کما فی الولو السجی  
او المرق السابعة کما فی الکرمات و اصبه موضوعة  
فی محل مرة کما فی سیر المضمرات و سعة  
النهاية الصحیح ذراع الکریاس و هی سبعم قبضاً  
کل قبضة اربع اصابع و هو المختار کما سعة  
الکبری و فی الدر المختار للفاصل علاء  
الدین الحسکفی فی القیاس و المختار ذراع الکریاس  
و هو سبعم قبضات فقط و فی حاشیته للعلامة  
السید احمد الطحطاوی و اما ذراع المساحة  
فسبعم قبضات فوق کل قبضة اصبه قائمة و سعة  
مرد المختار للفاصل السید محمد امین  
الشامی قوله و المختار ذراع الکریاس و فی الهدایة  
ان علیه الفتوی و المختار و فی الدرر و الظہیریة  
و الخلاصة و الخزانة و فی محیط و الکافی انه  
یعتبر فی کل زمان و مکان ذراعهم قال فی التمهید  
و هو الانسب قلت لکن مرده فی شرح الصغیبة

فتاوی قاضی خانی میں ہے صحیح ذراع مساحتہ سات مشت  
کہ ہر مشت پر ایک انگلی کھڑی ہو جیسا کہ دولہا کی ہیں ہے  
یا ساترین مشت پر کھڑی انگلی ہو جیسا کہ کافی ہیں یا ایک لیٹی ہوئی انگلی  
ہر تر جیسا کہ سیر المغترت میں ہے اور نہایت میں ہے صحیح ذراع کرباس  
اور وہ سات مشت ہے، ہر مشت چار انگلی ہے اور  
یہ مختار ہے جیسا کہ کبری میں ہے اور فاضل علما الدین  
حسکفی نے در مختار میں بیان فرمایا اور قسطنطینی میں ہے  
کہ پسندیدہ ذراع کرباس ہے اور وہ صرف سات مشت  
ہے اور اس کے حاشیہ میں علامہ سید احمد طحطاوی نے  
فرمایا ذراع مساحتہ سات مشت ہے ہر مشت پر ایک  
کھڑی انگشت اور سید محمد امین شامی نے رد المحتار میں  
فرمایا ان کا قول و المختار ذراع الکریاس، اور ہدایہ  
میں بھی پڑتی ہے اور... علیہ غلہ و خزانہ میں بھی کو اختیار کیا  
محیط اور کافی میں فرمایا کہ ہر زمان و مکان میں لوگوں کے  
عمل کا اعتبار ہو گا، آخر میں ہے کہ یہی انسب ہے۔  
میں کہتا ہوں اس کو شرح غیہ میں رد کیا ہے کہ مقصد  
اس تعدیہ سے غلبہ ظنی ہے اس امر کا کہ نہایت دور  
طرف نہیں جی ہے، اور یہ چیز ایسی ہے کہ اس میں زمان  
مکان کے اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، ان کا  
قول کہ وہ سات مشت ہے یہ دلالتیہ میں ہے، اور

سید ہندیہ	فصل فی المداہرہ	نورانی پشاور	۱۸/۱
محمد جامع الرموز	بیان المیاء	مکتبہ ابراہیم	۲۸/۱
سید در مختار	باب المیاء	مکتبہ آئی دہلی	۳۶/۱
سید طحطاوی علی الدر	و	بیروت	۱۰۸/۱



باب المقصود من هذا التقدير غلبة الظن بعدم  
 خلوص النجاسة وذلك لا يخفى باختلاف  
 الازمنة والامكنة قوله وهو سبب قبضات  
 هذا ما في الاول المجية وفي البحران في  
 كثير من الكتب انه ست قبضات الخ اه و  
 المراد بالقبضة اربعة اصابع مضمومة  
 نوح اقول وهو قريب من ذراع اليد  
 لانه ست قبضات وثني ذلك شبران انتهى  
 ملخصا وفي مراق الفلاح للفاضل الشرنبلال  
 عشر طع عشر يذراع العامة انتهى مختصرا  
 وفي حاشيته للفاضل الطحطاوي نقل  
 صاحب الدرر ان المفتي به ذراع الساحة  
 وانه اصغر من ذراعنا اليوم فالعشر في  
 العشر يذراعنا اليوم ثمان في ثمان اه

اقول فيه مذهب وجوه وذلك ان  
 عبارة الدرر بما هما هكذا في العقدة في  
 والمختار ذراع الكس باس وهو سبب  
 قبضات فقط فيكون ثمانيا في ثمان يذراع  
 من ثمان ثمان قبضات وثلاث اصابع  
 على القول المفتي به بالعشر اه فاولا

تجر میں ہے کہ بہت کتب میں چھ مشت ہے الخ اور  
 اور مشت سے مراد چار بندھی ہوئی انگلیاں ہیں قرعہ  
 میں کتا ہوں یہ ہاتھ کے گز سے قریب ہے کیونکہ وہ  
 چھ مشت اور تھوڑا زیادہ ہوتا ہے اور وہ دو بالشت  
 ہوتا ہے انتہی لمضاء اور شرنبلال کی مراقی الفلاح  
 میں ہے کہ عام لوگوں کے گز سے وہ درودہ ہو  
 انتہی مختصرا۔ اور فاضل طحطاوی کے حاشیہ میں ہے نیز  
 صاحب در نے نقل کیا کہ مفتی پرہانش والا گز ہے  
 اور وہ ہمارے موجودہ گز سے بڑا ہے گویا آج کے  
 اعتبار سے وہ درودہ آٹھ در آٹھ ہوا احد۔ (ت)

میں کتا ہوں اس میں کئی وجہ سے سو ہے  
 کیونکہ اگر کئی پوری عبارت اس طرح ہے ایسا  
 ہی مستثنیٰ میں ہے اور مختار کہ اس کا گز ہے  
 اور وہ صرف سات مشت ہوتا ہے تو ہمارے نواز  
 کے گز کے اعتبار سے آٹھ ضرب آٹھ آٹھ مشت اور میں نکل ہوگا  
 دس کے مفتی بہ قول پر احد اول انہوں نے حضرت

۱۳۴/۱

مصطفیٰ ابیانی مصر

باب المیاء

لہ رد المحتار

۴

۴

۴

لہ رد المحتار

ص ۱۶

الامیر مصر

کتاب الطہارة

لہ مراقی الفلاح

۳۶/۱

مجتبائی قرطبی

باب المیاء

لہ رد المحتار

لہ حاشیہ الطحطاوی مع مراقی الفلاح

کی ہے کہ ذراع کر باس لیا جاتے گا نہ کہ ذراع مشت  
 ثانیاً اس میں ذراع کی مقدار کی بابت کسی مفتی پر  
 قول کا ذکر نہیں ہے اس میں صحت اتنا ہے کہ مفتی پر  
 قول متاخرین کا قول ہے، اور وہ یہ ہے کہ کثیرہ درودہ  
 کو کہتے ہیں اور سید نے خود حواشی در میں فرمایا ان کا  
 قول علی المفتی پر، یعنی متاخرین کے مفتی پر قول کے مطابق  
 اور اصل مذہب تو آپ کو معلوم ہو چکی ہے۔

ثالثاً سب سے بڑا سہو اس میں یہ ہوا ہے کہ  
 کہ انہوں نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ ہر زمانہ  
 کے گز سے بڑا گز ہے، اور سات مشت آٹھ مشت  
 سے کیچے بڑا ہو سکتا ہے اور جب وہ درودہ برابر ہے اس  
 آٹھ در آٹھ کے، تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ بڑا ہے  
 ذکر وہ، اور در میں یہ نہیں پایا جاتا ہے، اور نہ اس  
 کی اصل قسٹ مانی میں، اگر وہ یہ فرما دیتے کہ در نے  
 یہ نقل کیا ہے کہ مختار کہ باس کا گز ہے اور وہ چھوٹا  
 ہوتا ہے الخ تو درست بات ہوتی، پھر در کا حساب  
 اس کی اصل کی متابعت میں یہ ہے کہ وہ وہ درودہ  
 ایسا ہے جیسا کہ آٹھ در آٹھ، اس کو سید نے علی  
 بیان کیا کہ دس ضرب سات ستر ہوتے ہیں اور آٹھ  
 ضرب آٹھ چوٹیسٹھ ہوتے ہیں (یعنی اتنی مشت)  
 اور آٹھ اٹھویں کو تین سے ضرب دیا جائے تو چوٹیس اٹھویں ہوتی ہیں اور یہ چھ مشت ہوتی ہیں اس طرح ستر مشت

میری نصہ اختصار ذراع الکر باس دون الساحة  
 و ثانیاً لیس فیہ ذکر الاختار علی شیء من  
 تقادیر الذراع انما فیہ انب المفتی بہ  
 ما علیہ المتأخرون من تقدير اکثر بعشر  
 فی عشره وقد قال السید نفسه فی حواشی  
 الدر قرله علی المفتی بہ ای السدی اختی  
 بہ المتأخرون وقد علمت اصل المذہب  
 اد و ثالثاً من ابی سہو قرله رحمہ اللہ  
 تعالیٰ انہ اکبر من در لنا و کیف نکون سبب  
 قبضات احکم من ثمان و اذا کان عشره  
 عشر یذ الش ثمانی فی ثمان بهذا النکل احد  
 یعرف ان هذا اکبر لا ذ الش ولا وجود لہ  
 فی الدر ولا فی اصل الفقہ فی علو قال سیدہ  
 تعالیٰ نقل الدر ای المختار ذراع الکر باس  
 و انہ اصغر الاصاب شہ حساب الدر تبعاً  
 لاصلہ ای عشر فی عشر کما فی ثمان بینہ  
 السید ط ہای العشرۃ فی سبعة بسبعین  
 و الثانیۃ فی مثلہا ہا بسبعة و ستین قبضۃ  
 و الثانیۃ فی ثلثۃ اصابع ہا سابع و عشرین  
 اصبعاً و حیست قبضات فتمت سبعین قبضۃ  
 اور آٹھ اٹھویں کو تین سے ضرب دیا جائے تو چوٹیس اٹھویں ہوتی ہیں اور یہ چھ مشت ہوتی ہیں اس طرح ستر مشت

علہ کذا فی ط و الا ضرب ثلث بالتد کی راہ منہ ہم،  
 سٹ طوطوی علی الدر المختار باب الیاء  
 سٹ طوطوی علی الدر المختار باب الیاء

بیردت ۱۰۸/۱

بیروت ۱۰۸/۱

پوری ہوئی۔ (ت)

**اقول** وهو حساب حق صحيح لا غبار

عليه اخذ فيه عشرا في عشريذ مراع هو  
سبع قبضات وثمانية في ثمان مراع هو ثمان  
قبضات وثلاث اصابع وبني مساواة الضلع  
فانه على حقل سبعون قبضة كما بين او  
ما تاتي وثمانون اصبع الا ان الاول ثمان و  
عشرون اصبع والثاني خمس وثلاثون و اذا  
ضربت الاول في عشرة والثاني في ثمانية انجم  
الحاصل وهو ۲۸۰ ومساواة الضلع للضلع  
موجب بالضرورة مساواة المربع للمربع كمن  
المسند مش من حمد الله تعالى مرد على الدعا  
بقوله كانه نقول ذلك عن انتقادي ولم  
يتمحله وهو به فيكون عشرا في ثمان و بياني  
ذلك ان القبضة اربعة اصابع و اذا كانت  
ذراع ثمان فثمان قبضات وثلاث اصابع  
يكون ثمان وثلاثين اصبعاً و اذا ضربت العشر  
في ثمان بهذا الذراع تبلغ ثمانين فاضربها  
في خمس وثلاثين تبلغ اثنين وثمان مائة اصبع  
وهو مقدار عشرون عشريذ مراع الكرياس  
المقدر بسبع قبضات لاي الذراع حيث اخذ  
ثمانية وعشرون اصبعاً والعشر في عشر  
ثمان مائة فاذ ضربت ثمانية وعشرين في مائة

میں کتنا ہوں، یا مشہور یہ حساب صحیح ہے اس  
میں وہ درود کو اختیار کیا گیا ہے، ایک ذراع کے  
لحاظ سے جو سات مشت ہو، اور آٹھ در آٹھ کر ایسے  
ذراع کے ساتھ جو آٹھ مشت تین انگلی جو، اور ایک  
ضلع کا دوسرے ضلع کے مساوی ہونا بیان کیا کیونکہ یہ ہر  
قول پر ستر مشت ہو گا جیسا کہ بیان کیا، یا دوسرا  
انگشت کیونکہ پہلا آٹھ تیس انگشت ہے اور دوسرا  
پچیس انگشت اور جب پہلے کو دس میں اور دوسرے کو  
آٹھ میں ضرب دیا جائے تو دونوں کا حاصل ایک ہی  
ہو گا یعنی دسواتی، اور ایک ضلع کی مساواة دوسرے  
ضلع سے ایک مربع کی مساواة دوسرے مربع سے  
بالہ اثبات کرتی ہے کیسی سیدش نے درپڑنے سوال  
سے رد کیا، غالباً انھوں نے یہ قسمتی سے نقل  
کیا ہے اور اس کو بغیر دیکھا نہیں، صحیح یہ ہے  
کہ یہ ہر جائیگا دس ضرب آٹھ، اور اس کی تشریح یہ،  
کہ ایک مشت چار انگشت ہوتی ہے، اور اسی کے  
زائد کا ذراع آٹھ مشت تین انگشت تھا، اس طرح  
پچیس انگشت ہوتی اور جب دس کو آٹھ میں  
اس ذراع کے حساب سے ضرب دی جائے تو حاصل  
اسی ہوتا ہے، پھر اس کو پچیس سے ضرب  
دی جائے تو حاصل دو ہزار آٹھ ستر انگشت ہو گا، اور  
یہ مقدار وہ درود کی ہے کہ اس کے گز سے

شامی میں اسی طرح ہے اور ہر تہذیب کے ساتھ ثنائی ہے (ت)

لے کذا فی شوال اصرب ثمان بالمقدیر لہ منہ (م)

تبلغ ذلك المقدار وما على ما قاله الشارح فلا  
تبلغ ذلك لانك اذا ضربت ثمانية في ثمانى تبلغ  
اربعا وستين فاذا ضربتها في خمس وثلاثين  
تبلغ الفين ومائتين واربعين اصحاب ذلك  
ثمانون ذراعا بذراع الكرياس والمطلوب  
مائة فالصواب ما قلناه فاختم الله اشاد بقوله  
فاختم الى السرد على ط كذا به المذکور في  
صدر كتابه -

مطلوب تسوین، توضیح وہی ہے جو ہم نے کہا فافهم ان فافهم سے ط پر رد کی طرف اشارہ ہے یہ ان کا معروف  
طریقہ ہے جو انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں اختیار کیا۔ (مت)

اقول وهو كله خلة نظر منه رحمه  
الله تعالى اصاب في حرفين الاول ان ذراع  
ثمانون خمس وثلاثون اصحاب الاثنا عشر  
ذراع الكرياس المقدربينهم قبضات ثمان  
وعشرون وما سوى ذلك كله سهو صريح  
**فاولا** ما كان عشرا في ثمانى بذراعهم  
لا يكون الفين ومائتين بل ثمانية وتسعين  
الف اصعب بتقديم الماء لانت ۳۵ ف ۱۰  
ثلثانة وخمسون وفي ۸ مائتان وثمانون و  
۳۵۰ ۲۸۰ ۵ ۸۰۰۰ وثمانيا ما كان  
عشر في عشر بذراع الكرياس المذكور  
لا يكون ايضا ۲۸۰۰ بل ثمانية وسبعين  
الف اصعب بتقديم السين واربعمائة لا

میں کہتا ہوں یہ اُن سے لغزش ہوئی ہے  
دو حرف ترمیم ہیں، پہلا قریہ کہ ان کے زمانہ  
کا ذراع منقش انگشت تھا، اور دوسرا یہ کہ کریاس  
کے عز کی مقدار سات مشمت بتائی گئی ہے، کیونکہ اس  
ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ کہا وہ صریح سہو ہے۔  
اون دس کو آٹھ میں ضرب دینے سے دہزار  
آٹھ سو نہیں آتے بلکہ اٹھارہ ہزار انگشت بتقدیم  
اتوار، اس لیے کہ ۲۵ ضرب ۱۰ = ۲۵۰ اور ۲۵ ضرب  
آٹھ ۲۸۰ ہوتے اور ۳۵۰ ۲۸۰ ۵ ۹۸۰۰۰ ہوتے۔  
ثمانیا ذراع کریاس مذکور کے اعتبار سے دس  
ضرب دس ۲۸۰۰ نہیں بنتا بلکہ ہزار چار سو بنتا ہے  
یہ بتقدیم سین ہے۔۔۔۔۔ اس لیے کہ ۱۰ ضرب ۲۸

۲۸ فی ۱۰ مائتای و ثمانون و مریعہا ۸۴۰۰ بقص  
 تسعة عشر الف اصبع وستائة فکیف  
 یستوی و مائتا ثمان فی ثمان ہزار و مریعہ  
 لایکون الفین و مائتین و اس یعین بل مریعہ  
 مائتین و ثمانین لایکل ذراع ۳۵ و الطول  
 ۸۴۰۰ ۳۵ ۲۸۰۰ و کذلک العرض السطح  
 ۸۴۰۰ مثل عشرون و عشرون ذراع الکریاس  
 سواء بسواء کما قال الشارح و القہستانی و  
 ط و رابعاً مساحة ثمانین ذراعاً ہزار  
 الکریاس لاکون ۲۲۴۰ بل الثنیں و ستین الف  
 و سبعم مائة و عشرين اصبعاً لای مساحة  
 ذراع مائت ذراعاً فی ذراع و ذلک مریعہ ۲۸  
 سبعم مائة و اس یع و ثمانون اصبعاً و ۸۴۰۰  
 ۸۰ ۲۸۰۰ و منشأ الخط فی کل ذلک  
 انہ مرجمہ اللہ تعالیٰ لوی یقریب بین الخط و  
 السطح فحسب ان الطول یضرب فی العرض  
 و ما بل یضرب فی اصابع الذراع و صح  
 خمس و ثلثون او ثمانین و عشرون  
 اصبعاً فما حصل یکون مساحة الماء  
 و لیس کذلک و انما علی مقدار الاصابع  
 فی خط قدر ذراع اما السطح قدر ذراع  
 فاذا ضرب مریعہ ذلک وھی الف و مائتای  
 و خمس و عشرون اصبعاً علی الاول و سبعم  
 مائة و اس یع و ثمانون علی الثانی فذلک  
 یضرب فی ۲۲ یکت ثمانین فی ثمان بالاول

دوسرا اسی طرح سے اور اس کا مربع ۸۴۰۰ ہوا  
 انیس ہزار چھ سو اگشت گنا کہ تقریباً دونوں کیے  
 برابر ہو سکتے ہیں؟

مثلاً آٹھ ضرب آٹھ ای کے گز سے دو ہزار  
 دوسو چالیس نہیں بنتے بلکہ مربع دو سو اسی کا بنتا  
 ہے کہ کہ ہزار ۳۵ اگشت ہے اور لباۃ ۸۴۰۰ اس لیے  
 ۸۴۰۰ ۳۵ ۲۸۰۰ ہوا اور یہی حال چڑائی کے لیے  
 تو مسلح ۸۴۰۰ مثل دو درہ کی اس کے گز سے بالکل  
 برابر برابر ہے جیسا کہ شارح و قہستانی اور ط نے  
 فرمایا۔

دعا گنا اس کے گز سے اسی گز کی پیمائش  
 ۲۲۴۰ نہیں بنتی ہے بلکہ با سبب ہزار سات سو  
 اگشت ہے اس لیے کہ ایک ذراع کی پیمائش وہ ہے  
 جو ذراع و ذراع ہر ذراع ۲۸ کا مربع ۸۴۰۰ اگشت  
 اور ۸۴۰۰ ۳۵ ۲۸۰۰ ہے اور اس تمام بحث میں  
 غلطی کے وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خط اولیٰ میں طریقی  
 نہیں کیا ہے اور اس طرح حساب کیا کہ لباۃ کی  
 چڑائی میں ضرب دی اور جو حاصل آیا اس کو ذراع  
 کی انگلیوں میں ضرب دیا اور وہ پینتیس یا اٹھائیس  
 انگلیاں بنتی ہیں اور جو حاصل ہوا وہ پانی کی پیمائش  
 قرار دی، حالانکہ بات یہ نہیں ہے، یہ تو ان کی  
 انگلیوں کی مقدار ہے جو خط میں ذراع کی مقدار ہو  
 اور وہ مسلح جو ذراع کی مقدار ہو تو اس کی انگلیاں اسکا  
 مربع ہوگا اور وہ ایک ہزار دس سو پینتیس انگلیاں ہیں  
 پہلے قول پر اور دوسرے قول پر ۸۴۰۰ ہیں اس کو

و هذا يضرب في ۱۰۰ يكن عشرا في عشرا الثاني  
 وظاهر ان ۱۲۲۵ و ۶۴۲ و ۶۴۲ و ۱۰۰۰ لا هما  
 ۸۴۰۰ وهو المطلوب وان اردت عشرا في  
 ثمانين بالاول فاضرب ۱۲۲۵ في ۸۰ يكن  
 ۹۸۰۰۰ وان اردت مساحة ثمانين ذراعا  
 بالثاني فاضرب ۸۴۰ في ۸۰ يكن ۶۷۲۰۰ فاقص  
 ما قلنا مع كونه غنيا عن الانصاف وان  
 ثبتت الميزان فلا حظه في ما هو ذراع في ما  
 ذراع فانه واحد في واحد واحد فاضرب  
 على طريقة السيد في اصابع المذراع تبقى  
 كما هي وهي بعينها اصابع طرف فطرف الثمن  
 مساوي الثمن في المقدار وهو محال بالمبداهة  
 بل هنا المقدار حاصل لكل طرف فمجموع  
 خطوط الاطراف الا ربعة اربعة امثال  
 المسطح كله فطرف الثمن اضاعت الثمن وای  
 محال ابعد منه۔

چونکہ میں ضرب دی جائے گی تو یہ نہ ہو گا  
 پہلے قول پر ایسا اس کو ضرب دی جائے گی۔۔ میں  
 تو یہ ۱۰۰ ہو گا دوسرے قول پر اور ظاہر ہے  
 کہ ۱۲۲۵ و ۶۴۲ و ۶۴۲ اور ۱۰۰۰ دونوں ہی  
 ۸۴۰۰ میں اور یہی مطلوب ہے، اور اگر آپ  
 پہلے قول پر دس کو آٹھ میں ضرب دیں تو ۱۲۲۵ کو  
 ۸۰ میں ضرب دیں تو ۹۸۰۰۰ ہو گا، اور اگر اسی گز  
 کی پانچ دوسرے قول کے مطابق ہو تو ۸۴۰ کو ۸۰  
 میں ضرب دیں تو حاصل ۶۷۲۰۰ آئے گا، تو ہم نے  
 کہا وہ واضح ہو گیا اور اگر مزید وضاحت درکار ہو تو  
 ایک ذراع ضرب ذراع کو دیکھیں کہ ایک ضرب ایک  
 ایک ہی ہوتا ہے، اب سید کے طریقہ کے مطابق اس  
 کو ہاتھ کی انگلیوں میں ضرب دیجئے تو وہ جتنی ہیں اتنی  
 ہی رہیں گی، اور یہی بعینہ ایک طرف کی انگلیاں ہیں  
 تو گویا ایک چیز کی طرف اس چیز کے مساوی ہر گز  
 مقدار میں اور یہ بدانتہا محال ہے بلکہ یہاں پر وہ  
 مقدار جو کل حاصل ہے ایک طرف ہے تو چاروں اطراف کے خطوط کا مجموعہ پوری سطح کا چار گنا ہو جائے گا تو لازم آئے گا  
 کہ کسی کا طرف اس کے گنا بڑھ جائے اور اس سے زیادہ بعید محال اور کوئی سا ہو گا۔ (دست)

بالجریان تین قول ہیں اور ہر طرف ترجیح و صحیح اقول مگر قول ثالث درایت ضعیف اور اس کا لفظ  
 ترجیح بھی اُس قوت کا نہیں اور قول دوم اگرچہ اقیس ہے اور اس کی تعلیم امام قاضی خاں نے فرمائی جن کی  
 نسبت علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس کی تعلیم سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں کہا ذکر العلامة شاہی  
 فی مراد المحتار وغیرہ فی غیرہ مگر قول اول کی طرف جہور رائے ہیں اور عمل اسی پر ہوتا ہے جس طرف جہود پر  
 کافی مراد المحتار والعقود الدرایۃ وغیرہما اور اس کا لفظ تعلیم سب سے اقوی کہ حلیہ الفتو سے  
 بخلاف قول دوم کہ اس میں لفظ صحیح ہے اور سید قطادی کی اُس پر حکایت فتویٰ معلوم ہو گیا کہ سہو صریح ہے  
 پس جو زیادہ احتیاط چاہے مساحت آب بخیر میں غرض مساحت کا اعتبار کرے کہ ساڑھے تین فٹ اور ہمارے

گزنے سے اس میں اوپر ساڑھے اٹھارہ گز کا ہے جس کا دس گز ہمارے گزنے سے الگ ہے اگر ہوا تو اس کی پائش کا وہ درود ہمارے گزنے سے ایک سو پچیس گز ایک گز اور پچ گز ہوا ورنہ ہی چوبیس انگل کا گز خود مستند و باخود ہے جس کا وہ درود ہمارے گزنے سے پچیس ہی گز ہوا اور اس کے اعتبار میں اصلاً دفعہ نہیں کرو ہی معنی ہے اور وہی قول اکثر اور اسی میں لیس و آسانی بیشتر اور مقدار وہ درود کا اعتبار بھی خود رفت و تیسیر کی بنا پر ہے کما لا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱۰ از پیل جیت مدنتہ الحدیث مرسلہ جناب مولانا وحی احمد صاحب محدث سرورق دام فضلہ  
۱۵ اجادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ۔

ایک عرض وہ درود ہے اس میں طاق ڈال کر بارہ قسم قائم کیے ہیں اب کل متوں کے عرض کو جو حساب کرتے ہیں آچھ گز ہوتے ہیں اس سے عرض کبیر ہونے میں خلل ہے کہ نہیں جتنی آؤ تو بڑا

### الجواب

علمائے کرام نے غنیف و ہار یک ہشیا جیسے نزل یا کھیتی کے پٹوں کا حال ہونا مسافت رکھا ہے مگر متوی کر چھ گز سطح غیر پر جی سے وہ پانی کہ سوا تھ تھا بست گٹ میا غرہ وہ مددہ نہ رکھیں گے جیسے برت کو پانی پر بایا جم کر قلعہ قلعہ ہر جائے اور کثیر ہو کر پانی کے جنبش دینے سے جنبش نہ کرے وہ عرض آب قلیل ہو جائے گا، عالمگیری میں ہے،

و توضع فی اجمة القصب لو من ارض فیہا	اور کسی نہ نزل کے جھنڈ ہیں یا گھنی کھیتی کی زمین میں
تربیع متصل بعضها ببعض امت کان عسرا	و طرح کیا تو اگر اس کا رقبہ وہ مددہ ہو تو جانتا ہے تو
فی عسری جعوز اتصال القصب یا القصب	نزل کا نزل سے متصل ہونا پانی کے پانی سے متصل
لا یمن اتصال الماء بالماء کذا فی المخصوصة	ہونے میں مانع نہیں ہے، ایسا ہی خلاصہ میں ہے
وامت کان الجمعد علی وجه الماء قطعاً	اور اگر پانی پر جمی ہوئی برت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہو
قطعاً امت کان کثیراً لا یتحرک بتحرک	تو اگر اتنی زیاد ہو کر پانی کو حرکت دینے سے متحرک
الماء لا یجوز الوضوء بہ کذا فی المحیط ۱۰۱	نہ ہو تو وضو اس سے جائز نہیں، کذا فی المحیط ۱۰۱
فی جامع الرموز عن المجتبیٰ لو کان فیہا	اور جامع الرموز میں مجتبیٰ سے ہے اگر اس پانی میں

قطع خشب او جمل يتحرك بتحرك الماء  
 جاز فيه الرضوا اذ افهم ان لولم يتحرك لم يجوز  
 مگر ہی یا برت کے گرنے ہوں اور وہ پانی کو حرکت دیتے  
 سے متحرک ہوتے ہوں تو اس سے وضو جائز ہے  
 اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر متحرک نہ ہو تو وضو جائز نہیں  
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴ از شہرہ رسدہ اہلسنت مسئلہ مولوی محمد طاہر صاحب دہلوی متعلم مدرسہ اہلسنت و دینیہ  
 ۱۳۳۰ھ۔

سوال اول: عرض وہ در وہ میں اگر کوئی شخص متحرک یا رابطہ ڈالے یا پاؤں اُس کے اندر ڈال کر دھوئے  
 یا وضو اس طرح کرے کہ تمام خصالہ اس میں گرتا جائے تو آیا ان سب صورتوں میں وہ عرض پاک رہے گا یا  
 نہیں اور تہیہ ثانی اگر کوئی نجس سمجھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

### الجواب

ان سب صورتوں میں وہ عرض پاک ہے اور اسے نجس سمجھنا جہالت اور اگر کوئی شخص مسئلہ بتانے کے بعد  
 بھی اصرار کرے تو سخت گناہ ہے اگر عرض میں متھوئے یا ناک صاف کرنے سے احتراز لازم ہے کہ یہ افعال باعث  
 نفرت ہیں اور بلا وجہ شرعی نفرت دینا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر داولا تقصودا واللہ  
 تعالیٰ اعلم۔ حضور پاک نے فرمایا: اچھی خبر سناؤ نفرت نہ پھیلاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

سوال ۲: ایک تالاب در وہ در وہ میں تمام محلہ کے چوپڑوں یا خانوں یا لیوں وغیرہ کا نجس پانی اکٹھا ہوتا ہے  
 بلکہ مٹی اُس میں بیٹھ کر ڈھلیاں بھی ایام برسات میں ڈال کر تے ہیں اور بعض اوقات لوگ اس کے کنارے  
 یا خانہ پیشاب بھی پھرتے ہیں کہ اُس میں بہہ کر جاتا ہے تو آیا ایسے تالاب میں کپڑے نجس دھونے سے پاک  
 ہوں گے یا نہیں اور اُس تالاب کو حکم پاکی کا دیا جائے گا یا نہیں جینہ الزجر دوا۔

### الجواب

اگر ان نجاستوں کے گرنے سے پہلے اُس میں در وہ در وہ پانی تھا اُس کے بعد گریں اور اُن کے گرنے سے  
 اُس کا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہ ہو اور کپڑا دھونے میں یہی نجاست کپڑے پر نہ لگے آں تو کپڑا پاک ہو گیا ورنہ نہیں  
 واللہ تعالیٰ اعلم۔



**مسئلہ ۳۶** از شہر محلہ بہاری پور سکسٹہ فراب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲۸ ذیقعد ۱۳۳۰  
 کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرغن کر دواڈا ایچہ پانی سے وضو یا استنجا کرنا  
 جس میں کوئی دوسری شے جوش دی گئی ہو جس سے پانی کا نام پانی نہ رہے جائز ہے یا نہیں یعنی اس سے طہارت  
 حاصل ہوگی یا نہیں اس ضرورت کے یا ضرورت پر لحاظ نہ ہوگا جینواتر جودا۔

## الجواب

استسجنہ تو یقیناً جائز ہے کہ اس میں مانے مطلق بلکہ پانی ہی شرط نہیں ہر طہار قانع حزل سے ہو جاتا ہے  
 وضو جائز نہ ہوگا (اُن چیزوں سے)

لکھال الامتزاز بالطبخہ کالشرق و لندہ وال اسم جو پکانے سے ایک جہاں ہو جائیں بھیجے شوربا یا اس کو  
 انشاء کا لقب دینا۔  
 پانی نہ کھانے جیسے نمینہ۔ (ت)

وضو میں لحاظ ضرورت کی کیا حاجت اگر طہ مطلق سے وضو ہو تو حکم کر لے واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۳۷** از موضع مرغان سکسٹہ امیر علی صاحب قجاری (جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قید دریافت کرتا ہے کہ میر سے موضع میں  
 چند تالاب ہیں اُن تالابوں کے پانی سے غسل اور وضو پینا، پکڑے دھونا کیسا ہے کیونکہ اکثر موشی ہنود و مسلمان  
 ہر ایک نہاتے ہیں استنجا بڑا ہر ایک قوم و زبان پاک کرتی ہے اور کبھی چار بھٹل بھی نہاتے ہیں اور اتفاقاً قید سورا پانی  
 پی جائے یا نہاتے کسی یہ تالاب مقید رہتے ہیں اور کبھی اُن کے اندر ہو کر ندی سے نہر جاری ہو جاتی ہے اُس کی تشریح  
 یوں ہے :

نمبر	لبائی	چوڑائی	گہرائی	نمبر	لبائی	چوڑائی	گہرائی
۱	۱۰ گز	۱۰ گز	۱ گز	۳	۳۰ گز	۳۰ گز	۲ گز
۲	۲۰ گز	۲۰ گز	۲۰ گز	۴	۳۰۰ گز	۱۰۰۰ گز	۳ گز

کسی وقت میں اس سے زیادہ بھی پانی ہو جاتا ہے اور کبھی کچھ کم اور اگر ندی سے پانی آجائے اور راستہ میں نہریں  
 کچھ غلط ہو تو کیا حکم ہے اور بستی کے قریب چند اور تالاب ہیں اب وہ ان کا پانی رنگ بدلے ہوئے رہتا ہے اکثر ہنود  
 سم اُس پانی سے نفرت کرتے ہیں برسات میں بھی صاف طور پر نہیں ہوتا ہے لبائی چوڑائی گہرائی بھی بہت مگر پانی  
 صاف نہیں ہے دیگر شہر سے تالہ کا پانی ندی میں آ کر گرتا ہے اور ندی کا پانی کچھ تھوڑا غلط ہوتا ہے دیکھنے میں اکثر

پیشاب کی صورت معلوم ہوتا ہے ایسے پانی سے اکثر رنگ نہاتے اور صوبی کپڑے دھوتے ہیں اکثر دھو کر تھیں تو اس پانی کے لیے کیا حکم ہے مینواتر جہ ۱۔

## الجواب

ای سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ جس پانی کی سطح بالا کی مساحت سے ہوتا ہے مثلاً دس دس ہاتھ لیا چڑا یا بیس ہاتھ لیا پانچ ہاتھ چڑا یا پچیس ہاتھ لیا چار ہاتھ چڑا و علیٰ ہذا القیاس اور گھرا تا کہ لپ سے پانی لے کر زمین نہ کھل جائے وہ پانی نجاست کے پڑنے یا نجاست پر گزرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک نجاست کے سبب اُس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدل جائے اگر نجاست کے سوا اور کسی وجہ سے اُس کے رنگ یا بو یا مزہ یا سبب میں فرق ہو تو حرج نہیں اور اعتبار پانی کی مساحت کا ہے نہ تالاب کی۔ تالاب کہتا ہے بڑا ہوا اگر گریوں میں خشک ہو کر اُس میں سوا ہاتھ سے کم پانی رہے گا اور اب اُس سے کوئی استنجا کرے یا کتا وغیرہ ناپاک منہ کا جانور پئے تو ناپاک ہو جائے گا جوئی ہی برسات کا بہتا ہوا پانی آیا اور اُس میں نجاست مل گئی تو جب تک پُر رہا ہے اور نجاست سے اُس کا رنگ یا مزہ نہیں بدلا پاک ہے اب جہ کسی تالاب میں گر کر ٹھہرا اور ٹھہرنے کے بعد سوا ہاتھ سے مساحت کم کر دی اور نجاست کا کوئی ٹکڑا اُس میں موجود ہے تو اب سب ناپاک ہو گیا اور اگر سوا ہاتھ سے زیادہ کی مساحت میں ٹھہرا تو پاک ہے ناپاک نہ اسے کا پانی نہی میں آکر گرا اور اس سے نہی کے پانی کا رنگ یا مزہ یا بو بدل گئی ناپاک ہو گیا اور پاک رہا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸ مسئلہ حافظ محمد قاسم صاحب از مدنی کچھ محلہ مسکین بارڈہ ۴ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دینی و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہے جو بعض لوگوں کے چھ قبضہ یعنی چوبیس انگلیوں سے ۵۵ درود سے چھ بیس انگلی زیادہ ہے اور یہ چوبیس انگلیاں سترہ پانچ کے برابر ہیں اور جن لوگوں کی چوبیس انگلیاں ساڑھے سترہ پانچ ہیں اُس سے ۵۵ درود سے چوبیس انگلیاں زیادہ ہیں اور جن لوگوں کی چوبیس انگلیاں اٹھارہ پانچ کے برابر ہیں اُس سے ۵۵ درود بارہ انگلی کم ہے اور اس کے بیچ میں ایک ستویں ہے

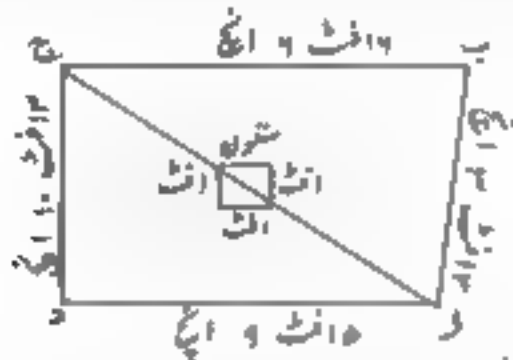
سے فائدہ ۱۔ شرح میں یہی انگلی معتبر ہیں جن کے چوبیس اٹھارہ پانچ کے برابر ہیں ایک ہاتھ مرنے کی مساحت مختلف پیمانوں سے اس جدول میں ہے :

ایک ہاتھ مرنے میں ان پیمانوں کے ہے

نہی ۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰
۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰
۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰
۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰

(باقی صفحہ گزشتہ)

جس کا طول و عرض ایک ایک فٹ ہے کیا ایسے عرض میں سے دھون کرنا جائز ہے یا نہیں اور نجاست پڑنے سے اس کا پانی نجس ہو گیا نہیں ؟ تمام کتابوں کے والد سے جواب دیا جلتے اور علماء کے مہر و مستطاب بھی ہرنا چاہئیں اس کے بار میں یہاں سخت فساد ہے اکثر لوگ اس سے دھون کرنا جائز نہیں سمجھتے جو لوگ اس سے انکار کرتے ہیں ان کا مستنداً کیا حکم ہے اس مسئلہ کا جواب باعتبار مذہب حنفی ہرنا چاہیے ، عرض کی شکل یہ ہے ۱



مقدار عرض کی ۲ فٹ ۶ انچ ۔

### الجواب

ہو اور بقدر الاضلاع ذب ج د میں قطری ج د وصل کیا مثلث و د ج میں مسب بیان سائل غلطی و د ۱۸۹ انچ ہے

(بقیہ ماشیہ منورہ گزشتہ) اب جتنے اچھے کاروبار چلتے آئے سب یہاں سے اس کے مقدار میں سے ظاہر ہو گئی مثلاً وہ درودہ کے لیے ان مقدار پر کہ ۱۰۰ میں ضرب کر دو تو گز ۲۵ ہوتے اور فٹ سر اور وسطی ہذا القیاس یہاں سے مثلاً مذکور سوال کی غلطی کا اندازہ ہو سکتا ہے وہ وہ درودہ عرض اس میں پیمانے سے ۳۲۳۰۰ انچ ہو گا اور جو ہاتھ سترہ انچ ہے اس سے سو ہاتھ صرف اٹھائیس ہزار نو سو (۲۸۹۰۰) انچ ہو گا ساڑھے تین ہزار انچ کا فرق پڑے گا جس کے چار ہزار چھ سو چھیاسٹھ اٹھل اور دو تہائی ہوتے مذکور صرف اٹھاون ، اور جو ہاتھ ۱۶ انچ ہے اس سے سو ہاتھ تیس ہزار پانچ سو پچیس انچ ہو گا پوسے انیس سو انچ کم جس کے دھاتی ہزار اٹھل ہوتے مذکور فقط چھتیس و قس علیہ ۱۲ (م)

مثلاً جس میں زاویہ د قائم ہے ۱۲ (م)

مثلاً آسانی عمل و قلت تفاوت کے سبب یہ قریب کی گئی اور تحقیق یہ ہے کہ مثلث و ج جیکہ قائم الزاویہ ہے اس کے مساحت وہی ۳۱۳۷۲ کی نصف ۱۵۶۸۶ انچ ہوتی ، مثلث ذب ج (باقی برصغیر آئینہ)



دیکار میں قریہ ۹۷۲ اپنچ کم ہوا، لہذا آٹے میں تھیل سے ایک قطرہ نجاست سے سب ناپاک ہوجا سکتا ہے، اگرچہ اس میں وضو کرنا اگر بائیں یا پانی کوئی عضو بے دخل اس میں نہ ڈالا جائے تو وضو جائز ہے اگرچہ غسالہ اس میں گرے جب تک ہاتھ مستقل اس کے پانی پر غالب نہ ہو جائے ہو الصبیح مغربے و خلا کوئی عضو اگرچہ ایک پورا یا ناخن بلا ضرورت اس سے مس کرے گا تو سارا پانی قابل وضو نہ رہے گا بناء علی الفرق بین الملاط والملاقہ کا حقیقہ فی سرائفہ الفیقۃ الافقہ واللہ تعالیٰ اعلم (علاقہ لوطی میں فرق کی تحقیق اپنے رسالہ الفیقۃ الافقہ میں کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ت)

مسئلہ ۳۹ مسئلہ شیخ ابراہیم صاحب مدرس مدرسہ فنیض عام گوردھر پر ضلع پنج محل ملک احمد آباد گجرات ۲ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ  
نجس پانی دو تین گز بچنے سے یا ہوا گھٹنے سے پاک ہوجاتا ہے یہ کہیں مصرع ہے بیوا تو جردا۔

### الجواب

نجس پانی نہ ہوا گھٹنے سے پاک ہو سکتا ہے نہ خود بچنے سے، ہاں پاک پانی اگر بہتا ہو آٹے اور اسے بہا سکتا ہے تو پاک ہوجا سکتا غائب الماء الجاری یطہر فیضہ بفضا واللہ تعالیٰ اعلم (کہہ نکہ جاری پانی کا ایک حصہ دوسرا پانی کو پاک کر دیتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۴۰ از موضع مویں پر تھانہ و ڈاک خانہ دیورنیا مسئلہ محمد شاہ بروز شنبہ بتا سیرا  
اصغر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متبیین اس مسئلہ میں کہ پانی کدہ کس کس طرح سے ہوجاتا ہے بیوا تو جردا۔

### الجواب

عوام میں یہ مشہور ہے کہ بے وضو کا ناخن ڈوبنے سے پانی کدہ ہوجاتا ہے اور مسئلہ ہے یوں کہ بے وضو کے



(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) قایم الزاویہیں ب ۵۰ = ۱۹۸ - ۱۸۹ مجرورہ شلٹ و مستطیل

۲۲۱۲۱ مربعیہ حسب بیان سائل محال ہے کہ وہ کج طرح سے اقتصر بتایا ہے تو

مذکورہ ہے کہ بیج موازی و نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

سٹک گز شرعی کو پچیس انچ ہے ایک ہاتھ یا ڈیڑھ فٹ ہے جس کے ۱۸ انچ ہوتے اور اس ذراع سے خود سرائی میں

۱۵ درود سے کم ہونا ذکر مکرر نہایت مختل و نامناسب تھا لہذا از سر نو محاسبہ کیا گیا ۱۶ (م)

اختصاصت و ضرورتیں جو کوئی بے دھلا حقہ سر کے سر آبِ قلیل سے بے حرمت میں کرے گا وہ پانی قابلِ وضو نہ ہوگا اور اس کا پینا مکروہ۔ اسی طرح بقی اور چھوٹی ہوئی مرغی اور حشرات الارض دوسری جیسے سانپ، گرگٹ، چھپکلی، بچوے، گھونس، چھوٹا اور شکاری پرندوں جیسے باز، جوئے، شکرے، بہری، بزرگیل، کوتہ اور ان کے امثالی جانوروں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے جو نجاست سے پرہیز نہیں کرتے جبکہ نہ بالفعل نجاست معلوم ہو جیسے بقی نے اُسی وقت چوہا کھا یا اور ہنوز اتنی دیر نہ گزری کہ لعاب سے لب و زبان صاف ہو جائے کہ اس صورت میں اُس کا جھوٹا مکروہ نہیں بلکہ نجس ہے نہ طہارت معلوم ہو جیسے بند مرغی کہ نجاست کے پاس جانے نہیں پاتی یا شکاری پرندہ جسے پاک گوشت کھلایا جاتا ہے اور مدت سے اُس نے شکار نہ کیا کہ اس صورت میں اس کا جھوٹا بلا گرفت پاک ہے نیز اجنبی عورت کا پیا ہوا پانی چنا مرد کو اور اجنبی مرد کا حرمت کو بھی مکروہ ہے جبکہ منفعت لذت نفسانی ہو نور الانبیاء و مراقی الفلاح میں ہے :

الباء (طاهر مظهر مکروہ) استعمالہ تنزیہا	پانی (طاهر مظهر مکروہ ہے) اس کا استعمال مکروہ تنزیہی
على الذبح و هو ما شرب منه الهمرة الاحلوية	ہے، اصح یہی ہے، یہ وہ پانی ہے جس سے بقی نے
اذا الوحشية سورها نجس و منحوها) ای الاحلية	پیا ہو یعنی پالتو بقی نے، کیونکہ جنگلی بقی کا پانی نجس ہے
الدجاجة المختلطة و سباع الطير و الحية و	(اور اسی کی مثل) یعنی پالتو بقی کی طرح مکمل پھرنے
النمرة لانها لا تتحاشى من النجاسة.	وال مرغی، شکاری پرندے، سانپ اور
	چوہا ہے کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچتی ہے۔ (ت)

حاشیہ طحاوی میں ہے :

قوله نجس ای اتفاقا لواء رد السنور سبعہ	اس کا قول نجس یعنی اس پر اتفاق ہے
فان الحسد به البیہی لہ	کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ بقی درندہ ہے، اس
	سے مراد جنگلی بقی ہے (ت)

اقول هذا الجنب بل كان الكلام في	میں کہتا ہوں یہ عجیب بات ہے گفتگو گھر
الاهلی كما في الحديث وقد بيناه مسد	بقی میں تھی جیسا کہ حدیث میں ہے، ہم نے اس کو
الكلام عليه في سلب الثلب نعم نجاسته	پوری بحث کے ساتھ "سلب الثلب" میں بیان کیا

مصرعہ ہا فی جامع الرہوتہ معزیا الذکشف و  
نص فی الدر المختار انہ نجس مغفلہ  
ہا اس کی نجاست جامع الرموز میں مصرع ہے ،  
اس کو کشف کی طرف منسوب کیا ہے ، اور در مختار میں  
مراحت ہے کہ وہ نجاست غلیظہ ہے ، ذکفست گر  
تعلیل میں ہے ۔ (ت)

تین قسم کے پانی مکروہ ہوتے ،

۱۔ پانی مستعمل یہ پیشہ مکروہ ہے ،

۲۔ اور اجنبی کا جھوٹا صرف بحالت لذت ،

۳۔ اور ای جانوروں کا جھوٹا جبکہ صاف پانی موجود ہو ورنہ نہیں ۔

در مختار میں ہے :

سورہ سورۃ وجاجۃ مغلطۃ و سباع طیلوہ  
یصلوہا طہارۃ متعارفہا و سواکن بیوت  
طاهر مکروہ تنزیہا فی الاصح اذہ جب خیرہ  
والا لہ یکرہ اصلا  
بقی کا جھوٹا ، کھل مرغی ، پرندوں کے درندوں کا جھوٹا  
جی کے بارے میں ، کتبہ کو معلوم نہیں کہ ای کی چوبچ  
پاک ہے ، گھر میں رہنے والے جانوروں (دھج یا چھپکلی  
وغیرہ) کا جھوٹا صحیح قرآن کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے  
یہ اس وقت ہے جبکہ وہ سراپا پانی موجود ہو ورنہ کراہت بھی ہوگی ۔

جر جانور دمری نہیں یعنی خوی سائل نہیں رکھتے خواہ حشرات الارض سے ہوں یا نہیں جیسے بکھو ، ککلی ، زنبور  
اور تمام دریائی جانور ای کا جھوٹا مکروہ بھی نہیں ۔ در مختار میں ہے ،

سورہ ماکادہ لہ طاهر طہورہ ہلاکراہۃ  
جس جانور میں خون نہ پایا جاتا ہو اس کا جھوٹا  
بلاشبہ طاهر و طہور ہے بلا کراہت ۔ (ت)

رد المختار میں ہے :

صودا کان یعیث فی الماء لوفی خیرہ طاعت  
البحر  
عام ازین مکروہ پانی میں رہتا ہو یا نہ رہتا ہو ، ط  
حق البحر ۔ (ت)

۴/۱

مجتبائی دہلی

فصل فی البئر

بئر در مختار

بئر ایضاً

۱۶۳/۱

مصطفیٰ انبائی مصر

۲

بئر رد المختار

اُسی میں زیرِ قول شارح و مفسر اُکھی بیوت فرمایا،

ای ممالہ دم مسائل کالغایمۃ والحقۃ والوضۃ  
بغلاف ما لادم له کالخنفس والنصرصر  
والعقرب فانه لایکوه کما هو قما صہ  
الامداد ۱۱۱۔

یعنی وہ جانور جن میں بھنڈ والا تون ہو جیسے چڑیا،  
سانپ، چھپکلی۔ بخلاف ان جانوروں کے جن میں  
خوی نہ ہو جیسے خنفس (بہشت پان)، صرصر (جھینگرا)  
حیرا) بچھو۔ کیونکہ یہ مکروہ نہیں، جیسا کہ گزرا اور  
مکمل بحث ادا میں ہے۔ (ت)

اقول فلا یجبه ما خرم فی جامعہ الرحمۃ  
من کراۃ سؤر العقرب بالاتفاق و لم  
یعزه لاحد والله تعالیٰ اعلم۔

میں کہتا ہوں اس سے معلوم ہوا جامع الرحمۃ  
میں ہے کہ بچھو کا ٹھونڈا مکروہ ہے بالاتفاق، اس کی  
کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی، اس کی کوئی وجہ کسی  
کی طرف منسوب نہیں کیا و اللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۴ اذہا لندھر ملکہ راستہ متصل مکان ٹوپی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب  
۲۰ شوال ۱۳۱۳ھ۔

نامحرم عورت جو ان یا بڑا میا اپنے برہنہ کا ٹھونڈا پانی یا شراب پانی سے قد درست ہے یا نہیں، مکروہ و تحریمی  
یا تنزیہی، اس سے نکلیں۔

## الجواب

تلفۃ شہوانی کی نیت سے حرام اور خالص تبرک کی نیت سے جائز و اللہ یعلم المقصد من المصلح  
(اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے منفعہ مصلح سے) صحیح حدیث میں ہے جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت  
فرما کر تنیہ ابراہیم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں مقیم ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اول شخص  
جب ان کے گھر جاتا وہ اور ان کے گھر والے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انکشتہ باری مبارک کے نشان  
کی جگہ سے کھاتے، درمختار کتاب الخطر میں ہے،

یکوہ للسرۃ سور الرجل وسور حمالہ  
مرد کا ٹھونڈا عورت کے لیے اور عورت کا مرد کے لیے  
مکروہ ہے۔ (ت)



اُسی کے آخر فصل نے البئر میں ہے :

بکروہ سورہا لظہر جیل کعکسہ لاستلذا ذہ

حورث کا جہر نامرد کے لیے اور مرد کا عورت کے لیے

لذت لینے کے لیے مکروہ ہے ۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

یفہم منه انه حیث لا استلذاذ لا کرہۃ ، اس سے یہ سمجھ میں آیا اگر لذت کے لیے نہ ہو تو کرہت

واللہ تعالیٰ اعلم ۔

نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۴ از مقام چتر گڑھ علاقہ دوسے پورہ راجپوتانہ مستولہ مولوی عبدالحکیم صاحب

۱۶ ربیع الاولیٰ شریف ۱۳۴۴ھ

پانی کی نالی ناپاک چڑنے سے خیار کی گئی اور خشک ہونے سے قبل اُس میں پانی جاری کیا گیا اور وہ پانی  
وضو میں اُسی جگہ سے جیسے ہرنا شروع ہوا جہاں ناپاک چڑنے سے بند کی گئی تھی تو کیا یہ پانی پاک ہے یا ناپاک ؟ فقہا  
نے لکھا ہے کہ جس تالاب میں نجاست کنہ پر ہو اور پانی وہیں سے جیسے ہوتا ہو تو وہ پانی ناپاک ہے تو اس روایت پر  
تمام پانی ناپاک ہوگا ۔

## الجواب

پانی اگر اُپر سے اُس نالی پر بہتا ہو آیا اور بہتا ہو اگر گلیا تو یکجہ مذہب یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ اس کے کسی  
وصف میں اُس کے سبب تغیر نہ ہو دوسری روایت ضروریہ ہے کہ کل یا اکثر یا فصحت پانی کا بہاؤ اگر نجاست پر ہو  
تو بہنا نفع نہ دے گا کل پانی ناپاک سمجھا جائیگا و صحیح ایضا وان کا فی الادول علیہ المصنوع لانہ الاقویٰ و علیہ  
الاعتویٰ (اور اس کی تصحیح بھی کی گئی ہے) احتیاطاً اگر پہلے قول پر ہے کہ نہ وہ اقویٰ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ۔ (ت)

اقول مگر یہ نجاست مرتبہ میں ہے جیسے مردہ یا غلیظ غیر مرتبہ میں بالاعتاقی اُسی ظہر اثر کا اعتبار ہے ،  
کما نصوا علیہ قاطبة وقال فی البحر فی توجیہ  
جیسا کہ اُن تمام نے اس پر نص کیا ، اور بھر میں دوسرے  
القول الاخر لنتیقہ بوجود النجاسة فیہ بخل  
قول کی توجیہ میں فرمایا کہ اس میں نجاست کا پایا جا نا  
غیر المرتبۃ لانہ اذا لم یظهر اثرها علمت  
حقیق ہے بخلاف غیر مرتبہ نجاست کے کہ نہ جب  
اس کا اثر ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ پانی اُس نجاست کو بہا کر  
لے گیا ہے ۔ (ت)

۴۰/۱

مجتبائی دہلی

فصل فی البئر

لے در مختار

۱۶۳/۱

مستطاب اباباتی مصر

باب المیاء

لے رد المحتار

۱۳۰/۱

۰

اور چونکہ نجاست نہیں قبض ہے اور اعتبار نجس کا ہے نہ نجس کا دلہذا اگر ناپاک گلاب یا زعفران آب جاری میں گرے اور اس میں گلاب کی ٹو یا زعفران کی رنگت آجائے اسے طور اثر نہ کہیں گے بلکہ اس نجاست کا کوئی وصف پانی میں آئے جس نے گلاب و زعفران کو ناپاک کیا تو پانی ناپاک ہوگا، رد المحتار میں ہے،

فی شرح ہدیۃ ابن الہمام سیدی عبد القوی نے شرح ہدیۃ ابن الہمام میں لکھا ہے  
الظاهر ان المراد اوصاف النجاسة لا  
المتنجس كماء الدود والخل مثلا فلو صب في  
ماء جاس يعتبر اثر النجاسة التي فيه لا اثره  
نفسه لطهارتها المانعة بالفصل وله اس وصف  
نبہ علیہ وهو مهم فاحفظہ

مکتہ پر میں نے کسی اور کو مطلع کیا ہر تیسری یا چار سال تک یہ بہت اہم ہے اسے یاد کر لیجئے (ت)

اقول وهو اضم البرهان فان  
المقصود غلبة النجاسة على الماء حتى  
اكتسبت وصفها وذلك فلو صب في ماء  
دونت المتنجس بها الا ترى ان لو كانت  
قليلة لا تغلب الماء وكان ماء الدود ماء  
قرا او لم يظهر اثرها فكذا في ماء الدود اذا لا  
تختلف قلة وكثرة باختلاف المتنجس.

تو اسی طرح گلاب کے پانی کا حال ہے کیونکہ نجاست قلیلہ و کثیرہ میں ناپاک ہونے والے پانی کے اعتبار سے مختلف نہیں ہوتی ہے۔ (ت)

توجہ کہ وہ نجاست جس سے چرنا ناپاک ہوا کرتی نہیں تو یہ حدت نجاست غیر مرتبہ کی ہے اس سے وہ روایت متعلق نہیں بلکہ یہاں بالاتفاق حکم طہارت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴۔ از کرامت سرور عقب بری کٹر مکان چاند خان دہلہ مدرسہ شیخ ممتاز علی بیک کلکوری مدظلہ  
محکمہ جنگلات کرنا۔ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین سے حالات ذیل کے جواب میں خداوند کریم آپ کو اجر عظیم اور سائل کو صراطِ مستقیم عطا فرمائے۔

عمرہ زید و شخص میں عروہ کے کسی نہ دیافت کیا کہ یہ چاہہا جو سلسلے موجود ہے اس کا پانی قابل و ضرور نیز دیگر استعمال کے ہے یا نہیں؟ عروہ نے جواب دیا کہ بنا بر رفع شک چاہہا کو تپا یا جلانے چنانچہ وہ کنواں تپا یا گیا تو لیائی ۱۱ ۱/۲ ہاتھ اور چڑائی ۹ ۱/۲ ہاتھ گہرائی سو یا ہتھ بونی جو برابر ہے ۲۲ ۱/۲ ہاتھ کے مگر زید اس کو ۳۲ ہاتھ بتو کہ اس کے پانی سے وضو ناجائز بتوتا ہے اور پانی نہ اکو قابل استعمال نہیں بتوتا لیکن عروہ نے اس چاہہا سے وضو کیا اور زید نے عروہ کے پیچھے نماز پڑھی لہذا اتنی سب سے کہ اس پانی کا استعمال برافق شرع شریف جائز ہے یا نہیں زید کی نماز اس صورت میں عروہ کے پیچھے ہوئی یا نہیں؟

نوٹ: اس چاہہا میں پانی کی اس قدر آمد ہے کہ اگر چس بند کر دیا جائے جو دی بھر پانی کھینچتا ہے تو چاہہا لبریز ہو کر زید پانی ایک راستہ سے خارج ہو کر چند روز میں دو سو فیٹ لمبے اور پچاس فیٹ چوڑے بند کو جس کی گہرائی بھی ۳ فیٹ سے کم نہیں لبریز کر دیتا ہے۔ یہ پانی مٹی میں پیتے ہیں یہ تو موسم سردی کی حالت ہے اور موسم گرمی میں چرس پینے یا نہ پینے کنیز سے پانی با بر نہیں آتا البتہ جس قدر کنواں خالی ہو جاتا ہے وقت چرس پینے کے آتنا ہی رات کو پھر کنویں میں پانی آجاتا ہے سو اس کے پہاڑی علاقہ ہونے کے سبب ایسے کنویں تعمیل ہیں کہ جی کا پانی ڈول وغیرہ سے کھینچا جائے ورنہ عام کنویں نیز دار میں تمام لوگ اند جا کر پانی پیتے اور بھرتے ہیں بلکہ نہانا اور عام طور پر کپڑے وغیرہ دھونے کا عام رواج ہے، ہاں بعض موقع پر ایسا بھی رواج ہے کہ جس کنویں کے اند نہاتے ہیں اس کا پانی نہیں پیتے۔

## الجواب

پانی میں فقط اس کی سطح بالا کی پائش معتبر ہے حق کا اصل لحاظ نہیں اگر اوپر کی سطح مثلاً ایک ہاتھ مربع ہے اور ہزار ہاتھ گہرا ہے تو وہ ایک ہی ہاتھ قرار پائے گا اور سطح سو ہاتھ ہے اور فقط نصف ہاتھ گہرا ہے تو وہ پورا سو ہاتھ ٹھہرے گا نہ کہ پچاس۔ حق صرف اتنا ہونا چاہئے کہ لب میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے لہذا چاہہا مذکور کی مساحت ۱۰۹۶۲۵ ہاتھ ہے نہ ۳۲۶۰۵ ہر حال شک نہیں کہ وہ ماٹھے کثیر ہے اس سے وضو غسل اور اس میں کپڑے دھونا سب جائز ہے وہ نجاست پڑنے سے بھی ناپاک نہ ہو گا جب تک نجاست اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدل دے اسے ۳۲ ہاتھ کہنا محض بے علمی اور اس سے وضو غسل ناجائز بتانا صریح نادانی ہے اور اگر واقع میں اس کے اعتقاد میں یہی ہے کہ اس کنویں کے پانی سے وضو نہیں ہو سکتا اور اس نے عروہ کو اس سے وضو کر کے نماز پڑھاتے دیکھا اور اپنے اسی اعتقاد پر قائم رہ کر اس کی اقدار کو لی تو زید کی نماز نہ ہوئی کہ اس کے

اعتقاد میں امام بے دھنرمناز پر بھار پڑا ہے بلکہ وہ اس سے بھی سخت تر ہے کہ اس سے نماز کو معاذ اللہ باریک بھرتا پر سیدھا  
 ہوتا ہے والدیاء باللہ تعالیٰ میں حکم اسی سبب کثروں کا ہے جن کے پانی کی سطح بالاد ۲۲۵ فٹ ہو ان میں کپڑے دھوتا  
 بھی جائز ہے اور اُس سے ناپاک نہ ہوں گے اگرچہ وہ کپڑے ناپاک ہوں جب تک نجاست ان کا رنگ یا بُر یا مزہ  
 نہ بدل دے و اللہ تعالیٰ اعلم۔

---

## فتویٰ مستحی بہ

### الہنی النخیر فی الماء المستدیر<sup>۳۴</sup> خوشگوار صاف آبِ مستدیر کی تحقیق (ت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ

مسئلہ ۴۴

کیا فراتے ہیں علامتہ دین اس سلسلہ میں کہ کنوئیں کا دُور گئے یا تلخ ہو نہا چاہئے کہ وہ وہ درود ہو اور نہایت  
گرنے سے ناپاک نہ ہو سکے جینا تو جروا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ الْکَرِیْمِ

#### الجواب

اس میں چار قول ہیں ہر ایک بجا سے خود ہو رہکتا ہے اور تحقیق چھٹا ہے ۔

**قول اول** ارثا لیس بامتہ خلاصہ و ملکیہ یہ میں اسی پر جویم فرمایا اور محیط نام شمس الانکر برخی و فتاویٰ  
کبریٰ میں اسی کو احوط بتایا سیدہ مطاوی نے اس کا اتباع کیا بندیہ میں ہے ،  
ان کان الحوض مدورا یعتبر ثمانیۃ و ..... اگر حوض گول ہو تو ارثا لیس بامتہ کا اعتبار ہوگا  
اسر یحوی ذرا عا کذا فی الخلاصۃ و ..... کذا فی الخلاصۃ اور یہی احوط ہے کذا فی محیط  
الاحوط کذا فی محیط السرخصیۃ ..... السرخصی - (ت)

مطحاوی میں ہے : الاحوط اعتبار ثمانیۃ و اسر یحیی (احوط ارثا لیس کا اعتبار کرنا ہے ۔ ت)

۱۸/۱ لے فتاویٰ بندیہ فصل فی الماء الراکدہ نوری کتب خانہ پشاور

۱۰۴/۱ لے مطاوی علی الدر المختار باب المیاء بیروت

دوم چھالیس ہاتھ بعض کتب میں اسی کو مختار و مفتی بہ بتایا بجز الرائق میں نقل فرمایا، المختار و المفتی بہ ستہ و اربعون کیلایا یحسب عایۃ الکبیر (مختار و مفتی بہ چھالیس ہے تاکہ کسر کی رعایت کی دشواری میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ دت)

اقول یرید ان شبه کسر اسقط او  
رفع تبیین اثر س آیت فی الفتح ما عین  
الرفع حیث قال انہ کان العوض مدورا  
فقدر ہا ربعة واربعمین وثمانین و  
اربعمین و المختار ستہ و اربعون و  
فی الحساب یکتفی باقل منها بکسر النسبة لکن  
یفق یستہ و اربعین کیلایا یحسب رعایت  
الکبیر قال واکمل تحکیمات غیر لازمۃ انما  
الصحیح ما قد مناه من عدم التحکم بتقدیر  
معین آہ ای عملا یا صل المذہب وقد  
علمت ان الفتوی علی اعتبار العشر

اور آپ جان چکے کہ فتویٰ دس ہے۔ (دت)

سوم چالیس ہاتھ اس کی ترجیح اس وقت کسی کتاب سے نظر میں نہیں، جامع الرموز میں ہے  
احادی المدور فی مشروط ان یکون دوسرہ  
ثمانیا و اربعین دس احاد و قیل اربعہ  
واربعین فالاول احوط کما فی الکبیر

چہارم چھتیس ہاتھ متقطع میں اسی کی تصحیح کی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا یہی صحیح اور  
فی حساب میں سبزیں ہے، جامع الرموز میں ہے،

وقیل ستہ و ثلثین و هو الصحیح المعین اور ایک قول ہے کہ یہ چھتیس ہے اور یہی صحیح ہے

شہ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷  
شہ فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء ولا یجوز بہ لودیر رضویہ سکس ۱/۷۷  
شہ جامع الرموز باب بیانی المیاء گنبد ایران ۱/۷۷

حند الحساب كما في الظهيرية وفي الاوليت  
تحقق العوض الربيع داخل المدور وفي الثالث  
ما يساويه

اور حساب کی روشے جو چوں کہ کافی التعمیر اور پہلے  
دو میں مربع عوض مدور عوض متحقق ہو گیا اور تیسرے  
میں اس کے مساوی ہے۔ (ت)

اس پر مبنی غرض نے غرض میں مع افادہ تصحیح اور متقی غلاتی نے درختار اور علامہ فقیر و محاسب شرنبلالی نے  
مراقی الفلاح میں جزم فرمایا رد المحتار میں ہے :

قوله وفي المدور ستة وثلاثين اي باثني عشرة  
دورة ستة وثلاثين ذراعا وقطرة احد عشر  
ذراعا وخمس ذراع ومسا حته ان تضروب  
نصف القطر وهو خمسة ونصف وعشرون  
في نصف المدور وهو ثمانية عشر يكون حاشة  
ذراع واربعة اخماس ذراع اه سراج  
وما ذكره هو احد اقوال خمسة وفي المدور  
من الظهيرية هو الصحيح -

انہ کا قول کہ مدور میں چھتیس ہیں یعنی اس کا دور چھتیس  
گز ہو اور اس کا قطر گیارہ گز اور ایک خمس ہو اور  
اس کی مساحت یہ ہے کہ نصف قطر یعنی ساڑھے پانچ  
کو دور دسویں کر نصف دور میں ضرب دی جائے، اور یہ  
اشارہ ہے، توکل سو یا عدد اور چار خمس ذراع ہو گا اور  
سراج، اور جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ پانچ میں سے  
ایک قول ہے اور دور میں تعمیر یہ ہے کہ یہ صحیح  
ہے۔ (ت)

اقول تحقیق یہ ہے کہ اس کا دور تقریباً ساڑھے چھتیس یا چھ چار ہے یعنی ۳۵۶ و ۳۵۷ قطر تقریباً  
۱۰ ۱/۲ گز ہو گا بلکہ دس گز ایک انگل یعنی ۱۱۶۲۸۳ یا تنہ بیان اس کا یہ کہ اصل بیکندہ مقدم شکل ۱۲  
میں ثابت ہے کہ محیط دائرہ کو رینگ قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے یا قطر دائرہ کو رینگ محیط

سہ جامع الرموز باب بیان الماء گنبد ایران ۳۸/۱  
سہ لہرام من التقدير الا اربعة اقوال  
وكانه اراد بالخامس مسا ذكره  
المحقق ان لا تصير ۱۲ منه حفظه ديه نقلاً (م)

میں نے تعمیر میں صرف چار قول دیکھے ہیں شامی نے گویا  
پانچویں سے وہ مراد لیا ہے جس کو محقق نے ذکر کیا ہے  
کہ تعمیریں نہیں۔ (ت)

سہ رد المحتار باب المياد مصنفه الباني مصر ۱۲۲/۱  
سہ یہ کتاب کتاب اقلیدس سے جدا و جدید ہے، ۸ مقالوں پر مشتمل اور ہندسہ و مساحت و مثلث کر دی  
سب میں مفید ہے اس میں بہت دعاوی کا بیان کتاب اقلیدس پر مزید ہے فاضل محمد مصری  
نے اسے ترکی سے عربی میں ترجمہ کیا ۱۲ (م)





پھر آسانی کے لیے لوکارٹم سے کام کرتے ہوئے دوسری جدول رکھی اور اس میں تمام حسابیہ سے وہ تصرفات کر دئے کہ بجائے تقریبی بھی بنتے ہی رہے۔

مطلوب معلوم	لو قطر	لو محیط	لو مساحت
لو قطر		لو ق + ۱۲۹۹۰۰۰۰	۲ لو ق + ۸۹۹۰۰۰۰۰
لو محیط	لو ق + ۲۵۰۲۸۵۰۱		۲ لو ق + ۹۰۰۰۰۰۰۰
لو مساحت	لو ق + ۱۰۰۰۰۰۰۰	لو ق + ۹۹۲۰۰۰۰	

یہاں مساحت معلوم ہے ۱۰۰ ہاتھ جس کا لوکارٹم ۲۸۰ =  $\frac{280}{100} = 2.8$  ہے۔ ۱۰۵۲۳۵۵۰ = ۱۰۵۲۳۵۵۰ کا لوکارٹم  
۲۸۳ = ۱۱۰ کا ہے یہ قدر قطر برقی نیز  $\frac{280}{100} = 2.8$  = ۲۸۳ کا ہے کہ لوکارٹم ۲۸۳ کا ہے یہ  
مقدار دور برقی۔ ہمارے بیان کی تحقیق یہ ہے کہ  $283 \times 11 = 3113$  = ۳۵۲۳۵۹۰۰۰۰ = ۳۵۲۳۵۹۰۰۰۰  
۱۰۰۰۰۰۰۰ کا سو ہاتھ سے صرف  $\frac{1}{100}$  یعنی  $\frac{1}{100}$  زائد ہے کہ ایک انگل عرض کا  $\frac{1}{100}$  یعنی انگل کے چوبیس  
بٹے سے بھی کم ہے بخلاف حساب سراج و شربل فیہ کہ ان کے خیال سے ۱۹ انگل اور واقع میں تیس ہاتھ سے  
بھی زیادہ بڑھتا ہے کہ سیاتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ سابقہ بیانات میں  
ہے اولاً جس کا دور چھتیس ہوا اس کا قطر ۱۱ ذراع پر  
ایک ذراع کا صرف پانچواں حصہ زائد نہ ہوگا بلکہ آٹھ  
ذراع کے قریب زائد ہوگا کیونکہ ۲۹ کا لوکارٹم  
۲۵۹۳۰۲۵ = ۱۰۵۲۳۵۵۰ + ۱۰۵۲۳۵۵۰ = ۲۱۰۴۷۱۰۰  
۵۹۱۵۲۹ = ۱۰۵۲۳۵۵۰ کا ہے اور وہ لوکارٹم ۲۵۹ کا ہے  
یہ نصف سے صرف  $\frac{1}{100}$  کی مقدار کم ہے  
اور ثانیاً جو ایسا ہو اس کی پائش سر ہاتھ  
پر تین ذراع سے زائد ہوگی نہ یہ کہ ایک ذراع کا  
یک اور یہ اس لیے ہے کہ  $2 \times 105593025 = 211186050$   
۵۰ = ۱۰۵۲۳۵۵۰ + ۱۰۵۲۳۵۵۰ = ۲۱۰۴۷۱۰۰  
۲۶۰۱۳۳۹۵۱ = ۲۶۰۱۳۳۹۵۱ اور وہ لوکارٹم ہے ۱۰۳۱۳۱۰

اقول و بہذا اعلیٰ ما فی البیانا  
المسابقة فاولا ما كانت دورہ شاد و ثلثین  
لوزید قطرہ علی ۱۱ ذراعاً بخمس ذراع فقط  
بل بقریب من نصف ذراع لان ۳۹ ذراعاً شہنا  
۳۰۲۵ = ۱۰۵۵۹۳۰۲۵ + ۱۰۵۵۹۳۰۲۵ = ۲۱۱۱۸۶۰۵۰  
وہو لوکارٹم ۲۵۹ لا ینقص من النصف الا قدر  
 $\frac{1}{100}$  و ثانیاً ما کان کذا ازید مساحت علی  
حاشیہ ذراع ہا کثر من ثلثہ اذرع لا اربعہ  
اخصاس ذراع و ذلک لان  $2 \times 105593025 = 211186050$   
۵۰ = ۱۰۵۲۳۵۵۰ + ۱۰۵۲۳۵۵۰ = ۲۱۰۴۷۱۰۰  
۲۶۰۱۳۳۹۵۱ = ۲۶۰۱۳۳۹۵۱ وہو لوکارٹم ۱۰۳۱۳۱۰  
و ثالثاً لو حمل بقطر ذکر بان رسم خط

مثله و رسمت علی منصفه بعد طر قس  
 دائرة فجعل دور البئر مثلها ليعصم فان  
 ۱۱۶۲ الفوخاس ثمة ۱۰۰۳۹۲۱۸۰ منحنس  
 ۹۸۳۳۹۰ + ۲۶۰۹۸۹۵۰ = ۶۶۸۹۵۰۸۹۹  
 ۱۲۹۹۳۵۲۵۹ وهو فوخاس ثم ۵۲ ۹۸۰  
 فيكون السطع اقل من مائة ذراع بذراع  
 ونصف تقرىبا وبالجملة ان اخذ الدور  
 ثراء على السطوب بثلثة اذرع وان اخذ  
 القطر فقص عنه بذراع ونصف اى ارى يد  
 الجسم بينهما لم يكن - اما قول المحقق  
 الشرنبلالى في غنية ذوى الاحكام حيث  
 ذكر اولا ما صرحت به عن المسراج  
 ثم قال وبرهان ذلك اننا علمنا الدور  
 والمساحة التى هي تكبير الدائرة فقطعا  
 المساحة على سيم الدور وهو تسعة فخرج  
 القطر احد عشر ذراعا وخمس ذراع و  
 برهان اعتبار ستة وثلثين بقسمة المساحة  
 وهي مائة ذراع واسبعة اخماس ذراع  
 على نصف القطر فهو على ما ذكرناه اه

اور مثال اگر ذکرہ قطر پر عمل کیا جائے اس طرح  
 کہ اسی کی مثل ایک خط کھینچا جائے اور اس کے نصف  
 پر اس کے بعد کے کنارے پر ایک دائرہ کھینچا جائے  
 اور گزریں کا دور اسی کی مثل کیا جائے، تو صحیح نہ ہوگا  
 کیونکہ ۱۱۶۲ کا دگر گارثم ۱۰۰۳۹۲۱۸۰ - اسے اس کا  
 دو گنا ۹۸۳۳۹۰ + ۲۶۰۹۸۹۵۰ = ۶۶۸۹۵۰۸۹۹  
 = ۱۲۹۹۳۵۲۵۹ ہے اور یہ دگر گارثم ۵۲ ۹۸۰ ہے تو  
 سطح سرایت سے قسٹ سیر یا ڈیڑھ ہاتھ کم ہو گی  
 اور غلطی یہ ہے کہ اگر دور دیا جائے تو مطلوب  
 پر زیادہ ہو گا تین ہاتھ اور اگر قطر لیا جائے تو اس سے  
 ڈیڑھ ہاتھ کم ہو گا اور اگر ان دونوں میں صحیح کا ارادہ  
 کیا جائے تو ممکن نہ ہوگا اور غنیہ ذوی الاحکام میں  
 محقق شرنبلالی نے فرمایا پہلے تو ہر ذکر کیا گیا 'شش'  
 سے 'سراج' سے وہ انہوں نے ذکر کیا، پھر فرمایا  
 اس کی برائی یہ ہے کہ ہیں دور اور پیمائش کا علم ہے  
 جو دائرہ کی تکبیر ہے، تو ہم نے مساحتہ کو ربع دور  
 پر تقسیم کیا اور وہ ۹ ہے تو قطر ۱۱ ذراع نکلا  
 اور برہان اس امر پر کہ ۳۶ کا اعتبار مساحتہ کی تقسیم  
 پر اور وہ مساحتہ سر ذراع اور پیمائش ذراع ہے

نصف قطر پر، ترجمیہ کہ ہم نے ذکر کیا یہ اس کے مطابق ہے اح - (ت)

میں کہتا ہوں نصف نصف یہاں علم کی سبقت

ہے یہ ربع قطر ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے  
 کہ قی ط = ۳۶ ہم نے معادلہ کو تقسیم کیا قی ط = ۳۶

فما قول لفظ نصف ہونا سبق قلم

صوابہ علی ربع القطر لما علمت ان قی ط = ۳۶  
 قسمنا المعادلة علی قی ط = ۳۶ = ۳۶ ÷ قی ط

وہی دعوائہ الاول و ثانیاً قسمنا ہا علی قی

طہ ہر پ قی لا قی دہی دعوائہ الاخریٰ ہذا

سہیل و انما الشان فی تعیین ہذا المقادیر

وما المقصد الا ابداء عقد ارد ورتکون مساحتہ

مائة ذراع فلیس بالید الا هذه قاولا

کیف عدل عنہا فی ما یزید علیہا یاں بعصہ

اخصاص ذراع و ثانیاً بنیتم برہان اعتبار

هذا المدور علی قدم القطر و برہان اعتبار

هذا القطر علی قدر المدور و هذا دور و ثانیاً

بنیتم المساحة تبعاً للسراج علی الدور و القطر

و هذا دور و ثانیاً اخراج و فکن الامر ان

السراج بنی الامر علی الاستقرار فقرب

تقریباً و اذا تقریر هذا فابانہ لقطر و ثانیاً

الدور و المساحة اذ الدور من القطر و

المساحة امر اذہ نہ تحقیق ما تقریر لا البرہان

علی ذلك و بانہ التوفیق هذا و ما ذکر

القبستانی من وقوع مربع عشر داخل دائرة

محیطها ثمانية و اسبعون اذ اربعة و اسبعون

تحتی الاول ہے اس پر برہان نہیں ہے و بانہ التوفیق، اس کو کچھ چاہئے، اور قبستانی نے دس کے مربع کا ذکر

کیا ہے جس کے دائرہ کا محیط اڑتالیس یا چالیس بنتا ہے۔ (دست)

فا قولی لہ وجہ فی الاول فیقع فیہا

لغة و انت لم یقع علی مصطلح الغرض من

ان یما سہا جیم عز وایاہ و ذلك لان المربع

الواقعی فی محیط ثمانية و اسبعین ضلعہ اطول

من ای پاکثر من اسبعۃ اخصاص ذراع و ذلك

قی ہر پ قی لا قی دہی دعوائہ الاخریٰ ہذا

اور ثانیاً ہم نے اس کو قی طہ ہر پ

قی لا قی پر تقسیم کیا اور یہ ان کا دوسرا دعویٰ ہے یہ

سہل ہے اور اہم معاملہ ان مقادیر کی تعیین کا ہے اور

مختص صرف متدار دور کا اظہار ہے جس کی مساحتہ ایک سو

ذراع ہو، تو ہا تم میں یہی ہے۔

اولاً یہاں اس سے عدول کر کے دو چیمہ

اختیار کی گئی ہے جس پر ایک ذراع کے چار خمس

زائد ہے، ایسا کیوں کیا گیا؟

ثانیاً اس دور کے اعتبار کی برہان کو تم نے

قطر کے مقدار پر مبنی کیا ہے، اور اس قطر کے اعتبار کی

برہان کو دور کی مقدار پر مبنی کیا ہے، اور یہ دور ہے۔

ثالثاً تم نے پیمائش کی بنیاد، سراج کی پیمائی

میں، دور اور قطر پر رکھی ہے، اور یہ دو دوسرے دور

میں، لیکن سراج نے معاملہ کی بنیاد استقرار پر رکھی ہے

تو ان کی یہ بات قریب قریب ٹھیک ہے، جب یہ

ثابت ہو گئی تو قطر کو دور اور پیمائش سے الگ کرنا یا

دور کو قطر و پیمائش سے الگ کرنا، ثانیاً بہت شدہ چیز کی

میں کوتاہی اس کی پہلے میں درج موجود ہے

تو وہ اس میں لغت کے اعتبار سے واقع ہے اگرچہ

فہم کی اصطلاح کے مطابق نہیں ہے، یعنی یہ کہ اس کو

اس کے تمام زائد لے کر لے کر اس کی وسیل

یعنی ایک ہاتھ کے چار خمس سے زیادہ (بائی ہر صفحہ آئینہ)





طریق قوتی کے خلاف کہنے کی گنجائش نہیں، اور  
حساب کا معادہ تو بالکل واضح ہوتا ہے، اب جبکہ  
ہمیں معلوم ہو گیا کہ صحیح یہی ہے تو دوسرے اقوال کا  
ترک لازم ہو گیا، البتہ قدوة الریاضین علامہ عبد العلی  
برجندی نے شرح فقیر میں ۴۴ اور ۴۵ کے دو قول کی  
تشریح کی کوشش کی ہے، اس کو کبریٰ کی  
طرف منسوب کیا ہے اور ان کے شرح مستمائی میں  
دیگی کبریٰ میں پہلے قول کو احوط قرار دیا ہے واللہ  
تعالیٰ اعلم اور غالباً ۴۴ کے قول کی طرف وہ متوجہ نہ  
ہوئے تو فرمایا یہاں تحقیق کلام تین مقامات پر مبنی ہے  
(۱) قائم کے وتر کا مربع مثلث میں اس کے  
دو ضلعوں کے دو مربعوں کے مجموعہ کے برابر ہوتا ہے۔  
(۲) اور دائرہ کا محیط اس کے قطر کی تین مثل سے  
اس کے قطر کے کسب جن زیادہ ہوتا ہے۔

(۳) اگر ایک دائرہ کی مساحت معلوم ہو اور گیارہ  
پر برابر تقسیم کی جائے اور اس میں سے تین اقسام کا  
اضافہ کیا جائے مجموعی پیمائش پر اور مجموعہ کا جذر لیا جائے  
تو دائرہ کا قطر نکل آئے گا۔

یہ سب علم ہند سے اور حساب میں مبرہن ہے اب  
ہم کہتے ہیں کہ جب ایک مربع عرض کے دو ذریعے  
دس ذراع ہوں گے تو دو ذریعے ضلعوں کے دو ذریعے مربعوں  
کا مجموعہ دوسرے ہوگا اور دو ذریعے کا جذر چودہ ذراع اور  
دس ذریعے اور دس ذریعے کا آدھا ہوگا تقریباً، اور یہی مقدار

ترك ما سوا غير ان قدوة الرياضيين  
السلامة عبد العلي البرجندی رحمه  
الله تعالى حاول في شرح النفاية توجيه قوله  
۴۴ و ۴۵ عان يا لهذا الكبرياء والذي  
رأيت في شرح القسافي ان في الكبرياء  
جعل الاول هو الاحوط والله تعالى اعلم و  
كانه لو يقم له قول ۴۴ فقال تحقيق الكلام  
ههنا متوقف على ثلث مقدمات هي ان  
مربع وتر القائمة في مثلث يساوي مجموع  
مربعي ضلعيها وأن محيط الدائرة ان يرد من  
ثلثة امثال قطرها يسبع قطرها وأنه اذا  
كانت مساحة دائرة معلومة وقسمت باحد  
عشر قسما متساوية ونريد شئنا اقسام منها  
على مجموع المساحة واخذ جذرا المجموع  
يكون قطر الدائرة هكذا ذلك مبرهن  
في علم الهند ستة والحساب فنقول اذا كان  
كل من ضلعي الموضع المربع عشرة ذراع كان  
مجموع مربعي الضلعين مائتين وجذرهما  
اسبعة عشر وعشر ونصف عشر تقريبا و  
هو مقدار الخط المواصل بين الزاويتين  
الصفا بلتين وهو اطول الامتدادات الممكنة  
في المربع المذكور للمقدمة الاولى فاعتبر

بکہ پچیس اجزاء میں سے ایک جزء اور قطری مقدار  
کیونکہ وہ ۱۲۶ و ۱۲۷ ہے تقریباً۔ (ت)

لہ بل جزء من خمسة وعشرين جزء وشئ  
قليل فانه ۱۲۶ و ۱۲۷ تقریباً احسنه (م)

في الفتاوى الكبرى ان يكون قطر الحوض المدور مساويا لاطول الامتدادات الحفر وضة في الحوض المربع ليكن وقوع مربع بالشرط المذكور داخل الحوض المدور ولا يكون البعد بين جزئين متقابلين من محيط المثلث في شئ من المواضع اقصر من اطول امتداد المربع فيكون محيط الحوض المدور ثلاثة اشكال ذلك الامتداد وسبعة اعني اربعا واربعة عشر وثلثي عشر للمقدمة الثانية ولما كان انكسر الزائد اقل من النصف استقروا كما هو عادة اهل الحساب وصاحب الخلاصة اعتبر ايضا ما اعتبر في الكبرى لكنه لم يثبت في الحساب فاخذ انكسر الزائد واحد الاحتياط فاخذ الامتداد الاطول خمسة عشر فاذا اعتبرناه قطر يكون المحيط سبعة واربعة واربعة وسبع ذراع فاذا اعتبرناه اربعين فمقياسا للكثير القاصي

له بل انكسر على ما ذكرنا ٢٤١٣ وهو اربعة اعشار واكثر من ثلثي عشر بقدر ١٣٣ قتر يبا وعلى ما ذكرنا ١٣٣٠ وهو اربعة اعشار واقل بثلث عشر بقدر ١٥٠ اعلى اكثر من خمس العشر

له منه (م)

له اقول المية لا يتم ولا احتياط في الاحتياط فكان يجب تركه اه منه - (م)

اس خط کی ہے جو دو متقابل زاویوں کے درمیان متصل ہے، اور یہ مربع مذکور میں ممکنہ امتدادات میں سب سے لمبا ہے اس کی دلیل پہلا مقدمہ ہے جو فتاویٰ کبریٰ میں اس امر کا اعتبار کیا گیا ہے کہ گول حوض کا قطر مربع حوض کے مفروضہ امتدادات میں سب سے طویل ہوتا ہے کہ گول حوض میں شرط مذکور کے ساتھ مربع کا ہونا ممکن ہو اور گول حوض کے محیط سے دو متقابل اجزاء کا درمیان بقدر کسی جگہ بھی مربع کے امتدادات میں سے طویل تر سے چھوٹا نہ ہو گول حوض کا محیط اس امتداد سے تین گنا اور گول ہو گا یعنی چالیس ہاتھ اور چار اعشار اور دسویں کے دو ثلث ہوں گے، یہ دوسرے مقدمہ سے ثابت ہے اور چونکہ کسر زائد نصف سے کم ہے تو اس کو ساقط کر دینا گیا، بیساکر حساب والوں کا طریقہ ہے، اور خلاصہ کے مصنف نے وہی اعتبار کیا ہے جو خواص کبریٰ میں کیا ہے، لیکن انہوں نے حساب میں پانچ مئی نہ کی، تو انہوں نے کسر زائد کو ایک اعتبار کیا احتیاطاً، تو انہوں نے طویل ترین امتداد کا اعتبار پندرہ ذرا

بھراؤ کے ذکر کے مطابق کسر ٢٤١٣ ہے اور یہ چار عشر اور ایک عشر کے دو تہائی حصے سے تقریباً ١٣٣ کی مقدار میں زیادہ ہے اور ہمارے بیان کے مطابق ١٣٣٠ ہے اور یہ چار عشر اور ١٥٠ کے مقدار میں دسویں حصے کے دو ثلث سے کم یعنی دسویں حصے کے پانچویں حصے سے زیادہ - (ت)

میں کتا جوں کر ساتھ لیاں جھڑکلی نہیں ہوتا اور اس احتیاط میں احتیاط نہیں ہے لہذا اس کا ترک کرنا واجب تھا - (ت)

الامام ظہیر الدین۔ اعتباراً تکون  
مساحة الحوض المدور مساوية لمساحة  
السرير فيكون الماء فيه مساوياً للماء المربع  
وليشبهه ابن يكرن هذا ما أخذوا عما نقل  
عن محمد بن ابراهيم الميداني عن  
ما مر فنقول كانت المساحة مائة فمناها  
ياحد عشر قسماً كل قسم تسعة وجزء من  
احد عشر فاذا انزلنا ثلثه امثالها حصل  
المائة حصل مائة وسبعة وعشرون و  
ثلثة اجزاء من احد عشر وجزء من  
احد عشر وخمساً ونصف شمس تقريباً و  
هو قطر دائرة مساحتها مائة للمقدمة  
الثالثة وثلثة امثالها مع مائة اعني محيط  
الحوض المدور يكون خمسا وثلثه من امثالها  
ونصف ذراع الانصاف حشر فاعتبروا هذا  
السكر واخذوا اخذوا محيطه مائة وثلثين  
وانما اورنا هذه الباعث ليعظم وجهه  
صحة اقوال هؤلاء الاثنية وانه ليس شيء  
منها كما قوهم بعضهم غلطاً صريحاً كـ  
من عايب قولنا  $\frac{1}{2}$  .

کیا، تو جبکہ ہم اس کو قطر قرار دیں تو محیط سینتالیس  
جز اور ایک ذراع کا ساتواں ہوگا، لیکن کسر کو  
نہم کرنے کے لیے پورے اڑتالیس کا اعتبار کیا گیا ہے  
اور قاضی ظہیر الدین نے گول عرض کی پیمائش مربع کی  
پیمائش کے مساوی قرار دی ہے، تو اس کی پانی  
مربع کے پانی کے مساوی ہوگا، اور غالباً یہ  
محمد بن ابراہیم میدان کی نقل سے اخذ ہے جیسا کہ غزالی  
ہم کہتے ہیں پیمائش سوختی اس کو ہم نے گیارہ پر تقسیم  
کیا تو ہر حصہ نو اور گیارہ کا ایک جز ہوا اور جب اس کا  
تین گنا سر پر زیاد کیا تو ایک ستائیس اور گیارہ کے  
تین اجزاء حاصل ہوئے اور اس کا جز گیارہ اور  
پانچواں اور چھٹے کا تقریباً نصف ہوا اور وہ دائرہ کا  
قطر ہے جس کی پیمائش سو ہے، اس کی دلیل تیسرا  
مقدمہ ہے اور اس کا تین گنا مع ساتویں کے یعنی  
گول عرض کا محیط پینتیس ذراع اور نصف ذراع  
دوسری کا نصف کم ہوگا تو اس کسر کو انہوں نے پورا  
ایک شمار کیا اور اس کا محیط چھتیس یا اور ہم نے یہ  
مباحث اس لیے ذکر کیے تاکہ ان ائمہ کے اقوال کی  
صحت کا سبب معلوم ہو سکے اور یہ کہ ان میں سے کوئی  
بھی صریح غلط نہیں جیسا کہ بعض نے وہم کیا اور  
بہت لوگ صحیح اقوال کو عیب لگاتے ہیں احد (ت)

یعنی اس سے کچھ کم کیونکہ وہ تقریباً  $\frac{1}{2}$  ۲۸۱ ۵۱۸ ۱۱

سہ احد (ت)

بھرمشتی اس سے کم ہے ان کے ذکر کے مطابق

$\frac{1}{2}$  ۲۸۱ ۵۱۸ ۱۱ ہے اور ہمارے ذکر کے مطابق  $\frac{1}{2}$  ۲۸۱ ۵۱۸ ۱۱ ہے احد (ت)

عہ ای اقل منه بشئ قليل فانه  $\frac{1}{2}$  ۲۸۱ ۵۱۸ ۱۱

تقریباً احد (م)

عہ بل المستثنی اقل منه فعلى ما ذكره  $\frac{1}{2}$  ۲۸۱ ۵۱۸ ۱۱ و

على ما ذكرنا  $\frac{1}{2}$  ۲۸۱ ۵۱۸ ۱۱ احد (م)



اقول رحمه الله تعالى وشكوهيه فقد  
 جلا عن احوال اجلاء ومحصله ان كلام الظهير  
 صبت على اعتبار الصحاح وسائر الاقوال  
 على اشتراط الاعتدال بين الطول والعرض وهما  
 قولان معروضان في المذهب وان كان حديثا  
 المعمول على الاول كما بيناه في الفصل الثالث  
 من كتابنا الحقيقة الافتق ويؤيد به صاحب  
 الخلاصة قال ههنا الموضع الكبير معتد بعشر  
 في عشرة صورته ان يكون من كل جانب عشرة  
 اذرع وحول الماء يكون ثمانية اذرع والوجه الماء  
 حاشة اذراع هذا معتد اذ الطول والعرض  
 فلو يكتف بقوله وجه الماء حاشة بل يثبت  
 الطول وفصل العرض واظهر ذلك في ذكر  
 الوجه وان اختار فيما بعد في جنس في  
 النهر اعتبار المساحة حيث قال ان كان الماء  
 له طول وعرض وليس له عرض كانها بلوغ  
 كان بحال لو جمع يصير عرضا في عشرة يجوز  
 التوضي به وهذا قول ابن سليل الجوزي  
 وبه اخذ الفقيه ابو الليث وعليه اعتماد  
 المصدر الشهيد وقال الامام ابو بكر الطرغاثي  
 لا يجوز وان كان من هنا في سمرقند و  
 عند من لا يجوز يحضر حفرة ثم يحضر  
 نهيرة فيجعل الماء في النهيرة الى الحفيرة  
 فيتوضأ من النهيرة فلو وقعت فيها النجاسة  
 يتنجس عشرة في عشرة والمنع من ان

میں کتابوں انہوں نے اجل علماء کے اقوال  
 سے پڑھ لیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ظہیر کا قول  
 پیمائش کے اعتبار پر مبنی ہے اور باقی اقوال طول و عرض  
 کے دو امتدادوں کے شرطا کرنے پر مبنی ہیں اور یہ دونوں  
 قول مذہب میں معروف ہیں اگرچہ جہاد الاعتدال کے ہے  
 جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "الحقیقة الافتق" کی تیسری  
 فصل میں بیان کیا اور اس کی تائید یہ ہے کہ اس  
 مقام پر صاحب خلاصہ نے کہا کہ پڑا عرض وہ در وہ  
 ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ ہر طرف سے  
 باقی ہو اور پانی کا گرد چالیس باقی ہو اور پانی کی سطح  
 سو باقی ہو یہ طول و عرض کی مقدار ہے اور تراشوں کے  
 اپنے اس قول "پانی کی سطح سو باقی ہے" پر اعتقاد  
 نہ کیا بلکہ طول و عرض کی تفصیل بیان کی اور دور تھا ہر کیا  
 پھر اس کی وجہ بیان کی، اگرچہ اس کے بعد جنس فی النہر کی  
 بحث میں نہ کو اختیار کیا گیا کہ اگر پانی کا لادل و متن ہو اور اس  
 کا عرض نہ ہو جیسے بلخ کی نہر اگر یہ اس قسم کا ہو کہ  
 جمع کرنے پر وہ در وہ ہو جائے تو اس سے وضو جائز  
 ہے یہ ابو سلیمان الجوزی کا قول ہے اور اسی کو  
 فقیر ابو الیث نے اختیار کیا اور صدر الشہید نے اسی  
 پر اعتماد کیا اور امام ابو بکر الطرغاثی نے فرمایا کہ ایسی نہر سے  
 وضو جائز نہیں خواہ وہ یہاں سے سمرقند تک کیوں نہ ہو  
 اور جو حشرات و خنث کے ہوا کے قائل نہیں وہ فرماتے  
 ہیں پہلے ایک چھوٹا سا گڑھا کھدوا جائے پھر  
 ایک چھوٹی سی نہر کھودی جائے اور اس نہر سے  
 باقی نکال کر گڑھے میں لایا جائے اور نہر سے وضو کیا جائے

اب اگر اس میں نجاست گر جائے تو وہ وہ درہ ناپاک ہو جائیگا، اور مختار یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوگا، صرف

اسی صورت میں ناپاک ہوگا جس صورت میں بڑا عرض ناپاک جتنا ہے (ت)

لا یتنجس الا بما یتنجس به الموصوف النکیر

اقول وبہ ظہر الجواب عن امیراد

الشربلانی قامت الحساب انما قلم بذلک

عند اعتبار المساحة دون اشترط

الامتدادین الطولی والعرضی بل قلم عند

ذلک بوجوب الزیادة علی م فضلا عن

م کما فقد مت الاشاشاة السید و

یوضحہ ای لیس المراد الامتدادات کیفما

وقعا بل محیطین بقاشاة والالہ یتسا و

الطولی والعرضی ولولاء ذلک لکن مثلث محض

ضلع منه حشرة اذ من مع انهم نصرافیه

بوجوب ان یکون کل خمسة عشر ذراعا

خمسا کلف السراج الوہاج والزهر النضیر

للعلامة الشربلانی وقد قال البہجتی

المراد بذلک انیکون کل من الاطراف الاربعة

عشر اذ من و ذوا یا الاس بہ قوائد لولہ

تک الزوا یا کذلک لہ یعتبر و لا یکن قروح

مثلث حائر الزاویة فی دائرة الالہ نصفها اذ

لو كانت القطعة امرید کانت الزاویة حادة

او انقص کانت منفرجة (۳-۳ من من

اقلیدس) ونہ یکون و قراقاشة قطر الدائرة

میں کہتا ہوں اس سے شربلانی کے اعتراض

کا جواب بھی معلوم ہو گیا کہ اگر زائے حساب بات قطعی

وقت ہوتی ہے جب پیمائش کا اعتبار کیا جائے نہ کہ طولی و عرضی

امتدادوں کی شرط رکھی جائے بلکہ اس وقت م سے زیادتی کا

واجب ہوتا قطعی ہوگا چہ جائیکہ م سے جیسا کہ اس کی

طرف پچھلے اشارہ گزارا، اور اس کی وضاحت اس سے

ہوتی ہے کہ مراد نہیں کہ دونوں امتداد جیسے بھی

واقع ہوں بلکہ وہ محیط ایک دائرہ کے ساتھ، ورنہ

طول و عرض مساوی نہ ہوتے، اور اگر یہ نہ ہوتا تو

اس کے ہر ضلع کا مثلث دس ہاتھ کو کافی ہوتا حالانکہ

ظاہر ہے اس میں مرادست کی ہے کہ پندرہ ذراع اور

ایک فوس کا ہونا ضروری ہے، جیسا کہ "السلح الوہاج"

میں ہے اور شربلانی کی الزمہ انضیر میں ہے، اور

برجندی نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ چاروں طرف

میں سے ہر طرف میں ذراع ہو اور اس کے چاروں زواہ

خاکر ہوں، کیونکہ اگر زائے ایسے نہ ہوتے تو اس کا

اعتبار نہ ہوگا اور یہ ممکن نہیں کہ کوئی مثلث قائم الزاویہ

کسی دائرہ میں ہو، یا نصف دائرہ میں ہو سکتا ہے

کیونکہ اگر کوئی قطعہ زائد ہوتا تو زاویہ حادہ ہو جاتا،

اگر کم ہوتا تو منفرجہ ہو جاتا (۳۰، ۳۱ میں سے،

لہ خلاصۃ الفتاویٰ فصل فی المار الجادی نوکشت و کشتو

لہ شرح النہایہ للبرجندی ابکات الماء نوکشت و کشتو

۳۲/۱



يحيط به خطا و ب ي ب ء وكل نقطة تقترض  
عليهما يكون بعدا من التجاسة عشرة  
او اكثر فيعد كل من ا و ب عشرة ثم  
لايزال يزداد حتى يكون البعد على  
نقطة ب احسب من اربعة عشر ذراعا  
بما تقدم هذا شان المربع الذي يعد  
ماوة في المشرق كثيرا فانت كان الموضع  
مدورا جعلنا قطرها عشرة فظننا انه  
البعد المطلوب كما توهم المتوهم فليتك



الدائرة و ب ج ٢  
على مركز هـ  
وقعت التجاسة  
عند ج فاخرجنا  
قطر ح ب واقنا

عمودا عليه قطر ا ب فالتصفت المقاميل  
لموقع التجاسة و ب ا و بعد نقاطه منه  
ب وهو عشرة اذ سرح فجميع النقاط لا تزال  
تقرب من ج ويكون اقرب الكل اليه نقطتا  
و ب ( ا من ٣ من اقليدس ) فلم تنسج  
الدائرة على منوال المربع المطلوب بل على  
عند ا و عكسه فيجب ان يكون اقرب النقاط  
الى ج وها ا و ب كل بفصل عشرة ج يكون  
شان الدائرة شان المربع سواء بسواء  
ان بعد كل من ا و ب عشرة ثم لايزال  
يزداد حتى يكون البعد على ب و اذن

اور ہم ۶ کو بلائیں تو اس کا نصف متقابل جو ب ج کا شلک  
ہے اس کو دو خط محیطیں ایک و ب والا دوسرا  
ب ج والا اور ہر نقطہ جو ان دونوں پر فرض کیا جائے  
اس کی دوری نجاست سے دس ہاتھ ہوگی یا  
اس سے زائد ہوگی تو ا و ب میں سے ہر ایک کی  
دوری دس ہاتھ ہے پھر وہ مسلسل زیادہ ہوتا رہتا  
ہے یہاں تک کہ و کا بعد ب کے نقطہ پر  
چودہ ذراع سے زائد ہوگا اس قاعدے کی وجہ  
جو گزرائیہ ہے وہ مربع عرض جس کے پانی کو شرعاً  
کثیر کیا جاتا ہے، اگر عرض مدور ہو اور ہم اس کا  
قطر دس مقرر کریں یہ دیکھو کہ مطلوب بعد یہی ہے،  
جیسا کہ وہم کرنے والے نے وہم کیا ہے اب و ب ج ۶

کا دائرہ ہ کے مرکز



پر برگاہ اب نجاست  
ج کے پاس عرضی  
تو ہم نے ج ب کا  
قطر نکالا اور اس پر

ایک عمود قائم کیا جو ا و ب کا قطر ہے تو وہ نصف جو مربع  
نجاست کے متبادل میں ہے وہ و ب ج ہے اور اس کا بعد ترین نقطہ  
ب ہے اور وہ دس ہاتھ ہے، اور تمام نقاط  
ج کے قریب ہوتے جاتے ہیں اور سب سے قریب  
و ب کے نقطہ ہیں ( ا، ۳ سے اقلیدس سے )  
تو دائرہ مطلوب مربع کے طریق پر نہیں بنایا گیا بلکہ  
اس کی ضد پر اور اس کے عکس پر، تو لازم ہے کہ  
ج کے قریب تر نقطہ ا و ب ہیں ہر ایک میں دس کا

يكون قطر الدائرة هو وتر المثلث فيكون ۵۶  
 اعني ح ب اكثرون اسبعة عشر ذراعا  
 بما تقدم وثبت وقوع المربع في الدائرة -  
 كواسم من بيوت رب سب اس وقت دائره کا قطر مثلث کا وتر ہوگا تو ۵۶ یعنی ح ب چودہ پاؤں سے  
 زائد ہوگا بسبب اس کا اس کے جوگرا اور مربع کا دائرہ میں واقع ہونا ثابت ہوا۔ (ت)

اقول ومن ههنا ظهرت ثلاثة امور  
 اخر الاول لم يصحح قول ۴۴ لان ليس  
 نقصا من المطلوب كما علمت والمقادير  
 المقدرة لا يعمل فيها بالاستطاعة الشاقي  
 حديث ان القطر ۱۴۲ و ۱۴۱ فحق جعله ۵۱ بالرفع  
 مجازفة كشيعة كما في قول ۴۸ وفي جعله  
 ۱۴۳ بالاستطاعة نقص من المقصود وهو لا  
 يسوغ فكان العدل التوسط بينهما وهو  
 جعله ۵۴ ثلثا امثاله ۴۴۵ و سبعة  
 ذراعا وكسر فالجموع اكثر من خمسة  
 واربعين ذراعا ونصف والكسرا اذا مضى  
 النصف بل واذا بلغ النصف يؤخذ واحدا  
 عليها هو عادة الحساب فاعتبر المحيط ۴۶  
 الثالث ظهر قول الفتح ان في الحساب  
 يكفى باقل منها يكسر لكن يفتى بستة  
 واربعين كيلا يتعمد رعاية الكسرا  
 وظهر وجه الافاء به لانه اعدل الاقوال  
 لا تعسير ولا اسراف ولا تعسير ولا جزاف  
 میں کت ہوں کہ اس سے تین اور ثابت  
 ہوتے، اول، ۴۴ کے قول کی تصحیح نہیں کی گئی  
 ہے کیونکہ یہ مطلوب سے ناقص ہے، جیسا کہ آپ کے  
 معلوم ہوا، اور مقدورہ مقادیر میں استطاعہ کا عمل  
 نہیں ہوتا،  
 ثانی، یک قطر ۱۴۲ و ۱۴۱ اسے تو اس کو اگر چہ اس کا دائرہ  
 ۵۱ بنایا جائے تو یہ اس کی پچھلے سوا کچھ نہیں ہے جیسا کہ ۴۸  
 کے قول پر ہے اور اگر استطاعت کے اس کو ۵۴ بنایا جائے  
 تو مقصود سے کم ہوگا اور یہ درست نہیں ہے،  
 تو انصاف یہ ہے کہ ان دونوں میں درمیانہ درجہ  
 اختیار کیا جائے، اور وہ یہ ہے کہ ۵۴ ۱۴۲ اس کا  
 تین گنا ہے ۵۴ اور اس کا سا تو ان دو ذراعی ہیں  
 اور کسر ہے تو مجموعہ ۴۶ ذراع اور نصف سے  
 زیادہ ہے اور کسر جب نصف سے زیادہ ہو جائے  
 بلکہ جب نصف تک پہنچ جائے تو اس کو چار ایک  
 شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ حساب دائروں کی عادت  
 ہے تو محیط ۴۶ اعتبار کیا گیا۔  
 ثالث، فتح کا یہ قول ظاہر ہو گیا کہ حساب



سواء انكسر لهما حلت ان الاستقاط في المقادير  
باطل فكان الدوس ۳۶ وهو المقصود -

(۳۲)  $\frac{1}{2}$  يكون القطر من المحيط  $\frac{1}{4}$  ليس  
ميراثا عليه في الحساب بل لم تعلم الى الابد  
النسبة بينهما تحقيقا انما عملوا بالاستقراء  
والتقريبات فكان اها يبتنى عليه من  
الاق =  $\frac{1}{2}$  فتوله كل ذلك ميراث في  
الهندسة والحساب تسامح -

(۳۳) في استقاط انكسر الزائد ههنا و  
ان كان اقل من النصف ما قد عرفت -

(۳۴) القول الرابع مبني قطعا على  
ما في الظهيرة ايضا من محمد اليبدا في  
انه ان كان بحال لوجع ماؤه يصير عشرا  
في عشر لبنائه الامر على المساحة فقط من  
دون اعتبار العرض فليس هذا محصل  
يشبه -

(۳۵) قال في الدوا وفي المثلث من كل  
جانب خمسة عشر وربعها وخمساؤه وفي  
بعض النسخ او خمساؤه اعترضه ط بان  
الحساب يقيني فلا معنى للتديد واختار  
تبع النوح اخذ في الربيع وان المساحة مائة  
ذراع وثلاثة ارباع ذراع وثلث قليل  
لا يبلغ سبعة ارباع -

چوتھائی کوئی نہ کہ اور یہ کہ مساحت ایک ذراع اور ایک ذراع کے تین رطل ہیں اور کچھ مزید جو چوتھائی ذراع کے  
نہیں پہنچتا - (ت)

اور کچھ کسر ہوگی جو صحت تک نہیں پہنچے گی اور یہی برجذی  
کے حساب کا حاصل ہے کسر پچاسی اس سے ملے گی ہے کہ  
آپ جان چکے ہیں کہ مقدار کا سا قطر کرنا باطل ہے  
تو دور ۳۶ ہوا اور یہی مقصود ہے -

(۳۶) قطر کا محیط سے ہونا  $\frac{1}{4}$  حساب میں  
میراث نہیں ہے بلکہ اب تک ان دونوں کے درمیان  
تحقیقی نسبت بھی معلوم نہیں ہو سکی ہے، جو کچھ  
کیا ہے وہ محض استقراء اور تقریب ہے، تو جو اس  
پر مبنی ہو گا اس کا بھی یہی حال ہے، یعنی یہ کہ  
ق =  $\frac{1}{2}$  اس کا یہ قول کہ یہ تمام حساب اور  
ہندسہ میں میراث ہے اس میں تسامح ہے -

(۳۷) کسر زیادہ کو سا قطر کرنے میں اگرچہ نصف سے  
کم ہو، جو کلام ہے ۵۰ تم جان چکے ہو -

(۳۸) چوتھا قول قطعا اس پر مبنی ہے جو نظیر یہ میں  
بھی محمد الیہ دانی سے منقول ہے کہ اگر وہ ایسا ہو  
کہ اس کا پانی اگر جمع کیا جائے تو وہ وہ درودہ ہو گا کہ  
اس نے اس سطح کو صرف مساحت پر مبنی کیا ہے اور عرض کا  
اعتبار نہیں کیا تو اس میں مشبہ کی گنجائش نہیں -

(۳۹) درمیں فرمایا اور مثلث میں ہر طرف سے  
۱۵ چوتھائی اور پانچواں ہے اور بعض نسخوں  
میں یا پانچواں ہے، اور اس پر ط نے اعتراض  
کیا کہ یہ حساب یقینی ہے تو اس میں تردید کا کوئی مفہوم  
نہیں اور انہوں نے فرج آفندی کی متابعت میں

چوتھائی کوئی نہ کہ اور یہ کہ مساحت ایک ذراع اور ایک ذراع کے تین رطل ہیں اور کچھ مزید جو چوتھائی ذراع کے  
نہیں پہنچتا - (ت)

اقول بل ولائش من سدس ذراع  
 كما ستعلم وجعل ش نسخة او اصوب اقول  
 اذ النسخة الواحدة من صواب وليس  
 كذلك وبتاها على الاختلاف في التعديرات  
 لوحا عید بالربيع والسراج والمشرقة بالتحس  
 واختار تبعا لهما الخمس وان المعاصحة  
 مائة ذراع وشئ قليل لا يبلغ عشر ذراع  
 اقول بل يبلغ بل يقبله كما ستري قال وحل  
 التعبير بالربيع يبلغ نحو ربع ذراع اقول  
 بل اصغر من ثلثة ارباعه وذلك ان ط  
 عن افندي وش من السراج فقلنا مائة  
 مساحت ان تقرب احد جوانبه في نفسه فمحصه  
 اخذت ثلثة وعشر فمحصه مساحته اقول  
 وهذا وان كان فيه ما استعرف فالصواب به  
 على وجهين الاول ان تأخذ ثلث المربع و  
 عشره مع الكسر وهو الذي حصل به محص  
 قولها فمحصه الم ولذا قال السراج في  
 مربع خمسة عشر والخمس امنت ثلثة ط  
 التقريب ۷۷ ولواخذ الصبيح فقط لكان  
 ثلثه تحقيقا وقال فوس في مربع خمسة عشر  
 والربيع امنت ثلثة ۷۷ ونقصت ذراع و  
 سدس ثمنه وعشره ۲۳ وسربع ونصف  
 ثمن عشره ما ذلك الا باختيار الكسر الثاني  
 الصل على ماصح فقط فصل الاول مربع  
 ۱۵۶۲ = ۳۱۶۰۳ ثلثه ۶۰۱۳ وعشره

میں کہتا ہوں بلکہ ذراع کے سدس کے چٹے کو بھی نہیں پہنچتا  
 جیسا کہ آپ عنقریب جان لیں گے اور "ش" نے  
 او کے نسخہ کو درست قرار دیا، میں کہتا ہوں اس  
 صورت میں واو کا نسخہ بھی کچھ میچ ہو سکتا ہے، حالانکہ  
 ایسا نہیں ہے، اور انہوں نے اس کا ملٹی تعبیر  
 کے اختلاف کو قرار دیا ہے کیونکہ قرع نے چ تھا تو ہے  
 تعبیر کیا اور سراج اور شربلانی نے پانچویں سے تعبیر کیا  
 اور خمس کو ان دونوں کی متابعت میں مختار قرار دیا  
 اور یہ کہ مساحت سو ذراع اور قدر سے ہے جیسا کہ ذراع  
 کے دسویں تک نہیں پہنچتی ہے۔ میں کہتا ہوں ایسا  
 نہیں ہے بلکہ یہ مقدار اس سے زائد ہو جاتی ہے جیسا  
 کہ آپ عنقریب دیکھ لیں گے، فرمایا جب اس کو  
 چ تھا تو ہے تعبیر کی جائے تو یہ تقریباً چ تھا تو ذراع ہوگا  
 میں کہتا ہوں اس کے تین چ تھا تو ہے بھی زائد ہوگا  
 اور اس کی وجہ یہ ہے کہ "ط" نے آفندی سے اور ش  
 نے سراج سے اس کی پیمائش کا حساب یہ نقل کیا  
 کہ اس کے کسی کنارے کو خود انسی میں ضرب دی جائے  
 تو جو جواب ہو اس کا تھا تو اور دسواں اس کی پیمائش  
 ہے ۸۰۔ میں کہتا ہوں اس میں کچھ بحث ہے جو  
 آپ جان لیں گے پھر بھی اس کا عمل دو طریقوں پر ہے  
 پہلا تو یہ ہے کہ مربع کا تھا تو اور دسواں مع کسر کے  
 لیا جائے، اور اس کا پیمانہ دونوں نے عمل کیا ہے،  
 ساتھ ہی ان کا یہ قول ہے فمحصه الم اور اس نے  
 سراج نے پندرہ اور پانچویں کے مربع میں فرمایا کہ اس کا  
 تھا تو تقریبی ۷۷ ہے، اور اگر صرف صحیح لیا جائے



۲۳۶۹۰۳ مجموعہما ۱۱۷۰۰۶ اور اکثر

من العشر و من ۱۵۶۲۵ = ۲۳۶۵۶۲۵

ثلثہ ۲۳۶۵۲۰۸۳ وعشرہ ۲۳۶۲۵۶۲۵

مجموعہما ۱۱۷۰۰۶ اور اکثر من ۱۱۷۰۰۶

و علی الثاني  $\frac{236}{117} = ۲۳۶۱$  وعشرہ ۲۳۶۱

۱۰۰ فقد بلغ العشر  $\frac{236}{117} = ۲۳۶۳$  وعشرہ

۲۳۶۲ مجموعہما ۱۱۷۰۰۶ و نصف بیل

اصغر لان ۳ اثر ثم اقول التحقیق ان

الکسر اقل من الخمس یعربہ بقلة التقاطع



جد اولیکن مثلثا

متساوی الاضلاع

اذ فیہ الکلام کما

صححت من قول الدر من کل جانب کذا فیکل

نراویة منه سدس الدور و مساحة کل

مثلث نصف مسطح العمود والقاعدة و هي

هنا مثل ما و الاضلاع اخرجنا علی ب ج

عمود و ف مثلث و ح القائم الزاویة

و ۳ : ۲ :: ۶ : ۴ جیب و نسیم و ح

الضلع من و و عمود من و ذلك الجیب من خطا

لکونه جیب السدس من جیب حکم التناسب

من جیب = ۱۰۰ و حیث ان  $\frac{۱۰۰}{۳} = ۳۳\frac{1}{3}$

من جیب = ۲۰۰ بل من =  $\frac{۲۰۰}{۳} = ۶۶\frac{2}{3}$  من جیب

ولو ۲۰۰ = ۳۰۰ - ۱۰۰ و لو جیب ۲۰۰ و ۱۰۰

حاصل الطرح ۲۳۶۹۰۳ و نصف

۱۱۷۰۰۶ هذا الموضع فیموجہ ۱۱۷۰۰۶

قواس کا ثلث تحقیق ہو گا اور فوج نے پندرہ اور چوٹائی

کے مربع کی بابت فرمایا کہ اس کا تہائی ۷۷ اور آدھا

ذراع اور فوجی ذراع کا سدس ہے اور اس کا عشر ۲۳۶۱

مربع اور عشر کے قس کا نصف ہے اور یہ کسری کے اعتبار

سے ہو سکتا ہے اور دوسرا عمل صرف صحیح کے

مطابق ہے تو پہلی صورت میں مربع ۱۵۶۲ =

۲۳۶۱۰۳ اس کا ثلث ۱۱۷۰۰۶ اس کا

دسواں ۲۳۶۱۰۳ ہے ان دونوں کا مجموعہ

۱۱۷۰۰۶ ہے اور یہ دسویں سے زائد ہے اور مربع

۱۵۶۲۵ = ۲۳۶۲۵۶۲۵ اس کا تہائی

۲۳۶۵۲۰۸۳ اور اس کا دسواں ۲۳۶۱۰۳

ان دونوں کا مجموعہ ۱۱۷۰۰۶ ہے اور یہ ۱۱۷۰۰۶

سے زائد ہے اور دوسری تقریر پر  $\frac{236}{117} = ۲۳۶۳$  ہے اور

اس کا دسواں ۲۳۶۱۰۳ ان دونوں کا مجموعہ ۱۱۷۰۰۶

تو دسواں ہو گیا اور  $\frac{236}{117} = ۲۳۶۳$  ہے اور اس کا

۲۳۶۱۰۳ ہے ان دونوں کا مجموعہ ۱۱۷۰۰۶ ہے اور

وہ آدھا ہے بلکہ زائد ہے کیونکہ ۳ دائرہ ہے پھر میں

کتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے کہ کسری کے قس سے قسیر کیا جاتا

ہے کیونکہ اس میں تفادیت بہت ہی کم ہے یہ

ایک مثلث ہے اس مثلث کے

تمام اضلاع برابر ہیں کیونکہ کلام

اسی میں ہے اور کلام اس

بابت آپ سنی ہی چکے ہیں کہ ہر طرف سے ایسا ہی

ہو تو اس کا ہر زاویہ دور کا پچاس ہے اور ہر مثلث کی

پیناکش عمود کی سطح کا نصف ہے اور قاعدہ یہاں





$$\frac{۱۶۶}{۲۲۵} = \frac{۳}{۴} \text{ یعنی } ۶۷۶ = ۶۷۶ \text{ من } ۶۷۶$$

لورہ محال سے یعنی ۲۳۱ و ۲۳۲ = ۰ ہاں تجلیہ میں  
گرتی مضائقہ نہیں اور یہ مثلث کی اس قسم کے ساتھ قابل  
ہے جو ہم نے ذکر کیا وہ عام ہے پھر میں کتاب ہر مثلث کی  
پیمائش میں جو انہوں نے ذکر کیا ہے قول معتد پر مبنی  
ہے کہ صرف پیمائش کا اعتبار کیا جائے، اور دوسرا  
قول جس میں دو امتدادوں کا اعتبار ہے تو اس میں ضروری ہے  
کہ ہر ضلع میں ساڑھے ایکس ذراع پر یک کسر زاد ہر جو ذراع  
کے ایک سو بیس جزء کے گنہ بگن ہوگی، اس کی  
وجہ یہ ہے کہ دس کے مربع کا مثلث میں ہونا ضروری  
ہے جیسا کہ آپ نے دائرہ میں جانا، قراب ۶ ح کا  
مربع ہم نے ۶ ح کا پرکھینا مثلاً مثلث ۶ ح ۶ ح جس کے  
اضلاع برابر ہوں اور ہم نے ۶ ح ۶ ح ۶ ح نکالا یہاں



نکدہ کہ وہ دونوں (پرے)

ہم نے ۶ ح ۶ ح نکالا

یہاں نکدہ کہ وہ دونوں

۶ ح مثلث ۶ ح ۶ ح کا بنا وہی مطلوب ہے لہذا ہم  
غلط کا تعلق ہے تو جب ہم نے ۶ ح کو طیارا تو ۶ ح کا  
کا زاویہ ۶ ح ۶ ح کے زاویہ قائمہ کا جزو ہوا،  
اور ۶ ح ۶ ح کا زاویہ ۶ ح ۶ ح کا جزو ہوا جو قائمہ  
کا دو مثلث ہے، کیونکہ یہ دونوں قانون سے اقل ہے  
اور ۶ ح ۶ ح کا مثلث مطلوب ہے کیونکہ ۶ ح ۶ ح ۶ ح  
کے دونوں زاویے مائرونی سے قسودی ہیں ۶ ح ۶ ح  
۶ ح کے دونوں قانون کو ساقط کرنے کے بعد  
۶ ح ۶ ح ۶ ح دونوں قسودی ہیں اصران دونوں

$$۶۷۶ = ۶۷۶ \text{ من } ۶۷۶ \text{ من } ۶۷۶ \text{ من } ۶۷۶$$

بہذا القسم من المثلث وما ذكرنا عام فشر  
اقول هذا الذي ذكرته مساحة المثلث  
انما يثبت على القول المعتمد من اعتبار  
المساحة وحدها اعلى القول الاخر من  
اعتبار الامتدادين فلا بد ان يكون كل  
ضلع اكثر من احد وعشرين ذراعاً ونصف  
ذراع بغير قريب جزء من احد وعشرين  
جزء من ذراع وذلك لانه يجب وقسوة  
مربع عشرة في المثلث كما علمته في الدائرة  
فليكن ۶ ح المربع ۶ ح ۶ ح ۶ ح ۶ ح ۶ ح  
مثلث ۶ ح ۶ ح متساوي الاضلاع واخرجنا



۶ ح ۶ ح من حق التقيا

على او اخرجنا ۶ ح ۶ ح

حق التقيا على ۶ ح

فمثلث ۶ ح ۶ ح هو المطلوب اما الالتقاء فلان  
اذا وصلنا ۶ ح كانت زاوية ۶ ح ۶ ح ۶ ح  
قائمة ۶ ح ۶ ح و زاوية ۶ ح ۶ ح ۶ ح  
ثلث القائمة فقد خرجا من اقل من قائمتين  
واما ان ۶ ح ۶ ح المثلث المطلوب فلان زلوق  
۶ ح ۶ ح ۶ ح متساويتان بالماصوف فيا سقاط  
قائمة ۶ ح ۶ ح ۶ ح ۶ ح ۶ ح ۶ ح متساوي  
وفي هذين المثلثين زاويتا ۶ ح ۶ ح قائمتان  
وضلع ۶ ح ۶ ح متساويتان فزاوية ۶ ح ۶ ح



اُسے غلط پہنچانے کو عرض ہے وضرافضل ہے کہ معتزلہ اسے ناجائز کہتے ہیں۔ فتح القدر میں ہے :  
 في فوائد المستغنى التوضي بآء الحوض  
 افضل من النهي لامت المعتزلة لا يجوز  
 فراء الاستغنى في ہے نہر کی بہ نسبت عرض ہے  
 وضرافضل ہے کیونکہ معتزلہ حوضوں سے ضرر کو

ملے فی الصراع بناء على جزء لا يتجزأ فانه  
 عند اهل السنة موجود متصل اجزاء المتجسمة  
 الى جزء لا يمكن تجزئته فيكون باقى الحوض  
 طاهرا وعند المعتزلة معدوم فيكون  
 كل الماء مجورا للنجاسة فيكون الحوض  
 نجسا عند هم وفي هذا التقرير نظر له قال  
 ش في توضيحه عند الفلاسفة كل جسم  
 قابل لانقسامات غير متناهية فلا يوجد  
 جزء من الطاهر الا ويقابله جزء من النجاسة  
 فمتصل اجزاء المتجسمة بجسيم اجزاء الماء  
 اها قول اولين القابلية من الفعلية  
 والجسم عند هم متصل بالفعل فلا يلاق  
 الا ملاق وتنايا لرقم فليزمر ايضا اتصال  
 اجزاء المتجسمة بجميع اجزاء الماء لامت  
 الانصاف على نسبة الانصاف فاذا كانت  
 النجاسة قد راعى جميع الماء لامت ذراع  
 فنصفها نصف اصعب وشرطه خسارة ذراع  
 وهكذا الى ما لا يتناهى وتساوى التقسيم  
 لا يستلزم تساوى الاقسام فيما بينها الا ترى  
 انه ايام الابد وسنيه كلا غير متناه واليوم  
 لا يساوى السنة ابد او كفى بهذين لتوجيه

مراع میں سے یہ جزء لا یتجزی پر مبنی ہے ، کیونکہ  
 یہ اہل السنۃ کے نزدیک موجود ہے تو نجاست کے  
 اجزاء ایسے جزء تک پہنچیں گے جو منقسم نہیں  
 ہوتا ہے ، تو باقی حوض طہر ہے گا اور معتزلہ کے  
 نزدیک جزء نہیں ہے اس لیے کل پانی نجاست  
 کا پڑوسی ہوگا ، تو ان کے نزدیک حوض نجس ہوگا  
 اس تقریر میں نظر ہے احش نے اس کی توضیح  
 میں فرمایا فلاسفہ کے نزدیک ہر جسم لامتناہی تقسیم  
 کو قبول کرتا ہے تو پاک پانی کے ہر جزء کے مقابل  
 ایک ناپاک جزء ہوگا تو اجزاء نجاست تمام اجزاء  
 پانی کے ساتھ متصل ہو جائیں گے اح  
 میں کتا ہوں قابلیۃ اور فعلیۃ میں بہت فرق  
 ہے ، اور جسم ان کے نزدیک متصل بالفعل ہے تو وہ  
 صرف اسی سے ملے گا جس سے طہر ہے ، اور  
 ثانیاً اگر تقسیم بھی کیا جائے تو لازم نہیں آتا کہ نجاست  
 کے تمام اجزاء پانی کے تمام اجزاء سے متصل ہوں  
 کیونکہ انصاف انصاف کی نسبت کے مطابق ہی  
 ہوگا ، مثلاً نجاست ایک انگل کی مقدار ہے اور  
 پانی ہزار ذراع ہے ، تو اس کا نصف آدمی انگل  
 ہوا اور اس کا آدھا پانسو ذراع ہوا اور اسی طرح  
 الی الا نہایت تک ہوگا ، اور تقسیم (باقی برصفا آئندہ)

من الحياض غير غمرهم بالوضوء منها اهـ و جائز قرار نہیں دیتے ہیں اس طرح ان کی تہلیل ہرگز

کی تسوی سے اقسام کی تسوی لازم نہیں آتی ہے، مثلاً اہل کے ایام اور سال غیر متناہی ہیں اور ایک سال ہرگز بھی ایک سال کے برابر نہیں ہو سکتا ہے اور یہ دونوں نظر کی توجیہ کو کافی ہیں اور اشش نے اس کی توجیہ کی ہے اس کی توجیہ مع توجیہ یہ ہے کہ اگر مسئلہ اسی پر مبنی ہو تو ہمارے نزدیک صرف اتنا ہی پانی نجس ہوگا جتنا کہ نہاست کے مساوی ہے، تو ایک قطرہ ایک قطرہ ہی کے مقابل ہوگا اور نصف اس کے نصف کے مقابل ہوگا۔

میں کہتا ہوں اگر معتزلہ کا یہی قول ہوتا تو ان پر یہ لازم آتا کہ ایک قطرہ سے پورا سمندر ناپاک ہو جائے، انہوں نے فرمایا علاوہ ازیں مشہور ہے کہ اختلاف جو رہیں فلسفیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہے، اور فلاسفہ نے اس پر عالم کے قدم اور مشر و فشر کی نفی کی بنیاد رکھی ہے اور معتزلہ نے ان چیزوں میں کسی کی مخالفت نہیں کی ہے درندہ کا فرقرار پاسے اور میں کہتا ہوں جوہر کی نفی کفر نہیں ہے اور نہ ہی لازم مذہب، مذہب ہوتا ہے، خاص طور پر یہ لازم بعید اور جو معتزلہ مذہب رکھتے ہیں اہی پر بہت سے لازم ہیں، مگر ان کی تکفیر نہیں کی جاتی ہے، سو یہ لازم بھی مجملہ ایسے لازم کے ہو جائے، تو ثقہ کی نقل کہ کیسے رو کیا جلتے، علاوہ اس کے اس میں اتنا کافی ہے کہ یہ بعض کا قول ہو، جیسا کہ (باقی بر صنفہ آئندہ)

و بقیر حاشیہ صفحہ گزشتہ النظر و وجہہ ش بما توضیحه مع تلخیصہ ان فوبیت المسألة علیه لما تنجس عندنا من الماء الا ما يساوي النجاسة حجباً فقطرة فقطرة و نصفها بنصفها۔ اقول دایتہ يلزم المعتزلة لو قالوا به تنجس البحر العظيم بقطيرة قال على ان المشهور ان الخلاف في الجزء بين المسلمين و الفلاسفة بنوعه قدم للمال و عدم حشر الاجساد المعتزلة لم يخالفوا في ثن من ذلك والا فكفره اهـ اقول ليس في الجزء كفر ولا لازم المذهب مذہباً لا سيما تلك التوزيم البعيدة وكم من لازم على مذاهب المعتزلة الفاضلين بها قطعاً ثم لم يكفروا فليكن هذا اجنباً فكيف يرد نقل الثقة على انه يكفي فيه ان يكون قول بعضهم كما قال تعالى قالت اليهود عزير بن ابنت الله قالوا قالها طائفة قليلة منهم كانت دانت قال فالاولى ما قيل من بناء المسئلة على ان الماء يتنجس عندهم بالمجاورة و عندنا لا ببل بالسرمان و ذلك يصلح بظهور اثرها فيه فعلمه فيظهر ولا يحكم بالنجاسة هذا اما ظهوره فاعلم انه اقول نعم في البعد ان المتنجس بالمجاورة و بليتة الحقيقة الا ان الماء القليل يتنجس مع الا بالسرمان على انهم اذ لم

هذا انما ينفيد الافضل لعدة العارض سلفه  
 كما ان لا يتحقق التميز افضل اه  
 احواس من افضل برنے کی یہ عارضی وجہ معلوم ہوتی ہے  
 جہاں یہ وجہ نہ ہو وہاں نہر سے وغیر افضل ہوگا۔ (د)

اقول اس مسئلہ سے اہم دفعہ صحت ہے کہ معاذ اللہ لوگوں کو اس پر اتباع معتزلہ کا گمان ہو اس کے دفع  
 کے لیے ایسا کرے اس کی نظیر یہ عوزہ ہے کہ رافضی خارجی ناجائز ہاتھ ہیں اگر کسی کو اس پر گمان غرضی ہو تو اس  
 کے دفع کو مسیح موزد افضل ورنہ فی نفسہ پاؤں دھونا افضل۔ درمختار میں ہے،

الفضل افضل الا لثمة فهو افضل  
 موزد پر مسیح سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر ثمت سے  
 بچنے کے لیے مسیح افضل ہے۔ (د)

رد المحتار میں ہے،

لان الرد افضل والخوارج لا يؤمنه وانما يروى  
 رافضی خارجی پاؤں پر مسیح کرتے ہیں اگر موزد پر مسیح

(بقیہ ماحشیہ صفحہ گزشتہ)

يفرقوا بين القليل والكثير يلزمهم بالمحبادة  
 ايضا تنجيس البصر الكبير برؤسهم فيسرف الحق  
 عندى ان ذلك مبق على انهم لا يلحقون  
 الكثير بالمجاري والله تعالى اعلم منه حفظه  
 سرابہ تعالیٰ۔ (د)

وہ جسے اور اس کا پتا اس سے ملتا ہے کہ اس کا اثر پانی میں ظاہر ہوتا ہے، قریب تک اثری ہر نہ ہو چکا  
 کا حکم نہ لگایا جائے گا، یہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے تم اس کو غنیت جانو۔

میں کہتا ہوں بدائع میں اس کی تصریح کی ہے کہ نہیں برنے کی وجہ مجاہدہ ہے اور ہم نے (الحقیقة الالفة  
 میں بیان کیا ہے کہ تھوڑا سا پانی یک دم ناپاک ہو جاتا ہے نہ کہ سرایت سے، علاوہ انہی انصاف نے تعلیل دیگر  
 میں فرق نہیں کیا ہے، ان پر یہ لازم ہے کہ وہ کہیں ایک بڑے سمندر کا پانی بھی مجاہدہ سے ناپاک ہو جاتا ہے خواہ  
 تھوڑے سے چھینے لگیں نہ ہوں میرے نزدیک حق یہ ہے کہ وہ کثیر پانی کو باری کے ساتھ خلق نہیں کرتے ہیں،  
 واللہ تعالیٰ اعلم۔ (د)

ملہ فتح القدیر باب الماء الذي يجز به الوضوء وما لا يجز به قدیر رضویہ سکر

۴۲/۱ ۲۶/۱ باب المسح على الخفين مجتہائی دہلی

المسح علی الرجل فاذا مسح الخنث انتفت  
 التهمة بخلاف ما اذا غسل فان العاقل  
 قد يغفلون فقیة فی شکیه الحال فی الغسل فیتهم اخلاد  
 کرمے گا کہ تحت تمہ پر جاسے گی بخلاف اسکے کہ جب وہ  
 دھوئیگا کہ رافضی فقیہ سے جو بھی جیتے ہیں غسل کی ضرورت میں حال  
 مشتبہ ہو جاتی ہے تو تمہت کا خدشہ ہوگا اخلاد (ت)  
 اقول رافضی فقیہ سے سب کچھ کر لیتے ہیں یوں ہی وہابی مجالس میلاد مبارک میں جاتیں قیام کریں  
 کیا رحیم شریف کو نیاز میں حاضر ہوں پلاؤ کھائے کہ موجود اور دل میں شرک و حرام، لہذا ہم نے نفی تمہت خروج  
 سے تصریح کی۔

قال ش ما ذكره الشارح فخله القهستاني عن  
 النكواني ثم قال لكن في المصنرات وعنيرة  
 ابن الفضل افضل وهو الصحيح كما في  
 الزاهدی اذ وفي البحر عین الترشیع هذا  
 مذہبنا وقال الرشتغنی المسح افضل اه  
 ش نے فرمایا جو شارح نے ذکر کیا ہے اسس کو  
 قہستانی نے کوئی سے نقل کیا ہے پھر فرمایا لیسکی  
 مصنرات وغیرہ میں ہے کہ غسل افضل ہے اور یہی  
 صحیح ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اہ اور بحسب میں  
 توضیح سے منقول ہے یہ ہمارا مذہب ہے اور  
 الرشتغنی نے کہا کہ مسح افضل ہے اہ (ت)

اقول هذا سبق نظرنا تماثل من  
 النكواني التخيير بين الفضل والمسح  
 ونقل اولوية المسح من الذخيرة ثم  
 هو لا يمس ما ذكر الشارح فان كلامه  
 عند وجود التهمة والذي في الذخيرة  
 وغيرها اولوية المسح حكما مطلقا عليه  
 يرد التصحيح المذكور والله تعالى اعلم  
 میں کہتے ہیں ان کی نظر خچ کی گئی ہے ہر کوئی  
 سے قرینہ نقل کیا ہے کہ غسل اور مسح میں اختیار ہے  
 اور ذخیرہ سے مسح کی اولویت نقل کی ہے پھر اس کے مطابق  
 نہیں جس شارح نے ذکر کیا ہے کہ کلام (وہو تحتہ کے تعلق پر اچھا  
 ذخیرہ وغیرہ میں ہے وہ مسح کے اولیٰ ہونے کا مطلق حکم ہے  
 اور اسی پر مذکور تصحیح وارد ہوتی ہے ، واللہ تعالیٰ  
 اعلم (ت)

ثم اقول اُس سے بھی اہم دلیل دوسرے ہے اگر کوئی شخص دوسرے میں جہل ہو جو جس سے وضو کرتے  
 کراہت رکھتا ہو اُسے وضو ہی سے وضو افضل ہے کہ قطع دوسرے ہو ورنہم الشيطان اہم من  
 ورنہم المعتزلی والله تعالى اعلم۔



## مسئلہ ۴۶

۱۰ شوال ۱۳۱۲ ہجریہ قدسینہ

اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ ایک اہل اسلام اور ایک ہنود کو حاجت غسل جنابت ہے  
اُن دونوں کا آب غسل پاک ہے یا کچھ فرق ہے؟ ایک اہل اسلام نے اپنی بی بی سے صحبت کی اور غسل کیا وہ پانی پاک  
ہے یا نہیں؟ اور ہنود نے بھی ایسا ہی کیا ہے اُس کے غسل کا پانی جو مستعمل ہو کر گرا ہے پاک ہے یا ناپاک؟  
اور اسی دونوں کے پانی میں فرق ہے یا نہیں؟ یقیناً تو جروا۔

## الجواب

اگر شرعی طور پر نہ سمجھیں کہ سر سے پاؤں تک تمام بدن ظاہر پر پانی نہ جائے اور حلق کی جڑ تک سارا منہ اور ناک  
کے نرم بالے تک ساری ناک داخل چلے تو کافر کی جنابت اتر جائے گی ورنہ نہیں،

فی التمزیر والحد والاشامی یجب حل من اسلم  
جنبا او حائضا والابان اسلم طاهر (۱) سے  
من الجنابة والحيض والنفس ای بات کا  
الغسل (فمنسندوب انتھی ملخصا۔  
تقریر در اور دستاوی میں ہے کہ واجب ہے اس شخص  
پر جو اسلام لایا جنابت کی حالت میں یا عورت اسلام  
لائی حیض کی حالت میں، ورنہ اگر پاکی کی حالت میں  
اسلام لایا (یعنی جنابت، حیض اور نفاس سے

پاک ہونے کی حالت میں، اگر ناپاک تھا تو غسل کر لیا، تو مندوب ہے انتھی ملخصا۔ (دست)

اگر جسم پر پانی نہ جانا اگرچہ کفار کے نہانے میں ہوتا ہو اور بے تیزی سے منہ بھر کر پانی پیچنے میں سارا منہ بھی  
حلق تک داخل ہوتا ہو مگر ناک میں پانی بے چڑھا نہ ہو مگر نہیں جاتا اور خود ایسا کیوں کرتے کہ پانی سترنگھہ کر  
چڑھائیں لہذا اس چھپ چھپ کر لینے سے جو کفار کرنا کرتے ہیں اُن کا غسل نہیں اُترتا۔ عذر

## ہرچ شوقی پلیسہ تر با شد

فی الحلیۃ من السیر الکبیر للامام محمد  
یفتی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابة  
ولا یدمن ون کیفیۃ الغسل آھ و فیہا عن  
الذخیرۃ الاقری ان فرضیۃ المضمضۃ و  
الاستنشاق تخفیف حل کثیر من العلماء  
جلد میں امام محمد کی سیرگیری سے منقول ہے کہ اگر کافر  
اسلام لائے تو اس پر لازم ہے کہ غسل جنابت کئے  
اور وہ غسل کی کیفیت نہیں جانتے اھ اور اس میں  
ذخیرہ سے منقول ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ کئی اور ناک  
میں پانی ڈالنے کی فرضیت بہت سے علماء پر مخفی

۳۲/۱

سہ اللہ المختار موجبات الغسل مجتہدائی دہلی

۱۲۳/۱

سہ رد المختار مصطفیٰ الباب صحر

سہ حلیہ

تکلیف علی الکفارة۔

رہی تو کافروں کا کیا حکم۔ (ت)

نمازی عظام مسلمان کے غسل کا پانی پاک ہے اگرچہ دوبارہ اُس سے غسل یا وضو نہیں ہو سکتا مگر وہ خود پاک ہے کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو نماز جائز ہے اور وضو نہ کی حاجت نہیں اور جس کے بدن پر نجاست لگی ہو نہ تحقیق ہو اس کے بدن کا پانی نجس ہے اور تحقیق نہ ہو تو بے نمازی بے احتیاط کے آب و غسل میں مشبہ ہے اُس سے پکنا اولیٰ ہے نہ کہ کافر کہ اُن کے تو پا جاموں رانوں میں پھٹکیوں پر چٹاب ہوتا ہے ان کا آب غسل مکروہ ہے پھر بھی ناپاک کا حکم نہ دیں گے جب تک تحقیق نہ ہو کہ حقیقتاً فی الاحتمالی من السکرة واللہ تعالیٰ اعلم (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ احملی من السکرة میں اس کی تحقیق کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ت)

مسئلہ ۷۴ مستولہ شیخ شریعت علی صاحب ۶ ربيع الآخر شریعت ۱۳۰۲ ھ ہجریہ قدسیہ کیا فرماتے ہیں ملائکت الطہنت وجامت اس مسئلہ میں کہ جھوٹا بندہ یا نصرانی وغیرہ کا پاک ہے یا ناپاک اُس کے کھانے کا کیا حکم ہے اگر کوئی کافر سو یا اقصا حق یا پانی پی لے تو اس کا کیا حکم ہے پھر توجہ دے۔

### الجواب

حکم اللہ ورسول کے لیے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصرانی کے کھانے سے ممانعت فرمائی، سنن ابی داؤد وجامع ترمذی و مصنف ابی یزید بن ابی شیبہ و سنن امام احمد میں مجیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،

واللفظ لا یبکر قال ساریت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی عن طعام النصاراء فقال لا یتخلجون فی صدرک طعام ضارک فیہ نصرانیۃ ۱۱

الفاظ ابی بکر کے یہ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ طعام نصرانی سے نہی فرمائی اور ارشاد کیا نہ نہا تیرے سینے میں وہ کھانا جنبش نہ کرے جس میں نصرانیت کا اشتراک ہو۔

اقول بهذا اللفظ اور وہ الامام الجلیل السیوطی فی الجامع اکبیر و قتالی حسن ادرود و صریح فی مراد حاشیہ عم المصنف فی تاویل الحدیث اللہ توفیق کما نقلہ عنہ

اقول انہی الفاظ سے اس کی کہ امام سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر کیا اور حسن کہا ادرود یہ ہر دو کی واضح تردید ہے انھوں نے حدیث کی تاویل کی کہ یہ صاف مستحکم ہے، یہ مجھے البھار میں اُن سے منقول ہے

صلی علیہ

فی مجسم البعار ثم مدة بقوله وسياق الحديث  
لا يتناسبه <sup>ال</sup>

اقول وايضا بعد ما نقله من الطبع  
من تفسيره بقوله شابهت النصرانية  
والرهبانية في تشديد هم وقضييقهم وكيف  
وانت على الصغية السهلة أه كيف وهذا  
لا يلزم النهي

اقول وكذا بعد ما فهم منه البراد  
اذا ورد في باب كراهية المتعذر للطعام  
وانما تأتى له ذلك لان لفظ روايته صحت  
مرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و  
سأله رجل فقال ان من الطعام طعنا ما  
اتحرم منه فقال لا يتخلج في صدرك  
شئ ضار صحت فيه النصرانية <sup>ال</sup> فلهذا اللفظ  
محتمل والذي ذكرناه نص صحيح فتثبت  
وبالله التوفيق ورحم الله الامام اباحاتم  
الرازي حيث يقول ما كنا نعرف الحديث  
ما لم نكتبه من <sup>سنة</sup> ستين و <sup>سنة</sup> جفا.

اور اللہ ابو حاتم الرازی پر رحم فرمائے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اُس وقت تک حدیث کو نہیں پہچانتے تھے  
جب تک کہ اس کو <sup>سنة</sup> ستین کے طریقوں سے نہ ملے لیں۔ (ت)  
ابو حاتم عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

پھر انہوں نے اس کو اپنے اس قول سے رد کیا اور  
حدیث کا سیاق اس کے مناسب نہیں۔ (ت)  
میں کہتا ہوں یہ بھی بعید ہے کہ انہوں نے  
طبعی سے اس کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ یہ نصرانیت  
اور رهبانیت کے مشابہ ہے ان کی شدت اور سختی  
میں اور تم دین خفیف پر ہو جو سہل اور آسان ہے  
کیجئے اور یہ نہی کے مناسب نہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں اسی طرف وہ بھی بعید ہے کہ  
ابو داؤد نے اس سے سمجھا ہے کہ انہوں نے اس  
باب کراہیۃ المتعذر الطعام میں وارد کیا ہے اور  
انہوں نے ایسا اس لیے کیا ہے کہ ان کی روایت  
کے لفظ میں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کو سنا اور آپ سے ایک شخص نے سوال کیا تو  
آپ نے فرمایا ان کھانوں میں سے ایک کھانا ایسا ہے  
جس سے میں حرج محسوس کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا  
تمہارے دل میں کوئی ایسی چیز خلش پیدا نہ کرے  
جو نصرانیت کے ساتھ ملے اسباب ان الفاظ میں  
احتمال ہے اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ صریح نص ہے  
اور اللہ ابو حاتم الرازی پر رحم فرمائے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اُس وقت تک حدیث کو نہیں پہچانتے تھے

قلت یا رسول اللہ انا فقروا من العدد  
فخرجنا الی ائمتهم فقال استغفروا عنہا ما  
استطعتم فان لم تجدوا غیرہا فامسحوا  
کلا عنہا واشربوا۔ (وردت الکافی الجامع وحررہ الاجل شیخہ)  
میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم  
دشمنی کے ملک میں جہاد کو جانتے ہیں اُن کے برتنوں کی  
حاجت پڑتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے فرمایا جہاں تک بن پڑے اُن برتنوں سے دُور رہو  
اور اگر اور برتن نہ ملے تو انھیں دھو کر پاک کر لو اس کے بعد ای میں کھادیں۔

اقول قد روي أحمد والبخاری و  
مسلم والبيهقي والترمذي وأبو داود  
لفظ الترمذي قال اغتسلوا غسلاً۔  
میں کہتا ہوں احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی  
اور دوسروں نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور  
ترمذی کا لفظ فامسحوا غسلاً ہے۔

اللہ عز وجل فرماتا ہے،

انما المشركون نجس۔ کافر سے ناپاک ہیں۔ یہ ناپاک اُن کے باطن کی ہے پھر اگر شراب غیر  
نہایتوں کا اثر ان کے من میں باقی ہو تو ناپاک ظاہری بھی موجود ہے اور اس وقت ان کا جھوٹا ایسا ہی  
ناپاک ہے جیسا گٹے کا، بلکہ اُس سے بھی بدتر لحاظ حالک فی الکتاب (کیونکہ گٹے کے بارے میں نام مانک کا اختلاف ہے بہت)  
اور گٹے وغیرہ جس چیز کو اُن کا لعاب لگ جائے گا ضرور ناپاک ہو جائے گی۔

تنبہ براہِ بصارت میں ہے،

مسود شارب بن خمر فور شربہا وھو حرام فور اکل  
قاسمۃ نجس۔  
شراب کا شراب پینے کے بعد فوری جھوٹا اور بقی کا چلنا  
کھانے کے بعد فوری جھوٹا نجس ہے۔ (ت)

بنوہ نصاریٰ وغیرہم اکثر شراب خور ہوتے ہیں اور موٹپیں بڑھانا اُن کا شمار اور شراب خور کی موٹپیں  
بڑی بڑی ہوں کہ شراب موٹچہ کو لگ گئی تو جب تک موٹچہ داخل نہ جاسکے گی پانی وغیرہ جس چیز کو لگے گی ناپاک  
کر دے گی، درمختار میں ہے،

لو شارب به طويلاً ولا يستوعبه اللسان فنجس  
اگر شراب خور کی موٹپیں لمبی ہوں کہ زبان ان تک

۹/۸	ادارۃ القرآن کراچی	۱۱	۱۱
۲/۲	ایم پی دہلی	۱۱	۱۱
۲۸/۹	مجتبائی دہلی	۱۱	۱۱
۲۰/۱	مجتبائی دہلی	۱۱	۱۱

و لو بعد من صلواتی نہ پہنچ سکے تو اس کا جھوٹا بخش ہے اگرچہ وہ طویل وقت کے بعد پانی پئے (دلت)  
اور اگر ظاہری نجاستوں سے بالکل جدا ہو جس کی اُمید کافروں میں بہت کم ہے تو اس کے جھوٹے کو اگرچہ  
کُتے کے جھوٹے کی طرح صریح ناپاک نہ کہا جائے۔

فی التَّوْبَةِ وَالِدَرْسُ الرَّاحِ مَطْلَعُ وَجْهِهِ اَوْ  
تذریعہ اور دریں سے آدمی کا جھوٹا پچا ہے وہ جنسی  
کافر اٹا ہر الفم طاهر اختصاراً۔  
ہر یا کافر ہو پاک ہے کیونکہ منہ پاک ہے۔ مختصراً (دلت)

اقول ہر چیز کہ ناپاک نہ ہو طیب و بے وغیرہ ہونا ضرور نہیں ریختہ بھی تو ناپاک نہیں پھر کوئی مائل  
اُسے اپنے لب و زبان سے لگانا اگر اسے کافر کے جھوٹے سے بھی بھلا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی ہی نفرت  
سے اور یہ نفرت اُن کے ایمان سے ناشی ہے۔

و فی رفعہ عن قلوبہم انتقاہ شناعة الکفرۃ  
اور اس کو ان کے دلوں سے اٹھانے میں کافروں  
عن اعدینہم اوتخفیفہا وذلک غشش  
کی پُرانی کو ان کی نگاہوں میں غم کرنا ہے یا  
بالمسلمین و قد صرح العلماء کما فی العقود  
کم کرنا ہے اور یہ مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے اور  
الدیمۃ و غیرہ انت انتفاہ الخافق یسما  
علمائے تصریح کی ہے جیسا کہ عقود العبدیۃ وغیرہ میں  
یقم سندہ من المصلحة و مصلحة المسلمین  
ہے کہ مغفرت کو دی نفرتی دینا چاہیے جس میں اس کے  
فی ابقاء النظر عن الکفرۃ لافى القانہا  
نزدیک مصلحت ہو اور مسلمانوں کی مصلحت اس میں ہے

کہ ان کے دلوں میں کافروں سے نفرت باقی رہے نہ کہ نفرت ختم ہو جائے۔ (دلت)  
جو شخص دانستہ اُس کا جھوٹا کھاتے پئے مسلمان اُسے بھی نفرت کرتے ہیں وہ ملعون ہوتا ہے اُس  
پر محبت کفار کا گمان جاتا ہے اور حدیث میں ہے،

من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلا  
میں کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلا  
یقین مواقف التهم  
کھرا نہ ہو۔

متعد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،  
ایا لک وما یسوا الا ذن اُس بات سے بچ جو کالہ کو بُری ہے

لحالہ الخاء فصل فی البرر مجتہد دہلی ۲/۱  
کے ایضاً

کے الاشباہ والنظائر کتاب النصار الا  
کے مرقی الفلاح مع الطحاوی فیصل باب سجود السہو نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۴۹  
کے مسند امام احمد بن ابی القادیہ بیروت ۶۶/۲

مرواۃ الامام احمد عن ابی العادۃ والطبرانی  
فی الکبیر وابن سعد فی الطبقات والعسکری  
فی الامثال وابن مندۃ فی المعرفۃ والطیب  
فی المثلث کلہم عن ام العادۃ حمۃ  
العاص بنت حمس والطفاوی وحید اللہ بن  
احمد الاصلی نواحد السنن والیونعم  
ابن مندۃ کلہما فی المعرفۃ عن  
العاص المذکور مرسلہ والیونعم فیہا عن  
حبیب بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم .

نیز بہت حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ایاکہ کل امر یقتدر عنہ ہر اس بات سے بچ جس میں غدر کرنا پڑے .

رواہ ایضا فی المختارۃ والدیلمی کلہما  
بسنن حسن عن انس و الطبرانی فی الاوسط  
عن جابر بن سمیہ ومن طریقہ العسکری  
فی امثالہ والقضاعی فی مسندہ معاً و  
البغوی ومن طریقہ الطبرانی فی الاوسط و  
المختص فی السادس من فوائدہ والیونعم  
الابراہیمی فی کتاب الصلۃ وابن الخیار  
تاریخہ کلہم عن ابن عمر والحاکم  
صحیحہ والبیہقی فی الزہد والعسکری  
فی الامثال والیونعم فی المعرفۃ عن سعد بن  
ابی وقاص واحمد و ابن ماجہ و ابن  
حساک عن ابی ایوب الاقصاری کلہم وافعیہ

اس کو امام احمد نے ابو العادۃ سے روایت کیا اور  
طبرانی نے کبیر میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور  
عسکری نے امثال میں اور ابن مندۃ نے معرفہ میں  
اور خطیب نے مؤلف میں ، اسی سبب ائمہ عادیہ  
عاص بن عمر طفاوی کی پھر بھی سے روایت کی ، اور  
عبد اللہ بن احمد نے ذوالد مسند میں ، اور ابونعم  
اور ابن مندۃ نے دونوں نے معرفہ میں عاص مذکور  
مرسلہ روایت کی ، اور ابونعم نے معرفہ میں حبیب بن  
حارث سے روایت کی . (ت)

اس کو بھی بخاری اور ذیلی میں  
نے بسند حسن روایت کیا انس سے اور طبرانی نے  
اوسط میں جابر بن سمیہ سے اور عسکری نے امثال  
میں اور قضاعی اپنی سند میں ابن عیینہ کی سند سے  
ایک ساتھ اور بغوی نے اور اس کی سند سے طبرانی  
نے اپنی اوسط میں اور مختص  
میں ، اور ابونعم ابراہیمی نے کتاب الصلۃ میں  
اور ابن خیار نے اپنی تاریخ میں سب نے ابن عمر  
سے ، اور حاکم نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے الزہد  
میں اور عسکری نے امثال میں اور ابونعم نے معرفہ  
میں سعد بن ابی وقاص سے اور احمد و ابن ماجہ  
اور ابن حساک نے ابی ایوب الاقصاری سے ، ان

الى النسبي صلى الله تعالى عليه وسلم والبخاري  
في تاسيخه والطبراني في الكبير وابن حنبل  
عن سعد بن عماره من قوله صلى الله  
تعالى عنهم اجمعين.

اور فرماتے ہیں صل الله تعالى عليه وآله وسلم:

بشر اول لا تنفردوا - رواه الاثمة احمد  
والبخاري ومسلم والنسائي عن انس رضي الله  
تعالى عنه .

پھر اس میں بلکہ جو شرعی فتح باب غیبت سے اور غیبت حرام غیادہ الیہ فلا اقل ان یکون حکم و ہذا (جو  
اس تک پہنچانے وہ کم از کم کرہ ضرور ہوگا۔ ت ) (جو کوئی شرعی و احادیث میر سے ثابت ہوا کہ کافر کے جھوٹے سے  
احتراز ضرور ہے اور اس باب میں یہاں نصاری کا حکم بہ نسبت ہنود کے بھی سخت تر ہے کہ وجہ کثیرہ مذکور ہیں  
دونوں شریک اور نصاری میں یہ امر زائد کہ یہاں ان کی سلطنت ہونے کے باعث مذہبی نفرت کی کمی میں تہمید  
وین یا کم از کم ضعف ایمان کا وہ اندیشہ بہ نسبت ہنود کیس زیادہ ہے۔

لن الجعل التسلک حجابا فی الصدر الاول  
اذ کانوا الذلاد حقہم من تحت ایدیہنا فکان  
تقریبہم منا تقریبہم الی الاسلام والافت  
قد العکس الامر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ  
قد کانت فناء ذوی الہیات ، یحضرہ  
لیلا و نهارا الجماعات ، و منہی عنس  
الاثمة الاشیات ، مع قوله صلى الله تعالى  
عليه وسلم لا تنفردوا باللہ مساجدا  
للہ و کم من حکم یختلف باختلاف الزمان ،

یہاں یہ امر حیات ہو گا کہ اس چیز سے استدلال کیا جائے  
جو صدر اول میں تھی کیونکہ اس زمانہ میں وہ کمزور تھے  
اور ہمارے ماتحت تھے اسی لیے ان کو اپنے قریب کرنے  
ان کو اسلام کی طرف آسنے کی دعوت دینا مقصود تھی  
اور اب تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا ہے ، ایک زمانہ تھا  
کہ با عزت و گون کی عورتیں وہاں اور رات و نزل مقابر  
جماعات میں حاضر ہوتی تھیں ، مگر ائمہ کرام نے اب  
ان کے آنے کی ممانعت کر دی ہے ، حالانکہ حضور  
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم اللہ

بلد الکائنات، کما تشہد بہ فروع جمعة،  
فی کتب الاثمة، وهذا اما عندی و مبد  
افقیت مراد الله ربہ علیہ معتقد سے،  
والیہ مستندی، والله سبحانه و تعالیٰ  
اعلم۔

کی بانیوں کو اللہ کی مساجد سے نذر و کر، اور بہت  
سے احکام ہیں جو زمانہ کے اختلافات سے مختلف  
ہوتے ہیں بلکہ اکثر کے اختلاف سے بھی مختلف ہوتے ہیں  
جیسا کہ کتب اکثر میں بہت سی فروغ اس پر شاہد ہیں  
یہ سب نزدیک یہی ہے اسی پر میں نے کئی مرتبہ

فتویٰ دیا ہے اللہ میرا رب ہے اسی پر اعتماد اور اسی کی طرف بسلا ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)  
مسئلہ ۳۴ از کانپور محلہ بوجہ خانہ مسجد نکلیاں مرستہ مولوی عبد الرحمن حبشی صاحب علم مدرسہ  
فیض عام ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ء مابجا بمک لیاہ العلماء و حکمہ اللہ تعالیٰ رقتہ کا پانی پاک ہے  
یا نہیں؟ میثاقہ مجدد۔

### الجواب

قطعاً پاک ہے پانی پاک تمباکو پاک اسکا دھوئیں پاک، پاک چیز سے پاک پانی کا رنگ مرزہ بوجہ دل حبسا  
اُسے ناپاک نہیں کر سکتا یہاں تک کہ مذہب صحیح میں نہ صرف طہریک مطہرہ قابل و ضرور ہوتا ہے بایں معنی کہ اگر اس  
سے وضو کرے وضو ہو جائیگا اگرچہ بوجہ بوجہ کہ وہ سب یہاں تک کہ جہت تک اُس کی بوجہ باقی ہو مسجد میں جانا  
حرام جامعہ میں شامل ہونا منع ہو گا پھر بھی اگر سفر میں ہو اور وضو کو پانی کم تھا کہ مثلاً ایک یا دو نون پاؤں  
دھونے سے رہ گئے اور تھے میں پانی ہے جس سے وہ کی چندی ہو سکتی ہے تو اس صورت میں تیمم جائز نہ ہوگا  
نماز باطل ہوگی بلکہ اُسی پانی سے وضو کی تکمیل لازم ہوگی لکنہ یجد ماد و انما یقول اللہ تعالیٰ و لیس  
تجد و اما (کیونکہ پانی کو پارا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کر دو۔ ت)  
در مختار میں ہے،

یجز زہماء خالطہ طاهر جاحد کف کھتہ  
و دمرق شجر دان غیر مکمل او صافہ فی  
الاصح انت یقینت مراقہ و اسمہ اھ  
منحصا واللہ تعالیٰ اعلم۔  
اُس پانی میں وضو جائز ہے جس میں کوئی خشک  
پاک چیز مل گئی ہو، جیسے میوہ اور درخت کے پتے،  
خواہ اُس سناس کے تمام اوصاف کو بدل دیا ہو  
اصح یہی ہے، بس شرط یہ ہے کہ اس کی رقت اور  
اُس کا نام باقی رہے طحطا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

سہ القرآن ۳۳/۳

سہ الدر المختار باب المیاء مجتہدانی دہلی ۳۵/۱



# فتویٰ مستفی بہ

سرحب الساحة في مياه لا يتوى وجهها وجوفها في المساحة

ان پانیوں کے واسطے میں ان وسیع کرنا جن کی سطح اور گہرائی پیمائش میں برابر نہ ہو (ت)  
مسئلہ ۴۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی ان مسائل میں سوال اول عرض نیچے وہ درود اور ادھر کم ہے بھرے گئے  
میں نہایت پڑی تو سب ناپاک ہو گیا یا صرف اوپر کا حصہ جہاں تک سو پاؤں سے کم ہے بیڑا تو جردا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

بعض کے نزدیک اصل ناپاک نہ ہو گا کہ جڑ آب بکثرت ہے۔

اقول ویشبہ ان یکون مبنیا علی اعتبار العین وقد صححہ بعضهم والمعتد المعول علیہ لا۔  
غلط میں ہے :

العرض ان کثیرا اذا انجم ماؤه فنقب انسان نقبا وقوضا منه ان کان الماء منفصلا عن الجسد یجوز وان کان متصلا بالجسد اختلف المتأیخ فید بعضهم اعتبار واجملة الماء حق لا یتنجس وبعضهم احتجوا موضع النقب ان کان کثیرا یجوز والا فلا۔  
بعض کے نزدیک کل ناپاک ہو جائے گا۔

اقول وکانہ لانه ماء واحد والعبرة بوجه الماء وهو قليل لا بالعنق و ان کثر۔

میں کہتا ہوں اور شاید اس کی وجہ یہ کہ وہ ایک پانی ہے اور اعتبار پانی کی سطح کا ہے اور وہ قلیل ہے، عین کا اعتبار نہیں، خواہ زائد ہی کیوں نہ ہو۔ (ت)

لے خلاصہ، فتاویٰ الجنس الاول الحیاض نوکشر رکھنہ ۴/۱

معلقہ میں ہے،

ان کا ان اعضاء اقل میں عشر فی عشر و اسفلہ  
عشر فی عشر فوقت قطرة خدر ثم انتقص  
الماء و صار عشر اقل عشر اختلف العشایین  
لیہ

بدائع میں اول کو اوسع ثانی کو اوطق فرمایا اور غیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی وہم پر فتویٰ ہے،

حدیث قال العوض اذا انجمد ماؤه فثقب في  
موضع منه فوقت فيسري نجاسة قال نصير و  
ابو بكر الاسكاف يتنجس و قال عبد الله بن  
المبارك و ابو حفص الكبير البخاري و يتنجس  
اذا كان الماء تحت الجسد عشرا في عشر و  
ان كان متصلا بالجسد و الفتری عن قول  
نصير و ابی بکر و ان كان منفصلا عن الجسد  
يجوز بلا خلاف ان العوض المستقر اذ و اخر  
شامرحه المحقق ابن اميرالمجاہو بانہ یفید  
ان العوض عند نصیر و ابی بکر یتنجس سواء  
كان الماء ملتزقا بالجسد او متفلا عنه  
ثم ینافیہ قوله و ان كان متصلا يجوز  
بلا خلاف فان قلت لعلہ یحصل ما عن نصیر  
و ابی بکر علی ما اذا كان متصلا بالجسد و  
قد اندفع التناقض عن المصنف قلت  
لانه ینافیہ قوله فان كان متصلا بالجسد

اگر اس کا بالائی حصہ درودہ سے خم ہے اور نچر  
درودہ ہو اب اس میں ایک قطرہ شراب کا گر جائے  
پھر پانی کچھ جو جائے اور درودہ جو جائے تو اس میں  
مشابہ کا اختلاف ہے۔ (ت)

اعضوں نے فرمایا کہ حوض کا پانی جم جائے اور اس میں  
کسی جگہ سراخ کیا جائے اور اس میں نجاست گر جائے  
تو نصیر اور ابو بکر الاسکاف نے فرمایا وہ ناپاک  
ہو جائیگا، اور عبد اللہ بن مبارک اور ابو حفص کبیر نے  
فرمایا کہ اگر برف کے نیچے پانی وہ درودہ جو تو ناپاک  
نہ ہوگا۔ اگر برف سے متصل ہو اور فتویٰ نصیر اور ابو بکر  
کے قول پر سو اور اگر برف سے جدا ہو تو بغیر اختلاف  
کے جائز ہے جیسے وہ حوض جس کے اوپر پھٹت ہو اور  
اس پر اس کے شارح محقق ابن امیرالمجاہو نے اعتراض  
کیا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض نصیر اور ابو بکر کے  
نزدیک نجس ہو جاتا ہے خواہ پانی برف سے ملا ہو  
یا اس کے نیچے ہو، پھر اس کے مخالف ہے ان کا قول  
کہ اگر متصل ہو تو جائز ہے بلا خلاف، اگر یہ اقراض  
کیا جائے کہ جو نصیر اور ابو بکر سے منقول ہے اس کو اس پر کرا  
محکم نہیں کیا گیا کہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ برف  
سے متصل ہو اور تناقض مصنف سے دفع ہو گیا، میں

سے خلاصہ الفتاویٰ الجنس الاول المباحض فکثر کفر

لکھنؤ الفضل المباحض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۰

فالتقوی علی قول نصیر فانه یفید ان موضوع  
السؤال اعم وان نصیراً و ابانیکو یقولان  
ینجس مطلقاً و ایت المبارک و ابان حقیق  
یقولان لا ینجس مطلقاً فاسئلہ  
اور ابن مبارک اور ابو حفص کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً نجس نہیں ہوگا غلط راہ - (ت)

اقول رحمہ اللہ المحقق لا شک ان  
اول الکلام فی المتصل یوضحہ ما فی البدایہ  
ان کان جامداً و نقب فی موضع منه فان  
کان الماء غیر متصل بالجسد یجوز ان ینجس  
وان متصل و النقب صغیرا اختلف المشایخ  
قال نصیر بن یحیی و ابو بکر الاسکاف لا ینجس  
فیہ و سئل ابن المبارک فقال لا باس بہ  
وقال الیس الماء یضطرب تحته و هو قول  
الشیخ ابی حفص الکبیر و هذا اوسم و الاول  
احوط لہ و قد نقلہ المحقق فی الحلیۃ علیہ  
کا پہلو زیادہ ہے اور محقق نے اس کو یہاں حلیہ میں نقل کیا - (ت)

اقول ولو لا هذا الذریعہ لم یحصل  
الاذا لکان الذہن لا یسبق منہ الا الیہ  
انہ هو الخالب و نادراً ینجس الا علی و یسقی  
الاسفل منغصلاً عنہ الا اذا نقب و استخرج  
منہ شیء صالح  
اور جس چیز سے اس پر روکیا ہے یعنی  
منافق، تو میں کہتا ہوں یہ اُن کی طرف متوجہ نہیں کیونکہ

کہوں گا، اس لیے کہ اس کے منافی اس کا قول کہ اگر بہت  
کے ساتھ متفق تو فحوی نصیر کے قول پر ہوگا، کیونکہ اس  
سے معلوم ہوتا ہے کہ موضوع مسئلہ اعم ہے اور یہ  
کہ نصیر اور ابو بکر دونوں کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً نجس ہوگا،

میں کہتا ہوں فقہ حنفی پر رحم کیے جائے کہ کلام کا ابتدائی  
حصہ متصل میں ہے اس کی وضاحت بدائع میں ہے  
اور وہ یہ کہ اگر وہ جامد ہو اور اس کے کسی حصہ میں  
سوراخ کر دیا گیا ہو تو اگر پانی برف سے ظاہر نہ ہو تو  
بلا خلاف جائز ہے اور اگر متصل ہو اور سوراخ چھوٹا ہو تو  
مشایخ کا اختلاف ہے، نصیر بن یحیی اور ابو بکر الاسکاف  
فرماتے ہیں اس میں خیر نہیں اور ابن مبارک سے دریافت  
کیا گیا تو فرمایا اس میں حرج نہیں، نیز فرمایا کیا اس کے  
نیچے پانی میں حرکت نہیں ہوتی ہے اور بھی ابو حفص نصیر  
کا قول ہے اور یہ زیادہ آسان ہے جبکہ پہلے میں احتیاط

میں کہتا ہوں اگر بہتات نہ ہوتی تو اس کا محل  
یہی ہوتا، کیونکہ ذہن کی سبقت اسی کی طرف ہوتی ہے  
کیونکہ غالب یہی ہے اور یہ نادار ہے کہ اوپر والا  
نہجہ ہو جائے اور نیچے والا اس سے جدار ہے، ہاں اگر  
اس میں سوراخ کر کے قابل لحاظ حد تک پانی نکال دیا جائے تو جدا ہو سکتا ہے۔  
اور جس چیز سے اس پر روکیا ہے یعنی  
منافق، تو میں کہتا ہوں یہ اُن کی طرف متوجہ نہیں کیونکہ

و ان کان متصلاً بالجہد لیس شرط جزاؤہ  
 فا فتویٰ حتی یقید امت کلام نصیر و ابی بکر  
 فیما هو اعم من الاتصال بل هو من تمت  
 قول ابن المبارک و ان و حلیۃ و الفاء فالفتو  
 فصیحۃ و المعنی انہ ان انفصل عن الجہد جاز  
 بلا خلاص و ان اتصل فکذا عند عبد اللہ و  
 ابی حفص و قال نصیر و ابوبکر لا علیہ الفتو  
 علی ان فی عامۃ نسخ المنیۃ و علیہ الفتوی  
 بانہ او دون الفاء و قوله فان کان متصلاً  
 لیس بالفاء فی نفس المتین المنقول فی الحلیۃ  
 فانقطع مشار التوہم و اما قم س آیت الغنیۃ  
 فسرہ علی ما مر الحق و افاد فائدہ اخری  
 ستعرفہا۔

ان کا قول "وان کان متصلاً بالجہد" لیس شرط جزاؤہ  
 جس کی جزا غافلتوی ہو تاکہ اس کا فائدہ  
 یہ ہو کہ نصیر اور ابوبکر کا اس میں کلام ہے جو اتصال سے  
 اعم ہے بلکہ وہ ابن مبارک کے کلام کا متر ہے اور  
 "ان" و حلیہ سے اور فا الفتویٰ میں فا نصیر ہے :  
 اور معنی یہ ہیں کہ اگر وہ برکت سے جدا ہو تو بلا خلاص  
 جائز ہے اور اگر متصل ہو تو اسی طرح جہد اللہ اور  
 ابی حفص کے نزدیک ٹھہرے اور نصیر اور ابوبکر کہتے ہیں  
 نہیں، اور اسی پر فتویٰ ہے، علاوہ ان میں علیہ کے عام  
 نسخ میں، علیہ الفتویٰ داؤ کے ساتھ ہے فا  
 کے ساتھ نہیں، اس کا قول فان کان متصلاً  
 نفس میں فان کے ساتھ نہیں جو علیہ میں منقول ہے،  
 تو ہم کہ جہاد ہی ختم ہو گئی۔ پھر میں نے غنیہ میں دیکھا

کہ افسوس نے اس کی حق تفسیر کی، اور ایک اور فائدہ بیان کیا جو ہم آئندہ بیان کریں گے۔ (د ت)  
 اور صحیح یہ ہے کہ صرف وہی بالائی حصہ ناپاک ہو گا جو وہ درود سے کم ہے یہاں تک کہ اگر اوپر کا پانی  
 نکال دیا گیا اور آب ہاں تک رہ گیا جہاں سے وہ درود ہے تو یہ پانی پاک ہے اس لیے کہ اگرچہ وہ آب نجس سے  
 متصل تھا مگر آپ کثیر اتصال نجس سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک نجاست سے اس کا رنگ یا بو یا مزہ بدل نہ جائے  
 ہر تہذیب میں ہے۔

ان کان اعلیٰ الموض من عشرۃ عشر  
 و اسفلہ عشرۃ عشر او اکثر فوقت نجاست  
 فی اعلیٰ الموض و حکم نجاستہ الا علیٰ ثمانی  
 المادۃ انتہی الی موضعہ ہو عشر فی عشر  
 فالاصح انہ یجوز الموضوعہ والا فغسل فیہ  
 اگر موضع کا بالا فی حصہ وہ درود سے کم ہو اور اس کا  
 نچلا حصہ وہ درود ہو یا زیادہ ہو اور نجاست موضع کے  
 اوپر والے حصے میں گر جائے، اور اوپر والے حصہ  
 کے نجس ہونے کا حکم کر دیا جائے، پھر پانی گت نہا  
 اور ایسی جگہ پہنچ جائے جو وہ درود ہو تو اسی سے

کذا لقی المحيط۔ کہ اس سے وضو اور غسل جائز ہے کما فی المحيط۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے :

وذكر السراج المندى ان الاشبه الجواز۔ اور سراج ہندی نے ذکر کیا ہے کہ اشبہ جواز ہے۔ (ت)

علیہ میں ہے :

نص فی الذخیرۃ انه الا شبه

ذخیرہ میں نص ہے کہ یہی اشبہ ہے۔ (ت)

فتویٰ کوغنیہ میں مذکور ہوا اُس سے بھی مراد ہے کہ حشر ہائے کی نجاست پر فتویٰ ہے نہ کہ کل کی، غنیہ میں ہے :  
(الموضع اذا انجمد ماءه فنقب فی موضع)

اور برت کے نیچے والا پانی اس کے ساتھ متصل رہے  
(و قال ابن المبارک و ابو حفص لا انکاس)

پانی نجس ہو جائیگا، کیونکہ وہ برت کے ساتھ متصل ہے،  
(ای ولو کان الماء متصلا بالجسد) نکتہ عشر

تو اس کا بعض حصہ دوسرے بعض کی طرف نہیں جائیگا  
(فی حشر) والفتویٰ علی قول نصیر، لسا قلنا

اور اس طرح نجاست قلیل پانی میں گرسے گی، اور  
(واما انکاس) الماء تحت الجسد (منظلا

اس کو خنسا نہ کر دے گی) اور ابن مبارک اور ابو حفص  
نے کہا نہیں اگرچہ وہ یعنی برت پانی سے متصل ہو،

کیونکہ وہ دوسرے ہے (اور فتویٰ نصیر کے قول پر)  
عنه (فی حشر) ولا یفسد الماء لانه الغرض

جیسا کہ ہم نے کہا (اور اگر پانی ہو) برت کے نیچے جدا  
انہ عشر فی حشر و لم تنفصل بقعة منه عن

برت سے (تو جائز ہے) اور پانی فاسد نہ ہوگا  
سائرہ کما فی الصورۃ اکادنی۔

کیونکہ مفروضہ یہ ہے کہ یہ دوسرے ہے اور اس کا کوئی  
حصہ باقی پانی سے جدا نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں ہے۔ (ت)

اسی طرح غنیہ میں جو اس کے متصل تھا :

وان نقب الجسد فملا الماء قوله الکلب

اور اگر برت میں سوراخ کیا تو پانی ادھر چڑھ آیا اس میں  
یتنجس عند عاصۃ العلما۔

نکتہ نے منہ ڈال دیا تو عام علما کے نزدیک نجس ہو جائیگا،

بحر الرائق، بحث الماء الدائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۴ھ

سے غنیۃ المستقل شرح غنیۃ المصلیٰ فصل فی المباحض ص ۹۹

۱۴۴ھ علیہ

دونوں شارح محقق نے اسے اسی قدر پانی کی نہایت پر حمل فرمایا ہے غلیظہ میں ہے :

(رتنجس عند عامة العلماء) ولم يعتبر الماء الذي تحت الجسد كائناً ما كان الثقب كغيرة من الماء القليل خلافاً لما قال البعض إن ما في الثقب يعتبر متصلاً بما تحته وهو كثير فلا يتنجس <sup>لہ</sup>  
(اور عام علماء کے نزدیک پانی نجس ہو جانے لگا) اور جو پانی برف کے نیچے ہے اس کا اعتبار نہ ہوگا اور جو سوراخ میں ہے وہ تھوڑے پانی کی طرح ہے لیکن بعض علماء نے اس کے خلاف یہ فرمایا ہے کہ جو سوراخ میں ہے وہ اسی طرح ہے جو اس کے نیچے ہے اور وہ کثیر ہے لہذا پاک نہ ہوگا۔ (ت)

علیہ میں ہے :

(يتنجس عند عامة العلماء) ذلك الماء الذي في الثقب لا الحوض لانت المسألة مفردة في الحوض الكبير <sup>لہ</sup>  
(عام علماء کے نزدیک نجس ہو جائے گا) وہ پانی جو سوراخ میں ہے ذکر حوض میں کیونکہ مسئلہ بڑے حوض میں مفروض ہے۔ (ت)

یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہی مذہب جمہور علماء ہے :

وهنا بحث غريب للغاية ثم خلاصته و اللفظ لها قال اختلف المشايخ فيه وينبغي ان يكون الجواب على التفصيل ان كانت الماء الذي تنجس في اهل الحوض اكثر من الماء الذي في اسفله و قدم الماء النجس في اسفل الحوض على التدبر يجرى كات طاهراً على ما ياتي في مسألة الجسد وقال بعضهم لا يظهر كالماء القليل اذا وقعت فيه نجاسة ثم انبسط على ما مر ثم والمراد بها ياتي في الجسد  
اور یہاں ایک عجیب بحث غائیہ اور خلاصہ کی ہے الفاظ تو حکم ہیں فرمایا کہ متاخرین نے اس میں اختلاف کیا اور جواب میں تفصیل ہونی چاہیے، اگر وہ پانی جو حوض کے بالائی حصہ میں نجس ہو اس پانی سے زیادہ ہے جو اس کے نیچے حصہ میں ہے اور نجس پانی حوض کے نیچے حصہ میں گرا بتدریج تو پاک رہے گا جیسا کہ منہج پانی کے بیان میں آئے گا، اور بعض نے فرمایا ظاہر نہیں رہے گا جیسے تحلیل پانی احب اس میں نہایت مر جائے پھر وہ تحلیل جائے جیسا کہ مقرر اہم اور مایا قی فی الجسد سے

لہ فیئہ السئل شرع فیہ المصلی فصل فی الحيض  
علیہ

لہ خلاصۃ الفتاویٰ الجنس الاول فی الحيض  
لکھنؤ لکھنؤ ۴/۱

مراد ان کا قول ہے کہ اگر سوراش کی جگہ نجس ہوئی پھر منہ  
پانی بتدریک گھل گیا تو پانی ناپاک ہے، اور شیخ الامام  
شمس الانرطواہی نے فرمایا پانی پاک ہے خواہ بتدریک  
پگھلا ہو یا یکدم (د ت)

میں کہتا ہوں پہلے قول کی وجہ سے ہر امتداد سے کہ  
جب بھی اس سے کوئی چیز گھلے اور نجس سے متصل  
ہوئی اور وہ قلیل ہو تو وہ نجس ہو جائے گا یہاں تک کہ  
کل نجس ہو گا بخلاف اس صورت کے جبکہ یکدم گھل جائے  
کیونکہ وہ کثیر ہے، لہذا نجس کی مجاورت کی وجہ سے  
نجس نہ ہو گا، شمس الانر کے قول کی وجہ یہ ہے کہ  
وہ کثیر ہے، اور اس میں یہ اعتراف ہے کہ نجس کثرت  
کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا ہے۔ (د ت)

میں کہتا ہوں ہمارے مسئلہ کے منہ پانی پر قیاس  
کرنے میں نظر ہے کیونکہ یہاں پاک پانی کثیر ہے تو اس کے  
نجس کی مجاورت مختصاً وہ نہ ہو گی خواہ یکدم ہی یا بتدریک  
ہو اور مجاور اس سے زیادہ یا کم ہو، یہ اس کے  
خلاف ہے کہ جس کو نجس کی کثرت کے ساتھ مقید  
کیا ہے یعنی مقدار کے اعتبار سے نہ کہ پیمائش کے اعتبار  
سے، جس نے مجاورت کے حکم کو اس صورت میں مقصر  
کیا کہ اگر وہ اپنے نیچے واسے پانی سے کم ہو، تو اس کا  
نیچے والا ناپاک نہ ہو گا، خواہ اس میں وہ یکدم  
گرا ہو یا بتدریک کی طرح پر بخلاف اکثر کے اور آپ کو معلوم

قولہ رحمہ اللہ تعالیٰ درنجس موضع النقب ثم  
ذاب الجمد بتدریج الماء نجس وقس علی  
الشیخ الامام شمس الانرطواہی رحمہ اللہ  
تعالیٰ الماء طاهر سواء ذاب بتدریج او دفعة  
واحدة۔

اقول وجه الاول وحلیہ المعول  
انہ كلما ذاب شئ منه اتصل بالنجس وهو  
قلیل فیتنجس حتی تاتی النجاسة علی الحقل  
بخلات ما اذا ذاب دفعة لانه کشیر فلا  
یتنجس بسجاء مرة النجس ووجه قول  
شمس الانر انہ کثیر وفيہ امن النجس  
لا یطهر بالکثرة۔

اقول نحن فی قیاس مسائلنا علی مسألة  
الجمد نظر فان الطاهر هینا ماء کثیر  
فلا یضره مجاورة نجس سواء كانت دفعة او  
تدریجاً وکان من المجاور اکثر منه او اقل  
علی خلاف ما یفیدہ تفتیدہ بکثرة التنجس  
قدراً الا مساحة من قصر حکم الطهارة  
علی ما لو کان اقل مما تحته قدر فلا یتنجس  
ما تحته سواء وقع فیہ دفعة او تدریجاً  
بخلاف الاكثر واثبت قلنا ان الماء اکثر  
انما یتنجس بتغیر وصف له بالنجاسة بلا فرق

بین قدر و قدر علی القول الصحیح المعتمد  
 الصغریٰ بہ کما عرف فی مسألة جيفة فی النهر  
 نعم مشی الشیخ علی مختار شمسہ حیث قال  
 النکات ما یلاقی الجيفة اکثر اولا کانا  
 سواء فالنکات نجس <sup>ا</sup> الیه یشیو قوله الماء  
 النجس اذا دخل الحوض الكبير لا یتنجس  
 الحوض وانکات الماء النجس علی ماء الحوض  
 غالباً لانه کلما اتصل الماء بالحوض صار  
 ماء الحوض علیہ غالباً <sup>ف</sup> فقد اشار الی  
 لہ اقول وبدا شرنا الیہ اندفع ما جنح  
 الیہ فی الحلۃ من اثبات التناقض بین  
 فرعی الخلاصة ہذین فان مقتضى الفرع  
 الاخير طهارة السائل بلا تفصیل <sup>ا</sup> بسطہ  
 و ذلك لانت کلامہ فی هذا الفرع یشیر  
 الی صریح التدریج فلا ینافی التفصیل  
 المذكور سابقاً <sup>ف</sup> حکذا اندفع ہشتم ترجیم الطہارۃ  
 مطلقاً وان ذاب تدریجاً حیث قال بعد  
 قول شمس الکامنة قلت ہذا امر المتعجب  
 بعد انکات الحوض کبیراً ولم یظهر للنجاسة  
 اثر فیہ کما هو فرض المسألة <sup>ا</sup> اقول ماذا  
 ینفع کون متسع الحوض کبیراً بعد انکات  
 الذائب من الجمد قليلاً قال عبود الماء

کہ کثیر پانی اسی وقت نجس ہوگا جب نہا ستھکی وجر  
 سے اس کا کوئی دھمت متغیر ہو جائے، اس میں  
 متغیر کے طرق کا اعتبار نہیں، قول صحیح معتد  
 مفتی برہس ہے، جیسا کہ نثر میں گر جانے والے مردہ  
 کے مسئلہ میں معلوم ہوا ہے البتہ شیخ نے وہاں سے فرما  
 قول ہی کو یہ ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جر پانی مردار سے  
 مرقی ہے، اگر وہ زاید ہے یا دھنوں برابر ہی جر پانی  
 نجس ہے اور ان کے قول "نجس پانی جب بٹنے  
 حوض میں داخل ہو جائے تو وہ حوض ناپاک نہ ہوگا"  
 میں کتا ہوں ہم نے جس طرف اشارہ کیا ہے اس سے  
 علیہ میں جو کہا ہے وہ رطل ہو گیا، علیہ میں انہوں نے  
 خلاصہ کہ ان دو فرعون کے درمیان تناقض ثابت  
 کیا ہے، کیونکہ آخری فرع کا مقتضی یہ ہے کہ پچھلا  
 حصہ بلا تفصیل پاک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ  
 ان کا کل کا فرع میں تدریج کی صورت کی طرف اشارہ  
 کرتا ہے تو سابقہ تفصیل کے خلاف نہ ہوگا اور اسی  
 طرح ان کے وہ بحث ساقط ہوئی جس میں انہوں نے مطلقاً طہارت کو  
 ترجیح دی ہے اگرچہ وہ پچھلا ہوتا دیکھا انہوں نے شمس <sup>ا</sup> کہ  
 کے قول کے بعد فرمایا میں کتا ہوں میں معقول بات  
 ہے بشرطیکہ حوض بڑا ہو اور نہا ستھ کا کوئی اثر ظاہر  
 نہ ہو، جیسے کہ مسئلہ میں مفروض ہے <sup>ا</sup>  
 میں کتا ہوں حوض کے بڑا ہونے کا ایسی صورت  
 (باقی برصغر آئندہ)



التدریج ولفظ الفتح فی تعلیلہ لان کل ما یصل  
بالحوض انکبیر حصیہ منہ فی حکم بطلان رتبه  
اھوقی البزازیۃ الماء اکثر من نجس دخل  
فی الحوض انکبیر لا ینجس لانه حکم بالطہارۃ  
نرمات الاتصال لہ ہذا وجہ وثانی لا اثر  
لوقوع ماء نجس فی ماء طاهر  
الاتقاء وهو حاصل فیما نحن فیہ من بدو الاثر  
فقیم التفصیل بخلاف مسألة الجسد فانتہ

اگر پنجس پانی حوض کے پانی پر غالب ہو جائے میں  
اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ جو نجس پانی حوض کے پانی  
سے ملے گا حوض کا پانی اس پر غالب ہوتا جائیگا  
تو حوض نے تدریک کی طرف اشارہ کیا ہے اور فتح  
نے اس کی تعلیل میں یہ فرمایا ہے اس لیے کہ جو نجس  
حوض سے ملے گا وہ اسی کا جز ہو جائیگا تو اس کی  
طہارت کا حکم لگایا جائے گا اھوقی البزازیۃ میں ہے کہ  
کثیر نجس پانی جب نجس حوض میں داخل ہو جائے تو اس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لان کل ما یصل  
وون الجسد ثم استشهد علیہ بفرج الخلاصۃ  
الاخیرہ تعلیلہ پانہ کما اتصل بالحوض صاس  
ماء الحوض علیہ غالب قال یل هذا ابدلہ  
کما ہو غیر خاف تنبیہ لذنک اھ | قول ذلک  
فی ماء نجس کثیر لقی ماء طاهر اکثر اندر نجس  
وہذا اما قلیل طاهر لقی ماء نجس فاین ہذا  
من ذلک والحمد للہ فیہ لا یلیغ من حیث  
ان ثم الغالب النجس وھما الطاهر بعد ان  
التدریج جعل ذلک الغالب مغلوبا کما افہم  
یہ فی الخلاصۃ وھذا المغلوب غالباً کما حکمت  
واللہ تعالی اعلم ۱۳ منہ غفر لہ (م)

میں کی غائدہ جبکہ گھل ہوئی برف کم ہو کیونکہ اعتبار  
پانی کا ہے نہ کہ محل کا اور پانی تو گھلا ہوا ہی ہے نہ کہ  
جی ہوئی برف، پھر انھوں نے اس پر خلاصہ کی  
آخری فرم اور اس کی تعلیل سے استنباط کیا اور  
مدیر کہ جب وہ حوض سے ملے گا تو حوض کا پانی اس  
پر غالب ہو جائے گا، فرمایا یہ زیادہ بلیغ ہے جیسا کہ  
محقق مذکور ہے، تو اس پر متنبہ ہونا چاہئے اھ  
میں کہتا ہوں کہ کثیر نجس پانی میں ہے جو کثیر  
طہر پانی سے طاقی ہو اور یہ ملاقات تدریجاً ہو اور  
یہ کم طہر پانی ہے جس کی ملاقات نجس پانی سے ہوئی  
ہے تو اس میں اور اس میں کیا نسبت ہے اور اس میں  
ابلیغہ کر کیا دخل ہے کیونکہ وہاں غالب نجس ہے اور یہاں  
ظاہر ہے اس کے کہ تدریک نے اس غالب کو مغلوب کر دیا ہے جیسا کہ خلاصہ میں اس کی وضاحت کی ہے اور اس مغلوب کے  
غالب کر دیا جیسا کہ آپ نے جانتا ہے واللہ تعالی اعلم

لا نجاء ولا لقاء مع الشمس الا سطح منه  
فالباقى اذا تدريجا حصل اللقاء القليل  
فتخرج الكثرة للمتنجس فلم يطهر واذا اذا  
دفعه حصل اللقاء للكثير فلم يتنجس  
ومثال الشاهد ههنا ان الماء العالى يرفع  
ويبقى السافل لان العالى يقع فى السافل  
دفعه او تدريجا ورايعا اذا كان الماءان  
متلاصقيين وليرى كيف هذا وقوع العالى  
فى السافل لم يتصور الزيادة عليه الا بوقوع  
العالى فى محل السافل ولا يكون الا بعد خروج  
السافل لا استحالة التداخل فلا يقع العالى فى  
السافل ابدا لا دفعة ولا تدريجا وخامسا  
لو فرض فلابد ان يكون الخارج هذا او دخول ذلك  
والكل حركة فلا يمكن الا تدريجا كامن  
يكون فى السافل منفذ يفتح فيجعل السافل  
يخرج والعالى ينزل ولا تصور لان يخرجه  
السافل دفعة فيسقط العالى مرة واحدة و  
بالجملة لم يصل فهم القاصرون والى الله  
تعالى اعلم بمراد خواص عباده لا جرم ان قال  
فيه فى الدبر لو وقع فيه نجس لم يخرج حتى  
يبلغ العشر فقال مثب فاذا بلغها جاز ان  
كان احلاه اكثر مقدارا فى البحر عن  
السراج الهندى انه الاشبه له ورحم الله

نجس نہیں گرسے گا کیونکہ اتصال کے وقت اس پر  
طہارت کا حکم لگ چکا ہے اور یہ معقول بات ہے۔  
مثالاً نجس پانی کے پاک پانی میں پڑ جانے کا  
کوئی اثر نہیں، سوائے ملاقات کے، اور وہ ہمارے  
اس مسئلہ میں ایستدار سے حاصل ہے  
تو تفصیل کس چیز میں ہے، بخلاف منجہ پانی کے  
مسئلہ کے، کیونکہ یہ منجہ ہے اس لیے اس کی ملاقات  
نجس کے ساتھ نہ ہوگی صرف اس کی مسططگی، اور باقی  
بجانب تدیریجی طور پر پچھلے گا تو اس کے متحرک سے جز  
سے ملاقات ثابت ہوگی، تو نجس بہر حال نکلا، اور شوق نجس  
کینے ہے تو پاک نہ ہوگا، اور جب ایک دم پچھلے گا اکثر  
سے ملاقات ہوگی، تو پاک نہ ہوگا۔

مثلاً، سحر کے مطابق اوپر والا پانی اٹھا  
لیا جاتا ہے اور نیچے والا پانی باقی رہ جاتا ہے نہ یہ کہ  
اوپر والا نیچے والے میں گرتا ہے، کبھی ایک دم احد  
کبھی تدیریجی طور پر۔

رابعاً جب دونوں پانی ملے ہوئے ہوں اور  
اوپر والا نیچے والے میں نہ گرسے تو اس پر زیادتی  
متصور نہ ہوگی صرف ایک صورت میں زیادتی ہوگی اور  
وہ یہ کہ اوپر والا نیچے والے کی نگہ میں گرسے اور تب ہی  
ہوگا جبکہ نیچے والا نکلے، کیونکہ تداخل محال ہے، تو  
اوپر والا نیچے والے میں کبھی نہیں گرسے گا نہ یکدم  
اور نہ تدیریجی طور پر۔

العلامة الشلبی حیث نقل فی حاشیة الزیلعی  
 کلام الخانیة الی ذکر القولین و رسم اولہ  
 یخرج لذلک بہا اصلا والله تعالی اعلم۔  
 خاصاً، مگر تا فرض کیا جائے تو اس کے  
 نکلے اور اس کے داخل ہونے کی وجہ سے ہو گا اور  
 یہ سب حرکت ہے، تو یہ صرف تدریجی طور پر ہی ہو سکتا  
 ہے، مثلاً یہ کہ نکلے میں کوئی سر راغ ہو جس کو کھولا جائے تو نیچے والا نکلے نکلے اور اوپر والا اترنے نکلے اور اس کا  
 کوئی تصور نہیں کہ نیچے والا ایک دم نکلے اور اوپر والا یکدم گر جائے اور خلاصہ یہ کہ میں اپنی ناقص رائے میں ان کی مراد سمجھتا  
 تھا مراد ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنے خواص کی مراد کو زیادہ جگہ دے گا۔ پھر انھوں نے فرمایا دریں ہے اگر اس میں کس واقع ہو جائے  
 تو جائز نہیں یہاں تک کہ دس کو پہنچ جائے، تو "شش" نے فرمایا جب وہ دس کو پہنچے تو جائز ہے اگرچہ اس کے اوپر وہ  
 مقدار میں زیادہ ہو، اور بحر میں سراج ہندی سے منقول ہے کہ یہی اقرب الی الحق ہے اور اللہ تعالیٰ غلام شلبی  
 پر رحم کرے کہ انھوں نے یہ نکلے کے حاشیہ میں تائید کلام نقل کیا تو لہجے کے ذکر تک اور کاشانی لگا دیا اور الکی بہت کلام  
 ذکر نہ کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

## سوال دوم

اسی صورت میں حوض کے بالائی حصے کے فتح پر ایک نالی ہے جب یہ ام پر کا پانی ناپاک ہوا نالی کھول کر  
 نکال دیا گیا صرف نیچے کا پانی جہاں سے وہ دروہ ہے وہ گیا پھر پاک پانی سے بھر دیا گیا تو اب یہ سب حوض پاک  
 ہو گیا یا نہیں، اگر نہیں تو کیا کیا جائے کہ پاک ہو بیٹا تو جروا۔  
 الجواب

اگر ناپاک پانی نکال دینے کے بعد اتنا انتظار کیا کہ حوض کی بالائی سطح جو اس پانی سے ناپاک تھیں  
 خشک ہو کر پاک ہو گئیں اس کے بعد پاک پانی بھر گیا اور اوپر آ جانے والی نہایت باقی نہیں تو سارا حوض پاک ہے  
 ورنہ بالائی حصہ پھر ناپاک ہو گیا، رد المحتار میں ہے ۱  
 وكانت النجاسة مرسية باقية فيه او اعتلا قبل  
 جفاف اعلى الحوض تنجس۔  
 اگر حوض میں نہایت مرتبہ باقی رہے یا بھر جائے حوض  
 کا، یعنی حصہ خشک ہونے سے پہلے تو نجس ہو جائے گا۔ (۲)

حکمہ توضیح جواب سوم سے ہر گز خلاصہ یہ کہ تر نشین نہایت لمبہ پر آئے گی نہیں اور پانی طے گا آب زیریں سے  
 جو بوجہ کثرت ناپاک نہیں اور اوپر آنے والی اگر غیر مرتبہ تھی یا مرتبہ نکال دی گئی کہ وہ بھی غیر مرتبہ رہ گئی تو ناپاک پانی  
 کے ساتھ نکل گئی یاں مرتبہ باقیہ ہے تو پھر ناپاک کر دے گی ۱۲ حصہ خزل (م)

چارہ کا یہ ہے کہ نجاست مذکورہ نکال کر پاک پانی ڈالتے جائیں یہاں تک کہ کناروں سے چھلک کر کچھ دور بہ جائے  
اب وہ حوض کے کنارے بھی پاک ہو گئے اور یہ سب پانی بھی۔ درختا رہیں ہے،

المختار طهارة المتنجس بجمود جویانہ۔  
مختار مذہب پر نجس حوض صرف پانی کے جاری ہونے سے  
پاک ہو جاتا ہے۔ (د ت)

غیر میں ہے،

یطهر الحوض بجمود ما يدخل الماء من  
الانبوب ويفيض من الحوض هو المختار  
لصيرورة جارية  
فتاویٰ امام ظہیر الدین میں ہے،

الصحيح انه يطهر وان لم يخرج مثل ما  
فيه وان سرقه انسان من ذلك الماء الذي  
خرج وقوضا به جازم انه ذكره شي واقوالا  
اخر وردايات مضطربة في كلام عليها  
فتاویٰ اعلم۔ اقوال اور مضطرب روایات بھی ذکر کی ہیں جن پر کلام کرنے کا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (د ت)

## سوال سوم

اسی صورت میں اگر پانی صرف حصہ زیریں وہ درود میں تھا اور اس وقت نجاست پڑی کرنا پاک نہ ہوا  
پھر نجاست نکال کر یا بے نکالے بھر دیا تو اب اوپر کا حصہ پاک رہا یا نہ پاک ہو گیا تینرا تو جروا۔

## الجواب

کتب حاضرہ سے اس صورت پر کلام اٹھیں وقت ذہن میں نہیں دانا اقول وبالله التوفيق

عنه نعم تعرض لها السادة الشكثة فاطمروا  
ہاں تینوں سلاوات سے اس سے بحث کی ہے طائے  
(باقی پر صفحہ آئندہ)

۳۶/۱

جنتا فی دہلی

باب المیاء

لے درختا رہیں

۱۰۳/۱

سہیل اکیڈمی لاہور

لے غنیہ المستل

۱۴۲/۱

مصطفیٰ البانی مصر

باب المیاء

لے رد المختار

نجاست چار قسم ہے، مرتبہ کہ نظر آئے اور غیر مرتبہ کہ پانی میں مل کر اقلتہ نہ رہے جیسے چشیاہ، اور ہر ایک دو قسم ہے

(بقیر مائتہ منہ کرشتہ) الدرر فقال طائعات اعلاہ  
ضیقاً واسفل عشر افاذا بطنها وقعت فیہا  
نجاسة حیثئذ جاز التظہیر بہ فاذا امتلأ  
حتى بلغ المكان الضیق قال الحلبي لم اجد  
حکماً والنظر من النجس لان النجاسة  
تتحقق وقعرها وانما جواز التظہیر بہ  
لسعته وقد ذهب الی

اقول وسیر علیک ما حرر الفقیر  
بتوطین القدر ویظهر بہ ان هذا الحكم  
فی رطل هر بل ولا مقبول فی مراسیة مرئیة  
او غیرها ولا فی طافیة مرئیة قد اخرجت  
او بقیة فی نراویة فی الاسفل ولا فی غیر مرئیة  
وقی الاسفل نروایا فانما یقبل فی ثلاث  
من مسمات تکون مرئیة وقد کففت  
او غیر مرئیة ولا فی نراویة وذلك لانه انما  
یتحقق وصولها الی الاصل فی جاتیون فماذا  
یضر ضیقہ ولم یصل الی النجس ولم  
یتصل بماء متنجس - هذا ونقلہ شیخنا  
بقی ما لو وقعت فیہ النجاسة ثم نقص فی  
المسألة الاو لے (ای اعلاہ کثیر) او احتلا  
فی النیة (ای اسفلہ کثیر) قال ح لم اجد حکماً  
ثم تعقبه بقوله هذا عجیب فانہ حیث حکم بطہارۃ  
ولو لم یرض لہ ما ینجسہ هل یتوهم نجاستہ نعم لو  
كانت النجاسة مرئیة وكان نتیجۃ فیہ او امتلا قبل  
جفاف اعلی المعون تنجس اما اذا كانت غیر مرئیة  
او مرئیة واخرجت منہ او امتلا بعد  
ما حکم بطہارۃ جوازہ باعلاہ بالحقاف

فرایا اگر اسکا پاؤں صحتگ اور پچاوس ٹنڈ ہو جیٹ فی سفل تک  
اور اس میں نجاست گر پڑے تو اس سے طہارت  
جائز ہے اور جب وہ بھر جائے یہاں تک کہ تنگ ہو کر  
پہنچ جائے تو قلعی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا  
حکم نہیں پایا، بظاہر ناپاک ہو جائے گا،  
یہ کہ اس میں نجاست کا کرنا یقین ہے اور ہم نے اس کی فراخی  
کے باعث اس سے پاکی کے جواز کا قول کیا ہے اور اس  
صحت میں فراخی ختم ہو گئی ہے اور

میں کتا بوں اس سلسلہ میں جو میں نے لکھا ہے  
وہ آپ دیکھ لیں گے، اس سے معلوم ہو گا کہ یہ حکم  
مذکور بر ہے اور نہ مقبول ہے، خواہ وہ عرض کی  
گرائی میں نظر آتی ہو یا نہ آتی ہو اور نہ تیرنے  
والی مرئی میں جو نکالی دی ہو یا کسی گوشہ میں  
چھپے حصہ میں باقی ہو اور نہ غیر مرتبہ کی صورت میں کچھ  
حصہ میں کئی زاویہ ہوں سات میں سے دو صورتوں میں  
مقبول ہو گا اگر مرتبہ ہو، اور اوپر آگئی ہے یا غیر مرتبہ  
ہو اور زاویہ میں نہ ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ  
اس کا اوپر کی طرف آنا اس وقت تحقق ہو گا جب کہ  
اسی دو صورتوں میں ہو، تو اس کی مثل اس کے نیچے  
کیا مضر ہو گی حالانکہ اس تک نجاست پہنچی اور نہ  
وہ نجس پانی سے متصل ہوئی۔ اور شش نے اس کو  
اسی طرح نقل کیا، اب یہ صورت باقی رہ گئی کہ اگر اس  
میں نجاست گر گئی پھر پہلی صورت میں پانی گھٹ گیا  
(باقی بر صغیر آئندہ)

طاہرہ کو اوپر ترقی دے لہذا سب سے پہلے یہ فرمائیے کہ اگر نجاست راسبہ تھی کہ پانی بھرنے سے اوپر نہ اُسنے کی وجہ تو سارا حوض پاک ہے مرتبہ ہو یا غیر مرتبہ، نیچے کا حصہ توں کو دور وہ ہے اگر نجاست قبول نہ کرے گا اگرچہ

(بقیہ ماسبقہ صفحہ گزشتہ) خلاۃ لا مقتضی تنجاست  
هذا ما ظهر له

اقول رحمہ اللہ السید فاو لا انما  
الکلام فیما اذا وقع النجس فی اکثر ثمر انتقص  
بتسفل او امتلا وحديثا جفاف اعلی الحوض  
وعدمه متعلقان بما اذا وقعت نجاسة فی الاصل  
القلیل ثم بلغ الاصل اکثر ثم علی قبلہ التعلیل  
فہما بمعزل عن المصل وثامنا لا یتنجس  
بمرئیة باقیة راسبہ ولا بطافیة تعلقت بزائفة  
وثالثا یتنجس بغير المرئیة ایضا لو طافیة  
ولا رادیة هذا۔

ثم قولہ فی الاولیٰ لہ اجد حکمہ  
لا یتقیم علی ما شرعنا بہ فظہم الدرر لکونہ  
اذن معصرا حابہ لہ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ  
خضر لہ (م)

(یعنی اس کا اوپر والا کثیر ہو) یا دوسری صورت میں  
بھریا (یعنی اس کا پچھلا حصہ کثیر ہو گیا) اس نے  
فرمایا کہ میں نے اس کا حکم نہیں پایا، پھر بعد میں فرمایا  
یہ عجیب ہے "کیونکہ جب ہم نے اس کی طہارت کا  
حکم دیکھا اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں آئی جو اس کے  
نجس کرے تو آیا اس کی نجاست مرتبہ ہے، ہاں  
اگر نجاست مرنے ہو اور اس میں باقی ہو یا حوض کے  
بالائی حصے کے خشک ہونے سے قبل بھر جائے تو ناپاک  
ہو جائیگا، اور اگر نجاست غیر مرنے ہو یا مرنے ہو اور اس  
سے نکال جائے یا اس کے بالائی حصے کے کناروں کے  
خشک ہونے کے بعد بھر لیا، تو نہیں کیونکہ نجاست کا  
کوئی مقتضی نہیں یہ وہ ہے جو بھر پڑا ہو۔

میں گستاخوں اللہ سید پر رحم کرے، اول تو  
یہ کہ کلام اس صورت میں ہے جبکہ نجاست کثیر پانی  
میں واقع ہو، اور پھر پانی کم ہو جائے یا بھر جائے،  
اور حوض کے بالائی حصے کے خشک ہونے اور نہ ہونے کی بات اس صورت سے متعلق ہیں جبکہ نجاست اعلیٰ قلیل میں گر کر نیچے  
کثیر میں پہنچے پھر حوض بھر کر قلیل کو پہنچے تو یہ دونوں صورتیں اس بحث سے الگ ہیں۔

اور دوسرا یہ کہ پانی کی تہ میں چھٹی باقی نجاست مرتبہ سے نجس نہ ہوگا اور نہ ہی ایسی نجاست سے جو ترقی ہوئی  
کسی حوض میں ٹھہر گئی ہو۔

تیسرا غیر مرتبہ سے بھی نجس ہو جائیگا اگر تیرے والی ہو اور کوئی گوشہ نہ ہو۔

پھر 'راج' کا پہلی صورت میں یہ فرمانا کہ میں نے اس کا حکم نہیں پایا، درست نہیں، جیسے کہ ہم نے  
درک نظم کی اس کے ساتھ تشریح کی ہے، کیونکہ یہ تو اس میں بصر صحت مذکور ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (شک)



غير المرتبة يتوضو من اى جانب كان كعبا  
قالوا جميعا في الداء المجامى وهو الاصح  
لان غير المرتبة لا يستقر في مكان واحد بل  
يفتقل لكونه مانعا سايلا بطبعه فلم يستيقن  
بالقباسة في الجانب الذي يتوضو منه فلا  
نحكم قباسة بالثبوت في الحلية فقال  
مشايخه بطلان وبخارے يتوضو من اى  
جانب كان وفي محيط رضى الدين والحقفة و  
الهدائم وغيرها هو الاصح لانت غير المرتبة  
ينقل لكونه مانعا سايلا.

الحيط، التحف، برائع وغيره من ہے کہ وہی اجماع ہے کیونکہ غیر مرتبہ منتقل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ سیال مانع ہے بت،  
اقول احس في ترك بطبع وهو  
في كلام البدائم متعلق بسيا لا لا ينتقل لان  
طبع المائع الانحدار الى صلب لا الانتقال  
في سطح مستو بلا سبب فسم الرياح لا تزال  
تزعزع المياه ومن ضرورته انتقال المائع  
المنقطع به وليس له جملة معينة لا اختلاف  
الرياح فخرق الاحتمال الى جميع الاحوال اذا  
عرفت هذا فخرق الصورة الاولى حيث لا حاجز لها  
من العلو قطرة تنجس الاعلى على قول الجمهور  
بل لو لم تعلق لنجست لا اتصالها بالماء الاعلى  
ولو من تحت اما في الثانية فقل قول لمرقيي  
ان كانت وقعت في الماء لمسا فل في محاذاته

کو منتقل کرتا ہے تو مقام و طور میں نجاست کا یقین نہیں  
اور ہمارے ماداء النهر کے مشایخ نے دوفی میں  
تفصیل کی ہے (یعنی مرتبہ اور غیر مرتبہ ہیں) اور غیر مرتبہ  
میں جس جانب سے چاہے وضو کرے جیسا کہ جاری پانی  
میں سبکا اتفاق ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ غیر مرتبہ کسی  
ایک جگہ میں نہیں ٹھہرتی بلکہ منتقل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ طبعی  
طور پر بہنے والی ہے اس لیے وضو والی جانب میں نجاست  
کا یقین نہ ہوا پس شک کی وجہ سے ہم نجاست کا حکم  
نہیں دیں گے اور حلیہ میں ہے کہ بچہ اور بخاری کے مشایخ  
نے فرمایا ہے کہ میں ہاں بھی چاہے وضو کرے اور رضى الدين

میں کہتا ہوں انہوں نے بطبع کو چھوڑ کر اچھا  
کہا اور یہ مانع ہیں سیا لا لا ينتقل سے متعلق ہے  
کیونکہ بہنے والی چیز کی خاصیت نیچے کی طرف اٹھنے  
وہ مستوی سطح کی طرف بلا سبب نہیں جاتا ہے،  
ہاں ہوائیں مسلسل پانی میں لہر پیدا کرتی رہتی ہیں،  
جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہنے والی چیز جو اس  
میں شامل ہو جائے منتقل ہو جاتی ہے اور اس کی  
کوتی ایک جہت متعین نہیں کیونکہ ہوائیں مختلف رخ  
سے چلتی ہیں، تو ہر جگہ میں احتمال پیدا ہو جائے گا،  
جب تم نے یہ جان لیا تو پہلی صورت میں جہاں اوپر جانے  
سے کوئی مانع نہ ہو نجاست تیر کو اوپر آ جائے گی اور  
تمام علاقے مطابق اوپر والا حصہ ناپاک ہو جائے گا، بلکہ



خطوب تنجس الاصل لعدم اشتغالها من ثم  
وان وقعت في حجاب حنه مثل خطوب و  
کا۔ لہو تنجس لا یغلا فصل الی الماء الصالح  
وعلى قول سائر الاشیة الاصل لا تنجس  
مطلقا وان كانت وقعت حذاء لب لا محتمل  
اشتغالها الی احدى الزوايا ولا یزول الیقین  
بالشک هذا ما ظهر له والله تعالى اعلم۔  
نک نہ پینے گی اور باقی امر کے قول کے مطابق اصح یہ ہے کہ مطلقا ناپاک نہ ہوگا اگرچہ نجاست لب کے مقابل گری  
ہو کیونکہ احتمال ہے کہ وہ کسی ایک زاویہ کی طرف منتقل ہو گئی ہو اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا ہے۔  
ما ظهر لی والله تعالى اعلم۔ (ت)

### سوال چہارم

وضو اور پردہ درود اور نیچے کم ہے بھرے ہوئے میں نجاست پڑی تو سب پاک رہا نیچے کا حصہ ناپاک ہو گیا جہاں  
سے مساحت سوا تھ سے تم ہے۔ تینا تو جردا۔

### الجواب

کلام علامہ سیّد قطاوی سے ظاہر یہ ہے کہ معتد زیریں ناپاک ہو جائیگا۔

حيث قال واذا وقعت فيه نجاسة في تلك  
الحالة فالأعلى طاهر والى ان يبلغ الاقل فينجس  
الوجه كله على انه ينجس بنجاسة اخره خلا  
ظاهر سوق الكلام۔  
جہاں فرمایا کہ اور جب اس میں نجاست گر جائے اس  
حالت میں تو باقی حصہ پاک ہے یہاں تک کہ اقل کو  
پہنچے تو وہ ناپاک ہوگا اور اس کو اس پر غمر کرنا کہ  
دو دوسری نجاست کے ساتھ نجس ہو جائیگا سیاق  
کلام کے ظاہر کے خلاف ہے۔ (ت)

اقول وبكذا هو ظاهر الدر المنثور  
وقوع النجس بقسمة قس منه فافعله لواعلاه  
میں کہتا ہوں اور اسی طرح وہ در کا ظاہر ہے  
اگر نجس گزرا معتد کیا جائے اور اس پر قرینہ اس کا متصل

عشرًا واسفلہ اقل جاز حق یبلغ الاقل ولو  
 بعکسہ فوقہ فیہ نجس لم یجز حق یبلغ العشر  
 ۵۱ فان ضمیر جازۃ الی سرفہ الحدیث بہ ومعانی  
 ضروریۃ من الحدیث ان سرفہ الحدیث  
 جائز بکل ما و مطلق مطلقاً و لو قلیلاً ما لم یضرب  
 طہارۃ سرفہ او طہوسیتہ فکان المعنی کثرتہ  
 لو اعلاہ عشرًا واسفلہ اقل فوقہ فیہ نجس  
 جائز الطہر بہ حق یبلغ الاقل فاذا بلغہ  
 لم یجز فقد ضیاً جواز الطہر بہ ببلوغہ  
 الاقل فبفس البلوغ لا یجز لظہور حکم  
 النجس الذی لم یتحملہ الاصل فکثرتہ و حملہ  
 علی التقیید بدوقع النجاسة بعد بلوغ الاقل  
 کما فعل ثب حدیث قال اذا بلوغ الاقل  
 فوقت فیہ نجاسة تنجس کما فی النیۃ  
 کی ناسیت اقل کو پہنچا بیان فرمائی تو نفس بلوغ سے جائز نہ ہوگا کیونکہ اس نجس کا حکم ظاہر ہے جس سے بالائی  
 بالائی حصہ متاثر نہ ہو اگر نگہ نہ کرے اور اس کو اقل کو پہنچنے کے بعد نجاست واقع ہوتے ہیں نہ نجاست کا شائبہ نہ کیا انہوں  
 نے فرمایا یعنی جب اقل کو پہنچے اور اس میں نجاست گر جائے تو ناپاک ہو جائیگا جیسا کہ فیہ میں ہے (۵۱ ت)  
 فاقول خروج من الظاہر وانما ج  
 للکلام الی قریب من العبث والاستغناء الی

کلام ہے، کیونکہ ان کی عبادت اس طرح ہے، اور اگر  
 اس کا بالائی حصہ دس ہاتھ ہے اور پچھلا حصہ کم ہے  
 تو وضو جائز ہے یہاں تک کہ وہ اقل کو پہنچے اور اگر اس  
 کا عکس ہو اور اس میں نجاست گر جائے تو جائز نہیں گا  
 یہاں تک کہ دس یا تنہ کو پہنچے اور کیونکہ جہان کی  
 ضمیر سرفہ الحدیث بہ کی طرف لوثی ہے اور  
 یہ چیزیں کے ضروریات سے ہے کہ رفع حدیث ہر  
 مطلق پانی سے جائز ہے خواہ کم ہی ہو تا وقتیکہ اس  
 کی عبادت یا طہریت مصلح نہ ہوتی ہو تو معنی اس  
 کے قرین کی طرف ہو سکتے کہ اگر اس کا بالائی حصہ  
 دس ہاتھ ہو اور اس کا پچھلا حصہ کم ہو اور اس میں  
 نجس واقع ہو جائے تو اس سے پاکی حاصل کرنا جائز  
 ہے یہاں تک کہ اقل کو پہنچ جائے، اور جب اقل  
 کو پہنچے تو جائز نہیں اس کے ساتھ طہارت کے جواز  
 کی ناسیت اقل کو پہنچتا بیان فرمائی تو نفس بلوغ سے جائز نہ ہوگا کیونکہ اس نجس کا حکم ظاہر ہے جس سے بالائی  
 بالائی حصہ متاثر نہ ہو اگر نگہ نہ کرے اور اس کو اقل کو پہنچنے کے بعد نجاست واقع ہوتے ہیں نہ نجاست کا شائبہ نہ کیا انہوں  
 نے فرمایا یعنی جب اقل کو پہنچے اور اس میں نجاست گر جائے تو ناپاک ہو جائیگا جیسا کہ فیہ میں ہے (۵۱ ت)  
 میں کہتا ہوں یہ ظاہر سے خروج ہے، اور  
 کلام کو تقریباً فرق قرار دیتا ہے اور اس کو فیہ کی طرف

علیہ فی الخلیۃ عند قول النیۃ اذا سد السماء  
 من فوقہ و بقی جریہ یجوز التوضی بہ ما  
 نصہ کان علی المصنعت انت یدکمر

سے اندر الخمار باب المیاء  
 مجتہد فی دہلی  
 صلیۃ ابائی مصر  
 ۳۶/۱  
 ۱۴۲/۱

غروب کرنا ہے محل ہے کیر نکار خیر کی عبارت ہے۔  
 کہ اگر حوض کا پانی وہ درود ہو اور پھر نیچے چلا جائے  
 اور سات و سات ہو جائے پھر اس میں نجاست  
 گر جائے تو ناپاک ہو جائے گا اور اگر پھر جائے تو بھی  
 نجس ہو جائیگا تو انہوں نے بالائی کا کوئی حکم بیان  
 نہیں ان کا مقصود تو محض یہ تھا کہ وہ پھلے کا حکم  
 بیان کریں تو اس کی وضاحت میں ان کو یہ کہنا پڑا  
 کہ اس میں نجاست گر جائے تاکہ یہ ایک مفتوح حکم کے  
 اظہار کی بنیادیں جائے اور وہ یہ کہ یہ پھر جانے کے  
 باوجود نجس ہی رہے گا جیسا کہ پہلے تھا، اور در کی  
 نظم اس کے خلاف ہے کیر نکار انہوں نے بالائی پر  
 جواز کا حکم ٹکایا اور اس کا کوئی مفہوم نہیں، ہاں بالغ  
 کے وقوع کو فرض کرنے کی صورت میں ہو سکتا ہے  
 ورنہ تو اس کا ذکر عبث ہے، پھر انہوں نے اس  
 کے جواز کی ایک حد مقرر کی جس سے پہلے وہ مفتوح  
 ہوتا ہے اور وہ اقل تک پہنچا ہے تو جو ہم نے کہا اس  
 کا انہوں نے اتحاد کیا، اور اس کو خیر کی عبارت،

النية في غير محله فان حيا من تهاوان ماء  
 العوض كان عشرا في عشر فتسفل فصار  
 سبعاً في سبع فوقع التماس فيه تنجس  
 فان اعتلاء حيا من نجس ايضا له فهو له  
 يذكر للاطلاع حكما انما قصد بيان حكم التسفل  
 فاحتاج في التصوير الى وقوع النجس فيسبب  
 ليكون توطئة لاثباته حكم حيا وهو انه بعد  
 اعتلائه ايضا ينجس. يسا كذا في بخلات نظم  
 الدرر فانه افسر في الاصل بحسن الجواز ولا معنى  
 له الا بغيره ووقع المانع والا فذكره عبث  
 ثم حدد الجواز بعد ايفتنى ورنه وهو بطرح  
 الاقل فاذا ما قلنا واین هذا من عبارات النية  
 وكلام الدرر من اوله الى هنا في رقم الحديث  
 به لافيه ولو كان نصم حمله على معنى التمس  
 بنفس الاعضاء فيه بناء على ما هو الحق  
 من فرق السلاق والعلق وان كان صيقل  
 صاحب الدرر الى خلافة فاذن كانت

یونکہ اس سے وضو کا جواز بہت واضح ہے خواہ پانی  
 جاری ہو یا نہ ہو لہذا پانی کے جاری رہنے کی قید  
 لگانا بے موقع ہو گا حالانکہ ان حضرات کا مقام ہے  
 کلام سے بلند و بالا ہے (حدت)

(تقریر تاثیر صفر گزشتہ) فیہ (ای مکان بہ) لامت  
 من الواضح جدا جواز الوضوء بہ جاری یا  
 کان او غیر جاری خاص جہ فلا یقیم التمسید  
 ببقا جری امت۔ الحد موقعا ثم هذا على  
 كعبا من ذكر مثله ۱۲ منه غفر له۔ (م)

یوں الی معلوم البغزانیة نو حشرافی عشر  
ثم قتل قوضاً به لافیه لا اعتبار اوان الموقوف  
اھنکن لا صانع له نے کلامہ ولذا احتاج  
ش الی اضافۃ قید لیس فیہ فترجیہ ما قلنا  
کرنا جیسا کہ حق ہے کہ مطلق اور مطلق میں فرق ہے اگرچہ صاحب بد کا میلان اس کے خلاف ہے، ایسی صورت  
میں بزازید کے کلام کی طرف لوٹنا جائیگا اگر وہ درود ہو پھر کم ہو گیا ہو تو اس کے ساتھ دھوکہ نہ کر اس میں، کیونکہ وقوع  
کے زمانے کا اعتبار ہے اور اگر اس کی ان کے کلام میں گناہ نہیں، اور اس لیے "سش" نے لیس فیہ کا  
اضافہ کیا، تو جو ہم نے کہا وہ رائج ہے۔ (ت)  
اور کلام علامہ سیہ شامی سے مفہوم کہ سب پاک رہے گا۔

جیث قال فی المسألة الاخری وھی ما اذا  
كان اعلاء قلیلاً و اسفلہ کثیراً فوقع فیہ  
نجس لم یجز حق یبلغ العشر فاذا بلغها  
جاء ما نصحہ وکانہم لم یعتبروا حالة  
الموقوف ہینا لا منہ ما فی الاسفل نے  
حکم عرض آخر بسبب کثرتہ مساحة و  
انہ لو وقعت فیہ النجاسة ابتداء لم  
تضر بخلات المسألة الاولى تدبر انہ فرق  
بین المسائلین انت نجاسة الاعلى  
القلیل لا تشمل الجزئین وطهارة الاعلى  
اکثیر تشملہما۔


جبکہ فرمایا وہ سب سے مسئلہ میں اور فقہ یہ ہے کہ جبکہ اس کا  
باقی حصہ کم ہو اور پچھلا زیادہ ہو اور اس میں نجاست  
گر جائے تو جائز نہیں یہاں تک کہ وہ درود کو پہنچے  
تو سب اس قدر کہ پہنچے تو جائز ہے، اور ان کی  
جہارت یہ ہے اور گویا ان حضرات نے یہاں وقوع  
کی حالت کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ جو پچھلا حصہ میں ہے  
وہ ایک حصہ کے حکم میں ہے کیونکہ وہ پیمائش کے  
اعتبار سے کثیر ہے، اور یہ کہ اگر اس میں ابتداء  
نجاست گرئی تو معززہ ہر قی بخلاف پہلے مسئلہ کے  
تدبر اور دونوں مسئلوں میں فرق ہے کہ اوپر  
والے کی نجاست جو قلیل ہے دونوں جزوں پر مشتمل  
نہیں اور اعلیٰ کثیر کی جہارت دونوں کو شامل ہے۔ (ت)  
میں کہتا ہوں اولاً حالت وقوع کا اعتبار

اقول اولاً اعتبار حالة الوقوع

مذكور في البدائع والتبيين والمخاضة  
والجزائرية والحلية والغنية والبحر وغيرها  
من دون ثانيا ولا حاجة الى استثناء هذه فان  
الاسفل ليرى كثيرا فقد اعتبرت حالة الوقت  
الآن يقال ان الماء كان واحدا ظاهرا و  
وجها حين الرقوع قليلا وبه الصيغة فكانت  
ينبغي التنبؤ باعتبار ان كان ليرى جسدا نظرا  
الى ان وجهه يصير كثيرا حين بلوغ الماء  
الى الاسفل وثانيا لقال ان يقول له لا  
يقال في تلك اعني ما قلنا هذه ان ما سفل  
الاسفل في حكم عرض اخر ليجب قلنته  
مساحة وانه لو وقعت فيه الجحاسة ابتداء  
لضرت وقيل يمكن الجواب بان الكثير يستقيم  
القليل فيبعد الاسفل القليل عمقا لا عرضا  
الكثير معلوم ان وجه الماء كان كثيرا  
ليرى تنجس شيء من الماء لا وجهه ولا عمقه  
ولا يشترط مع ذلك كثرة العين الا ترى  
لو كان العرض على هذا الشكل  نصف دائرة وكان وب منه كثيرا لا تنجس  
شيء منه وان كان مادونه قليلا حتى  
لا يبق على م الا نقطة بغلات العكس فان  
القليل لا يستقيم الكثير فيبعد حوضا برأسه  
رسمه كما بخلاف عكس کے کہ نہ کہ قلیل کثیر کہ تا بل نہیں بنا سکتا ہے قویہ مستقل عرض شمار ہوگا۔ (د)  
یہ غایت توجیہ ہے۔

بدائع و تبيين، غانیه و خلاصہ، جزائریہ، حلیہ، غنیہ اور  
بحر وغیرہ میں یہ استثناء نہ کوئے اور اس میں استثناء کی ضرورت  
نہیں ہے کیونکہ یہ تو کثیر تھا تو حالت و قرع کا اعتبار  
کیا گیا، ان اگر یہ کہا جائے کہ پانی بظاہر ایک تھا اور  
اس کی سطح و قرع کے وقت کم تھی اور اسی کا اعتبار  
تو مناسب ہی تھا کہ اسی کے اعتبار سے ناپاک ہوا  
لیکن علماء نے اس کو نجس قرار نہیں دیا یہ دیکھتے تھے  
کہ اس کی سطح کثیر ہو جائے گی جبکہ پانی پہلے صفحہ کو  
پہنچے گا۔

اور ثانيا کوئی کھنڈہ والا کہہ سکتا ہے کہ اس  
مسئلہ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ پچاس حصہ ایک مستقل عرض  
کے حکم میں ہے کیونکہ اس کی پیمائش کم ہے اور یہ کہ اگر  
اس میں ابتداء کوئی نجاست گر جائے تو ناپاک ہو جاتا  
اور اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کثیر قلیل کو  
اپنا تابع بنا لیتا ہے قویہ سمجھا جائیگا کہ پچاس حصہ  
گیا اور اس کے کثیر حصہ کے لیے ثقیل ہے، اور یہ معلوم  
ہے کہ اگر پانی کی سطح زائد ہو تو پانی قطعاً ناپاک نہ ہوتا  
نہ اس کی سطح اور نہ اس کی گہرائی، اور اس کے باوجود  
گہرائی کی کثرت شرط نہیں ہے، مثلاً یہ کہ اگر عرض کی  
شکل یہ ہو  یعنی آدھے دائرہ کی شکل  
اور وب اس میں کثیر ہے اس میں کچھ ناپاک نہ ہوگا  
اگرچہ اس سے کم قلیل ہے اور ح پر صرف ایک نقطہ

واقول وبالله التوفیق نجاست اگر طایفہ ہے کہ حصہ زیریں تک پہنچی ہی نہیں جب تو ظاہر ہے کہ اس کی  
 نجاست کی کوئی وجہ نہیں کہ اُس کا اتصال آب بالا سے ہے اور وہ بوجہ کثرت نجس نہ ہو اور اگر واسبہ ہے کہ اسفل  
 تک پہنچی خواہ مطلقاً جیسے پتھر یا ابتداء جیسے غرق شدہ جانور نہ نشیں ہو کہ ہر تا پھر اُترتا ہے یا انتہاء جیسے وہ پکڑا  
 کرتا رہے گا پھر پانی سے جو عمل ہو کر جہیز جائیگا تو اب دو صورتیں ہیں اُن کا بیان یہ کہ پانی کے لیے بلانا محل محل عرض  
 وغیرہ ایک نصف است ہے یعنی کثرت قلت کہ مساحت محل کے سوا تو یا کم ہونے سے حاصل ہوتی ہے دوسری صورت  
 کہ جس فضا میں ممکن ہے اس کی شکل سے پیدا ہوتی ہے یہ شکل کہی واحد ہوتی ہے اگرچہ اس میں جتنے عرض کر سکتے ہیں  
 اگرچہ اُن حصص مفروضہ کا مساحت میں تفاوت اُن کے لیے تشاد انتزاع ہو جیسے اسی شکل نصف دائرہ میں کہ  
 مثلاً خط دہ ایک کثیر اور  نیچے قلیل ہو تو وہ جتنے متنازع ہو جائیں گے اب دہ کثیر اور دہ قلیل  
 قلیل مگر حقیقت اب دہ فضا سے واحد ہے اور کبھی شکل خود ہی واقع میں مستند ہوتی ہے جیسے عرض کے اندر عرض  
 مثلاً اس شکل پر  کہ حصہ بالا دہ اور زیریں دہ خود ہی متنازع ہیں اس لحاظ سے حصص  
 زیرہ بالا کی چار قسمیں ہوتیں گی ایک یہ کہ وہ دونوں جتنے صورتہ نصف ہر طرح سمت ہوں جیسے وہ گز گز سے مربع ہیں ایک  
 محو اور ایک گز نیچے، دوم صورتہ سمت ہوں اور نصف مختلف جیسے وہی نصف دائرہ کی شکل کہ فضا واحد ہے اور  
 دہ کثیر اور دہ قلیل، سوم صورتہ سمت ہوں اور صورتہ مختلف جیسے اسی شکل دہ میں جبکہ دہ بھی سوا ہوتا  
 ہے کم نہ ہو یا اب بھی وہ دور وہ سے کم۔ چہارم صورتہ نصف ہر طرح جدا ہوں جیسے یہی شکل جبکہ اب سوا ہوتا  
 اور دہ کم ہو۔

قسم اول کا حکم تو ظاہر ہے کہ وہ زیرہ بالا شے واحد ہے اگر نجس ہو گا سب نجس ہو گا پاک رہے گا سب  
 پاک رہے گا۔

دوسری قسم دوم کہ بلا مشبہ وہ محل واحد ہے اگرچہ حصص انتزاعیہ کی مساحت مختلف ہے۔

یہ نجس سوم کہ اگرچہ دوستے ہے کہ وہ دونوں سمتہ نصف ہیں اگر کثیر ہیں تو زیریں بھی پاک نہ ہو گا اگرچہ  
 نجاست واسبہ ہو اور قلیل ہیں تو یہ بھی نجس ہو جائیگا اگرچہ نجاست طایفہ ہو کہ نجس سے اتصال نہ ہو تو  
 نجس سے ہو کہ حصہ بالا پاک ہو گیا۔

شکل چہارم وہی محل نظر ہے جبکہ نجاست واسبہ اس تک پہنچی اور نظر حاضر میں ظاہر یہی ہے کہ ناپاک  
 ہو جائے کلام اتہ سے معصوم یہی ہے کہ جب صورت و صفت دونوں مختلف ہوں تو ان کو وہ محل جدا گانہ نظر آتا  
 ہیں اور نقطہ اتصال قلیل پر کثیر کو کافی نہیں جانتے۔

نہر کے کنارے سے پانی لینے کے لیے تختہ بندی کرتے ہیں کہ اُن پر بیٹھ کر پانی لیں و صوکیں اس سے

خار نہ خانے ہو جاتے ہیں ہر خانہ مشرکہ کہلاتا ہے۔ اس صورت پر پانی اگر تختوں سے نیچا ہے جب تو محل کلام نہیں کہ تختوں سے پانی کا انقسام نہ ہو الیکں اگر پانی تختوں سے طابرا ہے تو ہر خانہ آب جدا گانہ سمجھا جائیگا اور اگر ان کا طول و عرض دس دس ہاتھ نہیں تو جس کے نزدیک دونوں امتداد ہونا شرکاً ہے اس میں نجاست پڑے تو جتنا پانی تختوں سے گھرا ہوا ہے ناپاک ہو جائیگا اور نہر کے پانی سے اس کا متصل ہونا نافع نہ دے گا۔

یوں ہی اگر نہریا بڑے تالاب کا پانی برف سے جم گیا اور ایک جگہ سے برف توڑ کر پانی کھول دیا اگر بہتا پانی اُس جگہ بہتے سے متصل نہیں تو ظاہر کہ پانی شے واحد ہوا اور اگر متصل ہے اور یہ حصہ کہ کھولا گیا دس دس ہاتھ طول و عرض میں نہیں تو یہ اس کے نزدیک نجاست سے ناپاک ہو جائیگا اور اُس میں اعضا ڈال کر وضو کرنے سے مستعمل ہو جائیگا اور پختہ پانی سے اُس کا اتصال قائم نہ دے گا ہاں باقی پانی بحال تو رہے گا مثلاً ایک مشرکہ میں نجاست پڑی یا کسی نے اعضا بے وضو ڈال کر دھوئے تو صرف وہی مشرکہ ناپاک یا مستعمل ہو اور باہر کے دوسرے مشرکہ سے پینا و حر کرنا ہو سکتا ہے کہ وہ تو ہر ایک اُن کے نزدیک حوض ہے اسے یعنی برف سے ایک جگہ کھلا ہوا پانی نجس یا مستعمل ہو جانے تو اُس کے برابر دوسری جگہ سے کھول کر استعمال کر سکتا ہے یونہی اگر حوض کعبہ سے کاٹ کر ایک حوض بنایا کر اُس میں سے پانی اس میں آیا یہ نجاست یا اعضا سے بدلہ وضو ڈالنے سے اُن کے نزدیک نجس و مستعمل ہو جائیگا اور بڑے حوض سے پانی طابرا کا کام نہ دے گا یہ گریا بعینہ وہی صورت حال ہے فوق صرف اتنا کہ صورت مجرثہ میں وہ حوض صغیر حوض کعبہ کے نیچے ہے اور اس صورت میں اس کے برابر پانی ہر حال طابرا ہے۔ تو جس طرح صفت و صورت دونوں مختلف ہونے کے باعث اُن کے نزدیک برابر کا حوض صغیر حوض کعبہ کا نیز نہ طابرا جگہ مستعمل قرار پایا۔ یونہی نیچے کا۔ ان مسائل پر بعض کتب مذہب میں دائروں میں اگرچہ فقیر کے نزدیک ان کا بنا اشتراط امتدادین طول و عرض پر ہے اور صحیح و معتد اعتبار محض مساحت ہے یہ خلاف جدا گانہ ہے یہاں عرض اس قدر کہ بحال خلاف صورت صفت مساوی کرنا بے کثیر نہ مانا تاوی الام اہل تافینان میں ہے۔

حوض کعبہ فیہ مشرکہ تو ضا انشاء	ایک بڑا حوض ہے جس میں سے ایک نالی
فی المشرکہ اذا غسل ان کا ان الماء متصلا	نکلتی سے اس میں کسی شخص نے وضو حاصل کیا تو
بالا لواح بمنزلة التابوت لای جوز فیہ	پانی اگر تختوں سے متصل ہے بمنزلہ تابوت کے تو
الوضوء اتصال ماء المشرکہ بالماء الخارج	اس میں وضو جائز نہیں اور نالی کے پانی کا خارج
منھا لای نفع کحوض کعبہ تشعب منه حوض	پانی سے متصل ہونا نافع نہ ہوگا جیسے بڑا حوض جس سے

صغیر فتوٰنا انسان فی الحوض الصغیر لایجوز  
وانت کان ماء الحوض الصغیر متصلاً  
بماء الحوض الکبیر کذا لا یعتبر اتصال  
ماء المشرقة بها تحتها من الماء اذا كانت  
الالواح مشدودة۔  
فتح القدر میں ہے :

لو جمد حوض کبیر فنقب فیہ انما یتقرب فوضاً  
فیہ انت کان الماء متصلاً باطن النقب  
لا یجوز ولا جائز وکذا الحوض الکبیر اذا کان  
له مشامع فتوضاً فی مشرقة او اختسل  
والماء متصل بالواح المشرقة ولا یضرب  
لا یجوز وان کان اسفل منها جائز لانہ  
الاولیٰ کا الحوض الصغیر فی غیرت ویتوضون  
منہ لافیه وفي الشافعی حوض کبیر مستقیم  
تو چل بھر کر اس سے وضو کرے نہ کہ اس میں اردہ سری صورت میں بڑا حوض چھت والا ہے۔ (ت)  
در مختار میں ہے :

جمد ماء فتنقب الماء منفصلاً عن المجمد  
جائز لانه كالصفت وانت متصلاً لانه  
كالقصة حتى لو دلغ فیہ کلک تجس تلیہ  
نہیں کیونکہ وہ بڑے پیالہ کی طرح ہو گا کہ اگر اس میں کئی منہ ڈالے تو ناپاک ہو جائیگا۔ (ت)  
رد المحتار میں ہے :

۳/۱	تذکرہ کھنڈ	فصل فی الماء الراکد	سۃ فتاویٰ قاضی خان
۴۱/۱	فوریہ وضو یہ سکھ	بکشتہ الغیر العظیم	سۃ فتح القدر
۳۶/۱	مجتبائی دہلی	باب المیاء	سۃ الدر المختار





قد رزقنا من اعمین و نصف لایکون تبعاله لانت  
 الربیع یحکمی حکایة الکلی فلا یتوضؤ منہ  
 وان اقل منه فحب وقیل یس یتبعہ وان  
 قدر ذراعاً

ہو تو عرض کے تابع نہیں کیونکہ جو متاکل کے قائم مقام  
 ہوتا ہے تو اس سے وضو درست نہ ہو گا اور اگر اس  
 سے کم ہو تو تابع ہے اور ایک قول ہے کہ تابع نہیں  
 خواہ ایک ہاتھ ہو۔ (ت)

اقول یوں ہی تالابوں نہروں کی تہیں گڑھے بھی ہوتے ہیں ہر گز سے مستقل قرار دینے میں حرج و مخالفت  
 عرف ہے لہذا ارشاد مذکور کی بنا پر اُس کی تقدیر بھی چھپی ہاتھ مسامت سے چاہیے لہذا الربیع یحکمی حکایة  
 الکلی (کیونکہ جو متاکل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ ت) یہاں سے اُس تعلیل کا جواب بھی کھل گیا کہ اکثریہ لیست بعد  
 التعلیل (بخیر تعلیل کو تابع بناتا ہے۔ ت) اسی تقدیر پر حکم یہ ہونا چاہیے کہ صورت مستمرہ میں اگر نجاست  
 طافیہ ہے کہ حصہ زیریں تک نہ پہنچی یا حصہ زیریں حصہ بالا کے ساتھ دو مختلف محل نہیں جیسے نصف دائرہ میں  
 یا مختلف تو ہے مگر چھپی ہاتھ مسامت سے کم ہے تو ان سب صورتوں میں نجاست پڑنے سے کوئی حصہ نہیں نہ ہو گا  
 اور یہی محل کلام علامہ شامی کا ہے اور اگر نجاست واسطہ ہے کہ حصہ زیریں تک پہنچی اور اسفل اعلیٰ سے مختلف تعلیل  
 ہے اور سو ہاتھ مسامت سے کم مگر چھپی ہاتھ سے کم نہیں تو ادب کا حصہ جو بہ کثرت پاک رہے گا اور یہ حصہ زیریں جو  
 حوض مستقل تعلیل ہونے کے ناپاک ہو جائیگا اور یہی محل کلام علامہ مغفائی کا ہے یہ ہے وہ جو فقیر کے لیے ظاہر ہوا اور  
 محل محتاج تحریر و تنقیح اور جزم بال حکم دست مگر تقریر ہے

والعلم بالحق عند من ابی ان وہی بکل شیء علیہ  
 اما حال الحلیۃ تحت قول المصنفۃ المبارکۃ  
 صمدنا هذا الجواب الرابع حیث قال وهذا  
 محکم فی البدایہ عن ابی القاسم الصفار رحمہ  
 اللہ تعالیٰ فیما فی فرض المسألة فیما فی الحوض  
 الکبیر وقعت فیہ النجاسة ثم قل ماؤہ حتی  
 صار یخلص بعضہ الی بعض وقعت فیہ نجاسة  
 ثم ماؤہ الماء حتی امتلأ ولم یخرج منه  
 شیء آخر۔

اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے، بیشک میرا  
 رب ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور علیہ میں غیر کے  
 قول کے تحت، جو اس چوتھے جواب کے مشروع میں  
 گواہ ہے کہ انھوں نے فرمایا یہ قول ہرائع میں اب القاسم  
 صفار سے منقول ہے مگر اس میں  
 جو مسئلہ فرض کیا گیا ہے وہ بڑے حوض میں ہے جس  
 میں نجاست گر گئی ہو پھر اس کا پانی اتنا کم ہو گیا کہ  
 اس کا پانی ایک دوسرے سے متعل ہو گیا پھر اس میں  
 نجاست گر گئی اور پھر اس کا پانی زیادہ ہو گیا یہاں تک

کہ حوض بھر گیا اور اس سے کچھ باہر نہ نکلا اور۔ (ت)

### فاقول اولایس هذا مسوقا

المبدأ في سياقا واحدا في قصور واحد حتى

يقال است الماء الواقعة فيه النجاسة حين

امتلائه وكثرة مساحته بعد ما خرج احلاه و

بلغ السائل الغليل احتيج في تجييد الى وقوع النجاسة من

اخرى فان دان السائل الغليل لا يجس تبعا في كثير

وهو باطلا في شمل ما لا اكد السائل مختلف

المسوق بل حصل منهما فزم عليه حدة ذكرهما

في المبدأ ثم على التعاقب عن امامين فالاول

لا تؤخذ في الاخرى وهذا النص لوقت جس

الموض الصغیر موقوع النجاسة ثم بسط ماؤه

حتى صار لا يخلص بفضه الى بعض فهو نجس

لامت المبسوط هو الماء النجس وقيل انما

الموض الكبير وقعت فيه النجاسة ثم قبل

ماؤه حتى صار يخلص بفضه الى بعض

انه طاهر لان المجتمع هو الماء الطاهر

هكذا ذكره ابو بكر الاسكاف رحمه الله

تعالى واعتبر حالة الوقوع ولو وقع في هذا

الغليل نجاسة ثم ماؤه الماء حق امتلاء

الموض ولو يخرج منه شيء قال ابو القاسم

الصفار رحمه الله تعالى لا يجوز التوضوء

به لانه كلما دخل الماء فيه صار نجسا

له وذلك امتلا اعتبار حالة الوقوع

تو میں کہتا ہوں اولاً یہ چیز پانی میں صرف

ایک ہی انداز میں نہ کر نہیں، لہذا یہ کہنا کہ جب کثیر

پانی کے بھر سے ہونے کی صورت میں نجاست گر جائے

اور اس کا پانی حقہ خالی ہو کر نیچے قلیل تک آجائے تو

اُسی وقت ناپاک ہو گا جب اس میں دوبارہ نجاست

گرے، تو اسوں نے یہ بتایا کہ قلیل حصہ اور دالے

حصہ کی متابعت میں ناپاک نہ ہو گا، یہ اطلاق اس

کو بھی شامل ہے جبکہ نچلے کی صورت مختلف ہو، بلکہ

ان میں سے ہر ایک علیحدہ فرع ہے، اس کے بدلے میں

یکے بعد دیگرے ذکر کیا گیا ہے، اور دونوں اماموں کی

طرف سے سب کیا ہے تو ایک صورت کو دوسری میں

نہیں لایا جائیگا ان کی ہدایت اس طرح ہے یا چھٹا

حوض جو نجاست کے گر جانے سے ناپاک ہو گیا ہو

پھر اس کا پانی اتنا پھیل گیا کہ اس کا بعض حصہ دوسرے

بعض تک پہنچنے سے قاصر ہو گیا تو یہ نجس ہے کیونکہ جسٹ

نجس پانی ہی ہے، اور وہ بڑا حوض جس میں نجاست

گر گئی پھر اس کا پانی اتنا کم ہو گیا کہ اس کا بعض حصہ

دوسرے بعض تک پہنچنے نہکا تو یہ پاک ہے کیونکہ جو

اکٹھا ہے وہ پاک پانی ہے اسی طرح اس کو ابو بکر

الاسکاف نے ذکر کیا اور حالت وقوع کا اعتبار کیا، اور

اگر اس کم میں نجاست گری پھر اس میں پانی داپس

آ گیا یہاں تک کہ حوض بھر گیا اور اس میں سے کچھ باہر

محلین الاول تغیر مساحتہ الماء مع بقائه  
فی ذاته کما کانت بلا نقص ولا زیادة کان  
یکون الماء منبسطا فی حوض کبیر و فیہ  
خفقت مسدودہ و نہ بہر مثلا قطر ہا ذراعان  
فرقت فی الحوض نجاسة فلم یتنجس الماء  
لانہ عشر فی عشر ثم اخرجت النجاسة و  
فتح المخرج حتی انتقل ذلک الماء الی البئر  
فصار فی قطر ذراعیین لم یعد نجسا کانت  
العبرة لمحلین الوقوع و هو ذلک کما کہ کثیر  
المساحة وان صار الان قلیلا و انکانت  
الماء فی البئر فرقت فیہا نجاسة فنزع کلہا  
وجعل الماء فی الحوض حتی انبسط و صار  
عشر فی عشر لم یطهر اعتبارا بحال الوقوع  
حیث کان عندئذ قلیل المساحة وان صار  
الان کثیرا و هذا ما فی البیان فیہ لو کان دون  
عشر فی عشر لکنہ عین وقع فیہ ما نزع و  
انبسط حتی حد کثیرا لایترضوا منه و لو  
عشر فی عشر ثم قل قرضا بہ لافیہ لا اعتبار  
اذا ان الوقوع <sup>للماء</sup> فی الخانیة الماء الطاهر اذا  
کان فی موضع ہو عشر فی عشر وقعت فیہ  
نجاسة ثم ارجعہم ذلک الماء فی مکان  
هو اقل من عشر فی عشر یمکن ظاہرا و لو  
کان الماء فی مکان ضیق هو اقل من عشر فی عشر

نہ نکلا۔ اور القاسم القصار نے فرمایا کہ اس سے متوجہ نہ  
نہیں کیونکہ جب اس میں پانی داخل ہوا کہ نجس  
ہو گیا، اس کیونکہ وقوع کی حالت کے دو اعتبار ہیں  
پہلے قرعہ کہ پانی کی پیمائش میں تغیر آجائے اور اس کی  
ذات بحال رہے جیسی کہ تھی نہ کچی اور نہ زیادتی مثلاً  
یہ کہ پانی پڑے حوض میں پیمید ہوا ہو اور اس میں  
ایک سوراخ ہو جو کنویں تک جاتا ہو اور یہ سوراخ  
بند ہو، کنویں کا قطر مثلاً دو باغ ہو اب حوض میں نجاست  
مگر جائے قربانی ناپاک نہ ہو گا کہ یہ وہ درود ہے پھر  
نجاست نکالی لی جائے اور سوراخ کھول دیا جائے  
اور وہ پانی کنویں کی طرف منتقل ہو جائے اور دو  
ذراع کے قطر میں پہنچ جائے تو نجس نہ ہو گا، کیونکہ  
یہاں اعتبار گرنے کے وقت کا ہے اور اس وقت  
اس کی پیمائش زیادہ تھی اگرچہ اب کم ہو گئی ہے اور  
اگر پانی کنویں میں ہوا اور اس میں نجاست گر جائے پھر کنویں کا نام  
پانی نکال کر ایک حوض میں جمع کر لیا جائے حتی کہ وہ پھیل جائے  
اور پانی وہ درود ہو جائے تو پانی پاک نہ ہو گا کیونکہ نجاست کے  
واقع ہونے کے وقت کا اعتبار ہے اور اس وقت پیمائش کم تھی  
اگرچہ اب کثیر ہو گئی ہے یہ بڑا زیادتی ہے اور اگر وہ درود سے کم ہو گیا  
مگر ہوا اور اس میں کوئی بیٹے والی چیز گر گئی اور پھیل گئی یہاں تک  
کہ زیادہ ہو گئی تو اس سے وضو نہ کیا جائیگا اور اگر وہ درود  
ہو اور پھر کم ہو جائے تو اس سے وضو نہ کیا جائے کہ اس میں یہاں  
بھی گرنے کے وقت کا اعتبار ہے ہوا وضو نہیں ہے کہ پانی اگر  
کسی ایسی جگہ میں ہے جو وہ درود ہو اور اس میں نجاست گر جائے  
پھر وہ پانی ایسی جگہ میں ہو جائے جو وہ درود سے کم ہو تو وہ پانی  
پاک ہے اور اگر پانی تنگ جگہ میں ہو جو وہ درود سے کم ہے اس  
میں نجاست گر جائے پھر وہ پھیل کر وہ درود ہو جائے تو  
پانی ناپاک ہے اور اعتبار اس میں نجاست

کے گرنے کے وقت کا ہے اس قسم کا مادہ  
 غوص میں ہے، اور دُور میں تیار غائبہ سے ظہیر و غُور  
 منقول ہے اور دوسرا یہ کہ پانی کی پیمائش میں تغیر  
 آجائے اس میں کمی یا زیادتی کے باعث مثلاً یہ کہ  
 اُس کے گرنے میں پانی کا بہاؤ بہ نسبت کناروں کے  
 زائد ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا، یعنی دائرہ کا نصف  
 جس کا باقی حصہ وہ درود ہو پھر برابر کم ہوتا گیا اور  
 جب بھر ابراہر قوزاید ہوگا نجاست کو قبول نہ کرے گا  
 اور جب نجاست گر جائے اور نکال لی جائے اور پانی متعلقان  
 کی وجہ سے کم ہو جائے یا گرمی کے باعث اُس کے  
 کنارے خشک ہو جائیں اور اس کے گرنے میں وہ دُور  
 سے کم رہ گیا ہو جیسا کہ بہت سے گروہوں میں مشاہدہ  
 ہوتا ہے تو وہ نجاست نہ ہوگا کیونکہ جب نجاست اُس  
 میں گری تھی تو وہ زائد تھا اگر عرض کا پانی خشک ہو جائے  
 سمجھا کہ اس کے وسط میں تھوڑا سا پانی باقی رہے اور اس وقت  
 نجاست گر جائے پھر پانی داخل ہو جس کو وہ بھر جائے اور پانی  
 کثیر ہو گیا مگر پانی اس کے کناروں سے نکلا نہیں ورنہ وہ پانی  
 کے بہاؤ سے پاک ہو جاتا اور حسب بن نجاست ہی ہے گا اسکی دلیل  
 غری اور غیب میں ہے جیسا کہ گویا، اور غائبہ میں ہے  
 کہ ایک عرض جس کا باقی حصہ وہ درود ہے اور  
 چھلکا اس سے کم ہے، اس سے وضو جائز ہے،  
 اور اس میں پانی کی سطح کا اعتبار ہوگا، اور اگر اس  
 کا پانی کم ہو اور وہ ایسی جگہ پہنچ جائے جو وہ دُور  
 سے کم تر ہو تو اس میں وضو جائز نہیں، محقق نے  
 فتح میں فرمایا کہ کوئی نجاست وہ درود عرض میں  
 غری اور پھر پانی کم ہو گیا تو وہ ظاہر ہے اور جب

ووقعت فيه نجاسة ثوابت ذلك الماء و  
 صاير عشراني عشر كان نجسا والعصبر في  
 هذا الوقت وقروح النجاسة آثم ومثله في  
 الخلاصة وفي الدرد عى الترخانية عى  
 الظهيرية وفي غيرهما والثاني تغير مساحته  
 لزيادة غيب أو نقصه كما يكون في غدير بطنه  
 أكثر الخمد اسر ام حافاته كما وصفنا من  
 نصف الدائرة أعلاه عشر في عشر ثم لم  
 يزل يقل فاذا كان مثلك كان كثير لا يقبل  
 النجاسة فاذا وقعت ولخرجت وقيل الماء  
 بالاستعمال او بغير الصبف حتى يمس في  
 الاطراف وبق في بطنه اقل من عشر في عشر  
 كما هو مشاهد في كثير من القدران له  
 بعد نجاساته كانت حيين وقت كثير  
 وان جفت مادته وبق في وسطه قليلا وعند  
 ذلك وقع فيه نجس ثم دخله الماء حتى  
 امتلأ وصار كثيرا غير انه لم يفيض من  
 جوانبه كي يطلع بالجرى فان بقي كما كان  
 نجسا لما مر وهذا اما في المعنى كما تقدم و  
 في الخاتمة عرض اعلاه عشر في عشر و  
 اسفله اقل منه جان فيه الموضوء يعتبر فيه  
 وجه الماء فان قل مادته وانتهى الى موضع  
 هو اقل من عشر لا يجوز فيه الموضوء



ابی القاسم الصفار ولذا قال عاوده الماء حق  
امتلاً وليست مقالة ابي بكر مأخوذة في  
مقالة ابي القاسم من جميعها الله تعالى و  
امت كان يوحى به زيادة هذا في هذا القليل  
وكذا قوله ثم عاوده وقوله حق امتلاً فان  
هذا شأن حرم كبر نقص ماؤه فبقی في  
موضع قليل ولم يبرهن اذ ذكر سابقاً لان  
النقص لا يقال له المجمع غالا شاملاً وقت  
غير موقعة وثانیا علی تسلیح فلا شك ان  
كلامه في الصورة الثانية من الصور الأربع  
اعني الاختلاف صفة مع الاتحاد صفة دون  
الرابعة التي فيها كلاماً قطع به تعليل كلاً  
دخل الماء مما سجدنا هم قوله ولم يخرج  
منه شيء كما مستحق ان شاء الله تعالى  
والله تعالى اعلم.

کوئی چیز نکلی نہ ہو جیسا کہ آپ ای شاعر اللہ تعالیٰ پہچان لیں گے۔ (ت)

## سوال غنیم

اسی صورت میں پانی حقہ زیریں قلیل میں تھا اور اس وقت نہاست پڑی اور اسے نکال کر یا بے نکالے بھر دیا گیا  
یا بارش وسیل سے بھر گیا کہ آب کثیر ہو گیا تو اب بھی ادھر کا حصہ پاک ہے یا نہیں اور حقہ زیریں کا حکم ہے مینا  
ترجوا۔

## الجواب

یہاں اکثر کتب میں منقول تھا اس قدر ہے کہ اگر بھر کر اُبل گیا کہ پانی باہر نکل گیا جب تر پاک ہو گیا کہ جاری ہو گیا  
ملہ فاغاد ثم زيادة القدر دون المساحة  
اس نے مقدار کی زیادتی کا فائدہ دیا ہے صرف پیمائش  
کا نہیں اور (ت)

فرمایا اس میں پانی ٹوٹا یہاں تک کہ حوض بھر گیا اور  
ابو بکر کا مقالہ ابو القاسم کے مقالہ میں ماخوذ نہیں ہے  
اگرچہ ہذا نقل میں ہذا ک زیادتی ہے اذ  
اسی طرح ان کے قول ثم عاوده اور ان کے قول حتی  
امتلاً سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ بڑے حوض کا حال  
ہے جس کا پانی گھٹ گیا ہے اور کم جگہ میں رہ گیا اور اس  
کا ذکر شروع میں نہیں ہے، کیونکہ ناقص کو جمع نہیں  
کہا جاتا ہے تو اشارہ بے موقع ہے،

اور ثانیاً اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو اس میں  
شک نہیں کہ ان کا کلام چار صورتوں میں سے دوسری  
صورت میں ہے، میری مراد یہ ہے جب صفت میں  
اختلاف اور صورت میں اتحاد ہو، یہ  
پرتحی صورت نہیں ہے جس میں ہماری گفتگو ہے،  
جس کی تعلیل قطعی ہے، جب بھی پانی داخل ہو گا تو  
نخس ہو جائے گا پھر ساتھ ہی یہ قید بھی لگائے ہیں کہ اس

ورنہ اوپر کا حصہ بھی ناپاک ہے اگرچہ مساحت کثیر میں ہے کہ نیچے کا حصہ جبکہ ناپاک تھا تو اس میں جتنا پانی ملا گیا ناپاک ہوتا گیا اگر بھر کر اُبل جاتا سب پاک ہو جاتا مگر ایسا نہ ہوا تو ناپاک ہی رہا کہ ناپاک پانی کثرت مساحت سے پاک نہیں ہو سکتا اور بعض نے کہا پاک ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ ظاہر نہیں ہے اچھے سے امام ابو القاسم صفار کا قول گزرا نیز عبارت تلمیذیہ فائدہ امتلاً حساس نجسا ایضاً ای کا۔ (اگر عرض ہوئے تو وہ نجس ہو گا جیسا کہ وہ تھا۔ ت) اُسی میں اس کے بعد ہے وقیل لا یصیبہ نجس (اور بعض نے کہا کہ نجس نہیں ہو گا۔ ت) علیہ میں ہے دو وجہ غیر ظاہر (اور اس کی وجہ معلوم نہیں۔ ت) غیہ میں اتنا فرمایا والا ول اول احسن (اور پہلا زیادہ اچھے ہے۔ ت) اقول وبانہ التوفیق خیال فقیر میں یہاں ابی اسٹ جلیلہ میں جن کو بعد رسالت وقت چند تا صیلات و تعزیمات میں ظاہر کرے واللہ المعین وبہ استعین۔

**اصل ۱:** ہر رائے یعنی ہستی چیز کو ناپاک ہو جائے پانی یا اپنی جنس طاهر کے ساتھ بچنے سے پاک ہو جاتی ہے وقد حقیقۃ فی رد المحتار بما لا مزید علیہ (اور اس کی تحقیق رد المحتار میں بطریق اتم کی ہے۔ ت)

**اصل ۲:** آب کثیر کے حکم جاری ہونے میں جس طرح طول عرض یا مساحت یا ایک مقدار حق بھی ضرور ہے جاری ہونے کے لیے ان میں سے کچھ شرط نہیں مینو کا پانی جب تک ہر بار ہے جاری ہے اگرچہ گڑ بھر کے پرناک سے آ رہا ہو کہما نصوا علیہ فی ما السطح (جیسا کہ سطح کے پانی میں فقہاء نے نص کی ہے۔ ت) ولہذا یہ حکم ہر برقی کو شامل ہے مثلاً کثر سے یا اتھالی میں ناپاک پانی پر پانی اس پر ڈالے یہاں تک کہ بھر کر اُبلنے لگے پانی اور برقی سب پاک ہو جائیں گے امام ملک السلام نے ہائع آخر فصل بالیقین بہ التظہیر میں فرمایا:

الحوض البصیر اذا تنجس قال الفقیہ ابو جعفر	چھڑا عرض جب ناپاک ہو جائے، فقیہ ابو جعفر
المعتمد وافی رحمہ اللہ تعالیٰ اذا دخل فیہ الماء	المعتمد وافی نے فرمایا جب اس قسم کے حوض میں پاک
الطاهر وخرج بعضہ یہ حکم بظہار تہ بعد ذلکا	پانی داخل ہو جائے اور اس میں سے کچھ حصہ نکل
تستبین فیہ القیاس لانه حساس جاسر یا دہہ	جائے تو اس کے پاک ہونے کا حکم دیا جائیگا بشرطیکہ
اخذ الفقیہ ابو اللیث وحلی ہذا حوض	اس میں حساسیت ظاہر نہ ہو کیونکہ وہ جاری ہو جائیگا
الحمام اور الادائی اذا تنجس	اور یہی فقیہ ابو الیث کا قول ہے اور اس پر تمام کا

لہ غیۃ المصل فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۲ کے علیہ

۳۱ غیۃ المستقل شرح غیۃ المصل فصل فی احکام الحیاض سیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱  
۳۲ ہائع الصنائع آخر فصل بالیقین بہ التظہیر ایچ ایم سید کینی کراچی ۸۴/۱



حوض یا برتن تیار کیا جائے، یعنی پنجس ہونے کی صورت میں۔ (دست)

اصل ۳: اس جریائی کے تین رکھ ہیں،

۱۔ دخول ۲۔ خروج ۳۔ مصیبت

یعنی مثلاً پانی ایک طرف سے داخل ہوا اور دوسری طرف سے کچھ حصہ خارج ہوا اور وہ نکلا اسی داخل ہونے کی حالت میں ہوا اگرچہ ابتداء سے دخول میں نہ ہو۔

توڑنے میں ناپاک پانی ہے اُس پر پاک پانی نہ ڈالیے۔ ٹوٹنے سے وہی ناپاک پانی نکال دیجئے تو صرف حسنہ وجہ بلا دخول ہوا یا اگر سے ٹوڑنے میں ناپاک پانی ہے پاک پانی سے بھر دیجئے کہ کچھ نکلے نہیں تو محض دخول بلا خروج ہوا یا پاک پانی بھرنے کے بعد جھکا کر ٹوٹنے سے کچھ نکال دیجئے تو خروج بحال دخول نہ ہوا۔ ان تینوں صورتوں میں طہارت نہ ہوگی بلکہ پاک پانی ڈالتے رہیے یہاں تک کہ بھر کر اُبلنا شروع ہو اُس وقت پاک ہر گا کہ ایک وقت توہ کیا کہ خروج و دخول کی مصیبت ہو یعنی اگرچہ برتن بھرنے تک صرف دخول بلا خروج تھا۔ مصیبت و فتح میں ہے، اور اگر چھوٹے حوض میں نہایت گرگنی اور وہ نجس ہو گیا پھر اس میں اور پانی داخل ہو گیا اور نکل گیا تو حوض پاک ہو جائے گا خواہ کم ہی ہو جبکہ پانی داخل ہوتے ہی نکل گیا ہو کیونکہ وہ بمنزلہ جاری کے ہے۔ (دست)

ولو تنجس الحوض المصغیر بوقوع نجاسة فيه  
ثم دخل فيه ماء آخر فخرج الماء منه طهرا  
قل اذا كان المصغور حال دخول الماء فيه  
لانه بمنزلة الجاري

بحر میں اسی کی مثل گھ کر فرمایا:

محیط وغیرہ میں اس کو صحیح قرار دیا اور سراج ہندی نے فرمایا اور اسی طرح گزیری کا حال ہے اور جانسن چاہئے کہ اکثر علماء کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے جبکہ پانی داخل ہوتے ہی نکل جائے تو حکم بظاہر ایسا ہی ہے کیونکہ یہ جاری کے حکم میں ہے لیکن آپ یہ گمان نہ کریں کہ اگر حوض بھرا ہو اور اس میں سے ابتداء کچھ نہ نکلے تو وہ پاک نہ ہوگا کیونکہ حوض بھرنے تک نکلنے سے پہلے ناپاک ہو جائے گا پھر وہ اتنی مدت دار کے نکلنے کے بعد پاک ہو جائیگا جس سے طہارت

صححه في المحيط وغیره وقال السراج  
الهندی وکذا الشیخ اعلم ان حیاة  
کثیر منهم تفید ان الحكم اذا كان المصغور  
حالة الدخول وهو کذا فیما یظهر لانه  
ح یكون فی المعنی جاریا لکی ایاک وظلت  
انه لوکان الحوض غیر ملاء فله یخرج  
منه شیء فی اول الامر لایکون طاهرا  
غایبہ انه عند امتلائه قبل خروج الماء

منہ نجس فیظہر بخروج القدر المتعلق  
 بہ الطہارۃ اذا اتصل بہ الماء الجار سے  
 الظہور کما لوکانت محتلتا ابتداء ما ونجسا  
 ثم خرج منه ذلك القدر لا اتصال الماء الجار  
 بہ کذا فی شرح المنیۃ اذ یرید حلیۃ الاسماء  
 ابن امیر الحاج ۔

متعلق چو جبکہ اس کے ساتھ ظاہر اور طہر پانی متصل  
 ہو ج جاری ہو جیسا کہ ابتداء بھرا ہونے کی صورت  
 میں تھا، یعنی اس میں نجس پانی تھا پھر اس میں سے  
 اتنی مقدار نکل گئی کیونکہ اس کے ساتھ جاری پانی  
 متصل ہوا، کذا فی شرح المنیۃ اور اس سے اللہ کی  
 مراد ابن امیر الحاج کی علیہ ہے۔ (ت)

ہاں علامہ نے مواضع ضرورت میں اخراج کو بھی خروج رکھا ہے جیسے حمام کا عوض کہ اس میں کسی نے  
 ناپاک یا تہ ذال دیا اگر لوگ اس میں سے پانی لے رہے ہیں مگر نل سے پانی اس میں نہیں آتا یا نل سے  
 پانی آ رہا ہے مگر لوگ اس میں سے پانی نکال نہیں رہے ہیں تو ناپاک ہو جائیگا کہ خروج یا دخول ایک پایا گیا  
 اور اگر داخل سے پانی آ رہا ہے اور اگر لوگوں کا اس میں سے دینا برابر جاری ہے کہ پانی کی جنبش ساکن نہیں  
 ہونے پانی تو جاری کے حکم میں ہے ناپاک نہ ہوگا، اسی پر فتویٰ ہے ہندیہ میں ہے ۔

حوض الحمام طاهر فان ادخل من اجل یدہ فی  
 الحوض وعلیہا نجاسة ان کانت الماء  
 ساکن لا یدخل فیہ شیء من التوبہ ولا یغتر  
 منہ المانی بالقصعة یتنجس وان کانت  
 الناس یغترفون ولا یدخل من التوبہ  
 ماء او علی العکس فاکثرهم علی انہ یتنجس  
 وان کان الناس یغترفون ویدخل من  
 التوبہ فاکثرهم علی انہ لا یتنجس  
 حکذا فی فتاویٰ قاضی خان وعلیہ الفتویٰ  
 کذا فی المحيط ۔

حمام کا عوض پاک ہے اگر کسی شخص نے حوض میں اپنا  
 ہاتھ ڈالا اور ہاتھ پر نجاست تھی اگر پانی ساکن تھا  
 ایسا کہ اس میں کوئی چیز اس کی نالی سے داخل نہ  
 ہو اور کوئی انسان اس میں سے پیالہ سے نہ نکال  
 رہا ہو تو وہ ناپاک ہو جائے گا اور اگر یہ لوگ اس میں سے  
 چلو بھر کر پانی لیتے ہوں اور نالی سے پانی داخل  
 نہ ہوتا ہو یا برعکس ہو تو اکثر علماء کا خیال ہے کہ وہ  
 ناپاک ہو جائیگا اور اگر لوگ اس سے چلو بھر کر لیتے  
 ہوں اور نالی سے پانی داخل ہوتا ہو تو اکثر علماء کا  
 خیال ہے کہ وہ ناپاک نہ ہوگا اسی طرح فتاویٰ

قاضی خان میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الریط ۔ (ت)

اسی طرح وضو کے حوض میں بھی اگر تالی سے پانی آ رہا ہے اور لوگ برابر لے رہے ہیں کہ پانی ٹھہرنے نہیں پاتا  
نا پاک نہ ہو گا عاقل گیر یہی ہے

حوض صغير تنجس فدخل الماء الطاهر من  
جانب وسال ماء الحوض من جانب آخر كانت  
الفقيه ابو جعفر رحمه الله تعالى يقول كما  
سأل يحكم بطهارة الحوض وهو اختيار الصلح  
الشهيد رحمه الله تعالى كذا في المحيط و  
في النوازل وبه ناخذ كذا في التتار خانية  
وان دخل الماء ولم يخرج ولكن انما  
يفترغ من اخذ افاضار كاطهر كذا  
في الظهيرية والغرف المستدارك ان لا  
يسكن وجه الماء فيما بين الغرفتين كذا في  
الزاهد

چھوٹا حوض نا پاک ہو گیا پھر اس میں ایک طرف سے  
پاک پانی داخل ہوا اور حوض کا پانی دوسری جانب سے  
بر نکلا تو فقیہ ابو جعفر اس حوض کی طہارت کا حکم  
دیتے تھے، اور یہی صدر الشہید کا اختیار ہے کہ ذرا فی  
المحیط، اور نوازل میں ہے، اسی کو ہم اختیار  
کرتے ہیں، اسی طرح تتر خانہ میں ہے اور اگر پانی  
داخل ہوا اور نہ نکلا لیکن لوگ اس سے مسلسل چلو پھرتے  
رہے تو وہ پاک ہو گا کذا فی الظہیریہ اور مسلسل چلو پھرتا  
یہ ہے کہ دو چلوؤں کے درمیان پانی پُر سکون نہ ہو کذا  
فی الزاہدی۔ (ت)

اس کہ دوسری سنہ قادی شہادت ہے (یہی فصل چہام میں) علامہ خیر علی نے کتوں میں اسی حکم میں داخل کیا جبکہ سوتوں  
سے پانی ابل رہا اور اوپر سے برابر چرخ چل رہا اور سے آتا اور سے نکل رہا ہو اس حالت میں نہایت سے  
نا پاک نہ ہو گا ہاں نہایت مرئیہ اس میں رہنے دی اور پانی کھینچا اتنی دیر موقوف ہو گیا کہ پانی ٹھہر گیا جنبش  
جاتی رہی تو اب نا پاک ہو جائے گا۔ منہ الخالی میں ہے،

والحقم بالجار سے حوض الحمام قال الموصلي  
اور جاری پانی سے حوض نے تمام کے حوض کو ملا دیا،

حلقہ یعنی اگر اس کنارے پر کوئی نہ رہا ہے کہ پانی برابر نکل رہا ہے تاکہ غائب پھر وہ انہما میں ہے،

لو كانت يدخله السماء ولا يخرج منه  
لكن فيما انما يقتل ويخرج  
الماء باخسالة من الجانب الآخر متداوفا  
لا ينجس منه غفر له (م)

اگر پانی حوض میں داخل ہو رہا ہو اور اس سے نکل نہ رہا  
ہو لیکن کوئی آدمی وہاں غسل کر رہا ہو اور اس کے  
غسل کا پانی مسلسل دوسری جانب نکل رہا ہو تو  
وہ نجس نہ ہو گا۔ (ت)

بلکہ اس کی کامل تائید تنبیہ جلیل کے آخر میں آتی ہے ۱۲ منہ غفر له (م)

سنہ قادی سنہ قادی الفصل الاول فیما یکرز بہ التوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱۹/۱

اقول وبالاولی الحاق الاہاس المعینۃ السی  
علیہا الدولاب بیلادنا اذ العادینیم  
اسفلہا والغرف فیہا بالقوادیس متداسرک  
فوق تداسرک الغرف من حوض الحمام  
فلا شک فی ان حکومائہا حکم الجاری فیہا  
وقم فی حال الدوران فی البئر والمحال  
ہذا نجاسة لا ینجس تأمل واللہ تعالی  
اعلم۔

رقی کہتے ہیں میں کہتا ہوں وہ کنویں جن پر ہمارے  
حک میں دہشت ہوتا ہے ان کو جاری پانی سے طہا  
بطریق اولی ہوگا، کیونکہ پانی ان کے نیچے سے نکلتا ہے  
اور ڈولوں کے ذریعے سے ان سے پانی کا نکالنا  
تسلسل کے ساتھ ہوتا ہے یہ تسلسل اس سے کہیں  
زیادہ ہے جو حوض کے تمام سے پتو بھرنے سے ہوتا ہے  
تو اس میں شک نہیں کہ ان کے پانی کا حکم جاری پانی  
کا ہے تو اگر اس حالت میں پانی کے چلتے وقت

نہایت کنویں میں گریں تو پانی ناپاک نہ ہوگا تا مل واقعہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اصل ۴ : اقول اگرچہ مذہب صحیح میں اس خروج کے لیے کوئی مقدار نہیں ادنیٰ اہلنا کافی ہے جس پر  
سیلان صادق آئے،

كما تقدم عن البدائم وخروج بعضه وسعت  
التبيين والفتحة والبحر وان قل وهو المحيط  
كما سال وهذه كافت الغور۔  
حلیہ میں ہے :

جیسا کہ پہلے سے گزارش کر دیا ہے بعضہ اور تبیین، فتح  
تکرمیں ہے کہ ان قیل اور محیط سے ہے کما سال  
یعنی قرآن مجید پر، کما میں کات قرآن کا معنی دیتا ہے۔ (ت)

فی المبتدئ بالفتیہ المصنعة هو الصحيح وفي  
محيط سمنی الدين هو الاصح وكذا في  
البير على هذا لان الماء الجاری لما اتصل  
به صار في الحكم جاریاً۔

جستہ میں ہے ضعیف مجر سے اور بھی صحیح ہے اور محیط  
رضی اللہ عنہ میں ہے ہوا کا حصہ، اور اسی طرح  
کنویں کا حال ہے کیونکہ جب جاری پانی اس سے  
متصل ہو گیا تو جاری کے حکم میں ہو گیا۔ (ت)

مگر شک نہیں کہ یہ بہا واجب تکفتی نہ ہوگا حکم جریان منقطع نہ ہوگا کہ وہ حرکت واحد مستقر ہے اس کے  
بعض پر متحرک کو جاری اور باقی پر راکد واقعہ مانتے کے کوئی معنی نہیں،

ولهذا اصح لمن اراد ان يزيد ای لو يكتف  
لحكم الجريان بمجرد السيلان بل شرط حركة

اور اسی لیے جائز ہے اس شخص کے لیے جس نے زائد  
کیا کہ زائد برہین کافی نہ ہو جاری ہونے کے حکم کیلئے

لہ منہ الخالق علی حاشیہ بکوالاقت بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱  
کے حلیہ

کثیرۃ یستد بہا فلو لا انہ ہذا السائل من ذلک  
الماء المطلوب سیلانیۃ لہ تلغیم المزیادۃ -  
صرف سیلاب کا ہونا، بلکہ اس کی شرط یہ ہے کہ اس  
میں بکثرت حرکت ہو کہ جس کا اعتبار ہو کہ اگر یہ  
پینے والا پانی اس پانی سے نہ ہوتا جس کا بہاؤ مطلوب ہے تو اس امتناع کا کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ (ت)  
فماوی خلاصہ میں نقل فرمایا:

لو امتلأ الحوض وخرج من جانب الشط  
على وجه الجریان حتى بلغ الشجرة یطهر  
اما قد رد رابع او ذم اعین فلا  
اگر حوض بھر گیا اور کنارے سے نکل کر پانی بہتا ہو مشرعو  
تک پہنچ گیا تو وہ پاک ہو جائے گا بہر حال ایک راع  
یادہ ذرا راع تو نہیں۔ (ت)

تفسیر میں تصریح فرمائی کہ اس اُبال میں جو پانی نکل رہا ہے اندر کا پانی تو پاک ہو ہی گیا یا بہر حال والا  
بھی ظاہر ہے یہاں تک کہ پانی نکلتا جائے اور اُس سے کوئی وضو کرتا جائے یا کہیں جے ہونے کے بعد کسی برتن  
میں لے کر وضو کرے تو وضو صحیح ہے ظاہر ہے کہ اول سیلاب کا پانی اتنا نہ ہو گا جس سے وضو ہو جائے رد المحتار  
میں ہے ۱

فی الظہیریۃ الصحیحۃ انہ یطهر وامن لہ  
یخرج مثل ما فیہ وامن مرفع السات  
من ذلک الماء الذی خرج وقوضا بہ جان  
اھ قال ش لیکن فی الظہیریۃ ایضا حوض  
نجس امتلأ ماء وفار ماؤۃ علی جوانبہ و  
جف جوانبہ لایطهر وقیل یطهر اھ و فیہا  
ولو امتلأ فمشوب الماء فی جوانبہ لایطهر  
مالہ یخرج الماء من جانب اخر اھ و فی  
المخلاصۃ المختار انہ یطهر وان لم یخرج  
مثل ما فیہ فلو امتلأ الحوض وخرج من  
جانب الشط الی اخر ما نقلنا وانہی الاعلام  
علی قولہ فلیستأمل اھ و ذکر بعدہ مسأله

تفسیر میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہو جائے گا  
اگرچہ اُس سے اُتنا پانی نہ نکلے جو حوض میں تھا اور اگر  
کسی انسانہ نے وہ پانی اٹھالیا جو خارج ہوا تھا  
اس سے وضو کر لیا تو جائز ہے اھ 'ش' نے فرمایا  
لیکن تفسیر یہی میں ہے کہ ایسا حوض جو نا پاک ہو اگر  
پانی سے بھر جائے اور اس کا پانی کناروں سے بہہ نکلے  
پھر خشک ہو جائے اور اُس کے کنارے بھی خشک  
ہو جائیں تو پاک نہ ہو گا اور ایک قول ہے کہ پاک  
ہو جائیگا اھ اور اسی میں ہے کہ اگر کوئی حوض اتنا  
بھر گیا کہ اس کے کنارے پانی سے تر ہو گئے تو وہ اس  
وقت تک پاک نہ ہو گا جب تک کہ پانی دوسری طرف  
سے نہ نکلے اھ اور خلاصہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ وہ

طهارة الاواني فقال هل يلحق نحو القصة  
بالحوض فاذا كان فيها ماء نجس ثم دخل فيها  
ماء جاس حتى طفت من جواثها هل تطهر  
هي والماء الذي فيها كالحوض ام لا لعدم  
الضرورة في غسلها توقفت فيه مدة ثم  
مرأيت في خزانة الفتاوى اذا فسد ماء الحوض  
فاخذ منه بالقصة وامسكها تحت الانبوبة  
فدخل الماء وسال ماء القصة فتوضأ به  
لا يجوز احد في الطهيرية في مسألة الحوض  
لو خرج من جانب آخر لا يطهر ما لم يخرج  
مثل ما فيه ثلاث مرات كالقصة حسنة  
بعضهم والصحيح انه يطهر وان لم  
يخرج مثل ما فيه او فانظر ان ما في  
الخزانة مبني على خلاف الصحيح يؤيده ما  
في البداهة وعلى هذا حوض الحمام اذا دنا  
اذا اقتبس او مقتضاه انه على القول الصحيح  
تطهر لاواني ايضا بسجدة الجريان فانقضت  
الحكمة والله اعلم وبقی شعب

پاک ہو جائیگا اگرچہ اس میں سے اتنا پانی خارج نہ ہو  
جتنا کہ اس کے اندر ہے اور اگر حوض اتنا بھر کہ  
جانب سے بہنے لگا انی آخر ما نقف پھر  
انہوں نے اپنا کلام فلیتا حل اور پخت کیا اور اس کے  
بعد برخونی کی طہارت کا مسئلہ ذکر کیا اور فرمایا کہ کیا  
پیالہ جیسی چیز کو حوض پر قیاس کیا جائے گا؟ اور یہ  
کہ اگر اس میں ناپاک پانی ہو پھر جاری پانی  
اس میں داخل ہو جائے اور کناروں سے نکل جائے  
تو آیا وہ پیالہ اور جو پانی اس میں ہے پاک ہوگا؟  
جس طرح حوض پاک ہوتا ہے، یا پاک نہ ہوگا کیونکہ  
اس کو دھو کر پاک کرنے میں ضرورت نہیں، تو میں  
نے اس مسئلہ میں ایک مدت تک توقف کیا، پھر  
میں نے خزائن الفتاویٰ میں دیکھا کہ جب حوض کا پانی  
خامس ہو جائے اور اس سے کوئی شخص پیالہ بھر کر لے  
اور اس کو نالی کے نیچے روک کر دیکھے پھر پانی داخل ہو  
اور پیالہ کا پانی بہ نکلے اب اس پانی سے وضو کرے  
تو جائز نہ ہوگا اور طہیریہ کے حوض میں مسئلہ  
میں ہے، اگر پانی دوسری طرف سے نکل گیا تو اس وقت

لے اقول فی الاحتجاج بکلام الطهیرية  
على الخزانة نظر فلما قلنا انما يقول  
مفاده ان عدم الطهارة في  
القصة متفق عليه للاستشهاد  
به والتصحیح انما يرجع الى  
العرض ۱۲ منه - (م)

میں کہت ہوں طہیریہ کے کلام سے جو استدلال خزانہ  
کے خلاف کیا ہے اس میں نظر ہے، کیونکہ کوئی  
کلمہ والا کہہ سکتا ہے کہ اس کا مفاد یہ ہے کہ پیالہ  
میں پاک نہ ہونے پر اتفاق کیا گئے کیونکہ اس سے  
استشہاد کر رہے ہیں اور تصحیح صرف حوض کی طرف  
راجع ہے - (ت)

اَنْتُمْ سَلَّمْتُمْ عَنْهُ وَهُوَ اَنْ دَلَّوْا مَن جَسَّ قَافِرًا  
فِيهِ سِرَّ جَلِّ مَاءٍ حَتَّى اَمْتَلَا وَسَالَتْ مِنْ  
جَوَانِبِهِ حُلٌّ يَطْمُرُ بِجَعْرِ ذَلِكِ وَالَّذِي يَطْمُرُ  
لِي اَنْطَلَمَاتٍ اخَذَ اَمَّا ذَكَرْنَا هُنَا وَمَا مَرَّ مِنْ  
اَنَّهُ لَا يَشْتَرَطُ اَنْ يَكُونَ الْمَجْرِيَانِ بَعْدَ دَفْعِ  
عَلَى مَا قَدْ مَنَّا عَنْ الْخَلَاصَةِ مِنْ تَخْصِيصِ  
الْمَجْرِيَانِ بِأَمْنٍ يَكُونُ أَكْثَرُ مِنْ ذَمِّ رَاعٍ أَوْ

نیک پاک نہ ہو گا جب تک کہ جتنا اس میں تھا اس کے  
تین گنا زیادہ نہ نکلا ہو جیسا کہ پیالہ کا حکم ہے، یہ یعنی  
حضرات کے نزدیک ہے، اور صحیح یہ ہے کہ پاک  
ہو جائیگا اگرچہ اتنا پانی نہ نکلا ہو جتنا کہ پیالہ میں تھا  
تو بظاہر غرض اُن میں جو ہے وہ صحیح کے برعکس ہے،  
بدائع میں اس کی تائید ہے اور اسی پر حمام کے خوف یا  
برتنوں کا قیاس ہے، یعنی ان کے ناپاک ہو جانے کی

لَمْ اَقُولْ هُوَ بَعِيْذٌ لَا شَيْءَ اُخَرُ وَلَا  
اِحْتِمَالٍ لِاِخْتِلَافِ الْحُكْمِ بِاِخْتِلَافِ مَسْرُوعِ  
النَّصِیْعَةِ وَالَّذِي ۱۲ مِنْهُ - (م)  
لَمْ اَقُولْ لَا بَدَّ مِنْ التَّقْيِيْدِ بِتَنْجِيسِهِ مِنْ  
وَاِخْلٍ اِذْ لَوْ تَنَجَّسَ مِنْ تَحْتِ لَمْ يَحْمِلْ  
فِيهِ السَّيْلَانِ عَلَى قَطْرِ هَرَمٍ اَوْ مِنْ خَامِرٍ  
فَمَا لَمْ يَسْلُ عَلَى الْمَوْضِعِ الْمُتَنَجِّسِ مِنْ  
بِحَيْثُ يَذْهَبُ الْخَاسَةِ كَمَا رَوَى عَنْ  
الْاِمَامِ الثَّانِي رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي اَنَّهُ اس  
الْمَقْسَلِ ۱۲ مِنْهُ خَفَرُ لَمْ - (م)  
لَمْ اَقُولْ رَحِمَكَ اللهُ لَيْسَ الْمَجْرِيَانِ هَهُنَا  
الْاَبَدِ دَفَائِ حَاجَةٌ لِّلْبِنَاءِ حُلٍّ مُخْتَلَفٍ فِيهِ  
۱۲ مِنْهُ - (م)

اقول یہ بعینہ ہی ہے کہ دوسری چیز نہیں ہے اور  
پیالہ اور ڈول کی صورت کے مختلف ہونے کی وجہ سے  
حکم کے مختلف ہونے کا کوئی احتمال نہیں۔ (ت)  
اقول اس میں یہ قید لگانا ضروری ہے کہ وہ ڈول اُن  
سے ناپاک ہو کیونکہ اگر وہ نیچے سے ناپاک ہو تو  
اس میں پانی کے بہانے کا ایسے ظاہر پر کوئی اثر نہ ہو گا یا خارجی  
ناپاک ہو تو ایسی صورت میں پانی کا اس جگہ پر بہانا لازم ہے جو ناپاک ہو  
اور اس موجود نہایت کا ختم ہو جانا ضروری ہے،  
جیسا دو کراہی آیہ یوسف منقول ہے غسل کرنے والے  
کے تمیز کی بابت۔ (ت)

لَمْ اَقُولْ رَحِمَكَ اللهُ لَيْسَ الْمَجْرِيَانِ هَهُنَا  
الْاَبَدِ دَفَائِ حَاجَةٌ لِّلْبِنَاءِ حُلٍّ مُخْتَلَفٍ فِيهِ  
۱۲ مِنْهُ - (م)

میں کہتا ہوں اللہ آپ پر رحم کرے یہاں پر جریبان  
و د سے ہے تو اس میں اختلاف کی بنا رکھنے کی کیا  
ضرورت ہے۔ (ت)

لَمْ اَقُولْ صَوَابُهُ اَلَا قَسَمًا عَلَى ذَمِّ اَعْيُنٍ  
اِذْ حَسْبُ رَقَّةِ الْخَلَاصَةِ اِمَّا قَدَرُ  
ذَمِّ رَاعٍ اَوْ ذَمِّ اَعْيُنٍ فَلَا ۱۲ مِنْهُ (م)

میں کہتا ہوں مبارک کہ ذرا عین پر ختم کرنا مناسب  
ہے کیونکہ خلاصہ کی عبارت یہ ہے اِمَّا قَسَمًا  
ذَمِّ رَاعٍ اَوْ ذَمِّ اَعْيُنٍ فَلَا - (ت)

ذرا عین یتقید بذلك هنا لکنه مخالف لاطلاق  
طهارة المحوض بمجرد الجريان اذ مختصراً

صورت میں اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ قوی  
صحیح پر برتن محض پانی کے جاری ہو جانے سے پاک  
ہو جائیں گے، تو اب حکم واضح ہو گیا و قد الحمد، اب  
صرف ایک چیز باقی رہ گئی ہے جس کے بارے میں مجھ  
سے دریافت کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی ڈول  
نپاک ہو گیا اور اس میں پانی بہایا گیا یہاں تک کہ  
وہ بھر کر بہنے لگا تو کیا وہ محض اس طریقہ سے پاک ہو جائیگا؟  
تو مجھے قریہ معلوم ہوتا ہے کہ پاک ہو جائیگا اس کی دلیل  
وہی ہے جو ہم نے بیان ذکر کی اور جو گزری، یعنی یہ  
شرط نہیں کہ پانی کا جاری ہونا اس کے حساب سے ہو،

بلکہ جو ہم نے خلاصہ سے نقل کیا ہے یعنی کہ بہنے کو اس امر سے مقید کیا جائے کہ وہ ایک یا دو ذرات سے زیادہ  
ہو، تو وہی قید یہاں بھی معتبر ہوگی، مگر یہ چیز فقہائے اطلاق کے مخالف ہے وہ فرماتے ہیں محض پانی کے

جاری ہونے سے ہی پاک ہو جائیگا اور مختصراً (دعا)

اقول قد افاد واجاد، وادحض

المراد، كما هو دأبه عليه رحمة الحكيم

الجراد، لكن عبارة الخلاصة هكذا

محض الحمام اذا وقعت فيه نجاسة قال في

التجريد عن ابن حنيفة رضي الله تعالى عنه

انها لا تستقر وهو كالماء الجاري فان

تنجس حوض الحمام قد دخل الماء من

الانبوب وخرج من الانبواب الاخر فلهو

كالحوض الصغير وفيه اقارب متاق ولا بأس

بدخول الحمام للرجال والنساء وفي الفتاوى

میں کتا ہوں انہوں نے اپنی عادت کے مطابق

بڑی وضاحت سے اپنے مقصد کو نظر کر دیا، لیکن

فقہائے کبارت اس طرح ہے بہر حال

حمام کا حوض جبکہ اس میں نجاست گر جائے،

تو یہ میں حضرت امام ابو حنیفہ کی یہ روایت نقل کی ہے

کہ ایسی نجاست ٹھہرے گی نہیں اور یہ جاری پانی

کی طرح ہے، اب اگر حمام کا حوض نپاک ہو گیا اور

اس میں ایک نالی سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف

سے خارج ہو گیا تو یہ پھر نئے حوض کی طرح ہے اس

میں متعدد اقوال ہیں جو عنقریب آئیں گے اور مژول



حوض الماء اذا اغترفت راجل منه وميد نجاسة  
 وكان الماء يدخل من انبويه في الحوض و  
 الناس يغترفون من الحوض غرقا متداركا  
 لم يرتجس. الحوض الصغير اذا تشمس قد دخل  
 الماء من جانب وخرج من جانب فيه اقاويل  
 قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى  
 المختار انه طاهر وان لم يخرج مثل  
 ما فيه وكذا البئر ولو امتلأ الحوض و  
 خرج من جانب الشط على وجه المجريات  
 حتى بلغ المشجرة يظهر ما قدر ذراع او ذراعين  
 فلاء لو خرج من النهر الذي دخل السماء  
 في الحوض لا يظهر او كلامه الشريف  
 بلفظ المنيق قوله ولو امتلأ الحوض وهو  
 كذلك بالواو لا بالقاء في نصفي الخلاصة  
 القديمة بعد اليس تمة قول الصدر الشهيد  
 ولولا خلا تحت المختار وقد قدمنا عن  
 الهندية عن المحيط عن الصدر الشهيد  
 انه كما قال يظهر وقد وعدان فيه اقاويل  
 متناقضتان هذا تحت لهريد كرا لا قولا  
 واحدا فوجب ان يكون هذا قولا اخر مقابل  
 المختار ولا يمكن جعل ما ذكره عن الفتاوى  
 قولا اخر لان الكلام في حوض نجس وتلوث  
 صوته عدله وقد قدمنا مثله عن

اور حورتوں کو حمام میں داخل ہونے میں حرج نہیں،  
 اور فتاویٰ میں ہے کہ پانی کے حوض میں اگر کسی شخص  
 اپنا ناپاک ہاتھ ڈالا اور اس حوض میں پانی تالی سے  
 آ رہا ہے اور لوگ اس حوض سے مسلسل چلو بھر کر پانی  
 لے رہے ہیں تو یہ حوض ناپاک نہ ہوگا۔ پھر حوض جب  
 ناپاک ہو اور اس میں پانی ایک طرف سے داخل ہو کر  
 دوسری طرف سے نکل گیا تو اس میں کئی اقوال ہیں صدر  
 الشهيد نے فرمایا مختار یہ ہے کہ یہ پاک ہے خواہ اس  
 اتنی مقدار میں پانی نہ نکلا ہو جتنا کہ اس میں موجود  
 اور یہی حکم کنویں کا ہے اگر حوض بھر کر نالے سے نکل گیا  
 اور بہتا رہا یہاں تک کہ شجرہ تک پہنچ گیا تو پاک  
 ہو جائے گا، اور ایک ہاتھ یا دو ہاتھ پاک نہ ہوگا  
 اور اگر اس نرسہ پانی نکلا جس سے حوض میں نل  
 ہوا تھا تو پاک نہ ہوگا اور ان کا قول ولو امتلأ  
 الحوض یترک پس خلاصہ کے تہم نیز میں یہ ایسا ہی واڈ کے ساتھ  
 قاء کے ساتھ نہیں، یہ نہ تو صدر الشهيد کے قول کا  
 تتمہ ہے اور نہ مختار کے تحت داخل ہے اور ہم نے  
 چند یہ سے قیط سے صدر الشهيد سے نقل کیا کہ وہ بتے  
 ہی پاک ہو جائے گا، اور انہوں نے وعدہ کیا کہ اس  
 میں کئی اقوال ہیں جو انہیں لگے تو اگر یہ تتمہ ہوتا تو حوض نہ  
 ایک ہی قول ذکر کرتے تو لازم ہے کہ یہ قول مختار کے  
 مقابل ہے اور جو فتاویٰ سے انہوں نے نقل کیا  
 اس کو وہ سر قول قرار دینا صحیح نہیں، کیونکہ کلام اس

التجريد فان كونها لا تستقر ليس الا للضرورة  
 المتداسك فليس في الخلاصة اختيار  
 تخصيص الجريان باكثر من ذرا عين  
 حتى يعكس عليه بمخالفته اطلاق قهره و  
 انما حكاية قول وجعل المختار هو الاطلاق  
 اما عبارات الظهيرية الاخرى فان قول هما  
 فيما دخل الماء المعوض وملائي حتى طش  
 منه على جوانبه على وجه الانتقاد الخفيف  
 الملازم للاعتلاء بدخول قوى عنيفة ولا  
 يصدق عليه السيلان من الجانب الآخر  
 فليس فيهما ما ينافي جوارته الا في قول  
 ترى الى قوله في الثالثة لا يظهر ما لم  
 يظهر من جانب آخر ناط الطهارة بمجرد  
 الخروج فعملات ما ذكر لا يسمي خروجها  
 من جانب آخر وما هو الا الانتقاد الذي  
 ذكرنا هكذا ينبغي ان يفهم كلام العلماء  
 والله المحمود وبه فله ان قول العلامة ش  
 في صدر المسألة حتى طفت من جوانبها حقه

موضع میں ہے جو ناپاک ہو گیا اور وہ اُس کے ناپاک  
 نہ ہونے کی صورت ہے اور اسی کی مثل تجرید سے انہوں  
 نے نقل کیا، کیونکہ اس کا برقرار نہ رہنا تسلسل سے  
 چلا بہرنے کی ہی وجہ سے ہے، تو خلاصہ میں دو بات  
 سے زیادہ جاری ہونے کی تخصیص کو اختیار نہیں کیا، اگر  
 ایسا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ وہ ان کے اطلاق  
 کی مخالفت کر رہے ہیں، انہوں نے تو اس کو بعض  
 حکایت کیا ہے، اور مختار اطلاق ہی کو قرار دیا ہے،  
 بعد غیر یہ کہ دو آخری عبارات کے متعلق میں کہتا ہوں  
 یہ دونوں اُس صورت سے متعلق ہیں جبکہ پانی موضع  
 میں داخل ہوا اور اس کو بہر دیا اور اسکے کناروں کے  
 آہستہ آہستہ چھلکنے لگا، چیز کا طور پر اس وقت ہوتی ہے  
 جب موضع میں پانی یکدم سختی کے ساتھ داخل  
 ہوتا ہے، اور اس پر دوسری جانب سے ہنا صادق  
 نہیں آتا ہے، تو ان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے  
 جو ان کی پہل جہارت کے منافی ہو، چنانچہ وہ تیسری  
 صورت کے بارے میں فرماتے ہیں وہ اس وقت  
 تک پاک نہ ہوگا جب تک دوسری طرف سے خارج

لے لے اس حد القفل ولا مصدره في  
 الصياح ولا الصراح ولا المختار ولا  
 القاموس ولا تاج العروس ولا مفرق  
 المنايا است الاثير ولا الدر الثير  
 ولا مجمع البحار ولا المعياح المنير  
 انما في القاموس طقت المكوك والافاد

میں فعل اور اس کے مصدر کو میں نے صحاح،  
 مسداح، مختار، قاموس، تاج العروس،  
 مفردات، رغب، نہایہ، اہی اثیر، دُرّ الثیر، مجمع البحار  
 اور معیاح المنیر میں نہیں پایا۔ قاموس میں اتنا ہی  
 ہے کہ برتن اور پہاڑ کا طفت، طفت حرکت کے  
 ساتھ، اور طفت (باقی پر صفحہ آئندہ)

ان يقول حتى سال من الجانب الآخر فربما  
لا يزيد ما ذكر على الانتضاح او لا يبلغه ولا  
ساعة الى السيلان من جسيم الجوانب  
انما الملازم الخروج من جهة المقابل للدخول  
فلو كان الاثنان مائلان في ارض غير مستوية  
وادخل فيه الماء من جانب العالي وخروج  
من السافل كفى نعم لوصف في الجانب  
السافل فعاد منه لو كيف كما في اخر عبارة  
الخلاصة وبالله التوفيق.

نہر ہو جائے، انہوں نے طہارت کا دار و مدار محض  
خروج پر رکھا، تو معلوم ہوا کہ جہانوں نے ذکر کیا  
اس کو خروج نہیں کہتے ہیں وہ تو محض چھینٹوں کا  
اڑنا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور علماء کے کلام کو  
اسی طرح سمجھنا چاہئے و لہ الحمد، اور اسی سے یہ بھی  
نہی ہر ہو گیا کہ علماء کرام کی گفتگو مسئلہ کی ابتدا میں  
حق طعن من جو انہیں اس کے بجائے یوں کہنا چاہتے  
تھا کہ حتی سال من الجانب الآخر، تو جہانوں  
نے ذکر کیا ہے وہ چھینٹوں سے نہیں بڑھے گا یا اس

تک نہیں پہنچے گا، اور تمام کناروں سے پانی کی حاجت نہیں ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ جس طرف سے پانی  
داخل ہوا ہو اس کی مخالف سمت سے بہرہ نکلے، اب اگر برتن کسی ناموز زمین پر ہے اور ایک طرف کو جھکا ہوا ہے  
اور اس میں پانی اوپر کی طرف سے داخل ہو کر نچلے طرف سے نکل جائے تو کافی ہے، اب اگر نچلے حصہ میں بہایا جائے  
اور اُس سے واپس آجائے تو کافی نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ کی عبارت کے آخر میں ہے وبالله التوفيق۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفر گزشتہ) وطفه محرکة و  
طفاه ویکسر صلاۃ اصباح او ما یقرب فیہ  
بعد مسح رأسه او وجہہ او مصلو  
واناء طقان بلذ الکیل طفاهه فی متاج  
العروس هذا طف المکیال وطفاهه اذا  
قارب صلاۃ او قوله اصباح ای جوانہ  
وجہہ ما علی رأسه فوق طفاهه  
ویکون ذلک فی الدقیق و نحوه یصلو  
رأسه بعد امتلائه ۱۲ منہ  
عقلہ - (م)

دھاکو کسرہ بھی دیا جاتا ہے، اس کو کہا جاتا ہے جو اس  
کے کناروں کو بھروسے یا برتن کے سر پر ہاتھ پھرنے  
کے بعد باقی بچ جائے یا اس کا ابھرنا ہے یا بھرنا  
ہے اور اثناء طفان اس برتن کو کہا جاتا ہے جو مقرر  
تا پتک بھر جائے اثناء العروس میں ہے کہ کہا جاتا ہے  
یہ پہلے کا طعن ہے اور اس کا طفان ہے یہ اس  
وقت بولا جاتا ہے جب پیاتہ بھرنے کے قریب ہوا ہو  
قاسم نے اصباح جو کہا ہے تو اس سے مراد اس کے  
اطراف ہیں، اور جماعہ سے مراد وہ ہے جو برتن بھرنے  
کے بعد اوپر ابھرا ہو اور یہ چیز آنے وغیرہ میں پانی جاتی  
ہے کہ برتن بھرنے کے بعد اوپر تکٹھا ہوتا ہے ۱۲ منہ

**اصل ۳ :** اقول یہاں سے ظاہر ہوا کہ کسی محل کے جوت میں پانی کی حرکت اگرچہ گزروں ہو اُس محل کے حق میں جریائی نہ ٹھہرے گی اُس کے بعض میں پانی کی جنبش اگرچہ باہر سے داخل ہونے پر ہوتی مگر اُس سے خارج تو نہ ہو تو جریائی کے دو کوئی پاسے گئے مگر اُس محل کے اندر اگر دوسرا محل صغیر اور بڑا پانی اس میں جا کر اُسے ابال دے تو اس کے حق میں ضرور جریائی ہو جائیگا کہ اس میں سب ارجا کی تھمت ہو گئے اگرچہ دوسرے کے جوت سے غروج نہ ہو مثلاً دیک میں ایک کٹورہ رکھا ہے کٹورے میں ایک چنگنی پر لگی وہ نکالی کر پھینک دی اور کٹورے پر پانی ہمایا کہ ابل کر نکلی گیا مگر دیک سے نکلا کیا معنی وہ بھری بھی نہیں تو یہ شک کٹورہ اور اس کا پانی پاک ہو گیا کہ زمین پر یا دیک کے اندر رکھے ہونے کو حکم میں کچھ دخل نہیں و هذا اظہار جدا (اور یہ بہت واضح ہے - ت)

**اصل ۶ :** اقول اس جریائی سے اگرچہ طہارت ہو جائے گی اور نجاست مرتبہ متقی اور نکالی لی یا غیر مرتبہ متقی تو مطلقاً ہمیشہ طہارت وہ ہے کی جب تک دوبارہ نجاست عارض نہ ہو مگر اگر نجاست مرتبہ ہے اور نہ نکالی تو حکم طہارت اُس وقت تک ہے جب تک یہ جریائی باقی ہے پانی تھمتے ہی طرف اور اس کے اندر کا پانی پھر پاک ہو جائیگا کہ اس کے سبب یعنی نجاست موجود ہے اور مانع کرجیائی تھا زائل ہو گیا و هذا ایضاً بوضوح غنی عن الايضاح (اور یہ بھی اپنے واضح ہونے میں کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے - ت)

منقولہ الحاقی میں شرح ہدیہ ابن العاد لسیدی عبد الخی البیسی قدس سرہ القدسی سے ہے :

اذا وضع المسرقین فی مقسم الماء الی البیوت و جری مع الماء فی القساطل فالماء نجس

جب اگر پانی میں ایسے مقام پر رکھ دیا جائے کہ وہاں سے پانی مختلف گھروں کو منقسم ہو کر بہتا ہو اور وہ گھر پانی

لہ احتیاط فی بلادنا القاء زبل الدواب فی  
مجار سے الماء الی البیوت لیسد خلل ثلاث  
السجاری المسماة بالقساطل ۱۱ شمس  
لا یجری الماء الیہ ای بالزبل لکنہ یسد  
غروق القساطل فلا ینفذ الماء منها ویبقى  
سجاریا فرقہ ۱۲ شرح حدیۃ ابن  
العاد قلت وہی لغۃ مستحدثة ۱۲ منہ  
خفزلہ - (م)

ہمارے ملک میں چاروں کانگرو وغیرہ پانی کی  
گزرگاہ میں ڈال دیتے ہیں تاکہ ان تالیوں کے سوراخ  
بند ہو جائیں، اس خلل کو قساطل کہتے ہیں اور شمس  
تو پانی اس گھر کے ساتھ ہی جاری ہو گا کیونکہ  
یہ ان سوراخوں کو بند کرتا ہے جن سے پانی جاری  
ہوتا ہے، تو پانی اسی کے اندر سے نہیں نکلتا ہے  
بلکہ اوپر سے بہتا ہے اور شرح ہدیہ ابن  
العاد، میں کہتا ہوں یہ جدید لغت

ہے - (ت)

فان اسرکد الزبل في وسط القساطل وجرى  
 الماء صافيا كانت نظيره ما لو جرس  
 ماء الشدیر علی النجاسة او كان بطرف  
 النهر نجسا وجرى الماء علیه ولسر  
 يتغير احد اوصافه بالنجاسة فان  
 ذلك الماء طاهر كله كذلك هذا اذا  
 وصل الماء الى الحيض في البيوت فان  
 وصل متغيرا احد الاوصاف بالزبل او عين  
 الزبل طاهر فيه فهو نجس من غير شك  
 فاذا استقر في حوض دون القدس  
 انكثير فهو نجس وان هبط بعد ذلك في  
 الحوض وثر الى تغيره بنفسه لانه ماء نجس  
 والماء النجس لا يطهر بزوال تغيره بنفسه  
 لاسيما وقد ساكد الزبل في اسفله وان استقر  
 في حوض كبير فهو نجس ايضا مادام متغيرا  
 او ثر الى تغيره بنفسه ايضا واما اذا استقر  
 الماء جاسيا وثر الى تغيره الحوض بالانما الصافي  
 يطهر الماء كله سواء كان الحوض متغيرا  
 او كسيرا وان كان الزبل في اسفله ساكد اما اذا  
 انما الصافي في ذلك الحوض يدخل من  
 مكان ويخرج من مكان فاذا انقطع  
 الجريان وكان الحوض متغيرا او الزبل في  
 اسفله ساكد افا الحوض نجس ام لا

کے ساتھ قساطل میں جاری ہوا، تو پانی ناپاک ہو جائیگا  
 تو اگر گوبر قساطل کے درمیان جم گیا اور صاف  
 پانی بہنے لگا، تو یہ ایسا ہے جیسا کہ برت کا پانی نہایت  
 پر بہنے لگے یا نہر کا پیٹ ناپاک ہو اور اس پر پانی  
 جاری ہو اور نہایت سے اس کے اوصاف میں  
 سے کوئی وصف متغیر نہ ہو تو یہ پورا پانی پاک ہے،  
 اب پانی جب گھروں کے حوضوں میں پہنچے تو اگر پانی  
 کا کوئی وصف متغیر ہو کر پہنچا ہے یا پانی میں بعض گوبر  
 ظاہر ہے تو وہ بلا سہرا ناپاک ہے، اور اگر کثیر  
 مقدار میں نہ ہو اور حوض میں ٹھہر جائے تو وہ ناپاک ہے،  
 اگرچہ اس کے بعد حوض صاف ہو جائے اور اس کا  
 تغیر خود بخود زائل ہو جائے کیونکہ وہ ناپاک پانی ہے اور  
 ناپاک پانی تغیر کے از خود زائل ہونے کی وجہ سے پاک  
 نہیں ہوتا ہے خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ  
 گندگی اس کے نیچے جمی ہوئی ہے، اور اگر گندگی  
 بڑے حوض میں جم جائے تو جب تک متغیر رہے گا  
 ناپاک رہے گا، یا اس کا تغیر خود بخود ختم ہو جائے،  
 اور اگر پانی مسلسل جاری رہے اور حوض کا تغیر صاف  
 پانی کی وجہ سے ختم ہو جائے، اس صورت میں کل پانی  
 پاک ہو جائیگا خواہ حوض چھوٹا ہو یا بڑا، اگرچہ

گندگی اس کی تر میں جی ہوئی بر بشرطیکہ صاف پانی اس میں ایک جانب سے داخل ہوتا ہو اور دوسری جانب سے خارج ہوتا ہو، تو نجس پانی کا جاری ہونا بند ہو جائے اور موصی چھوٹا ہو اور گندگی اس کی تر میں جی ہوئی ہو تو موصی ناپاک ہے۔ (ت)

**اقول** کلام طیب من طیب طیب  
 اللہ تعالیٰ شراہ وقد اقرہ الشامی وغرضنا  
 يتعلق ههنا بجملة الاخيرة غير ان قولہ  
 وجبر من الماء قالہ نجس یحمل علی  
 ما اذا تغير فان المحقق المعتبر ان الجائز  
 لا یتنجس ما لو یتغیر حتی موضع المرئیة و  
 کذا الکثیر الملحق به علی المعتبر من جهة  
 المحقق علی الاطلاق وقال تلخیص قاسم  
 انه المتعارف درواستحسنه تلخیص الاخر  
 ابن امیر الحساوی واید ویاخذین وکذا  
 اید و سیدی عبد الغنی و هو ظاہر المتون  
 فی الدرر مع جامع الرموز مع جامع  
 المضمرات من النصاب علیہ الفتاوی  
 فی ش من البحر من الحلیة من  
 النصاب به یفتی فاذا کان هو الثابت بالحدیث  
 و هو ظاہر المتون و علیہ الفتاوی ففتی  
 منقط ما سواکم قولہ من جملة الله تعالی  
 الماء النجس لا یطهر بزوال تغیر بنفسه -  
 فاقول هذا حکما ذکره فی خیر الجاہل سے  
 لقول الخلاصة ماء نجس یجعلونه سف  
 نهر کبیر امت کانت کثیرا حیث لا یتغیر  
 لا یتنجس و امت تغیر نجس و یطهر

میں کہتا ہوں یہ بہت اچھا کلام ہے اس کو  
 شامی نے برقرار رکھا ہے اور یہاں ہماری حسی  
 آخری جملہ سے متعلق ہے البتہ اتنی بات ہے کہ اس کا  
 قول جاری دم الماء قالہ نجس اس کو اس پر محمول  
 کیا جائیگا جبکہ پانی میں تغیر آجائے کیونکہ محقق معتقد قول یہ ہے کہ  
 جاری پانی اس وقت تک نجس نہ ہوگا جب تک  
 کہ اس میں تغیر نہ آجائے یہاں تک کہ نہاست  
 مرئیہ کی جگہ بھی اور اسی طرح کثیر بھی قول معتقد پر اسی  
 کے ساتھ ملتی ہے اس کو محقق علی الاطلاق نے  
 ترجیح دی اور ان کے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی  
 مختار ہے (اور) اور اس کو ان کے دوسرے  
 شاگرد ابن امیر الحساوی نے مستحسن قرار دیا اور  
 اس کی تائید حدیث سے کی اور اس کی تائید سیدی  
 عبد الغنی نے بھی کی اور متون سے بھی یہی ثابت ہے "شش"  
 اور در میں جامع الرموز سے جامع المضمرات سے  
 نصاب سے یہ ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور شامی میں  
 بحرہ تغیر سے لے کر ہے یہ یفتی پر حسب حدیث سے ہیں  
 ثابت اور متون سے بھی یہی ظاہر اور فتویٰ بھی اسی پہ ہے تو اس کے  
 ہوتے ہوئے باقی سب ناقابل اعتبار ہے پھر  
 ائی کا قول "نجس پانی اس کے تغیر کے از خود  
 زائل ہونے کی وجہ سے پاک نہ ہوگا" میں کہتا ہوں  
 یہ اس پانی میں ہے جو جاری نہ ہو، کیونکہ خلاصہ  
 میں ہے کہ ایک نجس پانی کو اگر بڑی نہر میں کر لیں  
 تو اگر وہ کثیر ہے اور تغیر نہیں ہوتا ہے تو ناپاک

بإساعة يعني إذا انقطع اللون والرائحة  
 أنه مواد في نسخة ما نصيب في نسخة  
 القاضي الإمام مسلمة الله تعالى أنه  
 هذا مذکور فی نسخته والمراد به الإمام  
 فقيه النفس ولما سب في فتاواه والله تعالى  
 أعلم بقول سيدي نفسه إذا سكب الزبد في  
 وسط القساطل وجري الماء صافيا طهر  
 في سرد المحتسب في ديارنا أنها من المساقط  
 تجري بالتجاسات وترسب فيها لكنها في  
 النهاية تتغير ولا كلام في نجاستها ح و في  
 الليل يزول تغيرها فيجري فيها الخراف  
 لجرياء الماء فيها فوق النجاسة قال في خزائن  
 الفتاوى لو كان حميم بطن الشتر نجسا فأنزل  
 الماء كثير الأبر من مائه طهر طاهر والأفلا  
 وفي الملتقط قال بعض المشايخ الماء طاهر  
 وإن قل إذا كان جاريا ثم

ورنه نيس، اور ملتقط میں ہے کہ بعض مشایخ نے فرمایا پانی پاک ہے اگرچہ کم برجیکہ جاری ہو (ت)  
 أقول ما في الملتقط مبني على تصحيح  
 المفتق به وما في الخزائن على القول لأن  
 الدائرة كثر من الكتب المتعارفة  
 من جري نصفه أو أكثر على نجاسة  
 صريفة تنجس وهي المرادة في المخزاة

نہ ہوگا اور اگر متغیر ہو گیا تو ناپاک ہو جائے گا  
 اور فوراً ہی پاک ہو جائے گا یعنی جو ٹی رنگ اور قسقم  
 ہو گیا اسے زاید کیا ایک نسخہ میں اصل عبارت یہ ہے  
 "قاضي امام مسلمہ رحمۃ تعالیٰ کے نسخہ میں اسے" یعنی  
 یہ ان کے نسخہ میں مذکور ہے اور اس سے مراد امام  
 فقیہ النفس ہیں اور یہ چیز ان کے فتاویٰ میں نہیں  
 دیکھی ہے و انتہ تعالیٰ اعلم اور سیّدی عبد العزیز خود  
 فرماتے ہیں کہ جب گندگی قساطل کے درمیان جم جائے  
 اور پانی صاف جاری ہو تو پاک ہو جائیگا، اور  
 رد المحتار میں ہے کہ چائے ملک میں گندگی گرنے کی جگہ پر  
 جو نہریں ہوتی ہیں ان میں نجاست جاری رہتی ہے اور پھر  
 بہتی باقی ہے اور یہ نجاست ان میں تغیر ہوتی ہے اور اس وقت  
 انکی نجاست میں کمی کما نہیں اور رات کو ان کا تغیر زائل  
 برہماتا ہے تو اس میں اختلاف ہے کیونکہ اس میں  
 پانی نجاست کے اوپر جاری رہتا ہے، خزائن الفتاویٰ  
 میں فرمایا اگر نہر کا کل پیٹ ناپاک ہو تو اگر پانی  
 گیرے کہ اس کی تہہ نظر نہ آتی ہو تو وہ پاک ہے

میں کہتا ہوں جو کچھ ملتقط میں ہے وہ صحیح  
 مفتق پر مبنی ہے، اور جو خزائن میں ہے وہ دوسرے  
 قول پر مبنی ہے جو بہت سی کتابوں میں مذکور ہے  
 کہ جاری پانی اگر اس کا نصف یا زائد کسی نجاست  
 مرئیہ پر جاری ہو تو ناپاک ہو جائے گا، اور یہی

لقول الهندیۃ عن السحیط اذا كانت الجیفة  
توی من تحت الماء لقلۃ الماء لا لصفاۃ  
كان الذی یلاقیها اکثر اذا كان سد عن من  
الساقیۃ وان كانت لا توی او لم تأخذ الا  
القل من النصف لم یکن الذی یلاقیها  
اکثر اذ ایاک ان تظن ان کلام  
الخزانۃ علی ظاهر اطلاقه ولو تنجس  
بطین النهر بغير مرئیۃ قوهما ان بطین النهر  
اذا کان نجسا وهو یری فقد مر الماء کله علی نجاسة  
مرئیۃ وان کان لا یری لکثرة الماء لا لکدرته  
فاما جری علی غیر مرئیۃ فلا یشأ ثوبا لتغیر  
وذلك لان العبرة بالنجس لا بالتنجس  
كما بینا فی فتاوینا لکن نقول ان یقول  
ان العلة فی غیر المرئیۃ انه اذا لم یتطهر  
اثرها علم ان الماء ذهب ببعینها کما فی  
البحر وخیرۃ اما ههنا فبطین النهر کل نجس  
فالماء ینما ذهب لا یلاقی الانجاس تأمل  
والاحاجة فان الفتوی علی اعتبار الاثر  
مطلقا فی الجاسری والکثیر معانعم ظاهرا  
کلام سیدی و تقریر الشامی ههنا امن  
اکثیر الملحق بالجاسر لایلحق به فی  
التطهیر مزاوال تغیر لقوله وان استقر فی  
جوف کبیر فهو نجس وان ترال تغیر بنفسه

خود میں مراد ہے، اس لیے کہ ہندو میں محیط ہے کہ  
جب مردار پانی کے نیچے نظر آئے اس کی کمی کے باعث  
نہ کہ پانی کی صفائی کے باعث تو جو اس مردار سے  
متصل ہو جائے وہ زیادہ ہو گا، جبکہ نہر کی چوڑائی کو بند  
کر دے، اور اگر مردار نظر نہ آئے یا آدھے سے کم راستے  
کو بند کرے تو جو اس سے ملاقات کرتا ہے وہ پانی  
اکثر نہیں ہو گا اور خزانہ کے کلام کو اس کے ظاہر  
پر محمول نہ کرنا چاہئے اور اگر نہر کی نہ نجاست غیر مرئیہ سے  
نا پاک ہو گئی اس تو ہم پر کہ نہر کی نہ جس وقت ناپاک ہو جاوے  
وہ نظر آتی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کل پانی  
نجاست مرئیہ پر جاری ہو گیا، اگرچہ وہ نظر نہ آتی ہو  
پانی کی کثرت کے باعث نہ کہ اس کے کدے پر کے  
باعث، کیونکہ وہ پانی نجاست غیر مرئیہ پر جاری ہو گا  
تو وہ تغیر سے متاثر نہ ہو گا، کیونکہ اعتبار نجاست کا  
ہر گز نہ کرنا پاک ہونے والی شے کا، جیسا کہ ہم نے  
اپنے فتاویٰ میں بیان کیا، لیکن کوئی کھنڈ والا کہہ  
سکتا ہے کہ علت غیر مرئیہ میں یہ ہے کہ جب اس کا  
اثر ظاہر نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نجاست  
کو پانی بہا لے گیا ہے جیسا کہ بحر و غیرہ میں ہے،  
اور یہاں نہر کا پیٹ تمام کا تمام ناپاک ہے تو پانی  
جہاں بھی جائیگا نجس سے ملاقات کرے گا تا مل،  
اور کوئی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ جاری اور کثیر پانی میں  
خودی مطلقا اثر کے اعتبار پر ہے، ان سیدی عبد اللہ



فلیحترق و لیظفر و جمہ فاما الذی فی العقیقۃ  
من فصل الحیاض فی مسألة حوض الحمام  
عائضہ الا ترى ان الحوض الکبیر الحق بالماء  
الجاسر ی علی کل حال لا جمل الضوئۃ قال  
فی المحلیۃ الجملة من الذ خیرۃ اھ و اللہ تعالیٰ  
اعلم۔

طرح بحثنا چاہئے اور اس کی وجہ پر غور کرنا چاہئے کیونکہ تیسری میں حوض کی فصل میں حمام کے حوض کے بیان میں ہے  
اس کی اصل جارت یہ ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بڑا حوض جاری پانی سے طح ہے اور یہ علی کل حال ہے اور  
اس کی وجہ ضرور سبب ہے، علیہ میں فرمایا یہ تمام ذہن سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (د ت)

اصل ۷: قوی اس پر ہے کہ پانی کا حوض میں پھیلنا اس کے جہان کر نہیں دیتا جبکہ پانی آگے نکل جاتا ہو، مثلاً  
نہ نہ حوض ہے اس میں پانی ایک طرف سے آتا دوسری طرف سے نکل گیا جاری ہو گیا اگرچہ حوض میں نہایت  
پھیلنے کے لیے ضرور وقفہ درکار ہو گا اور اتنی جلد پانی اس سے نہ نکل سکے گا جس قدر جلد تین چار ہاتھ کے حوض سے  
نکل جاتا ہوتا ہے،

اذا كان الحوض صغيراً یدخل فیہ الماء من  
جانب و یدخرج من جانب یجوز الوضوء من  
جمیم جوانبہ و علیہ الفتوۃ من  
غیر تفصیل بیٹ انیکون امر بعد فی ربع اداقل  
فیجوز او اکثر فلا یجوز کذا فی شرح الوقایۃ  
و هكذا فی المنہاج و صرح الدسراۃ۔  
بحر میں ہے،

فی معراج الدراۃ یفتی بالجواز مطلقاً  
معراج الدراۃ میں ہے جواز کا مطلقاً قوی دیا جائیگا

لے نذیر المصلی فصل فی المیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۷

لے حلیۃ

لے ہندیۃ الفصل الاول فیما یجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴/۱

واعتمد فی فتاویٰ قاضی خانؒ

اور قاضی خان میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔ (ت)

فتاویٰ ذخیرۃ و تحفۃ الفتاویٰ الصغریٰ پھر علیہ ہے

علیہ الفتویٰ کائنات ہذا ماء جاریہؒ

بلکہ پانی کا گہرنا ایک دائرہ پر چکر کھانا جس طرح بھنور میں ہوتا ہے یہ بھی مائع جریان میں کر بھنور پانی کو روک نہیں رکھتا چکر دے کر نکال دیتا ہے اور اسے دوسرا پانی آتا اب اسے گھما کر چھوڑ دیتا ہے یہ سلسلہ قائم رہنے کے باعث گہرائی ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی محوم رہا ہے یہ بات خیر آب کے ڈالنے سے تمیز ہو سکتی ہے مثلاً اوپر سے نگرئی ڈال جائے بھنور پر پہنچ کر چکر کھاکر اس طرف نکل جائے گی اور اگر بھنور قوی ہو اسے گھمانے میں ہار دے گا نگرے کرے گا اور چکر دے کر نکال دے گا، فیصلی من خلق ما شاء کیمت شاء ولا یجبرے ف ملکہ الا ما یشاء (پاک وہ ذات جس نے پیدا کیا جو چاہا جیسے چاہا اور نہیں چلتی کوئی شے اس کے حکم میں گرجے چاہے) علیہ مستدرج من چار درجہ میں ہے

الظاهر ان الماء لا یستقر فی مثلہ بل یدور حولہ ثم یدخرج فیکون کالجار یتلے

ظاہر ہے کہ پانی ایسی جگہ میں نہیں ٹھہرتا بلکہ اس کے ارد گرد چکر کھاتا ہے پھر نکل جاتا ہے یہ جاری پانی کی طرح ہے۔ (ت)

علیہ میں ہے

کذا فی الذخیرۃ و تحفۃ الفتاویٰ الصغریٰ  
حکایت عن الشیخ الامام ابی الحسن  
الریستغنیؒ

جیسے ذخیرۃ اور تحفۃ الفتاویٰ الصغریٰ میں شیخ  
الامام ابی الحسن الرستغنی سے حکایت ہے  
(ت)

(اصل) عرض ذخیرہ کے جریان میں اگرچہ فروغ لازم تھا مگر طبع بالجماری یعنی وہ درود میں اس کی حاجت نہیں گریوں کے غلط تالاب میں جانوروں کے گوبر وغیرہ نجاستیں پڑی ہیں برسات میں پانی آیا اور اسے بھر دیا اگر تالاب کے برف میں جہاں سے پانی نے گزار کر اسے بھرنا نجاست ہے جب تو سارا تالاب نجس ہو گیا اگرچہ کتنا ہی بڑا ہو جب تک بھر کر ابل نہ جلتے۔

۱۷ بحوالہ اثن عشر فی عشر

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۸/۱

۱۸ علیہ

۱۹ غیۃ المصلیٰ فصل فی الخیف

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۲

۲۰ علیہ

**اقول** اس لیے کہ جب بارش یا بہاؤ کا پانی اس کے جوف میں داخل ہوا اب جب تک کہ اُس کے بطنی میں متحرک رہے گا جاری نہ کہلے گا کہ جریان کے لیے خرّج شرط ہے اور یہ غیر جاری پانی نجاست سے اُس وقت ہلا کہ ہنوز وہ درود نہ تھا کہ جوف میں اس کے مدخل ہی پر نجاستیں تھیں تو نہ جاری ہے نہ کثیر لا جرم ناپاک ہو گیا یوں ہی جتنا پانی آتا گیا ناپاک ہوتا گیا اور نجس پانی کثیر ہو جانے سے پاک نہیں ہو سکتا جب تک جاری نہ ہو جائے اور اگر مدخل آب میں اتنی دُور تک نجاست نہیں کہ وہاں تک آئے واسے پانی کے عرض محل کا سطح سوا ہوا تک پہنچ گیا اُس کے بعد نجاست سے بظوابط ناپاک نہ ہو گا کہ کثیر ہو کر ملا اگرچہ جوف سے باہر نہ گیا۔

**اقول** و بما قریرنا ظہران السالفة  
مبتنیة علی الاصل الثالث لا علی خلا فیه  
مردود نصف الماء او احتشہ علی نجاسة  
مرئیة غائب الفوی فیہا علی الطہارة  
مطلقا صالو یتغیر نعم ان لفق الماء النجس  
فی طریقہ علی شاطئ الغدیو قبل ان یدخل  
کام علی الخلا فیه لانه جاس بخلاف التفرک  
فی بطن الغدیو کما علمت۔

**اقول** اور جو تقریریم نے کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ تیسری اصل پر مبنی ہے، اس اختلافی مسئلہ پر مبنی نہیں ہے کہ آدھا پانی یا اکثر نجاست مرتبہ پر گزارے، کیونکہ اس میں فتویٰ مطلقاً تہارت پر ہے نہ وقتیکہ تغیر نہ ہوا یا اگر پانی اپنے راستہ میں ان نجاستوں کے ساتھ جو گزشتے کے کنارے پہنچے قبل اس کے کہ وہ گزشتے میں داخل ہو، تو یہ اختلافی مسئلہ ہو گا، کیونکہ وہ جاری ہے بخلاف اس پانی کے جو تالاب کی تہ میں حرکت کر رہا ہو جیسا کہ ترخہ جانا۔ (ت)

فتاویٰ خانہ و خزائن الفقیہ اور محیط پھر علیہ نیز خلاصہ و فتح القدیو میں فتاویٰ اور بحرہ ہند یہ ہیں فتح اور خیامیہ نیز ذخیرہ پھر علیہ میں فتاویٰ اہل سمرقند سے ہے،

واللفظ لفتیہ النفس خدیو عظیم یدس سف  
الصیف وراشت الدواب فیہ (ترادف  
الخلاصة والفتیم والذخیرہ والناس) ثم  
دخل فیہ الماء واستلأ ینظر ان کانت  
النجاسة سف موضع دخول الماء فالکل  
نجس وانما انجمد ذلک الماء کان نجسا  
لان کل ما دخل فیہ صار نجسا فلا

اور الفاظ فیتہ النفس کے ہیں، ایک عظیم تالاب جو گرمی میں خشک ہو گیا اور اس میں چوپایوں نے لید کر دی (خلاصہ اور فتح میں اور ذخیرہ میں لوگوں کا بھی اضافہ ہے) پھر اس میں پانی داخل ہو گیا اور وہ گڑھا بھر گیا، تو دیکھا جائے گا اگر نجاست پانی کے داخل ہونے کی جگہ پر ہے تو کل پانی نجس ہے اور اگر یہ پانی منجمد ہو گیا تو نجس ہو جائیگا، کیونکہ اس

یظہر بعد ذلك وان لم تكن النجاسة في موضع دخول الماء واجتمع الماء في مكان طاهر وهو عشر في عشر ثم تعدى الى موضع النجاسة كامن الماء طاهر والنجاسة منه طاهر ما لم يظهر فيه اثر النجاسة (قال في الذخيرة لان الماء صار كشيا قبل ان يتنجس فلا يتنجس بعد ذلك لا اتصال النجاسة به او شراذم في الخافية) وكذا القدر اذا قل ماؤه فصار ربعا في اربعه وقعت نجاسة ثم دخل الماء الى انصب صار الماء الجدي عشر اے عشر قبل ان يصل الى النجس كان طاهرا۔

میں جو بھی داخل ہو گا وہ نجس ہو جائیگا، اور اس کے بعد پاک نہ ہوگا، اور اگر نجاست پانی کے داخل ہونے کے جگہ نہ ہو اور پانی پاکیزہ جگہ پر جمع ہو جائے، اور وہ وہ در وہ ہو پھر پانی نجاست کی جگہ چلا گیا تو پانی پاک ہوگا اور جو منہ ہو گیا وہ اس وقت تک پاک رہے گا جب تک نجاست کا اثر اس پر ظاہر نہ ہو (ذخیرہ میں فرمایا اس لیے کہ پانی نجس ہونے سے پہلے کثیر ہو گیا تو اس کے بعد نجس نہ ہوگا نجاست کے پانی کے ساتھ مل جانے کا وجہ سے اور خانیہ میں اضافہ کیا) اور اسی طرح تلاب کا پانی جب کم ہو جائے اور چار در چار ہو جائے اور اس میں نجاست داخل ہو جائے پھر اس میں نیا پانی آجائے یہاں تک کہ

نجاست کو پہنچنے سے قبل وہ در وہ ہو جائے تو پاک ہو جائے گا۔ (ت)  
ایسا ہی جہاں غلطی میں ہے۔

**اصل ۹:** اقول وبالله التوفيق ایک فائدہ نفیس ہے کہ شاید اس کی تحریر فقیر کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اگر نجاست قبول نہ کرنے کو پانی کا جريان چار سے سیسہ کی کافی نہیں سائل و جاری میں عزم و قصد مطلق ہے ہر جاری سائل ہے اور ہر سائل جاری نہیں دیکھو بطین حوض میں جو پانی تل سے داخل ہوا اور دوسرے کنارے تک پہنچا اس وقت ضرور سائل ہے مگر جاری نہ ٹھہرا جب تک دوسری طرف سے نکل نہ جائے اور اس پر دلیل

علہ ونصہا حوض عشر في عشر قل ماؤه ثم وقعت النجاسة ثم دخل الماء حتى امتلأ الحوض ولم يخرج منه شيء لا يجوز التوضي به لانه كلما دخل الماء يتنجس اء منه فقل له (م)

اس کی عبارت یہ ہے کہ ایک حوض وہ در وہ ہو اس کا پانی کم ہو جائے پھر اس میں نجاست پڑ جائے پھر حوض بھر جائے اور اس سے کچھ نہ نکلے، تو اس سے وضو جائز نہیں اس لیے کہ جو پانی بھی داخل ہو گا وہ تک پاک ہو جائے گا (ت)

لے فتاویٰ قاضی خان فصل الماء والاکہ ترک شرب کثرتہ و رسم والترید من الذخیرۃ و علی لیست بموجودہ

قاطع آب و ضرر ہے کہ ضرر اخصائے وغیرہ پر سائل ہے فائدہ فصل ولا فصل الا بالاسالة (پس بیشک وضو  
و حونا ہے اور وضو بغیر اس کے حکم نہیں ہے) مگر جاری نہیں ورنہ مستقل نہ ہوتا کہ آب ہماری استعمال تو استعمال نجاست  
سے متاثر نہیں ہوتا جب تک متغیر نہ ہو ورنہ بدی یا کپڑے کی ناپاکی جس پانی سے وضوئی اس نے بدن یا ثوب  
پر سیسٹون ضرر کیا ورنہ استخراج نجاست نہ کرتا مگر جاری نہیں ورنہ ناپاک نہ ہو جاتا حالانکہ تین بار وضو نے میں  
امام کے نزدیک تینوں پانی ناپاک ہیں اور صاحبی کے نزدیک دو ناپاک ہیں تیسرا جب بدن یا کپڑے سے جدا ہو جائے  
پاک ہے، تیسری ہے ۱

ماء در دھلی نجس نجس کھکھہ ۲۰ پانی جو دار و ہر انجس پر نجس ہے جیسا کہ اس کا عکس ہے۔ (ت)  
رد المحتار میں ہے ،

الورد و لیشمل ما اذا جرى عليها و دھلی محلی  
اس من اوسطه و ما اذا صب فوقها في أنسية  
بدون جریا ۲۱  
ورد و کالفظ اس صورت کو بھی شامل ہے جب پانی  
نجاست پر ہے اور وہ زمین یا سطح پر ہر دار اس  
صورت کو بھی شامل ہے کہ جب پانی نجاست کے  
اوپر بہا یا جائے کسی برتن میں اور اس میں جریا نہ ہو۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے ،

القياس يقتضي تنجس الماء بادل السلافة  
للنجاسة لكن سقط للضرورة سوا كانت  
الثوب في اجانة و اورد الماء عليه لوبيا العكس  
عندنا فهو طاهر في المحل نجس اذا  
افضل سواء تغير او لا وهذا في المادتين  
اتفاقا اما الثالث فهو نجس عندنا لانه  
طاهر عندنا في المحل ضرورة قطعية و  
قد ترالت طاهر عندنا اذا افضل والاولى  
في خسل الثوب النجس وضعه في الاجانة  
قياساً یہ پاتا ہے کہ پانی پہلی ہی ملاقات میں ناپاک  
ہو جاتا ہے نجاست کی وجہ سے لیکن ضرورت کی وجہ  
سے قیاس ساقط ہو گیا خواہ کپڑا ٹپ میں ہو اور اس  
پر پانی وارد ہو یا بالعکس جو یہ ہمارے نزدیک ہے  
قریب اپنے محل میں ظاہر ہے اور جب ہوا ہو گا تو نجس  
ہو گا خواہ متغیر ہو یا نہ ہو یہ دو پانیوں میں اتفاقاً  
ہے اور تیسرا قودہ ان کے نزدیک نجس ہے کیونکہ  
اس کی طہارت محل میں ضرورت کی وجہ سے ہے  
اور یہ ضرورت محل کی طہارت کی ہے اور وہ ضرورت

من غیر ماء شرب الماء علیہ لا وضوء  
الماء اذ لا یخرج من خلوات الامام الشافعی  
فانه یقول بتنجاسة الماء۔  
یہ نہیں کہ پھٹا ٹب میں پانی موجود ہوا ام شافعی کے اختلاف سے بچنے کیلئے اس میں امام شافعی کا قول ہے کہ پانی نجس  
ہو جائیگا۔ (ت)

رد المحتار میں اس کے بعد فرمایا :

ولا فرق علی المعتقد بین الثوب المتنجس  
والعضو اذا طاه بشیر الی خلوات ابی یوسف  
لا اشتراط الصب فی العضو کما فی البدائع۔  
مشترط قرار دیتے ہیں، جیسا کہ بدائع میں ہے۔ (ت)

اقول وظاهر التعلیل بفسور  
تطہیر الثوب انه طاهر من حق ذلك الثوب  
لا غیر ظہور وضع الثوب النجس فی اجانۃ (det)  
وضوب الماء فوقه فیہ ثوب اخر طاهر  
یتنجس وان لم یتم فصل الماء عن الثوب  
الاول بعد کانت ما کان بضرورة فسد  
بقدرها فمکان یصلی ووقم طرف من دائه  
فی الاجانۃ فاصابه اکثر من الدرهم  
وهو یحترق بتحرکه لم تجز صلاته هذا ما  
ظہر فلیحرم والله تعالی اعلم۔

یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اس کو اچھی طرح سمجھیں واللہ تعالی اعلم۔ (ت)  
اس نفیس فائدہ سے اصل ۳ پر یہ ترجمہ زائل ہو گیا کہ پانی تالاب کے اس کنارے سے اُس کنارے تک

ہوتا پہنچا پھر جاری کیوں نہ ہو ایہ سیلان ہے جریانی نہیں اور وہ فرق کھل گیا جو اصل میں ہم نے ذکر کیا کہ تلاب کے اندر داخل آب کے قریب نجاست ہے اور پانی اس پر جو کہ گزرا ناپاک ہو گیا کہ وہ سائل ہے جاری نہیں اور تلاب کے باہر زمین پر گناہ کے قریب نجاست ہے اور پانی اس پر گزرتا تلاب میں داخل ہوا تو ناپاک نہ ہوا نجاست وصف نہ بدے کہ وہ جاری ہے اور اس کی قطروہ مستند ہے کہ جوف نہ خم کے اندر خون کا سیلان معتبر نہیں جوف سے باہر کے قنات قس و ضر ہے فافہم میں مبنی ہے اس مسئلہ کا کہ استنجا کرنے کو لٹے سے پانی کی دھار ڈالی یا تھمک پہنچنے سے پہلے اس دھار پر پیشاب کی چھینٹ پڑ گئی دھار ناپاک ہو گئی کہ جاری ہے اور یہی دھار استنجا کرنے سے ناپاک ہو جائے گی کہ بہانہ پر جاری نہیں رد المحتار میں ہے ۱

قال في الفیاء ذکر فی الواقعات الحسامیة  
فواخذوا الماء فصب الماء علی یدہ للاستنجاء  
فوصلت قطرة یولی الی السماء النازل قبل ان  
یصل الی یدہ قال بعض المشایخ لا یجس  
لانه جاس قال حسام الدین هذا القول  
لیس بشیء والا لزم انتکون خصالا الاستنجاء  
فیہ نجسة قال فی الضمرات وفیہ نظر  
والفرق ان الماء علی کف المستنجی لیس  
یجار والنازل من السماء قبل وصوله  
الی الکف جاس ولا یظهر فیہ اثر القطرة  
فالقیاس ان لا یصیر نجسا وما قاله  
حسام الدین احتیاطا و یؤید عدم النجس  
ما ذکرنا من القروح والله تعالی اعلم

خیار میں کہا واقعات حسامیہ میں ہے کہ اگر ہر جے  
استنجا کرنے کے لیے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا اور  
پیشاب کا کوئی قطرہ اس پانی تک کسی طرح پہنچ گیا  
ہو اور سے آرا ہے اور ابھی تک عضو تک نہیں پہنچا تھا  
تو بعض مشایخ فرماتے ہیں ناپاک نہ ہو گا کیونکہ یہ جاری  
پانی ہے، حسام الدین نے فرمایا اس قول کی کوئی حیثیت  
نہیں ورنہ تو لازم کہ استنجا کا دھاروی ناپاک نہ ہو،  
مضمرات میں فرمایا اس میں قطر ہے اور فرق یہ ہے استنجا  
کرنے والے کے ہاتھ میں جو پانی ہے وہ جاری نہیں اور  
اوپر سے آنے والا پانی جو ہنوز ہاتھ تک نہیں پہنچا ہے  
جاری پانی ہے اس میں قطرہ کا اثر ظاہر نہ ہو گا تو قیاس  
یہی ہے کہ نجس نہ ہو اور حسام الدین نے جو فرمایا ہے  
وہ بطور احتیاط ہے اور ناپاک نہ ہونے پر وہ قروح  
دلائل کرتے ہیں جو ہم نے ذکر کی ہیں واللہ تعالی اعلم (ت)

اقول وقد جزم به فی الخلاصة  
حازی النضادی فی البزارية ولو یحکوا  
میں کہتا ہوں اس پر خلاصہ میں جزم کیا اور اس  
کو فتاویٰ کی طرف منسوب کیا اور بزار میں کسی اختلاف کا

خلافاً لخصمائی ما متصل بالماء الجاری فی  
الغداوی مرحلی استنبیج فلما حسب الماء من  
العمیقة علی یدیه لاقب الماء الذی یسبل  
من العمیقة البول قبل ان یقع علی یدیه بعض  
ما خرج فهو طاهر لہ قال ش بخلاف مسألة  
الجيفة فان الماء المہامری علیہا المرید ذهب  
بالنجاسة ولم یستہلکها بل هی باقیة فی  
محلہا وعینہا قائمة علی ان فیہا اختلاف  
ولہذا استدل الشارح بقولہ ولكن قد منا  
ان العبوة للآثر ان کلام الشامی وقد منا ان  
ما استدبراک بہ الشارح هو المعنی سبہ  
المعتد والله تعالی اعلم۔

ذکر نہیں کیا، اور اس کی اصل عبارت، جو  
جباری پانی سے متصل ہے قناوی میں یہ ہے تاکہ  
ایک شخص نے استنجار کیا تو جب اُس نے ٹوٹی سے  
اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا تو وہ پانی ہاتھ پر گرے سے قبل  
پیشاب کے قطرہ سے مل گیا، تو یہ پانی پاک ہے اور  
شخص نے فرمایا یہ مسئلہ مردار کے مسئلہ کے خلاف ہے  
کیونکہ جہ پانی اس پر گرنے یا جاری ہوتا ہے نہ نجاست کو بہا کر نہیں  
لے جاتا ہے اور نہ ہی نجاست کو خم کرتا ہے بلکہ نجاست کا میں اپنی  
حالت پر ہی باقی رہتا ہے، پھر اس میں اختلاف  
بھی ہے اس لیے شارح نے یہ کلمہ کرا استدراک  
کیا ہے و لکن قد منا ان العبوة للآثر ان  
شامی کا کلام ختم ہوا اور ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ جہ

استدراک شارح نے کیا ہے وہی مفتی بہ اور عمدتہ ہے واللہ تعالی اعلم۔ (ت)

**اصل ۱۰:** ہماری کتابوں میں اتنا فرماتے ہیں کہ پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر، دونوں کا یکساں  
حکم ہے کما تقدم عن التنزیہ ذکر مسئلہ الجسم الغفیر وفي الغیر الوارد کالسورود (جیسا کہ  
تنزیہ سے گزارش کر اس کی شکل سے ذکر کرنے اور تحریر میں ہے کہ وارد سورود کی طرح ہے۔ ت)

**اقول:** وبانہ التوفیق یہاں ایک طرق سے غامض و دقیق اور تحقیق انبی سے قبول کی حقیق۔ نجاست  
حقیقہ کے لیے ایک دفع ہے اور ایک دفع۔ دفع یہ کہ نجاست اثر نہ کرنے پائے اور دفع یہ کہ نجاست کا اثر موجود  
ذاتل ہو جائے دفع جاری و کثیر کے ساتھ خاص ہے اور دفع ہر دفع ظاہر مزیل کے لیے اور طوائف نجاست و آبیکہ  
نمرے چار ہیں،

(۲) اہمال

(۳) استیصال

(۱) احوال

(۴) انتقال

لہ خلاصۃ الفتاوی و ما متصل بالماء الجاری نوکشر مکتبہ  
۱۰/۱ مصطفیٰ البانی مصر ۲۳۹/۱  
۵ رد المحتار باب الانجاس



امثال یہ کہ نہاست اپنا عمل کرے۔

ایمانی یہ کہ عمل نہ کرے۔

انتقال یہ کہ اُس کا اثر جس شے پر تھا اُس سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہو جائے۔

استیصال یہ کہ نہاست سرے سے فنا ہو جائے۔

نہاست جب آب قلیل را کہ یعنی غیر جاری پر وارد ہو تو صرف امثال ہے یعنی اُسے ناپاک کر دے گی اور خود اُس میں باقی رہے گی اور جب آب جاری یا کثیر پر وارد ہو تو بعض اہمال ہے یعنی باقی تو اُس میں رہے گی مگر اثر کچھ نہ کرے گی،

وما ذکونا من انتقالها عند انقضاء بلدہ وبخار  
وما ذکونا من النہر فی الجواب الثالث فذالک  
اور جو ہم نے غصہ سے جواب میں ذکر کیا کہ یہ منتقل ہو جائیگا  
انکہ بلخ بخاری اور ماور النہر کے نزدیک ہے  
تو یہ پانی میں منتقل ہونا ہے نہ کہ پانی سے۔ (ت)

اور جب آب را کہ نہاست پر وارد ہو جیسے پڑا یا بدن پاک کرنے میں تو یہاں انتقال ہے یعنی نہاست اُس کپڑے یا بدن سے منتقل ہو کر اُس پانی میں آجائے گی وہ پاک ہو جائے گا اور یہ ناپاک۔ اور جب آب جاری نہاست پر وارد ہو جیسے حوض وغیرہ کی صورت میں گزرا تو یہ صورت استیصال کی ہے یعنی وہ بھی پاک ہو گیا اور یہ پانی بھی پاک رہا نہاست کہیں باقی ہی نہ رہی، ہاں جاری و کثیر اگر نہاست سے متغیر ہو جائیں تو دونوں صورتوں میں قلیل را کہ کی طرح ہیں بالجملہ و رد آب نہاست میں اگر یہ پانی صرف رافع ہے تو نہاست اُس شے سے دور کر کے اپنے اوپر لے لے گا کہ اُس میں دفع کی قوت نہیں اور اگر دفع بھی ہے تو فنا کر دے گا کہ اُس ناپاک شدہ شے سے دفع کی اور اپنے اوپر سے دفع کی اُس کے لیے کوئی عمل ہی نہ رکھا اصل ہم میں تلخیص کی عبارت گزری کہ حوض میں پاک ہو گیا اور یہ پانی جو اُس سے باہر نکل گیا اُسے اٹھا کر کسی نے وضو کیا تو وضو ہو گیا ظاہر ہے کہ یہ اہمال ہوا نہ انتقال ہوا کہ پانی خود بھی پاک رہا نہ اہمال ہوا کہ وہ بہتا تو اُس وقت تک بہتا کہ پانی نہ رہا تھا جب غصہ گیا اُس سے قلیل تو نہاست اگر رہتی واجب تھا کہ عمل کرتی جیسا کہ اصل ۶ میں گزرا لیکن یہ بھی نہ ہوا اور اُس پانی کو اٹھا کر اُس سے وضو جائز ہوا تو یہ نہیں مگر نہاست کا استیصال۔ اسی طرح تعریف فرماتے ہیں کہ ناپاک زمین پر پانی بہا یا کہ باندھ بھر رہا تو زمین بھی پاک ہو گئی اور یہ پانی بھی پاک رہا۔

فی رد المحتار عن الذخیرۃ عن الحسن  
بن ابی مطیع اذا صب علیہا الماء فجبسری  
قد سرد ساع طهرت الارض والماء طاهر  
روا القاری عن ذخیرۃ عن حسن بن ابی مطیع سے ہے کہ جب  
اُس پر پانی بہا یا گیا اور ایک ذراع کی مقدار اُس پر  
جاری ہو تو زمین میں اور پانی پاک ہیں بمنزلہ جاری پانی کے

بمنزلة الماء الجاري قال ش فهدا نصه في  
الصقود والله الحمد له -  
شخص نے فرمایا یہ عبارت ہمارے مقصود پر نفس صریح  
ہے و قد الحمد (ت)

یوں ہی تصریحات ہیں کہ دو برتن ہیں ایک میں شفا پانی یا دودھ پاک ہے دوسرے میں ناپاک، دونوں کی  
دھار ہوا میں ملا کر چھوڑی کہ ایک ہو کر تیسرے برتن میں پہنچے یا دونوں ملا کر شفا پاک کی بھت پر بہایا کہ ایک دھار  
ہو کر یکے سب پاک ہو گیا خزانہ و خلاصہ و بزانیر و رد المحتار میں ہے،

انادان ماء احد هما طاهر والاخر نجس      دو برتن ہیں ان میں سے ایک کا پانی پاک اور دوسرے  
فصباً من مكان عال فاختلط في الهواء      کا ناپاک ہے، اب دونوں سے اوپر سے پانی بہایا  
ثم نزل طهر كله ولو اجري ماء الاناءين      پھر یہ دونوں پانی ہوا میں باہم مل گئے پھر نیچے آئے  
في الكاس من صاير بمنزلة ماء جارٍ -      تو پاک ہیں، اور اگر دونوں پر تنوں کا پانی زمین پر

بہا دیا گیا تو دونوں بمنزلة جاری پانی کے ہو گئے۔ (ت)

اشارات تقریر سابق سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ثمرۃ استیصال علی الاطلاق نجاست غیر مرتبہ میں ہے  
مرتبہ جب تک باقی ہے معدوم نہیں کی جا سکتی، یاں کثرت جاری میں اثر نہ کر سکے گا قلیلہ را کہ ہوتے ہی اپنا  
عمل دکھائے گا مگر یہ کہ اس سے پہلے نجاست نکال دی یا پانی میں مستحکم یا کسی کی طاعت مستقبل ہو گئی تھی کہ  
پہلے دو صورتوں میں مرتبہ نہ رہی غیر مرتبہ ہو گئی اور پچھلی میں نجاست ہی نہ رہی منقرض الحالی میں ہے،

قال العلامة عبد الرحمن آفندی العسماوی      علامہ عبد الرحمن آفندی عسماوی مفتی دمشق نے اپنی  
مفتی و مفتی فی کتابہ ہدیۃ ابن العسماوی      کتاب حیات ابن العسماوی فرمایا صاحب جمیع الفتاوی  
قال صاحب مجمع الفتاوی فی المنزلة      نے خزانہ میں فرمایا کہ برتن کا پانی ایسے راستے میں بہا  
ماء الثلج اذا جرى علی طریق فیہ سرقین      جس پر گویا ہوا ہوا اور نجاست بھی تھی اگر نجاست  
ونجاسة اھ لغیبت النجاسة واختلطت      اس میں اس طرح گھل مل گئی کہ اس کا اثر نظر نہیں  
حق لا یری اثرها یتوضو، منہ -      آتا تو اس سے وضو کیا جائے گا۔ (ت)

یوں ہی بزانیر و خلاصہ و فتاوی سمرقندی میں ہے شرعاً دیر میں بعد کلام مذکور اصل ۶ فرمایا،

لے رد المحتار باب المیاء مصطفی ابان مصر ۱۳۸/۱

لے رد المحتار باب الانجاس ۲۳۹/۱

لے منقرض الحالی علی حاشیۃ بحر الرائق بحث الماء جاری ایک ایم سید کینی کراچی ۸۵/۱

قال هو من نجس الى ان يصير الزبل الذي سفل  
اسفله حمة وهي الطين الاسود فلا يكون  
نجسا حينئذ و اذا كان الحوض كيرا فالامر  
فيه يسير  
مفہوم ہے ،

یعنی اذا جرى بعد ذلك لا يسجد صيرة  
الزبل حمة كما يعطيه صاحب الشرح

اقول تبين مما حققنا ان المراد  
بالماء في قولهم ماء و مر د على نجس نجس  
كعكسه هو الماء الراكد القليل اذ به تستقيم  
الفتنات على عمومها وقد اشار المير  
ملك العلماء حديث قال لا خلاف ان النجس  
يطهر بالفصل في الماء الجاري و حكمة  
بالمفصل يصب الماء عليه و اختلف هل  
يطهر بالفصل في الاواني قال ابو حنيفة و  
محمد يطهر حتى يخرج من الاواني  
الثلاثة طاهر او قال ابو يوسف لا يطهر  
البدن ما لم يصب عليه الماء وفي الثوب  
عندنا اويتان وجه قول ابو يوسف القياس في  
الطهارة بالفصل اصل لان الماء متى لاق النجاسة  
يتنجس سواء ورد الماء على النجاسة او وردت النجاسة  
على الماء الا انما حكمنا بالطهارة لما جرت

قروض اس وقت تک ناپاک ہے جب تک کہ جو گندگی اس  
کے نیچے ہے کپڑے میں تبدیل ہو جائے تو اس وقت نہ ناپاک  
نہ ہوگا ، اور اگر قرض پڑا ہو تو معاملہ آسان ہے ۔  
(ت)

یعنی اس کے بعد پانی جاری بھی ہوا ہو کیونکہ صفی کپڑے  
میں ہانا کافی نہیں ، جیسا کہ سابقہ بیان سے مسلم  
ہوتا ہے ۔ (ت)

میں کہتا ہوں جو تحقیق ہم نے کی اس سے یہ  
بات واضح ہو گئی کہ ان کے قول ماء و مر د على  
نجس نجس کعکسہ میں ماء سے مراد وہ تھوڑا  
پانی ہے جو ٹھہرا ہوا ہو ، کیونکہ اسی تشریح سے دونوں  
تفسیر درست ہوں گے اور ان کا عموم صحیح قرار دینا  
اور حکمنا لعلنا سفا سی طرف اشارہ کیا ہے وہ فرطہ  
میں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نجس چیز جاری پانی  
میں دھوئے سے پاک ہو جائے گی اور اسی طرح اگر  
اس پر پانی بہا کر اس کو دھو دیا جائے تو پاک  
ہو جائے گی ، اس میں اختلاف ہے کہ کیا ہر تہی میں  
دھو کر بھی پاک ہوگی یا نہیں ؟ ابو حنیفہ اور محمد  
فرماتے ہیں پاک ہو جائے گی یہاں تک کہ تیسرے  
شہ سے پاک نہ نکلے گا اور ابو یوسف نے فرمایا بدن  
اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک کہ اس کے اوپر  
پانی نہ بہایا جائے اور کپڑے کے بارے میں ان سے

دور وائیں ہیں، اگر دوست کے قول کی وجہ سے ہے  
 کہ قیاس کا قضا یہ ہے کہ دھوئے سے طہارت  
 بالکل نہ ہو کیونکہ پانی جب نجاست سے طاق ہوگا  
 تو ناپاک ہو جائے گا خواہ پانی نجاست پر وارد ہو  
 یا نجاست پانی پر وارد ہو، مگر ہم نے لوگوں کی ضرورت  
 کی وجہ طہارت کا حکم دیا اور حاجت پانی کے نجاست  
 پر وارد ہونے کی صورت میں پانی کے حکم کے ساتھ رطل ہوتا ہے  
 اُس کے علاوہ قیاس کے مطابق رہے گا، اس بنا  
 پر بدن اور کپڑے میں فرق نہیں کیا جاتا تھا، اور ان  
 کے نزدیک وجہ فرق ایک روایت پر یہ ہے کہ  
 کپڑے میں ضرورت ہے کہ ننگہ وہ شخص جس کا کپڑا  
 ناپاک ہو جائے اس کو یہ سہولت حاصل نہیں ہوتی  
 کہ کوئی ہلکے کپڑے پر اوپر سے پانی بہا سکے اور خود  
 بھی وہ نہیں بہا سکتا ہے، اور طرفین کے قول کی  
 وجہ یہ ہے کہ قیاس دو نوزی صورتوں میں متروک  
 ہے کیونکہ دونوں بگ ضرورت تحقق ہے کیونکہ ہر وہ  
 شخص جس کو نجاست لگ جائے نہ تو بہتا ہو پانی پاتا  
 ہے اور نہ ہی کسی بہانے واسطے کرتا ہے، اور بھی  
 ایسا ہوتا ہے کہ خود بھی نہیں بہا سکتا ہے اور  
 اس کے علاوہ جو قیاس انھوں نے ذکر کیا ہے وہ  
 صحیح نہیں ہے کیونکہ پانی جب تک نجس ہو رہا ہے  
 ناپاک نہیں ہوتا ہے اور مختصراً تو دو مرتبہ انھوں نے

الناس والحاجة تندفع بالحكم بالظهور  
 عند ورود الماء على النجاسة فيقول ما وراء  
 ذلك على القياس فعمل هذه لا يفرق بين  
 البدن والثوب ووجه الفرق له على رواية  
 انت في الثوب ضرورة اذ محل من تنجس  
 ثوبه لا يجرد من يصب ولا يمكنه الصب  
 بنفسه ووجه قولهما ان القياس متروك  
 في الفصلين لتحقيق الضرورة في المحالين  
 اذ ليس محل من لصات النجاسة بدنه  
 يجرد ماء جالس او من يصب وقد لا يتمكن  
 من الصب بنفسه مع ان ما ذكره من القياس  
 غير صحيح لان الماء لا يتجسس اصلاً  
 مادام على المحل النجس اهـ مختلفاً فقد  
 افاد مرتبتي ان القضيتين في غير الجارية  
 اي وما حكمه من الكثير والكثير انت  
 المدقق العلاف حصل الكلام على الجار من  
 فقال في شرحه (ورد) اي جري (نجس)  
 اذا ورد محله او اكثره ولو اقله  
 لا يخيف في نهرا ونجاسة على سطح لكي  
 قد صان العروة للآثر (كعكسه) اي اذا  
 وردت النجاسة على الماء تنجس الماء  
 اجماً

بتایا کہ دونوں قفسے غیر جاری پانی میں ہیں یعنی مس پانی میں جو جاری پانی کے حکم میں ہو، مثلاً کثیر پانی، تعجب ہے کہ مدق علاقے نے کلام کو جاری پانی پر محمول کیا ہے، اور اپنی شرح میں فرمایا ہے (درد) یعنی جاری ہوا (ناپاک) جب وارد ہو اس کا کل یا اکثر اگر جاری ہو تو یہ حکم نہیں ہوگا جیسا کہ نثر میں مزید پختہ پر نیاست، لیکن ہم نے پہلے ذکر کیا کہ اعتبار اثر کا ہے (جیسا کہ اس کا عکس) یعنی جب کہ نجاست پانی پر وارد ہو تو پانی اجماعاً ناپاک ہو جائیگا اور

اقول بل لا یتنبجس اجماعاً اذا كان  
جاسریا صالیا متغیرا بها فالمراد المراد احصی  
القلیل قطعاً ولو حمل علیہ لم یحتج بہ نے  
الاولیٰ الی تفتید ما ولا الاستدلال علیہا  
والتعجب ان السادات الثلاثہ ح و ط و ش  
کلہم حملوہ علی ما یعمم المراکد والجاری  
فاعترض الاولیٰ علی الثانی ح و قائلین  
علی قولہ جری ہذا خاص بما اذا جری  
علی امرض او سطح ولا یثمل ما اذا صعب  
علی نجاسة لان الصب لا یقال لمجریات  
مع ان الحکم عام فالاولیٰ ابقاء المصنف  
علی عمومہ لم

حکم عام ہے، تزاویٰ وہی ہے کہ مصنف نے اس کو اس کے عموم پر باقی رکھا ہے اح - (ت)

اقول انرون صاء جاسریا او  
کثیرا و مر د علی نجس او بالعکس حمل  
یتنبجس یا لویث د فایتب العموم و اشار  
الثالث انی جواہین فقال فسر النور و د بہ  
لیتأتی لہ التفصیل والتخلات الذات  
ذکر ہما و الا فالنور و د اعم و ایضا فالجریان

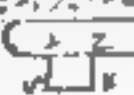
میں کہتا ہوں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جاری پانی یا  
کثیر پانی جو کسی نجاست پر وارد ہو یا بالعکس صرف  
وارد ہونے سے نجس ہو جائے گا؟ تو عموم کہاں ہوا؟  
اور تیسرے نے دو جواہر کی طرف اشارہ کیا اور کہا  
کہ وہ دو کی تفسیر اس کے ساتھ اس لیے کی گئی ہے  
تاکہ وہ اس کی تفصیل کر سکیں اور ان کے خلاف کا بھی ذکر کریں

ابنہ من الصب فصرح به مع علو حکم الصب  
منہ بالاولیٰ وفعالہم عدم ارادۃ اللہ  
کردی حالانکہ ہمانے کا حکم اس سے معلوم ہو گیا تھا بطریق اولیٰ تاکہ ارادہ نہ کرنے کا وجہ دفع ہو جائے (ت)  
اقول لا عموم وعلیٰ فرضہ کیعت  
لیصح تفسیرہ بخلاف لیستاقی لہ تفسیرہ  
وجعلہ خلافیۃ بل کانت علیہ ان یتقید  
علیٰ عمومہ ویقول وان کانت جاریا اذا  
وسر دکلہ الخ

جس کا انھوں نے ذکر کیا، ورنہ ورود اعلم ہے اور  
نیز جاری ہونا ابلیغ ہے ہمانے سے، تو اس کی تصریح  
میں کتا جوں کوئی عموم نہیں ہے اگر فرض  
کیا جائے تو اس کی تفسیر خاص کیسے صحیح ہو سکتی ہے  
تاکہ وہ اس کو مقید کر سکیں اور اس کو اختلاقی  
بنا سکیں، بلکہ ان پر لازم تھا کہ وہ اس کو اس کے  
عموم پر باقی رکھیں، اور کہیں کہ اگرچہ جاری ہو جبکہ  
اس کا کل وارد ہوا (ت)

یہ جو اہر زو اہر مجدد حقانی عطیہ سکار رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والرحمۃ علیہم والحمد للہ علیٰ تواتر  
الائہ والفضل الصلاۃ والسلام علی سید انبیائہ وسلم علیہم وعلیٰ آلہ وصحبہ واولیائہ  
باقیہم والرحمۃ بدوامہ وبقائہ آمین والحمد للہ رب العالمین۔

جب یہ اصول عشرہ مجدد ہوئے اب تفریعات کی طرف چلتے۔

**فاقول** وباللہ التوفیق اس مسئلہ میں ۱۲۰ صورتیں ہیں، جو اب چارم میں حوض کی قسمیں مذکور  
ہوئیں۔ قسم دوم وہ کہ اسفل اسی کا جز ہو شکل و اعاط میں متمیز نہ ہو جیسے نصف دائرہ۔ قسم چہارم وہ  
کہ اسفل شکل جدا گانہ ہو۔ صغیر تابع وہ کہ پچیس باتہ مساحت سے کم ہو مستقل وہ کہ پچیس باتہ یا زائد  
ہو مگر نہ سے کم ہو، حوض زیریں ناقابل اجرا ایک وہ کہ پانی اُس کی حد و دسے باتہ تک حوض بالاکے بطن  
میں بھرا ہو کہ باہر سے جو پانی آئے گا اُس کا بہاؤ اُس حوض صغیر میں داخل ہو کہ نکلنا نہ ٹھہرے گا کہ اُس کا  
اجرا ہو بلکہ حوض بالاکے بطن میں متحرک سمجھا جائیگا کہ جریان نہیں (اصل ۲ و ۵) ظاہر ہے کہ اگر دیگ  
میں ایک کٹورہ رکھا اور نصف دیگ میں ناپاک پانی بھرا ہے بلکہ بھر دینے سے بھی کٹورے کا پانی پاک  
نہ ہو گا نہ دیگ کا کہ اُن میں کسی کا اجرا نہ ہو بخلاف اس کے کہ صرف کٹورے میں پانی ہو اور اُس پر پاک پانی  
ڈالیں یہاں تک کہ بھر کر اُسے ضرور کٹورا اور اُس کا پانی پاک ہو جائیگا کہ اُس کا اجرا ہو گیا اگرچہ جو نصف دیگ  
میں (اصل ۲) دوسرا وہ کہ آگے اُبل کر بجھ کر جگہ نہ ہو جیسے اس صورت میں  کہ اگرچہ پانی حوض



کہ اُس کا پانی ناپاک پانی سے کثیر ہو کر ملا (اصل ۸) یا بعد کو برگیا (اصل ۱) اور صغیر مطلقاً ناپاک ہونا چاہئے۔ اگرچہ نجاست غیر مرتبہ ہو کہ ہائیں اور مستقل ہے (جواب ۲) تو نجاست موجود اور سبب تطہیر مفقود صورت کثرت مبدیٰ تو واضح ہے اور صورت اجزائیں بھی ظاہر رہی ہے کہ اس کا استقلال اس کے اجزا کو اس کا اجزا ہونے سے مانع ہوگا اگر لکھ کے مانع نہ ہوگا شکل ۳ میں ج ج اور م م کے ٹکڑے جنہوں نے حائل ہو کر م م کو م م سے متاثر نہ ہوگا شکل ۳ میں م م بھی داخل تو اتنے ٹکڑے کم کر لینے سے اثر اجزا کہ م م تک پہنچتا تھا اجزائیں تمام شکل ۳ کے اجزا ہو گا جس میں م م بھی داخل تو اتنے ٹکڑے کم کر لینے سے اثر اجزا کہ م م تک پہنچتا تھا اس پر کیوں ختم ہو جائے گا تو جواب وہی ہے کہ وہ ٹکڑے ہٹ جائیں تو م م شکل ۳ کے م م میں سب پانی ایک ہے بخلاف اس صورت کے کہ اب وہ شکلوں میں وہ پانی میں فیلڈا مل یہ وہ صورتیں ہوں گی اور تفصیلاً اسی طرح معلوم ہوگا۔

۳) ابنا صغیر قابل اجزا اور نہ ہوگا مگر قسم چہارم سے کہ قسم دوم اصلاً قابل اجزا نہیں جب تک سارا حوض بھر کر نہ بے غا ہر ہے کہ اب جو پانی اوپر سے آئیے گا ضرور اسے بھر کر ہمارے گا (اصل ۵) تو اُس وقت اس کی طہارت میں کلام نہیں (اصل ۱) عام لایں کہ مستقل ہو یا تابع کہ اجزا سے طہارت کے لیے کوئی مقدار شرط نہیں (اصل ۲) اب اگر نجاست غیر مرتبہ یا مخزج ہے تو نجاست کی کوئی وجہ نہیں کہ جریان اسس نجاست کو فنا کر دیتا ہے (اصل ۱۰) تو مطلقاً زبرد بالادہ نوں متفقہ پاک ہی اگرچہ نہ مبدیٰ کثیر ہونے متفقہ کہ جریان کے لیے کوئی حد خاص متعین نہیں (اصل ۳) خواہ بھر کر اُبلے یا نہیں کہ طہار کو اجزا کی حاجت نہیں یہ چار صورتیں ہوں گی کہ قابل اجزا تابع یا مستقل اور نجاست غیر مرتبہ یا مخزج بلکہ ایک ہی کہ قابل اجزا اور نجاست غیر مرتبہ کہ بعد اخراج مرتبہ بھی غیر مرتبہ ہے اور تفصیلاً چوبیس کے ہر تہ پر مبدیٰ کثیر ہو یا قلیل اور ختم کثیر یا وہ بھی قلیل اور صورت پر اُبلے یا نہیں۔

خلاصہ اسی صورت قابل اجزائیں نجاست باقیہ ہو تو مبدیٰ یا ختم کثیر ہونے کی حالت میں اگر نجاست طافہ ہے مطلقاً وہ نوں سے پاک رہیں گے صغیر تابع ہو یا مستقل کثیر اُبلے یا نہ اُبلے کہ جریان صغیر نے اُسے پاک کر دیا اور وہ اگرچہ مستقل ہو نجاست کہ طافہ تھی اس میں نہ رہی آپ بالاک طرف مطلق ہو گئی اور یہ آپ بالاک سے ہمارے والا اُس سے متاثر نہ ہوا اگر کثیر تھا تو ظاہر (اصل ۸) اور قلیل تھا جب بھی بحالت حسبہ یا قریب تھا ہی (اصل ۳) اور یہ جریان ختم نہ ہوا جب تک اُس خضائے حوض کثیر کہ مفاہات صغیر میں ہے پھر نہ دیا (اصل ۳) کہ عرض میں پھیلنا حسبہ یا کا مانع نہیں (اصل ۴) اور اس وقت وہ درودہ ہو چکا تھا بہر حال قابل قبول نجاست نہ ہوائوں ہی اگر راسبہ ہے اور صغیر تابع کہ اگرچہ وقوف جریان کے وقت نجاست اُس میں موجود تھی مگر آپ بالاک وجہ کثرت متاثر نہ ہوا اور یہ وجہ تبعیت اُس کے ساتھ ختم ہوا بعد ہے قریب ہی رہے گا



اور جریان بالا کی حاجت نہیں جیسے عرض قسم دوم کا مستقل اگرچہ مساحت میں کتنا ہی کم رہ جائے اور اُس میں  
نہجاست موجود ہو جب مادہ پر کثیر ہے یا اجزا ہو جائے کوئی حصہ ناپاک نہ رہے گا ہاں اس صورت میں اگر صغیر مستقل  
ہے تو کبیر کو کثیر ہے پاک رہے گا اور صغیر پھر ناپاک ہو جانا چاہیے کہ اُس سطح کے بھرتے ہی جریان ٹھہر گیا اور  
اُس وقت نہجاست خود اس میں موجود ہے اور یہ تابع نہیں تو جریان بالا بھی اگر ہوا سے مفید نہیں اور اگر مبداء و منتہی  
دونوں قلیل ہیں اور عرض بالا بہا بھی نہیں تو مطلقاً وہ دونوں حصے ناپاک رہیں گے صغیر تابع ہو یا مستقل اور نہجاست  
طافیہ ہو یا راسبہ کہ اگرچہ اجزائے صغیر نے اسے پاک کیا اور اُس وقت تک وہ آنے والے پانی بھی پاک تھا مگر  
جریان ٹھہر اقلت پر تو آب قلیل سا کہی میں نہجاست موجود ہے خواہ بالا میں اگر طافیر ہے یا زیریں میں اگر راسبہ  
تو وہ نجس ہو گیا (اصل ۶) اور دو سر آقیل کہ اول میں زیریں اور دوم میں بالا ہے اُس آپ نجس سے متصل ہے  
تو وہ دونوں نجس ہو گئے اور بعد کہ جو پانی بڑھا بطور عرض میں متحرک ہوا تو دوبارہ اجزا نہ ہوا (اصل ۳ و ۵) (س)  
بڑھنے میں سیلان سہی مگر وہ جریان کے لیے کافی نہیں (اصل ۹) اور اگر عرض بالا بہا اور صغیر تابع ہے تو سب  
پاک اگرچہ نہجاست راسبہ ہو یا مرفوع (جیسے ابھی گزرا۔ ت) اور مستقل ہے تو صغیر بوجہ  
اتصال نہجاست ناپاک ہونا چاہئے اگرچہ طافیر ہو کہ وقت جریان کے وقت بالا بسبب قلت ناپاک ہو گیا تھا اور  
یہ اُس سے متصل پھر جب بالا کا جریان ہوا وہ بوجہ استقلال اس کا جریان نہ ٹھہرنا چاہئے تو یہ نجس ہی رہا  
اور کبیر بوجہ جریان خود پاک ہو گیا یہ فرض رہیں ہیں کہ کثرت مبداء یا ختم ہر ایک میں تین ہیں طافیر مطلق اور راسبہ  
میں صغیر تابع یا مستقل تو نہی قلت ہر دو میں تین ہیں ہر جریان بالا مطلق اور جریان میں تبعیت و استقلال  
بلکہ چھ ہی ہیں کہ دونوں کثرت میں وقت محل اکثرۃ میں آگئیں اور تفصیلاً چرمیں کہ کثرت مبداء یا ختم یا قلت ہر دو  
ہر ایک میں نہجاست طافیر ہے یا راسبہ۔ صغیر تابع ہے یا مستقل بالا یا نیچا نہیں آئے آٹھ ہو کہ چھ میں ہیں  
مجموع ایک سو سبب اور ضابطہ میں ہیں ہی بلکہ صرف بارہ۔

## اختصار هذا الضابط

میں کتا ہوں اگر ناپاک عرض کی تر پاک پانی کے  
داخل ہوتے سے جاری نہیں ہوتی ہے، تو اگر مبداء  
زائد ہو گیا یا بڑا جاری ہوا، تو کل پاک ہے اگر صغیر  
تابع ہے اور کبیر فقط اگر مستقل ہو ورنہ سب  
ناپاک ہو گیا، اور اگر اس کے ساتھ جاری ہو اور

اقول ان كان جوف الحوض النجس  
لا يجرى به دخول الماء الطاهر فانت  
كثير المبدء او جرى الكبير طهر الكل  
لو الصغیر تابعاً والكبير فقط لو مستقلاً والا  
تنجس الكل وان كان يجرى به و

النجاسة غير مزية طهر الكل وان باقية فان وقف عن الجريان كثير او حل طافية او الصغیر تابع طهر الكل والا فالکبیر وحده وان وقف قليلا لم يجر الكبير نجس الكل وان جرى طهر لكل لو الصغیر تابعه او الكبير فقط لو مستقلا۔

نہایت مرتبہ نہ ہو تو کل پاک اور اگرچہ نہایت باقی ہو تو اگر جاری پڑے بہت بڑا جگہ اور نہایت اوپر تیرتی ہو یا صغیر تابع ہو تو کل پاک ورنہ کبیر صرف پاک ہوگا اور اگر تھوڑی دیر طہر اور کبیر جاری نہ ہو تو کل پاک ہوگا اور اگر جاری ہو تو کل پاک ہوگا اگر صغیر تابع ہو اور کبیر فقط اگر مستقل ہو۔

ضابطہ پر وجہ دوم متفرق کہ برص کی طہارت کا مضافہ۔

اقول طہارت بالاک چار صورتیں ہیں،

۱۔ آب طہر کثیر ہو کر نجس تک پہنچے، یا

۲۔ عرض بھر کر ابل جائے، یا

۳۔ صغیر کو بہا سے اور نہایت غیر مرتبہ رہ گئی ہو، یا

۴۔ صغیر کو بہا کر وہ در وہ پر ٹھہرے۔

اور طہارت زیریں تابع مطلقا تابع طہارت بالا ہے اور طہارت زیریں مستقل کو تین شرطیں دیکار،

اول، اس کا جاری ہونا۔

دوم، نہایت کا واسطہ نہ ہونا۔

سوم، یا تو نہایت غیر مرتبہ ہو یا طافہ ہے تو جہاں حدیث پر ٹھہرے انہی کے اجتماع و افراق ہے

زیر و بالا کے احکام پیدا ہوں گے طہارت بالاک اگر کوئی صورت پائی جائے دونوں حصے مطلقا نجس ہیں کہ

اس مسئلہ میں نہایت بالا و طہارت زیریں معقول نہیں اور اگر ان میں سے کوئی صورت متحقق ہو اور اس کے

ساتھ صغیر مستقل نہ ہو یا ہر تو اس کی تینوں شرطیں جمع ہوں تو سب پاک ہے اور اگر طہارت بالاک

کوئی صورت پائی گئی اور صغیر مستقل ہے اور اس کی کوئی شرط متحقق ہوئی تو اسفل ناپاک اصل پاک۔

ضابطہ پر وجہ سوم کہ تو زین احکام کہہ حکم تین ہیں،

۱۔ سب پاک

۲۔ سب ناپاک

۳۔ صرف حصہ بال پاک۔ اس ضابطہ میں ہر حکم کی صورتیں جدا کی جائیں گی۔

فاقول اگر آب طہر نجس سے نہ کثیر ہو کہ ملا نہ بعد کو ابلانہ نہایت غیر مرتبہ میں صغیر کو بہا یا

نہ یا قید میں بہا کر وہ درود پر پٹھرا تو ان اٹھائیس صورتوں میں دونوں جتنے مطلقاً ناپاک ہیں اللہ اگر حوض قسم دوم سے ہر یا چار دم میں صغیر تابع قابل اجراء نہ ہو اور وہ دونوں صورتوں میں آب ہر کثیر ہو کر نجس سے ملا یا بعد کو اُبلایا یا آب نجس حوض صغیر تابع خواہ مستقل میں قابل اجراء تھا اور نجاست غیر مرتبہ گئی تھی اگر چہ وہ درود سے کم پر پٹھرا یا مرتبہ میں وہ صغیر تابع تھا اگر چہ راسبہ ہوا اور اسے بہا کر کثرت پر پٹھرا یا بعد کو اُبلایا یا صغیر مستقل تھا اور نجاست طافہ اور بہا کر کثرت پر پٹھرا، ان شتر صورتوں میں دونوں جتنے مطلقاً پاک ہیں اور اگر صغیر مستقل تھا اور آنے والے پانی نے اسے نہ بہا یا کہ جگہ نہ تھی خواہ نجس پانی اس کی حدود سے باہر تھا یا بہا یا رنجاست راسبہ تھی اور ان دونوں صورتوں میں پانی اس نجس سے کثیر ہو کر ملا خواہ صورت اخیرہ میں بہا کر کثرت پر پٹھرا یا دونوں صورتوں میں بعد کو اُبلایا نجاست طافہ تھی اور قلت پر پٹھرا اگر ان میں اُبلایا اللہ بائیس صورتوں میں اسفل ناپاک اعلیٰ پاک۔

۱۔ حوض قسم دوم سے ہے یا صغیر ناجاری تابع خواہ مستقل بہر حال مبد یا مبدہ مفتی دونوں متلیل بہر صورت نجاست چاروں قسم سے کسی قسم کی ۲۴ یہ ہوتیں اور صغیر جاری سے تابع خواہ مستقل اور نہ کثرت پر پٹھرا نہ بعد کو اُبلایا بہر تقدیر نجاست طافہ ہے یا راسبہ چار یہ ہوتیں جلد ۲۸ اور ضابطہ میں ایک ۱۲ منہ (م)

۲۔ غیر مرتبہ رہ جانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ نجاست سرے سے غیر مرتبہ تھی یا تھی مرتبہ اور قبل جریان نکال دی گئی کہ غیر مرتبہ رہ گئی ۱۲ منہ (م)

۳۔ کثرت پر پٹھرا دونوں صورتوں کو شامل ہے ابتدا ہی سے کثیر ہو کر ملا یا کثیر ہو کر جریان پر پٹھرا ۱۲ منہ ۱۔ حوض قسم دوم سے یا صغیر ناجاری تابع بہر حال اگر مبد کثیر ہے تو بعد کو اُبلے نہ اُبلے یا بعد کو اُبلایا تو مفتی کثیر یا قلیل۔ یہ آٹھ صورتیں ہوتیں ہر صورت پر نجاست کی ہر قسم حاصل ۲۲۔ اور ضابطہ میں دو۔ آدھ اگر صغیر جاری ہے تابع خواہ مستقل اور نجاست غیر مرتبہ خواہ مخرج۔ چار ہوتیں۔ بہر صورت مبد کثیر ہے یا قلیل اور مفتی کثیر یا دونوں قلیل بارہ ہوتیں بہر صورت اُبلایا نہیں حاصل ۲۴۔ اور ضابطہ میں ایک۔ اور صغیر جاری تابع میں مبد کثیر ہے یا مفتی بہر حال اُبلایا نہیں چار یہ اور پانچویں یہ کہ دونوں قلیل اور اُبلایا بہر صورت نجاست طافہ یا راسبہ حاصل ۱۰۔ اور ضابطہ میں دو صغیر جاری مستقل اور نجاست طافہ اور مفتی کثیر اس میں حکم کہ مبد کثیر تھا یا قلیل بہر حال اُبلایا نہیں حاصل ۳۔ اور ضابطہ میں ایک مجموع شتر اور ضابطہ میں چھ ۱۲ منہ (م)

۴۔ صغیر مستقل ناجاری میں اگر مبد کثیر ہے تو اُبلے خواہ نہیں اور اُبلے سے قنٹھے کثیر ہو یا قلیل۔ (باقی صفحہ)

**اقول اول** کہ میں سے ظاہر ہوا کہ کلام علمائے کرام جو منقسم دوم میں ہے ورنہ بانو سے مورد قسے نقص وارد ہر جن میں سے مشرق میں طہارت کل یقینی ہے اور بائیس میں طہارت اعلیٰ۔ تردد ہے تو نجاست اسفل میں اور جو منقسم دوم میں بیشک حکم یہی ہے کہ اعلیٰ اسفل سب ناپاک حروف و استثنائیں جن میں سبب پاک ہو گا ایک یہ کہ بکر اُبل جائے یہ صراحت اُن کے کلمات عالیہ میں مذکور علیہ و بدائع و فتح سے گزارا امتلاؤ و سمر ینموج منہ شئ (وہ بھگیا اور اس کوئی چیز غارت نہ ہوئی) دوسرے یہ کہ آنے والا پانی کثیر ہو کر اُس نجس سے ملے یہ بجائے خود معلوم و مہرہ کہ کثیر بے تغیر نجاست قبول نہیں کرتا تو اطلاق علمائے کرام یکے دے بے خبر ہے اور تحقیق بازغ و تنقیہ بالنتیجہ ہے جو ترفیع عزوجل قلب فقیر پر العالی ہوئی۔

ثانیاً نیز یہ بھی واضح ہوا کہ قول دوم بھی بے وجہ نہیں بلکہ وہ اُن ستر صورت پر محمول جن میں سبب پانی پاک رہتا ہے و باللہ التوفیق۔

ثالثاً یہ بھی لائحہ برآ کہ یہ محل ایک قول کی تفسیر دوسرے کی تضعیف کا نہیں بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں،

والله الحمد کثیرا طیبا مبارکاً فید کما یحب ربنا ویرضی، وحصل اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی المصطفیٰ اکرم خلقہ، وآلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ ما حلت سما ارضنا، والحمد للہ رب العالمین و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔	اللہ ہی کے لیے بہت پاکیزہ حمد ہے اس میں برکت ہو جنی ہمارے رب کریم ہے اور اتنے درود و سلام ہوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی آل اصحاب اولاد و گروہ سب پر جب تک آسمان زمین سے بلند رہے، والحمد للہ رب العالمین و اللہ سبحنہ تعالیٰ اعظم۔ (ت)
--	---

### تنبیہ جلیل

و تشیید التقریم و التامیل، و  
علی اللہ ثمر علی رسولہ التعمیل، جل و علا  
اور اصل بیان کرنے اور فروعی مسائل کا استنباط  
کرنے کی بنیاد، اور پھر وہاں اللہ عزوجل پر ہے پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ چار ہوئیں اور ہر تقدیر نجاست کی ہر قسم۔ حاصل ۱۹ اور تفسیر مستقل جاری میں مجدد کثیر  
ہر یا مفتی بہر حال اُچلے یا نہیں اور نجاست خاص و اسبب۔ یہ چار ہوئیں آدھ اگر دونوں قلیل ہیں اور اُبلتا تو نجاست  
را سبب ہر خزانہ طافیہ یہ دو مل کر چھ ہوئیں۔ حاصل ۲۲، اور ضابطہ میں ۵۔ مجمر ۱۲۰، اور ضابطہ میں ۱۲۔ ۱۳۔ (مزدوم)

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالتبجیل، اس کے بریل پر ہے، اللہ تعالیٰ ان پر عظمت الادب دیجیے۔ (ت)  
اصل سوم میں گزرا کہ دخول و خروج دونوں اس جریان کے رکے ہیں اُن میں سے جو نپایا جائیگا جریان ہوگا اور اصل سوم میں  
رد الماء و ضیاء جامع المنفرات و بزازیر و غلارہ و قنادی سے گزرا کہ لوٹنے کی دھار جب تک ہاتھ پر نہ پہنچی  
جاری ہے مالا تکریر محض خروج بلا دخول ہے۔

اقول وبالله التوفیق وبہ الوصول الی ذری الت تحقیق (اللہ ہی کی توفیق ہے میں کہتا ہوں اور اسی کی مدد سے)  
تحقیق کی گراں تک پہنچتا ہے۔ (ت) اس کی نتیجہ و تطبیق ایک اور غلافیہ کی توضیح و توفیق پر مبنی ہے ملا مختلف جو ہے کہ جاری  
ہونے کے لیے اور سے مدد آنا بھی ضرور ہے یا بلا مدد کسی مانع کا آپ بسنا بھی جریان ہے معتق علی الاطلاق نے اول  
کو ترجیح دی کج میں فرمایا،

الاعتق بالجارری حیث الحمام اذا کان الماء  
ینزل من اعلاہ حتی لو ادخلت القصبۃ  
النجسۃ او الید النجسۃ فیہ لا ینجس  
وہل یشترط مع ذلک تدارک الخفوات  
الناس منہ فیہ خلاف ذکرہ فی المنیۃ ثم  
لا بد من کون جریانہ لمدد لہ کما فی  
البعین والنہر هو المختار ثم ذکر مسألة  
الاستنجاء بالمقیمۃ وفعل من التجنيس  
النظر فیہ بعین ما فطر الامام حسان الدی  
ثم قال قال ای المصنف فی التجنيس و نظیر  
ما اورده المشایخ فی الکتاب ان المسافر  
اذا کان معہ میزاب واسم (ای یسم لان  
یتوضأ فیہ) واد اوقا ماء یحتاج الیہ ولا  
یقین وجود الماء یکتفی علی طمعه قبل  
علی اقول لعل وجہ التکید بہ التخصیص  
علی انہ یجوز هذا الاحتمال وان کان علی منہ  
الباد فعد مدہ او فی ۱۲ منہ فقر لہ (م)

جاری پانی کے ساتھ حمام کے مخرج کو بھی شامل  
کیا گیا ہے، جبکہ پانی اس کے اوپر سے اتر رہا ہو  
یہاں تک کہ اگر اس میں ناپاک پیالہ یا ناپاک ہاتھ  
ڈالا تو ناپاک نہ ہوگا اور آیا اس میں یہ شرط بھی ہے  
کہ لوگ پے در پے اس میں سے چلے بھر کر پانی نکالتے  
ہوں، اس میں اختلاف ہے، اس کو غیہ میں ذکر  
کیا، پھر اس کے جاری رہنے کے لیے اس کو مدد  
دینے والی چیز ضروری ہے جیسا کہ چشمہ اور نہر میں  
ہوتا ہے یہی مختار ہے اور پھر استنباء و ثنی کے ساتھ کا  
مسئلہ فعل کیا اور پھر تجنيس سے فعل کیا کہ اس میں نظر ہے  
یروہی نظر ہے جو حسان الدین نے کی تھی، پھر کہ اس کو  
مصنف نے تجنيس میں کہا ہے اور اس کی نظیر مشایخ  
کا یہ قول ہے کہ مسافر کے پاس جب واسع پینالہ ہو  
(یعنی اس میں اتنی گنجائش ہو کہ اس میں وضو کیا جاسکے)

اس قید کو جو شاید یہ ہو کہ اس بات پر نفس کرنا مقصود جو  
کو یہ جلد ہائے تہہ اگر چہ پانی ملنے کی امید ہو تو جب امید نہ ہو  
تو درجہ اولیٰ چاہز ہوگا۔ (ت)

یغیثی الغیب یا مراحدا یصب الماء فی طرقت  
 الیغیاب وهو یتوضو عند الطرقت الاخر  
 اناء طاهر یجتمع فیہ الماء فانه یمکن  
 الماء طاهرا و طهورا لانه جاس قال بعضهم  
 هذا الیس لبثن لان الجاری انما لا یمیر  
 مستملا اذ کان له مدد کالعین والنهر  
 و ما شبهه و ما شبهه حوضان صغیران  
 یتخرج الماء من احدھما یدخل فی الآخر  
 فتوضأ فی خلال ذلك جاز لانہ جاز و کذا  
 اذا قطع الجاری من فوق وقد بقی جری الماء  
 کان جائزا ان یتوضأ بما یجری فی النهر  
 قبل استقرارہ بالانقطاع۔

اور پانی کا برتن ہو جس کی ضرورت ہو ،  
 اور پانی کا پایا جانا یقینی نہ ہو لیکن طے کی امید ہو ،  
 تو ایک قول یہ ہے کہ وہ کسی کو حکم دے کہ وہ پرتا  
 کے ایک کن رسے سے پانی بہائے اور وہ شخص وضو  
 کرے اور پرتا لے کی دوسری طرف ایک پاک برتن  
 ہو جس میں پانی جمع ہوتا ہو تو وہ پانی طاهر اور طہور  
 ہو گا کیونکہ جاری بعض طمانے فرمایا یہ کچھ نہیں کیونکہ جاری  
 پانی مستعمل نہیں ہوتا ہے جبکہ اس میں نیا پانی شامل  
 ہو رہا ہو جیسے چشمہ اور نہر اور اس کے مشابہ چیزیں ،  
 اور اس کے مشابہ دو چھوٹے حوض ہیں جن میں سے ایک  
 میں سے پانی نکل کر دوسرے میں داخل ہوتا ہو تو  
 کسی نے اس کے درمیان کے پانی سے وضو کیا تو  
 جائز ہے کیونکہ یہ جاری ہے اور اسی طرح اگر اوپر سے  
 جاری پانی کہ قطع کیا اور پانی کا جاری رہنا باقی ہو تو یہ جائز ہے کہ جو پانی نہر میں جاری ہو اس سے وضو کرے  
 اس کے استقرار سے قبل (ت)

اور علامہ مدادی نے سراج و دایع اور علامہ سراج ہندی نے توضیح میں دوم کی تصحیح کی بحر و تنزیہ و ذکر  
 وغیرہ میں اسی پر اعتماد کیا بحر میں بعد نقل ترجیح فتح فرمایا ،

وفي السراج الوهاج ولا يشترط في الماء  
 الجاري المدد وهو الصحيح اه ثم ذكر  
 في البحر عن المتجنيس والمعراج وغيرهما  
 مسألة جواز الوضوء بما يجري في نهر  
 سد من قوقه ٢٢٢  
 اور السراج الوهاج میں ہے کہ جاری پانی میں مدد کی  
 شرط نہیں اور یہی صحیح ہے اور پھر بحر میں متجنیس اور  
 معراج وغیرہ سے یہ مسئلہ منقول ہے کہ وہ نہر جو  
 اوپر سے بند ہو اس میں جاری پانی سے وضو  
 جائز ہے۔ (ت)

قریر رضویہ مکرم ۶۹/۱  
 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

بحث الماء الجاری

سہ فتح القدیر  
 نے بحر الرائق  
 نے ایضاً

اقول ای فیہ او بیہ اذا وقع فیہ نجس  
 کما لا ینبغي ثم سرایت فی الخلیة اخذ بمثله  
 علی صقته اذا قال ظا هر عبا ر تهم سے  
 هذه المسألة کما فی الذخیرة وواقعات  
 الناطقی اذا سد من فوقه فتوضا وبعایع  
 فی النهر جاتراہ ان یکون الموضوع فی النهر  
 فكان علی المصنعت ان ینذکر فیہ لان من  
 اواضه جدا جواتر الموضوع به جاس یا کات  
 او غیر جاس بخارجہ اما باغتراف او اخذ  
 منه ہاء فلا یقیم التقیید ببقاء جویا من  
 الماء موقعا ثم هم علی کعبا من ذکر مثله  
 حاصل کہ وضو نہ بر صورت ہما سے جریاں کی قید درست نہیں پھر ان کا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ اس  
 قسم کی چیزیں وہ ذکر کریں (ت)

اقول ای غلب علی المصنعت اذا  
 کا فواہم المعبرین بالباء دون فی فہذا  
 محل التفسیر لا الاخذ کما فعل الفقیر  
 قال البحر فہذا الی شہد لما فی السراج

اقول نعم تکن لا ینبغي غروہ للنجس  
 فانہ لیس جانا علیہ بل هو فی عداد  
 ماسر علیہ کما ینظر من عبارة الفتح  
 حیث نقل عن التجنیس فی مسئلة القمعة

میں کہتا ہوں یعنی اس میں یا اس سے  
 جبکہ اس میں نجاست گر جائے کما لا ینبغي، پھر میں نے  
 طہر میں دیکھا کہ متن میں انہوں نے اسی کو اختیار کیا  
 وہ فرماتے ہیں ان کی عبارت کا ظاہر اس مسئلہ میں جیسا  
 کہ ذخیرہ اور واقعات ناطقی میں ہے کہ جب نہر کو  
 اوپر سے بند کر دیا جائے اور پھر کوئی شخص اس پانی  
 سے وضو کرے تو نہر میں جاری ہے تو جائز ہے اور  
 یہ کہ وضو نہر میں ہو تو مصنف پر لازم تھا کہ "فیہ" کا  
 ذکر کرے کیونکہ اس سے وضو کا جواز بہت واضح  
 ہے، خواہ وہ جاری ہو یا نہ ہو، وضو کو نیز لا نہر سے  
 باہر ملے اور یہ نہر سے پانی لے کر یا کسی برتن کے ذریعہ  
 حاصل کر کے وضو نہر صورت ہما سے جریاں کی قید درست نہیں پھر ان کا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ اس

میں کہتا ہوں جب وہ خود بآب سے تعبیر  
 کرتے ہیں تو مصنف پر کیا اعتراض ہے، تو یہ  
 تفسیر کا محل ہے نہ کہ گرفت کرنے کا جیسا کہ فقیر  
 نے کیا ہے، بحر نے فرمایا یہ اس چیز کی شہادت  
 دیتا ہے جو سرانہ میں ہے (ت)

میں کہتا ہوں، ہاں، لیکن اس کو تجنیس کی  
 طرف منسوب کرنا صحیح نہیں، کیونکہ وہ اس کی طرف  
 مائل نہیں ہیں بلکہ وہ اس پر رو کرتے ہیں جیسا کہ  
 فتح کی عبارت سے ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے نوٹی

لے علیہ

ملہ بحر الرائق بحث الماء الجاري ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

هذا ليس بشئ ثم قال ونظيره فذكر مسألة  
الميزاب ثم قال وما شبهه وجعل منه مسألة  
الحوضين وهذه المسألة ثم قال في البحر وذكر  
السراة الهندية عن الامام الزاهد ان من  
حضر نهر امين حوض صغير اجري الماء في  
النهر وتوضأ بذلك الماء في حال جريانه فاجتمع  
ذلك الماء في مكان فحضر رجل اخر نهر امين  
ذلك المكان واجري الماء فيه وتوضأ به حال  
جريانه فاجتمع في مكان اخر ففعل من جيل  
ثالث كذلك جازوا وضوء الكل لان كل واحد  
انما توضأ بالماء حال جريانه والجبارة  
لا يثبت الجفاسة ما لم يتغير

اور جاری اس وقت تک تپاک نہیں ہوتا ہے جب تک کہ اس میں تغیر نہ ہو (احد دت)

اقول ای ان وقعت او الحکیمة ان  
توضأ فيه بنفسه اعضا فلا يثبت الجفاسة  
الستعمل ثم هذا مثل مسألة الحوضين بل  
هي هي بعبارة البسط وقد ذكرها صاحب المنية  
عن المحيط وفي الذخيرة عن القاضی الامام  
علي السعدي وفي الثانية وغيرها وقال في  
الطیلة المصنفة نقلت عن المحيط تقييد  
الجوانب بما اذا كانت بين المكانين مسافة  
وان كانت قليلة يوافقها ما في الثانية تاويله  
اذا كان بين المكانين قليل مسافة وفي مسألة  
الحقین (ای یخرج من احد هما الماء و

کے مسئلہ میں تجنیس سے نقل کیا ہے "یہ کچھ نہیں" پھر  
فرمایا اور اس کی نظیر اس کے بعد انھوں نے پرتال کا مسئلہ  
ذکر کیا پھر فرمایا و ما شبهہ اور اس میں دو حوض  
کے مسئلہ کو شامل کیا اور اس مسئلہ کو بھی پھر فرمایا  
بحر میں اور ذکر کیا سراج ہندی نے امام زاہد سے  
کہ اگر کسی شخص نے چھوٹے حوض سے ایک ہنسر  
نکالی اور نہر میں پانی چھڑ دیا اور جب پانی جاری ہو گیا  
تو اس سے وضو کیا پھر وہ پانی ایک جگہ جمع ہو گیا تو  
پھر کسی دوسرے شخص نے اس نہر سے نہر نکالی اور اس میں پانی  
چھڑ دیا اور اس پانی نے نہر کی اس حال میں کہ پانی جاری تھا پھر  
پانی کسی نہری جگہ پر جمع ہو گیا پھر کسی تیسرے شخص نے بھی یہی عمل کیا تو  
سب کا وضو جائز ہے کیونکہ ہر ایک نے جاری پانی سے وضو کیا ہے

میں کتابوں یعنی اس صورت میں جبکہ خواست  
حقیقہ یا تکیہ اس میں گر گئی ہو اگر اس نے اس  
میں اعضا ذکر کر وضو کیا تو اس کی بناء مستقل کی بنا  
پر نہ ہوگی یہ دو حوض کے مسئلہ کی طرح ہے بلکہ مختصر  
جہارت کے ساتھ یہ بعینہ وہی مسئلہ ہے اس کو  
صاحب نیلہ نے محیط سے نقل کیا ہے اور ذخیرہ میں  
قاضی علی السعدي سے اور غایۃ وغیرہ میں اور علیہ  
میں کہا کہ مصنف نے محیط سے جواز کی قید کو اس صورت  
میں نقل کیا ہے جبکہ دونوں جگہوں میں مسافت ہر خواہ  
کم ہی کیوں نہ ہو غایۃ میں بھی اسی کی موافق جہارت  
موجود ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ جبکہ دونوں جگہوں



یہ خلل فی الاخریٰ وہی مسألة الفتح (لوكان  
بينهما قليل مسافة كان الماء الشافي) ۱۷  
المجتمع في الحفرة الاخرى، طاهر اكد  
قاله خلف بن ايووب ونصير بن يحيى و  
هذا لانه اذا كانت بين المكانين مسافة  
فالماء الذي استعمله الاول يرد عليه ماء  
جاري قبل اجتماعه في المكان الشافي فلا يظهر  
حكم الاستعمال (اي لا يثبت) اما اذا لم  
تكن بينهما مسافة فالماء الذي استعمله الاول  
قبل ان يرد عليه ماء جاري مجتمع في  
المكان الشافي فيصير مستعملا فلا  
يظهر بعد ذلك انهم وهذا حكمه بناء على  
نجاسة المستعمل ۱۸

تاہم اگر قرار دیا جائے (۱۷) (ت)

اقول حوض یگری منہ نہر فیجری  
فیہ ماء فیجقم فی مکات آخرکین یصلوا  
هذا من دون مسافة بينهما نعم یسکت  
في الحفرین ان تكونا متجاورتین میكون  
خروج الماء من احد هما دخوله فی الاخریٰ۔

فان قلت المراد مسافة فوق  
ما یفقس فیہا المتوضیٰ اعضاءه لیتقرک

کے درمیان کم درجہ کی مسافت موجود ہو، اور دوسری  
کے مسئلہ میں (یعنی ایک گڑھے سے پانی نکلتا اور دوسرے  
میں داخل ہوا اور یہ فتح کا مسئلہ ہے) اگر دونوں کے  
درمیان کم مسافت ہے تو دوسرا پانی (یعنی جو دوسرے  
گڑھے میں اکٹھا ہے) پاک ہوگا، خلف بن ایوب  
اور نصیر بن یحییٰ نے ایسا ہی کہا ہے اور یہ اس لیے ہے  
کہ جب دونوں جگہوں میں مسافت ہو تو وہ پانی جس  
پہلے نے استعمال کیا ہو اس پر دوسرا جاری پانی  
وارد ہوگا قبل اس کے کہ وہ دوسری جگہ جمع ہو، تو  
استعمال کا حکم ظاہر نہ ہوگا (یعنی ثابت نہ ہوگا)  
اور جب ان دونوں کے درمیان مسافت نہ ہو تو وہ  
پانی جس کو پہلے نے استعمال کیا دوسرا جاری پانی کے وارد  
ہونے سے پہلے وہ دوسری جگہ اکٹھا ہوا ہی  
تر مستعمل ہو جائیگا اور اب ظاہر نہیں ہو سکتا ہے انتہیٰ اور یہ تمام اس محنت میں ہے جب مستعمل پانی کو

میں کتا ہوں ایک ایسا حوض جس سے نہر  
نکالی جائے اور اس میں پانی پھر ڈر دیا جائے، پھر وہ  
پانی دوسری جگہ جمع ہو جائے، یہ عمل دونوں میں مسافت  
کے بغیر کیے ممکن ہے؟ یاں دونوں گڑھوں میں اس  
امر کا امکان ہے کہ قریب قریب ہوں مگر ایک سے  
پانی نکلتے ہی دوسرے میں داخل ہوتا ہو۔ (ت)  
اگر یہ کہا جائے کہ مسافت سے مراد ایسی مسافت  
ہے کہ جو ضرور کرنے والے کے اعضا کے ڈوبنے

على الارض بعد انفصاله عن اعضائه  
فياق عليه ماء آخر قبل دخوله في  
المكان الثاني.

اقول اذ هو جاس فلا يشترط ولا يفتاق  
الى ان يصير به جاس آخر فلو اجتمع من  
فوق في المكان الثاني مكان طهور اقل الوجه  
استل لا يجعل هذا تعقيد اولاً تاويل لا يدل  
بيان لفائدة التصور بكمي النهر ويوجه  
بانه لو لا ذلك لانقطع جريانه بدخوله في  
بطن الثاني كما قد منا تحقيقه ان الحركة  
في البطن سيلان لا جريان فيقع الموضع في  
المرآة فيفسد ثم البناء على مسألة فسق  
الملافة كما فعلنا فلا حاجة الى البناء على  
مذهب من لكن صاحب الحلية سال اسئلة  
القسوية ثم ذكر السراج مسألة الميزاب  
وعزاهما للشیخ الزاهد ابي الحسن المستغنی  
وقال لیسوا وهو يتوضؤ فيه ثم

سے زائد ہوتا کہ پانی اس کے اعضاء سے جدا ہونے  
کے بعد حرکت کرے، اور اس کے دوسری جگہ داخل  
ہونے سے پہلے دوسرا پانی اس پر آجائے۔ (ت)

میں کہتا ہوں چونکہ وہ جاری ہے اس لیے متاثر نہ ہوگا  
وہ محتاج ہوگا اس بات کا کہ اسکو کوئی دوسرا جاری پانی جاری کرے  
اب اگر وہ غرضاً ہی دوسری جگہ جمے ہو جائے تو طہور  
ہوگا تو وجہ یہ ہے کہ اس کو قید نہ بنایا جائے اور  
نہ ہی اس کو تاویل قرار دیا جائے بلکہ وہ نہر کوٹنے کے  
خاتمے کا بیان ہے، اور اس کو وجہ یہ ہے کہ اگر  
ایسا نہ ہوتا تو اس کا جاری ہونا دوسرے بطن میں  
داخل ہونے کے سبب منقطع ہو جاتا، جیسا کہ ہم نے  
اس کی تحقیق کی ہے کہ حرکت بطن میں سیلان  
کھلا ہے نہ کہ جریان، اور اس طرح وضو ٹھیک ہے  
پانی میں برکا اور پانی فاسد ہو جائیگا، پھر ملاقی  
کے فرق کے مسئلہ پر اس کی بنا ہے جیسا کہ ہم نے  
کیا ہے، تو کسی مجبور و متروک چیز پر بنا کی حاجت  
نہیں، لیکن صاحب علیہ کا مسئلہ برابری کی طرف ہے

پھر سراج نے پر تال کا مسئلہ بیان کیا اور اس کو شیخ زاهد ابراہیم المستغنی کی طرف منسوب کیا اور اس  
میں کہا "اور حالانکہ وہ اس میں وضو کر رہا ہے (ت)

اقول ای بالنفس وبہ يتوضؤ ما  
اجعل في الفتحة قال لان امتصاله حصل  
حال جريانه و الماء الجاری لا يصير  
مستصلاً باستعماله ثم قال السراج و من

میں کہتا ہوں یعنی وہ اعضاء کو ڈبو کر وضو کر رہا ہے  
اور اسی سے وہ چیز داغ ہوتی ہے جس کا انہوں نے  
تجربہ میں اجمال کیا ہے۔ فرمایا کہ اس کا استعمال پانی کے  
جاری رہنے کی صورت میں ہوا ہے اور جاری پانی

الشایخ من انکر هذا القول وقال الساء المجزئ  
انما لا يصير مستعملا اذا كان له سد كالعين  
والنهر قال والصحيح القول الاول به لئلا  
مسألة واقعات الناطق فنذكر مسألة سد  
النهر من فوق قال فان هناك لم يبق للماء صد  
ومع هذا يجوز التوضوء به <sup>الله</sup>

کسی کے استعمال سے مستقل نہیں ہوتا ہے ، پھر  
سراٹھ نے فرمایا " اور بعض مشایخ نے اس قول کا انکار  
کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جاری پانی اس وقت مستقل  
نہیں ہوتا ہے جبکہ اس کا سوتا ہر بھیجہ چشمہ یا نہر ،  
فرمایا اور صحیح پہلا قول ہے ، اس پر دلیل واقعات  
الناطقی کی عبارت ہے ، پھر انہوں نے نہر کو بند  
کرنے کا مسئلہ ذکر کیا کہ اس صورت میں پانی کی مدد باقی نہ رہی لیکن اس کے باوجود اس سے وضو جائز ہے ۔ (ت)  
اقول ولا تنزع ما قد مناه (ہم نے جو پہلے ذکر کیا ہے اسے نہ بھولیں ) علامہ نے رد المحتار میں اور مسائل  
سے اس قول دوم کی تائید کی فقال ویزید ، ایضا ما مر من انه لو سالی دم سر جلد مع العصیر ولا ینجس  
خلافا لمحمد ( فرمایا اور اس کی تائید یہ عبارت کرتی ہے کہ اگر کسی شخص کا غوی پھلوں کے رس کے ساتھ  
جاری ہو اور انہیں نہ ہوگا ، اس میں تحریر کا خلاف ہے حدیث )

قلت المسألة في الدد عن الشئ وغير  
وفي المنسقة عن المحيط وفي الحسبية  
عن المجتبه وعن مختارات النوانزل وهي  
مقيدة بأن كان العصير لبيلا ولم يظهر  
فيه اثر الدم حكما نصوا عليه قال دنف  
المختاراة ( فنذكر ما قد منا في الاصل العاشر  
من مسألة اختلاط ما الاثنان في الهوا  
او اجرائه في الاس من قال ونظمها المصنف  
في تحفة الاقمار قال وفي الذخيرة فنذكر  
ما مر في العاشر عن الحسن بن أبي مطيع .

میں کہتا ہوں مسئلہ درمیں شئی وغیرہ سے  
اور تیس میں محیط اور علیہ میں مجتہ سے اور مختارات  
النوازل سے ہے ، اور یہ اس امر سے عقیدہ ہے کہ  
عصیر رہا ہو اور اس میں خون کا اثر ظاہر نہ ہو ،  
جیسا کہ علامہ نے صراحت کی ہے فرمایا " اور حسن زانہ  
میں ہے پھر انہوں نے وہ عبارت نقل کی جو ہم نے  
اصل ماشر میں ذکر کی تھی وہ برتنوں کا پانی جو ہر  
میں آپس میں مل گیا یا زمین پر جاری کیا ، فرمایا  
مصنف نے اس کو تحفة الاقمار میں ذکر کیا فرمایا اور  
ذخیرہ میں ہے پھر وہ ذکر کیا جو فصل ماسشد میں  
حسن بن ابی مطیع سے ہے ۔ (ت)

یہاں تک تا یہ قول دوم میں سات منسلے ہوئے :

- ۱۔ حوض صغیر میں سے نہر کھود کر پانی بہا کر اُس میں وضو۔
- ۲۔ پناے میں پانی ڈال کر اس میں وضو۔
- ۳۔ نہر کو اوپر سے اُس کا سینڈھا بانڈھ دیا ہے اُس میں وضو۔
- ۴۔ مشیرہ انگر نچوڑا ہے اور وہ جاری ہے کچھ طرف اُس میں چپک گیا جس کا اثر ظاہر نہ ہوا نجس نہ ہو گا۔

۵۔ پاک ناپاک ہتھوں کے پانی برا میں ملا کر چھوئے۔

۶۔ یا زمین میں بہائے دو نون پاک ہو گئے۔

۷۔ ناپاک زمین پر پانی بہایا یا تھ بھر رہا زمین بھی پاک پانی بھی پاک۔

اقول ان سب سے صاف تر وہ مسئلہ ہے کہ ہفت چھٹا اور ایسے راستہ پر بہا جس میں گوبر وغیرہ نجاست ہیں اگر نجاست کا اثر اس میں ظاہر نہ ہو اس سے وضو ہو سکتا ہے ،

وهو ما قد صنف في الاصل العاشر عشر المنحة عن الهدية عن الخزائن وعن البنائرية وعن الخلاصة عن الفتاوى شرع فيه في فرمايا ،

یہ اس بنا پر ہے کہ جاری پانی میں حد کی شرط نہ ہو۔ (ت)

ثم اقول اول هذه الفروع متوزعة على انحاء منها ما هو مؤيد ولا شك وعلى مسألة نهر سدد من فوق والتي تردت ومنها ما لا تأييد فيه أصلاً وهما المسائل الأدلّيات ولا أدري كيف اتفق الفريعات على جعلها أصلاً ممدد له فإنه انما

پھر میں کہتا ہوں اولاً یہ فروع کئی قسم کی ہیں، بعض قردہ ہیں جن کی تائید موجود ہے اور جس میں شک نہیں، اس میں وہ فرق ہے جس میں ایسی نہر کا ذکر ہے جس کو اوپر سے بند کر دیا گیا ہو اور اس کے ساتھ وہ اضافے جو میں نے کئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کی تائید بالکل نہیں ملتی ہے اور

فلا يشترط في النهر بين الحوضين اوق الميزاب  
 ولا شك ان الحوض الاعلى والادنى قد يحد  
 ماءهما الا ترى كيف اتفقوا على الحاق  
 حوض الحمام بالماء الجاري اذا كانت  
 الماء من الاضيق فاش لا الضيق متداخلاً  
 وقد جزم به في الفتح ههنا كما سأيت و  
 نظيره ما قد مناه عن العلامة ش ف  
 الاصل الرابع ان طهارة الدلو اذا افرغ  
 فيه ماء حتى سال صبي على عدم اشتراط  
 العدد ومنها ما للزجاج فيه مجال في وان  
 اوى الى التأييد فمن طرف خلفي فان  
الماء الممتزج في الهواد او الجارى على  
الارض في الخاصة والسادسة بيده  
الصعب بل وكذلك في السابعة والثمان  
 لفظ الذي خيرة صعب عليها الماء فجبري  
 قدر راع لاحق جبري كيدل ظاهر اعلى  
 عدم انقطاع الصعب الى هذا العناية  
 قامت الغاء وان لم تدل دلالة  
 حتى غير انها لا تدل ايضاً على الانقطاع  
 والاحتمال يقطع الاستدلال وكذلك  
 فرع العصير فان له مدداً ما دام العصر  
 قائماً فان قلت السائلة مرسلة فيشمل  
 ما اذا انقطع العصر قلت قالوا فيها و  
 العصور ليسيل قالوا استشهاده بها يشوقف  
 على كون السيلان الباقي بعد انقطاع

یہ پہلے دو مسئلے ہیں اور میں نہیں سمجھا کر دونوں فرقی  
 ان دونوں مسئلوں کو نہ ملنے والے پانی سے بنائیتے پر کیونکر  
 متفق ہو گئے ہیں؟ کیونکہ وضو کرنے والا یا تو  
 نہریں وضو کرے گا جو دو حوضی کے درمیان ہے  
 یا پرتالہ سے کرے گا اور اس میں شک نہیں کہ اوپر  
 والا حوض اور برقی دونوں پانی کو مدد پہنچاتے ہیں  
 پھر مقام غور ہے کہ وہ حمام کے حوض کو جاری پانی  
 سے لاتی کرتے پر کیوں راضی ہوئے جبکہ پانی  
 تالی کے ذریعہ اوپر سے اُتر رہا ہو اور چلتو سے  
 مسلسل پانی بیا جا رہا ہو اور فتح نے یہاں جزم کیا  
 جیسا کہ آپ نے دیکھا اور اس کی نظیر وہ ہے جو  
 ہم نے عقلمند مشن سے چوتھی اصل میں نقل کیا کہ  
 ڈول کی پاکی جب اس میں پانی بہایا چلتے یہاں تک  
 کہ اس کے اوپر سے بہہ نکلے مدد کے شرط نہ ہونے  
 پر جہتی ہے اور ان فردوع میں سے بعض وہ ہیں جن  
 میں نزاع کی گنجائش کاٹ ہے اور اس میں تائید کی طرف  
 بلکسا اشارہ ہے کیونکہ ہوا میں ہوا ہوا پانی  
 یا زمین پر جاری پانیوں میں صورت میں اس کو  
 یہاں مدد دیتا ہے بلکہ ساقیوں میں بھی ایسا ہی ہے  
 اگرچہ ذخیرہ کے الفاظ صعب علیہا ہوا جبری قدس ذراع  
 میں ذکر حقی جبری، اگر حقی کہا ہوتا تو اس کا مطلب ہوتا کہ  
 ہوا کا اس نیت تک متعلق نہیں ہوا، کیونکہ فا اگرچہ حقی کے معنی  
 پر دلالت نہیں کرتی تاہم وہ انقطاع پر بھی دلالت نہیں  
 کرتی اور جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال ختم  
 ہو جاتا ہے اور اسی طرح عصیر کی فرع کیونکہ اس کو

اس وقت تک مدد ملتی رہتی ہے جب تک نچوڑنا برقرار رہتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ مسئلہ تو مطلق ہے اس صورت کو بھی شامل ہے جبکہ نچوڑنا ختم ہو جائے، اس کے جواب میں میں کہوں گا کہ اس میں فقہائے ائمہ فرمایا ہے اور نصیر بہرہ داہرہ تو اس سے استدلال اس امر پر موقوف ہے کہ باقی کا بہنا اختراعِ مدد کے بعد

جاری ہوا اور یہی پہلی بات ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہاں یہ تو بالاتفاق جاری ہوتا ہے، کیا تم نے وہ نقل نہیں سنی جو قح اور قحیح میں مدد کے شرط کرنے والے سے منقول ہے کہ جاری پانی اس وقت مستقل نہ ہو گا جبکہ اس کے لیے مدد ہو سراج نے اتنا اور

اضافہ کیا کہ اگر اس کے لیے مدد نہ ہوتی تو وہ مستقل ہو جاتا لیکن اگر تو اس کو انہوں نے جاری ہی کہا، میں کہتا ہوں انہوں نے اس کو ٹھہرے ہوئے کے حکم میں کیا ہے اور مقصود حکم ہے تو اس میں شک نہیں کہ نصیر کے بچنے اور پانی کے جاری ہونے سے مراد ہے جو اثر جمہوریت کو قبول نہ کرے اور جس کا بعض حصہ بعض کو پاگئے ہوں پانچویں چھٹی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ ہوا میں طہ یا زمین پر جاری ہونا بچنے کے بعد ہی ہو گا تو جس قدر بہانا ہو گا وہ مل جائے گا اور آفری ملنا مکمل بہانے کے بعد ہی ممکن ہو گا تو اگر وہ جاری نہ رہا اس کے بعد تو آفری ملنے والا مکمل طور پر نہیں ہو جائے گا۔ (ت)

اور ثانیاً جاری کی جو مشہور تعریف ہے وہ یہ ہے کہ جاری پانی وہ ہے جو تنگ بہا کرے چلے اور آخر یہ ہے کہ جس کو جاری سمجھا جائے جیسا کہ آئندہ میں ہے اور وہ ہی صحیح ہے جیسا کہ پہلے، یسین، بحر اور نہر میں ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ دونوں تعریفات اس نہر پر صادق ہیں جو اوپر سے

المدد جویاً و هو اول الكلام فان قلت نعم هو جویاً بالاتفاق والقسم ما نقل في الفتح والتوشیح عن شارح المدد ان الماء الجاسی انما لا یصیر مستملاً اذا كان له مدد مراد السراج اما اذا لم یکن له مدد یصیر مستملاً او فقد سماه جاسیاً قلت جعلت فی حکم الراکد والمقصور والحکم فلا شک ان المراد بسیلان العصیر وجویاً الماء ما لا یقبل به اثر النجاسة ویظهر بعضه بعضاً نعم قد یتقال فی الخاصة والسادسة ان الامتزاج مع الهواء ادخل الارض انما یتكون بعد الصب فقد رما یخرج بالصب یمتزج فیحصل المزج الا یمتزج تمام الصب فلو لم یق جاسیاً بعدہ نجس المستخرج الا یمتزج کلہ۔

نہیں کہ نصیر کے بچنے اور پانی کے جاری ہونے سے مراد ہے جو اثر جمہوریت کو قبول نہ کرے اور جس کا بعض حصہ بعض کو پاگئے ہوں پانچویں چھٹی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ ہوا میں طہ یا زمین پر جاری ہونا بچنے کے بعد ہی ہو گا تو جس قدر بہانا ہو گا وہ مل جائے گا اور آفری ملنا مکمل بہانے کے بعد ہی ممکن ہو گا تو اگر وہ جاری نہ رہا اس کے بعد تو آفری ملنے والا مکمل طور پر نہیں ہو جائے گا۔ (ت)

وثانیاً الاشکس فی حد الجاسی ما ینذهب بتبنته والافطس ما یعد جاسیاً کما فی الدرر وهو الاصح کما فی المبداء فی التبیین والبحر والنہر ولا شک انہما صادقان علی نہر سد من فوقہ فانہ ینذهب بحزمۃ فضلاً عن تیغۃ ولا یسوخ لاحد

من اهل العرف انہ یقول انہ س اکد فتمت  
التجب بعد ذکوة اختیاس اشتراط الصد والا  
ان یقال ان الموضوء بنفس الاعضاء  
انما یكون فیما بعد السد منفصلا عنه لا فی  
الاجزاء الملاصقة له وما انفصل عن السد  
فله من فوقه مدد تأمل۔

بند کردی گئی ہو کیونکہ یہ تو پورا ایک گھٹا بہت کر  
لے جائے گی چہ جائیکہ تنکا اور اہل عرف میں سے کسی  
کو روا نہیں کہ وہ اس پانی کو ٹھہرا ہوا کہہ، تعجب  
کو یہ بات ذکر کرنے کے بعد انہوں نے مدد کے شرائط کو  
اختیار کیا ہے، تاہم یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اعضا  
ڈبو کر وضو اسی پانی سے ہو سکتا ہے جو بندش کے بعد  
اس سے جدا ہوا اس پانی میں نہیں ہو سکتا جس کے اجزاء بندش کے ساتھ ملائے ہوئے ہیں اور بندش کے بعد اس کو اپنے مدد سے الگ ہی بنائی  
اور مثالاً، جو اللہ کے فضل سے مجھ پر منکشف

وان لم یسب جریان الماء الا حركته  
بطبعه فی فضاء بقاؤه جاس یا علی محصل  
واحده هو الذی یحتاج الی السد ولان  
الجاسی لا یقف فلولہ یمد لا یدخل المحصل  
وبالسد یتجدد علیہ امثاله فیستمر جاریا  
علیہ مادام السد فی امان المجریا  
واما لاثرا فیما سقمت الماء ما استقر  
جاس یا لا ساقم له عنه فلول جری الماء لیتنفس  
بنفسه بان کان فی صلب سد مجرا ففتح  
ففاض لم یطهر ابدا بل لا بد للطاهر  
من جویانہ مع الطاهر فجریان الطاهر  
لا یتحتاج الی السد دکنہ سد من فوقه و  
کما تری اذا اشتد المطر ووقف لا یزال الماء  
الواقف علی الارض والسطوح جائا مده بعدہ  
ولا یصح لاحد ان یقول وقف الواقف فور  
وقوف المطر وجریات النجس المطهر له  
یحتاج الی سد من طاهر فلیک محصل

ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پانی کے جاری ہونے سے  
فضا میں اس کی طبعی حرکت مراد ہے اور اس کا محصل  
وہ ہے جو جاری رہنا مدد کا محتاج ہے کیونکہ جو جاری  
وہ ٹھہرے گا نہیں، تو اگر اس کو مدد نہ ملے تو وہ  
جگہ خالی ہو جائے گی اور مدد کی وجہ سے اس پر  
اس کے امثال کا تہہ رہے گا تو وہ اس پر جاری رہے گا  
جب تک مدد ملتی رہے گی البتہ جریاں پانی سے نجاست کے  
شر کو دفع کرنے والا ہے جب تک کہ وہ جاری ہے  
اس سے دفع کرنے والا نہیں ہے تو اگر ناپاک پانی

از خود جاری ہو امثال کسی ڈھلوان میں تھا جو بند تھا  
پھر اس کو کھول دیا تو وہ پانی جاری ہو گیا تو اس  
طرح وہ کبھی پاک نہ ہو گا بلکہ پاکی کے لیے ضروری ہے  
کہ وہ پاک پانی کے ساتھ جاری ہو، تو پاکی کا جاری  
ہونا مدد کا محتاج نہیں جیسے کوئی نہر کہ اوپر سے بند  
کر دی جائے، اور جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ شدید

القولین و بآئنه التوفیق -  
 دیر تک بہتا رہتا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ گرنے والا پانی بارش کے ٹھہرنے کے فوراً بعد ٹھہر گیا اور  
 ناپاک پانی کا بہنا جو اس کو پاک کر دے ، پاک پانی کی مدد کا محتاج ہے تو دونوں قولوں کا یہ عمل ہے و بآئنه  
 التوفیق - (ت)

ثم اقول هذا اذا كانت الماء في  
 فضاء اما اذا كان في جوف كحوض او غلظت  
 فلا بد مع ذلك من خروجه عنه لان الماء  
 كان واقفا فيه والماء لا يقف ما صاعدت  
 منه راسا فدل وقوفه على عدمه فاذا دخله  
 ماء اخر فلا بد فقه الى منحد ربل يعليه  
 الى فوق فلا يكون جاسيا الى ان يقطع  
 العروق باقتلا، المنحل فيحد متسا فيحد  
 فعند ذلك يصير جاسيا فن اجل هذا  
 شرط فيه مع الدخول والخروج فاذا كان  
 حوض في حوض والماء وراء الصغير او مآؤه  
 كان واقفا فيه لانحدار المنحد فلا يجزئ  
 ما لم يطرح من الاصل لما علمت اما اذا  
 لم يكن الا في الصغير ووراءه سيل قد دخل  
 الطاهر وعلاه وجعل الماء يخرج منه  
 ويسيل فقد جرد الى ان يصل الى ما  
 يحاذيه من سطح الكبر فيقف لانحدار  
 المنحد فما يدخل اليه بعد لا يجزئ  
 بل يعليه الى ان يصل الى اعلى منه  
 فيفيض -

پھر میں کہتا ہوں یہ اُس صورت میں ہے -  
 جبکہ پانی فضا میں ہو، لیکن پانی اگر کسی تہ میں ہے جیسے  
 حوض یا برتن تو ضروری ہے کہ وہ اس برتن سے خارج  
 بھی ہو کر ٹھہر پانی اس میں ٹھہرا ہوا تھا اور پانی اترتی ہوئی  
 چیز سے متصل ہونے کے وقت ٹھہر نہیں سکتا ہے، تو  
 اس کا ٹھہرنا اس کے عدم کی دلیل ہے قراب جب  
 اس میں دوسرا پانی داخل ہوا تو اس کو ڈھلوان کی  
 وجہ دیکھا نہیں دے گا بلکہ اس کو اوپر کی طرف بلند  
 کرے گا تو وہ اس وقت تک جاری نہ ہوگا جب تک  
 کہ وہ رکاوٹوں کو عمل کے پر کرنے سے دور نہ کر دے،  
 پھر وہ کشادگی پائیگا اور اترے گا اُس وقت وہ  
 جاری ہوگا، اسی وجہ سے اس میں دخول کے ساتھ  
 ہی خروج کی شرط بھی لگو گئی ہے، تو جب ایک  
 حوض دوسرے حوض میں ہو اور پانی پھوٹے حوض کے  
 نیچے ہو یا اس کا پانی ٹھہرا ہوا ہو کیونکہ اس میں  
 ڈھلوان موجود نہیں تو جب تک اوپر سے خارج نہ ہو  
 جاری نہ ہوگا جیسا کہ آپ سنے جانا اور اگر پانی صرف  
 پھوٹے میں ہو اور اس کے نیچے پانی کے بہنے کا راستہ  
 ہوا نہ پاک اس میں داخل ہو گیا ہو اور اس کو بھریا ہو  
 یہاں تک کہ پانی اُس میں سے بہہ کر نکل رہا ہو تو اب  
 جاری ہوگا یہاں تک کہ بڑے حوض کی متابیل سطح تک جاسپنچے اب ٹھہر جائیگا کیونکہ ڈھلوان موجود نہیں ہے



تو اب اس کے بعد جو آئے گا وہ اس کو جاری نہ کرے گا بلکہ اس کو بند کرے گا یہاں تک کہ اوپر والے کو بھرنے کا پھر بے گاہ (ت)

**ثم اقول هذا كله في الجريان**  
الحقيق اما ما الحقوا به كحوض صغير  
للحمام او للرضوة يدخل فيه الماء من  
الانابيب والمياثر يب ويخرج بالقرص  
المتدارك واليثر يلجم فيها الماء من تحت  
ويخرج بالاستسقاء المتوالي او بفتح منقذ  
فيها ان امكن كما مخرج الهندية عن  
الظهيرية وعن المنحة عن الخيزر المطم  
وفي البحر عن البدائع عن الامام الحسن  
بن زياد عند تكرار الغرغرة ينجم الماء  
من اسفله ويؤخذ من اعلاه فيكون كالجار  
اه وهو عندى محمل ما في الحلية عن  
الامام محمد قال اجتمع من ابي و من ابي  
ابن يوسف على ان ماء البئر في حكم السماء  
الجارية لانه ينجم من اسفل ويؤخذ من  
اعلاه فلا يتنجس بوقوع النجاسة فيه <sup>لما</sup>  
ونقله في العناية بلفظ قال محمد الا ثم رأيت  
الامام مالك العلماء نقله في البدائع  
بعين لفظ الحلية وذكر تمامه كحوض الحمام

پھر میں کہتا ہوں یہ سب بحث بیان حقیقی میں  
ہے، لیکن فقہاء نے اس کے ساتھ جس کو لا حق  
کیا ہے جیسے چھوٹا حوض نہانے کے لیے یا دھڑ کے لیے  
جس میں پانی ٹلوں یا پرنا لوں سے آتا ہے اور مسلسل  
چلو بھرنے سے نکلتا ہے، اور یا وہ کنواں جس میں  
نیچے پانی کے سرتے ہیں اور مسلسل بھرنے سے وہ پانی  
نکلتا رہتا ہے یا اس میں کوئی سوراخ کھول دیا گیا ہے  
انگوٹھیں پر، جیسا کہ ہندیہ سے ظہیر سے اور منہ سے  
خیزر مطم سے گزرا، اور بھر میں بدائع سے امام حسن  
بن زیاد سے منقول ہے کہ پانی بار بار نکالا جائے تو نیچے سے  
نکلتا ہے اور اوپر سے لے لیا جاتا ہے، قریرہ مثل جاری  
کے ہو گا اور میرے نزدیک اس چیز کا محل ہے  
جو ظہیر میں امام محمد سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا  
میری اور ابو یوسف کی یہ رائے ہے کہ کنوئیں کا پانی  
جاری پانی کے حکم میں ہے کیونکہ وہ نیچے سے نکلتا  
ہے اور اوپر سے لے لیا جاتا ہے تو اس میں نہاست  
کے گرنے سے نجس نہ ہو گا اور رعنا یہ میں اس کو  
قال محمد کے لفظ سے ذکر کیا ان پھر بدائع میں  
اس کو بعینہ انہی الفاظ میں ذکر کیا جو ظہیر کے ہیں فرمایا

اجمال کے ترتیب تفصیل سے - (ت)

علہ فشر علی ترتیب الف ۱۶ (۴)

سے بحوالہ بدائع الصنائع فصل سے بیان مقدار الا

ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۱/۷۷

سے ایضاً ۱/۷۵

اذا كان يصب الماء فيه من جانب ويصرف  
من جانب آخر انه لا ينحس بادخال اليد  
المنجسة فيه **انه** وكذلك في الفتحة التي قوله  
كعوض الحمام **انه** فاكد ذلك ما ذكرته  
من المحمل.

جیسے حمام کا عوض کہ اس میں ایک جانب سے پانی  
ڈالا جائے اور دوسری جانب سے چلو کے ذریعہ  
نکالا جائے تو ناپاک ہاتھ کے ڈالے جانے سے نجس ہوگا  
اور اسی طرح فتح میں کعوض الحمام بلکہ ہے  
اور اس نے تاکید کر دی اس گل کی جن کا میں نے  
ذکر کیا ہے۔ (ت)

**اقول** وعند هذا فهو فرع جيد مقبول  
ولادجه كرد كما يعطيه كلام الحلية تبع  
للبداهة انه كان القيس في البذر است لا  
تنتجس اطلاقه فنقل عن محمد اولا  
تطهير ابد كما قاله بشر الميرسي الا ان  
اصحابنا تركوا القياسين بالاثار هذا حاصل  
ما فيهما حملا منهم اياه عن الاطلاق وليس  
الاولى بناء ان نرد ما جاء عن الاثمة مع وجود  
محمل له صحيح فقد تطافرت كلماتهم  
هل قبول هذا المعنى في العوض الصغير  
فلو لا يقبل في البذر ولا تخالفه الا في  
حياته ولا مدخل لها في الحكم فكل صغير  
سواء اوان الماء يدخل فيه من احلاء و  
فيها من اسفلها ولا يختلف به الحكم  
فقد قال في الفتحة لو نجست يثوقا جبري  
ماؤها با حفر لها منقذ فصار الماء يخرج

میں کتا ہوں اور اس وقت یہ اچھی فرع  
ہے مقبول ہے اور اس کے رد کی کوئی وجہ نہیں جیسا  
کہ علیہ میں بدائع کی تبعیت میں ہے کہ کنوز میں  
قیاس یہ تھا کہ کبھی ناپاک نہ ہو جیسا کہ محمد سے  
منقول ہے یا یہ بھی پاک نہ ہو جیسا کہ بشر مریسی سے  
منقول ہے، مگر ہمارے اصحاب نے دونوں قیاسوں  
کو آخر کی وجہ سے ترک کر دیا، یہ اُن دونوں کتابوں کا  
حاصل ہے کہ انھوں نے اس کو اطلاق پر محمول کیا  
اور جو چیز ان سے منقول ہو اور اس کا مناسب محل  
بھی موجود ہو تو اس کو رد کر دینا مناسب نہیں،  
کیونکہ چھوٹے عوض ہیں وہ اس حکم کو قبول کرتے ہیں  
قرعہ اس کو کنوز میں کیوں نہ قبول کیا جائے حالانکہ  
کنوز چھوٹے عوض سے صرف صورت میں مختلف ہے  
یا صورت کا حکم میں کیا دخل ہے؟ ہر چھوٹا یا بڑا ہے  
لہذا یہ کہ عوض میں پانی اوپر سے آتا ہے اور اس میں  
نیچے سے آتا ہے، تو اس سے حکم مختلف نہ ہوگا چنانچہ

منہ حتی خرج بعضہ طہرت لوجود سبب  
الطہارة و ہر جریان الماء و صائر الحوض  
اذا تنجس فاجری فیہ الماء حتی خرج  
بعضہ آہ و اعترف منہ فی البحر و اقصرہ  
وفی الدریکف نزح ما وجد وان قیل و  
جریان بعضہ آہ قال ش بامت حضر لہا  
منفذ ینخرج منہ بعض الماء کما فی الفتا  
اھ و قد منافی الاصل الثالث عن البحر فی  
مسألة جریان الحوض الصغیر بدخول ماء  
آخر فیہ و خروج البعض منہ حال دخوله  
قال السراج البندی و کذا البیضاہ و مثله  
فی البیضاہ و قد مناه عن الخلاصة فذلا  
انهم اختلفوا فی الماء من اسفله لریکی  
لہ معنی فان الجریات و اقم لا رافع  
فالتنجس لا یتطہر بہ ابد اما لہ یجر مع  
الطہر هذا بالجملة کحل ما الحق  
بالمجاری علی هذا السؤال اعنی اقامة الاخر  
مقار الخروج فقد یرید فیہ قید اخرو  
هو قوالی الاخر اجم و استمرار تحوکہ مہ  
حتى لو ممکن لہ یتحقق و ذلک لان لا منہ  
الجریات شیان تعاقب الاجزاء

فتح میں فرمایا کہ اگر کنواں ناپاک ہو جائے اور اس کا پانی  
جاری کیا جائے مثلاً اس میں کوئی سوراخ کر دیا جس  
سے کنویں کا کچھ پانی نکل گیا تو کنواں پاک ہو گیا، کیونکہ  
سبب طہارت پایا گیا اور وہ پانی کا جاری ہونا ہے  
اور یہ حوض کی طرح ہوا کہ ناپاک ہو جائے اور اس میں  
پانی جاری کیا جائے یہاں تک کہ کچھ پانی نکل جائے  
اور اس کو بحر میں ذکر کیا اور برقرار رکھا اور ذکر میں ہے  
کہ جو پانی اس میں ہے اس کا نکال دینا کافی ہے  
خواہ کم ہی ہو اور جاری ہونا بعض کا احد "شش"  
نے کہا کہ مثلاً کنویں میں کوئی سوراخ کر دیا جس سے کچھ  
پانی نکلا یا جیسا کہ فتح میں ہے اور ہم نے  
تیسری اصل میں بحر سے چھوٹے حوض کے جاری ہونے  
کے مسئلہ میں بیان کیا کہ اس میں نیا پانی داخل ہو  
اور اس کے داخل ہوتے وقت کچھ اس سے خارج  
ہو، سراج ہندی نے کہا کہ اس طرح کنویں کا  
حال ہے اور اسی کی مثل بڑا زہیہ میں ہے اور ہم نے  
اس کو پہلے خلاصہ سے نقل کر دیا ہے تو اگر وہ پانی  
کے نیچے سے پھوٹنے کا اعتبار نہ کرتے تو یہ بے معنی  
بات ہوتی کیونکہ جاری ہونا دفع ہے واقع نہیں تو  
جب تک وہ نجس ظاہر کے ساتھ جاری نہ ہو کسی بھی  
پاک ہونے کا نہیں، اس کو اچھی طرح سمجھئے خلاصہ

۹۳/۱	لویہ رضیہ سکھ	آخر فصل فی البئر	سہ فتح التقریر
۹۳/۱	مجتبائی دہلی	فصل فی البئر	سہ اللہ المختار
۱۶۰/۱	مصطفیٰ البابی مصر		سہ رد المحتار
۴۸/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	بحث عشر فی حشر	سہ بحر الرائق

یزول منه جزء فيخلفه آخر وعدم الاستقرار  
 بدوام المتحرك فاذا دخل الماء قلب  
 الحوض والبيوت من جانب واخر جرت  
 آخرها لغرفه والاستقاء وجد الاول اذا  
 استمر ذلك حصل الثاني فتم الشبه فساغ  
 الالتحاق ولذا اعتبروا انداءك الغرفات  
 بامت لا يسكن وجه الماء بين الغرفتين  
 لا الموالا في الحقيقة اذ بهذا القدر  
 يحصل دوام المتحرك المحصل للشبه  
 هذا ما عندي والله سبحانه وتعالى اعلم۔

ہر اور دوسری طرف سے چلوؤں اور ڈولوں یا نالیوں کے ذریعہ نکالنا چلتے تو پیل چیز حاصل ہوگی اور یہ سلسلہ جاری ہے تو  
 دوسری چیز حاصل ہوگی اور مشابہت مکمل ہو جائیگی اور اس کا لاحق کیا جانا جائز ہوگا اور اس کے لیے چلوؤں  
 کا پے درپے ہونا معتبر ہوگا اور پے درپے کا مطلب ہے کہ دو چلوؤں کے درمیان پانی میں ٹھہراؤ نہ ملے  
 حقیقی موالات مراد نہیں ہیں کیونکہ اس مقدار سے حرکت کا دوام حاصل ہو جاتا ہے جس سے مشابہت پوری  
 ہوتی ہے ما عندي والله سبحانه وتعالى اعلم۔ (ت)

اس تقریر سے واضح ہوا کہ تہی کا پانی جس کا مینہ صاف اور پر سے باندھ دیا ہو اور ٹکڑا ہوا بہت کم  
 زمین پر بہ رہا ہو اور مینہ کا پانی کو بارش تھنے پر ہنوز رواں ہو اور دو پانیوں کی دھار جو ہر ایک میں مل کر اتر رہی ہو  
 یا زمین پر ایک ہو کر بہ رہی ہو اور انکو رکاشیرہ کہاجی رواں ہے اگرچہ ان کی مدد منقطع ہوگئی ہو جب تک  
 کسی ایسی شے تک نہ پہنچیں جو آگے مرور کرنا تھ ہو سب جاری ہیں تو ٹوٹنے کی دھار کہ ایسی یا تھ تک  
 نہ پہنچی ہو رہا ہو اور دخول و خروج دونوں کی شرط اس تابع میں ہے جو کسی جوف میں رکھا ہوا ہے اور پانی  
 ایک طرف سے آنا اور دوسری طرف سے جلد جلد کھینچا جانا کہ جنبش تھنے نہ پاسے یہ طعن برآب جاری میں ہے  
 والحمد لله على توالي الاله ۛ وافضل صلواته ۛ واكمل تسليبات على افضل انبياءه ۛ  
 وعلى اله وصحبه وابنه واحبابه ۛ والحمد لله رب العلمين ۛ والله سبحانه  
 وتعالى اعلم۔



کثیر و افراد میں اصلاً اس کی طرف التفات بھی نہ کیا یہ امور ستائے ہیں کہ وہ قول مجبور جہود و نامقبول و نامنصوب ہے  
و لہذا ہم نے بھی باتباع ائمہ اُس کی طرف میل نہ کیا مگر انصافاً وہ ساقط محض نہیں بچائے خود ایک قوت رکھتا ہے  
متعدد مشایخ اور کثیر یا اکثر فقہائے بخارا و بعض ائمہ پنج نے اُسے اختیار کیا اور امام یوسف ترجمانی نے اُسے  
بہ یفق کہا۔ امام کردری نے وجہ میں اسے مقرر رکھا اور یہ اگر الفاظ فترتی سے ہے فقہ کی عبادت کہ ابھی  
مذکور ہوئی اس کے متصل ہی ہے :

حوض کبیر و فیہ نجاسات فامتلأ قلیل  
هو نجس و قلیل یس نجس بہ اخذ اکثر  
مشایخ بخاری و صاحبہم اللہ تعالیٰ ذکرہ  
فی الذخیرۃ۔  
غنیہ میں قول اول کی تفسیل کی،  
لتنجس الماء شياً فشیاً بلہ  
اور دوم کی :

فکونه کبیراً فصار کما لوکان مستنداً فوقعت  
فیہ النجاسات۔  
علیہ میں ذخیرہ کا نص یوں ذکر کیا،  
ولی نظم المترند ویس اذا کان الحوض کبیراً  
و فیہ نجاسات فدخل الماء فامتلأ قتال  
اہل بلخ و ابو سہیل الکبیر البخاری و  
نجس و قال الفقیہ ابو جعفر البلخ و  
الفقیہ اسمعیل و ابن الحسن الزاهد  
البخاری الکل طاهر و بہ اخذ کثیر من

یہ کتب پر ملاحظہ ہے آری اسی حکم میں ہر گاہ کہ چھلے وہ  
بہر گیا ہر پلاس میں نجاستیں واقع ہوئی ہوں۔ (ت)  
اور نظم زندہ ویسی میں ہے کہ جب حوض بڑا ہو اور اس  
میں نجاست ہوں، پھر پانی داخل ہو کر اس کو  
بھرے تو پنج و انوں اور ابو سہیل کبیر بخاری کا قول  
ہے کہ یہ نجس ہے اور فقیہ ابو جعفر البلخی، فقیہ اسمعیل  
اور ابن الحسن الزاہدی البخاری نے کہا کہ سب  
پاک ہے اور اس قول کو بخارا کے کثیر فقہائے

لہ فیہ المصلی فصل فی الجہاد  
کے غنیۃ المستملی شرح غنیۃ المصلی  
کے ایضاً

فقہاء بخاری و حکنہ افتی عبد الواحد  
مرام و حکم اکانت یعنی الفقہ ابو بکر  
العیاضی و کان یقول الماء الکثیر من حکم  
الماء الجاری انتہی  
پھر فرمایا :

و نقل الزاهدی عن یوسف الترمذی انہ  
قال وہ یفتی  
بزازیر میں ہے :

تتبع الحوض ثم دخل فیہ ماء کثیر و خرج  
منہ ایضا قیل طهر الحوض و امن قیل  
الخارج و قیل لا حتی ینخرج مثل ما قبلہ  
و قیل مثلاً او ثلثۃ امثاله و قیل یطهر  
وان لم ینخرج شیئ قال یوسف الترمذی رحمہ  
اللہ تعالیٰ وہ یفتی آھ

ہر جاسے گا خواہ کچھ بھی نہ نکلے یوسف الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے منسوخ کیا کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ (د ت)  
اقول لقرد بشیان احد ہما قید  
الکثیر فی الماء الداخل و ہم قاطبہ  
اس سلسلہ و قال شوان قل الداخل آھ و  
کانہ واللہ تعالیٰ اعلم مرعا یہ لایقولی  
الاخیر و ینتخص بالحوض البکیو قیل علی  
کبرہ بدخول الماء الکثیر و الاخری یأدق

اختیار کیا ہے اور عبد الواحد نے بھی اس پر کئی بار  
فتویٰ دیا اور ابو بکر عیاضی بھی اسی طرح فتویٰ دیتے  
تھے اور فرماتے تھے کہ کثیر پانی باری پانی کے حکم میں ہے  
انتہی۔ (د ت)

زاهدی نے یوسف الترمذی سے نقل کیا ہے کہ انہوں  
نے فرمایا اہر اسی پر فتویٰ ہے۔ (د ت)

حوض ناپاک ہو گیا پھر اس میں بہت سا پانی داخل ہو گیا  
اور نکل گیا تو ایک قول ہے کہ حوض ناپاک ہو گیا خواہ نکلے  
والا پانی کم ہی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جب تک  
انتہائی نہ نکلے جتنا کہ حوض میں تھا پاک نہ ہوگا جبکہ  
ایک قول یہ ہے کہ جب تک حوض کا دو گنا یا تین گنا  
پانی نہ نکلے پاک نہ ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ پاک  
ہر جاسے گا خواہ کچھ بھی نہ نکلے یوسف الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے منسوخ کیا کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ (د ت)

میں کہتا ہوں وہ دو چیزوں میں متفرق ہیں ایک  
تو داخل ہونے والے پانی میں کثرت کی قید نکلے  
میں جبکہ تمام فقہاء نے یہ قید نہیں لگائی ہے اور  
"کثرت" نے فرمایا اگرچہ داخل ہونے والا پانی قلیل  
ہو اور اگر یہ واللہ تعالیٰ اعلم آخری قول کی  
رہایت ہے کیونکہ یہ بڑے حوض کے ساتھ خاص ہے

سہ علیہ

نورانی کتب خانہ پشاور ۸/۴  
مصطفیٰ ابابنی مصر ۱۳۹/۱

سہ علیہ

سہ بزازیر علی الحنفیہ نوع سفہ الحیف  
سہ رد المحتار باب المیاء

مشلیہ و اما ید کووی مثلاً و ثلاثاً فالشافی  
لتثلیث القسمل والاول قیاساً علی البسمل  
فان نزح ما فیہا لہا تطہیر اخادہ فی البدائم  
اما التثنیۃ فلا وجہ لہا ہذا ثم قال فی  
الحلیۃ لکن فی الذخیۃ قبل ہذا  
المسألة و سف فتاوی اہل مسرقہ  
غدیہ یکبیر لیکون فیہ ماء فی الصیف  
و یروث فیہ الناس و الدواب و فی ذکر  
ما قد مناعت الخانیۃ و غیرہا عشوۃ  
کتب فی الاصل الثامن قال فی قیاس  
الجواب فی ہذا المسألة یكون الجواب  
ایضاً فی المسألة التی ذکرہا المصنف انما  
الماء الذی یدخل او لا یدخل علی حاد  
نجس او مکان نجس فہو نجس و اما کان  
یدخل علی طاهرہ لیتقر فیہ حق یصیر  
عشرانی عشر ثم یصل بالنجس فہو طاهر  
قال فہذا قول ثالث فی المسألة  
المذکورۃ تغریباً کما یسکن امت یتأق  
القولان المذکوران فیہا انصاف ہذا  
المسألة التی ذکرنا ہا نحن عن الذخیۃ  
ایضاً تغریباً ثم

تو کثیر پانی کا داخل ہونا حوض کی بڑائی پر دلالت  
کرتے گا اور دوسری چیز دگنا ہونے کی زیادتی، اور  
دوسرے فقہاء ایک گنا اور تین گنا کا ذکر کرتے ہیں،  
تو دوسرا دھونے میں تثلیث کے لیے ہے اور پہلا  
کنویں پر قیاس کرتے ہوئے ہے، کیونکہ کنویں میں  
چونکہ ہے وہ اگر نکال لیا جائے تو کنواں پاک ہو جائیگا  
بڑائی میں بھی ہے، اور دگنا ہونے کی کوئی معقول  
وجہ موجود نہیں، ہذا۔ پھر علیہ میں فرمایا "اور لیکن  
ذخیرہ میں اس مسئلہ سے قبل اور اہل مسرقہ کے  
فتاویٰ میں ہے کہ اگر کوئی بڑا تالاب ایسا ہو جو  
حرمیوں میں شمار کیا جاتا ہو اور اس میں انسان اور  
چوپائے بول و باز کرتے ہوں (تو اس کا حکم وہ بیان  
کیا جو ہم نے آٹھویں اصل میں غانیہ وغیرہ  
دس کتب سے نقل کیا) فرمایا اس مسئلہ کے جواب  
پر قیاس کرتے ہوئے مصنف نے جو مسئلہ ذکر کیا ہے  
اس کا بھی جواب ہوگا، اور وہ یہ کہ اگر داخل ہونے  
والا پانی پہلے نجس پانی پر داخل ہوتا ہے یا نجس جگہ  
پر تو وہ نجس ہے اور اگر پاک پر داخل ہوتا ہے اور  
اس میں ٹھہرتا ہے یہاں تک کہ وہ درود ہو جائے  
پھر نجس سے متصل ہو تو وہ پاک ہے فرمایا یہ مسئلہ  
مذکورہ میں بطور تخریج قیاساً قول ہے اور وہ مذکور قول

اس میں بطور نص ہیں جس کو ہم نے ذخیرہ سے بطور تخریج نقل کیا ہے: (ت)

میں کہتا ہوں اللہ محقق پر دم کرے نہ تو

اقول رحمہ اللہ المحقق لا تثلیث



ولا تخريج اما الثانية فظاهر فان المسألة  
المذكورة مسألة المتن حوض كبير وفيه  
نجاسات فامتلا والتي اوسد قعرها من  
الذخيرة عند بر كبير لا يكون فيه ماء في  
الصيف ويروث فيه الناس والدواب و  
اي فرق بينهما الا في اللفظ فلا قياس ولا  
تخريج بل القولان المذكوران في المتن  
منصوص عليهما في مسألة الذخيرة والتفصيل  
المذكور فيها منصوص عليه في مسألة المتن  
واما الاول فلانه ليس لاحد ان يقول الماء  
وان حكر في بطن الحوض قبل وصوله  
الى النجس يتنجس حين يصل اليه وكيف  
يتنجس وقد فرض كثير من هذا خلاف الاجماع  
فالتفصيل المذكور في الذخيرة هو  
المراد قطعاً في القول الاول وانما طرد ذكره  
للعلم به كما قلتم ههنا ان من المعلوم حيث  
قلنا في هذا المسألة او امثالها ان الماء  
ظاهر فهو مشروط بكونه لا اثر للنجاسة  
فيه فترك التقييد به في ذلك للمعلم به و  
اياك والمذلول عنه فيذهب بك الوهم  
الى تخطئتهم في ذلك وهم من ذلك بترار  
اه فكل يسرخ لاحد ان يجعل التقييد  
بعدم ظهور الاثر قولاً لا بما في المسألة  
وقد اشرنا اليه بعد ذكر الضابط الثالث  
فبائس الا قولان التفصيل المذکور

له عليه

ثالث ہے اور نہ تخریج ، دوسرا تو ظاہر ہے کہ اگر مسئلہ  
مذکورہ متن کا مسئلہ ہے کہ ایک بڑا حوض پر جس میں  
نجاستیں ہوں اور بھر جائے ، اور جس کو تم نے ذخیرہ  
سے نقل کیا ہے یعنی بڑا تالاب جو گرمیوں میں خشک  
ہو جاتا ہے اور اس میں انسان اور جانور بول و براز  
کرتے ہوں ، ان دونوں میں لغتی فرق کے علاوہ اور  
کیا فرق ہے ، تو نہ قیاس ٹھیک ہے اور نہ تخسیر کی  
درست ہے بلکہ دونوں قول جو متن میں مذکور ہیں اور  
ان کو ذخیرہ میں صراحت سے ذکر کیا ہے اور اس میں  
جو تفصیل ہے وہ متن میں منصوص ہے لیکن پہلا تو  
اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا جبکہ  
پانی حوض میں کثیر ہو نجس تک پہنچنے سے پہلے ، تو وہ نجس  
ہو جائیگا جب وہ نجاست تک پہنچے گا ،  
اور نجس کیسے ہو گا حالانکہ اس کو کثیر فرض کیا گیا ہے  
یہ اجناس کے خلاف ہے تو جو تفصیل ذخیرہ میں ہے  
وہی قطعاً مراد ہے پہلے قول میں اور اس کو ذکر  
اس لیے نہیں کیا کہ وہ پہلے ہی معلوم ہے ، جیسا  
کہ تم نے یہاں کہا ہے کہ یہ بات معلوم ہے جبکہ ہم  
نے اس مسئلہ میں اور اس جیسے مسائل میں کہا کہ  
پانی پاک ہے ، مگر اس میں یہ شرط ہے کہ نجاست  
کا اثر اس میں ظاہر نہ ہو تو اس قید کو معلوم کرنے  
کی بنا پر چھوڑ دیا گیا ہے ، اس سے آپ غافل  
نہ ہوں ورنہ آپ ان کو خطا کا قرار دیں گے حالانکہ  
وہ بے قصور ہیں اہ تو کیا کوئی اثر کے ظاہر نہ ہونے  
کی قید لگانے کو چوتھا قول قرار دے سکتا ہے

فی الکتاب العشرة والطلاق الطهارة وما للہ  
اور ہم نے تیسرے ضابطہ کے بعد اس کی طرف اشارہ  
کیا ہے۔ تو وہاں صرف دو ہی قول ہیں مذکورہ تفصیل  
دسوں کتب میں ہے اور طہارت کا اطلاق ہے۔ (ت)

**ثم اقول** وبه استعين (الشيء الذي يحتاجه) یہاں دو بحثیں ہیں،  
بحث اول ہم اوپر بیان کر آئے کہ جریان آب نہیں مگر فضا میں اس کا اپنے میل طبعی سے رواں ہونا اور  
فضائے غیر محدود خیر مقصور اور محدود بطون عرض میں بھی موجود بارش یا سیل وغیرہ کا پانی کہ اوپر سے بہتا ہوا  
آیا اور بطون عرض میں داخل ہوا وہ قطعاً آب بھی رہا ہے جب تک کنارہٴ مقابل پر جا کر رک نہ جائے۔  
اولاً جاری کی دونوں قسمیں اشہر و اظہر اس پر صادق ہیں وہ ایک تنسکا گیا ایک ٹنٹھا ہمالے جالیٹھا  
اور بے شک جب تک اس کا بہاؤ نہ ٹنٹھے سے بہتا ہی کہا جائیگا اہل عرف میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سیلاب عرض  
کے کنارے تک پہنچتے ہی قلم گیا آب اس میں روانی نہ رہی جب تک بھر کر ابالی نہ دے پھلے کنارے پر قلم جائے  
تو عرض کو بھرے کوئی اور اُٹالے کیوں کر۔

ثانیاً نہ جاری میں سیلاب کی دھار اگر گری آب چاہئے کہ وہ نہر جاری نہ رہے جب تک بھر کر  
اُبل نہ جائے کہ اعتبار دے آگیا ہے اور اب دھار آگیا ہے جسے جو نہر میں داخل ہوتے ہی  
ساکھ مان لیا گیا۔

**ثالثاً** مینہ کا پانی کہ چھت پر بہتا پرتاؤں سے کرتا صحیح غازی میں رواں ہو قطعاً آب جاری ہے اگرچہ  
ابھی مکان کی نالی سے بھی نہ نکلے مکان کی چھت تک لبریز کر کے دیواروں پر سے ابالی دینا تو قیامت ہے،  
پہلے میں ہے :

ان كانت الانبياس متفرقة على السطح ولو  
تكن عند الميزاب ذكره عيسى بن ابيات  
(أي تليد محمد من حصص الله تعالى)  
انه لا يصير نجسا ما لم يتغير و حكمه  
حكم الماء الجاري وقال محمد ان كانت  
النجاسة في جانب من السطح او جانبين  
لا ينجس الماء ويجوز التوضوء به وان  
كانت في ثلثة جوانب ينجس اعتسبا  
اگر نجاستیں چھت پر پر آگندہ ہوں اور پرتاؤں کے پاس  
نہ ہوں تو عیسیٰ بن ابیات نے ذکر کیا (یعنی محمد کے  
شاگرد نے) کہ وہ نجس نہ ہو گا جب تک کہ متغیر  
نہ ہو اور اس کا حکم جاری پانی کی طرح ہے اور محمد  
نے فرمایا کہ اگر نجاست چھت کی ایک جانب یا  
دو جانب ہو تو پانی ناپاک نہ ہو گا  
اور اس سے وضو جائز ہے اور اگر نجاست تین  
کناروں پر ہو تو غالب کا اعتبار کرتے ہوئے پانی

پیشہ میں ہے :

لو كان على السطح حذرة فوقه عليه المطر  
فقال الميزاب ان كانت النجاسة عند الميزاب  
وكانت المادة كله يلاصق العذرة او اكثره  
او نصفه فهو نجس والا فهو طاهر و انت  
كانت العذرة على السطح في مواضع  
متفرقة ولو تكن على رأس الميزاب  
لا يكون نجسا وحكمه حكم الماء الجاري  
كذا في السراج الوهاج وفي بعض  
الفتاوى قال مشايخنا المطر مادام يطر  
فله حكم الجريان حتى لو اصاب العذرات  
على السطح ثم اصاب ثوبا لا يتنجس الا  
ان يتغير المطر اذا اصاب السقف وسف  
السقف نجاسة فوكف و اصاب الماء ثوبا  
فما صحيح انه اذا كانت المطر لو ينقطع  
بعد ما سال من السقف طاهر كذا  
في المحيط وفي الغاية اذا لم يكن متغيرا  
كذا في التاتارخانية واما اذا انقطع  
المطر وسال من السقف شيء فاما سال فهو  
نجس كذا في المحيط وفي النوازل قال  
مشايخنا للتأخرون هو المختار كذا

اگر چھت پر پانخانہ پڑا ہو اور بارش ہو جائے پھر پرنالہ  
بجے تو اگر نجاست پرنالہ کے پاس ہو اور کل پانی  
پانخانہ سے ٹک کر آدرا ہوا اکثر یا نصف تو وہ  
ناپاک ہے ورنہ پاک ہے اور اگر نجاست چھت پر  
متفرق جگہوں پر ہو اور پرنالہ کے سر پر نہ ہو تو ناپاک  
نہ ہو گا اور اس کا حکم جاری پانی کا سا ہے ۔ اسی  
طرح سراج الوهاج میں ہے اور بعض فتاویٰ میں ہے  
کہ ہمارے مشایخ نے فرمایا اگر بارش ہو رہی ہو تو  
جاری پانی کے حکم میں ہے یہاں تک کہ اگر یہ پانی  
چھت پر پڑے ہوئے پانخانہ سے ٹک کر بھی آئے  
اور پھر کپڑوں کو ٹک جائے تو کپڑے ناپاک نہ ہوں گے  
ہاں اگر بارش متغیر ہو جائے جبکہ چھت پر پئے اور چھت  
پر نجاست ہو اور پھر چھت ٹپکنے لگے اور یہ پانی کسی  
کپڑے پر ٹک جائے تو صحیح یہ ہے کہ اگر بارش ابھی  
منقطع نہیں ہوئی ہے تو جو پانی چھت سے بہا وہ  
پاک ہے ۔ کذا فی المحيط ۔ اور حبابہ میں ہے کہ  
جبکہ متغیر نہ ہو اور اسی طرح تاتارخانیہ میں ہے اور  
اگر بارش بند ہونے کے بعد چھت سے پانی ٹپکے  
تو جو بہا ہے وہ ناپاک ہے کذا فی المحيط اور نوازل  
میں ہے کہ ہمارے متاخر مشایخ نے فرمایا اسی

## فی التماس خانیة

تمنا رہے کہ ذاتی التماس خانیہ (دست)

اقول سال من السقف ای وکف  
کما قد ما اما السائل من المیزاب فقیاس  
قطعاً وان وقف المطر کما قد منا۔  
میں کہتا ہوں چھت سے پہنچنے کا مطلب چھت  
سے ٹپکنے کا ہے جیسا کہ گزرا اور چوتھے سے بہتا ہے  
قطعاً جاری ہے خواہ بارش ٹھہری ہو (دست)

بالجملہ آئے والے پانی کے بطور حوض میں جاری ہونے سے اس کا رظا ہر نہیں ہاں جب حد مقابل پر پہنچے  
جہاں جا کر رک جائیگا یا تحریک پہنچی تو آگے نہ بڑھے گا بلکہ اوپر چڑھے گا یہ حرکت طبعی نہ ہوگی بلکہ قسری خلاف طبع تو  
اُس وقت بیشک جریان جاتا رہے گا۔

بحکمت دوم آب نجس کی تطہیر کو آب طہر سے مل کر اُس کا جاری ہونا دیکھا رہے یا آب طہر جاری کا اُس پر  
اُن کا فی اول نص محرر الذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے،

طی سدا المحتاسر عن جامع الرموز عن  
المستتر تاش عن محمد السائق كالماء والديس  
وغيرهما طهارته باجراؤه مع جنسها  
مختلطاً به۔  
اور رد المحتار میں جامع الرموز سے قرأتی سے مذکور ہے  
کہ پھنڈا والا جیسے پانی اور شیر وغیرہ اس کی طہارت  
اس کو اس کی جنس کے ساتھ طہار جاری کر دینے سے  
حاصل ہوتی ہے۔ (دست)

اقول اور اسی کے نزدیک ہے اُسے قول دائرہ سائر الماء الجاری یطہر بعضہ بعضاً  
(کہ بعض جاری پانی بعض دوسرے پانی کو پاک کر دیتا ہے۔ دست) کے تحت میں لانا۔

فانهما اذا جبریا مختلطین كان بعض  
الجاری طاهر او بعضه نجس فیطهر  
الاول الآخر بخلاف ما اذا لم يجبر النجس  
وقد یسكن انت یستأنس التماسی بما قد منا  
فی الاصل الرابع عن الحلبة عن  
المحیط الرضوی ان الماء الجاری لما اتصل  
به صاس فی الحکم جاریاً لکن ذکوة  
کیونکہ وہ دونوں جب مل کر ہیں تو بعض جاری پاک  
اور بعض نجس ہوگا تو پہلا دوسرے کو پاک کر دے گا  
بخلاف اس صورت کے جبکہ نجس جاری نہ ہو اور دوسرے  
کے لیے جو ہم نے پوچھی اصل میں حلیہ سے محیط رضوی  
سے نقل کیا ہے استدلال ہو سکتا ہے کہ جب جاری  
پانی اس میں مل گیا تو جاری کے حکم میں ہو گا اور  
لیکن اس کا ذکر انہوں نے دیا کیا ہے جہاں

لے فتاویٰ ہندیہ  
شہ رد المحتار  
۱۴/۱  
۱۲۴/۱  
فصل الاول فیما یجوز  
مطلب یطہر الحوض بجزء الجریان  
نورانی کتب خانہ پشاور  
مخطوطہ البانی مصر  
۱۴/۱  
۱۲۴/۱  
۳ علیہ

فی اشتراط الخروج من الجانب الآخر  
وان قل فالمراد الاتصال في الجريان و  
معلوم ان الجاری بعضہ لا حصل ما قبلہ  
و یحکم بطہارۃ الكل فلذا قال صار في  
الحکم جاسرا یا خافهم۔  
دوسری جانب سے نکل جانے کی شرط لگائی ہے خواہ  
کم ہی ہو تو مرد جاری ہونے میں اتصال ہے اور  
یہ معلوم ہے کہ جاری بعض ہی ہے کل نہیں ہے،  
اور حکم کل کی طہارت کا لگایا جائیگا اور اسی لیے  
فرمایا کہ یہ جاری کے حکم میں ہو گیا۔ (ت)

فقیر کے نزدیک فشاء اختلاف یہی ہے اُن بعض نے جبکہ دیکھا کہ تیار آئے والا پانی بہتا ہو اس آب نجس  
سے طاس کی طہارت کا حکم دیا پھر اگر نجاست غیر مرتبہ سے یا مرتبہ تھی اور نکال دی گئی جب تو فی ہر ہے کہ اُن کے  
طور پر سب پانی پاک رہنا چاہیے اگرچہ عرض صغیر ہو کہ جاری میں کثیر کی شرط نہیں اور آب جاری جب نجاست  
غیر مرتبہ پر وارد ہو اُسے فنا کر دیتا ہے کما حققناه فی الاصل العاشر (جیسا کہ اسکی تحقیق ہم نے پہلے علم میں کی ہے)  
تو بعد وقت اگرچہ عمل قلیل میں ٹھہرا نجاست ہی معدوم ہے ہاں نجاست مرتبہ باقیہ میں ضرور کبر عمل دیکار کہ وقت  
و وقت بدو کثرت خود نجاست نہ ہو سکے اور جمود نہ ہو نظر فرمائی کہ آب داخل اگرچہ جاری ہو مگر آب نجس کو جاری  
نہ کیا کہ بطور عرض میں نہ کا ہوا تھا اور اُس کو رُندہ ہی قلیل و اخی تھا کہ اُسے آگے بڑھنے کو جبکہ نہیں تو آب داخل اُسے  
آگے نہ بڑھ سکے گا بلکہ اوپر چڑھ جائیگا تو اُس کا اجزاء نہ ہو گا جو اُس کی طہارت کو درکار ہے مگر یہ کہ عرض بھر جانے  
اُس وقت تک تو سب ناپاک ہے اب جو آبے گا پاک ہو جائے گا کہ اب آگے بڑھنے اور سفر میں اُترنے کو جبکہ  
وسیع ہے اگر کچھ مانا کہ بطور عرض میں آب نجس کا اجزاء نہ ہو گا تو غسل یعنی دھونا تو ہو جائیگا کہ آب جاری بہتا ہوا  
اگر اُس کے تمام اجزاء پر چھائیگا۔

اقول اولاً پانی کو مردنا شہرہ سے مہرہ نہیں مگر وہی طاس ہر سے طاس کا اجزاء۔  
ثانیاً غسل ہر کا تو فقط سطح بالا ہے آب نجس کا اندھ کوئی جامہ شئی نہیں کہ ضرورتاً غسل سطح قائم مقام  
غسل کل ہو،

وهذه فائدة استنبطها الفقير مما في  
فتح القدير في بيان مذهبنا صاحب  
الانكافاة جامة قطرها الغسل  
اذا اخذت من بطون جدی ميت  
يفادله خود فقیر نے جہاں صاحبین کا مذہب فتح القدير  
میں بیان ہوا ہے میں نے مستنبط کیا ہے، اگر وہ  
خشک ہو تو دھونے سے پاک ہو جائیگا اور یعنی  
مردہ بکری کے پتھر کے پیٹ سے نکالے گئے ہوں کیونکہ

لثمة جسمها عند هما بوعائها المتنجس بالموت  
 واستظهر في مواهب الرحمن وذكور  
 طهارتها جامدة بالفضل كافتح وعند  
 الامام طاهرة لانه لا اثر للتنجس شرعا ما  
 دامت في الباطن القفاسة فضلا عن  
 غيرها فتحة وهو الراجح درو الا فحصة  
 الدين في بطن الجدوى المراضع  
 فتح، اور یہی رائج ہے در اور انھوں اس دودھ کو کہتے ہیں جو بکری کے شیر غوار پختے کے پیسٹ میں  
 ہوتا ہے۔ (ت)

مثلاً علی التسلیم (فصل دوم) اگر تسلیم کریں یا جائے (ت) غسل کے لیے تثلیث درکار ہوتی یا نہ باب نہایت پر  
 غلبہ نظر۔ ہر حال میں غسل کا منسلک ہے نہ الیٰ صرف کہ جب تک جدا نہ ہو منسلک ہے نہ الیٰ نہایت  
 نہ ہوا تو حکم طہارت نہ ہوا۔ یوں بھی خروج لازم ہو گیا ظاہری وجہ سے جو رہنے حکم نہایت دیا۔

اقول مگر جس طرح قول دوم پر بحث دوم وارد ہوتی پر یہی قول اول پر بحث اول وارد ہوگی۔ ان  
 اکابر نے بطن حوض میں سیکھ کر آب کو جہان ہی نہ ٹھہرایا بشرط خروج کی تصریحات و تفصیلات کہ جواب دوم  
 میں غلبہ و ظہیر اور جواب پنجم اصل دوم میں حکم العلقانہ و فقیہ ہندوئی و فقیہ سمرقندی اور اصل سوم  
 میں تبیین و فتح و بحر محیط و قرطبی و امام حاتم شہید و تاجار غانیہ و ظہیر و ہندوئی اور اصل چہارم  
 میں تبیین و بحر محیط و غلبہ و خلاصہ و رد المحتار و رد جہارت ظہیر و امام ابو بکر عیسیٰ و غیرہ اور اصل ششم  
 میں شریعت ہدیہ و نحو سے گزیریں اس کی قویہ توجیہ واضح ہے کہ جو نجس پانی حوض میں تھا اس کے جریان و ظہیر  
 کے لیے خروج ضرور ہے تازہ پانی کو اوپر سے آیا ان سے اس کے جریان کی نفی نہیں ہوتی مگر ان نصوص کثیرہ کا  
 کیا جواب جو صراحت اس آب داخل ہی کے جریان کا ابطال کرتے ہیں اگرچہ بطن حوض میں کتنی ہی دیر ہو کہ  
 کرتا جائے مثلاً،

اولاً وہ تصریحیں کہ پانی اگر بطن حوض میں وہ در وہ رہے سے پہلے نہایت سے ملے گا جتنا آتا جائیگا  
 ناپاک ہوتا ہائے گا جیسا کہ جواب چہارم میں امام صفار سے گزارش امام حکم العلقانہ اسے مقرر رکھا اصل ہشتم  
 فی ذی امام قاضی خان و جو اہر اخلاطی سے اور ایسا ہی خزائن المقتین و فتاویٰ ذہیرہ میں ہے غلبہ میں اس پر  
 تقریر ہے غلبہ میں اس کے نیچے ہیں اگر جاری مانا جاتا وہ در وہ رہنا کیا شرط ہوتا کہ ہماری کتاب ہی قلیل ہونا ناپاک

نہیں ہو سکتا جب تک نجاست سے اسی کا کوئی وصف نہ بدلے ہوئے کی وجہ سے مسئلہ اصل ۹ میں گزرا۔  
 ثانیاً یہ قلیل و شرط نہ بھی ہوتی تو اس مسئلہ ذرا کا نفس حکم کو کتب معتدہ جہاں پیر شاہ پیر میں دائر و سائر  
 ہے خود آستہ جاری نہ ماننے پر بان کا ہر ہے جواب چارم میں غیہ و بدائع و صفات و علیہ اور نجم میں علیہ و غیہ  
 اور اس کی اصل ہشتم میں غائیہ و غرائز المقتین و محیط و علیہ و خلاصہ و فتح و فتاویٰ شمس قدس و کبیر و  
 ہند و غائیہ و غیہ و فرغ آخر قاضی خاں و جو اہر الاخطائی سے تصریحیں اور نصیحتیں گزریں کہ حوض کشتنا ہی  
 کبیر ہو جب اس میں قلیل پانی ناپاک تھا پھر پانی آیا اور لبالب بھر گیا ناپاک ہی رہا۔ بھلا جب تک حد قلت میں تھا  
 یہ کہہ سکتے تھے کہ آنے والا پانی اگرچہ اپنے داخل ہونے سے دوسری جانب پہنچے تک جاری رہا مگر وہاں جا کر توڑک  
 گیا اور ہے قلیل اور نجاست یا آب نجس سے متصل قواب ناپاک ہو جائے گا اسی طرح جو پانی آتا جائے گا حد قلت  
 تک یہی حکم پائے گا وہم انما قانوا حائل ما دخل صائر نجسا لا حکما دخل تنجس مگر حوض تو  
 بکیر ہے جب حد قلت سے آگے بڑھے گا کیا کہا جائے گا۔ آیا بہتا ہوا اور ٹھہرا کبیر ہو کر تو کسی وقت قابل قبول  
 نجاست نہ ہوا پھر یہ حکم کیوں ہے کہ لبالب بھرنے پر بھی سب ناپاک۔ بلکہ لازم تھا کہ یا تو حصہ ہلا کر جہاں  
 سے حد کثرت ہے (اور ممکن ہے کہ حوض کبیر کا منظم حصہ وہی ہو) پاک کیوں اور حد قلت سے نیچے تک ناپاک یا  
 نظر براں کہ حصہ زیری تھا زورت نہ رکھنے کے باعث ہلا کا تابع ہے سب پاک۔

اقول اور ظاہر ایسی اقیس ہوتا آفرینہ دیکھا کہ حوض کشتنا ہی حقیق ہو بلکہ گہرے سے گہرا کنواں اگر لبالب  
 بھر کر ابل جائے اوپر سے نیچے تک سب پاک ہو گیا کہ آب جاری ہو گیا حالانکہ یقیناً حرکت جریانی صرف اوپر کے  
 قلیل حصہ کو پہنچے گی آنے والا پانی جہاں تک کے پانی کو دبا کر سب تھہر کر ابلے ابلے گائے تھے بھر جہاں واقع ہو گا  
 نیچے گزروں تک کے پانی کو خبر بھی نہ ہو گی اور ٹھہرا سب پاک۔ اسی لیے کہ صورت واحد وثنی واحد ہے، یوں ہی  
 آب کثیر کہ صورت واحد رکھتا اور اوپر قلیل حصہ کثیر اور نیچے سب قلیل ہے اور نجاست را سب پڑی کہ تہ تک پہنچی  
 سب پاک رہے گا روئے آب کی کثرت و طہارت تہ تک عمل کرے گی کذا ہذا۔

### فان قلت فی الجواب

عنہما ان العبرة فی الکثرة والقلّة لاوان  
 الوقوع وهذا کان قلیلا عندہ والستشہد  
 بہ کثیرا فافترقا اما العجوبان فمقتدر  
 بنفسہ لا لحاظ فیہ لکثرة او قلّة وقت  
 الوقوع فاذا اجسری وجہہ وہو ثقی واحد

اگر تم ان دونوں کی طرف سے جواب میں یہ  
 کہہ کر کثرت و قلت میں اعتبار کرنے کے وقت کا  
 اور یہ گرنے وقت قلیل تھا اور جس سے استہلال کیا جا رہا  
 وہ کثیر ہے تو دونوں میں فرق ہو گیا، اور جاری ہونا  
 قویہ بنفسہ معتبر ہے اس میں کثرت و قلت کا کوئی  
 اعتبار نہیں، وقوع کے وقت میں، تو جب وہ جاری

فقد جرى كله فلا يقام عليه طهارة الا  
لاستقراره على الكثرة فانها غير الجبر  
اقول اولاً اذا احكنا بطهارة الحبل  
لاجل الجريان انقطع حكم وقت الوقوع  
فاذا وقف فكاننا الالب وقت وهو حينئذ  
كثير اذا العبرة للوجه وما تحت تبعه  
فما وقع الا في الكثير والفضل الان بين  
الا على والاسفل بالكثرة والقلّة خروج  
عن حكم الوحدة وعلى هذا يلزم تنجس  
الاسفل المستشهد به ايضا لان النجس  
الراسب لو يصل اليه الاحيين قلته ههنا  
وثانياً لن سلم فهدا مضر سيحود  
نافعاً فان الماء الداخل حيث كان جازياً  
حق الوصول الى الصنعة والصورة واحداً  
فقد جرى على الكل فانقضت النجاسة رأساً  
ان كانت خير منية وكذا المصنوعة قد اخرجت  
فلا معنى لمودها حين استقراره ولو على القلة  
وانشئت الى الاصل الكثير لبقية طافية فلم  
يتنجس اذا استقر كثير او قد طهر ما تحته  
بالجريان فلا يبقى الا ما اذا كانت مربية  
باقية راسية وكلاهما مطلق حاد بالصود  
قاطبة .

ہوا اسکی سطح سے حالانکہ وہ شے واحد ہے تو گویا کل جاری  
ہوا، تو اس پر اور واسطے کی طہارت کو قیاس کرنا  
درست نہ ہوگا کہ وہ کثرت پر مستقر ہے کیونکہ یہ  
جریان نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اولاً جب ہم نے کل کی طہارت  
کا حکم لگایا جاری ہونے کی جیسے تو گرنے کے وقت کا  
حکم منقطع ہو گیا، تو جب ٹھہرا تو گویا وہ ابھی ٹھہرا ہے  
اور اس وقت وہ کثیر ہے کیونکہ اعتبار سطح کا ہے،  
اور جو اس کے نیچے ہے وہ اس کے تابع ہے تو  
کثیر ہی میں واقع ہوا اور اعلیٰ اور اسفل میں اس  
کثرت و قلت کے اعتبار سے فرق کرنا وحدت حکم سے  
منسوخ ہوگا اور اس سبب پر نیچے  
واسطے کا نجس ہونا لازم آئیگا جس سے استصحاب بھی  
کیا گیا ہے کیونکہ نجاست راسیہ اس تک نہیں  
پہنچی ہے مگر قلت کے وقت یہ خلاف مفروض ہے۔  
اور ثانیاً اگر تسلیم کر دیا جائے تو یہ ہمارے لیے ضرر ہے اور عقوبت

نافع ہو جائے گا، کیونکہ اخل جرتے والا پانی جاری  
تھا یہاں تک کہ وہ اپنی انتہا کو پہنچا اور صورت واحد ہے  
تو کل جاری ہو گیا اور نجاست اگر غیر مریہ ہو اور اس طرح  
اگر حین نکال دی گئی ہو تو سرے سے ختم ہو جائیگی تو اس کے  
لوٹنے کے کوئی معنی نہیں جب کہ پانی ٹھہرا ہوا ہو  
اگرچہ کم ہی ہو اور وہ نجاست اوپر واسطے کثیر پانی کی  
طرف منتقل ہو گئی، اگرچہ وہ اوپر تیر رہی ہو، تو جب کثیر پانی ٹھہرا ہو تو وہ ناپاک نہ ہوگا اور اس کا پھلا حد پانی کے  
جاری ہونے کی وجہ سے پاک ہو گیا تو باقی نہ رہے گا مگر جو مری ہو لہذا تہ میں باقی ہو اور ان کا کلام مطلق ہے اور

تمام صورتوں کو شامل ہے۔ دت



ثالثاً جواب چارم میں جہادت فتح القدر پر دربارہ حرم غیر کہ بھر کر بھی ناپاک رہے گا اُسی عدم تسلیم جریان پر وال در نہ نجاست غیر مریہ یا مریہ کہ نکال دی ضرور زائل ہو جاتی۔

رابعاً تنبیہ جلیل میں غیہ و غیظ و علیہ وغایہ و ہندیہ و ذخیرہ کی جہادت ائمہ اجلہ علی سندی و نصیر میں بھی و غلبت بن ایوب رحمہ اللہ قتائی کے ارشادات کہ ایک عرض سے دوسرے میں انتقال آپ کے جریان ہونے کو ان میں کچھ مسافت ہونا ضرورہ نہ اس میں سے نکل کر اُس کے جوف میں جاسکتے ہوئے اُس میں وضو کیا جائے تو وضو نہ ہوگا اگر بطن میں حرکت کو جریان ملتے تو جس وقت پانی اول سے دوم میں گر رہا اور یہاں سے فشتی تک ہر واسطہ اُس میں وضو ضرور آپ جاری میں وضو ہونا بیچ میں فاصلہ مسافت کی ضرورت نہ ہوتی کما اشرفنا الیہ شہداء ان ہم جہاد توں سے روشنی کہ مجبور اس سیلان کو خود اُس آب داخل ہے کا جریان نہیں مانتے اور یہ اُنہیں وجہ سے کہ بحث اول میں غزریں اشکال سے خالی نہیں۔ اگر کچھ آب راکہ کے کثیر و ناقابل نجاست ہونے کے لیے صرف مساحت سطح آب یا طول و عرض وہ درہ کافی نہیں بلکہ اتنا عین بھی درکار ہے کہ اس میں سے پانی باقی رہے جس توڑ میں کھل نہ جائے یہی صحیح ہے ہدایہ وغیرہ کتب کثیر و اسی پر غوی ہے تفسیر یہ غلامہ درایہ جو ہرہ وغیرہ و لہذا فتاویٰ امام اجل قاضی خان پھر ہندیہ وغیرہ میں فرمایا: «اللفظ لها یلین الفاظ غیہ کے ہیں:

ان علا الماء من ثقب الجمد	جب پانی برف کے سراخ سے
وانبسط علی وجه الجمد وکان عشرين	اوپر چڑھے اور پھیل جائے برف کے سطح پر اور پانی وہ درہ ہو
عشر فان کان یحیدث لوفرت منه لایفسد	اس طور پر کہ اگر کسی نے چلو بھر کر اس سے پانی لیا اور اس کے نیچے برف نہ کھل تو منہ کے گرنے سے فاسد ہوگا اور اگر نیچے پانی
ما تحت من الجمد لم یفسد بوقسوح	برف کھل گئی یا وہ پانی وہ درہ نہ تھا تو وہ پانی فاسد
الفسد وان کان ینحصر وکان دون	ہو جائے گا۔ (ت)
عشر من عشر یفسد بہ۔	

علہ ولفظ الاولین جہاد فیہ الذخیرہ والا فلا	پہلی دو کتابوں کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں وضو جائز ہے
امہ فلیتنبہ فتأیلت فائدہ فی الرسالة	در نہ نہیں امہ خبر دار اس کا فائدہ آئندہ رسالہ
الآتية ان شاء الله تعالیٰ ۱۲ منہ	میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ
غفر لہ۔ (م)	غفر لہ۔ (ت)

لہ غنیۃ المستقی شرح غنیۃ المصلی بحث عشر فی عشر سبیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۰

تحفۃ الفقہاء دو بدائع میں امام فقید ابو جعفر سہدانی اور عینی الحنفی میں دربارہ آب جاری  
امام ابو یوسف سے اور حمید الحکیم علی الدرر و جامع الرموز میں تصریح کی کہ دونوں باتوں سے پانی لینا مراد ہے  
یعنی لپ بھر کر لینے میں نہ کھلے اور قسستانی سے مفہوم کہ اُس کا اندازہ پانچ انگل ذل ہے۔

حیث قال (انکاء) وجہ الماء (عشر) افی  
عشوا لا یحسوا رضہ بالخرقة (ای برقعہ)  
الماء بالکفین و هذا قول بعض المشایخ  
فی تقدیر العنق و علیہ الفتوی کما سلف  
الخلاصۃ و هو علی ما اختارہ من المقداری  
و العنق الذی هو خمس اصابع قریباً الخ  
قسستانی نے کہا کہ اگر پانی کا بالائی حصہ ایسا وہ درود پر  
کہ پتھر بھرنے سے پانی کی زمین نہ کھلے یعنی دونوں باتوں  
سے پانی اٹھانے سے۔ اور عینی کی مقدار میں بعض مشائخ  
کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے  
اچر وہ ہے جس کو تہ اردوں میں سے اختیار کیا ہے  
اور عینی تقریباً پانچ انگل ہے الخ (ت)

اقول و هو تقریب قریب مشہود لہ بالتجربۃ (ای اچھی تقریب ہے تجربہ  
اس پر گواہ ہے۔ ت) قرآب کثیر بھرنے کو یہ چاہیے کہ سو بات مساحت میں  
تقریباً پانچ انگل ذل کا پانی پھیلے ہوا ہو کہیں اس سے کم ذل نہ ہو تا لاپ یا عرض کہ بارش کے بہاؤ یا  
چرخ وغیرہ سے بھرتے ہیں ان کے دھار بھی اتنی نہیں ہوتی کہ تالاب یا عرض میں گزر کر تمام سطح مطلوب پر اُس  
کنارے تک مٹا پانچ انگل پانی چڑھا دے پانی بالبطع غالب مرکز ہے اُس کے اجزاء زبرد بالاً اُسی وقت تک وہ  
سکتے ہیں کہ اوپر کے اجزاء اڑ سکتے کی جگہ نہ پائیں جب محل پائیں گے فوراً اُن کو پھیل جائیں گے پرنالے سے جتنے ذل  
کی دھار اُتر رہی ہے زمین پر آکر ہرگز اتنے ذل پر نہ رہے گی مٹا پھیلے گی یہی سبب ہے کہ مثلاً عرض میں ایک  
پورے کنارے سے پانی جس حجم کا اتار دے یا آنکھ دو برابر جاری اور عرض کے سارے عرض میں مٹا ساری ہے  
تو پاتے تھاکہ یہی حجم آخر تک محفوظ رہتا اور دوسرے کنارے پر مٹا اتنے ذل کا پانی ہو جاتا مگر ایسا نہیں  
ہوتا بلکہ اُس کنارے پر بتدریج بڑھتا ہے اور اوپر گزرا کہ دوسرے کنارے پر پہنچ کر یہ جریان ٹھہر جاتا ہے  
تو مساحت کی کثرت کی نفع دے گی جبکہ مٹا پانچ انگل ذل نہ ہو بتدریج ہوا تو ہر وقت آب قلیل ہے  
ناپاک ہو گیا اور کیا وہ بھی روئی کم تھا روئی ناپاک ہو ایاں تاک کہ عرض کبیر بھر گیا اور ناپاک ہی رہا۔ ہاں  
عظیم سیلابوں میں اتنے اور اس سے زیادہ حجم کا پانی اُس کنارے پر مٹا چڑھتا ہے مگر وہ دم کے دم میں

تالاب کو بھر کر اُبال دیں گے تو اس صورتِ نزاع میں رہے گا ہی نہیں اور یا فرض اگر کبھی ایسی صورت ہو کہ اُسے عظیم بہاد کا پانی آئے اور کنارہ سمی پر دم دے تو یہ بغایت نادر ہے اور احکام فقہیہ میں نادر کا لحاظ نہیں ہوتا۔ یہ ہے اُس حکم و اثر ساز کا خشا اور یہ ہے اُس تعلیل کا مفاد کہ محل صا داخل صا و نجسا یہ ہے وہ غایتِ غدر کہ تالاب میں باہر سے آئے واسلے پانی کو جاری مان کر بھی بحالِ نجاستِ مرتبہ باقیہ تمام تالاب کو ناپاک ٹھہرائے کتنا ہی کبیر ہی اگرچہ مستطو ضمین و مستطو نجاست غیر مرتبہ یا مرتبہ فوج کا اب بھی جواب نہ ہوا۔

**اقول** مگر اس تقریر پر وہ صورت وارد ہے کہ اگر پانی تالاب میں داخل ہو کر پئے وہ درود ہو گیا پھر نجاست سے ملا تو ناپاک نہ ہو گا کہ وہ درود وہی پانچ انگلِ ذل بھی تو درکار۔

اگر کچھ ملنے سے پہلے اُس پوری مساحت میں اتنا ذل پیدا ہونا بعید نہیں کہ بھین تو بھیتے میں ہوتا ہے اور ٹکلی ہے کہ ملنے سے پہلے کیسی ٹھہر کر ذل پیدا کرے پھر ملے۔ یہی برسہ کہ صورتِ مذکورہ غایت میں ان فعلوں سے ارشاد ہوئی:

واجتمع الماء في مكان طاهر وهو عشرين  
عشرية  
خلاصہ میں،

اور پانی پاک جگہ اکٹھا ہو گیا اور وہ درود ہے۔ (ت)

انكان الماء الذي يدخل في القدر ويستقر  
في مكان طاهر حتى صار عشرين  
عشرية  
فتح القدير و بقر الرائي میں،

اگر وہ پانی جو تالاب میں داخل ہو رہا ہے پاک جگہ ٹھہر گیا یہاں تک کہ وہ درود ہو گیا۔ (ت)

انكان دخول في مكان طاهر واستقر فحسب  
حتى صار عشرين في عشرية  
وغيره و حلیہ میں،

اور اگر پاک جگہ پانی داخل ہو کر ٹھہر گیا یہاں تک کہ وہ درود ہو گیا۔ (ت)

انكان الماء الذي يدخل القدر اذ لا

۱/۴	فصل الماء الراكد	نوشور ٹکٹہ	۱/۴
۵/۱	فصل في الحياض	-	۵/۱
۱/۴	القدير العظیم	فوریہ رضویہ سکھر	۱/۴

لہ فتاویٰ قاضی غازی

لہ غلامۃ الفتاویٰ

لہ فتح القدير

یستقر فی مکان طاهر حق ھیب و عشر اے جگہ نہیں ٹھہرتا ہے یہاں تک کہ وہ در وہ  
عشر لے ہو جائے۔ (ت)

ورنہ صرف وہ در وہ ہونے کے لیے کسی مکان میں ٹھہر کر جمع ہو لینا کیوں در کا دہرتا۔  
اقول اس وقت کا دل کیا فائدہ دے گا جبکہ اُسے آئے بڑھ کر نکاستوں سے ملنا ہے بڑے گا پھر اُسی  
بہنے پھیلنے سے جو اُس میں وہ حجم نہ رہنے دیں گے۔

اگرچہ انفصال نجاست یوں بھی ممکن کہ آب نجس بڑھ کر اُس سے ملے۔  
اقول یہ تصویر مفروض کے خلاف ہے اور ثانیہ میں الفاظ مذکورہ کے بعد تصریح ہے و ثلث تصدی  
الی موضوعہ النجاستیہ (پھر نجاست کی جگہ تک تجاوز کر جائے۔ ت) بقیہ کتب مذکورہ میں ہے، شہ  
انتہی الی النجاستیہ (سمندر نجاست تک پہنچ جائے۔ ت) بالجملة کلمات جہر پر کسی طرح اُس آنے والے  
پانی کا بھی بطی عرض میں برائی درست نہیں آتا۔

وانا اقول و اللہ الترفیق تحقیق میں ہے کہ وہ جاری نہیں ورنہ اگر مکنا نصفت لڑنے میں ناپاک  
پانی ہو جس میں نجاست غیر مرتبہ ہو یا مرتبہ تھی اور نکال دی اُس کے بعد لٹا بھر دیا اور کناروں سے کچھ نکالا  
بلکہ بھرا بھی نہیں کچھ پانی ڈال دیا تو اُس کے ایک کنارے سے دوسرے تک پر گیا تو چاہیے کہ سب پانی اور لٹا  
پاک ہو جائے کہ جریاں ہو گیا اور وہ نجاست غیر مرتبہ کو فنا کر دیتا ہے اور اُس میں کوئی مسامتہ شرط نہیں اور  
بعد فائے نجاست قلت پر استقرا کیا مضر حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں یہ مشایخ کہ خروج اصلا شرط  
نہیں کرتے اُن کا کلام بھی عرض کیسے میں ہے لہذا فیہ و غیرہ و نظم زندہ و لیس میں فرمایا اذا کاہن الحوض کبھا

علہ تنبیہ اس سند کی تحقیق جلیل سالہ بہرہ الجہیر میں آتی ہے ہاں سے بتوفیق الہی یہ توفیق ظاہر ہوگا  
کہ پانی کے فی نصفہ کثیر ہونے کے لیے متن درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ زمین کہیں کھل نہ ہو اور یہ جو اتنا ملحق شرط  
کیا گیا کہ پانی لینے سے زمین نہ کیسے اُس حالت میں ہے کہ اُس کے اندر وضو غسل کریں اسس قصید پر تو جیسے  
مذکور کی تجاویز ہی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

لے علیہ

لے قاضی خان الماد الراکد قول کثور کثفہ ۴/۱

لے بوالرائی اجاث الار ایچ ہایم سعید گینی کراچی ۷/۱

لے نیت المصلی فصل فی الخیض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۷

بزاز میں بٹا ہر حق کو صفت قدرت سے مطلق رکھ کر فرمایا : **لَمْ يَدْخُلْ مَا دَكَّ شَيْءٌ (محسوسہ بخیر پانی**  
**و داخل ہر ت) غنیہ میں اُن کے حکم کی تعلیل یوں فرمائی :**

(قبیل لیس بنجس) لَمْ يَدْخُلْ مَا دَكَّ شَيْءٌ لَمْ يَدْخُلْ مَا دَكَّ شَيْءٌ (کہا گیا ہے کہ یہ نہیں ہے) کیونکہ یہ بڑا ہے ایسا کہ  
 حکل ذلک۔ یہ سب کچھ پہلے گزر چکا ہے۔ (ت)

قریباً اعتراض بھی اسی قول دوم پر رہا مگر یہ کراؤ کا کلام مرتبہ باقیہ سے مخصوص کیا جائے۔ اب رہے وجہ شلشہ  
 مذکورہ بحث اول اقول وہ استعین بظرف حبس و حفظ آب کے لیے ہر اُس میں پانی کی حرکت عرفاً  
 جریان نہیں کہلاتی مشک کی تہ میں کٹ پڑا بھر پانی ہو اُسے دبا نہا نہ کر زیر پاؤں کیجئے کہ پانی اُدھر سے اُدھر  
 اُدھر سے اُدھر جائے اسے کوئی جاری ہونا نہ کہے گا۔ جب دبا لے سے نکل کر بجے گا اب کہیں گے کہ پانی بھاریاں  
 سے تیز و جود کا جواب ہو گیا کہ بطن ظرف میں متحرک کر عرفاً جاری نہیں کہتے اور مکان اعداس کی دیواریں کوئی  
 ظرف آب نہیں اور نہ ظرف ہے مگر نہ ظرف حبس بلکہ عمل جریان بخلاف تالاب اور حوض کے، اگرچہ کبیر ہوا تو  
 بحمد اللہ تعالیٰ قول جمہوری پر سرش تحقیق مستقر ہوا اور کیوں نہ ہو کہ :

المصل علی قول الاحقر و ید اللہ علی  
 الجماعۃ هذا کلامہ ما فاض علی قلب  
 الفقیر ۛ من فیض اللطیف الخیر ۛ مع  
 قشت البال ۛ و تراجم البلبال ۛ و حجوم  
 الحصاد ۛ بافراح الفصاد ۛ واللہ المستعان  
 و علیہ التکلون ۛ ولا حول ولا قوۃ الا  
 باللہ العلی العظیم ۛ و حبینا اللہ و نعم  
 الوکیل ۛ نعم المولیٰ و نعم النصیر ۛ  
 مع عدت العادون و جاموا  
 و رجوت اللہ عجیرا  
 و کفی باللہ و لیب  
 و کفی باللہ نصیرا

عمل اکثر کے قول پر ہی ہوتا ہے، اور اللہ کا ہاتھ  
 جماعت پر ہی ہوتا ہے، یہ سب کچھ فقیر کے دل  
 پر اترا، اہربان باخیر خدا کے فیض کرم سے ہے،  
 حالانکہ طبیعت پر انگہ اور پیہم مصائب میں گرفتار  
 ہوں اور ماسد میں نے انگ کی قسم کے فساد پر پا کر رکھے ہیں  
 اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ  
 کیا جاتا ہے اور طاقت و قوت اللہ ہی سے ملتی ہے  
 جو بلند اور با عظمت ہے، ہمیں اللہ کافی ہے اور  
 معتبر کا ساز ہے، بہترین آقا اور بہترین مددگار  
 دشمنوں نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔ اور میں اللہ کے  
 کرم کی امید کرتا ہوں عالتبت انکساری میں  
 اور اللہ کافی کا ساز ہے اور اللہ کافی مددگار ہے

شاہ بزاز مع المنیر نور فی الخفی  
 غنیۃ المستمل عشرۃ عشر  
 ذرائع کتب خانہ پشاور  
 سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱

وَمَا قُلْتُ فِيهِ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مُسْتَجِرًا بِذِيْلِهِ الْأَحْكَمُ ۝  
مِنْ سَوَّلَ اللَّهُ أَنْتَ الْمُسْتَحْبِسُ  
فَلَا اخْشَى الْإِعَادَى كَيْفَ جَاءُوا  
بِفَضْلِكَ أَرْتَبِحِي أَمْ عَنْ قَرِيبٍ  
تَسْتَرْقِي كَيْدَهُمْ وَالْقَوْمُ مَبْأَسُوا  
وَقُلْتُ ۝

مِنْ سَوَّلَ اللَّهُ أَنْتَ بَعْثْتَ فَيْدَنَا  
مَكْرِيًا مِنْ حِمَّةٍ حَصْنَا حَمِينَا  
تَخَوَّفَنِي الْعَذَى كَيْدًا مَتِينًا  
أَجْرُنِي يَا أَمَامَ الْخَائِفِينَ  
وَمَا قُلْتُ قَدِ بِنَا فِي رَبِّهِ الْآخِرُ سَنَةً  
الْعَفْوَ ثَلَاثَةً فَرَأَيْتَ الْإِجَابَةَ فَوْقَ الْإِدْقِ ۝  
وَفُوقَ الْمَطْلَبِ وَالْأَمْرَ أَدَقُّ سَرِيحًا فِي  
السَّاحَةِ ۝ اللَّهُ الْحَمْدُ أَبَدًا ۝ وَاسْجُدْ  
سَرْمَدًا ۝

الْحَمْدُ لِلَّهِ	بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ
وَصَلَاتِهِ	خَيْرُ الْإِنَاءِ مُحَمَّدٍ
وَالْأَلِّ وَالْإِصْحَابِ	عَاوَايَ عِنْدَ شَدِّ الدَّكِّ
قَابِلِ الْعَظِيمِ	يَكْتَابُهُ يَا حَمْدُ
وَبِئْسَ أَقْبَلُ بِلَا حَمْدٍ	وَبِئْسَ حَمْدٌ وَبِئْسَ حَمْدٌ
وَبِطَيْبَةِ وَبِئْسَ بَخْوَتٌ	وَبِئْسَ بَخْوَتٌ وَبِئْسَ بَخْوَتٌ

عَلَيْهِ هُوَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَنَبِيَّتُ  
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَمَلَةُ الْقُرْآنِ مِنْ  
أَلِهِ وَنَجْوَاهُ وَاحْتِصَالُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ  
۱۲ مِنْهُ نَفْضُ لَهُ (م)

میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان  
اقدر میں آپ کے دامن کی پناہ حاصل کرنے کے لیے  
یہ اشعار کہے ہیں اے اللہ کے رسول! آپ ہی سے  
مرد طلب کی جاتی ہے، تو اب مجھے دشمنوں کا کچھ  
توفت نہیں کہ وہ کیا ظلم و ستمیں لگے، مجھے آپ کے  
فضل سے امید ہے کہ عنقریب ان کا مکر پارہ پارہ  
ہو جائیگا اور وہ ہلاک ہو جائیں گے۔

اور عرض کیا ہے اے اللہ کے رسول! آپ  
ہم میں مبعوث کئے گئے رحمت بنا کر اور مضبوط قلعہ  
بنا کر۔ مجھے دشمن اپنی مضبوط چالوں سے ڈراتے  
دھمکاتے ہیں اسے خوفزدہ لوگوں کی پناہ! مجھے پناہ  
دیجئے۔

اور اس سے پہلے ربیع الآخر سنہ ۱۳ میں  
کہا تھا تو امید سے فزونِ زحیرت انگیز طور پر  
میری مرادیں پوری ہو گئیں و شہد الحمد، خدا کرے  
ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے۔

تمام تعریفیں خدا سے کی تاکہ سزاوار میں جو اپنے  
جلال میں کیاتا ہے، اور اس کی رحمتیں مدام،  
بہترین مخلوق محمد پر نازل ہوں، اور آل و اصحاب  
پر، جو خقیقوں میں میری پناہ گاہ ہیں، تو خداوند  
عظیم کی بارگاہ میں، میں وسیدہ لاتا ہوں، اس  
کی کتاب اور احمد کا۔ اور ان کا جو اللہ کے کلام کو

اور وہ جبریل علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور  
حاملینِ قرآن آپ ہی اللہ علیہ وسلم کی آئی، اصحاب اور  
امت میں سے ہیں ۱۲ مِنْهُ نَفْضُ لَهُ (م)

لائے اور جنھوں نے ہدایت دی اور جن سے ہدایت  
لی جاتی ہے، اور مدینہ منورہ کو اور ان کو جو مدینہ میں  
رہتے ہیں، اور منبر اور مسجد شریف کو اور ان تمام کو جنہیں  
خوشنودی میرا آئی رب کی جانب سے۔ اے اللہ!  
دشمنوں کے لیے مجھ پر ہلہ بول دیا ہے ہر  
دوری سے ان کے پیادوں اور ان کے سواروں کے،  
ہر مد سے تھماؤ کرنے والے ظالم نے، جو ثابت قدم  
کی لڑائی کی امید کرتے ہیں، اور ہدایت یافتہ کی  
ذلت کے خواہاں ہیں، مگر آپ کا غلام بے خوف ہے  
نیز کہ جو آپ کو پکارتا ہے اس کی تائید کی جاتی ہے،  
میں ان کی طاقت و غوث سے خوفزدہ نہیں۔ میرے  
برگھاریکا کا حق مضبوط تر ہے۔ یا اللہ! ان کے شر کو  
وقع کرنے، اور مکار کے گھر سے بچے بچالے، اور  
اپنے صلوة و سلام کو سنی تر حسیب پر ہمیشہ نازل فرما،  
اور ان کی آل پر جو خود سنا کی بارش میں، اور اصحاب  
پر جو خاندان کے بادل ہیں، جب تک قرآن بان کے  
درخت پر بہترین گانے گائی رہیں۔

اور اس صلوة و سلام کے طفیل احمد رضا  
کو آقا کا امان یا فخر غلام بنا دے۔

اور تبارک تعالیٰ صلوة و سلام اور برکتیں نازل فرمائے  
آقا کریم اور مبارک پر، اور ان کی آل و اصحاب  
اور بیٹے اور ان کی جماعت پر، وہ صلوة جو گروہوں

کو کھول دے اور مدد عطا کرے، اور ہمیں ماسجدوں کے حوض سے اور گیتھ پڑھوں کے کینوں سے اور  
سرکشوں کی شرارت سے بچا دے بظیفیل قل براہمہ احد اللہ کے، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اللھم میں ایک لغت ہے ۱۲ متر فتر۔ (ت)

و بکل سر و جہا الرضا من عند رب واجد  
لا ھو قد جم العدا من کل شأ و بعد  
فی غیہم ویر جالم مع کرم و صحت  
ھاوین تر لہ مثبت باغیون ذلک مہتہ  
لکن عیدک امن اذ من دعاک یومید  
لا اختفی من باسہم ید ناصر اقوی مید  
لو ھم فادفع شرہم و قتی مکیدہ کا مند  
و آدم صلاتک و السلام علی الحبیب الوجود  
والأل اسطر اللہ العجب حب عوامند  
ھا غرت و رقاعی بای کخیر و مفسرہ  
و اجعل یمہا احمد رضا

عبدالاحمد رضا المسید  
واللہ تعالیٰ و تبارک و تعالیٰ و باریک  
علی المولیٰ الکریم المبارک و باریک  
عجبہ و ابند و حزبہ و صلاہ و تحفہ  
العقد و تحفہ المدد و تعینا شر  
حاسد اذ حسد و مکرھا قد اذ حقہ  
و ضرھا اذ احتد و بحرمة قتل ھو  
اللہ احد و اللہ الصمد و لم یلد و لم  
یولد و لم یکن لہ کفوا احد و الحمد  
للہ رب العالمین الی الابد و اللہ  
سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جیل مجیدہ  
اتم و احکم۔

کو کھول دے اور مدد عطا کرے، اور ہمیں ماسجدوں کے حوض سے اور گیتھ پڑھوں کے کینوں سے اور  
سرکشوں کی شرارت سے بچا دے بظیفیل قل براہمہ احد اللہ کے، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اللھم ۱۲ متر غنہ (م)

# فتویٰ مستثنیٰ بہ

ہبۃ الجیور فی عتق ماء کثیر<sup>۱۳</sup>  
ایر باراں کا عطیہ زیادہ پانی کی گہرائی میں<sup>(ت)</sup>

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ ۵۴  
۴ وجب المرجب ۱۳۳۴ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آب کثیر کے لیے بوشل جاری نجاست قبول نہ کرے کتنا حق و کار ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہاتھ سے پانی لینے میں زمین نہ کھینے اس سے چلو مراد ہے یا لپ ، بیڑا تو جردہ ا۔

## الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اُس کے حق میں عی و قول ہیں ،

- (۱) کچھ دیکار نہیں صرف اتنا ہو کہ اتنی مساحت میں زمین کیس کھل نہ ہو۔
- (۲) بڑا درہم کہ ۴ ماشے ہوتا ہے اُس کے عرض سے کچھ زیادہ گہرا ہو۔
- (۳) اُس میں سے پانی ہاتھ سے اٹھائیں تو زمین کھل نہ جائے۔
- (۴) پانی لینے میں ہاتھ زمین کو نہ لگے۔

اقول یہ اپنے سابق سے زائد ہے لکھا و کھن۔

(۵) ٹخنوں تک ہو۔

(۶) چار انگل کشادہ



اقول یہ تقریباً ذاکل معنی میں گزرا ہوا۔

(۷) ایک بالشت

(۸) ایک ہاتھ

(۹) دو ہاتھ

(۱۰) سفید سکہ اس میں ڈال کر دیکھنے سے دیکھے تو روپیہ نظر آئے۔

اقول یعنی پانی کی کثرت سے نہ کہ اس کی کمیت سے۔

(۱۱) اپنی طرف سے کوئی تعین نہیں تاہم اسے پر قوت ہے۔

اقول میں جو جتنے گہراؤ پر گئے کہ آب کثیر ہو گیا، اس کے حق میں وہ کثیر ہے دو مرانہ جیسے تو اس کے لیے قلیل ہے۔

اقول وهو غیر الاول فهو مطلب التقدير

وهذا التفويض الى رأى المبتلى به و

بالجملة فالاول حكم العدم وهذا عدم

الحكم فان قلت اما التفويض في ظاهر

الرواية في القول والعرض اذ بهما الخلو

وعدمه وفيه يفوض اليه النظر في العمق

تو عمق میں اس کے رائے کی طرف کیونکہ سپرد کیا جائے گا۔ (ت)

اقول اختلاف في معيار عدم الخلو

هل هو التحريك وهي الرواية المتقدمة

هي اصحابنا امر الصبي وهو قول الامام

ابي حفص الكبير الجصاصي امر التكدير

وهو قول الامام ابي نصر محمد بن محمد

بن سلام امر الصاحبة وهو قول الامام

ابي سليمان الجوزي جاني الكل في البداية

ولا شك ان التكدير يختلف باختلاف

العمق فعمل هذا القائل قائل بهذا القول

میں کہتا ہوں وہ اول کا غیر ہے تو وہ مطلب

تقدیر ہے، اور یہ اُسی شخص کی رائے کی طرف پڑ

کرنا ہے جو اس میں مبتلا ہو، اور خلاصہ یہ ہے

کہ پہلا حکم عدم ہے اور یہ عدم حکم ہے۔ تو اگر تم

کہو کہ تفویض لا برکت میں صرف طول و عرض میں ہے

کیونکہ انہی دونوں میں خلوص اور عدم خلوص کا حکم ہوتا ہے

میں کہتا ہوں عدم خلوص کے معیار میں اختلاف

ہے کہ آیا وہ تحریک ہے اور یہی متقدمہ روایت

ہمارے اصحاب کی ہے، یا صرف رنگنا ہے اور

یہی قول امام ابو حفص الکبیر بخاری کا ہے، یا گدلا

کرنا ہے، اور یہ امام ابو نصر محمد بن محمد بن سلام

کا ہے، یا مساحت ہے اور یہ امام ابو سلیمان الجوزی

کا قول ہے۔ یہ تمام تفصیل پہلے میں ہے، اور

اس میں شک نہیں کہ گدلا کرنا گہرائی کے اختلاف سے

مختلف ہوتا ہے، اور غالباً یہ قائل اسی قول کی طرف

فقوضہ الی سرائی الناظر والله تعالیٰ اعلم۔

ماثل ہے اور اسی لیے انھوں نے اس معاملہ کو دیکھنے والوں کی رائے کی طرف سپرد کیا ہے۔ (ت)

ان میں قول سوم عامہ کتب میں ہے اور اول و دوم و ہفتم و ہشتم بدائع و تبیین و فتح میں نقل فرماتے اور چارم تاثیر و غنیہ پنجم جامع الرموز ششم غنیہ نیز مثل نعم دیا زہم قسمستانی و ہفتم شرح نقایہ برجندی ہیں۔ ان میں صرف دو قول صحیح ہیں اول و سوم و بیس۔

جواہر الاخلاط میں ہے کہ کسی شخص نے کسی شخص سے حق میں پانی جمع کیا جس کا طول سو ہاتھ اور چوڑائی ایک ہاتھ یا دو ہاتھ ہو، تو اس مسئلہ میں چند اقوال ہیں ایک قول قویہ ہے کہ اس سے وضو مطلقاً جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس میں نجاست گر جیلہ تو وہ لمباتی میں دس ہاتھ یا کم ہو گا اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس میں اتنا پانی ہے کہ اگر اس کو ایک ایسے روض میں کر لیا جائے جس کی چوڑائی دو درودہ ہو تو حوض بھر جائے، اور اس کی گہرائی ایک بالشت ہو تب تو اس سے وضو جائز ہے ورنہ نہیں اور یہی صحیح ہے کہ اس میں لرگی پر آسانی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں اگرچہ وہ نجاست سے مرقنہ تک ہو اور۔ (ت)

میں کہتا ہوں ان کا قول هو الصحيح ضرر پیمائش کو رکھتے ہوئے ہے، دونوں امتدادوں کی اس میں شرط نہیں، اور اسی کی وجہ سے یہ ان کی پہلی تصحیح کے مطابق ہو جائیگا، وہ فرماتے ہیں یہی ماخوذ ہے، اس میں ایک بالشت کی گہرائی کی

اما ما روایت فی جواہر الاخلاط من قوله جمع الماء فی خندق له طول مثلاً مائة ذراع وعرضه ذراع او ذراعاً فی جنس هذه المسألة اقوال فی قول یجوز الترضی منه بغير فصل وهو الماخوذ فی قول لوقعت فیہ نجاست یتنجس من طوله عشرة اذرع فی قول ان كان الماء مقدراً ما جعل فی حوض عرضة عشرة فی عشرة علی العوض و صامر معتق قد رشح بوجز الترضی به والا فلا وهو الصحيح تیسیراً لا مرجحاً الناس وقیل لا یجوز الترضی فیہ وان كان من بخامر الی سیر قندار

فما قول قوله هو الصحيح ناظر الی اعتبار المساحة وحدها من دون اشتراط الامتدادین وبه یوافق تصحیحہ الاول بقوله هو الماخوذ لا الی اشتراط عمق شعور الدلیل علیہ قول البرجندی قال

الامام ابو بکر الطرخانی اذا لم یکن له عرض  
 صالح وكان طولہ من يتخاری الى سر قند  
 لا یجوز التوضی منه وقال محمد بن  
 ابرهیم العیدانی انکان بحالی لوجہ ماؤة  
 یصیر عشرانی عشر و صا صا صا صا صا  
 شہر جاز التوضی به اکل فی الفتاوی  
 الظہیریہ و ذکر فی الخلاصة ان الفقہ  
 ابا الیث اخذ به و علیہ اعتماد الصدور  
 الشہید و فی السقط انکان عرض الغدیور  
 ذراعیین و بلغ طولہ فی عرضہ عشر  
 فی عشر فیال فیہ اقسام فالسا طاطر  
 لہ فاسا الضمیر فی قولہ اخذ به و قولہ  
 علیہ اعتماد الی اعتبار الساحة و لو  
 بالجسم و الا لکن الحوالہ مرا حبت  
 لان عبارة الخلاصة فی جنس فی النہر  
 هکذا ان کان الماء لہ طول و عمق و لیس  
 لہ عرض کا نہا بل انکان بحالی لوجہ  
 یصیر عشرانی عشر یجوز التوضی به  
 و هذا قول ابی سلیمان الجوزجانی و بہ  
 اخذ الفقہ ابو الیث و علیہ اعتماد  
 الصدور الشہید و قال الامام ابو بکر  
 الطرخانی لا یجوز دان کامت من هنا  
 الی سر قند آہ غلیس فیہ ذکر العت

شرط نہیں اور اس کی دلیل برجندی کا قول ہے امام  
 ابو بکر طرخانی نے فرمایا جب اس کی چوڑائی مناسب  
 نہ ہو اور اس کی لمبائی خواہ بخاری سے سر قند  
 تک ہو تو اس سے وضو جائز نہیں اور محمد  
 بن ابراہیم عیدانی نے فرمایا اگر عرض اتنا بڑا ہو کہ  
 اگر اس کا پانی اکٹھا کیا جائے تو وہ وہ درودہ ہو جائے  
 اور اس کی گہرائی بقدر ایک بالشت ہو تو اس سے  
 وضو جائز ہے یہ سب فتاویٰ ظہیریہ سے ماخوذ ہے  
 اور خلاصہ میں ذکر کیا کہ فقیر ابو الیث نے اسی کو  
 اختیار کیا ہے اور اسی پر صدر الشہید کا اعتماد ہے،  
 اور قطع میں ہے کہ اگر تالاب کی چوڑائی دو یا تھہر  
 اور اس کی لمبائی چوڑائی میں وہ درودہ ہو اور اس  
 میں کوئی انسان پیشاب کرے تو پانی پاک ہے اور  
 اور ظہیران کے قول اخذ بہ اور علیہ میل اعتبار  
 مسامت کی طرف راجع ہے اگرچہ جمع کے اعتبار سے  
 ہو نہ تو حوالہ راجح نہ ہوتا کیونکہ خلاصہ کی جماعت  
 جنس فی النہر میں اس طرح ہے کہ اگر پانی کے لیے  
 لمبائی گہرائی ہو اور چوڑائی نہ ہو جیسے بچ کی نہریں  
 ای میں کا پانی اگر جمع کر لیا جائے تو وہ وہ درودہ ہو جائے  
 تو اس سے وضو جائز ہے اور یہ ابو سیامان الجوزجانی  
 کا قول ہے اور ظہیر ابو الیث نے اسی کو اختیار کیا  
 اور اسی پر صدر الشہید کا اعتماد ہے، اور امام  
 ابو بکر الطرخانی نے فرمایا جائز نہیں اگرچہ یہاں سے

اصلاً فضل عن تقدیرہ بشبہ کیف والا صاع  
الجوزہ جانی اخذ سے العمق یا القول الاول  
وهو في التقدير من أسا قال في البیدائع  
اما العمق فهل يشترط مع الطول والعرض  
عن ابی سلیمان الجوزہ جانی انه قال ان  
اصحابنا من رضي الله تعالى عنهم اعتبروا  
البسط دون العمق اه فالبيدائع اخذ  
بقوله في اعتبار المساحة دون الاعتدال  
وتراد من عند نفسه قدر العمق فتقلا  
في الجواهر وشرح النقاية وذكر  
تصحيحه باعتبار اصله مع قطع النظر  
عن الزيادة لان المحصل محل الخلاف  
الاصل لا خلافة العمق والله تعالى اعلم

سمرقند تک ہوا اس میں گہرائی کا ذکر ہے کوئی ذکر نہیں،  
چہ جائیکہ ایک بالشت کے لئے لٹنے کا ذکر ہو پھر امام جوزجانی نے  
گہرائی کے بابت پہلا قول ہی اختیار کیا ہے، جس  
میں اندازہ کو مطلقاً ترکہ کیا گیا ہے، بدائع میں فرمایا  
کہ گہرائی کی بابت سوال یہ ہے کہ اس کو طول و  
عرض کے ساتھ مشروط کیا جائے گا، ابو سلیمان الجوزجانی  
سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہمارے اصحاب  
نے چڑائی کا اعتبار کیا ہے گہرائی کا نہیں، اور تو  
یہ بات نے یہ پیش میں ان کے قول کو کیا ہے کہ  
دو امتدادوں میں اور اپنی طرف سے انہوں نے  
گہرائی کی مقدار کا اضافہ کیا، تو ان دونوں نے  
اس کو جوامہ اور شرح نقایہ میں ذکر کیا اور ان دونوں  
نے اس کی تفسیر اصل کے اعتبار سے کی ہے

اور زیادتی سے قطع نظر کیا ہے، نیز یہ محل ہے جس کے اصل میں اختلاف ہے نہ کہ جس کے حق میں اختلاف ہے اللہ اعلم۔  
قول اول کہ تسبیح امام زکریا نے فرمائی،

قال في التبيين والصحيح اذا اخذ الماد  
وجه الارض يكفى ولا تقدير فيه في  
ظاهر الرواية۔

تبیین میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ جب زمین کی سطح پر  
پانی پھیل جائے تو وہ کافی ہے ظاہر الروایت میں کسی  
مقدار کا ذکر نہیں۔ (دست)

بحر الرائق میں ہے،  
هو الا وجه لها حرف من اصل البحر

میں اور جو ہے جیسا کہ البحر عقیقہ کی اصل سے  
معلوم ہوا۔ (دست)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں اس تصحیح کی تضعیف کی فقال قيل والصحيح اذا اخذ

سہ بدائع الحنائین المقدار الذي يصير به الحمل ثباتاً  
تبيين الحنائین بحث عشر في عشر  
تكملة بحر الرائق  
ایک۔ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۳/۱  
برلاق مصر ۲۲/۱  
ایک ایم سعید کمپنی کراچی ۴۴/۱

الصارح (وہ فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا صحیح یہ ہے کہ جب پانی نے ۶۷۰ ت)

اقول یہاں دو نظریں ہیں ایک بظاہر قوی اس قول کی تزییف میں دوسری کمال ضعیف اس کی تائید میں اور شاید اسی لیے امام ابن الحام نے اس تصحیح کو ضعیف کیا مگر نظر دقیق اس کی قوت پر حاکم و باللہ التوفیق اھا التائید فلعل فرامعنا بزعم ان الکثیر قد الحق بالجابر فی جعل حکم کا حقیقۃ فی الفتح والجاری لا تعدیر فیہ للعمق کما دلت علیہ فروع کثیرۃ منها مسأله المظهر النازل علی سطح فیہ نجاسات فکذا اظہرنا۔

اور جہاں تک تائید کا تعلق ہے شاید کوئی گمان کرنے والا گمان کرے کہ کثیر کو جاری کے حکم میں کیا گیا ہے تمام احکام میں، جیسا کہ اس کی تحقیق فتح میں ہے اور جاری کی گہرائی میں کوئی مستدر نہیں ہے، اور اس پر فروع کثیرہ دلالت کرتی ہیں ایک فرع ان میں سے یہ ہے کہ بارش چھت پر بہ

اور وہاں مختلف نجاستیں ہوں تو یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

اقول جب ان الکثیر ملحق بالجاری فی جمیع الاحکام لکن الکلام انہ حق یکرر کثیرا فلا یسکن اللاحاق قبل اثبات ان الکثرة لا تحتاج الی العمق الا قری ان الجابر سے لا تعدیر فیہ بشئ من الطول ولا العرض کما دلت علیہ فروع جمة ذکرناھا فی مر حب الساحة منها الماء النازل من الابریق عن ید المستنجد قبل وصولہ الیہا ولا یلزم منه عدم التقدیر بہما ہما ایضا فکذا العمق واللہ تعالیٰ اعلم و اما التزییف فن السراحد الکثیر قولان معتود الاول ظاہر الروایۃ وهو اعتبار عدم الخلو من ظناء فتولینہ الی ساری المبتدئ بہ من دون تعدیر فیہ ومعرفة ذلك المتحرک عند استئنا المثلثة رضی اللہ تعالیٰ

میں کتابوں مان لیا کہ کثیر تمام احکام میں جاری کے ساتھ ملحق ہے لیکن اصل گفتہ کہ اس میں سب سے کہ وہ کب کثیر ہو گا تو اس کو اس کے ساتھ ملحق کرنا اس وقت تک درست نہ ہو گا جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ کثرت گہرائی کی محتاج نہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جاری میں طول و عرض کا کوئی اندازہ نہیں، اس پر بہت سی فروع دلالت کرتی ہیں جن کا ذکر ہم نے رجب الساحة میں کیا، ایک فرع یہ ہے کہ ٹوٹے سے پانی استنجا کرنے والے کے ہاتھ پر گرے اس تک پہنچنے سے قبل اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں کا اندازہ نہ ہو یہاں بھی، تو ملحق کا بھی یہی حال ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور تزییف کا بیان یہ ہے کہ ٹھہرے ٹکے پانی میں دو معتد قول ہیں پہلا ظاہر الروایۃ ہے اور وہ بطور گمان عدم خلوص کا اعتبار ہے اور اس میں کوئی معتد نہیں بلکہ جو اس

میں مبتلی ہے اس کی رائے پر چھوڑا گیا ہے اور اس کی پہچان ہمارے اکثر مشرک کے نزدیک حرکت دینا ہے اور یہ حرکت اصح قول کے مطابق وضہ سے ہوگی اور دوسرا قول عام متاخرین کا مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور اس سے مراد وہ درود کی مقدار ہے، یعنی سرباطہ کی پچاس شصت صحیح قول پر ہے، اور اندازہ نہ ہونا جوامام کی اصل کے مطابق ہے وہ پہلی روایت کے مطابق ہے، اور اب گفتگو مقدار کی تقدیر پر ہے تو اس میں عدم تقدیر کی اصل کا لحاظ کیجئے ہوگا جیسا کہ تحریر کیا ہے یا اس میں ظاہر روایت

کی رعایت کیجئے ہر گز جیسا کہ امام فخر نے کیا ہے جبکہ وہ درود ظاہر روایت میں کوئی قول نہیں۔ (د)

میں کہتا ہوں میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ وہ درود کا اندازہ مستقل حکم نہیں ہے کہ اس کیلئے کوئی اصل تلاش کرنا ہو، جیسا کہ صدر الشریعہ نے اس کی کاشش کی ہے، اور اس پر یہ اعتراض کہ یہ چیز شریعت کی کسی اصل پر متفرع نہیں، جیسا کہ بحر میں مندرجہ بالا اور ذکر کرنے اس کی متابعت کی اور اس بنا پر رد کر دیا جائے کہ یہ قول اکثر علما کے مطابق امام کے صحیح قول کے خلاف ہے کہ جو ہے مروی ہے جیسا کہ ہم ہر کتاب کے یہ اُن کی طرف سے اندازہ ہے، کیونکہ ظاہر روایت میں عدم خلوص ہے اور اس مقدار میں خلوص نے خلوص نہ پایا تو انہوں نے اس پر یہ حکم لگایا۔ ہر ایک میں فرمایا ابو داؤد نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث جو پانی کے اندازہ سے متعلق ہے فریقین میں سے کسی کیلئے کوئی حدیث

عندہم وهو بالتوضی علی الاصحح والثاق معتد عامة المتأخرین وعلیہ الفتوی وهو التقدير بعشرتی عشرا حتی صراحة مائة عمل الصالحین فعدم التقدير بالسواء لا حصل الامام رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ انما هو علی الروایة الاولی اما لان فالکلام علی تقدیر والتقدير فكيف يلاحظ فيه اصل عدم التقدير كما فعل البهرام كيف يراعى فيه ظاهر الرواية كما فعل الامام الفخر وفس العشر في عشر ليست في ظاهر الرواية۔

اقول والتحقيق عندی ان التقدير بعشر وعشرون حكما متجانسا لا بأس به فيحتاج الى ابداء اصل له كما تجتنبه الامام صدر الشريعة ويطعن فيه بانه لا يرجع الى اصل في الشرح كما قاله في البحر و تبعه في الدور ورد بمخالفتهم لقول الامام المصالح من كثيرين اعلام كما يتوهم بل هو تقدير منهم رحمنا الله تعالى بهم لما في ظاهر الرواية من عدم الخلوص وجدا هذا التقدير لا يخلو فحكموا به قال في البدا ثم ذكر ابو داود لا يكاد يصح لو احدث من الفريقين حديث عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في تقدير السماء ولهذا مرجع اصحابنا في التقدير اني الدلائل

صحیح نہیں اور اسی لیے ہمارے اصحاب نے اندازہ میں وہاں کسی حسیہ کی طرف رجحان کیا نہ کہ سمیۃ کی طرف۔  
اب غلوں کی تفسیر میں اختلاف ہے تو ہمارے اصحاب  
کی متفقہ روایت میں ہے کہ اعتبار ہے اور بعض کہیں سے  
غلوں سے بچنے کو کہا اور اور نص سے گڑا ہوئے کو کہا اور  
جوڑ جاتی سنہ یا نشی کو کہا، فرمایا کہ اگر وہ درود  
ہر تو اس میں غلوں نہیں اور اگر اس سے کم ہے تو  
اس میں غلوں ہے اور انہوں نے یہ مذہب کی تفسیر بتائی ہے  
ختم میں صنف کے قول الخوض اذا كان مشرفاً مشرفاً کے تحت  
ہے کہ اس تقدیر سے مقصود نہایت کے عدم  
غلوں کی بابت غلبہ کا حصول ہے  
اور جب یہ ظاہر روایت کی تفسیر ہے تو اس کی  
رعایت اس میں لازم ہے، اور امام کی پہل کے مطابق  
حق باقی رہا کیونکہ یہ اکی تقدیر ہے جس میں غلوں نہ ہو اور  
جس میں مستلزم نہ ہو ظاہر روایت کے  
مطابق اس میں حق معتبر نہیں، تو یہاں اس کے  
اعتبار کی کوئی وجہ نہیں، ہاں اگر حق کا دخل غلوں  
حکومت اور عدم غلوں میں ثابت کر دیا جائے، تو اس  
وقت کہا جائیگا کہ ظاہر روایت جہاں معاذ کا وارہ اس پر  
دکھا ہے تو امتدادات کو مطلق دکھا ہے اور اس  
وقت یہی لازم تھا اور تم نے دونوں امتدادوں کی  
تقدیر کی ہے اور ان دونوں کے بعد ہر حق برابر نہیں  
تو تم پر لازم ہے کہ ایک ایسے حق کی تقدیر کرو کہ

الحیۃ دون السمیۃ ثم اختلفوا في  
تفسير الغلو فاتفقت الروايات عن  
اصحابنا انه يعتبر بالتحريك وادرجف  
الكبير اعتبر الغلو بالصفة والوفا  
بالتكدير والعجز جاني بالمساحة فقال  
ان كان عشرا في عشر فهو مما لا يغلو  
وان كان دونه فهو مما يغلو اه فقد  
جعل هذا التفسير لما في المذهب و  
قال في الغنية تحت قوله الحرف  
اذا كان عشرا في عشر المقصود من هذا  
التقدير حصول غلبة الظن بعدم  
غلو النجاسة اه فاذا كان هذا المقصود  
ما في ظاهر الرواية وجبت من عايشها  
فيه وبق حقه على اصل الاصا  
لان هذا لما هو تقدير مما لا يغلو وما  
لا يغلو لم يعتبر فيه حق في ظاهر  
الرواية فلا داعي الى احتيااره ههنا  
اللهم الا ان يثبت ان للعق مدخلا  
في غلو الحركة وعدمه ايضا ف  
يقال ان ظاهر الرواية حيث احوالت  
الامر عليه اسلمت الامتدادات لا  
وكان ذلك الواجب حينئذ اما انتم  
فقد سلمتم الامتدادين وليس ان كل حق

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

فصل فی بیان المقدار  
فصل فی احکام الخاضع

کہ اس کے ہوتے ہوئے دونوں امتداد خلوص کو قبول نہ کریں فاقہم، اسی صورت میں کیا رحواں قول پہلے قول کی حد نہ ہوگا کہ ظاہر روایت میں تقدیر کا ترک کرنا اس کی نفی کے لیے نہ ہوگا بلکہ اس کی عدم تعین کے لیے ہوگا اور اس کا اختلاف امتدادات کے اختلاف کی وجہ سے ہوگا تو دیکھنے والے کی رائے کی طرف اس کو سپرد و گنجائش ہوگا، مگر یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو دلیل کی ضرورت ہے حالانکہ اس کی دلیل مشکل ہے بلکہ اس کا رد یہ ہے کہ اگر بات یہی ہوتی تو وہ رد کی تعین صحیح نہ ہوتی، کیونکہ جو دو امتداد خلوص کے مانع ہیں اس بنا پر گنجائش کے اختلاف سے مختلف ہونگے تو ان میں سے کسی ایک کی تحدید کیج کر درست ہوگی اور یہ ترتیل کے سبب مقصود کی طرف غور کرنا ہے تو رائج یہی قرار پایا کرتا ہر روایت ہی درست ہے بلکہ صرف ایک ہی وجہ ہے ہذا ما عندی الخ (ت)

اور جو جگہ میں ہے کہ بدائع میں ہے جب پانی زمیں کی سطح کو چھپائے اس کے لیے کافی ہے اور ظاہر الروایۃ میں کئی تقدیر متعین نہیں، اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہ جمیع کا کلام ہے اور یہ بدائع میں نہیں اس میں تو جز جانی سے منقول ہے وہ بیان ہو چکا ہے، پھر فرمایا فقیر ابو جعفر

بعد ہما سواد فیجب علیہ کہ تقدیر معتبر لا یقبل معہ الامتداد ان الخلوں فاقہم وح لا یضاد القول العادی عشر للقول الاول اذ ترك التقدير في ظاهر الرواية لا یكون اذ ان نفیہ بل لعدم تعینہ و اختلافہ باختلاف الامتدادات فیصح التوفیض الی رأى الناظر لکنہ شی یحتاج الی ثبت و دونہ خرطا لقتاد بل ین قعہ ان لو كان كذلك لم یصح تصیص عشر فی حشر فاقہ ینختلف الامتدادات ان المانع الخلوں علی هذا باختلاف الاعمال فکیف یجوز المتعبد ید علی شی منها وهو عسود علی المقصود بالمنقض فترجیح ان الوجة هو ظاهر الرواية بل هی الوجه هذا ما عندی واللہ تعالی اعلم۔

اس قول کی تصحیح امام زین العابدین کے سوا دوسرے سے نظر میں نہیں، اما ما فی البحوث البدائع اذا اخذت ای الساء وجبہ الا من یکنی ولا تقدیر فیہ فی ظاہر الساء ایة وهو الصحیح

فما قولی ہذا کما تری کلام التبیین ولیس فی البدائع انما ذکر فیہ عن الجوزجانی ما تقدم ثم قال وعن الفقیہ ابی جعفر



الهند والی ان کا بحال ہوسقہ الناس  
الماء بکفیه انحراسفله ثم الفصل لا یتوضؤ  
به ثم ذکر الزیادۃ علی عرض السدر ہم و  
الشجر والذراع ولم یصح شیئا منها  
نعم قال قبلہ فی الماء الجاری اختفت  
الشایعۃ فی حد الجریان قال بعضهم ہوا ان  
یجرے بالتبید والورق وقال بعضهم ان  
کاہ بحیث لو وضع رجل یدہ فی الماء عرضا  
لم یقطع جریانہ فہو جاسر والا فلا مردے  
عن ابی یوسف انکاف بحال لو اختلفت الناس  
الماء بکفیه لم ینحسود وجہ الامر فی  
بالاخرات فہو جاسر والا فلا وقیل ما یحدث  
الناس جاسر یا فہو جاسر والا فلا وهو  
اصح الا قایل انہ فقد افاد تصحیح عدم  
التقدیر بعین لکنہ فی الجاری وهو  
کذلک فیہ بلا شک والکلام ہما فی  
المراشد الکثیر

ہندو اتی کہتے ہیں کہ اگر پانی ایسا ہے کہ آدمی اپنے  
دو ہون یا تھوں سے اٹھائے تو اسکی نہ کھل جائے پھر  
نہڑ جائے تو اس سے وضو نہیں ہو سکتا ہے ،  
پھر درہم ، بالشت اور ایک ہاتھ سے زائد کی  
چوڑائی کا ذکر کیا اور ان میں سے کسی کی تصحیح کا  
ذکر نہیں کیا ہاں اس سے قبل جاری پانی کی بابت  
کہا کہ مشایخ کا حد جریان میں اختلاف ہے بعض  
نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ پانی میں چوڑائی  
میں ڈالے تو پانی کا جاری رہنا ختم نہ ہو تو وہ جاری  
ہے ورنہ نہیں بعض نے فرمایا کہ اگر اس پانی  
میں کوئی تنکا ڈالا جائے یا پتہ ڈالا جائے تو  
بہا لے جائے اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ  
ایسا پانی ہو کہ اگر کوئی شخص اس میں سے چلے  
بھوکہ پانی لے تو زمین کھلنے نہ پائے ، ایسا پانی  
جاری ہے ورنہ نہیں ، ایک قول ہے کہ جس کو  
لوگ جاری سمجھیں وہ جاری ہے اور جس کو جاری  
نہ سمجھیں وہ جاری نہیں اور سب سے زیادہ صحیح  
قول یہی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے گرائی کا تعین نہیں فرمایا ، لیکن یہ جاری پانی میں ہے  
اور اس میں شک نہیں ، اور گفتگو یہاں ٹھہرے ہوئے کثیر پانی میں ہے ۔

لیکن ہر قول معتول ہے میں کہتا ہوں بظنی مقام باوجود  
اصحاب ترجیح سے نہیں ہیں جیسا کہ صاحب نظر  
اور فن کا ماہر جانتا ہے ، اسی عابدین نے اپنی  
منظوم کی شرح حقوق رسم الفتی میں بحر سے نقل کی

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲

اما قول البحر هو الاوجه فاقول هو وجه الله تعالى  
مع حلو كعبه المريح ، ليس من ابواب  
الترجیح ، كما يعرفه من مرق خطا  
من النظر الصحيح ، وخذ متع هذا  
له بدائع الصنائع . فصل فی بیان المقدار  
سے ایضاً ۱/۱

الفن بفکر نجیح ۴ وقال مبدی محمد بن  
عابد بن محمد الله تعالى في شرح منظومه  
عقود رسم المفتي بعد ما نقل عن البحر فيما  
نقلوا عن اصحابنا انه لا يجل لاحد ان يفتي  
بقول حتى يعلم من اين قلنا ان هذا الشرط  
لان في شر ما نفهم ما في زماننا فيكتفي بالحفظ  
كما في القنية وغيرها فيجل الافتاء بقول  
الامام بل يجب وان لم تعلم من اين  
قال فينتقم من هذا انه يجب علينا الافتاء  
بقول الامام وان اختلف المشايخ بخلافه  
او ما نفسه يؤخذ من قول صاحب البحر  
يجب علينا الافتاء بقول الامام الخ انه  
نفسه ليس من اهل النظر في الذليل  
فاذا اصبح قول مخالف التصحيح غيره لا يعتبر  
فضلا عن الاستنباط والتفريع حل العقود  
خلافا لما ذكره البيهقي عند قول صاحب  
البحر في كتابه الاشياء الترخ الاول معرفة  
المقواعد التي تروى ايها وفروع الاحكام عليها  
وهي اصول الفقه في الحقيقة وبها يبرق  
الفقيه الى درجة الاجتهاد ولو في الفتوى  
واكثر فروعها ظهرت به في فعال البيهقي  
بعد ان عرف المجتهد في المذهب سيما

بعد جواسحاب سے نقل کیا وہ یہ کہ کسی شخص کے لئے یہ  
حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتویٰ دے تا وقتیکہ  
اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہم نے کہاں سے یہ قول لیا،  
اس کے بعد فرمایا یہ ان کے زمانہ میں تھا، مگر ہمارے  
زمانہ میں صرف یاد پر اکتفا کرنا کافی ہے، جیسا کہ  
فقہ وغیرہ میں ہے تو امام کے قول پر فتویٰ حلال ہے  
بکہ واجب ہے خواہ یہ معلوم نہ ہو کہ انہوں نے کہاں سے  
یہ قول لیا، اس کا قبویر ہے کہ ہم پر قول امام پر  
فتویٰ دینا واجب ہے خواہ یہ قول مشائخ کے خلاف  
ہو اور صاحب بحر کا قول یہ ہے ہم پر قول امام پر  
فتویٰ واجب ہے الخ وہ خود دلیل میں غور و فکر کی  
ابطیت نہیں دیکھتے، اب اگر وہ کسی قول کی تصحیح  
کریں جو غیر تصحیح کے خلاف ہو تو اعتبار نہ ہوگا  
پر جائیکہ استنباط و تخریج ہو قواعد کے مطابق  
ہو، پیری نے اس کے خلاف کیا ہے، یہ صاحب بحر  
کے اس قول کے پاس جہاں وہ اپنی کتابہ الاشياء  
میں فرماتے ہیں پہلی قسم ان قواعد کی معرفت میں  
جن پر فقہان نے احکام متفرع کئے ہیں، اور یہی حقیقت  
میں اصول فقہ ہیں، اور ان کے ذریعہ فقہ درجہ  
اجتہاد تک پہنچتا ہے خواہ یہ اجتہاد فتویٰ میں ہو  
اور اس کی اکثر فروع پر لکے کامیابی ہوتی ہے الخ  
پیری نے جہد و جدی المذہب کی تشریف کی جو ہم نے

قد منا وعنه وفي هذا الإشارة الى ان المؤلف قد بلغ هذه المرتبة في الفتوى ونزاهة وهو في الحقيقة قد من الله تعالى عليه بالاطلاع على خبايا الفروايات وكان من جملة الحفاظ المطلقين انتهى اذ لا يخفى ان ظفراً بالحدود فروع هذا النوع لا يلزم منها ان يكون له اعلية النظر في الادلة التي دل كلامه في البحر على انها لم تحصل له وعلى انها شرط لاجتها في المذهب فاقول الله

اقول اي بالمعنى ان ذي عرفة به يعني مراداً شاملاً للمجتهد في السائل واهل المتخمس بين والمجتهد في الفتوى حيث قال المجتهد في المذهب عرف بانه المتكلم من تخريج الوجوه على منصوص امامه والمتبهر في مذهب امامه المتكلم من ترجيح قول له على آخره لا المجتهد في المذهب الذي هي الطبقة الثانية الفائقة على الثلاثة الباقية لقول البحر وهو في الفتوى -

واقول لو يدع البحر ان من عرف

بیانی کی پھر فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ مصنف فتویٰ میں خود اس مرتبہ پر فائز ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اسرار و رموز پر مطلع فرمایا تھا اور وہ حفاظ میں سے تھے انتہی، یہ محض زور ہے کہ ان کا اس کی اکثر فروع پر مطلع ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ صاحب فکر و نظر بھی ہیں کیونکہ تمام ان کو حاصل نہیں، یہ مجتہد فی المذہب کی مشرط ہیں قتال (د ت)

میں کہتا ہوں، یعنی اس معنی کے اعتبار سے جویری زادہ نے کیے ہیں یہ مجتہد فی السائل کو بھی شامل ہوتا ہے اور اہل تخریج اور مجتہد فی الفتویٰ کو بھی، انہوں نے فرمایا کہ مجتہد فی المذہب کی تصریح اس طرح کی گئی ہے کہ وہ ایسا عالم ہوتا ہے جو اپنے امام کے بیان کردہ مسئلہ کی وجہ کی تخریج پر قادر ہو اور مذہب امام کا قبح عالم ہو اس کے اقوال کو وہ سونے کے اقوال پر ترجیح دے سکتا ہو نہ کہ مجتہد فی المذہب جو دوسرے طبقہ میں ہوتا ہے جو باقی تین پر فائز ہوتا ہے، کیونکہ بحر نے فرمایا "اگرچہ فتویٰ میں" (د ت)

میں کہتا ہوں بحر نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو

شخص بھی فروع کو جانے گا وہ مرتبہ اجتہاد پر فائز ہو جائے گا، فروع کا یاد کرنا اور سہ اور فکر و نظر و حیرت و کراست، یہ بالکل ایسا ہے جیسے وافر و ش اور طبیب کا فرق ہوتا ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص ان قواعد کو پہچانتے ہوئے اور ان سے استنباط مسائل کا طریقہ معلوم کر لے، تو یہ اجتہاد کے ادنیٰ درجہ تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور انہوں نے خود اپنے لیے اس مقام کا دعویٰ نہیں کیا ہے انہوں نے تو محض یہ کہا ہے کہ وہ اکثر فروع کے جاننے میں کامیاب تھے جن کو ان میں بڑا فرق ہے تعجب ہے کہ یہ حقیقت علامہ بری پر کیجئے ٹھنی رہی حالانکہ بالکل واضح ہے، پھر انہوں نے اپنے لیے درجہ اجتہاد دے دے انہوں کا دعویٰ بھی نہیں کیا ہے دوسرا علامہ تائی، صرف یہ کہا ہے کہ کجبر کے کلام میں اس طرف اشارہ ہے اور انہوں نے اس امر کی شہادت دی ہے

الفروع اسراقی الی مرتبة الاجتهاد و ای جمعها من اهلية النظر في الدليل و الصيد لة من الطب و انما ايراد ان تلك القواعد من ادرك حقا لاجتهاد الفروع كيف تستنبط منها و ترد اليها كامن ذلك سئل له يروق بها الى ادنى درجات الاجتهاد و لم يدع هذا لنفسه انما ذكر الظفر باكثر الفروع فان هذا من قالك و العجب كيف خفي على العلامة بيري مع وضوحه فهو ايضا لم يشهد بمصروف درجة الاجتهاد في الفتوى له رحمهما الله تعالى انما ترجم ان في كلام البحر شائق اليه و شهد بكونه من الحفاظ المطلقين و هذا الاشك فيه و قد قال نسيم ابو السمر و الاثر صری فی فتاویٰ الله المعین لا يعتمد علی فتاویٰ ابن نجیم و لا علی فتاویٰ

میں کہتا ہوں انہوں نے یہی فرمایا ہے لیکن میرا اس پر مطلع نہیں ہوا، اگر کشف الظنون میں ذال کی تختی میں ذخیر ان طرق الاشباء و النظائر کے تحت ہے یہ کتاب عالم فاضل علی الطوری الحنفی المتوفی مسکنہ حلی ہے پھر انہوں نے کہا کہ ایشی نے علامہ شافعی میں کہا کہ انہوں نے شیخ زین الدین بن نجیم وغیرہ سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ وہ عظیم المرتبت عالم ہو گئے اور علم فقہ میں بہت سی کتب و رسائل تصنیف کیے وہ فتوے دیتے تھے اور ان کے فتوے (باقی برصغیر آئندہ)

لہ اقول کذا قال و لم اطلع علیہا لاطم حالها لکن قال فی کشف الظنون من الذال تحت ذخيرة النظائر في الاشباء و النظائر انما للعالم الفاضل علی الطوری المصری الحنفی المتوفی مسکنہ اسیر و الفتن شہ قال قال لا مین فی خلاصة الاثر اخذ من الشیخ زین الدین بن نجیم و خیر حرم و تفتی و الفتن مؤلفات و رسائل فی الفقه کثیرة کانی یفق و فتاوا جسیدة

الطوری اللہ و اقرہ ش فی غیر موضع من  
مراد المختار و فی طعنہ سمعت کثیرا من  
شیخنا (یرید ایاک السید علیا رحمہما  
اللہ تعالیٰ) فتاویٰ الطوسی کفتاویٰ الشیخ  
نرمین لایوثق بہما الا اذا تأیدت بمنقل  
اخر لہ و کیف یصح لمجتہد فی الفتویٰ  
الایمنہ العمل بقضاوا۔

سید علی (ہیں) وہ فرماتے تھے فتاویٰ طوسی شیخ زری کے فتاویٰ کی طرح ہیں، ان دونوں کا کوئی اعتبار نہیں،  
ہاں اگر کسی اور نقل سے ان کی تائید ہو جائے تو اور بات ہے، اور ایک مجتہد فی الفتویٰ کو یہ بات کہہ کر  
دے سکتی ہے کہ وہ اپنے فتویٰ پر عمل کی مخالفت کر رہے (ت)

**قول سوم** کی ترجیح عامہ کتب میں ہے و قانیہ و قانیہ و اصلاح و غرر و ملتے ملتے و تہذیب و تہذیب  
وغیرہ میں اسی پر جزم فرمایا امام اجل قاضی خانی نے اسی کو مقدم رکھا اور امام اعظم سے امام ابو یوسف  
کی روایت بنایا چاہیہ و درر و مجمع الاثر و مسکن و مرقی الفلاح و ہندیہ میں اسی کو صحیح اور ذخیرۃ العقبین  
اصح اور فیائید و غنیہ و خزائنہ المفتی میں غار کا سرچاچ الدرایہ و فتاویٰ الطہیریہ و فتاویٰ خلاصہ و جوہرہ زیور  
و مشکبہ وغیرہ میں علیہ الفتویٰ فرمایا اس قول میں عبارات ثلاثہ تین طور پر آئیں،

اول مطلق افتراءت یا غرر کہ باتہ سے پانی لینا ہے ایک سے ہو خواہ دونوں سے دونوں کو شاق  
عام عبارات اسی طرح ہیں جیسے قانیہ و خزائنہ کے سوا اکثر کتب مذکورہ اور تجرید شامی وغیرہ۔

دوم لفظ کف یا ید بعینہ مفرد سیبۃ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو ہی مروی ہوا فتاویٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مقبولہ و بالجملة تہذیب  
فی فقہ المعتزلیۃ الجامع الکبیر لیس  
الشہرۃ التامۃ فی عصرہ والعبیت  
الذائمۃ انتہی ۱۲ منہ غفر لہ (م)

بہت عمدہ اور مقبول ہوتے تھے، خلاصہ یہ کہ یہ  
کتاب فقہ حنفی میں جامع ہے اور اسے اپنے زمانہ  
میں شہرت کا حاصل ہے۔ (ت)

ملہ فتح المعین بحوالہ رد المحتار رسم النسخہ  
مصحف البانی مصر ۵۲/۱  
لہ طحاوی

امام قاضی خاں میں ہے ،

اگر پانی اس حال پر ہے کہ اگر ہستقیل سے پانی اٹھائے تو زمین نیچے سے نہ کھلے تو وہ گہرائی والا ہے اس کو ابو یوسف نے ابو حنیفہ سے روایت کیا۔ (دست)

پانی کی گہرائی یہ ہے کہ اگر ہستقیل سے پانی اٹھائے زمین نیچے سے نہ کھلے یہی حکم ہے۔ (دست)

خوف ہاتھ کے ذریعے وضو کے لیے پانی لینے کو کہتے ہیں اسی اصح ہے۔ (دست)

سوم کفین بعینہ تشبیہ امام ابو یوسف سے مروی آیا اور اسی کو امام فقیہ ابو جعفر ہمدانی نے اختیار فرمایا زنی علی الکفر میں ہے ،

اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب وہ چلو بھر کر پانی اٹھائے سے زمین کی سطح نہ کھلے تو یہ پانی جاری ہے اور ہم اس کو ملک اعلیٰ سے پہلے ہی فعل کر آتے ہیں جب یہ بات حقیقی جاری پانی میں ہے تو

انکان بحال لورفع الماء بكفه لا ينحسر ما تحته من الارض وهو عميق ثم اء ابو يوسف عن ابي حنيفة رضى الله تعالى عنهما .  
خزانة المفتين میں ہے ،

وعينه بحال لورفع الماء بكفه لا ينحسر ما تحته من الارض وهو المختار عليه  
چلی علی صدر الشریعہ میں ہے ،

والفرف اخذ الماء باليد للموضي وهو الاصح عليه

عن ابي يوسف اذا كان لا ينحسر وجب  
الارض بالاختلاف بكفيه فهو جار آه  
وقد مناه عن ذلك العلما و اذا كانت  
هذا في الجارية حقيقة ففي الملحق

عليه اقول وهذا بخلاف ما فعل في الجهر فان تصحيح الاطلاق في الجارية لا يستلزم تصحيحه في الملحق به واشترط الملحق فيه يستلزم اشتراطه في الملحق بالاد ۱۲ منه خضر له . (م)

میں کتا بروں یا کچھ خلاف ہے جو تحریر میں کیا ہے کیونکہ جاری میں اطلاق کی تصحیح سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو جاری سے ملحق ہو اس میں بھی یہی تصحیح ہوگی اور گہرائی کی شرط اس میں اس امر کو مستلزم ہے کہ یہی شرط ملحق میں بھی ہو۔ (دست)

۱۲/۱ فصل فی الماء الزکوة

مطبوعہ اسلامیہ لائبریری  
مطبوعہ الانزہریہ مصر  
۶۸/۱  
۳۳/۱

کتاب الطهارة

لہ فتاویٰ قاضی خاں  
مکمل خزائن المفتین  
مکمل ذخیرۃ العقبین  
مکمل تبیین الحقائق

یہ بالادلی ۔ جوبادی پانی سے ملتی ہوگا اس میں بطریق اولی ہر گز نہ

بدلتے میں ہے ۔

عن الفقید ابن جعفر البند وانی انکاح بحال  
لومرفم المان الماء بکفیه انحر اسفله  
ثم اتصل لایتوضو به وانکاح لاینحر اسفله  
لا بائس بالوضوء منه ۔  
فقید ابو جعفر سند آتی سے منقول ہے کہ وہ پانی ایسا  
ہو کہ اگر کوئی اپنے دونوں ہاتھوں اٹھائے تو اس کے نیچے  
زمین کھل جائے اور پھر مل جائے ، ایسے پانی سے وضو  
نہیں ہوگا اور اگر اس کے نیچے سے زمین نہ کھلتی ہو  
تو اس سے وضو جائز ہے ۔ (ت)

جامع الروزیں ہے ،

بالغرفة ای برفم الماء بالکفین ۔

عبد الحکیم الدرر میں ہے ،

ای باخذ الماء بالکفین ۔

طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے ،

قرئ بالغرف منہ ای بالکفین کما فی

المفتستان فی البحر طر علیہ الفتوی ۔

اقول من بایترحم منہ ان الفتوی

علی الکفین ولیس كذلك فانما عبادة

البحر طر اما مقدار العین فالاصح ان

یکون بحال لا تنحصر الارض بالاختلاف

وحلیہ الفتوی اھ فکان ینبغی ان یقدم

بالغرفة یعنی دو ہتھیلیوں سے پانی اٹھانا ۔

یعنی دو ہتھیلیوں میں پانی لینا ۔

بالغرف منہ یعنی دو ہتھیلیوں سے جیسا کہ قضا

میں ہے اور جوہر میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے ۔ (ت)

میں کہتا ہوں ممکن ہے اس سے یہ وہم پیدا

ہو کہ فتویٰ کفین پر ہے ، حالانکہ ایسا نہیں ہے ، کیونکہ

جوہر کی عبارت یہ ہے اور گہرائی کی مقدار میں اس

پر ہے کہ چلے بھرنے سے زمیں نہ کھلتی ہو ، اس سے

فتویٰ ہے اھ تو ان کو جوہر کی عبارت پہلے لانی چاہیے

۴۳/۱	سید کمپنی کراچی	فصل سے بیان مقدار	۱۰۰
۴۸/۱	اکرمیہ قرآن ایران	بحث عشر فی عشر	۱۰۰
۱۴/۱	مطبوعہ عثمانیہ مصر	سید حاشیہ علی الدرر عبد الحکیم	۱۰۰
۱۶/۱	نور محمد کتب خانہ کراچی	سید طحاوی علی مراقی الفلاح	۱۰۰
۱۶/۱	مکتبہ امدادیہ طہان	سید الجہرۃ النیرۃ	۱۰۰

عباس تھا و یقول قوله بالغرف عليه الفتوى  
جوہرۃ ای بالکفین قہستانی۔

علامہ برجندی نے کتب واحد کو مرجع اور کفین کو متصل رکھا،

حیث قال بالکف الواحد علی ما هو المفہوم  
من اطلاقات الکتاب ویحتمل ان یشیون المراد  
بالغرف الاخذ بالکفین معاً علی ما هو  
المتعارف آہ

اقول وقد یؤخذ ترجیح له من  
فحوی الدرر فان نصھا المصحیح ان یشیون  
بھیث لا تشکک امرضہ بالغرف للتوضی  
وقیل للاغتسال آہ وذلك لا یتواءم  
ههنا الغرف بالایدی دون الاواني ولا  
یظهر الفرق بین الغرف للوضوء والغسل  
بالایدی الا ان الاول یکنف والاخر  
بالکفین كما هو المعتاد فی الغسل وح  
یعد الیه تصحیح الخیرة العقبی المذکور  
ویریدنا قوة انه السروی عن الامام هذا  
حکله ظاهر النظر۔

کیا نام سے مروی ہے یہ جو کچھ ہے ظاہر نظر میں ہے۔ (ت)

واقول وبالله التوفیق ترجیح علامہ برجندی میں نظر ہے،

اولا اذا عرفت انه المتعارف فلو

یمنصرف المطلق الیه

ثانیا وہ عند التحقین منعکس ہے اطلاقات متوق و عامہ کتب سے اغتراف کفین ہی مستفاد

لہ قہستانی برجندی کتاب الطہارة نوکثر بالسور ۲۳/۱

لہ الدرر فرض غسل دار السعادة مصر ۲۳/۱

اس لیے فرمایا کہ بالکف الواحد، یہی کتابوں کے  
اطلاقات سے مفہوم ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بالغرف  
سے مراد دونوں چلوں سے لینا ہو، جیسا کہ متعارف  
ہے (ت)

یہی کتابوں کبھی اس کی ترجیح درجہ کے فوی  
سے بھی معلوم ہوتی ہے اس کی عبارت یہ ہے کہ  
میچ یہ ہے کہ وضو کے لیے چلو سے پانی لیتے وقت  
اس کی زمین نہ کھلتی ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ غسل  
کے لیے پانی لیتے ہوئے نہ کھلتی ہو اور کیونکہ یہاں  
چلو سے مراد ہاتھ کا چتر بھرنے کا ہے نہ کہ برتن کا چتر  
اور وضو کے لیے چلو سے پانی لینے اور ہاتھ سے غسل  
کرنے میں صرف یہی فرق ہے کہ وضو ایک ہاتھ سے  
اور غسل دو ہاتھ سے ہوتا ہے، جیسا کہ عادتاً غسل میں  
کیا جاتا ہے اور اس وقت اس کے لیے ذخیرۃ الصحیح  
کی تصحیح ہوگی، اور اس کو مزید تقویت اس سے ہوتی ہے



و ذلك لان الغرف كماله مطلق شاسل  
 باطلاقه الغرفة بكف وكفيل غير انه ليس  
 ههنا ف كلام موجب بل سالب و المطلق  
 وان كان يوجد فرد لا يثبت الا بانتفاء  
 الافراد جميعا في التحريم فواتح الرحموت  
 من بحث التركة المنفية في المطلق يوجب  
 فعل محذوف

بل اقول الامر في الغرف الاغتراض  
 ليس للعهد ضرورة فان كان لا يستغراق  
 فذلك فانه لكل فرد لا لجميع الافراد  
 و الاغتراض هو الوجه الصفه و سلف  
 الجنس في العرف و اللغة لا يكون الا بنف  
 جميع الافراد فواتح فافهم ولا شل  
 ان من اختلف بكفيه فافهم من الامراض  
 يقول انها امراض تنحصر بالغرف و ان كانت  
 لا تنحصر بكف و احدا و اذا صدق سبه  
 الانحصار لا يصدق عدمه الا اذا لم  
 تنحصر بشئ من الغرفات و توجيه الدرر  
 بما مرفيه ان المعتاد في الوضوء ايضا  
 الاغتراض بالكفيل في غسل الوجه عطف  
 وفي غسل الرجلين اذا المريكون بالغص  
 لاجرم ان اطلق البرجند في تعارفه على

اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا آپ نے کہا غروف مطلق ہے  
 خواہ ایک یا تھ سے ہو یا دو یا تھ سے، البتہ یہ کلام  
 موجب میں نہیں ہے کلام سالب میں ہے اور مطلق  
 اگرچہ ایک فرد کے پاس جانے سے پایا جاتا ہے مگر  
 اس کا انتفاء اسی وقت ہوگا جب تمام افراد کا انتفاء ہوگا تو  
 پھر فواتح الرحموت میں لکھنے کی بحث سے ہے کہ  
 مطلق کی نفی ہر فرد کی نفی کر ثابت کرتی ہے۔ (ت)  
 بلکہ میں کہتا ہوں لام "الغرف" اللہ الاغتراض

میں حمد کے لیے نہیں، اور اگر استغراق کے لیے ہو  
 تو درست ہے کہ وہ ہر فرد کے لیے ہے مجرمہ افراد  
 کے لیے نہیں، ورنہ یہ جنس کے لیے ہوگا، اور یہی جو  
 کلمہ میں آتی ہے، اور جنس کی نفی صرف لغت میں  
 تمام افراد کی نفی سے ہی ہوتی ہے، فواتح فافہم اور  
 اس میں شک نہیں کہ جنس دو ذوق تخیل کی پائی یا اور زمیں  
 کھن تو یہی کہا جائیگا کہ چلو بھرنے سے زمین کھل ہے،  
 اگرچہ ایک تخیل سے نہ کھلے اور جب اس کی وجہ سے  
 کھلنا صادق آگیا تو نہ کھن صادق نہیں آئے گا،  
 صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ کسی چلو سے  
 زمین نہ کھلے اور درمیں یہ تو یہی ہے کہ درمیں بھی  
 عام طور پر دونوں ہاتھ سے چلو بھرا تا ہے چرخ کے دھن  
 میں مطلقاً اور دونوں پیروں کے دھونے میں جبکہ  
 ڈبو کر نہ دھویا جائے، برجندی سے قمارت کر مطلق

انی لم أر من فرق بينهما بالوضوء والغسل إنما  
المعروف ذلك في معرفة الخلو من جناب  
الی آخر بالتعريف ولم يتكلم عليه محشور  
الشر بلای وعبید الحليم و الحسن المجتبی  
الخادمی رحمهم الله تعالی و سر وہ الشافعی  
بقوله ان غسل منهما (ای من الوضوء  
و الغسل) يحتاج الی اخذ بهما (ای بالیقین)  
قال فظهر ان لادجه لتضعیف الثاني أنه  
ہوتا ہے پانی کے لیے (دونوں ہاتھوں کی طرف) فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی تضعیف کی کوئی وجہ  
نہیں ہے (امتداد)

رکھا ہے علاوہ انہیں میں نے نہیں دیکھا کہ یہاں کسی  
نے وضوء و غسل میں فرق کیا ہو، اس سلسلہ میں  
معروف یہ ہے کہ غلو ص کی معرفت ایک جانب سے  
وہ سری جانب تک حرکت کے ذریعے ہو گی اس پر  
اس کے حاشیہ نگاروں، شرنبلالی، عبد الحليم، حسن  
المجتبیٰ و خادمی رحمہم اللہ نے کلام نہیں کیا اور دوسرے  
نے اس کی تردید اس طرح کی ہے کہ ان دونوں میں  
سے ہر ایک (یعنی غسل و وضوء میں سے) محتاج  
سے ہر ایک (یعنی غسل و وضوء میں سے) محتاج

اقول و الوجه عندی ان یزاد بالفرد  
الوضوء والغسل بالاید سے و الغسل بالانحصار  
والا باسیرین و الله تعالی زحلہ اما السور سے  
عن الامام فلیس نصاً فی الوجدان قال  
فی غرض العیون اطلق الید و امراد الیدین  
لانه اذا كانت الشیآن لا یفترقان من  
خلق او غیره اجزاء من ذکرهما ذکر واحد  
کالعیون تقول کھلت عین و انت ترید عینک  
و مثل العینین النخرا و الرجلان و الخفا  
و النعلان تقول لیست خفی ترید خفیک کذا  
فی شرح الحماسة ثم وقد بسطت الکلام  
صلی هذا فی سالتی صفائح اللجینی فی

میں کتابوں میں سے نزدیک وجہ یہ ہے کہ وضوء  
کے لیے چلو بھرنے سے مراد ہاتھوں سے چتر بھرنا  
مراد ہوا غسل کے لیے پیالوں اور لوٹوں کے ذریعہ  
پانی کا لینا مراد ہو و اللہ تعالیٰ اعلم اور جو چیز امام سے  
مروی ہے وہ وحدت میں نص نہیں ہے، غرض العیون  
میں فرمایا بول کر یدین کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ جو دو  
چیزیں پیدا انشی طرح پر جڑی ہوتی ہوں یا کسی اور سبب  
سے قرآن میں سے ایک کا ذکر دوسری کے ذکر کو بھی  
کافی ہو گا، جیسے عیون، کہا جاتا ہے کھلت عین،  
اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے اپنی دونوں  
آنکھوں میں سرمہ لگایا اور آنکھ کی طرح نستقو پیر،  
موز سے اور جوتے میں لیست خفی کہا جاتا ہے اور

مکون التصافح بکفی الیہدین۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے دونوں موزے پہنے، مگر انی شرح الحاشیہ اس میں نے اس پر مکمل تفصیل گفتگو اپنے رسالہ صفائح اللہجین فی کون التصافح بکفی الیہدین (پانچویں کی تختیاں اس مسئلے میں کہ مصافحہ دونوں تھوک ہو جائے گی) میں کی ہے۔ (ت) تو رائج ہی ہے کہ وہ دونوں ہاتھ سے پانی لینا مراد ہے۔

اولاً میں متون کا مفاد

ثانیاً یہی عامہ کتب سے مستفاد

ثالثاً کتب متعددہ میں اس پر تخصیص اور کف و اصرار کوئی نص نہیں۔

رابعاً کف سے کفین مراد لے سکتے ہیں نہ بالعکس تو اس میں توفیق ہے اور وہ نصب خلاف اولیٰ۔

خامساً زمین نہ کھلنے سے مقصود یہ ہے کہ مسامتہ برقرار رہے ورنہ دو پانی جدا ہو جائیں گے۔

تبیین میں ہے :

المعتبر فی العلق انیکون بحال لایحصر بالاختلاف لانه اذا انحصر یقطع السماء بعضه عن بعض یمید السماء فی مکانین وهو اختیاس الهند واذ الله ثم ذکر التخصیص الحاس۔

گہرائی میں معتبر یہ ہے کہ وہ عرض ایسا ہو کہ چلنے بھرنے سے کھل نہ جائے ہو کیونکہ اگر کھلا تو پانی کا ایک حصہ دوسرے حصے سے جدا ہو جائیگا، اور پانی دو جگہوں میں ہو جائیگا، ہندوؤں نے اس کی اختیار کیا ہے اور پھر اس نے گزشتہ تصحیح کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

مثلاً عرض پورا وہ درودہ ہے اس کے وسط میں سے پانی اٹھایا اور زمین کھل گئی تو اس وقت وہ کسی طرف دھنس جائے نہیں بلکہ طول و عرض ہر ایک کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ہر ٹکڑا پانچ ہاتھ سے بھی قدرے کم تو آہستہ قلیل ہو گیا لہذا لازم ہوا کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلنے پاسے اور اس کی ضرورت و ضرورت غسل دونوں کے لیے ہے بلکہ غسل کے لیے زیادہ۔ و آیر میں فرمایا :

الحاجة الی الاغتسال فی العیاض اشد منہا الی التوضیۃ  
حوضوں میں نہانے کی ضرورت پر نسبت وضو کے زیادہ ہوتی ہے۔ (ت)

لا یزید فی البیوت عادیۃً  
کیونکہ ضرغام طور پر گھر میں ہوتا ہے۔ (ت)  
اور شک نہیں کہ حوض یا تالاب میں نہاتے ہوئے پانی یوں سے لیتے ہیں نہ چلوں سے تو ضرور ہر اکہ دونوں  
ہی یا حق سے لین مراد واللہ تعالیٰ اعلم بالحق والصدقہ۔

توفیق انیس و تحقیق دقیق بحسن التوفیق، والحمد للہ علی قیصر الطرق۔  
اقول : ہاتھ استعین، وہو نعم المعین، یہ سب تنقیہ و تنقیح و تصحیح و ترجیح اُس ظاہر خلاف پر تھی  
جو عبارات کتب سے مفہوم اور بیوزحہ جلالہ و غم فوالہ قلب فقیر پر القا ہوتا ہے کہ ان اقوال میں اصلاً خلاف  
نہیں قول اولیٰ کی نسبت ہم بیان کر آئے کہ وہی ظاہر الروایۃ اور وہی اقویٰ میں حیثہ الدرایۃ ہے اور بذیل بطراز  
تصحیح بھی اور ظاہر الروایۃ اور جو تصحیح سے عدل کی کوئی وجہ نہیں قول دیگر کہ عار کتب میں حنا و مزج و مفتی ہے  
اسی ظاہر الروایۃ پر متفرع اور اُسی کے حکم کے تحت کو ہے ظاہر ہے کہ مساحت معینہ ہو مثلاً دو درودہ یا عدم  
خلوص پر مغضہ بہ حال اتنی مقدار میں پانی کا اتصال ضرور و مذہب مساحت نہ رہے گی و لہذا ظاہر الروایۃ نے  
فرمایا کہ کہیں سے زمین کھل نہ ہو تو اُس قدر کا شرط کثرت ہونا یا ہر ثابت، مگر کثرت وقت استعمال چاہے پہلے  
کثیر تھا اور استعمال کرتے وقت قلیل ہو گیا تو کثرت سابقہ کیا مفید ہوگی اب اس میں پانی لیتے ہوئے زمین اگر کھل  
گئی تو ظاہر الروایۃ نے جو امر کثرت کے لیے شرط کیا تھا کب باقی رہا اتنی دیر کو پانی قلیل ہو گیا پہلے سے اگر نجاست  
پڑی تھی اور جو کثرت توڑ نہ ہوئی تھی اب قلیل ہوتے ہی توڑ ہو گئی اور پھر پانی مل جانا ظاہر نہ کر دے گا کہ اب  
نجس کثیر ہو کر پاک نہیں ہو جاتا اور جن کے نزدیک مائے مستعمل نجس ہے پہلے سے کسی نجاست پڑی ہونے کی  
حاجت نہیں پہلے پانی کا پانی بدن پر ڈالا یہ مستعمل و نجس ہو کر پانی میں گرا وہ باولپ دیا پانی قلیل ہو کر اسی مائے مستعمل  
سے نجس ہو گیا۔ یوں ہی جن کے نزدیک آب مستعمل اگرچہ پاک ہے مگر مائے مطلق سے اُس کا اختلاط مطلقاً اُسے  
نا قابل طہارت کر دیتا ہے اگرچہ مخلوب ہو لہذا وقت اغتراف حفظ کثرت کے لیے یہ شرط لگائی کہ اغتراف آب کثیر  
سے ہر اُس وقت بھی ظاہر الروایۃ کا ارشاد یا حذنا العاد وجہ الامض صاوق ہو کر زمین کہیں سے کھل  
نہ ہو قرینہ علی شرط کثرت نہیں بلکہ وقت اغتراف شرط بقائے کثرت۔

اس توفیق رفیق کے نزیدات اقوال اولاً خود ہی تعین میں تعین تعین کہ اتنا حق اس لیے رکھا گیا  
کہ پانی لیتے وقت زمین کھل کر نہ ہو پانی نہ ہو جائیں کہ مساحت نہ رہے گی قلیل ہو جائیگا معلوم ہوا کہ اتنا بقائے

مساحت کثیر ہے تقریبی مساحت تقبیل کرنے کی۔

ثانیاً اگر کثرت فی نغصہ اس پر موقوف ہو تو یہ شرط بھی کام نہ دے گی اور وقت اغتراف وہی وقت پیش آئے گی۔ شرط ہے تو ساری مساحت میں نہ کہ بعض میں۔ خیانتیر میں ہے،

المختار ان لا ينحصر بالاعتراض  
مختار ہے کہ چلو لینے سے زمین نیچے سے نہ کھلے  
مطلقاً غیر مقید بكونه من اعلى المواضع  
مطلقاً اس میں زیادہ گہرا ہونے کی کوئی قید نہیں ہے۔ (ت)

اب کو پانی لیا اور زمین کھل کر نہیں مگر اتنی جگہ صرف جو بھر عرض کا پانی رہ گیا تو اب کیا آب قلیل نہ ہو گیا کہ اتنی دیر ساری مساحت میں اتنا حق نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ حق مطلوب نہ تھا بلکہ وہی زمین کا کہیں سے کھلا نہ ہونا کہ کو وقت اغتراف یہی باقی رہے گا نہ وہ حق۔

ثالثاً اسی پر شاہد ہے سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے وہ روایت کہ ہر ایک زمین سے مخزری کہ خود جاری پانی میں بھی اتنا حق شرط فرماتے ہیں یہ ہرگز نفس جریان کی مشروط نہیں ہو سکتا کوئی قائل کے حکم کا کہ مینہ کا پانی جو چیت یا زمین پر بہ رہا ہے جاری نہ ہو گا جب تک چار پانچ انگل ذل نہ ہو جائے امام ابو یوسف کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے وہ قلعہ عرفا و شربا ہر طرت جاری ہے اگر چہ صرف چھوٹے ذل ہو لا جرم کوئی شبہ نہیں کہ یہ وقت اغتراف بقائے جریان کے لیے شرط فرماتی ہے کہ اگر پانی لینے وقت زمین کھل گئی وہ پانی ہو گئے اور اس وقت جریان جاتا رہا کہ اتنی دیر اوپر کا پانی رک گیا اور نیچے کا مدد ہالا سے منتقل ہو گیا اور ہم رسالہ حسب الساتر میں بیانی کر چکے کہ جریان کے لیے مدد کا اشتراط بھی ایک قول صحیح ہے امام ابن العمام نے اسی کو ترجیح دی اور یہی امام برہانی الدین صاحب ہدایہ کی کتاب تہنیک رام حسام الدین کے

علیہ بکرم فادسہ امام قاضی خان میں ہے،

الجنب اذا اقام في المطر الشديد متجوماً بعد ما قضي من الاستنشق حتى اغتسلت اعضاءه  
جانب لا نہ جاس یعنی وہ جنب اگر کئی کر کے ناک میں پانی موضع فرض تک چڑھا کر زور کے مینہ میں نہنگا  
کھڑا ہو کہ سب راہی دھواں گئی غسل ہو گیا کہ مینہ جاری پانی ہے ظاہر ہے کہ مینہ کی دھواں متفرق ہوتی ہیں  
اور ان میں کوئی دھواں آدھا اٹھل بھی دل نہیں رکھتی بلکہ اکثر جو بھر سے زیادہ نہیں ہوتا مگر وہ بلا خلافت جاری  
پانی ہے ۱۶ منہ غفر لہ (م)

واقعات سے مستفاد یہ روایت امام ابو یوسفؒ اسی قول پر مبنی تشریفاً اس لیے فرمائی کہ پانی لینے وقت بھی جاری رہے نہ کہ ہر جاری میں یہ حق و کاروں ہی یہاں نفس کثرت اس سے مشروط نہیں بلکہ وقت اختلاف کثیر رہنا و فقہ الحد۔

اس ابعاً اسی کے مؤید ہے وہ کہ ہمارے رسالہ و حسب الساتر میں کتب کثیرہ جلیلہ معتمدہ سے منقول ہوا کہ بڑے تالاب کے بطن میں نجاستیں پڑی ہیں بارش کا پانی آیا اگر ان نجاستوں تک پہنچنے سے پہلے یہ پانی تالاب کے اندر وہ درود ہو گیا اس کے بعد نجاستوں کی طرف بڑھ کر ان سے ملا تا پاک نہ ہو اوروں سے تالاب پاک رہے گا۔ ظاہر ہے کہ بڑے وقت ساری مساحت میں پانچ اعلیٰ دل ہونا ضرور نہیں بلکہ نادر ہے جس کا بیان اُسی رسالہ میں گزرا مگر اس کا لمانہ نہ فرمایا مگر مطلقاً حکم طہارت دیا اس کا وہی جہی ہے کہ فی نفسہ کثرت کے لیے اُلیٰ کی حاجت نہیں بلکہ ردش ہوا کہ کثرت کے لیے صرف اس قدر کار کہ مساحت بھر میں کئی جگہ پانی سے کھل نہ ہو یہی ظاہر روایت و تصحیح اول ہے اسی بنا پر پانی لینے وقت کثرت باقی رہنے کے لیے لازم کہ اُس سے زمین کھل جائے ورنہ قلیل ہو جائے گا یہی مطلب عامہ کتب و تصحیح دوم ہے۔

فقہ اقول یہ توفیق انیٰ بعض فیض اور کہے گی۔

اقل اختلاف مطلق رہے گا جس طرح متون و ہادیہ و عامہ کتب میں ہے کہ پانی فی نفسہ ہر طرح کثیر ہے مقصور اُس وقت زمین کا بافضل نہ کھن ہے نہ کوئی صلاحیت عامہ تو چلو جو یا لب جس طرح پانی لیا اُس سے نہ کھن چاہیے اگرچہ دوسری طرح انکشاف ہو سکے بلکہ ہاتھ کی بھی تخصیص نہیں برتن سے یس خواہ کسی سے اُس وقت زمین کھلے نہیں۔

دوہر ساری مساحت میں اس حق کی حاجت نہیں صرف وہیں کافی ہے جہاں سے پانی

لیا گیا۔

مسوہر بشرط وہ درود میں فرمائی ہے پانی اگر اس درجہ کثیر ہے کہ جہاں سے لیا گیا اگر زمین کھل بھی جاسے تو ہر طرف کا ٹکڑا وہ درود رہے تو کھن مضر نہ ہو گا کہ اگرچہ وہ پانی ہو گئے مگر وہ نوں کثیر ہی ہیں۔ چہاں سے ہر مذہب معتمد یہ ہے کہ آب مستعمل طہر ہے اور آب مطلق میں اُس کا اختلاط مانع طہارت نہیں جب تک مقدار میں اُس سے زیادہ نہ ہو جائے اور آب قلیل کتنا ہی کثیر ہو بدن محدث اُس میں پڑنے سے سب مستعمل ہو جاتا ہے مگر بغیر وقت اختلاف ہاتھ ڈالنا صحافت ہے یہ سب مسائل ہمارے رسائل الطرس المعدل و النہیۃ الاتقہ میں میری ہر جگہ تودہ پانی جس میں سے وقت اختلاف زمین کھل کر اُس کے ٹکڑے وہ درود نہ رہیں اگر اس میں پہلے سے نجاست موجود تھی اس کھلنے سے ضرور ناپاک ہو جائیگا

یوں ہی اگر ضرورت ہو تو پانی سے لیا سب پانی مستقل ہو جائیگا کہ دوسرا بے وجود ہوتا ہے ضرورت پڑا  
عام ازیں کہ پتہ سے بھی زمین کھلتی یا نہیں اگر کئے استعمال بعد انفصال یہ ہوگا اور اس وقت اتصال آب  
ہو کر کثیر ہو جائیگا۔

**اقول** انفصال سے استعمال کی بعدیت ذاتیر ہے کہ وہ علت استعمال کا جزو اخیر ہے تو  
تحت محال اور اتصال آب کی بعدیت نہایت ہے کہ جتنی جگہ کھلی تھی بعد انفصال یہ حرکت آب سے بھرے گی

میں کہتا ہوں کہ ہماری اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا  
کہ قادی خانہ وغیرہ کتب معتبرہ میں جو یہ مسئلہ بیان  
کیا گیا ہے کہ اگر پانی سوراخ سے نکلا اور نمونہ پانی پر اتنا  
پھیل گیا کہ اگر کوئی شخص ہاتھ سے پانی اٹھائے تو نیچے کا  
جاد پانی منکشف نہیں ہوتا اس صورت میں اس پانی  
میں ضرور کنا جائز ہے ورنہ اس سے وضو جائز نہیں  
(۱) اس مسئلے کو غلیظ میں معنی نقل کرتے ہوئے وضو  
کے جواز اور عدم جواز کی جگہ پلیدی کے واقع ہونے سے  
اس پانی کے پلید ہونے اور نہ ہونے کو رکھ دیا حالانکہ  
تحقیق کی رو سے اس طرح نہیں ہے، کیونکہ جب پانی  
کی پائش زیادہ ہو تو کتنی کے واقع ہونے سے وہ فاسد  
نہیں ہوگا جب تک اس میں تغیر نہ آئے یا پلیدی کے  
گرنے سے نیچے کی سطح منکشف نہ ہو جائے، اس صورت  
میں پانی دو تھوڑے حصوں میں تقسیم ہو جائیگا برخلاف  
اس صورت کے کہ اس پانی میں اعضاء ڈبو کر وضو کیا جائے  
تو اس سے پانی مطلقاً فاسد ہو جائیگا کیونکہ فرض یہ کیا گیا  
کہ پلوں میں پانی لینے سے نیچے کی سطح منکشف ہو جاتی ہے  
تو ڈوبنے سے بطریق لونی منکشف ہو جائیگا، اس پر اس سے واضح ہو گیا کہ بتدریج ہے کہ مسئلہ معنی مطلقاً عقل نہ کیا جائے،  
ورنہ اس سے بہت ہی پریشانی ایک فرق پیدا ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمائے والا ہے۔ (ت)

سأله اقول ظهر بهذا التحقيق ان مسألة  
الغائبة وغيرها من الكتب المعتبرة ان خروج  
الماء من النقب وانبسط على وجه الجهد بعد  
مالو من الماء بكفه لا ينحصر ما تحته  
من الجسد جهاز فيه الموضوع والا فلا  
لعلها في الغيبة بالمعنى فاقام مقام  
جواز الموضوع فيه وعدمه فساداً بوقوع  
المفسد وعدمه وليس كذلك عند التحقيق  
فانه اذا كان كثير المساحة لا يفسد بوقوع  
شيء ماله يتغير او ينحصر بوقوعه فيبقى ما بين  
قليلين بخلاف الموضوع فيه بغس الاغضاء  
فانه يفسد به مطلقاً لان الغرض انه ينحصر  
بالغرض في الغرض اولى وبه ظهر ان  
الاولى ترك النقل بالمعنى مطلقاً  
فلربما يحصل به تغير دقيق في غايه  
الغناء وبالله التوفيق (۱) منس

غفر له۔ (م)

اور حرکت تدبیریکہ ہے تو بغیر انصالی قبل اتصال حکم، استسماں نازل ہو جائے گا یا فہم اور اگر چٹے سے کوئی  
نچاست نہیں اور پتو یا لب حسب ضرورت لیا اور زمین کھل گئی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ وسط حوض میں جا کر پانی  
لیا ہو کہ اگرچہ زمین کھٹنے سے پانی قلیل ہو گیا مگر ضرورت اخترف تو ٹھکے میں بھی معاف ہے جبکہ کوئی چھوٹا برتن  
پانی لینے کے لیے نہ ہو اور اس وقت اگرچہ اس کے پاؤں اُس قلیل پانی میں ہیں مگر اندر چلتے ہوئے دھل چکے ہیں  
ہاں اُس زمین کے کھٹنے وقت اسے حدت واقع ہو تو ضرور پاؤں کی وجہ سے سارا پانی مستعمل ہو جائے گا ان  
وجہ کی نظر سے وہ شرط کی گئی تری ہزار روایت اور یہ قول معنی یہ دونوں متوافق اور باہم اصل و فرع ہیں واللہ اعلم۔

یہ تمام دو سبب جو اس کثیر المعاصی پر ظاہر ہو اور اسی سے  
ان کے ارشادات جمع ہو جاتے ہیں اور شبہات دفع ہو جاتے  
ہیں، تمام تعریفیں مرادیں دینے والے اللہ تعالیٰ کیلئے  
اور اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرما کر نیکیوں کے صحیح کرنے والے  
اور غلطیوں کو معاف فرمانے والے پر اور آپ کی آئی اور آپ کے  
صحابہ سادات کرام پر اور آپ کے بیٹے اور حلیل القدر  
راشخ علم والی جماعت پر اور ان کے ساتھ جم پر، ان کی  
پردہ اور ان کے وسیلے سے سُن تک جب ہمارے  
عصیب شفا عتوں کے لیے کھڑے ہوں گے ان پر اور  
ان کے تمام قبضین پر پاکیزہ رحمتیں، نشر و نفا پانے والے  
سلاطین اور بابرکت تحفے، آمین، سب تعریفیں اللہ رب العالمین  
کے لیے اس کے باوجود میں یہ نہیں کہتا کہ حکم یہ ہے، میں  
توصیف اتنا کہتا ہوں کہ یہ وہ سبب ہے جو مجھے ظاہر ہوا اگر  
درست ہے تو اللہ تعالیٰ وہ باب کریم کی طرف سے اور اس  
کے لیے حد ہے، اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے اور  
شیطان کی ہے، میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شیطان سے  
برأت کا اظہار کرتا ہوں، تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے،  
اللہ بہتر جانتا ہے۔

بشارت : اس سے پہلے جو کراہ قول بیان ہوا کہ مثل

هذا حلال ما ظهر لكثير السيئات ۴ و بيه  
تجتمعت الكليات ۴ و تندفع الشبهات ۴ و  
الحمد لله و احب الصلوات ۴ و صلى الله تعالى  
وسلم و بارك على مصحح الحسانات ۴  
مقبل العثرات ۴ و الہ و محبہ الاحکام  
الصادات ۴ و ابنہ و حزبہ الاجلۃ الاشیاء  
و علیہا معہم ۴ و بھمدلھم ۴ انی یرحمہم  
حبیبنا فیہ بالشفاعات ۴ علیہ و علیہم  
الصلوات الزاکیات ۴ و التسلیمات النامیات  
و النقیات المبارکات ۴ آمین ۴ و الحمد لله  
مرحب العالمین ۴ و مع ذلك لا اقول انہ  
الحکم هذا انما اقول هذا ما ظہر لے فان  
کانت صوابا فسن الوهاب التکریم و لہ  
الحمد و انکانت خطا فمقد و من  
الشیطان و انا ابرؤ الی الله منه و الحمد  
لله رب العالمین و الله تعالى اعلم  
بشامریة ما تقدم من قول البصائر  
الصمد و الفتوی ایدا بقول الامام  
الاعظم رحمہم الله تعالى عنہ



وان ائمتہ المشایخ بخلافہ اخرہ الشای فی  
مواضع وناشرہ فی مواضع وکنت  
امردت ان اذکر هذا البحت ثمه ثم  
من ایت انت الکلام بطولہ وبقوتہ وبقوتہ  
الفصل الطویل فی فطرہ ثمه وبقوتہ  
یحمد الله تعالیٰ من سالت مهمه فی رایت  
الحاقها ههنا اتاما للکلام وواسعاً فایاً لمرأ  
وہاھی ذوالحمد لله ولی الانعام -

اور فتویٰ ہمیشہ نام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر ہے اگرچہ  
مشائخ اس کے خلاف پر فتویٰ دیں، علامہ شامی نے متعدد  
مقامات میں اس قول کی تائید کی اور کئی جگہوں میں اس  
سے اختلاف کیا، میرا ارادہ تھا کہ اس بحث کو اس جگہ  
ذکر کرتا۔ پھر خیال پڑا کہ کلام طویل ہو جائے گا اور غیر متعلق  
گفتگو سے فاصلہ طویل ہو جائے گا، لہذا اس جگہ  
میں نے گفتگو سمیٹ لی اور بحمد اللہ تعالیٰ اسے اہم رسالے  
کی صورت میں رنگ کر دیا، گفتگو کی تکمیل اور مقصد  
کے پورا کرنے کے لیے اس جگہ اس کے لائق کرنے کا فیصلہ کیا، اور وہ رسالہ یہ ہے، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ

مالک انعام کے لیے۔ (ت)

(نوٹ: اصل کتاب میں یہاں رسالہ "اجلی الاعلام" تھا جسے رسم المنقح کے طور پر جلد اول

میں شامل کر دیا گیا ہے)

فتویٰ مستحبیہ

۳۲۷ النور والنورق لاسفار الماء المطلق  
(آب مطلق کا حکم روشن کرنے کے لئے نور اور رونق)

سید محمد علی شریعتی

مستطير ۵۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
 کَیْلاً بِاَنَّهُ یَسْتَعِیْزُ بِدِیْنِ اِسْتِغْثٰثِیْنِ کَرِیْمِیْنِ اَبِیْ طَلْحٍ وَعَیْشٍ وَنُصَلِّیْ عَلٰی اَمْرِ اَلْاَقْرَبِیْنَ  
 اَبِیْ مَعْقِدٍ کَیْفَ یَكْتُمُ هٰذَا بِنُوَاقِرِہٖ ۔

### الاجواب

بسم الله الرحمن الرحيم ط

الحمد لله الذي أنزل هذه النعماء  
 ظهور الطهر نابه قطهيرا في حمدا مطلقا  
 غير مقيد بعد داو امد ما انما ابداء كشيروا  
 كشيروا الصلاة والسلام على الطيب الطاهر  
 الطهر المظهر المفضل على الخلق فضلا  
 كشيروا وعلى آله وصحبه واينبه وحببه  
 ما اضطرت السحب ماء منيرا امين اللهم  
 هذا به الحق والصواب .

یہ سوال بطور حیرانہ اور اس کا جواب بہت طویل چاہتا ہے یہ مسئلہ نہایت معرکہ الآرا ہے۔ فقہیہ  
بتوفیق اہل حقیر اولیٰ جزئیات مندرجہ ذکور کے پھر تعریف مطلق و متعینہ کو اصل و مضابطہ جامعہ کلیہ ہے اور دیگر ضابطہ  
کے لیے معیار پھر ضابطہ جزئیہ متونی پھر ضابطہ کلیہ متاخرین پھر جزئیات جدیدہ کے احکام و مواظفقی الا بالہ

لفظ اگرچہ تمام مطلوبہ معنیوں میں لفظ "النوم" سے مرکب لغت میں یہ لفظ نہیں ملا۔ میری رائے میں یہ "الرواق" ہونا چاہئے کسی سے عدد اور معنی دونوں درست رہتے ہیں۔ (داعم)

علیہ تو کلفت والیہ انیلب

یوں یہ کلام پانچ فصل پر منقسم ہوا،

**فصل اول** بزیات منصوصہ، اور وہ تین قسم ہیں،

**قسم اول** وہ پانی جس سے وضو صحیح ہے،

(۱) مینہ، دریا، نہر، چٹے، بھرنے، جھیل، بڑے تالاب، کنویں کے پانی تو ہر جہاں بالخصوص قابل ذکر  
ماسے مبارک نہرزم شریف ہے کہ ہمارے اکثر کرام کے نزدیک اُس سے وضو غسل بلا کراہت جائز ہے اور ڈھیلے  
کے بعد استنجہ مکروہ اور نجاست دھونا منوع۔ بخیر و درمجاہر میں ہے،

یوسف الحدیث مطلقاً بماء مطہر کما، سائر و ادویۃ

و حیوین و اہاب و یحار و مہاء و غیر مسزہ

بلا کراہۃ و من احمد و یکرہ

بلا کراہت ہوتا ہے بلکہ امام احمد کے نزدیک کراہت کے ساتھ ہوتا ہے۔ (ت)

نیز ج درمیں ہے،

یکوہ الاستنجاء بماء نہر منہر لا لاغتسال

سماحی میں ہے،

و کذا انزالۃ النجاسة الحقیقیۃ من ثوبہ

او بد نہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلک

اور اسی طرح بدن یا کپڑے سے نجاست حقیقیہ کا دور  
کرنا، یہاں تک بعض علما نے قرآن کو حرام تک  
نکھ دیا ہے۔ (ت)

علیٰ یعنی اُن سے طہارت کی جائے تو ہو جائے گی اور اس سے نماز صحیح ہوگی اگرچہ اُس پانی کا استعمال مکروہ ہو

حرام ہو جیسا کہ مفصل بیان ہو گا ۱۲ (م)

حکم سب سے اعلیٰ سب سے افضل دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل نہرزم سے افضل، مگر اس سے افضل

وہ مبارک پانی ہے کہ بار بار او اجمار حضرت افرسیہ اطہر علیہ السلام کی انگشتان مبارک سے دیا

کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور ضرکیا۔ علماء فقہاء فرماتے ہیں کہ وہ پانی نہرزم و کثر سب سے افضل مگر

اب وہ کہاں نصیب اور آجے ہر قسم کے پانی نہ کور ہوں گے اُن کے سینے میں بضرورت اس کا نام لینا مستحب

نہ جانا ۱۲ منہ غفر لہ (م)

سے درمختار باب علیہ، مجتہد دہلی ۴۴/۱

سے درمختار، آخر کتاب الحی، مصنف ابائی مصر ۲۷۸/۲

میں کتا ہوں مطلق کراہت سے مراد کراہت

تحریمی ہوتی ہے اور حرام کا اطلاق مکروہ تحریمی پر کوئی  
بعید امر نہیں، تو کوئی مخالفت نہیں، ہاں اگر کسی نے  
ڈھیلے سے استنجا کر لیا تو صحیح یہ ہے کہ یہ پاک کرنے  
والا ہے تو ایسی صورت میں صرف سورہ اولیٰ رہے گی اور

والغرضی هذا ما ظهر لي. مکروہ تنزیہی ہو گا بلکہ غسل کے تواروی اور غرضی کاموں میں واضح فرق ہوتا ہے۔  
اقول یہ بھی دلیل واضح ہے کہ ہمارے ائمہ سے روایت صحیح طہارت کے مسئلہ میں فرق نہ ہوتا۔

(۲) سند رکھ پانی بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول کہ اُس سے وضو ناجائز جانتے اور ہمارے ائمہ  
اور مجہور امت کا اُس سے جو اندہ ضرور اجماع ہے،

اور اُس کے قول والبحر میں اُی لوگوں کی ترویہ ہے جو  
لکھتے ہیں ماء البحر پانی نہیں ہے یہاں تک کہ  
ابن عمر سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے سندہی پانی  
سے میرے نزدیک تیمم کر لینا زیادہ پسندیدہ فعل ہے  
سراج الراجح میں نقل کیا ہے، اور طائے حاشیہ  
مراقی الفلاح میں فرمایا کہ ابن سیدہ نے حکم میں فرمایا  
بحر سے مراد کثیر پانی ہے خواہ جیشا ہو یا نمکین،  
لیکن عام طور پر اس کا استعمال نمکین کے لیے ہوتا  
ہے، اس کی تصریح اس وہم کو دفع کرنے کے لیے ہے

کہ اس سے پاک کا حاصل کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ کڑوا اور پرہیزگار ہوتا ہے جیسے کہ بعض صحابہ نے قریم کیا۔

میں کتا ہوں یہ لفظ بے ادبی کے ہیں اگے

پچھا چاہئے۔ فرمایا ایک روایت میں ہے کہ جس کو

سند رکھ پانی پاک نہ کر سکے تو خدا اس کو بھی پاک کرے (ت)

میں کتا ہوں اس کو دارقطنی اور بیہقی نے

اقول مطلق انکراہۃ التحصیر و

اطلاق الحرام علی المکروہ تحریم غیر بعید  
فلا خلف نعم اذا استنجی بالمدرغ الصحیح  
انہ مظهر خلافی الا اسادۃ ادب فیکرہ تنزیہہ  
بغلاف الا غتسال ففرق بینہما المقصد

والغرضی هذا ما ظهر لي. مکروہ تنزیہی ہو گا بلکہ غسل کے تواروی اور غرضی کاموں میں واضح فرق ہوتا ہے۔  
اقول یہ بھی دلیل واضح ہے کہ ہمارے ائمہ سے روایت صحیح طہارت کے مسئلہ میں فرق نہ ہوتا۔

(۲) سند رکھ پانی بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول کہ اُس سے وضو ناجائز جانتے اور ہمارے ائمہ  
اور مجہور امت کا اُس سے جو اندہ ضرور اجماع ہے،

في البحر وفي قوله والبحر من قول من قال ان  
ماء البحر ليس بماء حق حكي عن ابن عمر  
رضي الله تعالى عنهما انه قال في ماء البحر  
التيمم احب الي منه كما نقله عنه في السراج  
الراجح اه وقال السيد ط في حاشية المراق  
قال ابن سيدة في الصحيح البحر الماء الكثير  
صلحا او عذبا او غلب على الطبع فالتنصيص عليه  
دفع لغوهم عدم جواز التطهير به لانه مرشحي  
كما فهم بعض الصحابة اه

کہ اس سے پاک کا حاصل کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ کڑوا اور پرہیزگار ہوتا ہے جیسے کہ بعض صحابہ نے قریم کیا۔

اقول هذا اللفظ بعید عن الادب

فلیجتنب قال وفي الخبر من لم يطهره

ماء البحر فلا طهره الله اه

قلت روضة الدار قطنی والبیہقی

کلاهما فی السنن بسند واحد بدون لفظ ماء عن  
ابی هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى  
الله تعالى عليه وسلم قال لا ولي الاقتصاس  
على ما قبلك به شارب حتى لا يعلق العلاء  
الشربيلاني حديث قال لقوله صلى الله تعالى  
عليه وسلم هو الطهور ماءه الحل هيئته  
قلت مراد واحد واحد والاسبعة  
وابن حبان والحاكم عن ابي هريرة رضي الله  
تعالى عنه بسند صحيح واحد وابن حبان  
والاخيران والدارقطني والطبراني في الكبير  
عن جابر وابن حبان عن ابي القاسم و  
الدارقطني والحاكم عن علي بن الحسن بن عمار و  
عبد الرزاق عن انس والدارقطني عنه و  
ايضا عن ابن عمار والضا عن جابر عن  
ابي بكر الصديق وابنا مردويه والبخاري  
ابي الطفيل عن الصديق رضي الله تعالى عنهم  
كلهم عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
وفي اخري لابن مردويه كالدارقطني عن ابي  
الطفيل عن الصديق من قوله ولعبد الرزاق  
وابن بکر بن ابی شیبہ عن حکمة ان عمر  
رضي الله تعالى عنه سئل عن الموضوء  
من ماء البحر فقال سيحون الله فاي ماء  
اعظم من ماء البحر ومنه لفظ الطيب و  
لهذا وابن عبد الحكم في فتوح مصر و  
البيهقي عند رضي الله تعالى عنه قال غتموا  
له مائة الف درهم بحث ما اجمروا من ۱۲ مطبق الزهر مصر من مصنف عبد الرزاق باب الاضواء من تاريخ ۹۵ مكتبة الاملاي بروت

اپنی سنی میں کمزور سند سے روایت کیا یہ ابو ہریرہ  
کی سنت نبوی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اس میں ماء کا لفظ نہیں ہے  
قریباً وہ ہستہ ہے کہ اس پر اکتفا کیا جائے  
جس کے شارح نے استدلال کیا ہے یعنی علامہ شریک  
نے انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے  
”سند کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مؤثر حلال ہے“  
میں کتابوں اس کو احمد اور چاروں نے اور  
ابن حبان، حاکم نے ابو ہریرہ سے بسند صحیح روایت  
کیا ہے اور احمد ابن حبان، ابن حبان، حاکم دارقطني  
اور طبرانی نے کبیر میں جابر سے اور ابن ماجہ نے  
ابو القاسم سے اور دارقطني اور حاکم نے علی سے اور  
ابن عرو سے اور عبد الرزاق نے انس سے اور دارقطني نے  
انس اور ابن عمار سے نیز جابر سے ابو بکر صدیق سے اور  
ابن مردويه اور ابن بکر نے ابو الطفيل سے ابو بکر  
صدیق رضي الله تعالى عنهم سے سب نے نبی پاک صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم سے، دوسری سند میں ابن مردويه نے  
دارقطني کی طرح ابو الطفيل سے ابو بکر صدیق سے ان  
کے قول سے اور عبد الرزاق اور ابو بکر ابن ابی شیبہ  
نے حکم سے روایت کی کہ حضرت عمر رضي الله تعالى عنه  
سے سند سے وضو کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ  
نے فرمایا سبحان الله، سند کے پانی سے زیادہ  
کون سا پال ہے اور ایک روایت میں الطيب کا لفظ  
ہے اور ابو بکر ابن ابی شیبہ اور ابن عبد الحكم نے فتوح مصر  
میں اور بیہقی نے ان سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا  
سند کے پانی سے غسل کرو کیونکہ وہ مبارک ہے



الفر دوس من ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رفعہ تحت البحر ناساً وتحت الناس بحر وتحت البحر ناساً اور دیکھی! انت کوئی فی قولہ تعالیٰ والبحر المسجور اشساراً الیہ واللہ تعالیٰ اعلم قال طوکان ابن عمر لایری جواز الوضوء بہ ولا الغسل من جنابة **اقول** ینکر عنہما رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه قال ماء البحر لا یجزی من وضوء ولا جنابة ان تحت البحر ناساً ثم جاء ناساً حق حدیثہ البحر وہم انیاء و لہم اقل لہ علی اصل فانہ اعطیہ وانما الذی فی العلیۃ ان کون الطہارۃ جائزاً بمسند النبیاء سواہ کانت عنہ او عالجۃ مما دلی علیہ الکتاب والسنة ولہ یعرف فی شئ عنہا خلاصت نعم نقل عن بعض الصحابة کراهۃ الوضوء بماء البحر منهم عبد اللہ بن عمرو البصری وہ علی عدم الکراهۃ لہ وفی ہامش الا فقریۃ عت مختاراً من التواتر حکى عن ابن عباس وایت حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہما قالوا الوضوء بماء البحر مکروہ

لہ مستند فردوس

لہ مطبوعی علی مرقی الفلاح بحث ماء البحر انہریہ مصر ص ۱۳

لہ یہ ذکر عن ابن عمر

لہ علیہ

لہ علی حاشیۃ فتاویٰ القرویۃ بحث ماء البحر دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار ۲/۱

عین ابن عمر سے مروی ہے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے اور اس کے انہوں نے مرفوعاً روایت کیا، اور ممکن ہے کہ اللہ کے قول والبحر المسجور میں اس طرف اشارہ ہو اللہ تعالیٰ اعلم ط نے فرمایا، ابن عمر سمندر کے غور اور غسل جنابت کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور (ت) میں کتابوں ابن عمر سے یہ روایت منسوب ہے کہ سمندر کا پانی وضوء اور غسل جنابت کے لیے کافی نہیں ہے شک سمندر کے نیچے آگ ہے پھر پانی پھر آگ ہے یہاں تک کہ انہوں نے سات سمندر دوں اور سات آگوں کا ذکر کیا، اور مجھے اس کی کسی اصل پر اطلاع نہیں ہے واللہ اعلم علیہ میں یہ ہے کہ ان پانیوں سے طہارت جائز ہے خواہ میٹھے ہوں یا نمکین ہوں، اس پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہیں، اور اس میں کوئی خلاصت معروف نہیں، ہاں بعض صحابہ سے کراہت منقول ہے کہ ای سے وضوء مکروہ ہے، ان میں عبد اللہ بن عمر بھی شامل ہیں اور تہجد کا قول ہے کہ کراہت نہیں ہے اور اقرویہ کے حواشی میں من رات النازل ہے ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر سے مروی ہے کہ دونوں

اھ قال ھو کذا روی ابی ہریرۃؓ اھ

حضرات نے سمندر کے پانی سے وضو کو مکروہ قرار دیا ہے  
اھ ط۔ اسی طرح ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں یہ زیادہ عجیب ہے حالانکہ حضور  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وایت صحیح جو تھوڑے ہی میں  
نقل کیا، ہاں بدائع میں ابو العالیۃ الریاحی سے  
مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک  
سمندری سفر میں تھا کہ نماز کا وقت آ گیا کشتی والوں کے  
پاس پانی ختم ہو چکا تھا ان کے پاس شیرۂ بکھر تھا  
تو بعض نے اسی سے وضو کر لیا اور سمندر کے پانی سے  
وضو کو مکروہ سمجھا اور بعض نے سمندر کے پانی سے  
وضو کر لیا، یہ اجماع کی حکایت ہے کیونکہ جو حضرات  
سمندر کے پانی سے وضو کر رہے تھے تو وہ اس کے  
پانی سے وضو کے جواز کے قائل تھے اور انہوں نے

اقول و ھذا عجیب ہو ما صح عنہ  
عن النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما  
سمعتک نعیم فی البدائع مروی عن  
ابن العالیۃ الریاحی انه قال کنت فی جماعۃ  
من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم فی سفینۃ فی البحر فحضر  
انہ سلاۃ قضی ماؤہم و معہم نبیذ  
التمر فتوضأ بعضهم نبیذ التمر و کرہ  
التوضؤ بماء البحر و توضأ بعضهم بماء البحر  
و کرہ التوضؤ بنبیذ التمر و ھذا حکایۃ الاجماع  
قال من کان یتوضؤ بماء البحر کان یعتقد

میں کہتا ہوں میری ناقص جگہ میں یہ بات  
نہ آ سکی کہ یہ اجماع کیونکر ہو گیا کہ پانی نہ ہونے کے  
وقت نبیذ تمر سے وضو جائز ہے، کیونکہ جن حضرات  
نے سمندر کے پانی سے وضو کیا ممکن ہے کہ وہ موجود  
حالت میں نبیذ تمر سے وضو کو جائز نہ سمجھتے ہوں کیونکہ  
پانی موجود ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نبیذ تمر سے  
وضو کو بالکل جائز نہ سمجھتے ہوں یہاں تک کہ  
اگر نبیذ موجود ہو اور پانی نہ موجود ہو تو وہ تیمم کے  
قائل ہوں جیسا کہ یہ ہمارے نزدیک صحت پر ہے اور  
صحت کی حد میں کراہت جواز پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ (ت)

از ہریرہ مصر ص ۱۳

علہ اقول لہ یبلغ فی القاصر کیف کانت  
ھذا حکایۃ الاجماع علی جواز التوضؤ  
بنبیذ التمر عند عدم الماء قال من  
توضأ بماء البحر جاز ان لم یر التوضؤ  
بالنبیذ فی الحالۃ المراہۃ لوجود السماء  
وجاز ان لم یر التوضؤ بہ اصلاً حتی  
لو وجدہ و عدم الماء تیمم کما هو الصفت  
بہ عندنا و انکراہۃ فی حدیث السلف  
لا یمیدل علی الجواز ۱۲ منہ غفرلہ  
(م)

سہ طحاوی علی مراقی الفلاح بحث ماء البحر



نجیزہ تر سے وضو، اس لیے نہ کیا کہ انہوں نے  
بار مطلق کو پایا اور جو نجیزہ تر سے وضو کر رہے تھے  
وہ سمندر کے پانی کو طہر نہیں سمجھتے تھے، یا وہ یہ  
کہتے تھے کہ یہ پانی ناراضگی اور مذاہب کے تعصب  
میں طہر پذیر ہوا ہے شاید ان کو حضور اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ سمندر کا  
پانی پاک کرنے والا اور اس کا مردہ حلال ہے تو پانی  
نہ ہونے کی صورت میں انہوں نے نجیزہ تر سے وضو کیا  
اور تو یہ انہوں نے بطور احتمال فرمایا اور نہ روایت کے  
الفاظ وہ ہیں جو آپ نے سنے۔ (ت)

میں کتابوں پر بھی جائز ہے کہ وہ دونوں سے  
وضو کے جواز کے قائل ہوں جبکہ نجیزہ پر پانی غالب  
ہو، جیسا کہ ابن شہر آشوب نے کہا، تو جس نے  
اس سے وضو کیا اسے سمندری پانی سے وضو کو  
مکروہ تنزیہی سمجھا اور اس میں شک نہیں جانا کہ  
جو نجیزہ اس کے پاس ہے اس کا پانی غالب ہے  
اور جس نے سمندری پانی سے وضو کیا اس کو اس  
نجیزہ میں شک تھا جو اس کے پاس موجود تھا تو  
اس نے بطور کراہت تحریمی اس سے وضو نہ کیا اور سمندری پانی سے وضو کر لیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

(۴۳) پالا اولے جب پھل کر پانی ہو جائیں کہ یہ بھی وہی آسمانی پانی ہیں کہ کُرۃ زمهریر کی سردی سے

جواز التوضؤ بماء البحر فله يتوضأ بتبيذ  
التمر لكونه واحداً للماء المطلق ومن كان  
يتوضؤ بالنجیزة كان لا يرى ماء البحر طهوراً  
او كان يقول هو ماء منقطة ونقبة كان له  
يلغنه قوله صلى الله تعالى عليه وسلم  
في صفة البحر هو الطهور ماؤه الحلال  
ميتته فتوضأ بتبيذ التمر لكونه ماء مسا  
للماء الطاهر ثم فهذا ما ابداه احتمالاً  
وانما لفظ الرواية ما سمعت۔

اقول ويجوز ان يكونوا معتقدين

جواز التوضؤ بماء اذا كان الماء خالياً  
في التبيذ كما سيأتي ان شاء الله تعالى  
فمن توضأ به كراهة التوضؤ بماء البحر كراهة  
تنزيهية ولم يشك ان التبيذ الذي عند  
ماؤه غالب ومن توضأ بماء البحر شاك  
في التبيذ الذي عند فكره التوضؤ به كراهة  
امتناع وتوضأ بماء البحر والله تعالى اعلم۔

اس نے بطور کراہت تحریمی اس سے وضو نہ کیا اور سمندری پانی سے وضو کر لیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

میرے پاس یہ رائے کا جو نسخہ ہے اس میں اسی طرح ہے  
شاید کاتب نے غلط لکھ دیا مناسب الطہور  
ہے۔ (ت)

عنه هكذا في نسختي البعد ثم وكأنها  
تملة من قلم الناسخ والموجه الطهور  
۱۳ منه غفر له (م)

نہ ہائے الصانع مطلب الماء المقيد ايہ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶/۱

یہ بستر ہو گیا

قریں ہے حدیث کو دور کیا جاسکتا ہے مطلق پانی سے  
بھی برف یا آلودگی کا گھلا ہوا پانی، مجھ پانی یا  
تری اہ اور بحر و نہریں ابو موسیٰ سے منقول ہے  
کہ وضو ہائے نہر ہے اگرچہ ٹپکنے والا نہ ہو یہ صحیح ہے  
اور لفظ نہر اصح ہے ان دونوں کا قول اہ اور  
جامع الرموز میں اس کو صاحبین کی طرف منسوب  
کیا ہے، فرمایا کہ برف سے اس وقت تک  
وضو نہ کرے جب تک وہ ٹپکنے نہ لگے اور صاحبین  
سے مروی ہے کہ اس سے وضو کرے، اور پہلا  
ی صحیح ہے جیسا کہ تلخیص میں ہے اہ میں نے اس کے  
عاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ یہ محل خلاف اہ تصحیح نہیں ہے  
کیونکہ دوسرے بغیر وضو ہو نہیں سکتا ہے  
اور دھوتا بہانے بغیر نہ ہوگا اور بہانا بغیر تعاطر  
کے نہ ہوگا، اور یہی مراد ہے اہ میں لکھا ہوں  
ہاں دوسرے امام سے یہ مروی ہے کہ دھونا جو کہ  
تر کرنے کو کہتے ہیں خواہ نہ بچے، جیسا کہ تجزیہ ہے  
اور یہ چیز برف اور آلودگی کے ساتھ خاص نہیں ہے  
اور ہم نے قبایح الرضوی میں بیان کیا کہ ان کے مراد  
یہ ہے کہ وضو سے ایک یا دو قطرے بہہ جائیں

فی الدرر المفرد المحدث بناءً مطلقاً كشمع مذاب  
و برد و جمد و ندسك اھ و فی البحر و النھر  
و عن ابی یوسف یجوز و اھ لم یكن  
متعاطراً و الصحیح و لفظ النھر الاھم  
قولھما اھ و نسبہ فی جامع الرموز لھما  
حدیث قال لا یتوضؤ بالثلج الا اذا تقاطر  
و عن صاحبین انه یتوضؤ به و الاول  
ھو الصحیح كما فی الظہیریۃ اھ و ایتنی  
كتبت علی هامشہ اقول لیس هذا محل  
خلاف و تصحیح اذ لا وضوء الا بالفضل  
ولا غسل الا بالامالة ولا اسالة الا  
بالتقاطر فھو المراد اھ ما كتبت علیہ  
اقول نعم یروی عن الثانی ان الفضل  
بل المحل و اھ لم یكن كما فی البحر  
و هذا لا یختص بالثلج و البعد و قد منافی  
تبیان الموضوء اھ مراد ہ سال من الغیر  
قطر او قطرات و لھما یتدارك فلا خلاف  
قال ش الظاهر اھ معنی لم یتدارك  
لم یقطر علی الفور بان قطر بعد متعطلۃ اھ

۴۴/۱	مجتبائی دہلی	۴۴/۱	لے الدر المختار باب المیاء
۶۷/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۶۷/۱	لے بحر الرائق آخر الماء البحر
۴۶/۱	طبعة کریمہ قرآن ایران	۴۶/۱	لے جامع الرموز بحث الماء السماء
۱۱/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱۱/۱	لے بحر الرائق فرض الوضوء
۷۱/۱	انباری مصر	۷۱/۱	لے رد المحتار فرض الوضوء

اور تدارک نہ ہو اس میں اختلاف نہیں جس سے فرمایا کہ تدارک امرک کے معنی یہ ہیں کہ فوراً قطرات نہ بہیں،  
بلکہ صلیت کے بعد قطرات بہیں اور (ت)

اقول بل الظاهر ان المعنى لم  
يقتضيه القطر كقوله تعالى تدارك القوم  
اي تلاحقوا ومنه قوله تعالى حتى اذا  
دارككم فيها كما في الصحاح ومعلوم  
انه لم يثبت الغمر في دخول طائفة  
منهم بعد اخوي والله تعالى اعلم۔

(۵) یوں ہی کل کا برف جب پگھل چلے کہ وہ بھی پانی ہی تھا کہ گیس کی ہوا سے جم گیا و موعظ  
الدرود جسد وهو محمور الماء الجامد ط عن عن القاموس (اور در سے گزرا ہے کہ الجسد  
حرکت کے ساتھ جما ہوا پانی (برف) ہے یہ آیت سے قاروس سے ہے۔ (ت)

(۶) شبینم

اقول یعنی جبکہ تڑپ پھولوں پر سے یا پھیلے ہوئے کپڑے پر ڈر کر اتنی جم کر لی جائے کہ کسی عضو  
یقینہً عضو کہ دوسرے شکار و پے بھر جگہ پاؤں میں باقی ہے اور پانی ختم ہو گیا اور شبینم جم کر گئے سے اتنی  
مل سکتی ہے کہ اُس جگہ پر نہ جائے تو حیم جائز نہ ہو گا یا اس میں سر پر بند جیٹا اور اس سے سر بجلیک گیا  
مس ہو گیا اگر ہاتھ نہ پھیرے گا و ضرر ہو جائے گا اگرچہ سنت ترک ہوتی یوں ہی شبینم سے ترگھاس میں مرنے  
پہنچنے پہنچنے سے موزوں کا مس ادا ہو جائے گا جبکہ شبینم سے ہر روزہ ہاتھ کی چھٹکیا کے طول و عرض کے سرچند  
بجلیک جائے،

و من الدرود و تدارک قال فی الاصل  
وهو الطل وهو ماء على الصحيح و قيل  
فمن دابة آه  
اور در سے گزرا و تدارک 'شش' نے ادا دی  
کہا یہ شبینم ہے اور صحیح قول کے مطابق یہ پانی ہے  
اور ایک قول یہ ہے کہ چپائے کا سانس ہے (ت)

اقول لا اعلم له اصلا ولو كان كذا  
 لم يجز الموضوع به لانه ليس بماء ولو كان  
 به لكاف مني الاضاح وعرقه احمق  
 بالجواز ثم سأتيت في مسح الخفين من  
 الفتح لا لافرق بين حصول ذلك بيده او  
 باصا به مطرا او من خشيش مشوقه مبتل  
 ولو بالطل على الاصح وقيل لا يجبون  
 بالطل لانه نفس دابة لا ماء وليس  
 بصحيح اهـ۔

میں کہتا ہوں مجھے اس کی اصل معلوم  
 نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو اس کے ساتھ وضو  
 جائز نہ ہوتا کیونکہ وہ پانی نہیں اور اگر اس سے  
 وضو جائز ہوتا تو انسان کے حقوق اور پسینہ سے  
 بطریق اولیٰ جائز ہوتا، پھر فتح کے مسح علی الخفین میں  
 ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں کہ یہ ہاتھ سے ہو یا  
 بارش کی وجہ سے ہو یا تر گھاس میں چلنے کی وجہ سے  
 ہو یا شبنم سے ہوا صیح قول کے مطابق، اور ایک  
 قول یہ ہے کہ شبنم سے جائز نہیں کیونکہ وہ چرپائے کا سانس  
 پانی نہیں اور یہ صحیح نہیں (حدیث)

(۷) زلال

اقول لفظة وعرفا مشہور یہی ہے کہ زلال میٹھے ٹھنڈے چکے خوشگوار صاف خالص پانی کو  
 کہتے ہیں

في القاموس ماء نزل كغراب و امير  
 وصبر وسر و علا بط سريع البهر في المخلوق  
 بامر و عذب ب صاف سهل طلس ولو يصوم  
 على معصية خيرة وفي صحاح الجوهري  
 ماء نزل اي عذب اه وفي حياة الحيوان  
 الكبرى المشهور على الاستدانة  
 الزلال هو الماء البارد

قاموس میں ہے مار زلال، زلال غراب کے وزن پر بھی  
 آتا ہے اور امیر و صبر اور علا بط کے وزن پر بھی (یعنی بڑھل  
 زلال زلال، اس پانی کو کہا جاتا ہے جو صحت سے بامانی  
 حریزی اور ٹھنڈا، میٹھا، صاف، لطیف اور رواں ہو  
 اور اس کے علاوہ کوئی معنی نہیں بتائے، اور  
 صحاح جوہری میں مار زلال یعنی میٹھا اور حیرۃ الحیران  
 میں ہے زبانی پر مشہور ہے کہ زلال ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں۔

۱۳۲/۹	رضویہ سکھر	مسح الخفین	فتح القدير
۴۰۶/۳	مصطفیٰ ابابہ مصر		قاموس المحيط (زلال)
۱۴۱۸/۳	بیروت		صحاح الجوهري (زلال)
۵۳۴/۱	مصطفیٰ ابابہ مصر		حياة الحيوان الكبرى (زلال)

اس تقدیر پر تو اس کے شمار کی کوئی وجہ نہیں مگر علامہ شامی نے امام ابن حجر کی سے نقل کیا کہ برف میں ایک چیز جانور کی شکل پر ہوتی ہے اور حقیقتہً جانور نہیں اس کے پیٹ سے جو پانی نکلتا ہے وہ زلال ہے ،  
 حیث قال عقیب ذکر الطل اقول وکذا انھوں نے طل کے ذکر کے بعد فرمایا میں کتابوں کی طرح  
 الزلال قال ابن حجر وہو ما یمخرج من "زلال" ہے ، ابن حجر فرماتے ہیں کہ برف میں  
 جوف صوفیة تجد فی نحو الشلیب کا لھیراں حیوانی شکل کی ایک چیز پائی جاتی ہے جو دراصل  
 ولیست بحیوان ہے حیران نہیں ہوتی ہے اس کے پیٹ سے جو پانی  
 نکلتا ہے وہ زلال ہے ۔ (ت)

اقول یہ اگر ثابت ہو تو اس کے جانور ہونے سے انکار محتاج دلیل ہے اس کی صورت جانور کی ہے  
 اور کتابوں اور غرہ انرشافہ کی کتب میں اسے حیران کہا انگلی برابر قد سفید رنگ زرد چشیاں اور غرہ اس جانور  
 ہی کا نام زلال بتایا تاج العروس میں ہے ،

الزلال بالضم حیوان صغیر الجسم ابيضه اذا زلال پیش کے ساتھ سفید جسم کا ایک چھوٹا سا جانور  
 مات جعلت الماء فیبرود ومنه سمی الماء ہے ، جب مر جاتا ہے تو اس کو پانی میں ڈال دیتے ہیں  
 الباس و غلا لا ہے یہ پانی کو ٹھنڈا کرتا ہے اور اسی لیے ٹھنڈے پانی کو  
 ماء زلال کہتے ہیں ۔ (ت)

حیاء الحیوان امام دیرری شافعی میں ہے ،  
 الزلال بالضم و دویقرب فی الشلیب وهو منقطع بصفره یقرب من الاصبغ یاخذ الناس  
 من اماکنه لیشر برا ما فی جوفه لشدة برودہ۔ ایک کپڑا برف میں پتا ہے اس پر پچھلے رنگ کی  
 پتیاں ہوتی ہیں ، تقریباً ایک انگلی کے برابر ہوتا ہے  
 رنگ اس کو پکڑتے ہیں تاکہ اس کے پیٹ میں سے جو نکلتا ہے وہ پی سکیں ، کیونکہ یہ پانی بہت ٹھنڈا ہوتا ہے (ت)  
 اس کے حیران ہونے کی تقدیر پر امام ابن حجر شافعی نے اس پانی کو سفید ٹھنڈا کرنا پاک بتایا ،  
 قال ثم عن ابن حجر بعد ما عرفنا تحقیق ش نے ابن حجر سے نقل کیا یس اگر متحقق ہو (یعنی

(ای کو نہ حیوانا) کان نجسا لانه سے ملے اس کا حیران ہونا ثابت ہو جائے تو وہ نجس ہوگا اس لیے کہ وہ قے ہے۔ (ت)

اقول قے کی تعریف اس پر صادق آنے میں کلام ہے اور کتب شافعیہ میں اُس سے جو نزو منو صرح شرح دبیز ابو الفرج عملی شافعی میں ہے:

القاء الذي فيه دودا المتلج طهورا  
حياة الحيوان فيه

الذي قاله يوافق قول القاضى حسين  
فيما تقدم في الدود

علا شامی نے جہت تک اُس جا فر کا دوسری ہر نا ثابت نہ ہو پانی پاک مگر ناقابل وضو بتایا۔

حيث قال نعم لا يكون نجسا عندنا ما لم يعلم  
كونه دمويا اما رفع المحدث به خلا  
يصح وان كان غير دموي

اقول ظاہر اُس پانی کی طہارت محل اشتباہ نہیں جیسے دیشم کا کیزا کہ خود بھی پاک ہے اور اس کا پانی بلکہ بیٹ بھی پاک۔ طہگیر میں ہے۔

ماء دود القز وعينه و غروء طاهر كذا  
في القنية

بلکہ خلاصہ میں ہے۔

الدودة اذا تولدت من النجاسة  
قال شمس الاثمعة العلواني انها ليست

کیزا ج نجاست میں پیدا ہو تو شمس الانر علوانی فرماتے ہیں کہ وہ ناپاک نہیں ہے اور یہی علوانی ہر حیوان کہے

سہ رد المحتار باب المياه البانی مصر ۱۳۲/۱

سہ حیاة الحيوان الكبيرى (زالل) البانی مصر ۵۳۶/۱

سہ النضا

سہ رد المحتار باب المياه البانی مصر ۱۳۲/۱

سہ فتاویٰ ہندیۃ الفصل الثانی فی الامیان النجسة نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶/۱

نجسة وكذا اكل حيوان حتى لو غسل ثم تراگر کسی حیوان کو دھویا جائے پھر وہ پانی میں کر جائے  
وقم في الماء لا ينجسه وتجوز الصلاة تراکس کرنا پاک نہیں کرے گا اور اس کے ساتھ  
معها۔ نماز جائز ہے۔ (ت)

اور جب ظاہر ہے وجہ تک ثابت نہ ہو کہ یہ پانی نہیں جگڑا ہے یا اس کے پیٹ کی رطوبت ہے یا اس  
کی رطوبت اس میں نصف یا زیادہ ملی ہوئی ہے ناقابل وضو ہونے کی کوئی وجہ نہیں ظاہر آوہ برہن ہی کا  
پانی ہے کہ اس کے جوف میں مٹا ہے اور پاک پانی کے غیر ظہر ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو خطا غیر سے  
ماتے مطلق نہ رہے یا اسقاط فرض خواہ اقامت قربت سے مستعمل ہو جائے ثانی یہاں قطعاً مطلق اور  
اول کا ثبوت نہیں اور کوئی مطلق بجا ثبوت متبہ نہیں ہو سکتا۔

الاترى ان الفاسدة لا تثبت بالثقل وحم نجاست شک سے ثابت نہیں ہوتی ہے اور یہ طہرت  
تسلط الطهوية والطهارة معا فضلا من کوسلب کرتی ہے اور طہارت کو بھی پر جاسیکہ  
التقييد۔ (ت)

(۸) گرم پانی

وهذا اتفاق الاصابي على مجاهد من كراهته (اس بات میں اتفاق ہے کہ وہ جو مجاہد کے اسکی کراہت منقول ہے)  
اقول لمراتنا گرم کہ اچھی طرح ڈالنا نہ جائے تکمیل سنت نہ کہ نہ شہ کر دے یعنی اتنا سرد اور اگر تکمیل  
فرض سے مانع ہو تو حرام اور وہ وضو نہ ہو گا وہی صحیح البخاری قوضاً عسر یعنی اللہ تعالیٰ عنہ بالاحیاء  
(صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت قوضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گرم پانی سے وضو فرمایا۔ ت)

(۹) اُپلوں سے گرم کیا ہوا اور پچھا ہوا درختوں میں ہے، وکروا احمد السخن بالنجاست  
(نجاست کے ذریعے گرم شدہ پانی کو امام احمد نے مکروہ گردانا ہے۔ ت)

(۱۰) دھوپ کا گرم پانی مطلقاً گرم ملک گرم موسم میں جو پانی سونے چاندی کے سوا کسی اور روحات کے برقی  
ہیں دھوپ سے گرم ہو جائے وہ جب تک ٹھنڈا نہ ہو لے بہن کو کسی طرح پچھانا نہ چاہیے وضو سے زائل سے  
نہ چینی سے یہاں تک کہ جو کڑا اس سے بھیگلا ہو جب تک سرد نہ ہو جائے پھنسا مناسب نہیں کہ اس پانی کے

۴۴/۱	فکھشور لکھنؤ	افضل السابغ فیما یکرى نجساً	لے خلاصۃ الفتاویٰ
۴۲/۱	تھری کتب خانہ کراچی	باب وضوء الرجل مع امرأته	لے جامع بخاری
۳۴/۱	مجتبائی دہرہ	باب المیاء	لے اندر المختار

بدن کو پہنچنے سے معاذ اللہ احتمال برص سے اختلاف اس میں بکثرت ہیں اور ہم نے اپنی کتاب غنتی الامال فی  
الادواء والاعمال میں ہر اختلاف سے قول اصح وارجح چنا اور مختصر الفاظ میں اُسے ذکر کیا اُسی کی نقل میں ہے  
دارقطنی نے عامر سے اور حقیقی نے انس سے مرفوعاً  
روایت کی، دارقطنی اور شافعی نے مرفوعاً  
سے موقوفاً روایت کی کہ تم آفتاب سے گرم شدہ  
پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے  
دارقطنی اور ابن نعیم نے ام الرعین سے روایت کی کہ  
آپ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے  
آفتاب سے پانی گرم کیا تو آپ نے فرمایا: آئینہ ایسا  
نہ کرنا اے حیرا کیونکہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔  
اور علامہ نے اسی میں کچھ قیود لگائی ہیں مثلاً یہ کہ گرم پانی گرم  
ملاقا میں ہو، گرم وقت میں ہو، یہ کہ پانی کسی نہات کے پتے کو  
برقی میں پیسے پانی سے یا تانبے کے برتن میں گرم ہوا ہو  
اصح قول کے مطابق گرم پانی چاندی کے برتن میں گرم نہ کیا گیا ہو  
مصدق قول کے مطابق مٹی کمال پتھر اور کڑی کے برتنوں کو دھو کر  
میں دھ کر گرم نہ کیا گیا ہو۔ حنفی اور کٹھ سے میں سورج کا گرم شدہ  
پانی قطعاً نہ ہو یہ پانی بدن میں استعمال ہوا ہو، اگرچہ  
پانی یا تر ہی ہی خطرہ ہے، کچڑے دھو سے تو حرج  
نہیں، ہاں اگر کچڑا دھو کر تر ہی پہن لیا تو خطرہ ہے  
یا کچڑا اپنا اور جسم پر پسینہ تھا، یہ پانی گرم استعمال  
کیا جائے اگر ٹھنڈا ہونے کے بعد استعمال کیا تو  
حرج نہیں اصح قول میں ہے، اور ایک قول یہ ہے

وهذه اقطار (ای الدارقطنی) عن عامر  
والعقیلی عن انس مرفوعاً قطر المشافعی  
عن عمر الغنم، وق موقوفاً لا تقتلوا بالحاء  
الشمس فانه یورث البرص قطر ابو نعیم  
عن ام المؤمنین انها منحت للنبی صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم ماء فی الشمس فتنا  
لا تفعلی یا حمیراء فانه یورث البرص  
قیّد العلماء بقیود انیکون فی قطره وقت  
حارین وقد الشمس فی منطیم صابر تحت  
الطریقۃ کھدید و نحاس علی الاصح الا  
النقدین علی السعید و من الحزف و الخبث  
والا حجاز و الخشب ولا الشمس فی الحیاض  
والبرک قطعاً و ان یتصل فی البدن ولو  
شرباً لا فی الثوب الا اذا البسه مرطبا او مع  
العرق و ان یتصل حاراً اخلو برد لا باس  
علی الاصح وقیل لا فرق علی الصحیح و وجہ  
وسد فاکول الا وجه قیل و ان لا یسکون  
الکلاء متکشفاء الراجح و لا قالہ حاصل منہ  
ایصال الماء الشمس فی اناء منطیم من  
غیر النقدین الی البدن فی وقت و بلد حارین



ما لم یجردوا لله تعالى اعلو۔

کفر قی نہیں، اور یہی صحیح ہے، اس کی توجیہ بھی ہے اور اس پر رد ہے، توادلی کی وجہ زیادہ درست ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ برتن کھلا ہوا نہ ہو اور رائج و لوکان الاواء مشکفا ہے (یعنی اگرچہ برتن کھلا ہو) تو خلاصہ یہ ہے کہ دھوپ کے گرم پانی کا سونے پانڈی کئے عودہ کسی اور رعات کے برتن سے جہم پر پہنچا، گرم وقت میں اور گرم علاقہ میں بٹھانڈا کیے ممنوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت) اور تحقیق یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اس پانی سے وضو غسل مکروہ ہے کما صرح بہ فی الفہم والجر والدرایۃ والفتیۃ والنهاية (جیسا کہ فتح، بحر، درایہ، قنیر اور نہایت میں صراحت کی گئی ہے۔ ت) اور یہ کراہت شرعی تنزیہی ہے

کما اشارت الیہ فی العللیۃ والامداد و هذا ما حقیقہ ش خلافا للضرورة والدر حیث نفیہ انکراہۃ اصلا ویسکن حمل الضرر علی التحرم اما الدر فصرح انها طبعیۃ عند الشافعیۃ وهو خلافا لفہم۔

جیسا کہ علیہ اور ادا میں اشارہ کیا "ش" نے یہی تحقیق کی، تنزیہ اور در میں اس کے خلاف ہے، اسی دونوں حضرات نے مطلقاً کراہت کا انکار کیا ہے، اور تنزیہ کی عبارت کو مکروہ تحریمی پر محمول کرنا ممکن ہے مگر در میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ مشافعیہ کے نزدیک وہ کراہت طبعیہ ہے اور یہ ان کی تصریحات کے خلاف ہے۔ (ت)

اقول ونریاۃ الضرر قید القصد حیث قال و بسا قصد تشبیہ لیس اتفاقا بل للدلالة علی الاول و اشارۃ الی نفی ما وقع فی الصراج ان انکراہۃ عقیدۃ عند الشافعی بالقصد فافہم۔

میں کہتا ہوں تنزیہ میں ارادہ کی قید کا اضافہ ہے انھوں نے فرمایا "اور اس پانی سے جس کو دھوپ میں قصد گرم کیا گیا ہے، یہ قید اتفاقی نہیں ہے بلکہ پہلی پر اولت کے لیے ہے اور جہم علاقہ میں فرمایا ہے اس کی نفی کے لیے ہے کہ شافعیوں کے نزدیک کراہت اس وقت ہے جب بالقصد ہر فافہم۔ (ت)

(۱۱) حرمت کی عبارت سے بچا ہوا پانی اگرچہ جنب یا مائض ہو اگرچہ اس پانی سے غلوت تاثر میں آپ نے طہارت کی ہو، خلافا لاحمد والمالکیۃ (اس میں اسعد اور مالکیہ اختلاف ہے۔ ت) ہاں مکروہ ضرور ہے۔

بل فی الصراج لا یجوز للرجل ان یتوضا و یغتسل بغسل وضوء المرأة و هو نفی

بلکہ سراچ میں ہے کہ مرد کو جائز نہیں کہ وہ عورت کے غسل یا وضو کے نیچے ہوئے پانی سے وضو کرے اور

فی کراهة التعریر واستظهرها ط من قولنا  
 من منهیاته التوضی بفضل ماء السراة قل فیہ  
 نظروا آجابه ش بانہ فی شمل المکره تغزیهما  
 منہی عنہ اصطلاحاً حقیقۃ کما قد صناہ  
 عن التخریر آہ وعللہ ط بخشیۃ التسلذذ و  
 قلۃ توقیہن النجاسات لنقص دینہن قیال و  
 هذا یدل علی ان کسرا ہتہ تغزیہیۃ  
 اور دوسرے یہ کہ وہ اپنے دینی نقصان کی وجہ سے نجاستوں سے نہیں بچتی ہیں، فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ مراد کراہت تغزیہی سے اہ (ت)

اقول علی الاول یعم النہی مکسہ  
 اعنی توضو السراة من فضل طہوس وفیہ  
 خطامریاتی اما الثانی  
 فا ولا یقتضی تعمیمہ رجاء لہد  
 والعیید والجهلة واشد من کل العیای  
 فلا تبقی خصوصیۃ للسراة  
 و ثانیاً لا یتقید بطہورہا فضلاً  
 عن اختلا ثہا بہ بل اذن یکفی صہا  
 و ثالثاً قلۃ توقیہن النجاسات  
 نظرو نقص دینہن اذ احدیہن تقعد شطر  
 دہرہا لا تصوم ولا تصلی کما فی الحدیث  
 و هذا لیس من صنفہا الا ان یطل بخلیۃ

میں کہتا ہوں طے۔ قول کے مطابق نہی اس  
 کے عکس کو شامل ہے یعنی عورت کا مرد کے بچے بچنے  
 پانی سے وضو کرنا، اس میں کچھ بحث ہے جو آئے گی۔  
 رد و سرا قول تو اس میں پہلی چیز یہ ہے کہ یہ  
 دیہاتی، غلام لودر جاہل سب کو عام ہے اور سب  
 سے زیادہ نابینا لوگوں کو۔ تو اس میں عورت کی  
 کوئی خصوصیت نہیں۔  
 اور ثانیاً یہ قید نہیں کہ اس کا طہور ہو  
 چر جائیکہ عورت کا خلوت میں اس کو استعمال کرنا  
 بلکہ اس کا محض پانی کو چھ لینا بھی کافی ہوگا۔  
 اور تیسرا یہ کہ ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ  
 نجاستوں سے کم بچتی ہیں اس میں اعتراض ہے

۶۶/۱	بیروت	مکرمات الوضو	لہ طحاوی علی الدر المختار
۹۸/۱	مصطفیٰ البانی مصر	"	لہ رد المختار
۶۶/۱	بیروت	"	لہ طحاوی علی الدر المختار

الجہل علیہن فیئشاس کھن العیید والاعراۃ  
وسر ایضا العلة توجد فی حق المرأة  
الاخری والکراهة خاصة بالرجل وجعل  
ش النہی قبیہ یا۔  
ہے کہ ان میں جہل کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ بات غلاموں اور دیہاتی لوگوں میں بھی ہوتی ہے۔

چوتھے، یہ قلت دوسری عورت کے حق میں بھی بٹائی جاتی ہے تاکہ نکاح پرست مرد کے ساتھ خاص ہے  
اور "ش" نے اس مخالفت کو محض قبیہ ہی امر قرار دیا ہے۔ دشتا

اقول وهو الادلی لما عرفت عدم  
انتهاض العلة وبه صرححت المناظرة ولا  
بدل لهم من ذلك اذ عدم الجواز لا يعقل  
له وجه اصلا وكونه قبیہ یا لعارض الخسنة  
انه صلى الله تعالى عليه وسلم نہیں ان يتوضأ  
الرجل بفضلی طهور المرأة ثم ذکر عن  
غيره الا فکما فسخه بعد یث صلیہ انہ

میں کتابوں میں بھی بات بہتر ہے، کیونکہ دوسری  
علائق درست نہیں ہیں، اور متنبی خطرات سے بھی  
یہ علت بیان کی ہے، اور ایسا کرنا ان کے لیے  
فردی تھا، کیونکہ مرد پر جاذب کوئی وجہ وجود نہیں  
اور اس کے قبیہ ہی جو سے پر وہ حدیث دلالت کرتی  
ہے جو پانچوں محدثین نے نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہونے پانی سے وضو

لذا اقول المعروف في اطلاق الخمسة اراة  
الستة الا البخاری وهذا انما رواه احمد  
والاسبعة نعم هو اصطلاح جيد اسلام  
ابن تیمیة في المنتقى لانه ادخل الاحام  
احمد في الجماعة فاذا رواه غير الشیخین  
قال رواه الخمسة منه غيره له (م)  
صحاح نے روایت کیا ہے تو کہتے ہیں رواه الخمسة منه غيره له (منا)

میں کہتا ہوں عام طور پر خمسہ کا اطلاق بخاری کے علاوہ  
باقی اصحاب مستتر ہوتا ہے جبکہ اس کو امام احمد  
اور ابو نے روایت کیا ہے۔ ان متنبی میں  
جید اسلام ابن تیمیہ کی یہ اصطلاح ہے کہ کیونکہ وہ  
امام احمد کو بھی اصحاب صحاح کی جماعت میں داخل  
کرتے ہیں جس حدیث کو شیخین کے علاوہ باقی اصحاب

میسونہ قالت اغتسلت من جفنة ففضلت  
 فيها فضلة نجاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
 يغتسل فقلت اني اغتسلت منه فقال السماء  
 ليس عليه جنازة قال من ميقن النسخ انه  
 لا يكون عندنا ولا تنزيها وقيه ان دعوى  
 النسخ تتوقف على العلم بتأخر النسخ  
 و لعله ما خرد من قول ميمونة رضي الله تعالى  
 عنها اني قد اغتسلت فانه يشعر بعلمها  
 بالنهي قبله قال وقد صرح الشافعية بانكر  
 فينبغي كراهته وان قلنا بالنسخ مراعاة  
 الخلاف فقد صرحوا بانه يطلب مراعاة  
 الخلاف وقد علمت انه لا يجوز التطهير  
 به عند احمد اه

کرنے کی ممانعت فرمائی، پھر غرض الافکار کے حوالہ سے  
 اس کا نسخ ہونا نقل کیا۔ اس میں مسلم کی حدیث ہے  
 کہ حضرت ميمونة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں  
 نے ایک شب سے غسل کیا اس میں کچھ پانی بچ گیا، تو  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے غسل کا ارادہ  
 فرمایا تو انہوں نے عرض کی کہ ہم نے اس سے غسل  
 کیا ہے۔ آپ نے فرمایا "پانی پر جنازت کا اثر نہیں  
 ہوتا۔" اس نے فرمایا نسخ کا تعاضیہ ہے کہ ہمارے  
 نزدیک وہ مکروہ کوی سبہ مکروہ تنزیہی، اس میں اقراض  
 ہے کہ نسخ کا دعویٰ اس پر موقوف ہے کہ نسخ کے  
 متاخر ہونے کا علم ہو، اور شاید یہ حضرت ميمونة کے  
 اس قول سے ماخوذ ہے کہ میں نے غسل کیا، اس  
 سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس سے قبل ہی نہی کا  
 علم تھا، اور شافعی نے کراہت کی تصریح کی ہے تو چاہیے کہ یہ مکروہ ہو، اگرچہ ہم اختلاف کی رعایت کرتے  
 ہوں نسخ کا قول کریں، کیونکہ فقہانے تصریح کی ہے کہ خلاف کی رعایت کی جائے اور یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں  
 کہ آئمہ کے نزدیک اس پانی سے طہارت جائز نہیں (مت)

اقول والا قریب انی الصواب امت لا  
 نسخ ولا تحصریم بل النہی للتزید والفعل  
 لبيان الجواز هو الذي مشى عليه الفقهاء  
 في السراقات فقلنا هو السيد جمال الدين  
 الحنفى وبه اجاب الشيخ عبد الحق الدهلوي  
 في لمعات التنقيح ان النہی تنزيه لا تحريم  
 فلا منافاة اه وقال في الباب قبله اجيب

میں کہتا ہوں زیادہ صحیح بات یہ ہوگی کہ نہ تو  
 نسخ ہے اور نہ ہی تحریم ہے بلکہ نہی معنی تنزیہی ہے  
 اور فعل بیان جواز کے لیے ہے ملاحظہ قاری نے بھی  
 مرقاۃ میں سید جمال الدین حنفی سے یہی نقل کیا ہے  
 اور لمعات التنقيح میں محدث عبد الحق دہلوی نے بھی  
 یہی جواب دیا ہے کہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں

انہ تِلْكَ عَنْجِيَّةٌ وَهَذَا مَرْخَصَةٌ لَهُ وَبِهِذَا اجْزَمَ  
 فِي الْأَشْعَةِ مِنْ بَابِ مَخَالِطَةِ الْجَنْبِ وَقَالَ  
 الْأَمَامُ الْعَلَيْنِيُّ فِي عُمْدَةِ الْقَاسِمِيِّ إِمَّا فَضَّلَ  
 السَّرُّ أَوْ فَيَجُوزُ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ الْوَضْعُ بِهِ لِلرَّجُلِ  
 سَوَاءٌ خَلَّتْ بِهِ أَوْ لَا قَالَ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ فَهَذَا  
 كَرَاهَةٌ فِيهِ لِلْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ فِيهِ وَبِهَذَا  
 قَالَ مَالِكٌ وَالْإِسْنِيقِيُّ وَجَمْعُ مَا لِعُلَمَاءٍ وَقَالَ  
 أَحْمَدُ وَدَاوُدُ لَا يَجُوزُ إِذَا خَلَّتْ بِهِ وَرَوَى هَذَا  
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْجَسٍ وَالْحَمَّصِيِّ  
 الْبَصْرِيِّ وَرَوَى عَنْ أَحْمَدَ كَذِبًا عَنْ ابْنِ  
 الْمُسَيْبِ وَالْحَسَنِ كَرَاهَةٌ فَضْلُهَا مُطْلَقًا أَهْلُ  
 إِذَا أَحْمَدُ الْمَنْفِيَّةُ هَلْ كَرَاهَةُ التَّحْسِينِ لَمْ يَنَافِ  
 ثُبُوتُ كَرَاهَةِ التَّعْزِيهِ وَكَيْفِيًّا كَانَ فَمَا فِي  
 السَّرَاجِ غَرِيبٌ جَدَاوُلُهُ لَيْسَتْ لِمُعْتَمَدٍ وَفِي  
 الْمُعْتَمَدَاتِ وَلَقَوْلِ الثَّقَاتِ وَلَا يَطْهَرُ لَهُ وَجِبِ  
 وَقَدْ قَالَ فِي كَشْفِ الظُّنُونِ السَّرَاجُ الْوَحْدَانُ  
 عِدَّةُ السُّوْلِ الْمَعْرُوفِ بِبَرِّهِ عَلَى جِلَّةِ الْكِتَابِ  
 الْمَتَدَاوِلَةِ الضَّعِيفَةِ خَيْرٌ الْمَعْتَبَرَةِ أَهْلُ قَالَ  
 جَلِيٌّ ثُمَّ اخْتَصَرَ هَذَا الشَّرْحَ وَسَمَّاَهُ الْجَوْهَرُ  
 الشَّرَاحُ

تو کوئی منافاة نہیں، اس پہلے باب میں فرمایا کہ  
 ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ عزیمت تھی اور یہ خبر  
 ہے احمد اور اشعۃ القامات میں اسی پر ہرم کیا ہے  
 یعنی نے عمدۃ القاری میں فرمایا ہے عورت کا نیچے  
 ہو سکے پانی سے امام شافعی کے نزدیک مریض و غریب  
 ہے خواہ اس عورت نے اس سے خلوت کی ہو یا  
 نہ کی ہو بخاری وغیرہ نے فرمایا تو اس میں کراہت نہیں  
 کہ کچھ احادیث اس بارے میں موجود ہیں یہی قول  
 مالک ابو حنیفہ اور قبور علماء کا ہے اور احمد اور  
 ابو داؤد نے فرمایا کہ جب عورت اس پانی کے ساتھ  
 خلوت کرے تو جائز نہیں، یہ قول عبد اللہ بن مسعود  
 اور حسن بصری سے منقول ہے اور احمد کی ایک روایت  
 نے بسبب ابی حنیفہ کے مطابق ہے، اور ابن المسیب  
 اور حسن نے سچے کئے کہ کراہت مطلقاً منقول ہے  
 اور اگر ہم منہی کو کراہت تحریم پر محمول کریں تو اس سے  
 کراہت تنزیہی کے ثبوت کی نفی لازم نہ آئے گی، بہر صورت  
 جو سراج میں ہے وہ بہت ہی غریب ہے اور کسی  
 معتد کتاب کی سند اس پر موجود نہیں، بلکہ کتب معتبرہ  
 اور نقل مستندہ کے حریک خلاف ہے، اور اس کی  
 کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی ہے، کشف الظنون میں  
 کہ سراج الراج کو مولیٰ المعروف برکلی نے کتبہ متداولہ ضعیفہ غیر معتبرہ میں شمار کیا ہے احمد اور علی نے  
 فرمایا پھر اس کتاب کو مختر کیا گیا اور اس کا نام جوہر نیر ہوا (حدیث)  
 میں کہتا ہوں جوہر نیر ہے، اور وہ کتبہ معتبرہ  
 اقول بل الجوهر النيرة وهي من

الکتاب المعتبرة كما نص عليه في سرد المحار  
ونظيرها ان محقق النسائي المختصر من  
سننه انکبری من الصحاح دون الکبری -

ہے جیسا کہ اس کی مراعات رد المحتار میں موجود ہے اور اس  
کی نظیر یہ ہے کہ نسائی کی تحقیقی جوان کی سنسن گیری  
مختصر ہے صحاح میں شمار ہوتی ہے جبکہ گیری صحاح میں  
شمار نہیں ہوتی۔ (ت)

ثم اقول ههنا اشياء يطول الكلام  
عليها ولنشر الى بعضها اجمالاً لا تتبع  
كراهته مطلقاً على قول الامام احمد بعد  
الجمهور لانه مخصوص عندنا بالاختلاف  
وههنا ان مراعاة الخلاف انما هي  
مستدوب اليها فيما لا يلزم منها حكمه فـ

پھر میں کہتا ہوں یہاں بعض چیزیں ایسی ہیں  
جن سے کلام میں طراوت ہوگی تاہم کچھ کا ذکر اجمالاً کر دیتا ہوں  
ہے، کراہت کی بنیاد مطلقاً امام احمد کے عدم جواز کا  
قول نہیں کیوں کہ اُن کے نزدیک یہ قول طراوت کے  
ساتھ مختص ہے، خلاف کی رعایت ایسے امور میں  
مستدوب ہے جن میں اپنے مذہب کا کوئی مکروہ

المذهب كما نص عليه العلماء منهم العلامة  
ش نفسه وقوله المستدوب لا يكره كما لصواعقه  
ايضا منهم نفسه في هذا الكتاب فكيف تبني  
الكراهية عليها لاسيما بعد تسليم ان نسخ  
التحريم ينفى كراهية التنزيه ايضا و **منها**  
هل الحكم مثله في عكسه اي يكره لها ايضا  
فضل طه مودودي احمد و ابو داود والنسائي  
عن رجل صاحب النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم اسرع مني وابت ما جنة عن  
عبد الله بن سرجس رضي الله تعالى عنهما  
نهي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
ان تقتل المرأة بقتل الرجل او يقتل  
بقتل المرأة لكن قال الشيخ ابن حجر

لازم نہ آئے جیسا کہ علامہ نے اس کی  
مراعت کی ہے، خود علامہ نسائی نے ایسا ہی کیا ہے  
اور مستدوب کا ترک مکروہ نہیں جیسا کہ فقہاء نے اس  
کی مراعت کی ہے خود ش نے اس کتاب میں  
مراعت کی ہے، قریم کراہت اس پر لکھے جن  
ہو گے؟ خاص طور پر جبکہ اس امر کو تسلیم کر لیا گیا کہ  
تحريم کا نسخ ہو جانا تنزیہی کراہت کی بھی نفی کرتا ہے  
کیا اس کے عکس میں بھی ایسا ہی حکم ہوگا؟ یعنی عورت  
کے لیے بھی مرد کا چھو اہل پاؤں استعمال کرنا مکروہ  
ہوگا؟ تو احمد، ابو داؤد اور نسائی نے حضور اکرم صلی  
علیہ وسلم کے ایک صحابی جو چار سال تک آپ کے ساتھ رہے رسول  
کی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن سرجس سے کہ رسول اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز سے منع کیا کہ عورت

الشي في شرح المشكوة لا اختلاف في احكامها الوضوء  
بفضل الله وقال ايضا انت احدا لم يقبل  
بقضاها ومحال ان يصح وتعمل الاحكام كلها  
بخلافه ثم و تعقبه الشيخ المحقق المصطفى  
في السماعات بقوله قد قال الامام احمد  
بن حنبل مع ما فيه من التفصيل والاختلاف  
في مشايخ مذهب ابي اخرو ما ذكر من  
خلافتهم.

مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے یا مرد و عورت  
کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے۔ مگر شیخ ابن حجر  
کتی نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ اس میں اختلاف  
نہیں کہ عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضو  
کر سکتی ہے اور نیز فرمایا کہ کسی ایک نے بھی اس کے  
ظاہر کے خلاف نہیں فرمایا اور یہ محال ہے کہ ایک  
چیز صحیح بھی ہو اور تمام اُمت اس کے خلاف عمل پیرا  
ہو اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لغات میں

اس پر رد کیا اور فرمایا احمد بن حنبل نے جو فرمایا ہے اس میں تفصیل ہے اور ان کے مذہب کے مشایخ  
میں بھی اختلاف رہا ہے، پھر وہ اختلاف ذکر کیا۔ (ت)

اقول مرحم الله الشيخ و مرحمنا  
به كلام ابن حجر في وضوءها بفضل الله وقول  
الامام احمد و خلافت مشايخ مذهب  
في عكس نعم قال الامام العيني في العدة  
حك ابو عمر خمسة مذاهب الثاني يكره ان  
يتوضأ بفضلها وعكسه الثالث كراهته  
ففضلها له والرخصة في حكمه والخامس لا  
باس بفضل كل منهما وعليه فقهاء الامصار  
اه ملقطا فهذا اثبت الخلاف والله تعالى  
اعلم.

میں کہتا ہوں اللہ رحم کرے شیخ پر اور ہم پر  
ابن حجر نے مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت کے  
وضو کرنے کی بابت جو کلام کیا ہے اور  
امام احمد کا قول اور ان کے مشایخ مذہب کے اختلافات اس کے  
برعکس مثنوی میں لایا یعنی نے عہد میں فرمایا کہ ابو عمر  
نے پانچ مذاہب گنا سکے ہیں، ان میں دوسرا  
یہ ہے کہ مرد کا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا مکروہ  
اور اس کا عکس بھی مکروہ ہے اور تیسرا یہ ہے کہ عورت کا بچا ہوا  
مرد کے لیے مکروہ ہے اور اس کے عکس میں رخصت ہے اور  
پانچواں یہ ہے کہ دونوں کے بچے ہوئے پانی میں کچھ حرج نہیں

اور اسی پر شہروں کے فقہاء ہیں اور ملقطاً اس سے خلاف ثابت ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)  
(۱۲) اُس گزیر یا عرض کا پانی جس سے بچے عورتیں گزرتی ہیں فساد ہر طرح کے لوگ اپنے بیٹے کیلئے

شرح المشكوة لابن حجر رحمه الله ايضا في لغات الشيخ باب مخالفة الجنب المماراة العلية ۱۳/۲  
مكة عمدة القاري باب وضوء الرجل مع امراته مصر ۸۵/۲

گھر لے ڈال کر پانی بھری جبت تک نجاست معلوم نہ ہو فتح القدر میں ہے،

يتوضؤ من البئر التي يدل فيه الدلاء و  
الجرار الدنسة يحملها المصفاة والعبيد  
الذين لا يعلمون الاحكام ويمسها المتأقون  
بالأيدي الدنسة ما لم تعد نجاسة۔  
جس کنزی میں نیچے اور غلام میلے ڈولوں اور ٹھیلوں سے  
پانی بھرتے ہوں اور جس کو ستے نیلے ہاتھ لگاتے ہوں  
لیکھے کنوؤں سے دھو کرنے میں حرج نہیں، ہاں  
اگر نجاست کا یقین ہو تو جائز نہیں (ت)

اشہاد و النظائر میں ہے،

قال الامام محمد حرج تلو منه الصغار و  
العبيد بالأيدي الدنسة والجرار الوسخة  
يجوز الوضوء منه ما لم تعد نجاسة۔  
امام محمد نے فرمایا وہ حرج جس سے چھوٹے بچے اور  
غلام پانی بھرتے ہوں، اُن کے ہاتھ اور ٹھیلیاں سہل  
ہوں تو جب تک نجاست کا یقین نہ ہو اس سے وضو  
جائز ہے۔ (ت)

فصل

(۱۳) وہ پانی جس میں ایسا برتن ڈالا گیا ہو جو زمین پر رکھا جاتا ہے جس کے چینے کی طہارت پر یقین

نہیں جب تک نجاست پر یقین نہ ہو فتح القدر میں ہے،

قالوا لا بأس بالتوضؤ من حبره حرم كونه  
في فواحي الدار ويشرب منه ما لم يعلم  
به قد رتب  
فقہاء نے فرمایا وہ تالاب جس کے کنارے گھر کے  
گوشے میں رکھے جاتے ہوں اور اس سے پانی  
پیا جاتا ہو تو اُس سے وضو کرنے میں حرج نہیں،  
جب تک اس کی گندگی کا علم نہ ہو۔ (ت)

حدیث تدریس میں جامع التاوی سے ہے،

وكذا انكز الموضوع في الارض اذا  
ادخل في الحب للشرب منه يعني يجوز  
حاله يعلم النجاسة۔  
اسی طرح وہ ٹوٹا جو زمین پر رکھا ہوا ہو جب اس کا  
تالاب میں ڈال کر اس سے چنے کے لیے پانی نکالا جائے تو  
اس سے وضو جائز ہے، یعنی جب تک نجاست  
کا علم نہ ہو۔ (ت)

فصل

یہی حکم ان ٹوٹوں کے چنیدوں کا ہے جو زمین پر رکھے جاتے بلکہ بیت الخلا میں لے جاتے ہیں جبکہ موضع نجاست

سے فتح القدر، غدیہ عظیم، مسکن ۱/۲۷۲، اشہاد و النظائر، یقین لا یزول بالاشک، ادارۃ القرآن کراچی ۸۶/۱  
سے حدیث تدریس، صنف ثانی من المصنفین، قریب رضویہ فیصل آباد ۶۶/۲



سے جدا ہوں۔

(۱۳) ہنود و غیر ہم کفار کے گنہوں یا برتنوں کا پانی اس سے طہارت ہو سکتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو مگر کراہت رہے گی جب تک طہارت نہ معلوم ہو مگر وہ منظر ہرگز نہ نجاست میں عینی شرح بخاری میں زیر اثر قوضاً عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابیت قصوانیۃ (حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی عورت کے گھر سے وضو کیا۔ ت) فرمایا:

الذی یدل هذا الاثر جواز استعمال مياههم ولكن يكره استعمال اوانيهم و شياهم سواء فيه اهل الكتاب و غيرهم و قال الشافعية فان يتقن طهارتها فلا كراهة ولا فعل فيها خلافا و اذا تطهر من انا كافر ولم يتيقن طهارتها ولا نجاسته فان كان من قوم لا يتدينون باستعمالها صححت طهارتها قطعا و الا و جهات اصحابها الصحة و ممن كان لا يرى بأسا به الا و زاعى و الثوري و الحنفية و الشافعي و اصحابهما و قال ابن السكيت لا اعلم احدا ذكره الا احمد و ابن اسحق قلت و تبعهما اهل الظاهر اختلف قول مالك في الصدونة لا يتوضؤ بمسوس النصارى ولا بساؤ دخل يده فيه و في العتبية لجازة مسرة و كرهه اخرون

اس نے اس کو مکروہ سمجھا ہر سر اسے احمد اور ابن اسحاق کے، میں کہتا ہوں اہل ظاہر نے ان دونوں کی متابعت کی اور مالک کے قول میں اختلاف پایا جاتا ہے، بخاری میں ہے نصرانی کے جھڑے سے اور اُس پانی سے جس میں اُس نے اپنا ہاتھ ڈالا ہر وضو نہ کیا جائے۔ اور عتبہ میں ایک قول جواز کا ہے اور ایک کراہت کا۔

اس اثر سے جوبات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پانیوں کا استعمال جائز ہے بلکہ ان کے برتنوں اور کپڑوں کا استعمال مکروہ ہے اس میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب برابر ہیں اور شافعی حضرات فرماتے ہیں اگر ان کی پاک کالینیں ہو تو کراہت بھی نہیں، اور ہم اس میں کوئی اختلاف نہیں جانتے اور جب کسی برتن سے کسی کا فرسنے پاکی حاصل کی اور اس کی طہارت و نجاست میں سے کسی کا یقین نہیں، تو اگر وہ ایسے لوگوں کا برتن ہے جو نجاست کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے، تو اس کی طہارت قطعاً ثابت ہے ورنہ اس میں دو صورتیں ہیں، دونوں میں اُضحیٰ صحیح ہے، امام اوزاعی، ثوری، ابو حنیفہ، امام شافعی اور دونوں کے اصحاب اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، اور ابن منذر فرماتے ہیں میں کسی کو نہیں جانتا جس

اقول افادکواہۃ التحريم لمقابلتها  
بالاجازۃ دہی محصل قول احمد والحق  
ونفی الباس مرجعه الی خلاف الاولی وقت  
بینا المسألة بالسط مباحنا فی قضاوتنا۔  
میں کہتا ہوں اس سے کراہت تحریمی معلوم  
ہوتی ہے کیونکہ اس کا مقابلہ اجازت سے ہے،  
اور اسی پر احمد اور اسحاق کے قول کو محمول کیا گیا ہے  
اور جہاں باس کی نفی ہے اس کا مطلب خلاف اولی  
ہے، ہم نے اس مسئلہ کو نسبت اس مقام کے اپنے فتاویٰ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (ت)

نہیہ میں ہے،  
یکره الاکل والشرب فی اوقات المشرکین  
قبل الفصل لانی الغالب الظاهر من حال  
اور انہیں الغیابہ  
مشرکین کے برتنوں میں دھونے سے پیٹ  
کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ ان کے برتن بظاہر ناپاک  
ہوتے ہیں۔ (ت)

(۱۵) جس پانی میں بچہ نہ دیا پادوں ڈال دیا یہاں بھی وہی حکم ہے کہ قابل طہارت ہے جب تک  
نہایت پر یقین نہ ہو مگر اولیٰ احتراز ہے جب تک طہارت پر یقین نہ ہو۔ ہندیہ میں ہے،

اذا دخل المصبی یدہ فی کوز ماء او  
رجلہ فان علم ان یدہ طاهرة بیقین یجوز  
التوضؤ بہ وان کان لا یعلم انها طاهرة  
او نجسة فالستحب ان يتوضأ بغيرہ  
ومع هذا لو توضأ اجزاؤه کذا فی المحيط۔  
بچے نے پانی کے گز سے میں اگر ہاتھ یا پیر  
ڈال کر اترتے ہیں سے یہ معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ یا  
پیر پاک ہے تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر معلوم  
نہیں کہ وہ پاک ہے یا ناپاک، تو مستحب یہ ہے  
کہ دوسرے پانی سے وضو کیا جائے، لیکن اگر وضو  
کر ہی یا تو جائز ہے کذا فی المحيط۔ (ت)

مکمل  
(۱۶) یوں ہی جس میں مشکوک چیز اگر گئی حتیٰ کہ بچے کے نہا لچے کی روٹی جبکہ نجاست معلوم نہ ہو مگر  
کراہت ہے کہ منظر زیادہ ہے، بواہر الفتاویٰ باب اول فتاویٰ امام رکن الدین ابوالفضل کرمانی  
میں ہے،

قطعة قطن من فرائش صبی وقعت فی  
بئر ولا یدری انھا نجسة ام طاهرة  
بچے کے بچہ نے سے روٹی کا ایک ٹکڑا کنڑیں میں گر گیا  
اور یہ معلوم نہیں کہ یہ پاک ہے یا ناپاک، تو محض شک

قال لا يحكم بكونها نجسة بالمشك والاحتياط  
ولو احتيط ونزح كان أولى۔  
اور احتمال کی بنا پر اس کی نجاست کا حکم نہیں  
دیا جائے گا اور اگر احتیاط سے کام لیا جائے اور

تمام پانی نکال دیا جائے تو بہتر ہے۔ (ت)

(۱۷) وہ پانی جس میں استعالیٰ جوڑا گیا جبکہ نجاست نہ معلوم ہو یہاں پر بھی وہی حکم ہے تا تا رغایہ  
پھر طریقہ و حدیث میں ہے،

سئل الامام الخجندی عن مکیة وحی  
البئر وجد فیها خفای فصل تلبس و  
یمشی بہا صاجھا فی الطرقات لایدرک  
مقی وقع فیھا ولیس علیہ اثر النجاسة  
هل یحکم بنجاسة الماء قال لا یحکم مطلقا۔  
امام خجندی سے ایسے کنویں کی بابت دریافت کیا گیا جس  
میں ایسا موزہ (ہلکا جوتا) پایا گیا جسے پہن کر عام  
راستوں پر چلا جاتا ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کب  
گرا ہے، اور اس پر بظاہر نجاست کا اثر بھی نہیں  
نویا کتنا ان پٹاک ہے، آپ نے فرمایا، نہیں (ت)

(۱۸ تا ۲۱) شکاری پرندوں اور حشرات الارض اور چوٹی ہوئی مرغی کا جوڑا جبکہ طہارت  
یا نجاست پر یقین نہ ہو اس وقت مکروہ ہے جبکہ دوسرا صاف پانی موجود ہو۔ قد بینا فی خاتوا ولس  
(ہمارے فتاویٰ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ت)

(۲۲) اس جانور کا جوڑا جس میں غری سائل نہیں جیسے بچہ وغیرہ اس میں کراہت بھی نہیں۔ در مختار  
میں ہے،

سنو ما کلام له طاهر طہوس بلا کراہۃ۔  
اس جانور کا جوڑا جس میں خون سائل نہیں بلا کراہت  
پاک اور پاک کرنے والا ہے۔ (ت)

(۲۳) عرض کا پانی جس میں بدبو آتی ہو جبکہ اس کی نجاست کی وجہ سے جوڑا معلوم نہ ہو۔ خانیہ  
میں ہے،

یجوز التوضؤ فی الحوض الکبیر المتنی  
اذا لم تعلم نجاسة لان تغیر الرائحة  
بڑے حوض میں اگر بدبو ہو تو بھی اس سے وضو جائز  
ہے بشرطیکہ اس میں نجاست معلوم نہ ہو کیونکہ

لہ جواهر الفتاویٰ

لہ حدیث تدریج صنف ثانی من الصنفین  
لہ الدر المختار فی البئر  
فوریدہ تصویر فیصل آباد  
مجتبائی دہلی  
۶۴/۲  
۲۰/۱

قد يكون بطول المكث

پانی کے ٹھہرے رہنے کی وجہ سے بھی کہیں بدبو پیدا  
ہو جاتی ہے (ت)

اقول وكذا الصغير وانما قييد

بالكبير لاجل في معناه ان الكبيرو اذا  
تغير احد اوصافه بنجس ينجس فالحوض  
الكبيرو المنتن قد يتوقاه الموسوس قوهما  
ان نقتنه بالنجس فاذا دانه وحم لا يعتبر  
كرسكنا ہے کہ شاید اس کی بدبو نجاست کے باعث  
نہیں ہے۔ (ت)

(۲۴) مولیٰ کریم روف جیم عز وجل اپنے حبیب اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت کریمہ  
کے صف میں اپنے غضب سے دونوں جہان میں بچاتے ہیں جیسی پرچاؤ ڈباؤ عذاب اُترا اس کے کنوؤں تالاؤں  
کا پانی کو اس کا استعمال کھانے پینے طہارت برتنے میں مکروہ ہے جوں ہی اس کی مٹی سے تیمم یا زمین ٹھوکر کا  
وہ ٹھکان جس سے ناقہ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام پانی چیا اس کا پانی مستثنیٰ ہے اصحاب میں ہے صحابہ کرام  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہ رکاب اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم زمین ٹھوکر پر اترتے وہاں کے کنوؤں  
پانی بھرا اس سے آٹے گندھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پانی پھینک دیں اور آٹا اونٹوں کو  
کھد دیں چاہہ ناقہ سے پانی لیں۔ ردالمحتار میں ہے۔

يتبين كراهية التطهير ايضا اخذا  
مما ذكرناه وان لو ازل واحد من اثمتنا  
بماء وتراب من كل ارض غضب عليها  
الا بئر الناقة بامرض شود وقد صرح  
الشافعية بكراهيته ولا يباح عند  
احمد ثم نقل للحديث عن شيوخ المنتهى  
الحنبلي دانه قال طاهر من الطهارة

جس زمین پر بھی غضب نازل ہوا ہوا اس کے  
پانی اور مٹی سے طہارت حاصل کرنا مکروہ ہونا چاہیے  
سوائے ناقہ کے کنوؤں کے جو زمین ٹھوکر میں پایا جاتا  
ہے۔ یہ بات اس تحقیق سے معلوم ہوتی ہے جو  
ہم نے ذکر کی ہے، اگرچہ میری نظر سے نہیں  
گزرے کہ ہمارے ائمہ میں سے کسی نے یہ بات  
کہی ہو، البتہ شافعیہ نے اس کے مکروہ ہونے کی

یہ قال ویثر الناقۃ فی البئر البکیرۃ السق  
 یردھا الحجاج فی هذا الاثر متفقہ وقولہ  
 اخذا معا ذکرنا یشیروا فی ما قدم من  
 تعلیل الکراہۃ بمراعاة الخلاف۔  
 فرمایا اونٹنی کے کنز سے مراد وہ بڑا کنواں ہے جس پر آج کل حاجی آتے ہیں اور انکے قول اخذا معا ذکرنا سے مراد  
 کراہت کی علت ہے جو انہوں نے بیان کی کہ اختلاف کی رعایت مقصود ہے۔ (ت)

اقول وقیہ ما قدمنا لکن الکراہۃ  
 ھینا واضعۃ فقد کرہ الکلیہ فی القبر  
 مما یلی البیت لا وث الناس کما فی السہدائم  
 وعلیہا ظہر هذا فی بوجہ کما لا یخفی علی  
 من اعتبر فجزا لا اللہ تعالیٰ غیر اکشیہا  
 فی جنات الفردوس کما نبہ علی ہذا  
 الفائدۃ المفادۃ۔ اللہ تعالیٰ سے جزۃ الفردوس میں خیر کثیر عطا فرمائے جیسا کہ اس عہد فائدہ میں تبیین کی گئی ہے۔ (ت)

(۲۵) آب مغضوب۔ آب مغضوب میں تو کراہت ہی تھی آب مغضوب کا استعمال منکھانے پینے میں پرغواہ  
 طہارت میں محض حرام ہے مگر وہ غرض غسل صحیح ہو جائے گی اور ای سے نماز ادا ہو جائے گی لان المنعم علیہا و  
 (یہ حالت سخت غصے کی ہے۔ رد المحتار میں زیر قول شارح یہ جو منضم الحدیث بعد ذکر (حدیث کا  
 دور کرنا جائز ہے) چونکہ جو ذکر کر گئیں فرمایا ای یہ منضم وان لم یصل فی نحو الساء المفصوہ (یعنی صحیح ہے  
 اگرچہ طہال نہیں مغضوب پانی کی شکل میں۔ ت)

(۲۶) وہ پانی کہ کسی کے ملوک کنز سے ہے اس کی اجازت جگر باوصت حالت کے بجز اس کا پینا  
 وغیرہ میں غریب کرنا سب جائز ہے یہ مغضوب کی حد میں نہیں کہ کنز کا پانی جب تک کنز میں ہے کسی کی ملک  
 نہیں آب باران کی طرح مباح و خالص ملک المذہب جلالہ ہے۔ رد المحتار میں ہدایہ سے ہے: الساء فی البئر  
 غیر مملوئۃ (کس کے اندر کا پانی کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ ت) اُسی میں دلالت ہے کہ

۱/ ۹۸	مسلطۃ ابوابی مصر	مکرویات الوضوء	۱
۱/ ۱۳۵	•	باب المیاء	۲
۲/ ۱۸۶	•	فصل الشرب	۳

اگر کسی شخص کے کنویں کا پانی اس کی اجازت کے بغیر نکالا اور اتنا نکالا کہ وہ کنواں خشک ہو گیا تو اس شخص پر کوئی ضمانت نہیں کیونکہ وہ شخص پانی کا مالک نہیں۔ (ت)

او تزوج ماء یثوس جبل بغیر اذنتہ حتی یبیت لاشی علیہ سلاک صاحب الیثو غیر مالک للماء۔

اُسی میں ذخیرہ ہے،

پانی کو جب تک برتنوں میں نہ بھریا جائے بلکہ ثابت نہیں ہوتی ہے، تو اس نے وہ چیز نقص کی ہے یا غیر کی حاکم نہیں۔ (ت)

الماء قبل الاخر انہ بالادانی لا یصلک فقد اکتف مالک بملوک فیضہ یتہ

اُسی میں درخت آ رہے ہیں،

زمین کے نیچے جو پانی ہے اس پر کسی کی ملک نہیں۔ (ت)

الماء تحت الارض لا یصلک یتہ

اسی طرح کتب کثیرہ میں ہے،

میں کہتا ہوں اعتبار منقول کو ہے، اگرچہ بحر نے اس پر تھک کی متابعت میں بحث کی ہے، اور فرمایا ہے کہ جس نے کنواں کھودا ہے پانی بھی اسی کی ملکیت میں ہے اس بنا پر کہ گھاس میں بھی ایک قول یہی ہے۔ (ت)

اقول والعبرة للمنقول، ان بحث الیہم تبعاً للفتح لزوم کون ماء الیثو ملکاً للمعاشر بناء علی احد قولین فی الکلا۔

میں کہتا ہوں میرے دل میں یہ نظائر تھا کہ جس شخص نے جال دکھایا کہ اس میں کوئی شکار نہیں ملے تو شکار اسی کی ملکیت ہر گاہ بشرطیکہ اس نے جال خشک کرنے کوئی نہ دکھایا ہو، تو یہ وغیرہ۔ اور اگر کسی شخص نے برتن رکھا کہ اس میں بارش کا پانی جمع ہو جائے، پھر پانی جمع ہوا تو وہ اسی کی ملک ہے۔

اقول وقد کان یخالج صد رسے نظیر الی ان من نصب شبکة یتعلق بہا صید ملکہ لاولیٰ نصبہا بالحقائق تنویر وغیرہ وان من وضع اناء لجمع ماء المطر ملکہ اما اذا لم یضم ۛ لذلك اجتمع فالماء لمن رفع غیریة وغیرہا

۱۸۶/۲	بیروت	مسائل الشرب	لہ فتاویٰ خیر
۳۱۴/۵	مصطفیٰ ابراہانی مصر	فصل الشرب	لہ رد المحتار
۳۰۸/۵	"	کتاب احیاء الموات	لہ رد المحتار

وظهر الجواب بحمدہ تعالیٰ ان مملکت  
المباح بالاستیلاء والاستیلاء بالاحرار  
وقد تم فی الشبکة والاکفاء بخلاف البئر  
ففی ش عن جامع الرموز ملاد الدلو من  
البئر لم یجده من رأسها لم یملک  
عند الشیخین اذ الاحرار جعل الشئ فی  
موضع حصین اھ اما ما بحثه الفتح  
فقد اجاب عنہ فی النہر فراجع ش  
من البیع الفاسد مسألة بیع المرامی  
اس کی حکم میں نہ ہو لہذا یہ شیخین کے نزدیک ہے، کیونکہ اگر کسی چیز کو محفوظ رکھنے کو کہا جاتا ہے  
اور جو بحث میں ہے تو اس کا جواب نہیں ہے اس مسئلہ میں بیع فاسد کا اب تحت مسئلہ چرکا ہوں  
کے نیچے 'ش' میں ملاحظہ کیجئے۔ (دست)

اقول ویؤیدہ ما فی الہندیۃ  
عن المبدی ما انبتہ صاحب الارض  
بان سقی ارضہ وکرمہا لینبت فیہا  
الحشیش لدواہہ فهو حق بزندہ و  
لیس لاحد ان یفتقر بشئ مند الا بوضا  
لانہ کسبہ واکسب للمکتسب اھ فلا  
یقاس علیہ ماء البئر فانہ لیس من کسب  
حاضرہا انما منفعہ فیہ من ذوال الحجاب  
کانقصاء قال تعالیٰ الم تر امت اللہ  
انزل من السماء ماء فسلکہ ینابیع فی

جب تک پانی جمع کرنے کیلئے نہ رکھا ہو اور پانی جمع ہو جائے تو وہ پانی  
اس کی ملکیت میں ہو گا جس نے انھا یا، بغیرہ  
وغیرہ۔ اور یہ جواب معلوم ہوا کہ مباح حبس پر  
ملکیت استیلاء اور غلبہ سے ہوتی ہے اور استیلاء  
اس چیز کو قبضہ میں لے لینے سے ہوتی ہے، اور  
یہ چیز جال اور برتن کی شکل میں تو پانی جاتی ہے  
لیکن کنویں کی صورت میں نہیں 'ش' میں جامع الرموز  
سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے کنویں سے دلی  
بھرا لیکن اس کو کنویں کے منہ سے دور نہ کیا تو وہ  
اس کی ملکیت میں ہے، کیونکہ اگر کسی چیز کو محفوظ رکھنے کو کہا جاتا ہے  
اور جو بحث میں ہے تو اس کا جواب نہیں ہے اس مسئلہ میں بیع فاسد کا اب تحت مسئلہ چرکا ہوں

میں کتا ہوں اس کی تائید ہندیہ کے اُس قول  
سے ہوتی ہے جو انہوں نے مبسوط سے نقل کیا ہے  
والیہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی زمین میں جائزوں  
کو کھلانے کے لئے گھاس اگائی تو وہ اسی کی ہے اور  
کوئی شخص اُس سے اس کی مرضی کے بغیر استفادہ  
نہیں کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس کی کماٹی ہے اور  
ہر شخص کی کماٹی اسی کی ہوتی ہے اھ مگر اس پر  
کنویں کے پانی کو قیاس نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ پانی  
کنویں کے کھنڈے والے کی کماٹی نہیں ہے اُس نے  
توصیف اتنا کام کیا کہ پانی پر جو حجاب تھا وہ رفع کر دیا

الارضين وتقرير الاية في مياه الدود والله تعالى اعلم۔ جیسے قصہ کے محل میں ہوتا ہے فرمایا اٹھی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی نے آسمان سے پانی نازل فرمایا

تو اللہ تعالیٰ نے اس کو چشموں میں جاری کر دیا، اس قیست کی تقریر در کے باب المیاء میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲۷) یونہی کسی کا برتن صحن میں تھا مینہ برسا برتن بھر گیا، پانی بھی اسی کی ملک نہ ہوا اپنی اصل اباہت پر باقی ہے اگرچہ برتن اور مکان اس کی ملک ہے جو اس پانی کو ملے لے وہی اس کا ملک ہو جائے گا اگرچہ برتن کا ملک منہج کرتا ہے ہاں اس کے برتن کا استعمال بے اجازت جائز نہ ہو گا۔

(۲۸) اگر اس نے برتن اسی نیت سے رکھا تھا کہ آب باران اس میں جمع ہو تو اب وہ پانی اُس کی ملک ہے دوسرے کو بے اس کی اجازت پھر کے حرام ہے ہاں طہارت یوں بھی ہو جائے گی گناہ کے ساتھ خدا سے کجری پھر بندیر میں ہے۔

وضع طست على سطح فاجتمع فيه ماء، کسی شخص نے چمت پر پانی کا طشت رکھا تو اس میں المطر فجاء مرجل ورفعه ذلك فتناشعسا بارش کا پانی جمع ہو گیا، اب ایک شخص نے اگر وہ ان وضع صاحب الطست الطست لذلك طشت اٹھایا، تو اگر طشت کے مالک نے یہ طشت فحولہ لانہ احوزہ وان لم يضعه لذلك اسی قصہ سے رکھا تھا تو وہ مالک کا ہی ہے اور اگر فحولہ لانہ مباح بغير محوز۔ اس نے یوں ہی رکھ دیا تھا تو جس نے طشت اٹھایا

پانی اسی کا ہوا کیونکہ اجاز کا فعل اس کی طرف غسوب ہو گا۔ (ت) (۲۹) سبیل جو پینے کے لئے لگائی گئی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اُس سے وضو، غسل اگرچہ صحیح ہو جائیں گے جائز نہیں یہاں تک کہ اگر اُس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اسے وضو یا غسل کی حاجت ہے تو تیمم کو اس سے طہارت نہیں کر سکتا۔

اقول مگر جبکہ مالک آب کی اجازت مطلقاً یا اس شخص خاص کے لیے صراحۃً خواہ دلالتاً بہت ہو مگر یہ کہ اُس نے یہی کہہ کر سبیل لگائی ہو کہ جو چاہے پئے وضو کرے نہائے، اور اگر فقط پینے اور وضو کے لیے کہا تو اس سے غسل روا نہ ہو گا اور خاص اس شخص کے لیے یوں کہ سبیل تو پینے ہی کو لگائی مگر اُسے اُس سے وضو یا غسل کی اجازت خود یا اس کے سوال پر دے دی اور دلالت یوں کر ہوگی اس سے وضو کرتے ہیں اور وہ منہج نہیں



کرتا یا سقا یہ قدیم ہے اور ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا چلا آیا ہے یا پانی اس درجہ کثیر ہے جس سے ظاہر ہے کہ صرف پینے کو نہیں مگر جبکہ ثابت ہو کہ اگرچہ کثیر ہے صرف پینے ہی کی اجازت دی ہے فان المصروع يفوق الدلالة كيركهم صراحت کو روایت پر فوقیت حاصل ہے۔ ت) اور شخص خاص کے لیے یوں کہ اس میں اور یا تکب آب میں کمال انبساط و اتقاد ہے یہ اس کے ایسے مال میں جیسا پا ہے صرف کر سائے ناگوار نہیں ہوتا۔

لان المحرور كالشروط كساهد معرفت في مسائل لاتخص وفي الهندية عن السراج الوهاج ان كان بينهما انبساط يسباح و الا فلا  
کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہے، اور یہ چیز بے شمار مسائل میں ہے، اور ہندوستان میں سراج الوہاج ہے کہ اگر ان دونوں کے درمیان بے تکلفی کا رشتہ ہو تو یہ سباح ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

محیط و تخمس و دول الجیر و خانیہ و بحر و درختا میں ہے،  
وانلفظ له الماء المسبل في الغلاة لا يمنع التيمم ما لم يكن كثيرا فيعلم انه للوضوء ايضا قال ويشرب ما للوضوء  
لفظ درختا کے میں پانی جو جنگل میں سہل کے طور پر پانی تیر نہیں تھکتا کثیر نہ ہو، اگر کثیر ہو تو معلوم ہو گا کہ یہ وضو کے لیے بھی ہے۔ نیز فرمایا، جو پانی وضو کے لیے ہے وہ پیا جائیگا۔  
رواۃ الخمار میں ہے،

قوله المسبل اعى الموضوع في الجباب لا بناء السبل قوله لا يمنع التيمم لانه لم يوضه للوضوء بل للشرب فلا يجوز الوضوء به وان صرح قوله ما لم يكن كثيرا قال في شرح المنية الاولى الاعتبار بالعرف لا بالكثرة الا اذا اشتبهت كالمش  
ان کا قول مسبل یعنی وہ پانی جو مشکوں میں ہر سافروں کے لیے، ان کا قول لا يمنع التيمم کیونکہ وہ وضو کے لیے نہیں رکھا گیا ہے بلکہ پینے کے لیے ہے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں اگرچہ صحیح ہے ان کا قول عالم کی کثیرا، شرح قید میں ہے بہتر یہ ہے کہ اعتبار عرف کا ہے نہ کہ کثرة، مگر یہ مشتبہ ہو (کلام شمس۔ ت)

اقول وانت تعلم ان ماء كذا الفقير میں کتا ہوں جو کچھ فقیر نے ذکر کیا ہے

لے سراج الوہاج

۲۵/۱

مجتبائی دہلی

باب التيمم

عہ اندر الخمار

۱۸۵/۱

مصر

باب التيمم

لے روا الخمار

اجمع واشتمل وانقص واحکم۔ وہ جامع، مانع، زیادہ مفید اور مکمل ہے۔ (ت)

تنبیہ: یہ جو شخص خاص کی اجازت صراحتاً خواہ دلائل ہم نے ذکر کی اس حالت میں ہے کہ پانی وقت اجازت بھی اجازت، ہندہ کی ملک ہو اور اگر وقف کا پانی ہے تو اس میں نہ کسی کو تغیر کا اختیار نہ کسی کی اجازت کا اعتبار، فی البحر ثم الدر من الوضوء مكرهه الاسرئ فیہ لم یسأء النهر والمسلوك له امسا الموقوف علی من يتطهر به ومنه مسأء المدا رس فحرام الله وفي ش عن الحلبيۃ لانه انما يوقف ويساق لمن يتوضوء الوضوء الشرعی ولم یقصد ابا حنيفة التغیر ذلك الله وفي ط تحت عبارة الدر السابقة قوله المسبل ای الموقوف الذی یوضوء علی السبل قوله ما لم یکن کثیرا محل ذلك عند عدم التیقن بانه للشرب اما اذا تیقن انه للشرب فیحرم الوضوء لا ین شرط الواقف کنه الشارح قوله وشرب ما للوضوء ظاهره وامن له یکن للوضوء وفيه انه یلزم مخالفة شرط الواقف وآشارس الی الجواب عن هذا بقوله کأن الضیق ان الشرب اہم لانه لایحیاء النفوس بخلاف الوضوء لان له بدلا فیاذن صاحبہ بالشرب منه عادة الله

بجو اور دُر کے باب الوضوء میں ہے وضوء میں پانی کا اسراف مکروہ ہے خواہ نہر کا پانی ہو یا اپنا ملک پانی ہو، اور جو پانی پاکی حاصل کرنے والوں کے لیے وقف ہو تاکہ ہے، جس میں اسراف کا پانی بھی مشاعل ہے، اس کا اسراف حرام ہے اور اس میں حلیہ سے منقول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پانی انہی لوگوں کے لیے وقف ہے جو شرعی وضوء کرنا چاہتے ہیں، اور دوسروں کے لیے مباح نہیں ہے اور ط میں در کی سابقہ عبارت کے تحت فرمایا سبل، وہ پانی بہ رستوں میں وقف رہ جاتا ہے اور ان کے قول حالہ یکن کثیرا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب یہ یقین نہ ہو کہ یہ پینے کے لیے ہے، اگر یہ یقین ہو کہ یہ پینے کے لیے ہے تو اس سے وضوء حرام ہے کیونکہ شرط واقف نص شارح کی طرف ہوتی ہے۔ اور ان کا قول شرب ما للوضوء کا بظاہر یہ مفہوم ہے کہ اگرچہ وہ پانی ضرورت کے لیے نہ ہو، اور اس میں یہ قیامت ہے کہ اس میں شرط واقف کی مخالفت ہے اور اس میں اس کے جواب کی طرف اشارہ کیلئے ہے۔ فرمایا، غالباً اس میں

۲۴/۱	مجتہد فی دہل	لہ الدر المختار	مکروہات الوضوء
۹۸/۱	مصطفیٰ البانی مصر	لہ رد المحتار	"
۱۲۳/۱	بیروت	لہ لمطالع علی الدر	باب التیمم
۱۸۵/۱	مصطفیٰ البانی مصر	لہ رد المحتار	"

فرق یہ ہے کہ پانی کا پینا اہم ہے کیونکہ اس میں زندگی بچانا ہے جبکہ وضو میں یہ چیز نہیں کیونکہ وضو کا قبضہ بدل ہوتا ہے اس لیے ہر ملک عام طور پر پینے کی اجازت دے دیتا ہے (۱) (ت)

اقول ای یكون ذلك منبراً عند  
الوقت بحكم العادة فلا يلزم خلاف الشرط  
وليس المراد حدوث الاذن الا ان كان كذا  
تعبيراً يأتى فان الوقت اذا تم خروج عن ملكه  
فلا يعمل فيه اذنه كما هو ظاهر لكن جهنا  
تحقيق شريف للعبد الضعيف في بحث صحة  
وقت الماء لا بد من التنبيه له قال في التبيين  
والدرر (و) صح وقت كل (منقول) قصدا  
(فيه تعامل) كفاس (كفاس وقد و) بلی  
(و دس اھم و دنا یور) و مکیل و موند و ن  
فی باع و یدفع شینه مضاربة او بقا عة  
فصلی هذا لو وقت كرا على شرط ان یقرضه  
لن لا یبذل له لیقرضه لنفسه فاذا اذرك  
اخذ مقداره ثم اقرضه لغيره و هكذا اجاز  
خلاصة و فیها وقت بقره علی الله ما خرج  
من لبثها او سمنها فلفظ اءان اعتادوا  
ذلك س جرت الله یجوز (وقدس و جاترة)  
و ثیابها و مصحف و كتب لان التعامل  
یتوك به انقیاساً اه قال مش قال الرمی  
لكن في الحاقها بمنقول فيه تعامل فظرو

میں کہتا ہوں، یعنی یہ چیز عادتاً وقت کے وقت قبضہ  
نیت میں ہوتی ہے تو ایسی صورت میں شرط واقف  
کی خلاف ورزی لازم نہ آئے گی۔ یہ مراد نہیں کہ  
اب اجازت دی ہے، جیسا کہ "یاذن" کے لفظوں  
سے ظاہر ہے، کیونکہ وقت جب مکمل ہو جاتا ہے تو  
حکب واقف سے نکل جاتا ہے تو اس کی اجازت کا  
کوئی اثر نہ ہوگا، جیسا کہ ظاہر ہے میں نے پانی کے  
وقت کے سلسلہ میں ایک تحقیق کی ہے، اس کا جاننا  
ضروری ہے، تحریر اور زیریں فرمایا (۱) اور (۲) صحیح ہے  
وقت ہر (منقول کا) قصدا جس میں لوگوں کا تعامل ہو  
(جیسے پینا پڑا اور کھاری) بلکہ (در اہم و دنا یر کا)  
اور ناپ تول وال چیز کا، تو اس کو بچا جائے گا اور  
اس کی قیمت بطور مضاربہ دی جائے گی یا بطور  
سامان۔ اس بنا پر اگر کسی شخص نے ایک چوری قلم  
اسی شرط پر وقت کیا کہ یہ ایک ایسے شخص کو مستثنیٰ  
دیا جائے جو اپنے لیے کاشت کرتا ہو، اور جب اس کی  
کھیتی پک جائے تو اس سے یہ مقدار واپس لے لی جائے  
اور کسی دوسرے کو قرض دے دیا جائے اور یہ  
سلسلہ اسی طرح جاری ہے تو یہ جائز ہے، خلاصہ  
اسی کتاب میں ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک گائے

اذھن مما لا ینتفع بہا مع بقاء عینھا وما  
استدل بہ فی المنع فی مسألة البقرة  
ممنوع بما قلنا اذ ینتفع بلینھا وسمنھا مع  
بقاء عینھا اذ قلت ان الدر اھم لا تعین  
یا لتعین فھو وانکانت لا ینتفع بہا مع  
بقاء عینھا لکن بدلھا قائم مقامھا لعدم  
تعینھا فکانھا باقية ثم قال من الفتح عن  
الخلاصة من الانصار سے وکان من  
اصحاب زفر فہم وقف الدر اھم او یقال  
او یوزن ایجوز قال نعم قیل وکیف قال  
یدفع الدر اھم مضاربة ثم یصدق بہا  
فی الوجه المدی وقف اھم رأیتہ کتب علیہ  
ما نصہ اقول هذا التحلیل من العلامة  
الرملی لمنم وقف الدر اھم وجواب المحقق  
بانھا لا تعین فکانھا باقية بقاء بدلھا  
وما ذکرہ الامام الانصار سے وتبعہ فی  
الخلاصة و الفتح والدر وکثیر من اذ سقا  
الفر من طریق الابقاء فی الدر اھم و  
المکیل والموزون وما مر (ای فی مؤلفات)  
من ان الثابید معنی شرط صحیح الوقف  
بالاتفاق علی الصحیح وقد نص علیہ  
محقق المشایخ من عمل ذلك یقتضی بامان  
الماء المسبل لا ینکون وقفا لعدم امکان

اس شرط پر وقت کی کہ اس کا دودھ اور گھی فقراء کے  
استعمال میں لایا جائے، تو اگر یہ چیز ان کی عرف میں ہے  
تو امید ہے کہ جائز ہے (دیکھو اور جنازہ کی پراپائی)  
اور جنازہ کی چادریں اور مصحف اور کتابیں، کیونکہ  
تعال کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے  
اھم شمس نے کہا کہ رمی نے فرمایا اس کو منقول سے  
لانے میں جس میں تعادل ہو اعتراض ہے کہ اس کے  
عین کے باقی رہتے ہوئے اس سے انتفاع نہیں  
ہوتا ہے اور گائے کا مسد جس سے منہ میں سٹال  
کیا ہے ناقابل تسلیم ہے، کیونکہ اس کے دودھ اور  
گھی سے گائے کو باقی رکھتے ہوئے نفع حاصل  
کیا جاتا ہے اھم میں کہتا ہوں در اھم متعین کر دینے سے  
متعین نہیں ہوتے ہیں، تو ان کو باقی رکھتے ہوئے  
اگرچہ ان سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں، لیکن ان کا  
ہل ان کے قائم مقام ہے کیونکہ یہ خود متعین نہیں،  
تو گویا کہ یہ باقی ہیں۔ پھر فتح سے خلاصہ سے نقل کرتے  
ہوئے فرمایا کہ انصاری جو اصحاب زفر سے تھے ان  
سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے در اھم یا کیلی یا وزنی  
چیز وقف کی تو کیا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:  
ہاں۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ اس کی شکل کیا ہوگی؟  
تو انہوں نے فرمایا در اھم مضاربہ پر کسی کوٹے سے  
پھر ان کو اس مقصد پر خرچ کرتا رہے جس کے لیے  
ان کو صدقہ کیا گیا تھا اھم میں نے ان کی بیان کردہ نص

الاتقاع به الا باستهلاكه فيكون من  
باب الاباحة دون الوقت نعم السقاية بناء  
تعريف وقفه كما تقتضيه فصيح ولا يقبل  
ان في السقاية الموقوفة يصير الماء وقفاً  
تبعاً للسقاية وهو جائز وفاقاً لما تقدم في  
الشرح وذلك لان الماء هو المقصود بالسقاية  
وهي تبين فلا يعكس الامر ولا يثنى تجمل  
السقاية وقفاً مقصوداً فيقبضه الماء معكلاً  
انه ان تبع تبين ما فيها دون الا بالبدال  
المتعارف وليس الماء مما لا يتعين حق  
يجعل بقاء الابدال بقاءه صرح المؤلف في  
نظراً في هذا العذر فقد افاد ش في فصل  
في التصرف في المبيع والتم ان عدم تعيين  
النقد ليس على الإطلاق بل ذلك في المعاوضات  
التي ذكر تفصيلاً وقم فيه خلط وخط مسن  
الناجين بهت عليه فيما علقته عليه و  
قال قبله في البيع الفساد الدرهم  
والدنانير بتعين في الامانات والهبة و  
الصدقة والشركة والمضاربة والغصب  
اه فالوقف اشبه شئ بالصدقة بل هو  
منها عند الامام ولطهره والله تعالى  
اعلم امت النقدين والتجارات فاحي

پر بھی ہے اقول عدم تسلیم کی یہ علت جو ملنے بیان  
کی ہے دراجم کے وقف کے متوجع ہونے کی بابت  
ہے اور محشی کا یہ جواب دینا کہ دراجم متعین نہیں ہوتے،  
تو اپنے بدل کے باقی رہنے کی وجہ سے باقی رہیں گے  
اور دراجم انصاری نے ذکر کیا اور خلاصہ اور فتح اور  
درآمد بہت سی کتب میں اس کی متابعت کی گئی ہے  
کہ کس طرح دراجم اور مکمل و موزون باقی رہتے ہیں اور  
جو گزرا (یعنی در مختار میں) یعنی صحت وقف کے  
شرائط میں سے اس کا ہمیشہ کے لیے ہونا ہے، یہی  
صحیح ہے اور اس پر اتفاق ہے اور محققین مشائخ  
نے اس پر فہم کیا ہے، اور اس تمام بحث کا  
نتیجہ یہی ہے کہ سبیل کا پانی وقف نہیں کیا جاسکتا  
ہے، کیونکہ اس کو رقم کے بغیر اس سے نفع حاصل  
کرنا ممکن نہیں، تو یہ ابا حنبلہ قرار پائے گا کہ وقف  
پانی سقایہ جو عمارت ہوتی ہے اس کا وقف کرنا  
متعارف ہو گیا ہے جیسا کہ پل ہوتا ہے تو یہ صحیح ہے،  
لہذا یہ نہیں کہا جائے گا کہ جب سقایہ وقف ہو تو  
پانی بھی اس کی متابعت میں وقف ہو گیا، اور  
اس پر اتفاق ہے جیسا کہ شرح میں گزرا، کیونکہ  
سقایہ میں مقصود تو پانی ہی ہے اور سقایہ تو تابع ہے  
تو معاملہ برعکس نہیں کیا جائے گا، اور پھر سقایہ  
کیونکہ وقف مقصود ہو سکتا ہے تاکہ پانی اس کا تابع ہو

شرعا وحسب قضاہا بتمامہ اذہی الاصل المتولد منه فتشبه ماليتها شجرة تبتق فتؤتي احكلها كل حين ياذن ربها وكيفما كان لا يقاس عليها العاد وقد عللوا ما اذا ملاه صبي كونه من حوض ثم صبه فصب لا يحل لاحد شربه بان الصبي مملوك ما اخذ من ماء الحوض المباح فاذا صبه فيه اختلط ملكه به فامتنع استعماله كما في المديقة النذرية اخرج العشر من اوقات اللسان وغمر العيون من احكام الصبيان والطحاوي من فصل في الشرب وفي هذا الكتاب اعني ش من الفصل المذكور عن طعن الحموي عن الدرر اية من الذخيرة والمنية وقد جعلوا ماء الحوض مباحا ولو كان وقفا لم يملكه الصبي باخذ في كونه فان الوقف لا يملك وقد عرفه شمس الانمة السرخسي بانه حسب المملوك عن التمليك عن الغيرة كما في ش بخلاف غلة ضيعة موقوفة على الذراري فانهم يملكونها عند ظهور طافس مات منهم بعد ان يورث عنه فسطه كما ياتي في الكتاب فان الوقف هي الضيعة وهذه نماذجها۔

عدوہ ازیر برادران تائب ہو بھی تو اسی قدر تائب ہو گا جو مستغیر میں موجود ہے نہ کہ اس کی دل جو بار بار لوٹ کر آئے ہیں اس کے تائب ہوں۔ اور پانی ایسی چیز نہیں جو متعین نہ ہو تاکہ بدل کے باقی رہے کہ اس کے بقا قرار دیا جائے۔ مجھے اس مذہب پر اعتراض ہے "ش" نے "تصرف في المبيع والثمن" کی بحث میں فرمایا کہ نقد کا خیر متعین ہونا مطلق نہیں، یہ صرف معاوضہ میں ہے الخ پھر انہوں نے اس میں ایک تفصیل ذکر کی جس میں ناقصین سے کچھ غلط بحث ہو گیا، میں نے اس پر جو تعلیقات کی ہیں ان میں اس پر تنبیہ کی ہے اور اس سے قبل باب بیع فاسد میں فرمایا اور اہم دنیا، المانات، ہبہ، صدقہ، شریکۃ، مضاربہ اور غصب میں متعین ہو جاتے ہیں اور وقف صدقہ سے بہت مشابہ چیز ہے بلکہ امام کے نزدیک صدقہ ہی ہے جس میں محسوس کرنا ہو (واقف تعالیٰ اعلم) کہ سونا چاندی اور تیار کی معاملات شرعاً اور حسناً ہی چیزیں ہیں تو ان کی بقا ان کی نما کے باعث ہوگی کیوں کہ ان سے جو چیز مستولہ ہوتی ہے وہ یہی ہے، تو ان کی مالیت اس درخت کی طرح ہوگی جو باقی رہتا ہے اور روبرو پر اس کا پھل آتا رہتا ہے اور جو بھی صورت ہو بہر حال اس پر پانی کو قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر کسی نیچے نے ایک حوض سے پانی کا ایک کوزہ بھرا

پھر اس کو اس میں اندیل دیا، قراب اس حوض کا پانی کسو کو پینا جائز نہیں اور اس کی علت فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ نہ بچے نے مباح حوض سے جو پانی پیا وہ پانی اس کی ملکیت میں آگیا، اور پھر اس پانی کو جب اسی حوض میں ڈال دیا تو اس کی ملک اس کے ساتھ محفوظ رہی قراب اس کا استعمال ممنوع ہو گیا، حدیقہ ندیہ آفات اللسان بیسویں فرغ کا آخر۔ غزالینون، بچوں کے احکام۔ طحاوی، فصل شرب۔ اور اش میں مذکور فصل میں ط سے 'حوی' سے 'دریہ' سے 'ذخیرہ' سے 'ادنیہ' سے ہے کہ فقہاء نے حوض کے پانی کو مباح قرار دیا ہے اگر یہ پانی وقف ہوتا تو پھر اس کو کوزہ میں لینے سے اس کا مالک نہ ہو جاتا، کیونکہ وقف پر ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ جس مالک نے کسی نے وقف کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ ملک کو ملک سے روکنا ہے، یعنی غیر اس کا مالک نہیں ہو سکتا ہے اور جیسا کہ 'کسب' میں ہے، یہ اس کے خلاف ہے کہ کوئی شخص ذریت پر کسی زمین کی آمدنی وقف کرے، کیونکہ جب یہ آمدنی ظاہر ہوگی تو ذریت اس کی مالک ہو جائے گی اوریت میں سے جو اس کے بعد وفات پائے گا اس کی میراث جاری ہوگی جیسا کہ کتاب میں آئے گا۔ کیونکہ وقف تو زمین ہے اور یہ اس کا ثمار ہے (تہذیب)

فان قلت ایس قد تقدم فی وضوء  
الکتاب مانصہ مکروه الامراف فیہ الی آخر  
ما مر نکتہ اقول وبالله التوفیق المس دہ  
الماء المسبل ہمال الوقف کما المداس و  
الساجد والسقايات التي تملؤ من اوقافها  
فان هذا الماء لا یملک احد ولا یجوز ضمه  
الا الى جهة عینہا الواقف وهذا هو حکم  
الوقف اما الماء الذی یسبلہ السرد من  
ملک فلا یحسب وقفاً سواء کان فی الحجاب  
او الجوار او المباح او السقايات انما غایتہ  
الاباحۃ یتصرف فیہا الناس وهو علی ملکہ  
فلا تنافی فیہ مسأله کوز الصبی المذکورۃ  
هذا اما ظہری واس جوان یکون هو الصواب  
باذن الملک الوهاب ۛ وله الحمد وعلی  
حبیبہ الکریم والأول والا صحاب، صلوة

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کتاب کے وضو کی بحث میں گزرا ہے، اس وضو کے معرکہ ہات میں اسراف ہے انی انہ تعذر میں کتاب میں اس کی جوابت ہے کہ اس سے مراد سبیل کا پانی ہے جو وقف ہو جیسا کہ مدارس، مساجد، مستغایات کا پانی جو ان کے اوقاف کی آمدنی سے بھرا جاتا ہے، کیونکہ اس پانی کا کوئی مالک نہیں اور اس کو قطعاً اسی جہت میں صرف کیا جاسکتا ہے جو اس کے واقف نے اس کے لیے متعین کی ہے، اور یہی وقف کا حکم ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی ملک سے پانی کی سبیل لگائے تو وہ وقف نہ ہوگی، خواہ وہ مشکوں میں ہو یا چھوٹے گھروں میں یا خوشنوں مستغایوں میں، کیونکہ اس سے تو صرف اتنا مقصود ہے کہ پانی مالک کی ملک میں رہتے ہوئے لوگوں کے لیے مباح کر دیا جائے تو اس میں بچے کے کوزہ کا ذکر مستلزم نہیں چلے گا، مجھ پر یہی ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ یہی

وسلامید ومان بلاحد ولا حساب ہا میں۔ میچ ہوگا۔۔۔ (ت)

(۳۰) اقول یوں ہی مسجد کے ستارے یا عرض جو اہل جماعت مسجد کی طہارت کو بھرے جاتے ہیں اگر مال وقف سے بھرے گئے ہوں تو مطلقاً جب تک ابتداء سے واقف کی اجازت ثابت نہ ہو اور کسی نے اپنی ہلک سے بھر دیا ہے ہوں تو یہ اس کی اجازت قدیم خواہ جدید کے گھروں میں اُن کا پانی اگرچہ طہارت ہی کے لیے لچانا روا نہیں طہارت ہو جائیگی مگر گناہ ہوگا اجازت واقف و مالک کی وہی تفصیل ہے جو آپ سبیل میں گزری والدلیل الدلیل (اور لیل بھی ہی ہے جو پہلے گزری ہے) چاروں میں کہ ستارے گرم کئے جاتے ہیں بعض لوگ گھروں میں پانی لے جاتے ہیں اس میں بہت احتیاط چاہیے کہ غالباً یہ صورت جو از واقع ہوتا ہے۔

اما ما فی المناشیۃ ثم الہندیۃ صحیح  
کتاب الشرب یجوز ان یحمل ماء السقاۃ  
الی بیتہ لیشر بہ اہلہ ام فہو فی المعد للشراب  
بدلیل آخرۃ وحدہ سرۃ اختلافوا فی التوضی  
بماء السقاۃ جو نہ بعضہم وقال بعضہم  
ان کان الماء کثیرا یجوزہ لا فلا و کذا کل  
ماء اعد للشراب حتی قالوا فی المباحض المتی  
اعد للشراب لا یجوز فیہ التوضی ویمنع  
منہ وهو الصحیح ویجوز ان یحصل الزہداء  
علی ان الذی یعد لا شراب لا یمنع منہ  
مخد مات الحجال ویا لجملة لا شک ان  
المبني العرب فان علمنا ان المسبل للشراب  
خص بہ الواسدین ولا یرضی بحملہ الی  
البیوت لہ یجز ذلک قطعاً بل لو علی خصوص  
فی المارق لہ یجز لغيرہم من الواسدین کما  
یفعلہ بعض الجہلۃ فی عشرۃ المحرم بسبل

پھر خانیہ اور ہندیہ کے کتاب الشرب میں ہے  
کہ اگر کوئی شخص ستایہ کا پانی اپنے گھر بیوی بچوں کو  
پلانے کے لیے لے جائے تو جائز ہے۔ اور اس سے  
مراد وہ پانی ہے جو خاص پینے ہی کے لیے رکھا گیا ہو  
جہارت کا اول و آخر یہی بتاتا ہے۔ اس میں فقہاء  
کا اختلاف ہے کہ "ستایہ" کے پانی سے وضو جائز ہے  
یا نہیں۔ بعض نے جو از کا قول کیا اور بعض نے کہا کہ  
اگر پانی زائد ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور یہی حکم  
ہر اس پانی کے لیے ہے جو پینے کے لیے رکھا گیا ہو  
یہاں تک فقہاء نے اس عرض کی بابت بھی یہی فرمایا ہے  
جو پینے کے لیے بنایا گیا ہو کہ اس میں وضو حسب نزہ  
نہیں اور اگر کوئی کرے تو اس کو منع کیا جائیگا  
اور یہی میچ ہے۔ اور یہ جائز ہے کہ وہ پانی گھر لے جائے اور  
اسکی بنیاد پر ہے کہ جو پانی پینے کیلئے رکھا جائے  
اس سے پردہ نشینان کو ضرور نہ رکھا جائے گا۔ خلاصہ  
یہ کہ اصل واردہ معروف ہے۔ اگرچہ یہ معلوم ہو جائے  
کہ سبیل کا پانی پینے کے لیے ہے اور وہی لوگ اس سے



الماء او الشربة لمن مع الضرب مع المختل  
بدعة محدثة لیسونها تعزیه فلا یجوز  
شربه لغيره وان جعلوه لمن مع الضرب  
انفلان لو یجوز لاهل ضربه غیره والله  
تعالی اعلم ولا جرم ان قال فی متفرقات  
کراهیة الیزانیة حمل ماء الشقایة اسل  
اهله ان ما ذونا للمحمل یجوز والا لا  
هذا عین ما قریرت والله المصدق

استفادہ کر سکیں گے جو اس پر وارد ہوں تو ایسے  
پانی کو گھر نہیں لے جایا جاسکتا ہے بلکہ اگر بطور خاص  
گزرنے والوں کے لیے ہے تو دوسرے وارد ہونے  
والوں کو اس کا استعمال جائز نہ ہوگا، چنانچہ بعض  
جابل محرم کے عشرہ میں پانی یا دودھ کی سبیل تعزیر کے  
ساتھ گزرنے والوں کے لیے بطور خاص لگاتے ہیں  
یہ بدعت محدثہ ہے، اس کا استعمال دوسروں کو  
جائز نہیں بلکہ اگر ایک تعزیر کے لیے جائز ہے تو

دوسرے تعزیر کے شرکاء کو اس کا استعمال جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ بزازیر میں ہے (متفرقات کراہیہ میں) (د) (ت)  
بتقایہ کا پانی گھر والوں کے لیے لے جانا اگر اس کی اجازت ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں (ادوار یحییٰ وچچا جو میں کی گودالی  
(۳۱) سفر میں طہارت کو پانی پاس ہے مگر اس سے طہارت کرتا ہے تو اب یا بعد کر یہ یا اور کوئی مسلمان  
یا اس کا جانور اگرچہ وہ گناہیں کا پانی جائز ہے یا سارہ جائز ہے یا اتنی نجاست پاک کرنے کو  
جس سے مانع نماز نہ رہے پانی نہ ملے گا تو ان ضرورتوں میں اس پانی سے طہارت اگرچہ ہو جائے گی منع ہے بلکہ  
اپنے یا دوسرے مسلمان کے جگہ کا خوف غائب ہو تو صحت حرام ہے ان سب صورتوں میں تیمم کرے اور پانی محفوظ  
رکھے ہاں جانور کی پائیس کے لیے اگر ضروری غسل کا پانی کسی برتن میں رکھ سکتا ہے تو طہارت فرض ہے اور  
تیمم باطل۔

اقول یوں ہی اگر طہارت سے طرح مکن ہو کہ پانی مستعمل نہ ہونے پاسے جس کا طریقہ پر نسلے وغیرہ  
میں وضو کرنے کا ہم نے حسب الساحتہ میں بیان کیا تو اعداد مذکورہ سے کوئی حذر علی تیمم نہ ہوگا اور طہارت فرض  
ہوگی کمالیچھے۔ بحر الرائق و در مختار میں ہے،

والنظرة للدر (من یحجز عن استعمال  
الماء الخوف عدوا او عطش) ولو انکلیه او  
مرافق القافلہ حالاً او مالاً وکذا العصبین  
او اشرالہ نجس وقید ابن الکمال عطش

جہارت در کی ہے (جو شخص بوجہ خوف دشمن  
یا پائیس پانی کے استعمال سے عاجز ہو) خواہ اپنے  
کشتے یا رفیق قافلہ کے لیے، اب یا آئندہ، اور اسی طرح  
آٹا ٹھونڈنے کے لیے یا نجاست دور کرنے کے لیے اور

دوا یہ بتعذر حفظ الغسالة لعدم الانشاء  
(تیسرے)۔  
ابن النکال نے یہ قید لگائی کہ اس کے جانور پیا سے  
وہ جائیں گے کہ برتن نہ ہونے کی وجہ سے وہ دھوون

کو محفوظ نہیں رکھ سکتا ہے (قرلیسی سرورقوں میں وہ قییم کرے)۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

قوله ولو لطلبه قیده فی البحر و  
النهر بطلب الماشية و الصيد و معناه  
انه لو لم يكن كذلك لا يعطى هذا الحكم و  
انما هو ان طلب الحراسة للمنزل مثلها  
ط قوله اوس فین العافلة سواء كان رفيقه  
المخالط له او اخر من اهل العافلة بحسب  
عطش و اية رفيقه كعطش دابة نوح قوله  
حالا او ما لا طرف لعطش اوله و لرفيق  
على المتنازع كما قال ح ای الرفیق في  
الحال اوس سيحدث له قال سيد جدد الغنى  
فمن حننه ماء كثير في طريق الحاج  
او غيره و في المركب من يحتاج اليه من  
الفقر او يجوز له التيم بل ربما يقال اذا  
تحقق احتياجهم يجب بذل اليهم لحياء  
مهمهم قوله و كذا العجین فلو احتاج  
اليه لا تغاذا المروة لا يتيم لان حاجة  
الطبخ دون حاجة العطش بحسب قوله  
او امراله نجس ای اكثر من قدر الدرهم  
و في الفیض لومعه ما يفصل بعض النجاسة

اس کا قول اور اگرچہ اپنے گتے کے لیے ، اس  
گتے کو بجز و نہر میں ، اُس گتے سے مقید کیا گیا ہے جو  
موشی کی حفاظت یا شکار کے لیے رکھا گیا ہو اس کا  
مطلب یہ ہوا کہ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہ ہوگا  
اور ظاہر یہ ہے کہ گھر کی حفاظت کے لیے جو گتے پالا  
جائے اس کا بھی یہی حکم ہے ، اس کا قول یا رفیق کا  
کے لیے مامازیں کر وہ اس کا اپنا  
شریک رفیق ہو یا دوسرا ہو اہل عافلہ سے (بجز)  
اور اس کے ساتھی کی سواری کے پیاسا رہ جانے  
کا خطرہ ایسا ہی ہے جیسا کہ خود اس کی اپنی سواری  
کے پیاسا رہ جانے کا خطرہ ہے (توضیح) اس کا  
قول حالا او صلا ، عطش کا ظرف ہے یا  
اس کا اور رفیق کا بر سبیل تنازع ہے جیسا کہ  
”ح“ نے فرمایا یعنی رفیق نے الحال یا من  
میحدث له ، عبد القنی نے فرمایا جس کے پاس  
عاجروں وغیرہ کے راستے میں زائد پانی ہو ، اور قافلہ  
میں کوئی فقیر پانی کا ضرورت مند ہو تو اس کو تیمم  
جائز ہے ، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر اُس پانی کی  
ضرورت واقعی اہل عافلہ کو ہو تو ان کی زندگیوں

لا يلزمه اذ قلت وينبغي تقييده بما اذا لم  
تبلغ اقل من قدر الدرهم فاذا كان في  
طريق ثوبه نجاسة وكان اذا غسل احد  
الطرفين بقى ما في الطرف الاخر اقل من  
قدر الدرهم يلزمه الله.

جو ایک درہم سے زائد ہو، اور فیض میں ہے اگر اس شخص کے پاس اتنا پانی موجود ہو کہ کچھ نجاست کو دھو  
سکے گا تو دھونا لازم نہیں اور میں کہتا ہوں اس میں یہ قید لگانا چاہیے کہ یہ نجاست درہم سے کم نہ ہو، تو اگر اس  
کے کپڑے کے دونوں جانب نجاست ہو، اور ایک طرف دھو لے سے دوسری طرف باقی رہتی ہو، مگر ایک درہم  
سے کم رہتی ہے تو اس کا دھونا لازم ہے (۱۰۰ دت)

اقول ههنا ابغاث الاول كلب  
حراسة المنزل مساو لکلب الماشية بدل  
اولی و لکلب الصيد ان كان الحاجة اليه  
للاكل فان المال شقيق النفس الا فاو له  
وعلى كل هو ثابت منهما بالضرورة فليس  
هذا المحلل المستظهد ولذا عبرت بکلب  
يعمل اقتناؤه وفي الحديث الصحيح الا  
كلب صيد او نزع او ماشية الشان قید  
رفیق القافلة وفاق قریبا قسایر قافلات او  
احقر ولا يعد من في احد هما رفیق من  
في الاخری والحکم لا يختص بمن سفل  
قافلته فان احياء مهجدة المسلم فریضة  
على الاطلاق فلذا غیوته وبمسلم عبوته.

میں کہتا ہوں یہاں کئی بحثیں ہیں :  
پہلی بحث : گھر کی حفاظت کے لیے جو کتا پالا گیا وہ ریڑھ  
کی حفاظت کے سکتے کے برابر جگہ اس سے ادنیٰ ہے ،  
اسی طرح شکار کے کتے کی مانند ہے ، بلکہ شکار کھانے  
کی ضرورت ہو کیونکہ مالی جان کا ہم پر ہے ورنہ تو  
وہ ادنیٰ ہے ، اور بہر صورت یہ چیز دونوں کے منطوق  
سے ثابت ہے ، اور یہ محل استظہار نہیں اور اس لئے  
میں نے کہا ہے ، وہ کتا جس کا پالنا جائز ہو ، اور حدیث  
صحیح میں ہے مگر شکار ، کھیتی یا جانوروں کا کتا۔  
دوسری بحث : " رفیق قافلہ " کی قید اتفاق ہے  
کیونکہ عام طور پر دو یا دو سے زیادہ قافلے چلتے ہیں  
اور ایک قافلے کا آدمی دوسرے کا رفیق شمار نہیں ہوتا ،  
اور یہ حکم اس کے ساتھ خاص نہیں جو اس کے قافلہ

میں ہو، کیونکہ مسلمان کی جان بچانے کے لیے اس کو بدل کر دیکھنا ضروری ہے۔ (دست)

میں کہتا ہوں، بظاہر اس میں ذمی بھی شامل ہے، کیونکہ جو حقوق ہمارے لیے ہیں وہی ذمیوں کے لیے بھی ہیں، اور جو فرائض ہم پر ہیں وہ ذمیوں پر بھی ہیں، ہاں حربی کی جان کی کوئی حُرمت نہیں ہے، بلکہ ہمیں اُس کے فنا کرنے کا حکم ہے تو ہم پر اس کی زندگی بچانے کی سہی کیونکہ لازم ہوگی، اس لیے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر کسی جنگل میں ایک کتا اور ایک حربی ملے اور دونوں پیاس سے مر رہے ہیں اور اس کے پاس صرف اتنا پانی ہو کہ ایک بچ سکتا ہو تو کتے کو ملا دے اور حربی کو مرنے کے لیے چھوڑ دے، اور جو شخص ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہو

وہ حربی ہے، کیونکہ فقہاء کی تصریح کے مطابق مرتد حربی ہے، اور یہ سب حربی ہیں ہم نے اس کی تصریح المسئلة المسفرة عن حکم البدعة الکفریہ میں کر دی ہے۔

تیسری بحث: کسی دوست کی پیاس کھلے تھیم کرنا جس کی ملاقات متوقع ہو، اس میں یہ قیہ لگانا ضروری ہے کہ اس دوست کا قافلے کے ساتھ ملنا یقین ہو، اور اس کے پاس پانی نہ ہو، ورنہ شخص وہم کی بنیاد پر تھیم جائز نہیں۔

چوتھی بحث: ضرورت کا یہ مفہوم لینا کہ وہ ضرورت محسوس طور پر موجود ہو، درست نہیں، اور نہ ہی اس پر پانی کا خرچ کرنا موقوف ہے، چنانچہ فقہاء کا قول ہے "لخوف عطش" اور اس کا ذہنا ثبات ہونا، اگر اس سے یقین مراد ہو تو ایسا ہی ہے، کیونکہ فقہین ظنی غالب کا حکم وہی ہے جو یقین کا ہے یا جو یقین

اقول: ويدخل في الحكم الذمی فیما یظهر فان لهم مائتا وعلیهم ما علینا نعم الحربی لاحیوة لروحہ بل امرنا بافتانہ فکیف یلزمنا السعی فی ابقائه ولذا اصرحوا ان لو وجد فی بریة کلیاء حربیا یوتای عطشا و معه ماء یکفی لاحد هما یبقی الکلب و یخسب الحویق یموت ومن الحربیین کل رجل یدعی الاسلام و ینکر شیطا من ضروریات الدین لان المرئی حربی کما نصوا علیہ و هم مرتدون کما حققناه فی المقالة المسفرة عن حکم البدعة الکفریة.

الثالث التیمم لعطش رفیق محمد یجب تعقید: بما اذا یتقن لحوقه وانه لایماء معه واکلا فلا یجوز التیمم للموتهم السال بعم تحقیق الاحتیاج بمعنی ثبوتہ عینا لا یتوقف علیہ وجوب البذل الا شری الی قولهم لخوف عطش و بمعنی ثبوتہ ذہنا ان اس یدعی بالیقین فکذا فان الظن الغالب ملتحق به فی الفقه او ما یشمله فلا محصل للتردد اذ علیہ یدور الحكم والظن المجرد مثل الوهم الخافس حاجۃ الطبع لیست دون حاجۃ العطش اذا المرئیات الاکل

شامل ہو، تو ترقی کا کوئی محل نہیں، کیونکہ حکم کا دار و مدار  
اسی پر ہے اور محض ظن تو دہم کے حکم میں ہے۔  
پانچویں بحث، پکالنے کی حاجت پیاس کی حاجت  
سے کم نہیں جبکہ وہ چیز بلا پکائے نہ کھائی جاسکتی ہو  
مثلاً آٹا گوندہ پیاس کے برابر ہے، کیونکہ عام لوگ  
آٹا پھانک کر ذرہ نہیں دے سکتے ہیں، تو آٹا گوندہ  
روٹی پکالنے کے لیے سہ اور یہ بھی پکالنے کا ایک حصہ  
ہے تو ادنیٰ یہ ہے کہ کھانے کو شور بہ کی ضرورت  
پیاس کی ضرورت سے کم ہے۔

چھٹی بحث، ایک درہم سے زیادہ ہونے کی قید  
چھٹس میں اور ایک شعل سے زیادہ کی قید وزن میں، نجاست غلیظہ میں اور خفیفہ میں اس کی تعمیر چوتھائی سے ہے  
اسی لیے میں نے یہ تعبیر کہ ہے کہ جس سے مانع نماز نہ رہے۔

ساتویں بحث، سید شوق نے نجاست کی کہی میں جو بحث کی ہے وہ بہت اچھی ہے اس لیے میں نے  
اس کی تعبیر مالا یبقیہا مانعة سے کہ ہے۔ (دعا)

بسم الله الرحمن الرحيم فحسبہ و فصل حل رسولہ الکریہ

(رسالہ ضمیہ) عطاء النبی لا فاضۃ احکام ماء الصبی  
(نیچے کے حامل کردہ پانی کے احکام کے متعلق نبی پاک صلی علیہ وسلم کا عطیہ)

(۳۲ تا ۳۸) باب الف کا بھرا ہوا پانی یہ مسئلہ بہت طویل القریل و کثیر الشوق ہے کتابوں میں اس  
کی تفصیل تمام درکار بہت صورتوں کا ذکر بھی نہیں فقیر ترقی فی القیام امید کرتا ہے کہ اس میں کلام شافی و کافی  
ذکر کے فاقول و بانہ الترقی فی پانی میں قسم میں (۱) مباح غیر ملوک (۲) ملوک غیر مباح (۳) مباح ملوک  
اول دریاؤں نہروں کے پانی تا کہ یوں جیلوں ڈیروں کے برساتی پانی ملوک کنویں کا پانی کہ وہ بھی  
جب تک بھرا نہ جائے کسی کی ملک نہیں ہوتا جس کی تحقیق ابھی گزری مساجد وغیرہ کے حوضوں ستیابوں کا پانی  
کہ مال وقت سے بھرا گیا اس کا بیان بھی گزرا یہ سب پانی مباح ہیں اور کسی کی ملک نہیں۔  
دوئم بہتوں کا پانی کہ آدمی نے اپنے گھر کے غریح کو بھرا یا بھردا کر رکھا وہ خاص اس کی ملک ہے اس کی

الا بالطبخ الا تری ان حاجة العجی سادت  
حاجة العطش لان عامة الناس لا يمكنهم  
التعیش باستغناء الدقیق فما العین الا للخبز  
وما هو الا من الطبخ فالاولی ان يقال ان  
حاجة المرقاة دون حاجة العطش السادس  
قید الزیادة علی درہم مساحة او مثقال  
خرقة فی النجاسة الغلیظة اما الخفیفہ فمقدق  
بالربع فلذا عبرت بالقدر المائہ السابع  
ما بحث السید ش فی تعلیل النجاسة حسن  
وجیه فلذا عبرت بما لا یبقیہا مانعة۔

اجازت کے کسی کو اس میں تعارف جاتر نہیں۔

سوم سبیل یا ستایہ کا پانی اگر کسی نے خود بھرا یا اپنے مال سے بھرا یا بہر حال اس کی ملک ہو اور اس نے لوگوں کے لیے اس کا استعمال مباح کر دیا وہ بعد اباحت بھی اسی کی ملک رہتا ہے یہ پانی ملک بھی ہے اور مباح بھی۔ ظاہر ہے کہ قسم اخیر کا پانی بالغ بھرے یا نابالغ کچھ تفاوت احکام نہ ہو گا اگر لینے والا اس کا مالک ہی نہیں ہوتا۔ یوں ہی قسم دوم میں جبکہ مالک نے اسے بطور اباحت دیا یوں اگر مالک کیا تو اب فرق احکام آئے گا اور اگر بے اجازت مالک لیا یا دونوں قسم اخیر میں مالک بوجہ صغر یا جنون اجازت دینے کے قابل نہ تھا تو وہ آب مخصوب ہے زیادہ تفصیل طلب اور یہاں مقصود بالبحث قسم اول ہے اس کے لیے **شیعہ** **اول** ان اصول پر نظر لازم جو احوال مباح جیسے آب نہ کر یا جنگل کی غود وغھاس پٹر پھل بھول وغیرہ پر حصول ملک کے لیے ہیں کتب میں اس کے جزئیات متفرق طور پر مذکور ہوتے ہیں سے نظر حاضر ایک ضابطہ حکم پہنچنے کی امید رکھتی ہے واللہ العالی۔

**فا قول** وہ استعین یہ قوی ہر ہے کہ مباح چیز اترازد استیلا سے ملک ہو جاتی ہے اول بار جس کا ہاتھ اُس پر پہنچا اور اس نے اپنے قبضے میں کر لیا اسی کی ملک ہو جائیگی مگر یہ قبضہ کسی دوسرے کی طرف منتقل ہوتا اور اُس کا قبضہ ٹھہرتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ مال مباح کا لینے والا دو حال سے خالی نہیں اُس شے کو اپنے لیے لے گیا یا دوسرے کے لیے بر تقدیر ثانی بطور غو یا اس کے سکے سے بر تقدیر ثانی بلا متاع ضرابا بقر بر تقدیر ثانی اُس دوسرے کا اخیر مطلق ہے جیسے خدمت گار یا خاص اسی مباح کی تحصیل کے لیے اخیر کیا بر تقدیر ثانی اجازت وقت معین پر ہوا مثلاً آج صبح سے دوپہر تک یا بل تعین بر تقدیر ثانی وہ شے مستباح متعین کر دی گئی۔ مثلاً یہ خاص درخت یا یہاں سے یہاں تک کے یہ اُس پٹریا اس قطعہ خصوصاً سبزہ یا اس حرف کا سار پانی یا یہ تعین بھی نہ ملتی بر تقدیر ثانی اخیر قبول کرتا ہے کہ یہ شے میں نے مستاجر کے لیے لی یا نہیں بر تقدیر ثانی اگر اس شے کا اجازت مثلاً کسی طرف میں ہوتا ہو تو وہ خلاف مستاجر کا تھا یا نہیں یہ تو صورتیں ہوتیں۔ ای میں صورت اولی میں تو ظاہر ہے کہ وہ شے اُسی قبضہ کرنے والے کی ملک ہوگی دوسرے کو اس سے علاقہ ہی نہیں، یوں ہی صورت دوم میں بھی کہ شرع مطہر نے سبب ملک استیلا رکھا ہے وہ اس کا ہے دوسرے کے لیے محض نیست اس ملک کو منتقل نہ کرے گی۔ **فتح القدیر** میں ہے :

اگر اُس پر کہا جائے کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس پر استیلا کر کیا اور قصداً اپنے نفس کے لیے کیا، اور اگر کسی دوسرے کے لیے اس کا ارادہ کیا، تو یہ غیر کے لیے کیوں نہ ہوگا، اس کا یہ جواب ہے کہ حضور

لوقیل علیہ، هذا اذا استولى حلیہ بقصدہ لنفسہ، فاما اذا قصد ذلك لغیرہ فلم لا یکون للغیر یجاب بان اطلاق نحو قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الناس

شُرکاء فی ثلاث لا یفرق بین قصد و قصد <sup>لہ</sup>   
 و کفیت علیہ ۔

اقول الاحراز سبب الملك و قد تم   
 لہ فملك ولا ینتقل لغيرہ بمجرد القصد   
 کمین شرعی غیر مضاف لى زید و فیتہ   
 انه یشترکہ لزید لم یکن لزید ۔   
 چیز غریبہ اور اس کو زید کی طرف مضاف ذکر سے اور نسبت یہ چو کہ وہ زید کے لیے ہے ، تو وہ زید کے لیے   
 نہ ہوگی ۔ (ت)

اسی طرح صورت سوم میں بھی کہ تحصیل مباح کے لیے دوسرے کو اپنا نائب وکیل و خادم و معین بنانا   
 باطل ہے در مختار کتاب شرکت فصل شرکت فاسدہ میں ہے ،   
 التذکیل فی اخذ المباح لا یصح <sup>لہ</sup>   
 جامع الصغائر فصل کراہیت میں ہے ،

الاتخذ ام فی الامیان المباحة باطل <sup>لہ</sup>   
 فتح القدر میں ہے ،   
 الشرح جعل سبب ملك المباح سبق اليد الیہ   
 فاذا دکل بہ فاستوی علیہ سبق ملكه لہ   
 ملك الموكل <sup>لہ</sup>

شرعیت نے مباح اشیاء میں ملک کا سبب بوقت یہ   
 کو بتایا ہے ، تو جب کسی نے اس پر کسی کو وکیل بنایا   
 اور اس نے اس پر استیذان حاصل کر لیا مگر کل کی   
 ملک اس پر ثابت ہو جائیگی تو وکیل مالک ہو جائیگا ۔ (ت)

ہندیہ اجارات باب ۱۶ میں غیب سے ہے ،

لہ فتح القدر	فصل فی شرکت فاسدہ	زید رضوی سکھر	۴۱۰/۵
لہ الدر المختار	شرکت فاسدہ	جہانزی دہلی	۳۴۴/۱
لہ جامع احکام الصغائر	جامع التفسیر	اکراہیت اسلامی سبب غناذ کراچی	۱۳۴/۱
لہ فتح القدر	فصل فی شرکت فاسدہ	سکھر	۴۱۰/۵

قال نصير (هو ابن يحيى) قلت (اى  
للامام ابى سليمان الجوزجاني رحمهما الله  
تعالى) فان استقامت بالناس يحتطب ليصطاد  
له (اى من دون اجر) قال الخطب والعصيد  
للعامل وكذا انصرية القاذص قال استاذنا  
(وهو البديع استاذ الزاهدى) وينبغي  
ان يحفظ هذا فقد يستل به العامة و  
الخاصة يستعينون بالناس في الاحتطاب  
الاختشاش وقطم الشوك والحاج واتخاذ  
المجمدة فيثبت الملك للاخوان فيها ولا  
يملك الكل بها فيشفقونها قبل الاستيها ب  
بطريقته او الاذن فيجب عليهم مثلها او  
قيمتها وهم لا يشعرون لجهلهم وغفلتهم  
اعاذنا الله عن الجهل ووفقنا لعمل

نصير ابن يحيى نے کہا میں نے کہا یعنی  
امام ابو سلیمان الجوزجانی (کی) اگر کسی شخص نے لکڑیاں جمع  
کرنے یا شکار کرتے کے لیے دوسرے شخص کی مدد  
حاصل کی (یعنی بلا اجر) فرمایا اس صورت میں لکڑیاں  
اور شکار اُسی کا ہے جس نے کیا ہو، اور اسی طرح  
شکاری کا ایک مرتبہ بال ڈال کر شکار نکالنا، ہمارے  
استاذ نے فرمایا (یعنی ہر بیع استاذ الزاہدی) اور  
اسے یاد کر لینا چاہیے کہ چونکہ اس میں ہر عام و خاص  
جملہ ہے، لوگ دوسروں سے لکڑیاں جمع کرانے کاٹنے  
اکٹھے کرانے اور گاس جمع کرانے میں مدد دیتے ہیں،  
اسی طرح ایک قسم کا درخت تنگواتے ہیں یا آسمانی  
برق جمع کرتے ہیں تو جو لوگ غلطیہ کام کرتے ہیں ان  
پر انہی لوگوں کی عکس ثابت ہو جائے گی، لوگ یہ  
مسئلہ نہیں جانتے، وہ ان لوگوں سے نہ تو اجازت

الحاج، عاد و عجلہ اور عجم کے ساتھ، جمیع حاج  
کی ہے، کانٹوں کو کہتے ہیں، ایک قول کے مطابق  
ترش گاس ہے۔ ابن سیدہ کے مطابق کانٹوں  
کی ایک قسم ہے۔ ایک قول کے مطابق درخت ہے۔  
اور ابو حنیفہ الدیرری نے فرمایا یہ ایسا درخت ہے  
جو سد ابھار رہتا ہے اور اُس کی جڑیں زمین میں  
دور تک چلی جاتی ہیں اس کو ابال کر دوا کے کام میں  
لایا جاتا ہے، اس کے پتے باریک اور لمبے ہوتے  
ہیں اور کانٹوں کی طرح زیادہ ہوتے ہیں اور تاج  
العروس ۱۲ (منہ غفرلہ) (ت)

منہ الحاج باہمال اولہ واعجم اخرہ  
جمع حاجۃ وھی الشوک وقیل نیت من  
الحمص وقال ابن سیدہ ضروب من  
الشوک وقیل شجر وقال ابو حنیفۃ الدیرری  
الحاج مما تدور خضرته وتذهب  
عروقہ فی الارض یصید ایتادی  
یطبخہ ولہ ورق دقاق طوال کامنہ  
مساد للشوک فی الکثرة او من مساج  
العروس ۱۲ (منہ غفرلہ) (م)



والعمل

لیتے ہیں اور نہ ہی بطور ہبہ لیتے ہیں اور ان اشیاء

2  
2

کو خرچ کر بیٹھتے ہیں، تو ان پر ان کا مثل واجب ہوگا یا قیمت لازم آئے گی، ان کو جہالت کی وجہ سے اس کا علم نہیں، اللہ سپہیں جہل سے محفوظ رکھے اور ہمیں علم و عمل کی توفیق دے (آمین) (ت)

اقول وقوله لا يعطى الكل بها اشارة  
الى الجواب عن سؤال وهم انهم اذا اتوا به  
الى المستعدين واعطوه واخذوا كاي حبة بالتعاطي  
فاجاب بانه هذا يكون لو علموا ان انت الملك  
قد ثبت للاخوان فيكون الاعطاء والاخذ  
ايجاب التهمة وقبولها فكنهم جميعا عن  
خافرون وانما يصيبون المعونة في كفاية المعونة  
كمما ارسل احد الى دارة ليحمل منها  
كوبيا مثلاً ياتيه به۔

کفایت عزت میں جتنے ہیں مثلاً کسی شخص نے ایک آدمی کو گھر میں بھیجا کہ وہاں سے کڑی اٹھا لائے، (ت)

اقول هو كما قال لكن الاذن ثابت  
لا شك وهم انما يحدون الاخذ له ولا يحدونه  
الميل لا يتصرف فيه ولا يخصب منه حق  
يجب النعمان۔

فان قلت لا يصيبون انفسهم ملاك  
وهو ياخذ به جعل نفسه كانه هو المستوف  
عليه بدعي فتصرف فيه هل انه ملحق  
فلم يتحقق الاذن لانهم لا يحدون  
انه لهم ويجعلهم يصيبونه حتى ياخذوا  
له في التصرف وانما يظنون انهم

له فاذي بندية اباب السادس عشر

پشاور ۲۵/۱۲

میں کہتا ہوں وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے  
فرمایا لیکن اذن بلاشبہ ثابت ہے اور ان کی نیت  
یہی ہوتی ہے کہ وہ اس شخص کے لیے لیں اور اس کو  
دیتے بھی اس لیے ہیں کہ وہ اس میں تصرف کرے،  
وہ غصب تو نہیں کر رہا ہے کو ضمان واجب ہو، (ت)  
الغیر احترام کیا جائے کہ وہ لوگ اپنے آپ  
کو ان اشیاء کا مالک نہیں سمجھتے ہیں، اور وہ شخص  
ان چیزوں پر اس طرح قابض ہوتا ہے گویا وہ ان  
چیزوں کا پھلا مالک ہے، اور اس طرح تصرف  
کرتا ہے گویا وہ ان چیزوں کا مالک ہر تو ایسی صورت  
میں اذن متحقق نہ ہوگا کیونکہ ان کو تو پتا ہی نہیں کہ

الملك له ولا عبارة بالنظر اليين خطوط كمت  
 حسب ان الشئ الفلاني من ودائم نريد عند  
 ابيه فاداء الى وامر شيد فتصوفا ثم تبين  
 انه لاييه لالنريد فانت له ان يرجع عليهم  
 به قاشا ادبضمانه هالكا في العقود الدرية  
 من كتاب الشركة من دفع شيئا ليس بواجب  
 عليه فله استرداد الا اذا دفعه على  
 وجه الهبة واستهلكه القايض كما في  
 شرح النظم الوهباني وغيره من المعتمديات  
 اه وفيها وفي الخيرية من كتاب الوقف قد  
 صرحوا بان من ظن ان عليه دين فبات  
 خلافة يرجع بما ادى ولو كان قد استهلكه  
 ما جمع ببطله اه

یہ چیز ان کی ملکیت میں ہے اور اُس کی ملک میں  
 اُسی وقت ہوگی جب وہ اذن دیں، اور اس صورت  
 میں اس کو گمان ہے کہ وہ مالک ہے اور ان کو بھی گمان  
 ہے کہ وہی مالک ہے اور جس گمان کا خطا ہونا ظاہر  
 ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں، مثلاً کوئی شخص یہ گمان  
 کر بیٹھے کہ فلاں چیز زید کی امانتوں میں سے اس کے  
 باپ کے پاس ہے اور اس گمان پر وہ یہ چیز زید کے  
 وارثوں کو دے دیتا ہے اور وہ اس میں تصرف  
 کر لیتے ہیں پھر بعد میں اس کو پتا چلتا ہے کہ وہ چیز  
 تو اس کے باپ ہی کی ہے زید کی نہیں ہے، تو اگر  
 وہ چیز موجود ہو تو وہ ان سے واپس لے سکتا ہے اور  
 اگر ملک ہو گئی ہے تو اس کا ضمان لے سکتا ہے،  
 العقود الدریۃ کے کتاب الشركة میں ہے کہ جس نے  
 کوئی ایسی چیز دی جو اس پر واجب نہ تھی تو وہ اس کو واپس لے سکتا ہے، ہاں اگر بطور ہبہ ای ہو اور اس کے  
 قبضہ میں ہلاک ہو گئی ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے، یہی چیز شرح نظم و ہبانی وغیرہ معتبر کتب میں ہے احواد  
 اس میں الخیرۃ کے کتاب الوقف کے حوالہ سے ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ گمان کیا کہ اُس پر دین ہے، بعد میں  
 معلوم ہوا کہ غلط ہے، تو جو دیا ہے وہ واپس لے گا، اور اگر وہ ہلاک ہو گیا ہو تو اس کا بدل لے گا (احداث)  
 میں کہتا ہوں یہ اُس صورت میں ہے جبکہ  
 اس کو یہ علم ہوا ہو کہ یہ مدفوع الیہ کے لیے نہ تھا  
 تو اُس کو نہ دے گا، اور یہاں تو وہ اُسی کے لیے  
 دیتے ہیں اور اگر ان کو یہ علم ہو کہ ملک ان کے لیے واقع  
 ہو گئی تو اس کے دینے سے تخلف نہ کریں گے، تو

اقول هذا فيما لو علم انه ليس له فمؤم  
 اليس لو يدفع اليه اما هنا فانما ياتون  
 به له ولو علموا ان الملك يقع لهم لم يختلفوا  
 عن اعطائه له فخرضا هم بتصرفه فيه  
 ثابت على عقل تقديروا لهذا انه ميكثوث

۹۱/۱	قضاء افغانستان	کتاب الشركة	لہ عقود الدریۃ
۱۳۰/۱	بیروت	کتاب الوقف	شہ فتاویٰ خیریۃ

به الخاصة فضلا عن العامة كما اعتوت به  
فلا وجه لنسبتهم الى الجهل والعقلة  
واقامة النكير في هذا عندى والعلم  
بالحق عند الطيف الخبير.

اُن کا اُس کے تصرف پر راضی ہونا ہر تقدیر ثابت ہے  
اور اس لیے خاص لوگ بھی اس کی پروا نہیں کرتے  
چر جائیکہ عام لوگ، جیسا کہ خود انہوں نے اعتراف  
کیا، تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کو جہل، غفلت کی طرف  
مُسرَب کیا جائے یا انہیں بیکار کی جائے (خدا عذی القوت)

**تبیینہ اقول یہ دو معاوضہ میں ضرورت کو شامل ہے :**  
ایک یہ کہ وہ اس کا اجیر ہی نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ اس کا اجیر تو ہے مگر اس کام پر نہیں کسی اور خاص کام پر ہے تو یہ بلا معاوضہ ہی ہوا۔  
تیسرے یہ کہ مطلق کام خدمت پر نوکر ہے جس میں یہ کام بھی داخل مگر نوکری کے غیر وقت میں اُس سے  
اس کام کے لیے کہا شلادین کا نوکر ہے اُس سے رات کو پانی بھر دیا کہ یہ وقت بھی بلا معاوضہ ہے و لہذا ہم نے  
ان صورتوں کو تشقیق میں نہ لیا۔

صورت چہارم میں وہ مباح آقا کی ملک ہو گا یعنی سبب کہ اُس کی نوکری کے وقت میں یہ کام لیا ورنہ صورت  
سوم میں داخل ہے کما هو اس صورت یہ ملک آقا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نوکری کے وقت میں نوکر کے منافع  
اُس کے ہاتھ پہنچے ہوئے ہیں اور اُس کا اُس کے حکم سے قبضہ بعینہ اُس کا قبضہ ہے۔ ہذا یہ میں ہے :

(الاجیر الخاص الذی يستحق الاجرة)  
بتسليم نفسه في المدة وان لم يعمل كمن  
استؤجر شهرا للخدمة او لمرى الغنم) وانما  
مسمى اجير وحده لانه لا يمكن ان يعمل  
لغيره لان منافع في المدة حسانات  
مستحقة له والاجر مقابل بالمنافع ولهذا  
يبقى الاجر مستحقا وان نقص العمل  
(لا ضمان على ما تلف من عمله) لان  
المنافع متحصلة حسانات مملوكة للمستأجر  
فاذا امره بالتصرف في ملكه صح وتبيير  
ناثبا ما به فيصير فعله منقولا اليه

وہ خاص اجیر جو اجرت کا مستحق ہوتا ہے کہ ایک  
مدت کے لیے اپنے آپ کو سپرد کرے خواہ کام نہ کیے  
دشہ کسی شخص کو ایک ماہ کے لیے خدمت یا بکریاں  
پرانے کے لیے اجرت پر لیا، اس کو اجیر و حداس لیے  
کہتے ہیں کہ وہ دوسرے کا کام نہیں کر سکتا ہے  
کیونکہ اس مدت میں اس کے منافع سب اس کے لیے مخصوص  
ہو گئے ہیں اور جو منافع کے مقابل ہوتا ہے اس لیے غیر مستحق  
ہوتا ہے اگرچہ کام ختم ہو جائے (اس کے عمل سے اگر  
کوئی چیز تلف ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں) کیونکہ  
منافع سب مستاجر کی ملک ہو گئے تو اب جب اُس نے  
اپنی ملک میں تصرف کا حکم دیا تو صحیح ہو گیا، اور وہ

لأنه فعله بنفسه فلهذا لا يضمنه۔ اس کا قائل مقام ہو گا اور اس کا فعل اس کی طرف

منقول ہو گا گویا یہ فعل اس نے خود کیا ہے۔ اس لیے وہ اس کا ضامن نہ ہو گا۔ (ت)

یوں ہی صورت پنجم میں اور اجیر مقرر کا مستحق ہو گا کہ یہ اجارہ مجھ سے اور صورت ششم میں بھی وہ شے مباح بلکہ مستاجر ہوگی مگر اجیر اس شے کے پاس نہ ہوگا جس سے زیادہ نہ ہو کہ یہ اجارہ فاسد ہے۔

میں کہتا ہوں مجھے اس کی جو وجہ معلوم ہوتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم وہ ہے کہ اجارہ یا تو عمل پر ہوگا یعنی کسی چیز میں تصرف کرنا، نسل و حمل، کاٹنے یا لگانے کے طور پر اور اس کو اجیر مشترک کہتے ہیں، اور مقصود اس میں اس تصرف کا حامل ہر نسلہ خواہ کسی طرح ہو لہذا اس میں یہ قید نہیں کہ اجیر خود ہی عمل کرے اور یا اجارہ اجیر کے منافع پر ہوگا یہ اجیر خاص میں ہوتا ہے اور مباح چیزوں میں پہلی صورت میں اجارہ مقصود نہیں کیونکہ وہ مستاجر کے ساتھ مخصوص نہیں، اور سب کی طرف اس کی نسبت یکساں ہے، تو اس میں تصرف کا حصول مستاجر پر ہوگا کیونکہ لازم کرے گا، بلکہ ان میں اجیر کے منافع کے مقابل ہے کہ مستاجر چاہتا ہے کہ اس کو اپنی حاجت میں استعمال کرے تو یہ اجیر دھار ہوگا، اور اس کے منافع کا اندازہ مدت کی تعیین و تحدید سے ہی ہوگا اور جب مدت کا ذکر نہیں کیا گیا تو مقصود علیہ مجہول رہے گا اور اجارہ فاسد رہے گا اور اسی لئے اگر کوئی چیز مستاجر کی بلکہ ہو، مثلاً مستاجر یہ کہے کہ میرا یہ درخت ایک درہم میں کاٹ دو تو جائز ہے جیسا کہ آئے گا، واللہ اعلم۔ (ت)

اقول ویظهر من الوجه فیہ واللہ تعالیٰ اعلم ان الاجارۃ اما علی العمل اعنی التصرف فی شئ من النقل والحمل والقطع والقتل وغیر ذلک وهو فی الاجیر المشتک والمقصود فیہ حصول ذلک التصرف کیفھا كانت ولذا المریتقید بعمل الاجیر نفسه واما علی منافع الاجیر وهو فی الاجیر الخاص والاجارۃ فی المباحات لا تفعل علی الوجه الاول لانہا لا تختص بالمستأجر ونسبتہا الی الكل سواء فکیف ینکون حصول تصرف فیہا من اجیر ولا یجوز علی المستأجر بل انما الاجیر مقابل فیہا بمنافع الاجیر حیث یرید المستأجر ان یتحملہ فی حاجتہ فلا ینکون الا اجیر واحد ولا یتقد رضاء فہم الابعین المدة فاذا لم تنکر بقی المعتقد علیہ مجهولاً ففسدت ولذا لو کان الشئ ملک المستأجر کانت یقول اقطع شجرتی ہذہ یدرہم جاز کما یأتی واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتاویٰ علیگری میں تفسیر سے ہے :

قال نصیر سألنا أبا سليمان عن استأجرة  
ليخطب له إلى الليل قال إن سعى فيما جاز  
والخطب للمستأجر ولو قال هذا الخطب لأجراً  
فاسدة والخطب للمستأجر وحله أجز  
منه ولو كان الخطب الذي عينه ملكاً لمحتأجر  
جوازاً

أقول والمراد أجر المثل بالنف ما  
يلزم أن لم يسم معيناً ولا خلافاً قل منه و  
من المسمين كما هو الأصل المصروف و  
لذا حولت عليه وسيأتي التصريح به.

تقریر لایضاح ودر مختار میں ہے :

(استأجرة ليصيد له أو يخطب له)  
فإن وقت (لذلك وقتاً جازماً والأكل) فلو  
وقت وحين الخطب فسد (الأداء عين  
الخطب وهو) أي الخطب (ملكه في جونه)  
مجبتي وبه يفتي صيرفية أنه قال العلامة  
مش قوله والألا اء والخطب للمعامل  
ط قوله فسد قال في الهندية ولو قال  
هذا الخطب إلى أنوما فقلنا قال قوله و  
به يفتي صيرفية قال فيها ان ذكر اليوم

تفسیر نے فرمایا میں نے ابوسلمان سے پوچھا کہ ایک  
شخص کسی مزدور سے معاہدہ کرے کہ وہ رات تک اس  
کے لیے لکڑیاں چن کرے، تو فرمایا کہ اگر ایک دن کا نام  
یا تو جائز ہے اور لکڑیاں مستاجر کی ہوں گی، اور اگر  
اشارہ کر کے کہا کہ یہ لکڑیاں تو اجارہ فاسد ہے اور لکڑیاں  
مستاجر کی ہیں اور اس پر اجر مثل ہے، اگر وہ لکڑیاں  
مستاجر کی ملک ہیں تو جائز ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں مراد اجر مثل ہے خواہ جتنا بھی ہو اگر اس  
معین نہ کیا ہو ورنہ اجر مثل اور اجر معین سے جو کم ہو وہ دیا  
جائے گا۔ جیسا کہ کلمہ معروف ہے، اس لیے میں نے  
اس پر اکتفا نہ کیا اور اس میں کی تصریح بھی آجائے گی (ت)

(اس کو اس لیے مزدوری پر لیا کہ وہ اس کے لیے  
شکار کرے یا لکڑیاں چنے تو اگر اس کا وقت مقرر کیا  
تو جائز ہے ورنہ نہیں) اور اگر وقت مقرر نہ کیا، اور  
لکڑیاں مقرر کر دیں تو یہ عقد فاسد ہے (ا) اگر  
لکڑیاں متعین کر دیں اور وہ لکڑیاں اسی کی ملک ہیں  
تو جائز ہے) مجتبیٰ اسی پر فتویٰ ہے "صيرفية اه"  
علامہ شمس نے فرمایا "اور اس کا قول والا لا  
یعنی لکڑیاں عامل کی ہوں گی ط ان کا قول "فسد"  
بندیہ میں ہے "ولو قال هذا الخطب إلى أنوما

قالعت للأمر والأفلام هود و هذه من رواية  
الحادوي وبه يفتي قال في المنع وهذا  
يوافق ما قد مناه عن المحتين ومن ثم حولنا  
عليه في المختصر اه  
قوی ہے۔ منع میں ہے اور یہ اُس کے موافق ہے جو ہم حجۃ سے نقل کر آئے ہیں اور اس لیے ہم نے اس پر  
مختصر میں اکتفا کیا (ت)

### اقول جهنا تنبيهات الاول كون

المحطب للعامل اذا لم يوقت على ما في الصيرفة  
وتبع اطلاقها الفاضل ط وش محمله  
ما اذا لم يعين المحطب ايضا والاحكام للأمر  
كما قد مناه عن الهندية عن القنية عن نصير  
عن ابی سليمان وقد اقله ايضا واقرأه وفي  
غزير العيون استأجره ليصير له او ليحطب  
جاء في الوقت بان قال هذا اليوم او هذا  
الشهر، يجب المسمى لان هذا الحبيب  
وحد وشرط صحته بيان الوقت وقد وجد  
وان لم يوقت ولكن عين الصيد والحطب  
فالاجارة فاسدة لجهالة الوقت فيجب  
اجرة المثل وما حصل يكون للمستأجر كذا  
الولو الجية كذا وفي خزائن المفتين وحبل  
استأجر اجير ليحطبه الى الليل بدوهم  
جاء وكذا فيصا دله الى الليل او ليحطب

میں کہتا ہوں یہاں دو تنبیہات ہیں ۱  
پہلی تنبیہ: لکڑیوں کا عامل کے لیے ہونا جبکہ اس نے  
وقت کا تعین کیا ہو جیسا کہ صیرفیہ میں ہے اور دو فاضل  
یعنی ما اور جس نے اس کے اطلاق کی متابعت کی ہے  
اس کا محل یہ ہے کہ جب لکڑیوں کا تعین بھی نہ کیا ہو ورنہ  
لکڑیاں امر کی ہوں گی جیسا کہ ہم نے ہندیہ اور قنیہ کے  
حوالہ سے نقل کیا۔ یہ روایت نصیر کی ابو سلیمان سے ہے  
اور اُن دونوں نے اس کو نقل کیا اور برقرار رکھا، اور  
غزیر العیون میں ہے کسی شخص نے مزدور کو اجرت پر یا کہ  
اُس کے لیے شکار کرے یا لکڑیاں جمع کرے تو یہ جائز  
ہے بشرطیکہ اس وقت کا تعین نہ کیا ہو مثلاً یہ کہا ہو کہ اس  
دن یا اس ماہ میں اور شرط کیا ہو وہ واجب ہو گا کیونکہ  
یہ اجیر محض ہے، اور اس کی صحت کی شرط وقت کا  
بیان ہے جو پائی گئی ہے لہذا اگر وقت کا تعین نہ کیا ہو لیکن  
شکار اور لکڑیوں کا تعین کیا ہو تو اجارہ فاسد ہے کہ  
وقت کی جہالت ہے، تو اس صورت میں اجر مثل

جائز و يكون المحطوب والصيد المستأجر ولو قال  
ليصطاد هذا الصيد اولى يحطوب هذا المحطوب  
فهو اجاره فاسدة والمحطوب والصيد المستأجر  
وعليه لا جبر اجر المثل ولو استعان من  
الانسان في الاحتطاب والاصطياد فان الصيد  
والمحطوب يكون للعامل اهـ وفي الهندية عن  
محيط السرخسي عن محمد بن حميد الله تعالى  
فيمن قال لفيده اقل هذا الذئب لو هذا الاسد  
وذلك دمرهم والذئب او الاسد صيد فله  
اجر مثله لا يجاوز به دمرهما والصيد  
للمستأجر اهـ وبالجملة النقول فيه مستفيضة  
فما كان ينبغي اطلاق كون المحطوب للعامل  
عند عدم التوقيت لشموله صورة تعيسين  
المحطوب وقد ذكرها الشارح تفريعا عليه  
بل اشار اليها الماتن ايضا كاترى والثاني  
وقم في الهندية عن القنية قبل ما نقلناه  
متصلا به ما نصه استأجر  
ليقطع له اليوم حاجا ففعل  
لا شئ حليد والحاج للمأمر قال نصير سالت  
ابا سليمان الخ وكتب عليه ما نصه -

واجب ہوگا، اور جو حاصل ہوگا وہ مستأجر کو ملے گا کذا  
في الاول الخیر اهـ اور غزاة المفتين میں ہے کہ کسی شخص  
نے ایک اجیر لیا کہ وہ رات تک اس کے لیے سلائی  
کرسے اور ایک درہم ملے، تو جائز ہے، یا رات تک  
شکار کرے یا لکڑیاں جمع کرے، اور یہ لکڑیاں اور شکار  
مستأجر کا ہوگا، اور اگر کہا کہ یہ شکار کرے یا یہ لکڑیاں  
اکٹھی کرے، تو اجارہ فاسد ہے، اور لکڑیاں اور شکار  
مستأجر کا ہوگا اور اس کے ذمہ اجیر کے لیے اجر مثل ہوگا  
اور اگر کسی انسان سے لکڑیاں اکٹھی کرنے یا شکار میں  
بہ و طلب کی تو شکار اور لکڑیاں مل کر ملنے والے کی ہونگی  
اهـ اور ہندیہ میں محیط السرخسی سے محمد بن حمید علیہ سے  
منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی سے کہا کہ یہ بھیڑیا  
ہلاک کر دیا یا یہ شیر، اور تم کو ایک درہم ملے گا، تو بھیڑیا  
اور شیر شکار شمار ہوگا اور اس کو اجر مثل ملے گا جو ایک  
درہم سے زائد نہ ہوگا، اور شکار مستأجر کا ہوگا اهـ  
خلاصہ یہ کہ اس میں نقلی مشہور ہیں تو وقت کی تعیین ہونے  
کی صورت میں لکڑیوں کا مطلقا عامل کے لئے قرار  
دینا درست نہیں، کیونکہ یہ لکڑیوں کے متعین کرنے  
کی صورت کو بھی شامل ہے، اور اس کو شارح نے  
اس کی تفریع کے طور پر ذکر کیا ہے، بلکہ جیسا کہ آپ  
دوسری تنبیہ، ہندیہ نے قنیہ سے یہ بھی نقل کیا ہے

لے غزاة المفتين

۲۵۱/۴

پشاور

الباب السادس عشر

کے ہندیہ

مے ایضاً

کسی نے کوئی مزدور اس کام کے لئے لیا کہ وہ آج اس کے لئے گھاس کاٹے گا اس نے ایسا ہی کیا تو اس کے لیے کوئی اجرت لازم نہیں اور گھاس اُسی کی ہوجائے گی۔ نصیر نے کہا میں نے جو زمین سے دریافت کیا، (ت)

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محض چیر ہے اور اس کی شرط بیان دے ہے جو پائی گئی کہانی القز و ش' اور اس کے بعد ابو سلیمان سے کہا کہ اگر ایک دن کا گھاس تو جائز ہے اور چند سطر بھرد عیلا سرخی سے نقل کیا کہ اگر کسی کو اجرت پر لیا تاکہ اس کے لیے شکار کرے یا شوت کاٹے یا اس کی نکالت کرے یا قرض طلب کرے یا قرض وصول کئے تو جائز نہیں، تو اگر ایسا کیا تو اجر مثل واجب ہوگا اور اگر حق کا ذکر کیا تو ان تمام صورتوں میں جائز ہے اور اس کی تاویل مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یوم سے مراد دن کا وہ عین وقت نہیں ہے جو غروب آفتاب تک راز ہو، بلکہ اس میں غریبت کے معنی ہیں یعنی گھاس کا کاٹنا اس دن میں واقع ہو، تو یہ جلدی کے اظہار کے لئے ہے، جیسے یہ کہا کہ آج ہی یہ چیز مجھے سی کر دو، ایک رقیب میں چار میں ہے جس نے کسی شخص کو اجرت پر لیا تاکہ آج ایک درہم میں یہ دس جوڑی آٹا پکادے تو یہ اجارہ ابو حنیفہ کے نزدیک فاسد ہے، اور صاحبی نے منہ دیا جائز ہے، صاحبین معقود علیہ عمل کو قرار دیتے ہیں اور ذکر وقت مجتہد کے لئے قرار دیتے ہیں تاکہ عقد صحیح ہو، اب صاحب کی تاویل ہے کہ معقود علیہ مجہول ہے کیونکہ

اقول انظر ما وجه فانه احبیر  
وحد و شرطه بیان المدة وقد وجد كما في  
الغفر و ش وقد قال عن ابی سلیمان بعد ان  
سمی یوما جائز و ذکر بعد باسطر عن محیط  
السرخسی لو استأجر لیصل له او لیفعل له  
لو لمضومة او تعاض الدین او قبض المدينی  
لا یجوز فان فعل یجب اجر المثل ولو ذکر  
مدة یجوز فی جیم ذلک اه و یظهر فی  
تأویلہ انہ لیس المراد بالیوم الوقت  
المعلوم الممتد الی غروب الشمس بل هو  
فیه بعض الظرفیة ای یقیم القطع فی هذا  
الیوم فهو للاستعجال مثل یخطه فی الیوم  
بدلهم فی الهدایة من استأجر مر حبل  
لیخبر له هذه العشرة المخاتیم من الدقیق  
الیوم بدلهم فهو فاسد عند ابی حنیفة  
وقال ابو یوسف و محمد رضی الله تعالی  
عنہم جائز لانه یجعل المعقود المیسر  
عملا و ذکر الوقت للاستعجال یمحی العقد  
وله ان المعقود علیہ مجهول لانه  
ذکر الوقت یوجب کون المنفعة معقودا  
علیہا و ذکر العمل یوجب کونه معقودا علیہ



ولا ترجیح ونفع المستاجر في المأق ونفع  
الاجير في الاول فيفيض الى المناشعة و  
عن ابی حنیفة انه یصح الاجارة اذا قال  
فی الیوم وقد سی محلا لانه للظرف مكان  
المعقود علیه العمل بخلاف قوله الیوم و  
قد مر مثله فی الطلاق أه ادا الامرات  
القنیة ذکرت هذا برمز ثم س عزت لآخر و  
ذکرت ما عن نصیر فی کوی هذا قول بعض  
على خلاف ما علیه الناس وعلى خلاف ما  
علیه الفتوی کما فی الصیرقیة وهی عادة  
المهندیة نقلی عبارت القنیة محذوف  
الرموز فقصیر الاقوال کقول واحد کما  
نبهت علیه فی بعض النواضیه مست  
هو امشها والله تعالی اعلم۔

وقت کا ذکر منفعت کو معقود علیہا بناتا ہے اور مل  
کا ذکر اس کو معقود علیہ کرتا ہے، اور کسی کو کسی پر  
ترجیح نہیں ہے، مستاجر کا فنع دوسرے میں ہے  
اور اجیر کا پہلے میں ہے، تو اس میں جملہ اپید ہو گا  
اور ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ اجارہ اس  
وقت صحیح ہو گا جبکہ دن میں "کہا اور کسی عمل کا نام  
دیا، کیونکہ یہ ظرف ہے تو معقود علیہ عمل ہوا بخلاف  
اس کے قول "الیوم" کے اور اسی کی مثل طلق کے  
باب میں گزرا احیاء ما طاس طرح ہے کہ قنیہ نے اس کو تم  
کے روز سے ذکر کر کے دوسرے کی طرف اشارہ  
کیا اور جو کچھ نصیر سے مروی ہے وہ نقل کیا، یہ بعض کا  
قول ہے اور بعض کے خلاف ہے، اور فتویٰ بھی اس  
کے خلاف ہے کہ کافی الصیرقیہ اور ہندیہ کی عادت ہے  
کہ وہ قنیہ کی عبارت رموز کے بغیر ہی نقل کر لیتے ہیں  
ترجہ اقرال ایک ہی قول کے مانند ہو جاتے ہیں، اس پر بھی نے اس کے بعض حاشی پر تنبیہ کی ہے، واللہ  
تعالیٰ اعلم۔ (د)

صورت ہنتم خود ظاہر ہے کہ اس کے اقرار سے ملک مستاجر ہے۔

اقول وذلك لان الاجير حاصل  
لغیره وقد اعترف انه حمل على وجه  
الاجارة واخذة لمن استأجره۔  
میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ اجیر دوسرے  
کا حامل ہوتا ہے اور اس نے یہ اعتراف کیا ہے  
کہ وہ بطور اجیر کام کر رہا ہے اور وہ چیز مستاجر  
کے لئے لے رہا ہے۔ (د)

یوں ہی صورت ہنتم میں کہ ظرف مستاجر میں اوزار دیا ہے کہ مستاجر کے لئے ہے، ہامع النص  
میں ہے :

الاجید اذا حمل الماء يكوئ المستأجور يكوئ  
محمود المستأجور  
اجیر جب مستاجر کے گوزے میں پانی دے تو وہ  
مستاجر کا ہوگا۔ (د ت)

رہی سویت نم ظاہر ہے کہ اس میں جگ اجیر ہے۔

اقول اور اس پر تقریر دلیل ثوں کہ یہ اجیر نہ بیان مدت کے ساتھ اپنے منافع پر چکا ہے کہ اس وقت میں  
اُس کا کام خرابی بخوبی امر کے لئے ہونہ شی کی تعیین ثوں کہ جو قبول اُس کا پابند ہو تو وہ اپنی آزادی پر ہے کیا  
ضرور ہے کہ اس وقت جو اُس نے لیا برہنائے اجارہ بغرض مستاجر یا ہونہ وہ مقرر ہے نہ ہشتم کی طرح کوئی  
دلیل ظاہر ہے لہذا ملک اجیر ہی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقول دیتا ہی ان مثل الاستیلاء  
عند الفقهاء ۱۰ كمثل الشراء ۱۰ مہما ۱۰  
لغذا انفذ فاذا اوكله بشراد حید ۱۰  
والموكل له یعین العبد ۱۰ ولا الموکیل  
اضاف الیه العقد ۱۰ ولا وقع من ماله النقد  
۱۰ ولا اقرانه شرا له ۱۰ فانه یكوف  
للشاری لیس وكله ۱۰ والمألة فب  
الهدایة والدر ۱۰ وعامة الاسفار الغری ۱۰  
فالوقیت ههنا كذا الاضافة ثم لانتقال  
فعله الى الامر كما مر والاحواز بظرف  
كالنقد من ماله والاقران الاقواس و  
التعیین التعیین واللہ میخنه وتعالی  
اعلم۔

ہا تجلیر یہ فوضو میں ہیں جن میں سے چار میں وہ شے مباح لینے والے کی ملک ہے اور باقی میں دوسرے  
کی۔ یہ جبکہ لینے والا اثر ہو ورنہ ملک کسی شے کا ملک نہیں ہوتا اس کا جو کچھ ہے اس کے مولیٰ کا ہے ہذا

ما ظہر فی نظر فی کلماتہم واسر جوا ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالیٰ (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہو ان کے کلمات کو دیکھتے ہوئے اور مجھے امید ہے کہ یہی صحیح ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ت)

**تنقیح دوم** یہ اصول مطلق استیلائے مباح میں ہوئے یہاں کہ گفتگو نابالغ میں ہے یہ بھی دیکھنا ضرور کہ اُس کے والدین اگر اُس سے کوئی شے مباح مشط کتوں سے پانی یا جھل سے پتے منگائیں تو اُس نسبت بنوت کے سبب احکام مذکورہ استیلا میں کوئی تفاوت آئے گا یا نہیں، اگر آئے گا تو کیا۔ اس میں علماء کے میں قول ہیں،

اَوَّلُ کہ زیادہ مشہور ہے یہ کہ والدین کو بھی مباحات میں مستحکم کا اختیار نہیں ہے اگر ہر ان کے حکم سے انہیں کے لیے انہیں کے طرف میں نے خود ہی مالک ہو گا اور والدین کو اُس میں تصرف حرام مگر بحالت محتاجی۔  
اقسویٰ میں بحالت فقر بلاقیت اور بحالت احتیاج حاضر مشط سفر میں ہوں اور مال گھر میں بوجہ قیمت تصرف کر سکتے ہیں ذخیرہ وغیرہ پھر معراج الدرایہ پھر حموی فز پھر طحاوی پھر شامی میں ہے،

لو امر حبیباً ابوا داحه یا تیان الماء  
من الوادی او الحوض فی کون فباد به لا یجوز  
لا یبرہ ان یشربا من فیل الماء اذ لہ یکت  
فقیرین لان الماء صایر ملکہ ولا یجوز لہما الاکل  
ای والشرب من مالہ بغیر حاجۃ۔

ہو گیا اور ان دونوں کے لئے اس کے مال سے بلا حاجت کھانا پینا جائز نہیں۔ (ت)

**جامع احکام الفقہاء** پھر حموی اشباہ اور تاج غازیہ پھر رد المحتار میں ہے،

اذا احتاج الابل الى مال ولده فان كانا  
في المصرو احتاج لفقراء احکمل بغیر  
شیء وان كانا في المفانرة واحتاج الیہ  
لا تعد امر الطعام معہ فله الا احکمل  
بالقیمۃ۔

نہ ہوا اور اس کو کھانے کی ضرورت ہو تو وہ قیمت کے ساتھ کھا سکتا ہے۔ (ت)

جامع النصیرین میں قواعد امام ظہیر الدین سے ہے :

لو كان الابن في خلافة وله مال فاحتاج الى طعام وولد له اكله بقبضته لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم الابن احق بمال ولده اذا احتاج اليه بالمعروف والمعتد ان يتناول به غير شئ لو فقير او اكل بقبضته زيادة حق ہے اور معروف طریقہ یہی ہے کہ بلا قیمت استعمال کرے اگر فقیر ہو ورنہ قیمت کے ساتھ استعمال کرے ۔ ( د ت )

مگر اس اجازت سے اسلام مذکورہ استیلا میں کوئی تغیر نہ ہوا کہ ہلکے مال کی قراباتی ماں باپ کریمت یا مفت اُس میں تصرف کی اجازت کچھ اسی مال استیلا سے خاص نہیں جس کی ہر ہلکے میں ہے ۔  
۵ دھر فقیر الدین کی طرح غنی ماں باپ کو بھی بچہ سے ایسی خدمت لینے کا حق ہے اور وہ پانی و دامن عرف و رداۃ مطلق ہے یہ امام محمد سے ایک روایت ہے ذخیرہ اور اس کے ساتھ کی کتابوں میں بعد عبارت مذکور ہے : وھی محمد یحل لهما و لو غنیهما للمعروف والعادة ( محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ان دونوں کے لیے مکول ہے اگرچہ دونوں غنی ہوں کیونکہ عرف اور عادت کا اعتبار ہے ۔ ت )

اقول اس تقدیر پر ظاہر یہ ہوتا کہ جو مباح صبی نے فرمائش والدین سے لیا اس کے مالک والدین ہی ٹھہری ورنہ بحال غنا ان کو تصرف نادر ہوتا قال تعالیٰ من كان غنيا فليستعفف لا تاتوا کافران سب سے بڑی نکتہ ہر وہ بچہ ہے ۔ ت ) قویہ روایت مورد ذکر استیلا سے صورت سوم کے حکم میں والدین کا اشتغال کرتی مگر امام محمد ہی سے ایسی ہی نادرہ روایت آئی ہے کہ اگر بچہ کھانے پینے کی چیز اپنے ماں باپ کو چیز دے تو وہ والدین کے لئے مباح ہے قویہ روایت بھی احکام مذکور پر کچھ اثر نہ ڈالے گی کہ مالک صبی ہی ٹھہرا ۔ مباح احکام الصفاریں سے :

فی حبة فتاویٰ القاضی ظہیر الدین قاضی ظہیر الدین کے فتاویٰ کی جہد کی بحث میں ہے

رحمہ اللہ تعالیٰ اذا اهدى الصغير شيشا  
من الماء كومات دوى عن محمد رحمه الله  
قال انه يباح لوالديه وشبه ذلك بضيافة  
المأذون واما حشر مشايخ بخاري امته  
لا يباح له

کہ عیب بچہ کھانے کی کوئی چیز بطور ہدیہ ہے تو  
امام محمد سے مروی ہے کہ اس کے والدین کو اس  
میں سے کھانا جائز ہے، اور انہوں نے اس کو  
مأذون کی ضیافت کے مشابہ قرار دیا اور بخاری کے  
حشر مشایخ کہتے ہیں کہ مباح نہیں۔ (د ت)

اسی طرح شامی میں تا آثر غایہ و ذخیرہ سے ہے اس روایت کی تحقیق بعونہ تعالیٰ عنقریب آتی ہے اور یہ  
کہ اس مقام سے بے ملاقہ ہے مگر اقرب یہی ہے کہ یہ روایت والدین کے لیے باحسب تعریف کرتی ہے نہ کہ  
اثبات بلکہ تضابطہ بحال ہے۔

سورہ: اگر ماں باپ کے برتن میں یا تو وہ مالک ہوں گے ورنہ صبی جیسے اجیر۔  
اقول یعنی جس کا نہ وقت معین کیا نہ کسی میں شے کیلئے اجیر نہ اس نے مستاجر کے لیے اقرار کہ ان حالتوں  
میں غرض پر لحاظ نہیں، جامع الصغیر میں ہے،

في يبيع فوائد صاحب المحيط الامم - او  
الامم اذا امر ولد الصغير لينقل الماء من  
الحوض الى منزل ابیه و دفع اليه الكوز  
فقل قال بعضهم الماء الذي في الكوز ليس  
ملكاً للصبي حق لا يملك للاب شربه الا عند  
الحاجة لان الاستخذاء في الاحبيات  
المباحة باطل وقال بعضهم ان كان الكوز  
ملكاً للاب ليس هو ملكاً للاب وليس هو الا بى  
محرم الماء لابیہ كالاجير اذا حمل  
الماء بكونه المستأجر يكون محوزاً للمستأجر  
كذا اهل العلم

صاحب محیط کی فائدہ کے باب البیوع میں ہے  
کہ ماں باپ نے چھوٹے بچے کو عوض سے اپنے گھر  
پانی لاسنے کو کہا اور اس کو لٹا بھی دیا چنانچہ وہ پانی  
لے آیا، تو ایسی صورت میں بعض علماء کے نزدیک  
لٹے کا پانی بچہ کی ملک ہے یہاں تک کہ باپ  
بنا ضرورت اس میں سے پی بھی نہیں سکتا بچہ کو مباح  
اشیاء کے حصول کے لئے اس سے خدمت لینا باطل ہے  
اور بعض نے کہا کہ اگر لٹا باپ کی ملک ہے تو پانی  
بھی باپ کی ملک ہو گا اور بیٹا مزدور کی طرح پانی کو  
اپنے باپ کے لیے جمع کرنے والا قرار پائے گا کیونکہ  
اجیر اگر مستاجر کے لٹے میں پانی لاسے تو وہ پانی  
مستاجر ہی کا ہو گا، یہی حال اس کا ہے۔ (د ت)

اولیٰ کو دوسرے علامہ مطاہری و شامی نے نقل کر کے فرمایا اس میں حرج عظیم ہے اور واقعی حرج ہے اور حرج نص قرآنی سے مرفوع ہے،

و حاول شی ان یوحنه بالدلیل قنا سرعه  
بان للاب ان یتخذ مولده قال ف  
جامع الفصولین وللآب ان یعبی ولد الصغیر  
لیتخذ مرآة لتعلیم الحرفه وللآب اذ  
المجداد الوصی استعماله بلا عوض بطریق  
التمذیب والسر یاخذہ اھ قال الا ان یقال  
لا یلزم من ذلك عدم ملکة لذلک الماء  
المباح وان امرًا به ابوه والله تعالی اعلم  
یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ پانی کا مالک نہیں ہو گا خواہ اس نے اپنے باپ کے حکم سے پانی لیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اقول الجواب صحیحہ لطیف ما کن  
یستأهل التزیین بل کان واضحاً من قبل  
فلو یکن للسؤال محل بل السؤال ناقط من  
مراسہ فہم لا ینکروہ جواز الاستخدام  
للآب بکن ذلک حیث یعمد یتحقق قامت  
الشی انما یجوز بعد ما یصح والباطل لا  
وجود له وقد علمت انہ فی الاعیان  
المباحة باطل وبہ انکشف ایہا مان وقعا  
فی کلامہ فی کتاب الشریکۃ حیث کان فی  
التنویر والدرس لا تخص شریکۃ فی احتساب

ہیں گستاہوں: جواب بالکل درست ہے اس کے  
ضعیف قرار دینا درست نہ ہو گا، بلکہ پہلے سے  
واضح تھا تو سوال کی گنجائش ہی نہ تھی، بلکہ سوال کی  
بنیاد ہی ساقط ہے، کیونکہ مشائخ اس امر کا انکار  
نہیں کرتے ہیں کہ باپ بیٹے سے خدمت لے سکتا ہے،  
لیکن یہ صرف اُسی صورت میں ہے جبکہ مستحق ہو اور صحیح  
ہو، کیونکہ شے اسی وقت جائز ہوتی ہے جبکہ  
صحیح ہو اور باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور آپ جان  
چکے ہیں کہ یہ اعیان مباحہ میں باطل ہے، ان کا  
کتاب کی کتاب الشریکۃ میں دوہم تھے وہ بھی اس

واحتماش واصطیاد واستقاء و سائر مباحات  
لتخصمها التوكيل في اخذ المباح  
لا يصح وما حصله احدهما غله وما حصله  
معا فلهما نصيبين ان لم يعلم ما لكل وما  
حصله احدهما باعانة صاحبه غله ولصاحب  
اخر مثله اه فكتب رحمه الله تعالى على قوله  
وما حصله فلهما يؤخذ من هذا اما افترق  
به في الخيرية لو اجتمع اخوة يعملون في  
تركة ابيهم ونما المال فلهو بينهم سوية  
ولو اختلفوا في العمل والرأى اه قال قسم  
هذا في منير الابن عم ابيه لافي القنيت  
الاب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة  
ولم يكن لهما شيء فاكسب كنه للاب انما  
الابن في حيااله لكونه معيناله اه

گفتگو سے ختم ہو گئے، دُرا در تنویر میں ہے لڑکیاں اکٹھی  
کرنے، نگہاس جمع کرنے، شکار کرنے اور پانی بھرنے  
میں شرکت جائز نہیں، اور یہی حال دوسری مباحات  
کا ہے کیونکہ یہ وکالت کو متضمن ہے اور مباح کے لینے  
میں توکیل جائز نہیں، وہ میں سے کسی ایک نے جو حاصل  
کیا وہ اسی کا ہو گا اور جو دونوں نے مل کر حاصل کیا ہو  
تو وہ آدھا آدھا ہے، اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے  
کتنی یا تمہارا اور جو کچھ ایک نے اپنے ساتھی کی مدد سے  
لیا وہ اسی ایک کا ہو گا اور ساتھی کو اجر مثل ملے گا  
تو انہوں نے ان کے قول و ما حصلہ فلهما پر لکھا ہے  
اس سے معلوم ہوا کہ غیر یہ میں جو فتویٰ ہے وہ اسی  
سے ماخوذ ہے اگر کچھ بھائی مل کر اپنے باپ کے ترکہ  
میں کام کریں، اور ہر کچھ مال حاصل ہوا تو وہ ان کے  
درمیان برابری کی بنیاد پر تقسیم ہو گا خواہ عمل اور رتبہ  
میں اختلاف ہی کیوں نہ ہو اور فرمایا یہ حکم اس صورت میں نہیں ہے جبکہ بیٹا باپ کے ساتھ مسرور و فہم عمل ہو  
کیونکہ قنیت میں ہے اگر باپ بیٹا ایک ہی صنعت میں کام کرتے ہوں اور ان کے پاس اس کے علاوہ کچھ نہ ہو  
تو کل کمائی باپ کی شہادت پر بیٹے کے حیا ل میں ہو، کیونکہ وہ اس کا مددگار ہے (مت)

اقول فایوادة هذا الفرع في هذا  
البحث مما يوههم ان لو اجتمع من اجل  
وابنه في حيااله في تحصيل مباح كالمط  
كله للاب ويجعل الابن معيناله وليس  
كذلك فان المشرع المظهر جعل في المباح

میں کتا ہوں ان کا اس فرع کو اس بحث  
میں لانا یہ وہم پسیدہ اگر کتاب ہے اگر بیٹا باپ کے حیا ل  
میں ہو اور باپ بیٹا کسی مباح چیز کے حاصل ہونے  
میں مل کر کام کریں تو حاصل شدہ چیز پوری کی پوری  
باپ کی ہوگی اور بیٹا اس کا مددگار قرار پائے گا،

موجب الملك الاستيلاء فمن استولى فهو المالك ولا يتقل الملك الى غير . الا بوجه شرعي كهبته وبيع ولا ينسب اخذه لغيره الا بوجه شرعي ككونه عبدا او اجيرة عليه اما الاعانة مجازا فهي الخدمة وقد علمت بطلان الاستخدام في تلك الاحياء وكتب على قوله باعانة صاحبه سواء كانت الاعانة بعمل كما اذا اعانته في الجمع و القلم او الرباط الحمل او غيره او بالية كما لو دفع له بغلا او سارية ليستقي عليه او شيكة ليصيد بها حموى وقهست في طائر الكاثرني، يانذني، اغانني وغيره من مدركه، يا آله کے فریدہ مدبر جیسے اس کو ٹھہر دیا پانی بھرنے کا بڑا ڈول دیا یا شکار کے لئے ہالی دیا، حوی، قستان، ط اوریت،

اقول فلا يتوهم منه الاعانة في قلم الحطاب بان يقلع البعض هذا البعض هذا لانه هو تحصيلهما بل المعنى انه وضم يد . مع يد . في القلم حتى ضعف تعلقه فقلعه المعاد او عمل هذا او لا وتركه قبل ان ينقله ثم عمل ذلك فقلعه يكون الاول معينا والملك للعالم كمن استقى من يثرفاذا دنا المد لوصف رأسه اخروجا ونحاه عن من أسر البئر فيكون الملك لثاني وكذلك اذا

حالات کہ بات یہ نہیں ہے کیونکہ شریعت نے مباح اشیاء میں ملک کا سبب استیلاء کو قرار دیا ہے تو جو بھی کسی مباح پر قابض ہو جائے وہی مالک ہے اور دوسرے کی طرف اب اس کی ملک شرعی طریقوں سے ہی منتقل ہو سکتی ہے جیسے ہبہ اور بیع وغیرہ اور اس کا لینا اس کے غیر کی طرف صرف شرعی سبب سے ہی منسوب ہوگا، مثلاً یہ کہ وہ اس کا غلام ہو، یا مزدور ہو، اور خدمت کی اعانت تو یہ خدمت ہے، اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ مباح چیزوں میں خدمت لینا باطل ہے، اور باعانة صاحبہ پر رکھا کہ عام انیس اعانت ملی ہو، جیسے کسی چیز کے جمع کرنے،

میں کہتا ہوں اس سے یہ ہم پیدائہ ہو کر پائے اکھاڑنے میں مدد دینا بھی اسی طرح ہے، مثلاً بعض لوگ اس وقت اور بعض اس وقت کڑیاں اکھاڑیں اس بلے یہ اُن دونوں کا حاصل کرنا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ہی ٹکڑی پر ہاتھ رکھیں اور دونوں ایک ساتھ اس کو اکھاڑیں، یا یہ کہ پہلے ایک شخص نے ایک درخت پر زور آزمائی کی اور ہٹ گیا پھر دوسرے نے زور آزمائی کی اور اس کو اکھاڑ لیا، تو پہلا مددگار قرار پائے گا اور ملک اکھاڑنے والے کی ہوگی، جیسے کوئی شخص ڈول بھر کر کنویں سے



اثناس احمد صیدا و سارہ علیہ عن اخرف الخدۃ  
کان للأخذ و ما احسن و ابعث عن الایضام  
ہیاسۃ الہدایۃ حیث قال وان علی احدہما  
واعانۃ الآخر فی عملہ بان قلعہ احدہما  
و جمعہ الآخر اقلعہ و جمعہ و حملہ  
الاخر فللمحین اجر المثلین  
اس میں ہے کہ اگر عمل ایک نے کیا اور دوسرے نے اس عمل میں معاونت کی، مثلاً یہ کہ دوست ایک شخص نے  
اکھاٹے اور دوسرے نے جمع کئے یا اکھاٹے اور جمع کئے، لیکن اٹھاٹے دوسرے نے، تو دونوں کو اجر مثل  
ملے گا۔ (ت)

دوم کو نص محرر الذہب سے مروی نظرًا برنگان کرے گی کہ بہت کتب معتبرہ مشہورہ نے اُس پر  
اشہاد کیا فتاویٰ اہل سمرقند پیر فتاویٰ خلاصہ میں اُس کے حوالہ سے ہے :  
ما جہل و حسب للمصنف من شیء من المأکول  
یباح للوالدین ان یا حکلا منہ من اوردی  
عن محمد و حمد اللہ تعالیٰ  
سے یہی مروی ہے۔ (ت)

وجیز کردہ میں ہے :  
و حسب للمصنف من المأکول شیء یب  
للوالدین ان یا حکلا  
فتاویٰ سراجیہ میں ہے :  
اذا و حسب المصنف شیء من المأکول قال  
محمد رحمہ اللہ تعالیٰ یباح للوالدین ان  
یا حکلا منہ و قال اکثر مشایخ

اگر کسی شخص نے بچے کو کھانے کی چیز بہہ کی تو اس کے  
والدین کو اس چیز کا کھانا صحیح ہے۔ (ت)  
اگر کسی نے بچہ کو کھانے کی کوئی چیز بہہ کی تو عمر نے فرمایا  
والدین کے لیے اس میں سے کھانا مباح ہے  
اور بنواری کے اکثر مشائخ نے فرمایا

بخاری لا یحل اھ

والدین کو کھانا حلال نہیں (ت)

اقول و تقرید بتعبیر قال محمد  
فان حیاة العامة س روی عنہ و اللہ  
تعالی اعلم۔

فتاویٰ ظہیر بہر غزل العیون میں ہے :  
اذا اھدی للصفیر شی من الماء کولات س و  
عن محمد اندیبا ح لوالدیہ و مشبہ  
ذک بالضمیافہ و اکثر مشایخ بخاری  
علی انه لا یباح بغیر حاجۃ  
بکر الرائی میں ہے :

یباح لوالدین ان یا حکلا من الماء کول  
الموہوب للمغبیر کذا فی الخلاصۃ فاذا  
ان غیر الماء کول لایباح لھما الا عند  
الاحتیاج کما لا یخفی  
در مختار میں ہے :

وفیہا ان فی السراجیۃ یباح لوالدیہ  
ان یا حکلا من ماء کول وھب لد و قبل  
لانتمی فاذا ان غیر الماء کول لایباح  
لھما الا لحاجۃ  
اقول و کانہ اخذہ من ان العمل

میں کتا ہوں قال محمد کی عبارت تنہا  
انہوں نے ہی استعمال کی ہے کیونکہ عام کتب کی  
جاریہ ہے کہ اس سے مروی ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

بچہ کو کسی نے کھانے کی چیزیں ہدیہ میں دیں تو  
محمد سے مروی ہے کہ اس کے والدین کو ان کا کھانا  
مباح ہے اور یہ ضیافت کی طرح ہے اور بخاری کے  
اکثر مشایخ کا کہنا ہے کہ بغیر حاجت جائز نہیں۔ (ت)

والدین کو بچہ کی موہوبہ چیز کا کھانا مباح ہے کذا  
فی الخلاصۃ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر ماکول کو  
استعمال میں لانا مباح نہیں، ہاں ضرورت جائز  
ہے کما لا یخفی۔ (ت)

سراجیہ میں ہے بچہ کے والدین کو مباح ہے کہ بچہ کو  
ہدیہ کی گئی چیز سے کھائیں اور ایک قول ہے کہ  
جائز نہیں انتہی، اس سے معلوم ہوا کہ غیر ماکول  
سے بلا حاجت استفادہ جائز نہیں (ت)  
میں کتا ہوں شاید انہوں نے فتویٰ اس مصلح

۱۔ فتاویٰ سراجیہ مسائل متفرقہ من بیۃ لکھنؤ ص ۹۶  
۲۔ جامع الصغیر مع الفصولین انکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۳۶/۱  
۳۔ بکر الرائی کتاب الحبۃ سعید کمپنی کراچی ۲۸۸/۲  
۴۔ الدر الخیر مجتہد فی دہلی ۱۶۰/۲

اخذ کیا ہے کہ امام کے اصحاب کے قول پر اس وقت عمل چکا جب امام  
کوئی قول نہ پایا جائے اور امام کے قول کے بعد مشائخ کے اقوال  
نہیں ہو سکتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی زیادہ ہوں اس کے بعد ہم نے اپنے  
رسالہ اجلی الاعلام ہامہ الفتوی مطلقاً  
حلی قول الامام میں ذکر کئے ہیں خاص طور پر انہوں  
نے اس کو قال محمد سے تعبیر کیا ہے رز سر اجیہ  
میں قیل نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس کی نقل کر کی ہے (ت)

بقول اصحاب الامام اذ العرج جہل عنہ قول  
ولا یوانر یہ قول المشایخ وان کثروا کما ذکرنا  
فصوصہ فی رسالتنا اجلی الاعلام ہامہ  
الفتوی مطلقاً علی قول الامام لا سیما  
وقد عبرہ بقول محمد والا فلیس فی السراجیۃ  
قیل کما اسمعناک نصہا۔

”نامہ خانہ پھر رد المحتار میں ہے :

مدی عن محمد نصہا نہ یباح فی الذخیرۃ  
واکثر مشایخ بخامری عن ائمہ لا یباح  
اسی طرح جو اہل خلاط و ہندیہ میں ہے جامع الصغیر کی جہالت اور گزری۔  
اقول مگر نظر وقت حاکم ہے کہ وہ دونوں روایتیں اگرچہ امام محمد رحمہ اللہ سبب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہیں لیکن اس

روایت اور ان جہالت کو اس روایت سے علاقہ نہیں یہاں وہ شے جلتی جی نہیں بلکہ وہ سر سے نے جی کے  
نام ہدیہ بھی ہے اور عادت فاشیہ جاری ہے کہ کھانے پینے کی تھوڑی چیز بچوں ہی کے نام کر کے بھیجتے ہیں اور  
مقصوداں باپ کو دینا ہوتا ہے اور یہ تو قطعاً نہیں ہوتا کہ باپ پر حرام سمجھتے ہوں اس وقت کا انتشار نامہ عام  
دیکھ کر مطلق حکم فرمایا کہیں تفصیل و توضیح فرمادی۔ فتاویٰ سمرقند پھر تاتاریہ پھر شامیہ نیز کتاب الطہنیس و  
المزید پھر جامع الصغیر میں ہے :

اذا اهدی الفواکہ الی الصبی المصغیر  
یحل للاب والام الا حکلاً اذا اورد بن لک  
برالاب والام لکن اهدی الی المصغیر  
استقصا من الہدیۃ۔  
جب چھوٹے بچے کو کسی نے میوہ جات ہدیہ کے تو اس  
کے مای باپ کو اس میں سے کھانا جائز ہے بشرطیکہ  
اس ہدیہ کا مقصد باپ کے ساتھ حسن سلوک ہو  
اور بچہ کو محض اس لیے دیا گیا ہو کہ ہدیہ کو چھوٹا  
سمجھا گیا ہو۔ (ت)

مطلقاً پھر اشباہ کی تعبیر اور احسن ہے جس سے اس عادت کا فاسخ ہونا روشن ہے۔

حدث قال اذا اهدى للصبي شئ وعلم انه  
له فليس للوالدين الاكل منه لغیر  
حاجة اليه۔

اقول بنی المنعم علی علم انه للصغیر  
فاذا الاباحة اذا لم يعلم شئ مراد الف  
العادة الفاشية۔

علم نہ ہو تو مباح ہے عرف کا لحاظ رکھتے ہوئے کہا گیا ہے۔ (ت)  
امام ظہیر الدین نے ان عبارات مطلقہ کی دلیل بیان فرما کر اس امر کا تصفیہ فرما دیا، ظہیر پھر ظہیرؒ  
میں ہے۔

احمدی للصغیر الفواکہ یحل لوالدیه اکھا  
لان الاهداء الیہما ذکر الصبی لاستصفا  
الهدیۃ اح۔

اقول من هنا ظہر ان ما تقدم  
من جامع الصغیر عن الظہیریۃ اذا  
اهدی للصغیر شیاً من الماکولات ان لم  
یکن عن نعلہ بالمعقول من المسألة  
في ساؤل الکتب فیما ذهب شئ للصغیر وقد  
نقل عن الظہیریۃ نفسہا في الغرض بلفظ  
اذا اهدی للصغیر شئ کما سمعت فلیس  
مراد الا اهداؤہ مما اهدی الیہ لان  
یبتدئ بالصبی فیہدی من ملکہ شیئاً

بچہ کو کھل دیا یہ بچے مجھے تو اس کے والدین کو ان کا  
کھانا جائز ہے کیونکہ ہدیہ دراصل والدین کو ہی تھا  
بچہ کے ہاتھ میں اس لیے دیا گیا کہ ہدیہ کو معمولی سمجھا گیا۔  
میں کتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ جو ہمارے  
جامع صغیر سے ظہیرؒ سے گزری کہ جب بچہ کھانے پینے  
کی کوئی چیز ہدیہ کیے اگر یہ اس کی نعل بالمعنی نہیں ہے  
کیونکہ تمام کتب میں یہ مسئلہ اس طرح مذکور ہے کہ  
کوئی چیز بچہ کو ہدیہ کی گئی اور خود ظہیرؒ میں غرض سے ان  
افعال میں منقول ہے کہ جب بچہ کو کوئی چیز ہدیہ کی گئی  
جیسا کہ تم نے سنا، تو ان کی مراد یہ ہے کہ بچہ اپنے  
ہدیہ کرے جو بچہ ہدیہ کی گئی ہو یہ نہیں کہ بچہ ابتداء کرے  
اور اپنی ملک سے کچھ ہدیہ کرے، اور اس کی دلیل

والدليل عليه قوله وشبهه ذلك بضيافة  
 الماء ذون فالأذن لا يضيء من مال  
 نفسه بل مولاة ومولاة إنما اذن في  
 التجارة لكن العوائد قضت ان امثال الضيافة  
 لا بد منها في التجارات فكان اذنه في التجارة  
 اذنا غيرها كذلك الصبي لا يهدي من مال  
 نفسه بل مال المهردي والمهردي انما  
 سمي الصبي لكن قضت العوائد ان امثال  
 الهدايا لا يسمعون عنها ابواه فكان اهداؤه  
 اليه اهداء اليهما.

دیا سے ان باپ کو منع نہیں کیا جاتا ہے تو بچوں کو ہیرہ دینا ماں باپ کو ہیرہ دینا کجا جاتا ہے۔ (ت)

اقول والوجه فيه ان العائلات  
 مما يتسارع اليها الفساد فيكون اذنا من  
 المهردي لهما في تناول دلالة وذلك بان  
 يقيم الملك لهما بخلاف ما بين غر فظهر  
 اصابة البحر والدمر في قولهما افادات  
 غير المأصول لا يباح لهما الا لما شجة  
 واندفم ما وقف للامانة ش حيث قال  
 بعد نقل ما مر عنه عن القاسم خافيه  
 عن فتاوى سمرقند قلت وبه يحصل  
 التوفيق ويظهر ذلك بالقرائن عليه  
 فلا فرق بين الماء مصول وغيره بل غيرا فظهر

میں کتا بوں کھانے پینے کی چیزیں عام طور پر  
 جلدی گل ہڈ جاتی ہیں تو ہیرہ دینے والے کی طرف سے  
 والدین کو اشارہ کھانے کی اجازت سمجھی جائے گی، اور  
 اس طرح حکم الدین کے لیے ثابت ہوگی اور جو  
 اشیاء جلد خراب ہوتے والی نہیں ہیں ان کا یہ حکم  
 نہیں ہے، تو تجرادر کے قول کی صحت ظاہر ہوگئی  
 ان کا قول ہے کہ جو چیزیں کھانے پینے کی نہیں ان کا  
 استعمال والدین کے لیے جائز نہیں، یاں حاجت  
 کے وقت جائز ہے، اور علامہ شمس کا اعتراض  
 حکم جو انہوں نے تو وہ عبارت نقل کی جو تارخانیہ  
 فتاویٰ سمرقند سے گزری، پھر فرمایا میں کہتا ہوں

ای فان امرادۃ الولد بعبۃ المأکول الظہر  
 واکثر فاذا ساع الاکل شہ عند عدہ  
 دلیل یقنی باختصاص المہدیۃ بالولد  
 فہذا اولى وقد عرفت الجواب وبالله التوفیق۔  
 اکثر ہے تو جب وہاں کھانا جائز ہو کسی ایسی دلیل کے نہ ہونے کے وقت جو ہدیہ کے بچہ کے ساتھ نقص ہونے  
 کا تقاضا کرتی ہو تو یہ اولیٰ ہے اور آپ کو اس کا جواب مل چکا ہے وبالله التوفیق۔ (ت)

بالحدیث رد آیات غیر ملک صبی میں ہیں اور یہاں کلام ملک صبی میں کہ مباح پانی بلا مشبہ بھرنے والے کی  
 ملک ہوگا جبکہ بروج اجارہ نہ ہو اور صبی کی ملک والدین کو بے احتیاج حلال نہیں مقتضائے لفظ فقہی تو یہ ہے۔  
 اقول وبالله التوفیق مگر شک نہیں کہ عرف و عادت اس کے خلاف ہے اور وہ بھی دلائل شرعیہ سے ہے  
 تو مناسب کہ اسے قلیل عفو قرار دیں جس پر قرآن و حدیث سے دلیل ہے قال اللہ عز وجل،

ویشلونک عن الیثمی قل احسلاح لہم خیر  
 وان تخالطوہم فاحوا انکم واللہ یعلم  
 المفسد من المصلح۔  
 اور وہ آپ سے خیموں کی بابت پوچھتے ہیں فرمادیجئے  
 ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ اپنا  
 مال ملا کر کھنڈو تو ہمارے بھائی ہیں اور اللہ مفسد  
 کو مصلح سے جانتا ہے۔ (ت)

اس آیت میں احدا تفسیر پر قیم کے ساتھ ہوا از مخالطت مالی ہے اور ظاہر کہ بحال مخالطت کامل  
 اختیار قریب محال ہے تفسیرات احمدیہ میں ہے،  
 وفي الشراہدی قال ابن عباس رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہما المخالطۃ ان تأکل من  
 ثمرہ ولبنہ وقصعته وھویاً کل من  
 ثمرتک ولبنک وقصعتک والایۃ تنزل  
 علی جوارہ المخالطۃ فی السفر والحضر  
 یجعلون النفعۃ علی السواء ثمر لا یمکون  
 ان یا کل احدھا اکثر لاند لما جاز  
 اور زاہدی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
 مروی ہے کہ مخالطت یہ ہے کہ تم اس کے پھل  
 اس کا دودھ اور اس کے پیالہ میں کھاؤ اور وہ  
 بھی اسی طرح تمہارے ساتھ تمہارے پھل  
 کھائے اور تمہارا دودھ پیئے اور تمہارے پیالے  
 میں کھائے اور یہ آیت مخالطت کے جواز پر اہانت  
 کرتی ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں جو جبکہ نفقہ کو

فی اموال الصغار فجوازہ فی اموال الکبار  
اولیٰ ہذا القلۃ فاحفظہ فانہ نافع وحجۃ  
علیٰ کثیر من المتعصبین فی نہ ما نناہ  
ہے، یہ ان کے الفاظ ہیں ان کو بخوبی یاد رکھیں، یہ مفید بھی ہیں اور ہمارے علم کے بہت سے متعصبین پر  
حجت بھی ہیں (حدیث)

اقول فاذا فی جامع الصغار وحی  
فتاویٰ مرشد الدین من باب دعوی الاب  
والوصی لولہم تکت الامر محتاجۃ الی مالہ  
ولکن خلطت مالہا بمال الولد واشترت  
الطعام واکلت مع الصغران اکلت  
ما زاد علی حصتہا لایجوز لانہا اکلت  
مال الیتیم <sup>۱</sup> معناه الزیادۃ التیمیۃ ففی  
جامع الرموز عن الباب المذکور من الفتاوی  
المرجورۃ قبیل ہذا صبی یحصل المال  
ویدفع الی امہ والام تنفق علی الصبی  
وتأکل معہ قلیلًا نحو لقمۃ او لقمۃین  
من غیر یزیدۃ لایکرہ <sup>۲</sup>

میں کہتا ہوں، تو جامع الصغار میں فتاویٰ  
مرشد الدین سے (دعوی الاب و الوصی میں) جو  
منقول ہے اگر ماں بچہ کے مال کی محتاج نہ ہو، لیکن  
اس نے بچہ کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھانا خریدا  
اور بچہ کے ساتھ کھایا تو اگر اپنے حصہ سے زیادہ کھایا  
تو جائز نہیں کیونکہ اس نے یتیم کا مال کھایا اور اس سے  
مراد یہ ہے کہ اتنی زیادتی جو باطل و افح اور ظاہر ہو،  
اسی فتاویٰ کے مذکور باب سے جامع الرموز میں  
منقول ہے، اس سے کچھ ہی پہلے کہ ایک بچہ ہے  
جو مالی لاشہ ہے اور ماں کو دینا رہتا ہے اور ماں اس  
پر خرچ کرتی رہتی ہے اور نقد و لقمہ خود بھی اس کے  
ساتھ کھاتی رہتی ہے زیادہ نہیں، تو یہ مکروہ  
نہیں ہے۔ (حدیث)

صحیح مسلم شریف میں عبد اللہ بن عباس سے ہے:

قال کنت العیب مع الصبیان فجاء رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتواستیت خلعت  
فریاد میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا استے میں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قشر لکے تو میں

لہ تفسیر ابی احمدیہ بیان اصلاح  
کرمی کتب خانہ ممبئی ص ۱۰۳  
کتب جامع الصغار مسائل انکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۳۸/۱  
کتب جامع الصغار مع الفقہیین مسائل انکراہیۃ " ۱۳۸/۱

یاب فجار فخطاً فی خطاۃ وقال اذهب  
ادع لی معوثیہ -

ایک دروازہ کے نیچے چھپ گیا تو آپ میرے پاس  
تشریف لائے اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان  
اپنے ہاتھ سے دپار سے تھپکی دی اور کہا کہ معوثیہ کو بلاؤ۔ (ت)  
امام نووی شرح میں فرماتے ہیں :

فیه جرائر ارسال صبی غیرہ ممن یدل علیہ  
فی مثل هذا ولا یتقال هذا التصرف فی منفعۃ  
الصبی لان هذا اقتدر لمیسر وروا الشروع  
بالمساحۃ فیه للمی حاجۃ واطر دیہ العرف  
وہمل المسامین۔

اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے بچہ کو اس جیسے کام  
کے لیے بھی بھیجا جاسکتا ہے اور اس کا مطالبہ نہ ہوگا  
کہ بچہ کی منفعت میں تصرف کیا کیونکہ یہ معمولی چیز ہے اور  
شرعیات نے فرد ثانی اس قسم کی چیزوں کی اجازت دی ہے۔  
اور عام طور پر مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ (ت)

عارف ہاشم سیدی عبد الفتی ناٹسی قدس سرہ نے حدیقتہ ندیہ میں اسے مقرر رکھا۔

معلوم میں امرابین کو اجارہ پر قیاس کیا۔

اقول اولایہ صحت ترمیل کو پاتا ہے اور اعیان مباحہ میں ترمیل خلاف نص ص ہے وھللوا

بوجہ زائد انہوں نے ان کی کئی حاشیہ بیان کی ہیں۔

الاول الصحۃ التوکیل تعتمد  
صحۃ امر الموکل بماوکل بہ و صحۃ  
الا مر تعمد الولاية ولا ولاية للموکل علی  
المباح ونقض بالتوکیل بالمشواء فان  
الموکل لا ولاية له علی المشری۔

اول : ترمیل کی صحت کا دار و مدار اس  
پر ہے کہ جو کام موکل نے وکیل کو سپرد کیا ہے وہ  
درست ہے اور اس کام کی صحت کا دار و ولایت  
پر ہے اور مباح کام پر موکل کو کوئی ولایت نہیں  
ہے اور اس پر ترمیل بالشراء سے اعتسار اس  
وارد ہے، کیونکہ موکل کو خریدی جانے والی چیز پر کوئی ولا  
عاصل نہیں ہے۔

والثانی ان التوکیل احداث

ولاية للموکیل ولا یصح هنا لانه یمثل

اخذ المباح ہدون تملیکہ ونقض بالتوکیل

علی حقائق ہما دھوطاء مہلتین وبعد ہما

طہرۃ وهو الضرر بالید مبسوطة بین

الکتفین اور حدیقتہ ندیہ -

دوم : ترمیل کے معنی وکیل کے لیے ولایت  
حق فی خارجہ طہرۃ دون بقیرکت کے اور ان کے بعد  
بہرہ ہے، معنی ہے دو کندھوں کے درمیان ہاتھ سے تھپکی  
دینا اور حدیقتہ ندیہ - (ت)

سید محمد مسلم باب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۲۵/۲

سید شریح اللہ نووی





اقول هذا الاعتراض بالمقصود فان  
التوكيل مطلقا اثبات ولاية التوكيل لم تكن  
من قبل ولا يوجد ههنا فلا يصح التوكيل به  
بمخلاف الشراء وليس ان احداث الولاية  
مطلوب خصوصاً في التوكيل بما يوجب حقاً  
على الموكل حتى يقال ليس التوكيل باخذ  
المباح من هذا الباب فلا يثبت جاز الى احداث  
الولاية -

میں کہتا ہوں یہ مقصود کا اعتراف ہے کیونکہ  
توکيل مطلقاً وکیل کے لیے ولایت کا اثبات ہے ایسی  
ولایت جو اس کو پہلے حاصل نہ تھی، اور وہ یہاں  
پائی نہیں جاتی ہے، تو اس کی توکیل صحیح نہ ہوگی اور  
شرار میں یہ چیز نہیں ہے اور ولایت کا ایجاد و احداث  
مطلوب نہیں ہے خاص طور پر اس توکیل میں، جو  
مکمل پر کسی حق کو واجب کرتی ہو، اگر ایسا ہوتا تو  
کو اجا سکتا تھا کہ مباح کے لینے پر وکیل بنانا اس  
باب سے نہیں ہے، تو اس میں ولایت کی ایجاد کی حاجت نہیں ہے۔ (د ت)

والثالث انه المقصود بالتوكيل نقل  
فعل التوكيل الى الموكل ولا يثبت ههنا  
فما اشرع جعل سبب ملك المباح سبق  
اليه والى سبب يدا توكيل فيثبت له  
له ولا ينقل الى الموكل الا بسبب جديد  
اشار اليه المحقق -

سوم: توکیل سے مقصود یہ ہے کہ وکیل کے فعل کو  
موکل کی طرف نقل کیا جائے اور یہ چیز یہاں متحقق نہیں کیونکہ  
شرعیت نے مباح کی ملکیت کا سبب قبضہ میں پہل کو  
قرار دیا ہے اور یہاں وکیل نے قبضہ میں پہل کی ہے  
تو جبکہ اس کے لیے ثابت ہوگی اور موکل کی طرف  
اسی وقت منتقل ہوگی جبکہ اس کا سبب جدید ہو  
محقق نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (د ت)

ثانیاً یہ قیاس صحیح ہو تو صرف طرف پر حکم نہ رہے بلکہ والدین کی نیت سے لینا ہی ان کے لیے ثابت ہوگا  
ہو اگرچہ ان کے ظرف میں نہ لے کر مقیس علیہ اعنی اجارۃ مذکورہ میں حکم یہی ہے اصل نہ نیت پر ہے جبکہ ناجیز کا یہ  
وقت بکھیرے نہ شئی معین ہے تو وہ اپنے لیے بھی لے سکتا ہے اور اپنے مستاجر کے لیے بھی جس کے لیے لے گا اسی کی  
بلکہ ہوگی، ہاں اگر لیتے وقت کسی کی نیت نہ تھی یا وہ لے کے میں نے اپنے لیے نیت کی تھی اور مستاجر کے میرے لیے کی تھی  
تو اس وقت ظرف پر قید رکھیں گے اس کے عرف میں ہی تو اس کے لیے ہے ورنہ اپنے لیے،

و اصل ذلك التوكيل بشراء شئ لا يمينه المحكم  
فيه للاضافة فان لم توجد فظنية فانه لم  
توجد ادخالها فيها فللنقد الى ان  
اضاف العقد الى مال الموكل فالشراء للموكل

اور اس کی اصل یہ مسئلہ ہے کہ کسی شخص کو غیر معین شئی  
کے خریدنے کا وکیل بنایا تو اس میں حکم اضافت کا  
ہے، اگر اضافت نہ پائی گئی تو نیت معتبر ہوگی، اگر  
نیت بھی نہ پائی گئی یا دونوں میں اختلاف ہو تو حکم

وان نرغم انه اشترى نفسه او الى مال نفسه  
فلنفسه او الى مطلق مال فلا يهما نوى كان  
لد فانت لم تحضروا النية عند الشراء  
او قال فويت لي وقال الموكل في او بالعكس حكم  
العقد في الثاني بالاجماع وفي الاول عند ابي  
يوسف خلا فالمحمد فانه يجعله اذنت  
للعاقدة ووقع في مراد المحتار عكس هذا  
هو سبب.

فقہ کا ہے، یعنی اگر عقد کو موکل کے مال کی طرف مضاف  
کیا تو خرید یا موکل کے لیے ہوا اگرچہ اس نے یہ گمان  
کیا کہ اُس نے اپنے لیے خریدا ہے، اور اگر اضافت  
خود اس کے مال کی طرف ہے تو خریدنا اس کے لیے  
ہوا، اور اگر مطلق مال کی طرف اضافت ہے تو دونوں  
میں سے جس کی نیت کی اس کے لیے ہوگا، اور اگر  
خریدنے کے وقت کوئی نیت ہی نہ تھی یا کہا کہ میں  
نے اپنے لیے نیت کی تھی اور موکل نے کہا کہ میرے لیے  
کی تھی یا بالعکس تو دوسرے میں بالاجماع فقہ کو حکم بنایا جائیگا کہ پہلے میں صرف ابو یوسف کے نزدیک ہوگا،  
امام محمد اس کو اس صورت میں عاقد کے لیے قرار دیتے ہیں، اور رد المحتار میں اس کا برعکس کہا ہے اور  
یہ سبب ہے۔ (ت)

اقول وقد مر قاضی خان قسول

ابی یوسف واخر في المهداية دليل فاذا دا  
ترجيحه وقال في المجمع تحت قول الكثر ان  
كان بغير عينه فالشراء للوكيل الا اذن  
ينوي للموكل او يشتره بماله فان قصد ظاهر  
ما في الكتاب ترجيه قول محمد من انه  
هنا عدم النية يكون للوكيل لانه جعله  
للكيل الا في مسألتين اهما في النية  
للموكل واضافة العقد الى ماله اذ هو  
المراد من الشراء بماله كما في المهداية  
فاذا لم يصف ولم ينو كان للعاقدة كما هو

میں کہتا ہوں قاضی خان نے ابو یوسف کا  
قول مقدم کیا ہے اور ہدایہ میں اس کی دلیل کو مرفر  
کیا ہے جس سے اس کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، اور  
بکھرے کنز کے اس قول کے تحت فرمایا کہ اگر غیر معین چیز  
کے خریدنے کا وکیل بنایا تو شراء وکیل کے لیے ہے  
مگر یہ کہ موکل کی نیت کرے یا اس کو اپنے مال سے  
خریدے۔ ان کی عبارت یہ ہے کتاب میں جو ہے  
اس سے بظاہر ترجمہ کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے  
یعنی یہ کہ نیت نہ ہونے کی صورت میں وہ شراء وکیل  
کے لیے ہوگی، کیونکہ انہوں نے شراء وکیل کے لئے  
ہم کی ہے سوائے دو مسئلوں کے اور یعنی یہ کہ نیت

مذہب محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔  
 کرکل کے لیے ہوا اور اضافت اُس کے مال کی طرف ہو،  
 اس لیے کہ اس کے مال سے خریدنے کا یہی مطلب ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے، تو جب اضافت مذ کی اور نیت بھی  
 مذ کی تو عاقد کے لیے ہوگی جیسا کہ محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔ (د ت)

اقول لکن الامام ابایوسف رحمہ  
 اللہ تعالیٰ انما حکم النقد لانه دليل النية  
 قال في الهداية عند ابی یوسف یحکم  
 النقد لان مع تصاد قههما یحتمل النية  
 للأمر وفيما قلناه حمل حاله على الصلاح  
 كما في حالة التکاذب قال في الصامیه  
 (یحتمل) انه كان نوى للأمر ونسبه (وفيما  
 قلنا) یعنی تحکیم النقد (حمل حاله على  
 الصلاح) لانه اذا كان النقد من مال المورکل  
 والشراء له كان غصبا (كما في حالة التکاذب)  
 اذ فعله ان تحکیم النقد داخل في اعتبار  
 النية ولا یستغرب مثله في ایجاب الکفره  
 غصب ہوگا (جیسے کہ ایک دوسرے کو جھٹلانے کی صورت میں ہے) اور معلوم ہوا کہ نقد کو حکم بنانا نیت کے  
 اعتبار میں داخل ہے اور کفر کے ایجاب میں ایسی بات عجیب نہیں ہے۔ (د ت)

بالجملہ قول سوم خلاف اصول و مخالفت منقول ہے اور قول اول میں حرج بشدت اور دوم کہ نص محرر المذہب  
 سے ماثر مزید معروف و کتاب وسنت لهذا فقیر اُسی کے اختیار میں اپنے رب عز وجل سے استخارہ کرتا ہے و  
 بائدا التوفیق تو ثابت ہو کہ اسکا مذکورہ صبر استیلا میں نسبت ابوت و بنوت سے کوئی تغیر نہیں آتا  
 جب یہ اصل جودہ تعالیٰ محمد ہر لی واضح ہوا کہ نابالغ کا بھرا ہوا پانی ایک نہیں بہت سے پانی ہیں جن کا سلسلہ  
 شمار یوں ہے۔

(۳۲) وہ پانی کرنا نابالغ نے آب ملوک مباح سے لیا۔

له الهدایة وكالة بالبیع والشراء طبع یوسفی مکتبہ ۱۸۳/۲  
 من غناء مع الفقه القدير وكالة بالبیع والشراء خیرہ رضویہ سکھر ۲۹/۶

(۳۳) وہ کہ ملوک غیر مباح سے بے اجازت لیا۔  
 (۳۴) وہ کہ اس سے با اجازت لیا مگر ملک نے اسے جید نہ کیا صرف بطور ایاحت دیا۔  
 (۳۵) نابالغ خدمت گزار نے آقا کے لیے نوکری کے وقت میں بھرا۔  
 (۳۶) خاص پانی ہی بھرنے پر اُس کا اجیر بتئیں وقت تھا اُسی وقت میں بھرا۔  
 (۳۷) مستاجر نے پانی خاص میں کر دیا تھا شفق اس حوض یا تالاب کا کل پانی۔  
 اقول اور یہ تعین نہ ہو گا کہ اس حوض یا کنویں سے دس مشکیں کہ دس مشک باقی سے جدا نہیں جس کی تعین ہو سکے۔

(۳۸) اس نے باذن ولی یہ مزدوری کی اور کہتا ہے کہ یہ پانی مستاجر کے لیے بھرا۔  
 (۳۹) اسی صورت میں اگرچہ زبان سے نہ کہا مگر اُس کے برتن میں بھرا۔  
 (۴۰) نابالغ کسی کا ملوک ہے ان فرمورتوں میں وہ نابالغ اُس پانی کا ملک ہی نہ ہوا پسلی  
 تین صورتوں میں ملک آب کا ہے پھر ۲ سے ۳۹ تک پانچ صورتوں میں مستاجر کا۔ اخیر میں اگر باذن ولی کسی کے لیے اجارہ پر بھرا اور وہی صورتیں ملک مستاجر کی پانی نہیں تو پانی مستاجر کا وہ نہ بہر حال اس کے مرنے کا یہاں تک کہ خاص اپنے لیے جو بھرا ہو وہ بھی کوئی ہی کی جگہ ہو گا۔ یہ پانی جس جس کی جگہ ہو اُسے تو جائز ہی ہیں اُس کی اجازت سے ہر شخص کو جائز ہیں جبکہ وہ عاقل بالغ مختار اجازت ہو بلکہ محال انبساط اجازت لینے کی بھی حاجت نہیں مثلاً کسی کے نابالغ نوکر اجیر یا غلام نے پانی بھرا اس کے بھائی یا دوست جو اس کے ایسے مالی میں تصرف کرتے اور وہ پسند رکھتا ہے اُس سے بے پُرچھے بھی نابالغ مذکور کا بھرا ہوا پانی اُس سے لے کر اپنے حوض میں لا سکتے بلکہ غلام سے مطلقاً اور اُس کے فکر سے وقت نوکری میں بھرا دے سکتے ہیں کہ بہر حال اُس دوست کی جگہ میں تصرف ہے نہ نابالغ کی۔

(۴۱) نابالغ خر کو ملک آب نے پانی تملیکا دیا۔  
 (۴۲) خر غیر اجیر نے آب مباح غیر ملوک سے اپنے لیے بھرا۔  
 (۴۳) دوسرے کے لیے بطور خود۔  
 (۴۴) اُس کی فرمائش سے بلا معاوضہ۔

(۴۵) اجیر کے آقا کے لکھنے سے بھرا اگر اس کے یہاں کسی اور خاص کام کے لیے فکر تھا جس میں پانی بھرتا داخل تھا۔

(۴۶) داخل تھا جیسے خدمت گاری مگر نوکری کے وقت منقود سے باہر بھرا دیا۔

(۴۷) غامی پانی ہی بھرنے پر اسے اجیر کیا نہ وقت مقرر ہوا نہ پانی معین نہ یہ مقرر کہ اُس کے لیے بھرا نہ اُس کا برتن تھا جس میں بھرا۔

(۴۸) وقت مقرر ہوا اور اُس سے باہر یہ کام لیا ان آٹھ صورتوں میں وہ پانی اُس ناپالغ کی جگہ ہے اور اُس میں غیر والدین کو تصرف مطلقاً حرام حقیقی بجائی اُس پانی سے نہ پی سکتا ہے نہ دھو کر سکتا ہے ہاں طہارت ہو جائے گی اور ناجائز تصرف کا لگنا اور اُسے پانی کا اُس پر تاوان رب گناہ ہے کہ اس کے دلی سے یا بچہ ماؤں پر جس کے ولی نے اسے خرید فروخت کا اذن دیا ہے تو خود اس سے پورے داموں خریدنے اور فروخت یا مبین فاحش کے ساتھ ناپالغ کی جگہ دوسرے کو نہ خود دے سکتا ہے نہ اُس کا ولی۔ رہے والدین وہ بکالت حاجت مطلقاً اور بے حاجت حسب روایت امام محمد اُن کو جائز ہے کہ اُس سے بھراؤ اُن اور اپنے عرت میں لائیں باقی صورتوں میں اُن کو بھی رد انہیں مگر وہی بعد شرار۔

تشبیہ ۱ یہاں سے اُس تا سبق میں معلوم کی عادت ہے کہ بچے جو اُن کے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں اُن سے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا دھمی کی اجازت سے جائز ہے جہاں تک معروف ہے اور اس سے بچے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ اُن سے پانی بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں نہ اُن کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں

اقول و عرفہم المعادث علی خلاف الشرح لا یعزوبہ فانہ لم یکن فیہ منی من اهل الخبیث و مر الا ما مر الکافی رحمہ اللہ تعالیٰ علی سکتہ عطشان فاستسقی من بعض بیوتہا ثم تذکر انہ اقرأ بعض اہلہا فصر و لم یشرب۔

آپ نے پانی واپس کر لیا اور پیاسے ہی وہاں سے گزر گئے۔ (ت)

تشبیہ ۲ کنویں کا پانی جب تک کنویں سے باہر نکال یا جانے کسی کی جگہ نہیں ہوتا فان سبب الملک الاحواز و لا احواز الا بعد النجیۃ عن مرنس البئر (سبب ملک احواز ہے اور احواز پانی کو کنویں کی مدد سے الگ کرتے کے بعد ہوتا ہے۔ ت) تو استاد جسے بچے سے خدمت لینے کا اختیار ہے یہ کر سکتا ہے کہ پانی بچے سے بھروائے یہاں تک کہ ڈول کنویں کے لب تک آئے اُس کے بعد خود اسے نکال لے کہ یہ پانی بچے کی جگہ نہ ہو گا بلکہ خود اُس کی۔

ہندیہ میں قنیر سے منقول ہے کہ جو شخص

فی الہندیۃ عن القنیۃ والساق

علیہ اس کی تحفیر میرزا میں گزرتی ہے۔

کنویں سے پانی بھرتا ہے وہ محض ڈول کے بھرے  
پانی کا مالک نہیں ہو جائے گا، اُس وقت مالک  
ہوگا جب اُس پانی کو کنویں کی منڈی سے اٹک کر کے  
رکھ دے اور وہ اٹکتا رہیں ہے اگر کسی نے ٹھیک  
ٹھیک یا مسجد کے حوض میں پانی جمع کیا، یہ حوض تانبے  
چیل یا پتے کا ہو، اور اس طرح پانی کا بہنا بسند

ہو گیا ہو تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا، انہوں نے اس کو اجازت سے تعبیر کیا اخذ سے نہیں، اس میں اس طرف  
اشارہ ہے کہ اگر ڈول کنویں سے بھرا گروں سے بٹایا نہیں تو کشمیں کے نزدیک وہ اس کا مالک نہ ہوگا کیونکہ  
”اواز“ کے معنی کسی چیز کو غفلت جگر پر رکھنے کے ہیں اور دت

اقول فاذا المویملک کان باقیاً علی  
اباحتہ فالذی غنما ۱۱ هو الذی احزن  
السیاح فیملک ۱۱  
میں کہتا ہوں جب یہ شخص اس طرح اس کا  
مالک نہ ہو اتر پانی اپنی اباحت پر ہی باقی رہا، تو  
جس نے اس کو کنویں سے ایک طرف بٹا کے رکھا  
اس نے اس کو غفلت کیا تو وہی اس کا مالک ہوا۔

**تنبیہ ۳** بہشتیوں کے پتے اکثر کنویں پر پانی بھرتے ہیں مگر ان کی عادت ہے کہ ان سے وضو یا پینے  
کو لے لیتے ہیں یہ حرام ہے اور حرام کو اس میں ابتلا سے عام ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔  
اقول مگر یہاں ایک دقیقہ ہے یہ پتے دائروں پر پانی بھرتے ہیں اور کہیں مشکیں مقرر ہوتی ہیں کہیں گھر  
کے تین معین یہ شخص جس نے نابالغ بہشتی سے پانی لیا اگر وہ اس کے یہاں نہیں بھرتا تو اسے مطلقاً جائز نہیں  
اور اگر بھرتا ہے مگر یہ مشک جیسے وہ بھرتا تھا اور اُس کے ڈول سے پانی اس نے لیا دوسرے کے یہاں  
لے جائے گا تو ناجائز ہے اور اگر اُسی کے یہاں لے جائے گا ہے مگر قرار داد برتنوں کا بھرتا ہے اور وہ پورے  
بھرتے جائیں گے تو ناجائز ہے کہ یہ پانی اُس سے زائد ہے جو ہی اگر مشکوں کا قرار داد ہے اور یہ مشک  
بھی اُس سے پوری ل تو ناجائز ہے ہاں اگر یہ مشک اتنی خالی لی تو ایسا ہو کہ اتنا پانی گھر پر نہ پہنچایا یہ پس  
لے لیا یا برتنوں کا قرار داد ہے اور اتنا خالی رکھنے کو کہہ دیا یا جس دوسرے کے یہاں یہ مشک لے جاتا ہے اُس





بعضہ فیہ لایحل لأحد ان یشرب من ذلک  
الحوض لان الماء الذی فی السکون یصیر  
ملکاً للاخذ فاذ اختلط بالماء المباح فلا  
یمکن التمییز لایحل شربه۔

سے پانی پئے کیونکہ حوض کا پانی لینے والے کی ملک ہو جاتا  
ہے تو جب یہ ملک مباح سے مل گیا اور اس میں تمیز  
ممکن نہیں تو اس کا پانی حلال نہ ہو گا۔

(ت)

علامہ طحاوی و علامہ رشیدی نے اسے نقل کر کے فرمایا اس حکم میں صراحہ عظیم ہے۔

اقول یہاں بہت استثنائات و تنبیہات ہیں،

اولیٰ مراد آپ مباح غیر ملوک ہے تو حکم نہ ہو جو حوض کو شامل نہ ہو جس سے خاص بلکہ کنوؤں کو ہالعموم  
حاوی ہے کہ کنوؤں اگر ہو ملوک ہو اس کا پانی ملوک نہیں کما تقدم تحقیقہ (جیسا کہ اسکی تین تین جگہ پر ہے۔ رت)  
اور وہ حوض جس کا پانی ملوک ہے اس کا ملک اگر مائل یا بلغ ہے تو پھر ہزار ہا اس میں سے پانی بھر کر اس میں  
پیش دے پھر حرج نہ آئے گا کہ مائل جس کا شامل اس کے ملک نے مباح کیا ہو بعد اذہ تعریف بھی ملک مالک سے  
خارج نہیں ہوتا یہاں تک کہ دعوت کا کھانا کھاتے وقت بھی میزبان ہی کی جگہ پر کھایا جاتا ہے تو پھر اس پانی کا  
مالک ہی نہ ہو گا اصل مالک کی جگہ پر رہے گا اور ذالی دینے سے اسی کی جگہ ہی جائیگا۔

دوم ہماری تنبیہات بالا سے واضح ہو کہ ہر مباح بھی مطلقاً آخذ کی ملک نہیں ہو جاتا تو پانی کو مباح و  
ملوک کو شامل نہ کر وہی سستہ صورتیں یہاں بھی پیدا ہوں گی جو نابالغ کے بھرے ہوئے پانی میں گزریں تو صورتوں  
میں وہ پانی اس بھرے والے کی جگہ نہ ہو گا بلکہ اصل مالک آپ یا مستاجر یا مولیٰ کی جگہ ہو گا وہ اگر مائل یا

سند و المختار فصل فی الشرب مصنف ابوبی مصر ۲/۵

ملک حکم کی شدت نے اس مسئلہ کو مشکل بنا دیا ہے کیونکہ حرام و حلال کے اعتبار کی وجہ سے یہ حکم بموجب حرج اور تنگی ہے جبکہ  
اہل الاحرام والی یسر و آسانی ہے اذہ تعالیٰ بے حساب رعیتیں مائل فرماتے فقہاء کرام پر جنوں نے اللہ تعالیٰ کی عزت پر شفقت فرمائی  
اور ایچھو جیسے اور مشکل مسائل کو حل فرمایا جس سے حرام انہیں کھانے اور سولت کی راہ ہوا جو ان پر پناہ نام احمد حنابلہ و یوسف دمعنی  
نے اس مسئلہ کی شدت کو محسوس فرمایا اور انہوں نے فقہاء احناف کے اقوال کی روشنی میں اس کا حل صفحہ چہر نو دیان فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے  
مسئلہ مذکورہ اگرچہ نہایت وضاحت کا نہیں بلکہ اس کا تعلق خطر و ہلاکت سے ہے، تاہم پاک پانی میں جنس پانی کے اختلاط کے مسئلہ میں  
فقہاء احناف کے بیان کردہ قواعد کی روشنی میں اس کو حل کیا جاسکتا ہے عراقی فقہار نے پاک پانی میں جنس پانی گرنے سے متعلق فرمایا کہ  
بڑے حوض کے کثیر پانی میں جس جگہ جنس پانی گرا ہو اس جگہ کو چھڑ کر پانی کو غرض سے دھو جائے کہ پانی جگہوں تک نہ جاسکے کا پھر اس جگہ  
چھ لہذا اشک کی بنا پر پانی کی کھلا زالی نہ ہو بلکہ جگہ پر فقہار نے ایسی صورت میں تمام حوض حتیٰ کہ جس جگہ نہایت گری ہے اس جگہ پر  
بھی دھو کر جائز فرمایا کیونکہ پانی طبعی طور پر سیال ہے اور ہر ذرہ ذریعہ حرکت کی وجہ سے پانی ایک جگہ ساکن نہیں رہتا لہذا حوض کے پانی  
حصوں میں نہایت پہنچنے پہنچنے کے احتمال کی وجہ سے باقی بلکہ تمام پانی کو بالیقین جنس نہیں کہہ سکتے لہذا نجاست کا یقین زائل ہو جاتا  
پر پانی کا اصل حکم یعنی طہارت باقی رہے گا اس طرح غرض کے بعد جس کے پانی کو پاک قرار دیا جائیگا، عراقی یا جو فقہاء کرام کے ضابطہ پر  
نابالغ تھے کی ملکیت پانی کو قیاس کہتے ہوئے مذکورہ مشکل مسئلہ کا حل واضح ہو جاتا ہے، عراقی ضابطہ کے منس نظر جہاں نابالغ تھے کا  
پانی گرا اس جگہ کو چھڑ کر باقی تمام پانی کا استعمال مباح ہو گا جبکہ جو فقہاء کے ضابطہ کے تحت نابالغ کے پانی گرنے کی جگہ سمیت تمام پانی  
مباح ہو گا مصنف کی اصل عبارت میں تفصیل موجود ہے۔

عبد الستار سعیدی

بالغ نہیں تو البتہ یہی وقت خود کرے گی ورنہ اُس عاقل بالغ کی اجازت پر توقف رہے گا۔

سوم صبی کی خصوصیت نہیں معتد بہی اسی کے حکم میں ہے کما تقدم۔

چہارم جس طرح کلام عیالیں پینے کا ذکر مثال ہے مراد کسی قسم کا استعمال ہے اسی طرح کچھ بھی شرط نہیں کہ حوض یا کنویں سے پانی لے کر ہی ان میں ڈالے یا جس حوض یا چاہ سے لیا اس میں واپس دے دے یا وہ نالائق ہی اپنے ہاتھ سے ڈالے بلکہ مقصود اُسی قدر ہے کہ مال مباح میں نالائق کی جگہ کا اس طرح مل جانا کہ تجدانہ ہو سکے تو اگر صبی کی جگہ کا پانی اُس کے گھر سے لاکر کسی شخص اگرچہ خواہ اُس کے ولی نے کسی کنویں یا مباح حوض میں ڈال دیا اس کا استعمال ناقض ہے آپ مذکور ناجائز ہو گیا۔

پنجم ظاہر ہے کہ یہ صدم جواز اور ان کے حق میں بوجہ اختلاف ملک صبی ہے خود صبی استعمال کر سکتا ہے کہ وہ نہیں مگر اس کی جگہ یا مباح ہے۔

ششم اُس کے ماں باپ بھی بشرط حاجت بالاتفاق اور بلا حاجت روایت امام محمد پر استعمال کر سکتے ہیں تو کلا یہ للاحد (کسی کے لیے حصار نہیں۔ ت) عام مخصوص ہے۔ ہر قسم اگر وہ کنواں یا حوض ترک کر دیں اور صبی بلوغ کو پہنچے اور اُس وقت اس پانی کو مباح کرنے تو اب کوئی مانع نہیں۔

ہشتم اگر وہ صبی انتقال کر جائے اس کے سب ورثہ عاقل بالغ ہوں تو اب ان کی اجازت پر وقت نہ رہے گی اور اگر ایک ہی وارث ہے تو اسے خود حلال خالص ہے کسی کی اجازت کی بھی حاجت نہیں۔  
نہم اگر وہ پانی کو صبی کی جگہ سے اُس میں غلط ہوا پانی نہ رہے تو اب سب کو مباح ہو جائیگا کہ مانع زائل ہو گیا۔

دہم مسئلہ سابقہ معنی نالائق کے بھرے ہوئے پانی میں جو ایک صورت جواز اُس سے اگر اداون ہو ورنہ اُس کے ولی سے خرید لینے کی تھی یہاں جاری نہیں ہو سکتی کہ جگہ صبی کا پانی جب اُس آب مباح میں مل گیا قابل بیع ذرا کہ مقدور تسلیم نہیں۔

یازدہم آب مباح کی ضرورت یہی اُس حالت میں ہے کہ بچہ کا اُس میں سے بھر کر اُس میں ڈال دینا نہیں کہ مباح پر ملک یوں ہی ہوگی ورنہ جگہ نالائق کا پانی اگر کسی کے ملک پانی میں مل جائے گا تو اُس کا استعمال بھی حرام ہو جائے گا حتیٰ کہ اس مالک آب کو۔

دوازدہم ایک یا دو فوں طرف کچھ پانی کی خصوصیت نہیں بلکہ کسی کے ملک پانی میں بچے کی جگہ کا عرق یا دودھ یا کسی کے ملک عرق یا دودھ میں بچے کی جگہ کا پانی یا چاول میں چاول گیہوں میں گیہوں مل جائیں

جب بھی یہی حکم ہے کہ اس میں تصرف خود مالک کو بھی حرام ہو گیا تو مسئلہ کی تصویر یوں ہونی چاہئے کہ اگر کسی نے مباح یا ملوک میں کسی غیر مکلف کی ملک اس طرح غلط ہو جائے کہ تیز نا ممکن ہو اگرچہ دیکھ کر شک مباح غیر ملوک پانی سے صبی یا معشورہ وغیرہ جہیز نے بھر اور اگر وہ کنواں ہے تو اس سے بھر کر باہر نکال لیا اور اگر اجیر ہے تو نہ وقف معین نہ وہ مباح معین نہ یہ مستاجر کے لیے لینے کا مقررہ اس کے ظرف میں لیا پھر ان صورتوں میں اس کا کوئی حصہ اس میں کسی نے ڈال دیا یا پڑ گیا تو جب تک اس غیر مکلف کی ملک اس مباح یا ملوک میں باقی ہے اور وہ غیر مکلف ہے اور ملک اس سے منتقل نہ ہو گئی اس وقت اس غیر مکلف یا بحال حاجت خواہ ایک روایت پر پانی میں مطلقاً اس کے ماں باپ کے سوا کسی کو اس میں تصرف مطلق نہیں۔

سینر وہیم حدیث العبد والامعة من شہ بان العبد لا یملک واما ملک فیکون لمانک لانه مالک اکسابہ اللہ  
سینر وہیم : غلام اور باندی کے مسئلہ کو "شہ" نے یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ غلام پانی کا مالک نہیں بنے گا اور اگر مالک ہو گا بھی تو وہ پانی اس کے مالک کی ملکیت میں آجائے گا کیونکہ اس کی تمام کمائی کا مالک اس کا مالک ہی ہے۔ (ت)

اقول ما کانوا لیزھلوا عن مشد  
هذا وانما المقصد ابانة الفرق بين المملوک والعاقل البالغ وبين المصبي والمعتق  
در اصل ان کا مقصد آزاد عاقل بالغ اور بچہ بیوقوف اور غلام کے درمیان فرق کو ظاہر کرنا ہے کیونکہ آزاد شخص جب پانی بھرے گا تو مالک ہو جائیگا اور جب بھائے گا تو مباح کر دے گا اور یہ لوگ اباحت کا حق نہیں رکھتے ہیں لہذا پانی ان کے انڈیل دینے سے مباح نہ ہو گا اور مراد یہ نہیں کہ حرمت ہمیشہ رہے گی بلکہ یہ اس وقت تک ہے جب تک کہ اس کا مالک اجازت نہ دے دے چنانچہ بچہ اور بیوقوف کی صورت میں جبر یا عقل کی درستگی کے بعد اجازت دینے سے اس کا پانی حلال ہو جائے گا اور غلام کی صورت میں اس کے آقا کی اجازت سے جو مکلف حاضر ہو

فی الحال یا فی الحال، یا غائب پہنچ جائے یا پہنچ جائے، وقت عاقل ہو جائے، اور وہ اجازت سے دیں۔ (ت)

چار و ہم عدش من اشکالاتہ انہ  
لربیع منی یحل الشرب منہ اه واشرت  
الی جوابہ بقولی ما بقی فیہ ذلک الماء لان  
المنع لاجلہ فاذا ذهب ذهب۔

چهار و ہم عدش من اشکالاتہ انہ  
کیا ہے کہ انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس کا پینا  
کب حلال ہو گا؟ اس نے اس کے جواب کی طرف  
اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک اس میں یہ پانی  
باقی ہے کیونکہ حرمت اسی کی وجہ سے ہے جب یہ ختم ہو جائے گا تو حرمت بھی ختم ہو جائے گی۔ (ت)

پانزدہم قال و حل ثم فرق بین  
الحوض الجاري او ما فی حکمہ و بین غیرہ  
حکم میں ہے اس میں اور دوسرے پانیوں میں اس  
سلسلہ میں فرق ہے؟ (ت)

اقول تعبیرہم بالحوض ظاہر فی  
ذکرہ فان الجاري یسمن فہر الا حوضا  
والاطلاق یشمل الصغیر و الکبیر و ہو  
الوجه فان الماء الجاري ینہب ذلک الماء  
یقینا فیزول السبب ولا کذلک السراکد۔  
بہا لے جائے گا، تو سبب حرمت زائل ہو جائے گا اور ٹھہرے ہوئے پانی کی یہ حرمت نہیں۔ (ت)

شائرو ہم قال و ینبغ ان یعتبر غلبۃ  
الظن بانہ لربیع مما یرقی فیہ شئ منہ  
بسبب الجریان او النزول و الا یلزم ہجر الحوض  
و عدم الانتفاع بہ اصلاً  
سولحوں، غریبا غلبۃ ظن کا اعتبار بھی  
کیا جانا چاہیے یعنی یہ کہ پانی کے جاری رہنے یا اُس  
میں سے پانی کے نکلنے جانے کے باعث جو پانی کہ  
اس میں ڈال گیا تھا اُس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا ورنہ  
تو پھر حوض کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر باد کہنا پڑے گا۔ (ت)

منہ رد المحتار	فصل فی الشرب	مصطفیٰ البانی مصر	۳۱۲/۵
لے	"	"	"
لے	"	"	"

اقول لا يثبت الشك في الجواز بعد  
النزح لما سيأتى انما الشك في جواز النزح  
وكيف يجعل مع ان فيه اضاعة ملك القيمة  
ان صلب في الارض او الاتقاع به ان سقى  
به نحو شرب او بستانه وكذا لا يجوز  
وان ابيح ذلك لان فلو لا يباح الشرب  
والاستعمال من رأس اذ ليس فيه فوق  
هذا ما من نعم ان جرت بطر او سبيل  
فذلك حل من دون اثر.

میں کہتا ہوں، جب اس حوض کا پانی نکل جائے  
تو پھر جواز میں کوئی شک نہیں لیکن قابل غور امر یہ ہے  
کہ آیا اس تمام پانی کا نکال دینا جائز ہے؟ اس  
میں اشکال یہ ہے کہ نکال کر اگر بوں ہی بہا دیا جائے  
تو بچہ کا مال ضائع ہو جائیگا اور کسی بارخ یا کھیت  
وغیرہ کو نکال دیا جائے تو اس سے نفع حاصل کرنا لازم  
آئیگا، اس طرح باری کر کے بہا دینا بھی درست  
نہیں اور اگر اس سے یہ تمام کام کرنا جائز ہیں  
تو شروع ہی سے اس کا پینا اور اس کو استعمال کرنا  
کیوں جائز نہیں؟ اس میں اس سے زیادہ کیا

خرج تھا؟ ان پر صورت ہو سکتی ہے کہ بارش یا سیلاب کی وجہ سے حوض کا پانی بہ نکلا تو وہ بلا حرج حلال ہے۔  
مفسر ہم قال ويمكن ان يعتبر  
بالنجاسة فيحل الشرب من نحو البئر  
بالنزح ومن غيرهما بالجريان بحيث لو كان  
نجاسة لحكم بطهارة فليتأمل اهـ  
نہایت بھی ہوتی تو اس کی طہارت کا حکم دیا جاتا، فليتأمل (ت)  
اقول عرفت ما فيه والنزح فب  
النجاسة معدولي به عن سنن القياس  
فكيف يعتبر به وكذا نهى عن الله تعالى الى  
هذه الابحاث اشار بقوله فليتأمل.

میں کہتا ہوں، اس پر جو اعتراض ہے وہ  
معلوم ہو چکا ہے، اور کل پانی کا نجاست کی صورت  
میں نہکان پر غلات قیاس ہے تو اس پر آگے قیاس  
کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور غالباً انہوں نے ان  
ابحاث کی طرف فليتأمل سے اشارہ کیا ہے (ت)

مفسر ہم سب سے زیادہ ہم اس کا علاج ہے کہ یہ پانی قابل استعمال کیونکہ ہو سید طحاوی نے تو  
اشارہ فرمایا کہ اس میں حرج عظیم ہے سید شامی نے جو علاج بتائے دفع اثم کر کافی نہیں ہوتا،

واشار سیدی العارف باللہ عبد الغنی  
 النابلسی قدس سرہ فی الحدیقة الحی  
 ان تعریجہ باذن الولی حیث قال فی النوع  
 العشوی من اوقات اللسان بعد ما نقل  
 المسألة عن الاشیاء وعللها بما قد منا  
 مانصہ وظاهرہ الا ان یا ذن الولی قال  
 ونظیرہ عدم حل الشرب من کیزانہ  
 الصبیان الا باذن الولی وکذلک فی اکل ما  
 معہم اذا اعطوه لاحد انہ اسی طرح دوسری کھانے والی اشیا رکھا حال ہے بچے جب وہ کسی کو دیں۔ (ت)  
 اقول رحمہ اللہ سیدی ورحمنا  
 یہ انما الولائیة نظریة ولیس، لولی اتلاک  
 مالہ ولا ان یا ذن بہ غیر، کیف وقد تقریر  
 ان النقصات ثلثة نفع محض کقبول ہبہ  
 فیستبد بہ الصبی العاقل وداوہ بین  
 النفع والضرر کالبیم والشراء فیحتاج الی  
 اذن الولی وضرر محض کالطلاق والعقاق  
 والہبۃ فلا جہ لصحتہ ولا باذن  
 الولی وهذا من اثالث ووجه هذا المنہو  
 منہ رحمہ اللہ تعالیٰ قول الماتق فی  
 الطریقة المحمدیۃ حیث ذکر المسوال  
 المنہی عنہ ثم قال لا حرمة المسوال لا تقصر  
 علی المال بل تعم الاستیذان خصوصاً اذا  
 کان صبیاً او مملوکاً للغير اما صبی نفسه

عارف باللہ سید عبد الغنی نے اس بات کی طرف اشارہ  
 کیا کہ اس کا حل یہ ہے کہ اگر ولی اجازت دے تو جائز  
 ہے یہ بات انہوں نے اوقات اللسان کی بیسیں نوع  
 میں اس مسئلہ کو اشباہ سے نقل کرنے اور اس کی علت  
 بیان کرنے کے بعد لکھی ہے جس کی عبارت ہم پہلے ذکر  
 کر آئے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ تحریر کے ولی اجازت  
 دے دے اور اس کی مثال یہ ہے کہ بچوں کے کوڑا  
 سے پانی چننا ولی کی اجازت ہی سے جائز ہے، اور  
 میں کہتا ہوں اللہ عبد الغنی پر رحم کرے اور  
 ہم پر بھی ولی کی ولایت صرف نظری (بچہ کی بھلائی  
 کے لیے) ہے ولی بچہ کا مال تلف نہیں کر سکتا ہے  
 اور نہ دوسروں کو دے سکتا ہے، یہ بات طے شدہ  
 ہے کہ تصرفات میں قسم کے ہیں نفع محض جیسے ہبہ کا  
 ہبہ کا قبول کرنا، عاقل بچہ ذات خود ہبہ قبول کر سکتا ہے  
 اور ایک وہ جس میں نفع کا بھی احتمال ہے اور نقصان کا  
 بھی۔ جیسے خرید و فروخت اس میں ولی کی اجازت  
 ضروری ہوگی اور سر امر نقصان وال بات جیسے طلاق  
 آزاد کرنا اور ہبہ کرنا، تو اس کی صحت کی کوئی صورت  
 نہیں، ولی کی اجازت سے بھی نہیں، اور یہ عیسوی قسم  
 ہی میں شامل ہے۔ ان کو یہ سہو اس لیے لاحق ہوا کہ  
 ماتن نے طریقہ محمدیہ میں منہی عنہ کے سوال کو ذکر کیا ہے  
 پھر یہ نقطہ کہ جس حرمة المسوال لا تقتصر علی  
 المال اس سوال جو ہے ضرورت شرعیہ حرام ہے یہ صرف مالی

فیجوز) للاب والاموال الجید والحبیدة  
(استخدامه انکان) المستخدم (فقیر)  
لا قدرته له علی شراء خادم او استئجاره  
(لو اسره تهذیبہ وتأدیبہ بخلاف استخدام  
مملوکه واجیره) وترو جتہ فی مصالح البیت  
وتلمیذہ) فی تعلیم قرآن او علم او صنعة  
(باذنہ) یعنی برضاہ) انکان بالغاً و باذن  
ولیہ انکان صبیاً) فان الصبی محجور  
علیہ من التصرف فی ماله فی منافع نفسه  
الا باذن الولی <sup>ت</sup>ملتقطاً مزیداً من شرحه  
رحمہ اللہ تعالیٰ فالاذن الذی ذکرہ  
الماتن فی استخدامہ عدا اذنی ماله و  
شئان ما حیثا فان فی الاول نفعه من  
تأدیبہ و تهذیبہ مع ضرر استعمالہ  
فکان من القسم الثاني فجاز باذن الولی  
بخلاف الثالث والذی افاد من حصل  
الشرب من کوز الصبی و اکل ما معہ باذن  
الولی۔ (ت)

ما تخریجہ برہمی موقوف نہیں بلکہ ایسی سے کسی خدمت کا کرنا بھی  
مزامہ سہول میں داخل ہے خصوصاً دوسرے کے نابالغ بچے یا غلام  
اگر کسی کا اپنا بچہ ہے تو باپ یا ماں، دادا اور دادی کے بچے  
اس سے خدمت لینا جائز ہے، اگر کسی خدمت  
لینے والا (فقیر ہو) خادم نہ خرید سکتا ہو یا کسی کو  
ملازم نہ رکھ سکتا ہو (یا بچہ کی تہذیب و تربیت کا ارادہ  
ہو تو اس شرط میں غلام، مزدور، بیوی سے گھر کا کام کاج کرانا  
شامل نہیں کہ اس سے بغیر احتیاج کے گھر کا کام لینا جائز ہے اور  
شمارہ سے خدمت لینا درست ہے مثلاً ملازم سے قرآن سکھانے یا کوئی  
علم سکھانے یا کسی حرفت کے سکھانے کا کام یا جانے والی مرغی کے  
انگوڑے پالنے سے اور نہ اس کے ولی کی رضا سے اگر وہ بچہ  
ہے، کیونکہ بچہ اپنی منفعت کے لیے بھی اپنے مال میں  
ولی کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتا ہے اور  
ملتقطاً ہے اور شرح سے اضافہ ہے تو وہ اجازت جس  
کا ذکر ماتن نے کیا ہے اس کے استعمال میں تو شرائط نے  
اس کو مال کٹنا عاید ہے اور دونوں میں بہت فسق  
ہے، کیونکہ پہلی صورت میں اس کا نفع ہے کہ اس کی  
تأدیب و تہذیب سے جبکہ اس سے کام کرانے میں  
ضرر بھی ہے، تو یہ دوسری قسم میں داخل ہوا  
اس لیے ولی کی اجازت سے جائز ہو گا، جبکہ تیسرا  
ایسا نہیں ہے، اور جس کا انہوں نے فائدہ دیا ہے وہ بچہ کے گونہ سے پانی پینے کا جواز ہے یا پوچھنے بچہ کے  
پاس ہے اس کے کھانے کا جواز ہے ولی کی اجازت سے۔ (ت)

عملہ ناظر آلی قوله اذا کان صبیاً او مملوکا  
للغیر ۱۲ منہ حقیر لہ۔ (م)  
اس کے قول اذا کان صبیاً او مملوکا للغیر کی طرف  
نظر کرتے ہوئے۔ (ت)

لہ صریحہ ندیہ النوع الشرر من افات اللسان  
لہ صریحہ ندیہ النوع الشرر من افات اللسان  
نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۶۴/۲  
نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۶۵/۲

فأقول محلّه اذا كان الماء والطعام

للولى اعطاهما الصغير على وجه الاباحة دون  
البيعة فحينئذ يكون لولى ان يأذن لمن شاء  
لبعثهما على ملكه بخلاف ما اذا كان المصلحة  
مملوكة للصغير فلا يصح اذا اذن الولى  
باستهلاكه من دون عوض وقد تعددت  
مسألة الذخيرة والسنية ومخراج الدرهم  
في ماء جاء به الصبي من الوادى لا يجوز  
لا يراه الشرب منه الا فقير ميت .

قریں کہتا ہوں اگر پانی اور کھانا دلی کا ہے  
اور بطور اباحت ( نہ بطور ہبہ ) اس سے بچ کوئی رکھا  
ہے تو ایسی صورت میں وہ کسی کو بھی اجازت دے سکتا  
ہے، کیونکہ یہ وہ چیزیں اب بھی وہی کی ملکیت میں باقی ہیں  
یہ اس صورت سے مختلف ہے جبکہ یہ اشیاء بچہ کی  
ملکیت میں ہوں تو ایسی صورت میں دلی کی اجازت کا  
کوئی سوا ہی پیدا نہیں ہوتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں دلی کی  
اجازت صغیر کے لئے کوئی غرض خالص نہ لازم آئے گا اور جائز نہیں  
ذخیرہ، غنیہ اور مخرج الدرہم کا مسئلہ گرا پکا ہے کہ  
بچہ دلی سے جہ پانی لائے اس کو دلی کے لئے پینا جائز نہیں کہ اس صورت کے کردہ فقیر ہوں۔ (ت)

غرض مسئلہ مشکل ہے اور اس میں ضرور حرج ہے اور مخرجہ فروغ بالنفس ہے۔

وانا اقول وبالله التوفیق پانی کو ملک کسی ہوا جس میں کہ اس کے گرنے سے اور پانی ناپاک ہو جائے صورت  
اس وجہ سے ہے کہ مباح و غنیمت و غنیمت ہو گئے ہیں یہاں تک کہ اگر کسی ہو کہ مباح استعمال کیا جائے اور اس میں کوئی  
ضرر نظر نہ آئے پائے تو بلا مشیہ جواز ہو گا اور ہم نے حسب المساحہ جواب سوال سوم میں بیان کیا ہے کہ مشایخ عراق  
کے نزدیک حرم کبیر میں نجاست غیر مرتبہ کے مخرج و فروغ سے وضو جائز نہیں کہ پانی ٹھہرا ہوا ہے متعلق نہ ہو گا اور مشایخ  
بلغ و بخارا اور باراد انہر کے نزدیک سب جگہ سے جائز کہ پانی یا طبع سستال ہے ہوا دلی وغیرہ کی تحریک سے اُسے  
ایک جگہ نہ رہنے دے گا تو جہاں کہیں وضو کیا جائے وہاں نجاست ہونے کا یقین نہیں اگرچہ خاص مخرج و فروغ سے ہو  
تو پانی کہ با یقین ظاہر تھا شک سے جس نہ ہو گا اب یہاں اگر قول عراقیاں لیا جائے جب تو خاص اسی جگہ کا پانی مخرج  
الاستعمال ہو گا جہاں ناپائے کی جگہ کا پانی گرا ہے باقی اپنی اباحت پر باقی ہے لما علمت انه لا تعدیۃ فیہ  
فکان کغیر مرنیۃ فی حوض کبیر (جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اس میں تہاؤ نہیں ایسا ہی جیسا کہ غیر مرتبہ نجاست غیر مرتبہ ہو) (ت)  
اور اگر قریٰ جہو ریا جائے اور وہی صحیح ہے تو بوجہ احتمال انتقال اختلاط بلکہ صبی کا یقین کسی موضع معین میں نہیں بلکہ  
موضع مجہول و مبہم میں ہے اور ایسے یقین پر جب اس شخص کے بقاؤ ذوال میں شک طاری ہو یقین زائل اور حکم اصل  
حاصل ہوتا ہے جیسے دایم چلانے میں جل ضرر و پیشاب کرتے اور اناج کا ایک حصہ قیرت ناپاک ہوتا ہے مگر متعین نہ رہا



تو بعد تقسیم یا اس میں سے کچھ بہر یا صدقہ کرنے سے سب پاک ہو جائیگا کہ ہر ایک کے گناہوں کو ناپاک دانے دوسرے  
 سمجھ میں رہے یا گئے ہوں، یوں ہی چادر پر ناپاکی بقیہ ہے اور بیکہ معلوم نہیں یا یاد نہ رہی اور تخری کسی طرف نہیں پڑتی  
 کہیں سے پاک کرنی چاہئے پاک ہو جائے گی کہ اب اس تحقیق میں ہر ایک کی بقاء میں شک ہو گیا اور سب سے زیادہ وہ مسئلہ ہے  
 کہ مکررنا۔ سب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیر کبیر میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اتنا معلوم ہے کہ  
 اس میں ایک ذمی ہے مگر اسے پہلے نہیں اُن کفار کا قتل حرام ہے ہاں مگر اُن میں سے بعض نکل جائیں یا کوئی قتل کرے  
 تو اب باقیوں کا قتل جائز ہو گیا کہ وہ یقیناً جموں اس شک سے ذائل ہو گیا۔

وقد حققه العلامة ابراهيم الحلي في  
 الفنية فافاد واجاد، وعليه من حجة الجواد؛  
 فراجعناه فانه من اهم ما استفادنا من  
 هذا قوله تنجس طرف من الثوب فتنسبه ففصل  
 طرفا منه بتحراد بلا تحوط لانه بفصل  
 بعضه مع ان الاصل طهارة الثوب وقه  
 الشك في قيام النجاسة لاحتمال كون المقتول  
 محطها فلا يقضي بالنجاسة بالشك كذا  
 اور وہ الامام جہاں فی شرح الجامع الکبیر  
 قال وسمعت الشيخ الامام تاج الدين احمد  
 بن عبد العزيز يقول و يقيه على مسألة  
 في السيور الكبير اذا فتحنا حصنا وفيهم ذمی  
 لا يعرف لا يجوز قتلهم لقيام النجاسة بيقين  
 فلو قتل البعض او اخرج حل قتل الباقی  
 للشك في قيام المحرم كذا هنا.  
 کون ہے، تو اس قلعہ کے لوگوں کا قتل جائز نہیں، کیونکہ یقین کرنے کا مانع موجود ہے، اور اگر بعض کو قتل کر دیا گیا  
 یا نکال دیا گیا تو باقی کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ مکرر کی موجودگی میں شک ہے۔ (د)

اس کی تحقیق ابراہیم حلی نے غنیہ میں بہت اعلیٰ  
 اور مفید طریق پر کی ہے جس کو دیکھنا ہو وہاں ملاحظہ  
 کرے، یہاں اس کی صرف یہ عبارت ففصل کرنا  
 کافی ہوگی۔ اگر پڑے گا ایک کتا ناپاک ہو گیا مگر  
 قبول کیا کہ کون سا کتا ہے تو تخری کر سکتا یا تخری  
 ایک کتا وہ دھو لیا تو کتا پاک ہو جائے گا۔ کیونکہ  
 پھر سے میں اصل طہارت ہے اور جب ایک کتا  
 دھو لیا تو اب نہایت کے ہونے میں شک ہو گیا،  
 کیونکہ جو حصہ دھو لیا ہے اس میں امکان ہے کہ وہ کتا  
 ہو جو نجس تھا، تو شک کی بنیاد پر نہایت کا حکم نہیں  
 دیا جائیگا، اس سبب جانی نے شرح جامع کبیر میں ایسا ہی  
 لکھا ہے، فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ تاج الدین احمد  
 بن عبد العزیز کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس کو سیر کبیر  
 کے اس مسئلہ پر قیاس کرتے تھے کہ اگر ہم نے ایک  
 قلعہ فتح کیا اور اس میں ایک ذمی ہے مگر معلوم نہیں کہ  
 یا نکال دیا گیا تو باقی کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ مکرر کی موجودگی میں شک ہے۔ (د)

جب یہ قاعدہ نفیسہ معلوم ہو گیا یہاں بھی اُس کا اجرا کریں جتنا پانی اُس تا بالغ نے ڈالا ہے اسی قدر اُس سے زائد اُس حوض یا کنویں سے نکال کر اُس تا بالغ کو دے دیں یہ دینا یقیناً جائز ہو گا کہ اگر اس میں بلک بھی ہے تو بھی ہی کے پاس جاتی ہے بخلاف ہمارے دینے یا ڈول کھینچ کر پھینک دینے کے کہ وہ بلک بھی کا ضائع کرتا ہے اور یہ جائز نہیں اب کہ اُس قدر یا زائد پانی اُس بھی کو پہنچ گیا اُس کے ڈالے ہوئے پانی کا باقی رہنا مشکوک ہو گیا تو وہ یقیناً کہ موضع مجہول کے لیے تھا زائل ہو گیا اور حوض و چاہ کا باقی پانی جائز الاستعمال ہو گیا۔

شہر اقول اس پر واضح دلیل مثلیات مشترکہ مثلاً گیہوں وغیرہ میں دارث کبیر کا اپنا حصہ وارث تا بالغ کے حصے سے جدا کر لینے کا جواز ہے اور اس کی تقسیم جائز و مقبول رہے گی اگر تا بالغ کا حصہ اُس کے لیے سلامت رہے تلف نہ ہو جائے جامع الفصولین میں فتاویٰ اور جامع الصغیر میں فتاویٰ سے ہے،

کیلی او زنی بین حاضر و غائب او بین	کوئی کھیل یا سوزوں شے حاضر و غائب کے مابین
بالغ و صبی اخذ الحاضر او البالغ نصیبہ	یا بالغ اور بچہ کے درمیان مشترک ہے تو حاضر یا بالغ
فانما تنفذ حصته بلا خصم لو سلم نصیب	خود اپنا حصہ لے لیا اور اس کی تقسیم بلا خصم نافذ
الغائب و انصبی حتی لو هلك ما بقى قبل	ہو جائے گی بشرطیکہ غائب اور بچہ کا حصہ باقی رہا اور اگر
ان یصل ان الغائب او انصبی حلت علیہما	ختم نہ ہو تو بچہ تک پہنچنے سے قبل ہی وہ حصہ ہلاک ہو گیا تو

ان کا حصہ ہی ہلاک ہو گا۔ (ت)

لے اگر کچھ مائے مباح سے جوئے گا مالک ہو گا تو یہ پانی کہ کوئی شخص کنویں یا مباح حوض سے بہرہ نرنا بالغ کو لے گا اپنی ملک ہو گا اور ایک شے پر دو ملکیں جمع نہیں ہو سکتیں تو یہ پانی بلک بھی نہ تھا پھر اس کے نکلنے سے بلک بھی کا نکل جانا کیونکر ممکن ہوا۔

اقول جبکہ اس پانی میں بلک بھی مخلوط ہے تو اب مائے مباح نہیں مائے مخلوط ہے بھرنے والا اس کا مالک نہ ہو گا کہ جو بھرا محقق ہے کہ ہی مائے مخلوک بھی ہو یا مائے مباح کا حصہ اول پر بھرنے والا اُس کا مالک نہیں ہو سکتا اور دوم ہے تو ہو گا اور بلک شکہ احتمال سے ثابت نہیں ہو سکتی لہذا وہ احتمال قائم رہا کہ یہ وہی پانی ہے جو ملک بھی تھا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

لے اقول جبکہ اگر خود تا بالغ نے دوبارہ اُتایا اُس سے زائد پانی اُس میں سے بھر لیا تو اب بھی رفع مانع ہو جانا چاہئے کہ اگر پونا بالغ کے لیے پانی منوع نہیں جیسا کہ تنبیہ پنجم میں گذار دہ و مجدد و باد بھرنے کا فرد اس کا مالک ہو گا مگر یہ اُس احتمال کا مانع نہیں کہ اس بار وہی پانی آیا جو اس نے پہلے ڈال دیا تھا اور یہی احتمال رفع مانع کو پس سے وائتہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م) لے جامع الصغیر مع جامع الفصولین مسائل القسۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۳۴۳ھ

ظاہر ہے کہ یہاں بھی بلکہ بھی ایسی ہی مختلط تھی کہ پھر اگر نا ممکن نہ تھا اور بالغ کو اس میں تعریف نادر و اتھا  
بقدر عقلہ صبی اس میں ہے، اگر کہ دینا حصہ صبی کا جدا ہو جانا اور بالغ کے لیے بڑا تعریف کا سبب ہوا۔

اقول اور اس میں شک نہیں کہ پانی مثلی ہے  
یعنی اس لیے کہ اس کے اجزاء میں تفاوت نہیں،  
اور بہت سے مشائخ نے اسی پر جزم کیا ہے، جیسا کہ  
خیریر (احیاء الحوات) میں اور دوا الجیہ میں ہے اور  
بہت سی کتب میں ہے، اگر کسی شخص نے مثلی کا پانی  
گرا دیا تو اس سے کہا جائے گا کہ ٹپکا بھر سے کیونکہ  
مثلی کا مالک پانی کا بھی مالک تھا، اور پانی مثل اشیا  
میں سے ہے تو وہ اس کے مثل کا ضامن ہو گا اور اگرچہ  
وہ قیمت والی چیز ہے اس لیے کہ وہ نہ میکل ہے اور نہ  
سودہ ہے جیسا کہ خیریر کی بیروغ میں جامع المقصود  
میں ہے، فرائد صاحب المحیط سے اور فتاویٰ رشید لدین  
میں ہے کہ پانی ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک  
قیمت والی چیز ہے اور اس میں مختلفات ابی العاصم  
العامری سے ابو یوسف سے ابو حنیفہ سے ہے کہ پانی  
ترکیبی ہے نہ ذہنی ہے۔ فتاویٰ نے فرمایا اس کا  
مضموم یہ ہے کہ پانی کا بعض، بعض سے بپا نہیں  
جاتا ہے اور محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ پانی  
کیلی ہے اور خلاصہ یہ کہ پانی کو الگ کیا جاسکے،  
جیسے ٹپکے میں، بلکہ زیادہ ہے کیونکہ بسا اوقات کھانے  
کی ایک ہی چیز کے انوں میں فرق ہوتا ہے لیکن پانی کے قطرات میں نہیں ہوتا۔ (ت)

اقول ولا شك ان الماء مثلي بغير ان  
اجزاء فلا تفاوت وبه جزم كثير من كفاي  
الخيرية من احياء الموات في الولو المجية  
وكثير من الكتب لوصف ماء سرجل كامن  
في الحب يقال له اهلاً الماء فان صاحب  
الحب مالئ للماء وهو من ذوات الاغتيال  
فيضمن مثله اه وانما قيمته لانه لا يكال  
ولا يوزن كما في الخيرية من الميسوع عن  
جامع الفصولين عن فرائد صاحب المحیط  
وفتاوى رشيد الدين الماء قيمى عند  
ابى حنيفة وابى يوسف من عند الله تعالى  
عنهما وفيه من مختلفات القاضي ابى العاصم  
العامرى عن ابى يوسف عن ابى حنيفة الماء  
لا يكال ولا يوزن قال الطحاوى معناه  
لا يباع بفضله ببعض وعن محمد بن محمد  
الله تعالى الماء مكيل اه وبالمجلة لا شك  
انه يقبل الا فرار كالحب بل ابلغ من بسا  
تفاوت قليلات طعم واحد بخلاف  
قطرات ماء واحد۔

شم اقول یہ طریقہ اتم ہے بچنے کو ہے اور اگر بغیر اس کے کوئی شخص نادانستہ یا دیدہ و دانستہ براہ جہالت غواہ  
 بے پرواہی احکام شریعت اُس میں سے اتنا پانی یا اُس سے زیادہ بھر کر لے گیا تو اگرچہ وہ گنہگار ہو باقی پانی جائز الاستعمال  
 ہو گیا کہ اتنا نکل جائے جسے غرض و چاہ میں اُس کی بقا پر یقین نہ رہا تھا قال محمد لا یجوز قتلہم فلا قتل البعض  
 حل قتل الباقي (تجسسا کا نام کچھ فرماتے ہیں اہل کافل جائز نہیں اگر بعض قتل ہو جائیں تو باقی کا قتل جائز ہو گا۔ ت)  
 تبلیغ اقول یہیں سے یہ بھی ظاہر ہو کہ جریان نہ ضرور کافی اگر عیسیٰ کا پانی اتنا قلیل تھا کہ چھیننے میں نکل سکتا ہے تو  
 جریان کی حاجت نہیں۔ اور اگر اتنا کثیر تھا کہ جتنے خروج پر جریان صادق آتا ہے اس میں نہ نکلے گا تو یہ جریان کافی نہیں  
 جب تک اس تک نہ نکل نہ جاتے۔

اقول وہ فارق النجاسة لان نواه  
 وصفها و حصول ضدھا بالجریان لم یقتض  
 و هو انه لا یقبل النجاسة بحکم النص و ما  
 قام به طهر بعضه بعضا و لا یلزم منه حل  
 الا شقاع بطلت الصبی فلا بد من خروج قدر  
 المصوب ، هذا ما ظهر فی وقد انكشف بینه  
 الفی علی احسن وجه مطلوب ، والحمد لله  
 سبحانه کاشف الکروب ، و الصلوة والسلام  
 علی اکرم محبوب ، و علی آله و صحبه عداة  
 القلوب ، آمین۔

میں کہتا ہوں اور اسی وجہ سے نہ حاجت سے دور  
 ہو گیا، کیونکہ نجاست کے دفع کا زائل ہونا اور جاری  
 ہونے کی وجہ اسکی ضد کا حاصل ہونا ایک معنی سے ہے جس کا مفہوم  
 یہ ہے کہ اگر وہ دفع یعنی جریان نجاست کو قبول  
 نہیں کرتا ہے، کیونکہ نص میں یہی ہے، اور جو اس کے  
 سامنے قائم ہے اس کے بعض نے بعض کو پاک کر دیا ہے  
 اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بچہ کی ملک سے نفع  
 حاصل کرنا جائز ہو، تو جتنا بہا ہے اُس کی مقدار میں نکلنا  
 ضروری ہے، یہ بحث وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئی، اور اس  
 سے علہ طور پر پریشانیان دور ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ اچھے

محبوبہ پر مصیبتوں کو دور کرنے والا ہے اور اس کے محبوب تربی پر اور اس کی آل و صحابہ پر صلوة و سلام۔ آمین۔  
 الحمد للہ نمبر ۲۲ سے یہاں تک نابالغ کے پانی کا بیان جس تفصیل و تجنسن سے ہوا کتابوں میں اُس پر چہنہ  
 سطروں سے زائد نہ ملے گا۔ ممکن ہے کہ اسے رسالہ مستقل کیجے اور عطاء النبی لا قاضیة احکام عادہ الصبی  
 نام رکھیے، و اللہ الحمد۔ رسالہ ضمیر عطاء النبی لا قاضیة احکام عادہ الصبی تمام ہوا۔

(۶۶) جس پانی میں مائے مستعمل کے واضح قطرے گرے ختم نہ ہو جبکہ اس کی دھار پہنچی جب تک مظهر  
 پانی سے کم رہے یاں جو جبر غلاف پیمانہ سب تر ہے جبکہ وہ چھینٹیں و خرو و خیل کرتے ہیں نہ چڑی ہوں۔

وذلك انه روى الافساد مطلقا و امنه قتل  
 الاما ترشش في الاناء عند انقضاء فهو عفو  
 یہ اس لئے کہ مستعمل پانی کے بارے میں ایک حدیث  
 ہے کہ مستعمل مطلقا غواہ قلیل ہو پانی کو فاسد کر دیتا ہے

و فعاله حرج ولا عبرة لمن اطلق وقد نص في  
البدائع انه غاصد مروي الا فساد بالكثير  
ثم انكشاة باستبانة موافق القطر فب الماء  
الظهور ان ليسيل فيه سيلانا قولاً من فني  
لجامع الصغير للامام قاضي خان انتضاج  
النضالة في الماء اذا قل لا يفسد السماء  
مروي ذلك عن ابن عباس رضي الله تعالى  
عنهما ولا ن فيه ضرورة في بعض القليل و  
تكملة في القليل عن محمد حاکان مثل رونس  
البر فهو قليل وعن الكرخي ان كان يستبين  
موافق القطر في الماء فكثير وان كان لا يستبين  
لا نطل فقليل اه نقله في نه هوالرد عن  
في الخلاصة جنب اغسل فانتضر من غصه  
شئ في اناته لم يفسد عليه الماء اما اذا  
كان يسيل فيه سيلانا افسد وكذا حوض  
الحمام على هذا وعلى قول محمد لا يفسد  
ما لم يطلب عليه يصفى لا يخرج من الظهيرة  
اه ثم حله بعضهم بان الماء مضر ومزكدا  
قليلا غلا يفتعل الماء المستعمل المواقف  
فيه من موقعه اليه اشار في وجيز الكرد  
اذ يقول التوحى من سره ايه لا يجوز ان لا

گر طهارت کے وقت جو چھینٹ پانی والے برتن میں پڑیں تو  
وہ معاف ہیں مگر سرج لازم نہ آئے، ان چھینٹوں کے  
بارے میں اطلاق کا اختیار نہیں ہوگا حالانکہ بدائع میں  
اسی کو فاسد کہا ہے اور ایک روایت میں کثیر کو فاسد  
کرنے والا کہا گیا، پھر کثیر کی تعریف میں دو قول ہیں،  
یا تو پاک پانی میں وہ نمایاں طور پر معلوم ہو یا مستعمل  
پاک پانی میں بہہ کر داخل ہو، پھر امام قاضی خان کی شرح  
جامع صغیر میں ہے کہ دو حوں اگر کم مقدار میں پانی میں گرا تو  
پانی کو فاسد نہیں کرے گا یہی حضرت ابن عباس  
رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نیز ضرورت کی بنا پر  
قلیل معاف ہو گا۔ اب انہوں نے قلیل کے بارے  
میں بحث کی ہے۔ امام محمد سے مروی ہے کہ اگر مستعمل  
پانی کے چھینٹے سوئی کے سوراخ کے برابر ہوں تو قلیل ہے  
اور امام کریم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر پانی میں گرنے کی جگہ نمایاں  
معلوم ہو تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے جیسے شہم کے قطرے، اس مضمون  
کو زہر الروض میں نقل کیا ہے، اور خلاصہ میں ہے کہ  
اگر جنبی شخص سے غسل کرتے وقت اپنے برتن میں چھینٹ  
پڑ گئے تو اس سے پانی نجس نہ ہو گا۔ اگر فساد بہہ کر برتن  
میں پڑا تو پھر برتن کا پانی ناپاک ہو جائیگا۔ حمام کے  
حوض کا بھی یہ حکم ہے۔ اور امام محمد کے قول کے مطابق اس  
صورت میں ناپاک نہ ہو گا تا وقتیکہ مغلوبہ نہ ہو جائے

بشکریہ الاستعمال اللہ

یعنی اس کو طہریت سے نہیں نکالے گا اور پھر بعض نے

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ جو پانی فرض کیا گیا ہے وہ ٹھہرا ہوا قلیل ہے تو مستعمل پانی جو اس میں گرا ہے اپنے گرنے کی جگہ سے اس کی طرف منتقل نہ ہو گا۔ امام کزوری کی وجہ میں اسی صورت کی طرف اشارہ کیا ہے، جب انہوں نے یہ کہا کہ چھوٹے حوض میں وضو کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ پانی دوبارہ استعمال میں آتا ہے (ت)

اقول ویلز مهم التعمیر اذا احرك الماء عند كل غرفة او اغتوت كل مرة من غير موقع الغسالة و آخرون بان الماء المستعمل من جنس المطلق فلا يستهلك فيه فيؤثر في كل نقلة بخلاف اللبن او بول الشاة على قول محمد بطهارته هكذا اختلفوا والصحيح المعتبر في المذهب الاحتياط بالغلبة فلا يخرج عن الطهورية ماء ام احفظ من المستعمل هو الذي احتفظه الامة وصححه الامة۔

میں کتا ہوں اگر یہ قول کرنا لازم ہو گا کہ اگر ہر چور پانی کو حرکت دے یا ہر دفعہ غسلہ کی بجائے دوسری جگہ سے چلے تو وضو جائز ہونا چاہئے۔ بعض نے کہا کہ مستعمل پانی مطلق پانی کا ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس میں قنائیں ہو گا اور اس کے کل میں اثر کرے گا کیونکہ وہ کم ہے بخلاف وہ دھوا یا بکری کے چشیاہ کے بقول امام محمد اگر نہ وہ اس کی طہارت کے قابل ہیں اس طرح مستعمل پانی کے بارے میں یہ اختلاف ہے لیکن میں اور مذہب قابل اعتماد یہ ہے کہ اس میں غلبہ کا

اعبار ہے لہذا جب تک مطلق پانی غالب اور زیادہ ہے تو مستعمل پانی کے ملنے سے ناپاک نہ ہو گا اور قابل طہارت رہے گا، میں اُمت کا اصول اور اکرکام کا صحیح کو وہ مسلک ہے۔ (ت)

یہ ۶۶ وہ پانی ہے جن میں شئی غیر کا اصلہ خلا نہ تھا یا تھا تو آب غیر کا نہ خراب کا۔ اب وہ پانی جس جن میں خراب کا غلبہ ہے۔

(۶۷ و ۶۸) وہ پانی جس میں آب وہن یا آب جی یعنی متروک یا کھنکھار یا ناک کی رزش پڑ جائے اس سے وضو جائز مگر مکروہ ہے۔ فتاویٰ امام قاضی میں ہے۔

الماء اذا اختلط بالمخاط او بالبراق جازب التوضؤ و يكره۔ اگر پانی میں متروک یا ناک کا پانی گرے تو اس سے وضو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ (ت)

(۶۹) وہ پانی جس میں مٹی، ریت، کچر یا کسی قدر مٹی جلتے جب تک اس کی روانی باقی رہے جو اعضا پر پانی کی

طرح ہے۔

(۷۰) یوں اے کاپانی اگر چہ کتنا ہی گدلا ہو اگرچہ رنگ کے ساتھ مزہ بھی بدلا ہو اگر ریتے مٹی کے سوا کچھ بھی ہمارا لایا ہو جب تک نجاست سے رنگ یا مزہ یا ثبوت نہ بدلے۔

(۷۱) یہ ہیں وہ ندیاں جو برسات میں گدلی ہو جاتی ہیں۔ امام ملک العلما بدائع میں فرماتے ہیں: لو تغير الماء المطلق بالطين او بالتراب يحوط التوضؤ به۔  
اگر مطلق پانی کچھ تراب یا مٹی سے تبدیل ہو گیا تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

لا بأس بالوضوء بماء السيل مختلطاً بالطين ان كانت رقة الماء غالبية فان كان الطين غالباً فلا۔  
سیلاب کا پانی جس میں کچھ تراب یا آمیزش ہو اس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ اس میں پانی کی رقت غالب ہو اور اگر کچھ تراب ہو تو جائز نہیں۔ (ت)

جو ہر تیرہ میں ہے:

خصص بالذکر لانه ياتي بغشاء واشجار واوراق۔  
بطور خاص اسی کو ذکر کیا کیونکہ سیلاب کے پانی میں میل گئیں درخت اور پتے وغیرہ بھی بہہ کر آتے ہیں۔ (ت)

وجیز کردہ میں ہے:

ماء السيل لو قيفاً ليسيل على العضو يحوط التوضؤ به۔  
سیلاب کا پانی اگر اتنا رقیق ہو کہ اعضاء پر بہتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

غیر میں ہے:

يجوز الطهارة بماء مختلطه شئ طاهر فغير احد اوصافه كماء السم والحد الذي اختلط به المزعزع ان بشرط ان۔  
اس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو اور اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف کو بدل دیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اور گدلا پانی

۱۵/۱	سعید کمپنی کراچی	الماء المقيّد	سلہ بدائع الصنائع
۶۵/۱	سکھر	باب الماء الذي يحوط الا	سلہ فتح القدير
۱۴/۱	ادابہ طہانی	كتاب الطهارة	سلہ جوہرہ تیرہ
۱۰/۴	پشاور	نوع المستعمل الا	سلہ فتاویٰ بزازیہ مع التبیان

جس میں زعفران مل گئی ہو، بشرطیکہ اجزاء کے اعتبار سے غلبہ پانی کو ہی ہو اور اس سے باقی کا نام سلب نہ ہو اور یہ کہ رقیق ہو، تو اس کا حکم مطلق پانی کا ہے۔

يكون الغلبة للماء من حيث الاجزاء ولم يزل عنه اسم الماء وان يكون دقيقاً بعد فحصه بحكم الماء المطلق

نہیں ہے۔

”المد“ سیلاب کو کہتے ہیں اور اس کو بطور خاص ذکر کرنا اس لیے ہے کہ چونکہ سیلاب کا پانی کوڑا کرکٹ بھی ساتھ لاتا ہے مگر یہ کہ ان کا قول ”اس کے اوصاف میں سے کسی ایک کو بدل دیا“ اور ان سے پہلے قہوری بھی اپنی تفسیر میں یہ عبارت لا چکے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے جواز اس صورت سے عقیدہ ہے کہ جب صرف ایک وصف بدل جائے اس وقت یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ”شرایع ہے کہ تلبہ پانی کو ہو اجزاء کے اعتبار سے“ اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہو، اور یہ کہ رقیق ہو، باوجودیکہ اسی کا قول بشرطیکہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے پانی کو ہو، یہ دوسرے سے بے نیاز کرنے والا ہے، جیسا کہ ظاہر ہے، اس لیے کہ مٹنے والی مذکورہ شے پانی کا اگر صرف ایک ہی وصف بدلے تو وہ پانی کے اجزاء پر غالب نہ ہوگا تاکہ اس سے احتراز ہو اور اس کو شرط کیا جائے۔ (ستہ)

المد السيل وانما خصه بالذكر لانه يجرى بقاء ونحوه الا ان قوله غير واحد او صافه و قد سبقه الى هذه العبارة القدوري في مختصره يفيد ان الجواز مقيد بما اذا غير وصف واحد لا غير وحيث لا يحتاج الى ان يقول بشرط ان يكون الغلبة للماء من حيث الاجزاء ولم يزل عنه اسم الماء وان يكون سابقاً بعد مع ان قوله بشرط ان تكون الغلبة للماء من حيث الاجزاء، صنف عن ثانی کہ هو ظاهر لان المختلط المدکور اذا لم یغیر سوی وصف واحد لا یكون یغلب الماء من حيث الاجزاء لیقع الاحتراز عنه ویجعل شرطاً

اقول اولاً سیاقی الکلام ان شاء الله

تعالی علی مقتضی التعبير باحد وحسب ان الترغیر او صاف الماء الثلثة وکذا السيل ربما یتخیر له وصفات

میں کہتا ہوں اولیٰ احد سے تعبیر کرنے پر کلام آگے آئیگا، اور پھر یہ دلیل کافی ہے کہ زعفران جو پانی کے غیروں اور صاف تبدیل کر دیتی ہے، اور اسی طرح سیلاب کہ اس سے کبھی وہ وصف بدل جاتے ہیں



بل لكل وثا نيا الماء قد يتخالطه شيء لا يخالفه  
الاف وصف واحد فلا يغير الاياه وان مراد  
على الماء اجزاء والوضوء به باطل وحاشا  
فليس في التعبير باحد عن شرط غلبة  
الماء من حيث الاجزاء كما ذهب اليه وهله  
مرحمه الله تعالى وثالثا قد لا يغلب الشيء  
على الماء اجزاء ويزيل اسمه عنه كما يأتي  
في الزعفران والزاج والنفص والنبذ فلا  
يفنى الشرط الاول عن الثاني ورا بعا  
لا يخفى ان الثاني مضمون عن الثالث لا من  
بزوال الرقعة لا يسمى ماء قال في القصة ما خالف  
جاءه اقلب رفته ليس بماء مقيد بل ليس  
بماء اصلا كما يشير اليه قول المصنف في  
المختلط بالاشنان الا ان يغلب فيه غير الاشنان  
لزوال اسم الماء عنه اه فالعجب تعرضه  
بعكس الاختفاء حيث لم يكن وتركه حيث  
كان ثم راجعت القضية فرأيت عكس  
فاصاب واخاد ان الثالث تفسير قال و  
اشتراط عدم زوال اسم الماء يفنى معنى  
اشتراط الرقعة فان الغليظ قد زال عنه  
اسم الماء بل زال الرقعة يصلح ان يكون  
تفسير الزوال اسم الماء

اور کسی تمام اوصاف بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔  
دوم : پانی میں کسی ایسی چیز مل جاتی ہے  
جو صرف ایک وصف میں اس کے مخالف ہوتی ہے  
اور اسی ایک وصف کو بدلتی ہے خواہ اجزاء کے  
اعتبار سے وہ پانی سے زائد ہی ہو، ایسے پانی سے  
بالا اتفاق وضو باطل ہے، لہذا "ایک وصف  
بدلتے" کا ذکر اس قید سے بے نیاز نہیں کرتا ہے  
کہ پانی کا اجزاء کے اعتبار سے غلبہ ہو، جیسا کہ وجہ  
رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا۔

سوم : بعض چیزیں اجزاء کے اعتبار سے پانی  
پر غالب نہیں آتیں اور اس سے پانی کا نام سلب  
ہو جاتا ہے جیسے زعفران، پھٹکڑی، مازہ اور  
نبذ میں بتا۔ تب تو پہلی شرط دوسری سے بے نیاز  
نہیں کہے گی۔

چہارم : مخفی نہ رہے کہ دوسرا قیاس سے  
بے نیاز کرنے والا ہے کیونکہ جب رقت زائل  
ہو گئی تو اب اس کو پانی نہیں کہا جائیگا، فتح میں  
فرمایا پانی کسی جامہ سے ملا اور اس کی رقت ختم  
ہو گئی تو یہ مقید پانی نہیں بلکہ سرسہ سے پانی ہی  
نہیں جیسے کہ مصنف نے مختلط بالاشنان میں  
اشارہ کیا ہے، مگر یہ کہ اتنا غالب ہو جائے کہ  
ستودہ کی مثل بن جائے کہ اب اس پر پانی کا نام

نہیں بولا جائے گا۔ اور تعجب اس پر ہے کہ جہاں اغنا نہ تھا وہاں وہ اغنا نہ کر رہے ہیں اور جہاں تھا وہاں چھوڑ دیا ہے، پھر میں نے خود غنیدہ کو دیکھا تو وہاں اُلٹ نکلا، تو انہوں نے مفید اور درست بات کہی کیونکہ وہ فرماتے ہیں قیسر التفسیر ہے، اور پانی کا نام زائل نہ ہونے کی شرط وقت کی شرط لگانے سے بے نیاز کرتی ہے، کیونکہ گارے سے پانی کا نام ختم ہو گیا، بلکہ زوالِ وقت میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ پانی کے نام کے زوال کی تفسیر میں آئے۔ (۷۲) وہ پانی کہ کاسی کی کثرت سے جس کی بُود غیر میں تغیر آگیا، جو ہر تیرق میں ہے۔

لو تغیر الماء بالطحلب لان حکمہ حکم السماء اگر پانی کا ہی (پانی میں سبز و معاریاں ہوتی ہیں) سے المطلق بلکہ متغیر ہو جائے تو اس کے لیے مطلق پانی کا حکم ہے (دست)۔ (۷۳) کچھ کنیاں کا پانی جس میں بھر اسٹرکچر برآ جاتی بلکہ رنگ و مزہ سب متغیر ہو جاتا ہے۔

(۷۴) وہ تالاب جس میں سن گلائی گئی اور اس کے سبب اس کے تینوں وصف بدل گئے۔ فتاویٰ شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزالی قمر تاشی میں ہے۔

مثل عن الوضوء والاغتسال بماء تغیر لونه و طعمه وریحہ بجلد المعلن علیہ لاخراج الماء عند فہل یجوز ام لا اجاب یجوز عند جمہور اصحابنا مطلقاً۔ اُن سے اُس پانی سے وضو اور غسل کی بابت دریافت کیا گیا کہ جس کا رنگ، مزہ اور خوشبو اُس رسی کے باطن بدل گئے جس پر کہ اس رسی کو لٹکا یا گیا تھا، تاکہ اُس سے پانی نکالا جائے، تو کیا جائز ہے یا نہیں؟

تو جواب دیا کہ ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک جائز ہے اور مطلقاً۔ (دست) (۷۵) کوئٹے میں آئے کا لٹکاؤ ہر اُس میں پانی رکھنے سے مزہ وغیرہ میں تغیر آجاتا ہے اس پانی سے وضو روا ہے۔ فتح القدر میں ہے۔

قد اغتسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یوم الفتح من قصعة فیہا اثر العجین مرادہ النسانی والماء بذلک یتغیر ولہ یعتبر للمغلوبۃ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایسے پیالے میں وضو فرمایا جس میں گوند سے برکے آٹے کا اثر تھا اس کو نسائی نے روایت کیا اس سے پانی میں تغیر آتا ہے اور مغلوبیت کی وجہ سے اس کا اعتبار نہ فرمایا۔ (دست)

۱۳/۱	ادویر ملتان	طہارت	۱۳/۱
۶۴/۱	سکھر	الماء الذی یجوز بہ الوضوء	۶۴/۱

(۷۶) حوض کے کنارے درخت ہیں موسمِ خزاں میں پتے کثرت سے گرے کہ حوض کا پانی دیکھنے میں سبز معلوم ہوتا ہے مگر ہاتھ میں لینے سے صاف نظر آتا ہے اُس سے وضو بالاتفاق جائز ہے۔

(۷۷) پتے اتنے گرے کہ واقعی پانی سبز ہو گیا چٹوئیں بھی سبز معلوم ہوتا ہے صحیح مذہب میں اب بھی قابلِ وضو ہے بہت تک کاڑھا ہو کر اپنی رقت سے نہ آتر جائے۔

اقول ہاں اگر اس حالت میں اُس سے احتراز بہتر ہے کہ ایک جماعت علما اُس سے وضو صحیح نہ ہونے کی قائل ہے۔ امام صدر الشریعہ نے شرح و فابہ میں فرمایا:

انما الماء الذي تغير بكثرة الاوراق الواقعة فيه حتى اذا ارفع في الكف يظهر فيه لون الاوراق فلا يجوز به الوضوء لانه كماء الباقلي له فتاویٰ غزی میں ہے:

وبعضهم ذهب الى عدم الجواز بالسجاد الذي غيرته كثرة الاوراق بحيث يظهر لونها في كف عند رفعه كما جزم به في الكنز وغيره اهـ

اقول انما نص الكنز لا بسا تغير بكثرة الاوراق اهـ وليس فيه ذكر ظهور اللون بالرفع في الكف وانما ضمير تغيير لظاهر الماء عبارة عن العين وتغير عينه بذهاب راقته لا جزم ان قال في البحر محمول على ما اذا ازال عنه اسم الماء بالمتن

اور بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ اُس پانی سے وضو جائز نہیں جس کو پتوں کی کثرت نے بدل دیا ہو تو ہاتھ میں اٹھانے سے اس میں پتوں کا رنگ نظر آتا ہو، جیسے کنز وغیرہ میں اس پر جزم کیا ہے (ت) میں کہتا ہوں کنز کا نص تو یہ ہے کہ نہ اُس پانی سے جو پتوں کی کثرت سے متغیر ہو گیا ہو اور نہ اس میں یہ ذکر نہیں کہ ہاتھ میں اٹھانے سے پتوں کا رنگ اس میں ظاہر ہوتا ہو، اور تغیر کی ضمیر پانی کی طرف لڑتی ہے، اور پانی ایک عین ہے اور اُس کے عین کا تغیر اس وقت ہوگا جب اس کی رقت

صا و ثغیراً اللہ و رحم اللہ العلامة الحلبي اذ  
او ضح المسام وانواع الاوهام بقوله في  
متننه الملتقى لابساً مخرج عن طبعه بكثرة  
الوراق اللہ قال في مجمل الانهر طبعه هو  
الرقعة والسيلا اللہ

نعم ہر جائے، اس لیے بحر میں فرمایا یہ اس پر محمول ہے جبکہ  
اس پر پانی کا اطلاق نعم ہو گیا ہو، مثلاً یہ کہ وہ گاڑھا  
ہو گیا اللہ تعالیٰ علیٰ پر دم فرمائے کہ انہوں نے شبہات  
کو دور فرما کر وضاحت مقصود کر دی، وہ طبعی کے متن  
میں فرماتے ہیں "نہ اس پانی سے جو پتوں کی کثرت کی وجہ  
سے پانی کی طبیعت سے خارج ہو گیا ہر اوجہ جمع الا تحریر فرمایا پانی کی طبیعت وقت و درسیان سبب اللہ۔ (ت)

اقول ولم يكن هذا محل لان يعطيه  
بتغير اوصافه جميعا ويقول وان جوزة الاساندة  
اما ما نقل عن الفرانج عن اخي چلیپي انه لا يمكن  
الحمل الا على اختلاف الروايتين ثم قال  
لكن يمكن الحمل على ما بين انفا اللہ

میں کہتا ہوں اس کے بعد اس کا موقع نہ تھا  
کہ اس کی علت یہ بیان کریں کہ اس کے عام واسطہ  
بدل جائیں اور یہ فرمائیں کہ اگرچہ اس کو اساتذہ  
نے جائز قرار دیا ہے اور اخی چلیپی سے فرائد سے  
جو منقول ہے کہ اس کو صرف اختلاف روایتیں

پر ہی محمول کیا جاسکتا ہے پھر فرمایا اس کا حمل اس پر ممکن ہے جس کو انہوں نے ابھی بیان کیا ہے اللہ (ت)  
تو میں کہتا ہوں آؤ لا جو انہوں نے بیان  
کیا ہے، وہ متن کی صریح عبارت ہے تو اس کو حمل  
سے تعبیر کرنا پھر اس کی تضعیف لیکن کے لفظ سے  
ان دونوں باتوں کا یہ حمل نہیں۔

فاقول اولاً ما بين صريح منطوق  
المتن بتعبيره بالحمل ثم تضعيفه ليسكن  
لا حمل لهما وثانياً لا محل لهذا الحمل  
في كلام صدر الشريعة وما يأتي من  
كلام السيد اني فلا محيد عن الاختلاف  
ومن المباححة تعبيره باختلاف الروايتين  
فان قول المشايخ لا يقال له رواية۔

دوم، اس حمل کا صدر الشریعہ کے کلام میں کوئی  
حمل نہیں، اور اسی طرح میدان کے کلام میں بھی  
اس کی کوئی گنجائش نہیں، تو اختلاف سے تو کوئی  
مقرر نہیں، اور اس کو اختلاف روایتیں سے تعبیر کرنا اس میں مسامحت ہے کہ قول مشایخ کو روایت نہیں  
کہا جاتا ہے۔ (ت)

لہ بحر الرائق میاد الرضوی سید کمپنی کراچی ۶۸/۱  
لہ الملتقى الا بحر شرح مجمع الانهر الطهارة بالاء المطلق عامرہ مصر ۲۸/۱  
لہ ایضاً  
لہ حصہ الفرائد

علیہ میں ہے :

إذا تغیر لون الماء أو ريحه أو طعمه بطول المكث  
أو بسقوط الأوراق تجوز به الطهارة إلا إذا  
غلب لون الأوراق فيصير مقيدا.

علیہ میں ہے :

أخذہ مما فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاویٰ الصغری  
مسئل الفقہ احمد بن ابراہیم المیدانی عن  
الماء الذی تغیر لونه کثرة الأوراق الواقعة  
فیه حتی ینظر لون الأوراق فی الکف اذا رفع  
الماء منه هل یجوز التوضی بہ قال لا ولكن  
یجوز شربه و غسل الاشیاء بہ اما شربه و  
غسل الاشیاء فلا نه طاهر و ما عدم حیو  
التوضی بہ فلا نه لما غلب علیہ لون الأوراق  
صا ص مقیدا کما ابان قلا و غیرہ لکن نعم  
فی تحفة الفقہاء علی انه عند الضرورة یجوز  
التوضی بماء تغیر بامتزاج غیرہ من حیث  
اللون والطعم بان وقع الاوراق و الشمار  
العیاض حتی تغیر لونه تغیر صیانة العیاض عنها

جب پانی کا رنگ، بو یا مزہ تبدیل ہو جائے زیادہ ٹھہرا رہنے  
کی وجہ سے یا اس میں پتوں کے گرنے کی وجہ سے تو اس  
سے طہارت جائز ہے ہاں اگر پتوں کا رنگ غالب ہو گیا  
تو اب یہ پانی مقید ہو گیا۔ (ت)

اس کو ذخیرہ اور فتاویٰ صغری کے تتمہ سے باب ہے فقیر  
احمد بن ابراہیم المیدانی سے اس پانی کی بابت دریافت  
کی گیا جس کا رنگ پتوں کی کثرت کی وجہ سے متغیر ہو گیا ہو  
یہاں تک کہ جب پانی کو ہاتھ میں اٹھایا جائے تو اس میں  
پتوں کا رنگ نمایاں ہوتا ہو، کیا اس پانی سے وضو جائز  
ہے؟ تو فرمایا "نہیں" لیکن اس کو پی سکتے ہیں اور  
اس سے دوسری اشیا کو دھو سکتے ہیں اس کا پینا  
اور دوسری اشیا کا دھونا اس لئے جائز ہے کہ یہ  
پانی پاک ہے اور وضو اس لیے جائز نہیں کہ اس پر  
پتوں کا رنگ غالب ہو چکا ہے اور یہ مقید پانی ہو گیا ہے  
جیسے باقی (لوبیا، وغیرہ) کا پانی۔ مگر تحفۃ الفقہاء  
میں صراحت ہے کہ ایسے پانی سے جس میں کسی چیز کے  
مل جانے کی وجہ سے رنگ اور مزہ تبدیل ہو گیا ہو وضو  
کے وقت وضو جائز ہے جیسے حوضوں میں پھل اور پتے گرتے رہتے ہیں اور پانی متغیر ہو جاتا ہے کہ ان چیزوں سے داخل  
کا بچانا متعذر ہے (ت)

میں کہتا ہوں اس صورت میں یہ تیسرا قول

أقول فاذن یکون هذا حولا ثالثا

انه انما يجوز الوضوء به عند الضرورة والا  
لا تتبعه في مجتمه الا نهر وليس هكذا وانما  
نص البهائم شرح المحقق وهو عين نصها و  
لو تغير الماء المطلق بالطين او بالتراب او  
بالخض او بالنورة او بوقوع الاوراق او الشمار  
فيه او بطول المسكت يحرم من التوضوء به لانه  
لم يزل عنه اسم الماء وبقى معناه ايضا مع  
ما فيه من الضرورة انظاهرة لتعدد مصون  
الماء عن ذلك انه قلم يقيد بالضرورة ولم  
يقصر وجهه عليها بل علله بانه ماء مطلق  
باق على اطلاقه وايداه بانه ساقط المحكم  
للضرورة وخرق بين بين بناء الحكم على الضرورة  
بحيث يتقيد بها وبين مقام حكم من آب  
للضرورة لازمة وهذا من ذلك الا ترى انه  
نظمه مع المخلوط بالترايب ونحوه فب  
ملك واحد وهل يسوغ لاحد ان يقول  
انما يجوز الوضوء بماء كذا اذا لم يجد  
غيره والا لم يصح ثم لا نظير لهذا في  
المذهب ان يجوز الوضوء بماء عند الضرورة  
لا في السعة اما تجب التمس فانما الحكم  
قيد على خلاف المذهب المضيق به لاجل  
ورود النص فعدل به عن سنن القياس  
عند عدم الماء المطلق كما نصوا عليه و

ہو گا یعنی یہ کہ وقت ضرورت اس سے وضو جائز ہے  
ورنہ نہیں، اور کجح الا نهر میں اس کی متابعت کی،  
اور بات ایسی نہیں ہے اور بدائع شرح تحفہ کا نص  
بعینہ ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مطلق پانی کچڑ، مٹی،  
چمچ یا نور سے بدل گیا یا اس میں پتے اور پھل گرے  
اور بدل گیا یا زیادہ عرصہ تک کھڑا رہنے کی وجہ سے  
بدل گیا تو اس سے وضو جائز ہے کیونکہ اس سے  
پانی کا نام زائل نہیں ہوا اور اس کے معنی بھی باقی  
ہیں، اور بظاہر اس میں ضرورت بھی ہے کیونکہ پانی کو  
ان اشیاء سے بچانا مستعد رہے اور اس کو ضرورت  
سے متقید نہیں کیا اور اس کی وجہ اس پر مقصور نہ کی  
بلکہ اس کی تعلیل اس طرح کی کر وہ مطلق پانی ہے اور  
اپنے اطلاق پر باقی ہے اور اس کی تائید میں فرمایا  
کہ اس کا حکم جو ضرورت ساقط ہو گیا، اور اس  
میں کہ حکم ضرورت کی وجہ سے لٹکایا جائے اور وہ ضرورت  
سے متقید ہو جائے اور اس میں کہ حکم ضرورت لازم کی  
وجہ سے بالکل ساقط کیا جائے، بڑا فرق ہے، اور یہ  
اُسی قبیل سے ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے  
اس کو مخلوط بالترايب اور اس کی شکل کے ساتھ  
علیہ ہے، اور ان دونوں کو ایک ہی قرار دیا ہے،  
اور کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ گہرے پانی کے ساتھ وضو  
جائز ہے بشرطیکہ دوسرا موجود نہ ہو ورنہ نہیں؟ پھر  
اس پر نہ اسباب میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ

میان قی و لامع لہذا اھنا و یا اللہ التوفیق ثم  
 اور علیہ فی العلویۃ نفسہا بما حاصلہ انت  
 لا معنی للفرقة بین السعة والضرورة فان  
 الشیخ لم یقل المکلف عن الماء المطلق عند  
 عدم القدرة علیہ الی الماء المقید فی حالة  
 دون حالة بل نقلہ عند العجز عند الی التیم  
 فی سائر الحالات اعنی سواء کان یجد مع ذلک  
 العاد المقید اولم یجدہ ایضا فان کان هذا  
 ماء مطلقاً جائز الوضوء مطلقاً والام یجوز  
 مطلقاً اھ بحملہ اقول هذا ايراد علی  
 ما فہمہ مرحومہ اللہ تعالیٰ من کلام التحفة  
 لا علیہ کما علمت واللہ الحمد۔

کسی پانی سے ضرورت کے وقت تو وضو جائز ہو اور  
 بلا ضرورت جائز نہ ہو، اور جہاں تک نبیہ قر کا  
 معاملہ ہے سو اس میں جو حکم ہے وہ مضد معنی کے خلاف  
 ہے، کیونکہ نص وارد ہے لہذا وہاں قیاس سے عقل  
 کیا گیا ہے جبکہ مطلق پانی نہ ہو، جیسا کہ فقہائے اس کی  
 صراحت کی ہے، اور یہ عنقریب آئے گا، اور یہ  
 چیز یہاں نہیں چل سکتی ہے، پھر انہوں نے خود علیہ  
 میں اعتراض کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ غسل اور  
 ضرورت کی صورتوں میں فرض کی گئی وہ نہیں، کیونکہ  
 شریعت نے مکات کو مطلق پانی سے ضرورت نہ ہونے  
 کی صورت میں مقید پانی کی طرف منتقل نہیں کیا ہے کسی  
 خاص حالت میں، بلکہ ایسی صورت میں اس کی تیسیم

کرنے کا حکم دیا ہے تمام حالات میں، خواہ اس کو جنبہ پانی مل رہا ہو یا نہ مل رہا ہو، نہ اگر یہ مطلق پانی ہے  
 تو وضو مطلقاً جائز ہے، نہ مطلقاً وضو جائز نہیں اور میں کہتا ہوں کہ اعتراض اُس مفہوم پر ہے جو انہوں نے  
 کلمہ سے سمجھا خود کلمہ پر نہیں ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا اللہ الحمد۔ (ت)

(۷۸) پہلوں کے گرنے

(۷۹) تالاب میں سنگ لڑنے کی بل شربانے سے پانی کے سبب اوصاف بدل جاتیں جب بھی حرج  
 نہیں جیت تک رفیق دستیال رہے۔ تنویر الابصارہ در مختار میں ہے،

(رجوز بماء خائض طاهر جامد) مطلقاً (وضو ایسے پانی سے جائز ہے جس میں کوئی جامہ پاک  
 کف اکتھہ و ورق شجر) وان غیر کل اوصافہ (چیز مل گئی ہو) مطلقاً (جیسے خشک میوہ اور درخت  
 فی الاصح ان بقیت ماقہ) ای واسمہ (کے پتے) خواہ اس کے تمام اوصاف کو بدل دیا ہو  
 اھ اقول احتاج الی زیادة واسمہ الکلامہ (ایسی ہی ہے بشرطیکہ اس کی رقت باقی رہی ہو یعنی

فی کل طاهر جامد ومنہ ما یزید الاسم مع  
بقاء الرقة كما یأتی فی الن عفران ونحوہ فلا  
یجوز الوضوء بد موبقاء رقة ونحن فی غنی من  
هذا النقد هنا فانه هنا لا یتبدل الاسم مادام  
الرقة فلذا لم نخرج علیہ ۔

اس کا نام بھی اس میں کتا ہوں ہر طاهر جامد کے ساتھ  
نام کے باقی رہنے کی قید ضروری ہے ، اسی میں یہ بھی  
ہے جس کا نام تو ختم ہو گیا مگر رقت باقی رہی ہو جیسا  
کہ زعفران وغیرہ میں اسے گا تو رقت کے باقی رہتے  
ہوئے بھی وضو جائز نہ ہوگا ، اور یہیں یہ قید لگانے  
کی ضرورت نہیں کہ یہاں نام اس وقت تک تبدیل ہوتا ہی نہیں جب تک کہ رقت باقی رہتی ہے ، اسی لیے ہم نے  
یہ قید نہیں لگائی ۔ (ت)

غرض در میں ہے :

وان غیر اوصافہ فی الاصح (اصح یہ ہے کہ اگرچہ وہ پانی کے اوصاف کو بدل دے ۔ ت)  
عبد الحکیم میں ہے :

هو الاصح بل الصحيح كما قال فی المنہ (یہ اصح ہے بلکہ صحیح ہے ، جیسا کہ قبیع میں فرمایا ۔ ت)  
سراج الودائع وعلیگیر یہ وجوہ نیرو و فتاویٰ غزوی میں ہے :

فان تغیرت اوصافہ الثلثة بوضوح  
اور اراق الاثجار فیہ وقت الغرین فانه  
یجوز بہ الوضوء عند عامة اصحابنا  
رحمہم اللہ تعالیٰ ۔

اگر اس کے تینوں اوصاف موسم خزاں کے پتوں  
کے گرنے کی وجہ سے تبدیل ہو گئے ، تو ہائے اصحاب  
کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے رحمہم اللہ  
تعالیٰ ۔ (ت)

تجلی ، شرح قدوری پھر فتاویٰ غزوی میں ہے :

لو غیر الاوصاف الثلثة بالادراق  
ولم یسلب اسم الماء عنہ ولا معناه فانه  
یجوز التوضوء بہ کما

اگر پانی کے تینوں اوصاف پتوں کے گرنے کی  
وجہ سے متغیر ہو گئے اور اس سے پانی کا نام سلب  
نہ ہوا اور نہ اس کے معنی سلب ہوئے تو اس سے  
وضو جائز ہے ۔ (ت)

۲۱/۱	مطبوعہ کالمیہ بیروت	فرض الغسل	۲۱/۱	مطبوعہ کالمیہ بیروت	۲۱/۱
۱۴/۱	مطبوعہ عثمانیہ بیروت	فرض الوضوء	۱۴/۱	مطبوعہ عثمانیہ بیروت	۱۴/۱
۱۴/۱	مطبوعہ عثمانیہ بیروت	فرض الوضوء	۱۴/۱	مطبوعہ عثمانیہ بیروت	۱۴/۱



نہایت امام سنائی پھر عنایہ وعلیہ وغنیہ و بکر و نھر و مسکین و رد المحتار کتب کثیرہ میں ہے،

المنقول عن الاساتذہ انه يجوز حق  
لوان اوراق الا شجاس وقت الغرقت تقع في  
الجياض فيتغير ماؤها من حيث اللون و  
الطعم والرائحة ثم انهم يتوضون منها  
غير نكیر یہ

رد المحتار میں زیر قول مذکور وہ ان غیر کل اوصافہ فی الاصح فرمایا،

مقابلہ ما قبل انه ان ظهر لون الاوراق  
في الكف لا يتوضون به لكن يشربون و التقيد  
بالكف اشارة الى كثرة التغير لان الصادق  
يرى في محله متغيرا لونه لكن يورفع منه  
شخص في كفه لا يراه متغيرا تأمل آھ۔  
میں کبھی متغیر نظر آتا ہے لیکن اگر اسے چٹو میں اٹھایا جائے تو متغیر نظر نہیں آتا ہے تاہل آھ۔ (ت)

اقول لا ادرى لم امر بالتمسك  
وهو امر صحيح مشاهد هذا من عم يوسف  
چلی فی ذخیرۃ العقوب الاصح ما ذكره المشاعر  
یوید صدر الشریعۃ لانه بقلية لون الاوراق  
صا مسقیم آھ۔

اقول هو سبحانه الله تعالى ليس من  
اهل التزجيج ولم يسند له اعتقاد فلا يعارض  
میں کتا ہوں وہ (رحمہ اللہ) اصحاب تزجج  
سے نہیں ہیں اور انہوں نے کسی قابل اعتناء شخصیت کی طرف نسبت

لے رد المحتار باب المياه مصنف ابوبانی مصر ۱۳۷/۱

لے ایضاً

لے ذخیرۃ العقوب المبحث فی الوجبات لفصل مطبع الاسلامیہ لاہور ۱۳۵/۱

ما عليه الجمهور ونحوه والله الاصح وخص  
 الامام النسفي في المستصفى عن شيخه  
 شمس الاثمة الكوردي انها الرواية الصحيحة  
 كما سيأتي في ۹۷ اما ما استدلل به فمصادرة  
 عن المطلوب وكفى سرده عليه قول المحقق  
 في الفتح تقع الاوراق في الحياض من الخريف  
 فيسر لس فيقان ويقول احدها للاخر ههنا  
 ماء تعال تشرب تنوضاً فيطلقه مع تغير  
 اوصافه بانتفاعها قطرها من اللسان  
 ان المختلط المطلوب لا يسلب الاطلاق اهـ  
 قال المحقق في الحلية لعل ما نقل من وضوء  
 الاساتذة من الماء المذکور كان فيه ادنى  
 تغير في صفاته الثلاثة بحيث لم يزل عنه  
 اسم الماء المطلق اذ ليس كل تغير في مجموع  
 الصفات الثلاث يوجب جعل ذلك السماء  
 مقيد ابل هذا هو الظاهر من حالهم اذ لا  
 يظن بهم الوضوء بالماء المقيد اهـ

بھی نہیں کی تو یہ جموں کے قول سے متعارض نہ ہوگا، جموں نے  
 تصریح کی ہے کہ یہی اصح ہے، اور امام نسفی نے  
 مستصفیٰ میں اپنے شیخ شمس الاثمة کو درجی سے نقل  
 کیا کہ یہی صحیح روایت ہے، جیسا کہ عنقریب میں آئیگا  
 اور جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے تو وہ مصادرہ  
 حل المطلوب ہے اور محقق نے اس کی تردید فتح  
 میں کر دی ہے کہ موسم خزاں میں پتے حوضوں میں  
 گرستے ہیں اب وہاں سے دو دست گزرتے ہیں  
 ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ آدیاں پانی موجود  
 ہے اسے پیتے ہیں اور اس سے وضو کرتے ہیں  
 تو وہ اس پر پانی کا اطلاق کرتا ہے حالانکہ اُس کے  
 اوصاف متغیر ہو چکے ہیں تو معلوم ہوا کہ عام محاورہ  
 میں اس سے پانی کا نام سلب نہیں ہوتا ہے اور  
 محقق نے علیہ میں فرمایا اساتذہ کا جو اس پانی سے  
 وضو کر لینا مذکور ہے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس  
 پانی کے اوصاف میں زیادہ تغیر واقع نہ ہوا ہوگا اتنا  
 کہ اُس سے مطلق پانی کا نام ہی سلب ہو جائے  
 کیونکہ اوصاف ثلثہ کا ہر تغیر پانی کو مقید نہیں بناتا ہے بلکہ اُس کے حالی سے یہی ظاہر ہے، کیونکہ یہ گمان  
 نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ مقید پانی سے وضو کر دیا کرتے تھے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اگر ان کی مراد یہ ہے کہ پانی کے

اقول ان اراد ان كثرة تغير الاوصاف

میرے پاس موجود علیہ کے نسخہ میں اسی طرح ثلثہ میں  
 تار کشا بہت رکھا گیا ہے۔ (ت)

عنه كذا هو في نسخة الحلية باثبات  
 الماء في الثلثة ۱۲ منه غفر له

لے فتح التقریر المار الذی یخو ذر الوضوء  
 سکھر ۶۴/۱  
 لے علیہ

اوصاف میں پتوں کے وقوع سے زیادہ تغیر ہوتا ہے پانی مقید ہو جاتا ہے باوجودیکہ اس کی رقت باقی رہتی ہے، تو یہ بات نہ تو مسلم ہے اور نہ ایسا واقع ہے، کیونکہ پتوں کے گرنے سے جبکہ رقت باقی ہو ہمیشہ پانی کا نام تبدیل نہیں ہوتا ہے اگرچہ اوصاف تبدیل ہوتے رہیں۔ اور اگر ان کی مراد کثرت تغیر سے یہ ہے کہ رقت زائل ہو جائے تو توحی (لفظ لعل) کی حاجت نہیں بلکہ قطعیت کے ساتھ ہی کہنا ہوگا، غایت میں نہایت کی عبارت فعل کرنے کے بعد فرمایا۔ علوی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی رقت باقی ہو، طور اگر پانی پر کوئی دوسری چیز غالب ہوگئی اور اس کی وجہ سے وہ گارھا ہو گیا تو اس سے وضو جائز نہیں ہے پھر علیہ میں فرمایا جیسا کہ یہ ظاہر ہے کہ میدانی کا مذکور جواب پتوں کی اس مقدار سے منسلک ہے جس کی وجہ سے پانی مقید ہو جائے، کیونکہ پتوں کی کثرت کے باعث جب پانی کا رنگ تبدیل ہوتا ہے تو ساتھ ہی مزہ بلکہ بو بھی تبدیل ہو جاتی ہے بشرطیکہ پتوں میں کوئی خاص بو موجود ہو۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس سے کیا ثابت ہوا، آپ نے خود بھی ذکر کیا ہے کہ اوصاف ثلثہ کا ہر تغیر پانی کو مقید نہیں بنا دیتا ہے، اور یہاں کوئی مقید نہ والی رقت کے سوا نہیں ہے اور میدانی کے جواب کی بنیاد یہ ہے کہ پتوں کا رنگ پتوں میں ظاہر ہو جائے، اور

یوقوع الاوراق يجعل الماء مقيداً مع بقاء رقتہ تغیر مسلم ولا واقع فوق وقوع الاوراق مع بقاء الرقة لا يزول اسم الماء اهداوان تغیرت الاوصاف مهمات تغیرت وان اراد بالتغیر الكثير نوال الرقة فلا حاجة الى الترحی بل هو المراد قطعاً قال في العناية بعد نقل النهاية وكذا الشارح في شرح الطحاوی اليه لكن شرطه ان يكون باقياً على رقتہ اما ان اغلب عليه غيره وصار به ثخيناً فلا يجوز ان تم قال في الحلية كما ان الفهران محل جواب السيد المذکور ما بلغ به ما وقع فيه عن الاوراق ان حد المقيد فان تغیر لون الماء بكثرة الاوراق الواقعة فيه يوجب تغیر الطعم بل والمرأحة ايضاً ان كانت الاوراق ذات مرأحة

اقول فكان ماذا فقد ذكرتم ان ليس كل تغیر في الصفات الثلاث جیماً یوجب جعل الماء مقيداً ولا تقيد ههنا الا زوال الرقة والامام السيد اني انما يعني الجواب على ظهور لون الاوراق في الكف وبهذا

القدر جعله مقیداً وبہ صرح عبد الرشید و  
معلوم انہ لا یتلزم الشکاة فافی ینفع  
التاویل ، وعلی اللہ ثم علی رسولہ التعلیل ،  
جل جلالہ وعلیہ الصلاۃ والسلام بالتبجیل۔

(۸۰ و ۸۱) شہرت یا کسم زردی کاٹنے کے لیے پانی میں بھگو دیتے ہیں سبب زردی کٹ آئی پانی  
پھینک دیتے ہیں یہ پانی اگرچہ اس کی رنگت وغیرہ لگتی قابل وضو ہے جبکہ کڑا حانہ ہو گیا ہو ، غائیہ میں ہے ،  
التوضو بزردج العوض یجوز ان کان رقیقاً  
والماء غالباً ۔

اقول والماء اصل واحد فکانہ اضعیف  
الیہ بالعطف علیہ تعلیلانہ ۔

بزانہ میں ہے ،

ماء الزردج والماء یرون والعوض  
لورقیقاً یسئل علی العوض یجوز  
بآیر میں ہے ،

وهو الصحيح کذا اختارہ الساطفی  
والامام السرخسی رحمہما اللہ تعالیٰ ۔

مغرب میں ہے ،

ماء الزردج هو ماء یخرج من العوض  
المنقوع فی طرح ولا یصبغ بہ ۔

زردج کا پانی وہ ہے جو نچوڑے گئے محض  
سے نکلتا ہے پھر اس کو پھینک دیتے ہیں اور

یہ رنگت کے کام نہیں آتا ہے ۔ (ت)

یہ رنگت کے کام نہیں آتا ہے ۔ (ت)

یہ رنگت کے کام نہیں آتا ہے ۔ (ت)

یہ رنگت کے کام نہیں آتا ہے ۔ (ت)



اجزاء علیٰ الماء بمنع التوضی بہ کما لو غلب  
ششی آخری  
یہ کھیاں ڈالی تھی ہوں پاک رہے گا، اس کی وجہ یہ  
کہ ان کپڑوں میں سیال خون نہیں ہوتا ہے، اور  
اگر ان کپڑوں کے اجزاء پانی پر غائب ہو جائیں تو دوسری اشیاء کی طرح اس سے وضو جائز ہوگا (د)  
در مختار میں ہے،

فی الوہابیۃ دود التوضی ما وہ بذریعہ  
ظاہر کدودۃ متولدة من نجاسة۔  
وہابیہ میں فرمایا ریشم کا کپڑا، اس کا پانی،  
اس کا انڈا اور اس کی بیٹ اسی طرح پاک ہے  
جس طرح نجاست پیدا ہونے والے دوسرے کپڑوں کا حکم ہے۔

رد المحتار میں شرح وہابیہ لعلامہ عبدالمجید ہے،  
یستدل ان المراد ما یوجد فیما  
یصلح منه قبل ادراک و هو شبیہ باللبن او  
الذی یغلی فیہ عند حله حیثاً۔  
ہو سکتا ہے کہ پانی سے مراد وہ پانی ہو جو ان کپڑوں میں  
پایا جاتا ہے جو پیوں کے پکتے سے پختے ہی ہلاک  
ہو جاتے ہیں، یہ پانی دوسرے مشابہ تر یا وہ پانی  
ہو سکتا ہے جس میں گوشت نکالتے وقت ڈالا جائے۔ (د)

۸۶) پانی میں جند تک یا کئی آبی یا ذریعہ غیر آبی جس میں نون سائل نہ ہو جیسے زنجور، کرشم،  
مٹکی وغیرہ سوائے اُس سے وضو جائز ہے اگرچہ پرہہ درہ ہو کہ اس کے اجزاء پانی میں ایسے مل جائیں کہ جُدا  
نہ ہو سکیں بشرطیکہ پانی اپنی رقت پر رہے، ہاں اس حالت میں اس کا جینا یا شور یا کرنا حرام ہوگا جبکہ وہ جانور  
حرام ہوا، اگر ٹیری یا غیر طائی پھل ہے تو یہ بھی جائز، در مختار میں ہے،

لو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز ان وضو  
به لاشربہ لحرمة لحمه قال ش عن البحر لانه  
صار من اجزاء فی الماء فیکو المشرب  
متحرکاً۔  
اور اگر پانی میں جند کہ کی قسم کی کوئی چیز پھول  
پھٹ جائے تو اُس سے وضو جائز ہے جینا جائز  
نہیں کہ اس کا گوشت حرام ہے، جس نے بحر سے نقل  
کرتے ہوئے فرمایا اس نے کہ اس کے اجزاء پانی  
میں شامل ہو گئے تو اس کا جینا مکروہ تحریمی ہوگا۔ (د)

ملہ جواہر افتادی

ملہ در مختار	باب انیاء	مجتہد فی دہلی	۳۵/۱
ملہ رد المحتار	"	مصطفیٰ البانی مصر	۱۳۵/۱
ملہ در مختار	"	مجتہد فی دہلی	۳۵/۱
ملہ رد المحتار	"	مصطفیٰ البانی مصر	۱۳۶/۱

اقول کل مالادم فیہ حرام غیر الجوز  
والسمنک الغیر الطاقی واذا اختلطت اجزؤہ  
بالماء فاحترادھا فی شریہ متیقن غای وجہ  
النزول من الحرمة الی . کراهة التحريم  
وسراجعت البحر فوجدت نصه هكذا  
عن محمد بن محمد بن الله تعالى اذا تفتت  
الضفدع في الماء كرهت شربه لا للتنجاسة  
بل للحرمة لحمه وقد صارت اجزاءه في  
الماء وهذا التحريم بان كراهة شربه تعريفة  
وبه صرح في التبيين فقال يحرم شربه .  
کی وجہ سے اور اس حرام گوشت کے اجزاء پانی میں بھی شامل ہو گئے ہیں، یہ اس امر کی صراحت ہے کہ اس کے  
پینے کی کراہت تحریمی ہے اور اسی کی تصریح تجنیس میں ہے، فرمایا کہ اس کا پینا حرام ہے۔ (ت)

اقول الكراهة في حرف القد مناء  
احم من الحرمة يقولون اكره كذا او المص  
احرمه سراجم کتاب فصل القضاء فی رسم  
الافتاء فمضى قول البحران الكراهة في  
كلام الامام للتحريم الاترى في قوله وبه  
صرح في التبيين وانما صرح بانه حرام .

میں کتا ہوں ہر وہ جانور جس میں خون نہ ہو  
وہ حرام ہے سوائے مڈھی اور اُس پھل کے جو مڑہ  
حالت میں سطح سمندر پر تیرتی ہوئی نہ پانی گئی ہو،  
اور جب اس کے اجزاء پانی میں مل جائیں تو ان کا  
پیتے وقت پانی میں شامل ہونا یقینی امر ہے تو پھر  
حرمت سے گشت کو کراہت تحریم کا حکم کیوں لگایا گیا؟  
میں نے بحر کو دیکھا تو اس میں یہ تھا امام محمد سے  
مردی ہے جب چند گ پانی میں پھول پھٹ جائے تو  
میں اس پانی کے پینے کی کراہت کا قول کر دوں گا اس کی  
نجاست کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے گوشت کی حرمت  
کی وجہ سے اور اس حرام گوشت کے اجزاء پانی میں بھی شامل ہو گئے ہیں، یہ اس امر کی صراحت ہے کہ اس کے  
پینے کی کراہت تحریمی ہے اور اسی کی تصریح تجنیس میں ہے، فرمایا کہ اس کا پینا حرام ہے۔ (ت)

میں کتا ہوں کراہت کا لفظ متقدمین کے طرف  
میں حرمت کو بھی عام ہے وہ فرماتے ہیں میں اس کو  
مکروہ سمجھتا ہوں اور مراد یہ ہوتی ہے کہ میں اس کو حرام  
سمجھتا ہوں۔ دیکھئے میری کتاب فصل القضاء فی رسم  
الافتاء تو بحر کی مراد یہ ہے کہ امام کے کلام میں کراہت  
سے مراد تحریم ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا وہ صرح  
في التبيين اور اس میں ان کی تصریح یہ ہے کہ حرام ہے۔ (ت)

(۸۷) چاول کچڑی دال دھوکہ ڈالے جاتے ہیں ان کے دھونے سے جو پانی بچا قابل وضو ہے جب تک  
بے وضو نہ ہو دھونے ہوں اگرچہ اس کے دھونے میں ضرر و فیر آجاتا ہے بلکہ اگرچہ مڑہ دھو بھی بدل جائیں۔  
میں کتا ہوں یہ میرے نزدیک متفقہ طور  
پر ہے، یہاں تک کہ جو حضرات چٹوں اور باقلی (لوبیا)

اقول وهذا عندی دافعا حتى ممن  
يجعل ماء المحمص والباقلاء المنقوعين

فیه مقید الان بموجود الفضل لایسوی الیہ  
ما یسری بالنقع والتغیر الذی یحدث  
به لیس للجب بل لما علیہ من ذہوا الغیاہ  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

کے صاف کئے ہوئے پانی کو مقید قرار دیتے ہیں وہ  
بھی اسی کے قائل ہیں، کیونکہ صرف دھونے سے  
پانی میں وہ اثر پیدا نہیں ہوتا ہے جو صاف کرنے  
ہوتا ہے، اور جو تغیر پانی میں پیدا ہوتا ہے وہ

دانہ کے باعث نہیں ہے بلکہ اس کے اور بخار کی وجہ سے ہے (اللہ تعالیٰ اعلم۔) (ت)

(۸۸) جس پانی میں پتے بھگوئے گئی ہی دیر بھیگے دیں تحقیق یہ ہے کہ اُس سے وضو جائز ہے  
مگر یہ کرمیج کے اجزاء اُس میں مل کر اُسے نماز حاکم دیں کہ اپنی رقت و سیلان پر باقی نہ رہے۔

(۸۹) یوں ہی جس میں باقلا بھگوئیں یوں ہی ہرنیج۔ مختصر امام ابو الحسن قدوری میں تھا،

لا یمیز بوجز الوضوء، بساء غلب  
علیہ خیرہ فاخرجه عن طبع الماء کما الباقلا  
والمرق۔

نہیں (یعنی وضو جائز نہیں) اُس پانی سے  
جس پر اُس کے غیر کا غلبہ ہو گیا ہو اور اس وجہ سے  
پانی کو اس کی طبیعت سے خارج کر دیا ہو، جیسے  
باقل کا پانی اور شوربہ۔ (ت)

اس پر ہدایہ میں فرمایا:

المراد بساء الباقلا وغیرہ ما تغیر  
بالمطبخ فان تغیر بدون المطبخ یجوز التوضی  
به آھ واقراء علیہ فی الفتح والعنایة و  
تبعہ فی الجوہرۃ فقال قوله وما الباقلا  
المراد بالمطبوخ بحیث اذا ہرثحن وام  
لم یطبخ فہو من قبیل وتجوز الطہارۃ بما  
خالطہ شیء طاهر آھ

باقلا کے پانی سے مراد وہ پانی ہے جو پکانے  
جانے کی وجہ سے متغیر ہو گیا ہو اور اگر بنا پکانے  
متغیر ہو گیا ہو تو اُس سے وضو جائز ہو گا اور  
اس کو اس پر برقرار رکھا فتح اور عنایہ میں اور جوہر  
میں اس کی متابعت کی اور فرمایا، ان کا قول آہ  
باقل کا پانی "اس سے مراد پکا ہوا پانی ہے جو ٹھنڈا  
کئے جانے پر گاڑھا ہو جاتا ہے، اور اگر اس کو

پکا یا نہ گیا ہو تو یہ اس پانی کی طرح ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

حکم یہ بھی ایک معروف غلط ہے اگرچہ یہاں اس کا راجح نہیں اس کی پیدیاں پکاتے ہیں سالن کی جگہ استھانی کرتے ہیں؟

مکتبہ نعیمی لاہور	ص ۶	مکتبہ قدوری
مکتبہ عربیہ کراچی	۱۸/۱	مکتبہ الباریۃ
اداریہ ملتان	۱۳/۱	مکتبہ جہانگیر



میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ شیخ الامام پر ادرہم  
پر رحم فرمائے۔ ابراہیم کی گفتگو اس صورت سے  
متعلق ہے جب کہ پانی کو اس کی طبیعت سے نکالیے  
مثلاً یہ کہ اس میں اس کے اجزاء مل جائیں اور وہ  
ٹکڑھا ہو جائے اور اس کی رقت باقی نہ رہے تو  
ایسی صورت میں اس سے وضو جائز نہ ہوگا خواہ  
پکایا نہ گیا ہو اور وقایہ میں فرمایا کہ اُس پانی سے  
جو دوسری شے کے غلبہ کی وجہ سے اپنی طبیعت  
سے خارج ہو گیا ہو یا پکائے جانے کی وجہ سے  
طبیعت مار سے خارج ہو گیا ہو جیسے باقلی (لوبیا)  
کا پانی یا شوربہ۔ امام شافعی نے فرمایا اس سے مراد  
یہ ہے کہ اس کو پانی کی طبیعت سے خارج کر دے  
اور پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ہے اور باقلی  
(لوبیا) کا پانی اُس پانی کی نظیر ہے جس پر دوسرے  
اجزاء غالب آگئے ہوں اور شوربہ اُس پانی کی مثال ہے جس کو  
پکایا گیا ہو تو اس پر دوسری شے غالب آجائے اور اصلاح اور  
ایضاح میں ہے کہ نہ اُس پانی سے کہ جس کی طبیعت  
زائل ہو گئی ہو یعنی رقت اور سیلان، اور یہ دوسری

اقول رحمہ اللہ الشیخ الامام وسجدنا  
بہ کلام ابن الحسن فیما اذا اخرجہ عن  
طبع الماء بان اخلطت فیہ اجزائہ فسخن  
ولم یبق سقیقا و حیث لا یجوز التوضی  
بہ وان لم یطبخ وقد قال فی الوقایۃ لا یجاء  
شوال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء او باطبع کماء  
الباقلی والمرق فعلم الامام الشافعی المراد  
بہ ان یخرجہ عن طبع الماء وهو الرقة والسیلان و  
ما الباقلی نظیر ما غلب علیہ غیر اجزاء والمرق نظیر ما  
غلب بالطحین ثم فی الاصلاح والایضاح لا یجاء  
شوال طبعہ وهو الرقة والسیلان بغلبۃ  
غیرہ اجزاء کماء اباعلا ثم نعم الظاهر المراد  
عن الذخیرۃ والتسمیۃ عن السیدانی وتبعہ  
صدرا الشریعۃ من قیاس ما تون یوقوع  
الادواق علی ماء الباقلی ان المراد ما نقص  
فیہ غیرہ وصفا لا ذاتا وهو خلاف المعتمد  
طغی الخانیۃ یجوز التوضو بماء الباقلی فیہ  
محض ادباق لا لیجتل وتغیر لونه وطعمہ

اللہ تعالیٰ کے لیے محمد ہے اللہ پاک نے وہ کھول دیا ہے  
جس کے ذریعے کلام میٹھتا ہے، مقصود واضح ہوتا ہے  
اور وہ ختم ہوتے ہیں جیسا کہ فصلی ٹائٹل کے چھٹے ضابطہ  
میں آئے گا۔ (ت)

محسہ الحسد لله فتح المولى سبحانه وتعالى  
بنى يصحح الكلام ويوضح المرام وينزيل  
الاولهام كما ياتيك في سادس هذه ابواب الفصل  
الثالث ان شاء الله تعالى ۱۲ منه غفر له وحفظ ربه

ولكن لم تذهب رفته آهو و في الفتح في النايح  
لوقم الحمص والباقلاد وتغير لونه وطعمه  
وس يجه يجوز التوضي بد آهو ومشله عنها  
في نأوى الغزى ومشله في المنية وعزاه في  
الحلية للنتقط وتجنيس المنتقط والظهيرية.

کہا کہ اس سے مراد وہ پانی ہے جس میں کسی چسیہ کو صاف کیا گیا ہو، جس سے پانی کا وصف بدل گیا ہو نہ کرات  
بدل ہو، اور یہ معتد کے خلاف ہے، غایہ میں ہے کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں پختہ ڈال دئے گئے ہوں یا  
باقل (لوبیا) ڈال دیا ہو تاکہ تر ہو جائے اور اس سے اس کا رنگ اور مزاج بدل گیا ہو لیکن اس کی رقت ختم نہ  
ہوئی ہو اور فتح میں ہے یا بیع میں ہے کہ اگر چنوں اور باقلی کو پانی میں صاف کیا جس سے پانی کا رنگ، مزاج اور  
بُودل گئی تو اُس سے وضو جائز ہے اور اسی کی مثل اس سے فحاشی غزوی میں ہے اور اسی کی مثل غبیہ میں ہے اور علیہ  
میں اس کو منتقط اور تجنیس منتقط اور ظہیریہ کی طرف منسوب کیا (ت)

**فائدہ** : اقول یہاں سے ظاہر ہوا کہ گھڑے کے دانے سے جو پانی تو بڑے میں پکے ہے قابل وضو  
ہے جبکہ رقیق سائل ہوا اور اسے بے وضو یا نہ نہ نکالنا جو کہ مذہب صحیح میں گھڑے کا جھوٹا قابل وضو ہے۔ در مختار  
میں ہے :

وسر ما کول لحم و جنبه الفرس في  
الاصح طاهر طهر سور بلا کرا حقہ۔

وہ جانور جن کا گوشت حلال ہے ان کا جھوٹا  
پاک ہے اور اس سے بلا کراہت طہارت حاصل  
ہوتی ہے اور گھڑا ابھی انہی میں سے ہے صحیح قول کے مطابق (ت)

(۹۰) یہ جو اور ۲۔  
(۹۱) گائے بھینس بکری وغیرہ حلال جانوروں کا جھوٹا جبکہ اُس وقت اُن کے منہ کی نجاست نہ معلوم ہو  
اگرچہ زہر اور بعض نے کہا کہ زکا جھوٹا ناپاک ہے کہ اُس کی عادت ہوتی ہے کہ جب مادہ پشیا پ کرے اپنا منہ  
وہاں نکال کر سٹو گھٹاتا ہے نیز زمین پر اگر اس کا پشیا پ پڑا پائے تو اسے کریم طہارت ہے۔ در مختار

۹/۱	فرکشر کفتر	فیہالہ یوزیر التوضی	لے قاضی خان
۶۵/۱	سکھ	فصل فی البئر	لے فتح القدر
۲۰/۱	مجتبائی دہلی		لے در مختار

میں ہے :

پاکو کہ ہے کے جھوٹے کی طہریت مشکوک ہے طہارت  
مشکوک نہیں اصح قول کے مطابق مدت،

سؤر حمار اہلی و لود ذکر فی الاصح مشکوک  
فی طہریتہ لا طہارۃ لہ

رواۃ میں ہے :

اس کا قول فی الاصح "یر قاضی خان کا قول ہے  
اور اس کے مقابل اس کی نجاست کا قول ہے  
اس لیے کہ اس کا منہ پیشاب کو سونگھنے کی وجہ سے  
نجس ہو جاتا ہے، بدائع میں فرمایا یہ درست نہیں  
کیونکہ یہ بات محض دہم ہے، عام طور پر ایسا نہیں ہوتا ہے  
تو جو ثابت ہے اس کے ازالہ میں موثر نہ ہو گا

قوله فی الاصح قالہ قاضی خان ومقابلہ القول بخلاف  
لانہ ینجس فہم بشم البول قال فی البسۃ اثم  
وہو غیر سدید لانہ امر موصوف لا یغلب  
وجودہ فلا یؤثر فی ازالۃ الثابت بجمہر

کیونکہ یہ بات محض دہم ہے، عام طور پر ایسا نہیں ہوتا ہے  
تو جو ثابت ہے اس کے ازالہ میں موثر نہ ہو گا  
بکراہ - (ت)

میں کہتا ہوں اگر مناسط (علت) نادر ہوتا ہے  
تو بکرے کے جھوٹے کا نجس ہونا بھی ظاہر ہو گا،  
کیونکہ وہ بکری کے پیشاب کو تو کم ہی سونگھتا ہے مگر  
یہ عمل دن میں کئی بار اس سے سرزد ہوتا ہے کہ وہ  
اپنا ذکر فٹکاتا ہے اور ندی اور پیشاب دونوں اس  
سے نکلتے ہیں، تو وہ بکرہ اس ذکر کو چوستا ہے  
بکرہ اس کی وجہ میرے نزدیک (واللہ اعلم) یہ ہے  
کہ خشک ہونا حیوانات کے بدن میں سبب طہارت  
ہے جیسا کہ زمین کا حال ہے اور ہم نے توفیق اللہ

اقول ان کان المناسط المندرة یظهر  
تنجیس سؤر التیس خان مشہد بول العز  
انکان نادرا خانہ یتکرم منہ کل یوم مرزا  
اندید فی ذکرہ الذی و البول نابضان  
فیصعب بل الوجه عندی واللہ تعالیٰ اعلم  
ان الجفاف سبب الطہارۃ فی ابدان  
الحيوانات کما فی الامراض وقد حققناہ  
بتوفیق اللہ تعالیٰ فی باب الانجاس من  
فتاویٰ اللہ تعالیٰ اعلم۔

اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ کے باب الانجاس میں کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اقول ہاں اگر دیکھیں کہ بیل وغیرہ نے مادہ کا پیشاب سونگھ لیا بکرے نے اپنا آلہ تناسل نکال کر چوسا  
اور اس وقت ندی اور بول نکل رہے تھے اور قبل اس کے کہ اس کا منہ پاک ہو جائے پانی میں ڈال دیا تو

اب بیشک پانی ناپاک ہو جائیگا اور اگر چار برتنوں میں منہ ڈالا تو پیٹے میں ناپاک ہیں چوتھا پاک و قابل و صواب۔ اسے  
نمبر ۲۲ کے ساتھ لکھا تھا مگر ارادۃ الیہد یونی واقع ہوا ولہ الحمد علی ما صنیع ، وعلی ما اعطی وعلی  
ما منیع ، وعلی اللہ تعالیٰ ویا ربک وسلم علی الشفیع الشفیع ، واللہ وصحبہ وایتہ وجزبہ اجمع۔  
(۹۲) پانی میں کوہنہ پڑ گیا جس سے اس میں سخت بدبو آگئی مگر گارہا نہ ہو گیا اس سے وضو جائز ہے۔

فتاویٰ زینیہ میں ہے ۱

مسئل من الماء الشفیر بعد بالقطران  
هل یجوز الوضوء منه ام لا اجاب نعم یجوز  
اھ والقطران بالفتح ویا نکر کظریان عصاة  
الابھل والاسری قاموس والاسری شری العنوبر  
قالہ ابو حنیفۃ تاج العروس ومثله فی  
بلادنا ما ذکرہ۔

سوال کیا گیا کہ وہ پانی جس کی بدبو کو تار کی وجہ  
سے متغیر ہو گئی ہو، کیا اس سے وضو جائز ہے؟ تو  
انہوں نے جواب دیا: ہاں، اور قطران بالفتح اور  
یا نکر ظریبان کی طرح ابھل اور اسری کے ناموں اور اس  
عنوبر کے درخت کا پھل ہوتا ہے، یہ ابو حنیفہ کا  
قول ہے تاج العروس، اس قسم کا ہمارے ملک میں  
ہوتا ہے جیسا میں نے ذکر کیا۔ (د ت)

اقول مگر بدبو خستہ اگر کر وہ ہونا چاہئے خصرہا اگر اس کی بدبو نمازیں باقی رہی کہ باعث کراہت  
تحریری ہوگی۔

(۹۳) پانی میں روٹی بھگوئی اس کے قوار اجزاء جلد منتشر ہو جاتے ہیں مگر جب تک پانی کو ستر کی طرح  
گارہا نہ کریں رقیق و ستیاں رہے قابل وضو ہے اگرچہ رنگ مزہ، بوسب بدل جائیں، قاتیہ میں ہے ۱  
لویل الخبز بالماء وبقی سقیقا جائزہ الوضوء۔ اگر روٹی کو پانی میں بھگو یا (ورہ) پانی پتلا رہا تو اس  
سے وضو جائز ہے۔ (د ت)

(۹۴) یونی جس میں آم بھگوئے۔

(۹۵) اقول اسی طرح گشت کا دھوئی اگرچہ پانی میں ایک گونہ شرفی آجائے کہ صحیح مذہب میں

۱۳۲/۲	مصر	کتب الطہارۃ	کتبہ اسلامیہ کونست	۳
۳۰۹/۵	بیروت	باب الارافصل العاف	مصر	۱۳۲/۲
۳۰۹/۵	بیروت	فیما لا یجوز بہ الوضوء	نور کشف وکشف	۹/۱

گوشت کا خون بھی پاک ہے نہ کہ وہ سرخی کہ بعض جگہ اس کی سطح پر ہوتی اور پانی میں دھل جاتی ہے۔ رد المحتار میں ہر ازید سے ہے :

الدم الخارج من اللحم الممزول عند القطع ان منه فطاہر و کذا دم مطلق اللحم۔  
 دہلے گوشت سے نکلنے والا خون کاٹتے وقت، اگر اس سے نکلے تو پاک ہے اور اسی طرح مطلق گوشت کے خون کا حکم ہے۔ (ت)

(۹۶) صابن

(۹۷) اُشنان کہ ایک گھاس ہے اسے خرمن بھی کہتے ہیں۔

(۹۸) ریمان جسے اُس بھی کہتے ہیں۔

(۹۹) بابونہ

(۱۰۰) خلی

(۱۰۱) بیری کے پتے کہ یہ چربزی میں لکٹنے اور زیادہ بظرافت کو آب غسل میں مشاغل کی جاتی ہیں اس سے غسل و وضو جائز ہے اگرچہ اوصاف میں تغیر آجائے بہت کم قدرت باقی رہے فقہ امام ابو الحسن میں ہے :

يجوز الطهارة به ، مخالطة شيء طاهر  
 فغير واحد اوصافه كماء البند والماء الذائب  
 اختلط به الطين او الزعفران او الصابون  
 او الاشنان الخ  
 اُس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز ملے کہ اُس کے کسی وصف کو بدل دے جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس میں دودھ، زعفران، صابون یا اُشنان مل جوں۔ (ت)

اس پر ہرہ نیرہ میں ہے :

فان غير وصفين فعلی اشارة الشیخ  
 لا يجوز الوضوء ، ولكن الصبيح انه يجوز  
 كذا فی المستصفی  
 تو اگر وہ اس کے دو اوصاف کو بدل دے تو شیخ کے اشارہ کے مطابق اس سے وضو جائز نہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی المستصفی۔ (ت)

طہر میں ہے :

التقييد باحد الاوصاف الثلثة فيه  
 تین میں سے ایک وصف کے ساتھ مقید کرنے

۱۲/۴	پشاور	السابغ فی الغبس	سہ ہر ازید مع السندیہ
۶ ص	مجیدی کانپور	الطہارت	سہ قدوری
۱۳/۱	ابو دین علی	"	سہ جہرہ نیرہ

میں نظر ہے۔ کیونکہ شیخ حافظ الدین نے مستقیماً میں اپنے شیخ علامہ کردری سے نقل کیا ہے کہ صحیح روایت اس کے برخلاف ہے۔ (ت)

مصنف کا قول فقیر واحد اوصافہ اس کے ساتھ تفسیر مفید نہیں ہے یہاں تک کہ اگر تینوں اوصاف اشتان، صابون یا زعفران سے بدل گئے اور اس سے نہ تریانی کا نام سلب ہوا اور نہ معنی سلب ہوئے تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

صابون اور عرض (اشتان جس سے کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے ہیں) کے پانی کی رقت و لطافت اثر باقی رہی تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

(۱۰۲ تا ۱۰۷) یہی چہ چیزیں اگر پانی میں ڈال کر جوش دی جائیں جب بھی وضو جائز ہے جب تک وقت باقی ہے، چاہے میں ہے۔

اگر پانی دوسری چیز کی ملاوٹ کے بعد پکائے گئے متغیر ہو گیا تو اس سے وضو جائز نہیں، البتہ اگر اس میں ایسی چیز ڈال کر پکائی گئی جس سے لطافت میں زیادتی مطلوب ہو جیسے اشتان وغیرہ کیونکہ مردہ کو کبھی پیری (کے پتے) ڈال کر اُبلے ہوئے پانی سے غسل دیا جاتا ہے، اور یہ حدیث میں بھی مذکور ہے،

نظر فقد نقل الشيخ حافظ الدين في المستصفى عن شيخه العلامة الكردري ان الرواية الصحيحة خلافة له

بجانب شرح کردری میں ہے،

قول المصنف فقير واحد اوصافه لا يفيد التقييد به حتى لو تغيرت الاوصاف الثلاث بالاشتات او الصابون او الزعفران ولم يسلب اسم المادة عنه ولا معناه فانه يجوز التوضؤ به

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے،

ماء صابون و عرض ان بقیت رقتہ و لطافتہ جائز التوضؤ به

ان تغیر باطلیح بعد ما خلط به غیرہ لایجوز التوضؤ به الا اذا اطلخ فیہ ما یقصد به المبالغة فی التطافة کالاشتان ونحوه لان المیت قد یغسل بالماء البیض اخی بالمسح بذلك و مدت السنة الا ان یغلب ذلک علی السجاء فیصیر کالمسویق

لے علیہ

ملک سنہ فیصل آباد ۱۸۹/۱  
فکشتور مکتونو ۹/۱

باب الماء الذی یجوز بہ التوضؤ  
فیما لا یجوز بہ التوضؤ

المخلوط لزو الی اسم الماء شتمہ۔

ہاں اگر اس قسم کی چیزیں پانی پر غالب آجائیں اور وہ

پانی مستوروں کی طرح ہو جائے تو وضو جائز نہیں کہ اس پر پانی کا اطلاق نہ ہو گا۔ (ت)

فتاویٰ شیعہ الاسلام مغزی میں ہے :

ماء المصابون لوسر قیقا یسید علی العضو یجوز  
الوضوء بہ وکذا الواغلی بالاشنان وامن  
تخن لاکما فی البزازیة۔

صابون کا رقیق پانی جو اعضا پر ہے اس سے وضو جائز  
ہے، اسی طرح اگر پانی میں آشنان ڈال کر جوش دیا گیا  
تو وضو جائز ہے اگر وہ گاڑھا ہو جائے تو وضو جائز  
نہیں کہ فی البزازیة۔ (ت)

خانیہ میں بعد عبارت مذکورہ الفاظ ہے :

و کذا الوطیخ بالماء ما یقصد بہ المبالغة  
فی التنظيف کالسدر والخوض وان تغیر لونه  
ولکن لم تذہب سقته یجوز وان صمد  
شغیرا مثل السویق لایکفی

اور اسی طرح اگر پانی میں ایسی چیز کو جوش دیا گیا جس سے  
نفاقت میں مبالغہ مقصود ہو، جیسے بری (کے پتے)  
اور عرص، خواہ اس کا رنگ بدل جائے لیکن اس کی قوت  
ختم نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر مستوروں کی  
طرح کا نامی ہو جائے تو جائز نہیں۔ (ت)

شہید وغیرہ میں ہے :

(مذکر فی الصحیح لوقوضاء بماء اغلی بالاشنان  
او باس جاش الوضوء بہ ما لم یغلب علیہ)  
بانہ اخرجه عن سقته

(محیط میں ذکر کیا کہ اگر کسی نے ایسے پانی سے وضو کیا  
جس کو آشنان یا آس (ایک دھت جو ریکال کے  
نام سے مشہور ہے) میں جوش دیا گیا تو اس سے وضو  
جائز ہے بشرطیکہ وہ پانی پر غالب نہ ہو کہ اس کو اس کی وقت سے نکال دے۔ (ت)

علیہ میں ہے :

فی الذخیرة وائمة الفتاویٰ العسفری نقلا  
ذخیرہ اور تہ فتاویٰ عسفری میں ابو یوسف سے

لہ البدایہ کتاب الطہارة مکتبہ حریریہ کراچی ۱۸/۱

لہ فتاویٰ مغزی

لہ فتاویٰ قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی نوکثرہ مکشورہ ۹/۱

لہ غنیۃ المستملی اسکام المیاء سبیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱

عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اذا طبع الاس  
او البایونج فی الماء فان غلب علی الماء حتی  
یقال ماء البایونج والاس لایجوز التوضی  
به انتهى وعزی الی الاجناس بما نصه قال  
محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الماء الذی یطیب  
فیہ الریحان او الاشنان اذا لم یتغیر لونه حتی  
یحمر بالاشنان او یسود بالریحان وکانت  
الغالب علیہ الماء فلا یاس بالوضوء به فمحمد  
یراعی لون الماء و ابویوسف غلبۃ الاجزاء  
ثم فی التستیمۃ والذخیره والمخاض من  
مذهب ابی یوسف ان کل ماء خلط بشئ  
یناسب الماء فیما یقصد من استعمال الماء  
وهو التطہیر فالوضوء به جائز بشرط ان  
لا یغلب ذلک المخلوط علی الماء حتی لا تزول  
به الصفة الاصلیة وهی الرقة و ذلک مثل  
المصابون او الاشنان وان کان ذلک المخلوط  
لا یناسب الماء فیما یقصد من استعمال الماء  
فلی بعض الروایات اشترط لمتعم جواز  
الوضوء غلبۃ ذلک الشئ الماء وفي بعض  
الروایات لم یشرط ومحمد اعتبر فی  
جنس هذه المسألة غلبۃ المخلوط الماء  
لنعم جواز التوضی ولكن فی بعضها اشار الی  
الغلبة من حیث اللون وفي بعضها اشار الی  
الغلبة من حیث الاجزاء بحیث تسلب صفة  
الرقة من الماء ویبذلها بقصد هـ

مستقر ہے جب اس بایونج کو پانی میں ملا دیا جائے اور پانی پر غالب نہ رہے  
یہاں تک کہ بایونج یا اس (ایک وضو جو ریکائی کے  
نام سے مشہور ہے) کو پانی گھلانے لگے تو اس سے  
وضو جائز نہیں آتی، اور اجناس کی طرف منسوب  
کیا گیا ہے کہ امام محمد نے اس پانی کی بابت فرمایا جس  
میں ریکائی (پھول) یا آشنائی کو جو شہ دیا گیا ہو  
اور اس کا رنگ تبدیل نہ ہوا ہو، یعنی نہ تو آشنان  
کی وجہ سے سرخ ہوا ہو اور نہ ریحان کی وجہ سے سیاہ  
ہوا ہو اور اس پر پانی ہی کا غلبہ ہو تو اس سے وضو  
کرنے میں حرج نہیں، تو امام محمد پانی کے رنگ کا  
اعتبار کرتے ہیں اور ابویوسف غلبۃ اجزاء کا اعتبار  
کرتے ہیں، پھر محمد اور ذخیرہ میں ہے کہ ابویوسف کے  
مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو پانی سے مناسبت  
رکھتی ہو اور پانی کے استعمال سے جو مقصود ہے اس کے مطابق ہو  
اگر وہ پانی میں مل جائے تو وہ مطہر ہے اس سے وضو  
جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ مخلوط شے پانی پر غالب ہو  
تاکہ پانی کی صفت اصل یعنی رقت زائل نہ ہو۔ اس  
کی مثال صابون اور آشنان ہے اور اگر یہ مخلوط پانی  
سے مناسبت نہ رکھتی ہو اور پانی کے استعمال سے  
جو مقصود ہے اس سے مطابقت نہ رکھتی ہو تو بعض  
روایات کے مطابق اس سے وضو کا حکم جواز اس شرط  
کے ساتھ مشروط ہوگا کہ یہ شے پانی پر غالب آجائے  
اور بعض روایات میں کوئی شرط نہیں، اور امام محمد  
اس طرح کے مسئلہ میں پانی پر مخلوط شے کے غلبہ کا اعتبار  
کرتے ہوئے اس سے وضو جائز قرار نہیں دیتے



وہی الشفونة انتہی ہے

لیکن بعض روایات میں اس طرف اشارہ ہے کہ غلبہ

مراد رنگ میں غلبہ ہے اور بعض میں اشارہ غلبہ میں حیث الاجزاء مراد ہے کہ پانی کی صفت رقت سلب ہو جائے اور اس کے بدلے میں گاڑھا پن (کس میں پیدا ہو جائے انتہی - ۱۰۳)

نیز علیہ میں ایک کلام بدائع نقل کر کے فرمایا،

ذكر فيها وفي التحفة ومحيط مرضى الدين و  
وقادى قاضى خان وغيرها اذا كان الخاطى  
مما يطبخ الماء به او يخلط لزيادة التطهير  
لا يمتنع التوضى به ولو تغير لون الماء  
وطعمه وذلك كالصابون والاشنان والسكا  
الا اذا صار غليظا بحيث لا يجرى على العضو  
فانه يجب ان لا يجوز لانه نزل عنه اسم  
الماء اهـ

اس میں اور تحفہ اور محیط مرضی الدین اور قاضی خان  
وغیرہ میں ذکر کیا کہ پانی میں مخلوط شی اگر اس قسم کی ہے  
کہ اس کو پانی میں پکانے یا خلط کرنے سے مقصود  
تطہیر میں زیادتی ہوتی ہے تو اس سے وضو بارز  
ہے اگرچہ پانی کا رنگ اور مزہ تبدیل ہو گیا ہو، جیسے  
صابن، اشنان اور ہیری (کے پتے)، ہاں اگر  
پانی اتنا گاڑھا ہو گیا کہ اس کا سیلان ختم ہو گیا اور  
و وضو پر پہننے کے لائق بھی نہ رہا، تو اس صورت

میں اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ اب اس سے پانی کا نام ہی سلب ہو گیا ہے اح - (۱۰۴)

اقول واضفت الخطى اخذا

قاله في الجنازة يغسل رأسه و لحيته  
بالخطى ان وجد والا فبالصابون ونحوه  
تنوير وفي التبيين اغتسل صلى الله تعالى عليه  
وسلم وغسل رأسه بالخطى وهو جنس  
واكتفى به ولم يصب عليه الماء

میں کہتا ہوں میں نے ذکر وہ اشیا میں خطی  
کا اضافہ کیا ہے، یہ فقہاء کے اُن اقوال کی روشنی میں ہے  
جو انہوں نے جنازہ میں ذکر کئے ہیں فرماتے ہیں میت  
کے سر اور دائیں کو خطی سے دھویا جائے اگر میسر ہو،  
ورنہ صابن وغیرہ سے دھوئیں اور یہ تنویر میں ہے اور  
تبیین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا

اور جنابت کی حالت میں اپنے سر کو خطی سے دھویا اور اسی پر اکتفا کیا اور اس پر مزہ پانی نہ بہایا - (۱۰۵)

۱۰ علیہ

۱۱ علیہ

۱۲ در مختار صلوۃ الجنائز مجتہائی دہلی ۱۲۰/۱

۱۳ تبیین الحقائق کتاب الطہارت بلاق مصر ۲۱/۱

(۱۰۸ و ۱۰۹) اقول دوا یا غذا پانی میں پکانے کو ڈالی اور آپکے کی گروہ شے ابھی کچی ہے اور

پانی کا رخا نہ ہو گیا تو اس سے وضو جائز ہے،

لانہ لم یوجد الطبخ ولا شوال الطبخ فلا  
الاسم قال ش عن انعاموس الطبخ هو الانضاج  
استواء الله وقال في الغنية القاعده في المختار  
بالطبخ ان ينضج المطبوخ في الماء .

کیونکہ اس میں نہ تو پکانا یا گیا ہے اور نہ ہی طبیعت مار  
زائل ہوئی تو اسم بھی زائل نہ ہوا، ش نے قاموس  
سے نقل کرتے ہوئے فرمایا طبخ کے معنی استواء پکانے  
کے ہیں اور غنیہ میں فرمایا غلاطہ یا طبخ میں خاٹہ  
یہ ہے کہ مطبوخ پانی میں پک جائے۔ (ت)

(۱۱۰) اقول یعنی چائے دم کرنے کا گرم پانی میں ڈالی یا جوش ہی میں شریک کی اور جلد نکالی لی کہ  
اثر نہ کرنے پانی اس قابل نہ ہو اگر اُسے چائے کی سیکیں اگرچہ ہلکی سے ہلکی تو اُس سے بھی وضو میں حصر ج نہیں  
لبقاء الاسم والطبخ وايضا عدم الانضاج والطبخ (کیونکہ پانی کا نام اور طبیعت باقی ہے اور پکانا  
بھی نہیں پایا گیا۔ ت) یہاں پانی کی رنگت پر نظر ہوگی اور صورت سابقہ میں اُس کی رنگت اور شے جو شانہ کی  
حالت پر۔

(۱۱۱ تا ۱۱۴) عرق کا وہ زبان یا اترے ہوئے خوب گیر ڈا بید مشک میں غرض شہو نہ رہی اور اتنے  
چک ہیں کہ کوئی مزہ بھی محسوس نہیں ہوتا پانی میں کسی قدر مل جائیں جب تک پانی سے مقدار میں کم ہوں گی مثلاً لبالب  
گھرے میں وہی گھڑا تک بھرا تو اُس سے وضو ہو سکتا ہے۔ بحوالہ اسی میں ہے،

ان كان ما شاعوا فقالوا في الاوصاف  
الثلثة كالماء الذي يؤخذ بالتقطير من لسان  
الشوم وماء الورد الذي انقطعت حرارته

اگر کوئی مانع پانی کے ساتھ اوصاف ثلثہ میں مطابقت  
دکھتا ہے اور رقیق ہے جیسے وہ پانی جو جل تقطیر کے  
ذریعہ گاؤ زبان سے حاصل کیا جائے اور گلاب کا

عنه ساق ما فيه في الفصل الثالث بيان الطبخ  
۱۲ منة غفر له - (م)  
عنه وزدت انقطاع الطعم لما يستعمل  
ان شاء الله تعالى ۱۲ منة غفر له (م)

اس میں ایک اعتراض ہے کہ فصل ثالث میں طبخ کے  
بیان میں آئے گا۔ (ت)  
اور میں نے انقطاع طعم کا اضافہ کیا اسکی وجہ ان شاء الله  
تعالیٰ آپ جاویں گے۔ (ت)

بلہ رد المحتار باب المياہ  
نہ غنیۃ المستمل احکام المياہ  
مصطفیٰ ابابنی مصر ۱/ ۱۳۵  
مسئل اکیڈمی لاہور ص ۹۱

اذا اختلط بالمطلق فالعبرة للاجزاء فان كان  
الماء المطلق أكثر جازاً الموضوء بالمعقل و  
ان كان مغلوباً لا يجوز وان استويا العبرة كسرى  
فلا هو الرواية وفي الهداية قالوا حكمه حكم  
الماء المطلوب احتياطاً اهـ وجارسة السدس  
والستخرج من النيات بالتعطير تعتبر فيس  
القلبية بالاجزاء اهـ  
تعطير سے نکالا جائے اس میں اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہوگا۔ (ت)

اقول واخلاقیہ فی ضابطہ السی  
تبع فیہا الامام الزیلعی فان من المستظهر  
ما ینخالغ الماء فی وصف او وصفین او  
الثلثة کما لا ینحی۔  
میں کہتا ہوں ان کا اس کو مطلق رکھنا ان کے  
اس ضابطہ کے منافی ہے جس میں انہوں نے امام  
زیلعی کی متابعت کی ہے، کیونکہ عمل تعطیر سے جو پانی  
حاصل ہوتا ہے وہ عام پانی سے ایک وصف یا  
دو یا تین میں مختلف ہوتا ہے کما لا ینحی۔ (ت)

(۱۱۵) یونہی ہر عرق کہ پانی سے رنگ و مزہ و بو کسی میں متاثر نہ ہو جیسے عطارد کے سیاہی کے عرق۔  
شم اقول کہ بیشی میں اعتبار مقدار کا ہے اور ان میں بہت چیزیں پانی سے ملکی ہوتی ہیں تو اگر وزن  
میں کمی لی جائے بار مقدار میں بیشی ہو جائے گی لہذا ہم نے ببالب گھڑے اور گھلے تک بھرے سے تمثیل دی  
وہ ظہر عافی جارسۃ النضحة حیث فسر  
العبرة للاجزاء بقولہ ای المقدس والوزن  
اهـ وفي جارسۃ ابن السموذۃ قال القلیۃ من  
حیث الوزن وقد نص محمد ان الماء کیلی  
اور اسی سے وہ ظاہر ہوا جو متون کی عبارت میں ہے  
جہاں انہوں نے اجزاء کی تعبیر مقدار اور وزن سے  
کی ہے، اور جو ابو السموذۃ کی عبارت میں ہے اس نے  
کو غلبہ وزن کے اعتبار سے ہے اور امام محمد نے

شہ بحر الرائق کتاب الطہارت سمیعہ کمپنی کراچی ۶۹/۱  
شہ در علی الغزہ فرض غسل کا طبع بیروت ۲۳/۱  
شہ منہ انانی علی البحر الطہارت سمیعہ کمپنی کراچی ۶۹/۱  
شہ فتح السعید " " ۶۴/۱

والجہم ائمتنا انہ لیس وزنیہ وقال العینی ثم  
ابن الشلبی لو کان الماء سطلین والمستعمل رطلًا  
فحکمہ حکم المطلق وبالعکس کالمقید اھ وکن  
الجب من العلامة الشرنبلالی قال فہ نور  
الایضاح وشرحہ الغلبۃ فی مائت لا وصفت  
لہ یخالط الماء فتکون بالعرض فان اختلف رطلًا  
من المستعمل او ماء الور والذی انقطع  
سماحتہ برطل من الماء المطلق لا یجبون  
بہ الموضوع وبہکے جائز اھ فذکر الونین  
وعاد الی الکیل

تو اس سے وضو جائز نہ ہو گا اور اگر معاملہ اس کے عکس ہو تو وضو جائز ہے اھ تو ذکر وزن کا کیا اور نوٹ کر کیل  
کی طرف آئے۔ (ت)

نوع آخر اس نوع میں وہ اشیاء مذکور ہوں گی جی کی بعض صورتوں میں حکم منقول کتب کچھ ہے اور

بعض تنبیہ ضروری، واضح ہو کہ مائے مقید میں ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول  
صرف دو قول ہیں،

اول قول امام ابو یوسف جنہوں نے تبدل اوصاف آب کا اعتبار ہی نہ فرمایا صرف غلبۃ اجزاء، ان معانی پر  
کہ فصل ثالث میں بیان ہوں گے معتبر رکھا اور یہی صحیح و عمدہ و ممتاز جہور ہے۔

دوم قول امام محمد جس میں تبدل اوصاف پر بھی لحاظ مندرجہ بالا یہاں ہم کو ضابطہ امام زبلی رحمہ اللہ تعالیٰ  
پر کلام کرنا منظور ہے انہوں نے بھی لحاظ اوصاف کیا ہے تو قول امام ابی یوسف کا خلاف تو ابتدا ہی سے ہوا  
قول امام محمد پر جو احکام کتب میں منقول ہیں ان سے ضابطہ زبلیہ کا موازنہ کرنا ہے کہ اتنی جگہ اس کے موافق پڑا  
اور ان ان مواضع میں اس کے بھی خلاف رہا تو اقوال ائمہ مذہب سے یکسر خارج ہوا ان مباحث میں اتفاق  
اختلاف سے یہی مراد ہے کہ مذہب امام محمد پر احکام منقولہ اور مقتضائے ضابطہ کا موافق یا مخالفت ورنہ اصل  
(باقی بر صفحہ آئندہ)

خطابہ امام زینلی جس کا بیان بیرونہ تعالیٰ فصل چہارم میں آتا ہے اس کا مقتضی کچھ۔ ان اشیا کی جس صورت میں حکم منقول متضام خطابہ جواز پر مستحق ہیں وہ اس قسم اول میں مذکور ہوگی اور جس میں عدم جواز پر مستحق ہیں وہ قسم دوم میں اور جہاں دونوں مختلف ہیں وہ صورتیں قسم سوم کے لیے ہیں۔ یہ اشیا وہ صنف ہیں۔

**صنف اول خشک چیزیں۔**

(۱۱۶) پانی میں چھو بارے ڈالے اور ابھی تھوڑی دیر گزری کہ بنید نہ ہو گیا اگرچہ خیفہ سی شیرینی اس میں آگئی اس سے بالاتفاق وضو جائز ہے کتاب المفیدہ الفرید پھر عینی شرح صحیح بخاری و تبیین علیہ ہندیہ وغیرہ میں ہے :

الماء الذي تلقى فيه تبيرات فصاص حلوا ولحم  
يؤزل عنه اسم الماء وهو رقيق يجوز به الوضوء  
بلا خلاف بين اصحابنا اه  
وہ پانی جو کچھ روں کے ڈالے جانے کی وجہ سے عیسا ہر گیا  
مگر اس کو پانی ہی کہا جاتا ہوا اور اس کی رقت بھی نائل  
نہ ہوتی قرآن سے وضو کے جواز میں ہمارے اصحاب  
کے درمیان کوئی اختلاف نہیں (ت)

اقول اما في البدان لا بد من  
معرفة نبذ التمر الذي فيه الخلاف وهو  
ان يلقى ثمن من التمر في الماء فخرجه حلاوته  
الى الماء وهكذا ذكر ابن مسعود رضي الله تعالى  
عنه في تفسيره نبذ التمر الذي قوضا به  
میں کتا بڑی بدائع میں ہے کہ وہ بنید تقریب  
میں اختلاف ہے اس کی معرفت ضروری ہے وہ یہ ہے  
کہ کچھ کچھ پانی میں ڈالی جائیں قرآن کی متشاس  
پانی میں آجائے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبذ ترک  
یہی تفسیر منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مذہب صحیح مستدک مذہب امام ابو یوسف ہے وہ تو ضرور دم جوازیں ان کے اتفاق سے بھی  
بعض جگہ خلاف پڑے گا جیسے ہم آخر میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ نیز ان فتویٰ کے لانے میں بڑا فائدہ مذہب امام  
محمد علیہ السلام ہے کہ وہ بھی مجاہدے خود ایک باقوت قول ہے تو بنظر احتیاط اس کا لحاظ مناسب و باللہ التوفیق  
۱۲ منہ غفرلہ وحفظہ بر عز وجل (م)

عنه عزاه للحلیة في الهندية ولما ارج فيها  
لا في التيمم ولا في المياة فلعلمه ساقط من  
تسقي والله تعالى اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)  
ہندیہ میں علیہ کی طرف نسبت کی ہے اور مجھے اس میں  
یہ بات نہیں لی مذہب التیمم میں مذہب المیاء میں شاید  
یہ میرے نسخے سے ساقط ہوا اللہ تعالیٰ اعظم۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیذہ الجن  
فقال تمیرات القیث فی الماء اھ فیحمل علی  
ما حلا و یمخرج عن الاطلاق کیف و فی مصدر  
المحدث عند ابن ابی شیبہ ان الشبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم قال لا یحل معک من وضوء قال  
قلت لا قال فمالی اذ اوتک قلت نبیذ تمر قال تمر  
حلوة و ماء طیب فلولا انه یمخرج من الاطلاق  
لما قال لا۔

ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو میٹھی کھجوریں اور پاک پانی ہے،  
اقول وبہذا یضعف ما اجاب بہ ابن  
حجر فی شرحی البخاری و مشکوٰۃ انہ محمول  
علی ما القیت فیہ تمرات یا لبسة لم تغیر  
لہ و حیث قال الصغفانی و انما کانوا یصنعون  
لذلک لان غالب ما ہم لم تکن حلوة اھ و  
استثمر السکن ان هذا لا یس نبیذ افعال  
و تسمیة ابن مسعود لہ نبیذ امن محبانہ  
الاول مراد او المراد بہ الموضع المذوی و  
هو ما ینبذ فیہ شیء وان لم یتغیر اھ

نے اسی سے لیلۃ النجی میں وضو فرمایا تھا، آپ نے فرمایا  
میں نے کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی تھیں اھ تو اس کو  
اس پانی پر ٹھونکیا چلے جس میں مٹھاس پیدا ہو گئی ہو اور  
مطلق پانی سے نکل گیا ہو جویا اس حدیث کی ابتدا میں  
بروایت ابن ابی شیبہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ان سے دریافت کیا کیا تمہارے پاس وضو کا پانی  
ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا  
تمہارے تو شراب میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا نبیذ تمر  
ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو میٹھی کھجوریں اور پاک پانی ہے،  
میں کہتا ہوں اس سے مسامح ہو کہ وہ  
شرحوں (شرح بخاری و شرح مشکوٰۃ) میں ابن حجر  
نے جو اسب دیا ہے وہ ضعیف ہے  
وہ جو اسب یہ ہے کہ . . . . .  
اس پانی سے مراد وہ پانی ہے جس میں خشک  
کھجوریں ڈال دی گئی ہوں جس نے پانی کا وصف  
نہ لاہر، مستطانی نے فرمایا اہل عرب ایسا اس لیے  
کرتے تھے کہ عام طور پر پانی کا پانی میٹھا نہیں ہوتا تھا  
اھ اور کل نے فرمایا کہ اس کو نبیذ نہیں کہا جاتا ہے،  
اور فرمایا ابی مسعود نے اس کو مجازاً نبیذ کہا تھا اول نے مزید فرمایا کہ یا اس سے مراد اس کے لغوی و محض معنی  
ہیں یعنی وہ پانی جس میں کوئی چیز ڈال دی جائے خواہ وہ اس پانی کو متغیر نہ کرے اھ۔ (تہ)

۱۴/۱ سید کچن کراچی

۲۶/۱ ادارۃ القرآن کراچی

۳۰۵/۱ بیروت

۶۰/۲ مکتبۃ المدینہ طمان

اقول وكل هذا كما ترى خروج عن  
الظاهر غير ان ملك العلماء قال بعد ما  
قد منعنا لان من عادة العرب انها تطرح  
المسألة في الماء المالح ليحلواها۔

میں کہتا ہوں یہ تمام تاویلات ظاہر کے برخلاف  
ہیں تاہم ملک العلماء نے اس تمام گفتگو کے بعد جو  
ہم نے اوپر ذکر کی فرمایا عرب کی عادت تھی کہ وہ  
کھاری پانی میں کھجوریں ڈالتے تھے تاکہ پانی میٹھا  
ہو جائے۔ (ت)

اقول فهذا ميل الى ما قلناه ولا  
امراء يستقيم اذ لو كان كذا البقي على ما نقيده  
وكان مطلقا فبما نريد الوضوء مطلقا وقد  
قال الشيخ الامام في آخر الكلام الجواز في  
تبيذ الترسيت معد ولا به عن القياس لان  
القياس يأبى الجواز الا بالماء المطلق وهذا  
ليس بماء مطلق بدليل انه لا يجوز من التوضوء  
به هم القدح على الماء المطلق لان  
عرفنا الجواز بالنص اهـ ولذا احتجنا الى  
الجواب عن الحديث باننا منسوخ بائمة  
التيميم وفرض ولذا حال الاتفاق الى قول  
محمد انه يجزم بينهما ليقيم الطهر باليقين۔

میں کہتا ہوں یہ جواب بھی اُن دو حضرات کے  
قول کی طرف میلان ہے، مگر میرے نزدیک یہ جواب  
درست نہیں، کیونکہ اگر یہ بات ہوتی تو پانی کا نام  
باقی رہتا اور مطلق رہتا اور اس سے مطلقا وضو  
جائز ہوتا، شیخ نے آخر میں فرمایا نبید تر سے وضو  
کا جواز قیاس کے برخلاف ثابت ہے، کیونکہ قیاس  
تویر چاہتا ہے کہ وضو صرف مطلق پانی سے ہی جائز ہو  
اور یہ مطلق پانی نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے  
کہ ماء مطلق پر قدرت ہوتے ہوئے اُس سے وضو  
جائز نہیں، لیکن اس کا جواز اڑھے نعل ثابت ہے  
اور اس لیے ہمیں ضرورت ہوئی کہ ہم حدیث کا جواب  
دیں، اور جواب یہ ہے کہ یہ آیت تیمم سے منسوخ ہے،  
اور اس لیے اتفاقاً امام محمد کے قول کی طرف تامل ہوئے کہ وضو اور تیمم دونوں کو جمع کیا جائے تاکہ طہارت بالیقین  
حاصل ہو جائے۔ (ت)

اقول وهو حسن جدا والله تعالى  
اعلم۔

میں کہتا ہوں یہ جواب بہت اچھا ہے  
والله تعالى اعلم۔ (ت)

(۱۱۷) اقول یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر پانی میں شکریا بتا شے اتنے کم پڑے کہ شربت کی حد تک

نہ پہنچا اگرچہ ایک ہلکی سی مٹھاس لگتی تو اُس سے وضو روا ہے۔

(۱۱۸) اقول یوں ہی دو پانی میں بھگوئی بہت تک پانی میں اُس کا اثر نہ آجائے کراہ اس سے دو کہیں پانی نہ کہیں اُس وقت تک اُس سے وضو جائز ہے اگرچہ پانی کے اوصاف بدل جائیں وکفی شاہدا علیہ مسألة الادراک فی الحیاض (اس پر دلیل حوضوں میں پتروں کا مسئلہ کافی ہے۔ ت)

(۱۱۹) کسم

(۱۲۰) کیسر

(۱۲۱) کیسیس

(۱۲۲) مانزو

یہ چیزیں اگر پانی میں اتنی کم حل ہوئیں کہ پانی رنگتے یا لکھنے صوف کا نقش بننے کے قابل نہ ہو گیا تو اُس سے بالافتاق وضو جائز ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عبارات اس مسئلہ میں چار مسائل پر مشتمل ہیں:

پہلا مسئلہ: وضو مطلقاً جائز ہے  
 تا وقتیکہ اُس کے اجزاء پانی پر غالب نہ ہو جائیں،  
 چارم میں ہے امام شافعی نے فرمایا زعفران اور اسی  
 کی مثل دوسری اشیاء کے پانی سے وضو جائز نہیں  
 یعنی وہ اشیاء جو زمین کی جنس سے نہیں، کیونکہ  
 یہ مقید پانی ہے۔ اس لئے کہتے ہیں زعفران کا پانی  
 اور زمین کے اجزاء کا معاملہ اس کے برعکس ہے  
 کیونکہ پانی عام طور پر ان اجزاء سے خالی نہیں ہوتا ہے  
 اور چارم و دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام مل الاطلاق باقی ہے  
 کیونکہ اس کا کوئی نیانام نہیں ہے، اور اس کی اضافہ  
 زعفران کی طرف ایسی ہی ہے جیسے پانی کی اضافہ  
 گنویں اور پتے کی طرف ہوتی ہے اور تھوڑی ملاوٹ کا

وذلك ان العبارات سجاءت فيها على  
 اربعة مسائل الاول يجوز مطلقا ما لم  
 تغلب على الماء بالاجزاء قال في المهداية  
 قال انشأه رحمه الله تعالى لا يجوز التوضي  
 بماء الزعفران واشباهه ما ليس من  
 جنس الارض لان ماء مقيد الاثر  
 انه يقال ماء الزعفران بخلاف اجزاء الارض  
 لان الماء لا يخلو عنها عادة ولنا ان اسم  
 الماء باق على الاطلاق الا ترى انه لم يتجدد  
 له اسم عليه حدة و اضافته الى الزعفران  
 كاضافته الى البئر والعين ولان الخلط  
 القليل لا معتبر بل لعدم امكان الاحتراز  
 عنه كما في اجزاء الارض فيعتبر الغالب  
 والغلبة بالاجزاء لا بتغير اللون هو الصحيح

لے ہدایہ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء وما لا یجوز بہ مطبع عربیہ کراچی ۱۸/۱



کوئی اعتبار نہیں کہ اس سے بچن ممکن نہیں، جیسا کہ  
زمین کے اجزاء میں ہوتا ہے، تو غالب کا اعتبار ہوگا  
اور غلبہ باعتبار اجزاء ہوتا ہے نہ کہ رنگ کے بدلنے  
سے، یہی صحیح ہے اور فتاویٰ القرویہ میں ہے  
کہ بارے نزدیک زعفران کے پانی سے وضو جائز  
ہے اور نام شافعی کے نزدیک جائز نہیں اور  
ظہیر بن بکر اور ثانیہ میں ہے کہ جب زرد پانی میں  
ڈالا گیا اور پانی سیاہ ہو گیا (ثانیہ میں) اضافہ بھی ہے مگر اسکی  
رقت زائل نہ ہوئی، تو اس سے وضو جائز ہے اور  
اور ثانیہ کی طرح غلبہ میں منقطع سے منقول ہے اس میں  
عنصر کا اضافہ بھی ہے اور غلبہ میں ہے اس کے  
مزے برادر رنگ کے بدل جانے کے باوجود وضو  
جائز ہے اور ثانیہ میں ہے نہ کہ گلاب اور زعفران  
کے پانی سے بلکہ اس کی رقت ختم ہو جائے اور گٹھا  
ہو جائے، اور اگر اس کی رقت و لطافت باقی ہے  
تو اس سے وضو جائز ہے اور جواہر الاطلاعی میں ہے  
کہ جب کوئی پاک شے پانی میں مل جائے اور اس کو

وفي الانقذومية يجوز التوضي بماء الزعفران  
حتدا وعند الشافعي لا يحبون ماء وفي  
الظهيرية قسم البصر في الخانية اذا طرح  
الزاج في السماء حتى اسود (ترادف في الخانية  
لكن لم ننزه هب مرقته) جازن به  
الوضوء ماء ومثل الخانية في المنية عن  
المنقطع و ترادف وكذا العنصر ماء قال سفي  
الغنية جازن مع تغير لونه وطعمه و  
مريحته ماء وفي الخانية لا يسماء ورد و  
من عفران اذا ذهب مرقته و  
صاير شخينات ان بقيت مرقته و لطافته  
جائز ماء وفي جواهر الاطلاعي اذا  
خالط شئ من الطاهرات ولم  
يطبخ كالزعفران والزرع ويجوز  
التوضي به ماء اي وقيد بقاء الرقة  
معلوم لاحاجة الى امانته وفي مسكين  
على الكثر لا يحبون بما غلب عليه

اور اسکی شے صغیر میں ہے کہ تھوڑی زعفران پانی کے تھوڑی  
اوصاف کو بدل دے مگر پانی رقیق ہو تو اس سے وضو  
اور غسل جائز ہے ۱۲ مسئلہ (ت)

مسئلہ وفي صغیر القلیل من الزعفران یغیر الاوصاف  
المثلثة هم كونه مرققا فيجوز الوضوء والغسل به  
۱۲ مسئلہ (م)

۱۲ رسائل الارکان بالمعنی فصل فی المیاء مطبع علی ص ۲۴

۱۲ بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

۱۲ غنیۃ المستمل احکام المیاء سبیل انجیڈی لاہور ص ۹۰

۱۲ فتاویٰ ثانیۃ المعروف قاضی خان فصل فیما لا یجوز بہ التوضی نوکشتہ کھنڈ ۱۹/۱

۱۲ جواہر الاطلاعی

غیر الماء مثل الزعفران اجزاء وہو احتراز  
عن الغلبة لونا وهو قول محمد بن حمہ اللہ  
تعالیٰ  $\text{آہ}$  وفي وجيز الكوردی ماء المزردج  
والصابون والعصفر والسيل لوس قيقا  
يسيل على العضو يجره التوضي به  $\text{آہ}$  بيل  
في الطرس يجره وان غير او صافه جاسد  
كزعفران وورق في الاصح في نور الايضاح  
لا يفسر تغير او صافه كلها بجاسد كزعفران  
اه فلهذه خصوص متطابقة اما ما في الخانية  
التوضي بماء الزعفران وخرس درج العصفر  
يجوز ان كان من قيقا والماء غالب فان غلبته  
الحمرة وصار متما سكا لا يجره  $\text{آہ}$ .

پکایا نہ گیا ہو جیسے زعفران اور زردج، تو اس سے  
وضو جائز ہے اور رقت کے بقا کی قید سب کو  
معلوم ہے لہذا انہما کی طرف کوئی محتاجی نہیں اور  
مسکین مل اکثر میں ہے کہ عیب پانی پر کسی دوسری  
شے کا غلبہ ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں جیسے  
زعفران بلکہ یہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہو، اور  
اجزاء کی قید سے لون (رنگ) اس سے خارج ہو گیا  
اور یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے اھ اور وجیز کوردی  
میں ہے کہ زردج، صابون، عصفر اور سیلاب کا  
پانی اگر رقیق ہو اور پانی عضو پر بہہ سکتا ہو تو اس سے  
وضو جائز ہے اھ بلکہ غرض میں ہے کہ اگرچہ کوئی جامد  
چیز اس کے اوصاف کو بدل دے تو بھی وضو جائز  
ہے جیسے زعفران اور پتہ، اس قول کے مطابق اور نور الايضاح میں ہے کہ کسی جامد چیز کا پانی کے اوٹنا  
کو متغیر کر دینا محض نہیں، جیسے زعفران اھ تو یہ نفوس ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، اور جو خانیہ میں ہے  
کہ زعفران، زردج، عصفر کے پانی سے وضو جائز ہے بشرطیکہ رقیق ہو اور پانی کا غلبہ ہم پس اگر اس پر  
سرخ غالب ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے تو وضو جائز نہیں اھ (ت)

فا قول اوله صريح في اعتبار الرقة  
وفي آخره وان ذكر الحمرة فقد تدركه  
بقوله وصار متما سكا فلم يكتف بغلبة  
اللون ما لم يشخن ثم اكده بامسب قال

سہ فتح العین کتاب الطہارت ایک ایم سعید مبینی کراچی ۶۳/۱

سہ فتاویٰ ہدایۃ علی البندیۃ نوب المستقل والقیہ والمطلق زراعی کتب خانہ پشاور ۱۰/۲

سہ الفرقتین الدرر کتاب الطہارۃ مطبعتہ کالمیہ بیروت ۲۱/۱

سہ نور الايضاح کتاب الطہارت مطبعتہ علمیہ لاہور ص ۳

سہ فتاویٰ قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضی مطبعتہ نوکشتور کھٹو ۹/۱

متصلابہ اما عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ  
تعتبر الغلبة من حيث الاجزاء لا من حيث  
اللون هو الصحيح آھ ومثل هذا ما في الخلاصة  
من اجل توضيح الماء الزرّاج او العصفور او  
الصباغون ان كان من قيقا يستبين الماء منه  
يجوز وان غلبت عليه الحمرة وھما  
نفاستج لا يجوز انھ قصوح بالبناء على التحوّنة  
وبقي ذكر الحمرة في الكتابين كالمستدرک

الشافي لا يجوز مطلقا شرح

الطحاوی ثم حزانة المفتين المقيّد مثل  
ماء الاشجاس و الثماس و ماء الزعفران آھ  
وفي المنية لا تجوز بالماء المقيّد كماء  
الزعفران آھ قال في الحلية معمول مثل  
ما اذا كان الزعفران غالباً آھ

اقول هذا مبهم يحتمل الغلبة

اعتبار نہیں پھر اس کی تائید میں متصل فرمایا کہ ابوسف  
کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے غلبہ معتبر ہے رنگ  
کے اعتبار سے نہیں، یہی صحیح ہے اور اسی کی مثل  
خلاصہ میں ہے کہ کسی شخص نے زردی، عصفریا صابن کے پانی  
سے وضو کیا، اگر وہ رقیق ہو جس سے پانی واضح ہوتا  
ہو تو وضو جائز ہے اور اگر اس پر مٹی غائب  
ہو گئی ہو اور نشاستہ بن گیا ہو تو وضو جائز نہیں اور  
اگر اس میں اس کی تصریح ہے کہ دار و مدار کا رٹھے ہیں  
پر ہے اور دونوں کتابوں میں مرفعی کا ذکر مستدرک کی طرح ہے۔

دوسرا مسلک: مطلقاً جائز نہیں

شرح طحاوی اور خزائن المفتین میں ہے مقيّد جس طرح  
درخت اور پھلوں کا پانی اور زعفران کا پانی اور  
غیر میں ہے کہ مقيّد پانی سے وضو جائز نہیں جیسے  
زعفران کا پانی اور جلیہ میں کہا کہ یہ اس صورت پر  
محول ہے جبکہ زعفران غالب ہو اور۔ (ت)

میں کتابوں یہ مبہم ہے اس میں اجزاء کے

عنه شاق فائدة له آخر انضابطة السادسة  
من الفصل الثالث ولذا قال كالمستدرک  
ای فی النظر انظر ۱۲ منه غفر له (م)

تیسری فصل کے چھ ضابطہ کے آخر میں اس کے لیے  
ایک فائدہ بیان کیا ہے اس لیے فرمایا كالمستدرک  
یعنی نظر ظاہر میں ۱۲ منہ (ت)

۱۔ فتاویٰ قاضی خاں فیما لا یجوز بہ الترضی  
۲۔ خلاصۃ الفتاوی بیان المار المقيّد  
۳۔ خزائن المفتین  
۴۔ نية المصل  
۵۔ حلیۃ

فصل فی المیاء مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۹۳

اعتبار سے بھی غلبہ کا احتمال ہے اور رنگ کے اعتبار سے بھی ہے، اور غلبہ میں وضاحت ہے، فرمایا اس سے مراد وہ پانی ہے جو گاڑھا ہو گیا ہو اور رقت ختم ہو گئی ہو، یا وہ ہے جو اس سے تر نکلتا ہو جیسا کہ گلاب سے نکلتا ہے (ت)

میں کتنا ہوں تو دوسری صورت میں یہ اخلاقی صورت سے الگ ہو جائیگا، اور پہلی صورت میں پہلی کی طرف رجحان کرے گا یہ وہ ہے جس پر غلبہ میں صراحت ہے، انہوں نے کہا کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں زعفران ملائی گئی ہو بشرطیکہ اجزاء کے اعتبار سے پانی کو غلبہ ہو اور پانی کا اطلاق اس پر ہوتا ہو۔  
**تفسیر امسک :** اس سے وضو جائز ہے جو رنگے اور نقش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو یہ فتح اور

بالاجزاء وباللون واخصيه في الغنية فقال المراد ما خثبه وخرج عن الرقة او صا يستخرج منه سطلها كما يستخرج من الورد الله رقت ختم ہو گئی ہو، یا وہ ہے جو اس سے تر نکلتا ہو جیسا کہ گلاب سے نکلتا ہے (ت)  
اقول فعلى الثاني يخرج من البين و على الاول يرجع الى الاول وهو الذي نص عليه في الغنية نفسها من بعد اذ قال يجوز الطهارة بالماء الذي اختطبه الزعفران بشرط ان تكون الغلبة للماء من حيث الاجزاء وليرى منه اسم الماء الله

الثالث يجوز ما لم يصلح للصبيغ والنقش في الغنية والحلية صرح في التحنيس

بحر العلوم کہ ارکان اور بد میں ہے زعفران، صغیر اور زردی کے پانی کے ساتھ وضو جائز نہیں جبکہ وہ بدن یا کپڑے کو رنگ دے کہ کیونکہ اس حقیقت پانی کا نام اس سے ختم ہو گیا اور سبب وہ گاڑھا ہو جائے تو نہ مطلق پانی ہے اور نہ مقید پانی ہے اور اس پر نہ تو پانی کا حقیقتہً اطلاق ہوتا ہے اور نہ مجازاً

عنه في الاسكان الاربعة للمولى ببحر العلوم التكنوى لايجوز التوضؤ بماء الزعفران و العصور والزودج اذا كان بحيث يلون البدن او الثوب لانه ذهب اسم المادح حقيقة واما اذا صار بليد فليس ماء مطلقا ولا ماء مقيدا فلا يطق عليه الماء لاحقيقة ولا مجازا الله

میں کتنا ہوں اولاً اگر پانی رنگنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو پانی ذات کے اعتبار سے حقیقتہً نہیں بدلا، صرف اس کا وصف بدلا ہے، تو وہ حقیقتہً پانی ہے (باقی بر صغیر آئندہ)

اقول فيه اولاً ان ما علمه من الصبيغ لم يتبدل ذاتاً في الحقيقة انما تغير وصف له فهو ماء حقيقة نعم لم يبق ماء

یان من التفریع علی اعتبار الغلبة بالاجزاء

(بقیمہ حاشیہ صفر گزشتہ) مطلقاً الا ان یرسید  
الحقیقة العرفیة المفهومة عند الاطلاق۔

و ثانیاً سیحصل عند الثمین بانه لیس  
ماء مطلقاً ولا مقیداً فقد افاد ان هذا ماء  
مقید فکیف لایکون ماء حقیقة فان المطلق  
والمقید صنفان من الماء۔

و ثالثاً الثمین وان لم یجت ماء  
اصلاً علی ما افاده فی الفتح فلا مانع من  
اطلاق الماء حیث ان ابا اعتبار ما کان۔

ورابعاً الحكم المنقول فی ماء الزردۃ

ما قد حثی ۸۱ من ان العبرة بالسرقة ولم  
اس ما وقع ههنا لغيره و یظهر فی ان لا محل

له لانه لیس مما یصیغ بہ کما تقدم ثمجد

وکونہ صایطون الثوب ان اصبا بہ لا یجعله نوعاً

آخر غیر الماء مادام سقیقاً اذا افواج عندنا

بالا غرض الا توی ان التمر والزبيب اذا اتفقا

فی الماء یغیران لونه وطعمه قبل ان یصیرا

نبیذا ویجوز ان الوضوء بہ بالاجماع کما مر

فی ۱۱۶ من انهما لو اصبا با ثوباً بیض لوناً د

ذلك لان المقصود ههنا التبیذ دون التریب

فلا یزول الاسم الا باحصول المقصود علیہ

الرحمة رابعاً معروضاً علی المؤلف بحکم العلم عند التفریع

بدلی وی، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود نبیذ ہے نہ کہ رنگ تو اس کا نام اس وقت تک نہ بدلے گا جب تک

مقصود حاصل نہ ہو۔ یہ چار معروضات بحر العلوم پر ہیں۔ (ت)

حلیہ میں ہے۔ بختمیں میں ہے کہ تفریع باعتبار غلبہ

صرف مطلق پانی نہیں رہا ہاں اگر حقیقت عرفیہ کا ارادہ

کیا جائے جو اطلاق کے وقت بھی جاتی ہے تو اوریات ہے۔

ثانیاً گارحاً ہونے سے وہ نہ مطلق پانی رہا وہ

نہ مقید تو انہوں نے بتایا کہ یہ مقید پانی ہے، اس صورت

میں وہ حقیقت پانی کیوں نہ ہوگا کیونکہ مطلق اور مقید دونوں

ہی پانی کی اقسام ہیں۔

ثالثاً گارحاً اگر پر قی کے بقول پانی نہ رہا تو

باعتبار ما کان مجازاً اس پانی کے اطلاق میں کوئی مانع

نہیں۔

سابعاً وہ حکم جو ردح کے پانی کی بابت

منقول ہے جرم نے ۸۱ میں نقل کیا کہ اعتبار وقت

نہا ہے، وہیں نقاد حضرات کا بیان نہیں دیکھا اور

مجھے لگتا ہے کہ اس کا یہاں عمل نہیں، کیونکہ اس سے

رنگا نہیں جاتا ہے جیسا کہ وہاں گزرا اور اس کے

کپڑے اگر کچھ سے اگر کچھ نہ کوٹ جائے گا ایک مستقل نوع بنانا لازم

نہیں آتا جب تک وہ رقیق ہے دوسری نوع نہیں بنے گا

کیونکہ ہمارے نزدیک انواع اغراض سے وجود میں

آتی ہیں، مثلاً کھجور اور مستقیب پانی میں دالے جائیں

تو وہ اس کے رنگ اور مزے کے بدل دیستے ہیں،

اور ابھی وہ نبیذ نہیں بنا ہوتا ہے اور اس سے وضو

بالاجماع جائز ہوتا ہے جیسا کہ ۱۱۶ میں گزرا حالانکہ

اگر یہ دونوں چیزیں سفید کپڑے کو لگائیں تو اس کا رنگ

بدلے گا جب تک

مقصود حاصل نہ ہو۔ (ت)

قول الجرجانی اذا طرح المزاج او العفص في  
الماء جازا لوضوء به ان كان لا ينفش اذا كتب  
فان نفش لا يجوز والماء هو المقلوب اه و  
مشله في الهندية عن البحر عن التجنيس  
من قوله اذا طرح الى قوله لا يجوز وفي  
الغنية ثم معراج الدر اية ثم البحر ثم الدر  
ثم فتح الله المحين الزعفران اذا وقع في  
الماء ان امكن الصبغ فيه فليس بماء مطلق  
الرابع يجوز ما لم يغلظ لونه لونه  
الماء في الشببية عن يحيى عن الامام القاسم  
الاسبيجاني الماء ان اختلط به طاهر فانه  
غير لونه فالعبارة للون فان كان الغالب لون  
الماء جازا لوضوء به والا فلا وذلك مشل  
اللبن والمطل والزعفران يخلط بالماء اه  
ومثله في خزائن المفتين والبرجندی -

اقول قد حنا ۱۱۶ اجماع اصحابنا  
رضي الله تعالى عنهم على جواز الوضوء بماء  
انقى فيه تغيرات فحلا ولم يصرفنا في ذلك او معلوم  
قطعا ان اللون اسبق تغيرا فيه من الطعم  
فاستقر الاجماع على ان تغير اللون و

اجزاء کے جرجانی لا قول ہے جب زاج یا عفص پانی  
میں ڈالا جائے تو اس سے وضوء جائز ہے، یہ اس  
وقت ہے کہ جب اس کے ذریعہ لکھنے سے نفش نہ آتا ہو  
اگر نفش آئے تو جائز نہیں، بلکہ پانی مقلوب ہوا  
اور اس کی مثل ہندیہ میں بحر سے تجنيس سے ہے، ان  
کے قول اذا طرح سے لا يجوز تک اور قنبر، معرق  
بحر، در پھر فتح اللہ المعین میں ہے کہ اگر زعفران پانی  
میں پڑ جائے تو اگر اس سے رنگی ممکن ہو تو وہ مطلق پانی نہیں ہے  
پہ تو تھا مسلک : وضوء جائز ہے جب تک  
اس کا رنگ پانی کے رنگ پر غالب نہ ہو۔ شبلیہ میں  
یہی ہے امام قاسمی اسبیجانی سے منقول ہے کہ پانی میں  
اگر کوئی پاک چیز مل جائے اور اس کے رنگ کو بدل دے  
تو اعتبار رنگ کا ہو گا اگر پانی کا رنگ غالب ہو تو وضوء  
جائز ہے ورنہ نہیں، مثلاً دودھ، سرکہ اور زعفران  
پانی میں مل جائے اور اسی کی مثل خزائن المفتیین اور  
برجندی میں ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں ہم نے ۱۱۶ میں اپنے اصحاب کا  
اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس پانی سے وضوء جائز ہے  
جس میں مجوریں ڈالی گئی ہوں تو نمیدانے سے پہلے پہلے  
اس میں مٹھاس آجائے اور یہ قطعی معلوم ہے کہ رنگ مزہ  
کے متغیر ہونے سے پہلے بدل جاتا ہے تو اجماع اس پر قائم ہے

۱/۲۵ لے فتح القیر باب الماء الذي يجوز به الوضوء وما لا يجوز به فوریہ رضویہ سکر

۱/۳۵ لے در مختار کتاب الطہارت مجتبیٰ دہلی

۱/۲۰ لے شبلی علی التبعین المحتاجی کتاب الطہارت الامیر بیرو لاق مصر

۱) تطعم بجاء مد لا یفسد ما لم یزل الاسم فیجب حمل هذا الرابع وكذا الثاني على الثالث ثم قد انعقد الاجماع والاطباق في من جميع الخدائق في بغیر خلف و شقاق و امت زول الاسم یسلب الاطلاق في كيف وانما عین الشرع للوضوء الماء في وهذا اذا زال الاسم ليس بماء في هذا الشرط ملحوظ ایداً بلا اعتراء في وان كان يطوی ذكره في للعلم بالعلم به اذ شاع امره في فيجب حمل الاول ایضاً

دنگ اور مرتے کا کسی جامد سے بدن اس وقت تک مضر نہیں جب تک کہ نام نہ بدل جائے تو اس پر تھکے اور دوسرے کا تیسرے پر عمل کرنا لازم ہے۔ پھر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جب نام زائل ہو جائے تو اطلاق باقی نہیں رہتا کیونکہ شریعت نے وضوء کے لیے پانی کو مستحق کر رکھا ہے اور جب نام زائل ہو گئی تو پانی نہ رہا یہ سب شرط اگرچہ مذکور نہ ہو معتبر رہے گی، تو پہلے کو بھی تیسرے پر عمل کرنا لازم ہے، اس طرح

عليه ولكن العجب من العلامة التمامی اذ في الثالث بالاول حيث قال عند قول الغمر الماس بجوش وان غير او صافه جامد كزعفران في الاصح ما نصه قيل عن البحر ان امكن الصبغ به لم يجز كنبين الشر لكن الظاهر انه على السراية العشر الى نفيها بقوله في الاصح اذ هذا القول اشاق الى نفي ما عن الفقيه احمد بن ابراهيم انما لا يظهر لون المخاط في الكفت لا بجوش او فقد علمت انه لا ماس له بنفي الثالث بل يجب مرده الى هذا نعم نفى قول الفقيه صحيح وجيه لان ظهور لون الاوراق في الكفت في ماء الحوض لا يزيل عنه اسم الماء بخلاف الزعفران اذا جعله صالحاً للصبغ في من العجب كلام الفقيه انما كان في الاوراق

لیکن علامہ خادمی پر تعجب ہے کہ انہوں نے پہلے سے تیسرے کا رد کیا ہے۔ جہاں انہوں نے غمر کے گزشتہ قول و ان غیر او صافہ جامد کے تحت فرمایا کہ بحر سے منقول ہے اگر وہ رنگے کے قابل ہو تو جائز نہیں جیسے نیمہ قرص، لیکن ظاہر میں روایت مشاہیر اس کی نفی ہے اس کے قول نفی الاصح سے، کیونکہ یہ قول اشارہ ہے اس کی نفی پر جو فقیہ احمد بن ابراہیم سے منقول ہے کہ اگر ملنے والی چیز کا رنگ تبدیل میں ظاہر ہو تو اس پانی سے وضو جائز نہیں اور آپ جانتے ہیں کہ تیسرے کی نفی سے اس کی کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کی طرف اس کا رد واجب ہے۔ ہاں فقیہ کے قول کی نفی درست ہے، کیونکہ عرض سے پانی لینے میں تبدیل پر تپوں کے رنگ کے ظہور سے پانی کا نام زائل نہیں ہوتا زعفران کا حکم اسکے برخلاف ہے بلکہ وہ پانی کو رنگنے کے قابل کر دے پھر تعجب کہ فقیہ کا (باقی بر صفحہ آئندہ)

علی الثالث فی زول الشقاق : ویحصل  
الوقاق : واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲۳) اقول برہنی رنگت کی پڑیاں کہ اب حل ہیں اور ہماری تحقیق میں ان کی طہارت پر فرتی ہے جب پانی میں اتنی خفیف طیں کہ رنگنے کے قابل نہ ہو جائے اگرچہ رنگت بدل جائے۔

(۱۲۴) برہنی روشنائی جبکہ اس کے ملنے سے پانی نکلنے کے لائق نہ ہو جائے اقول یعنی اُس سے حزن کا نقش نہ بنے جبکہ خشکی پڑنے میں آئے اگرچہ صیحا ہو۔

صنف دوم ہستی چیزیں۔

(۱۲۵ و ۱۲۶) جس پانی میں زعفران مل گیا ہے پانی یا شہاب اتنا کم پڑے کہ ان پانیوں کی رنگت اُس سا وہ پانی پر غالب نہ آئے اُس سے وہ برابر اتفاق جائز ہے۔

قال الامام حدثنا العنقا، فی البدایہ الساء  
المطلق اذا خالطه شی من الما فعات انظر  
كاللبن والحل ونقیم الزبيب ونحو ذلك  
ینظر ان كان ینخالط لونه لون الماء كاللبن  
كل العلاء نے بدایہ میں فرمایا "مطلق پانی میں جب  
کوئی سیسہ یا پاک چوڑل جائے جیسے دودھ، سرکہ،  
منقہ کا سرق وغیرہ تو یہ دیکھا جائیگا کہ اس کا رنگ  
پانی کے رنگ سے مختلف ہے یا نہیں، مثلاً دودھ

(بقید حاشیہ ص گزشتہ)

وبدلہ الفاضل الناقل بالمتخالط فم الزعفران  
والله المستعان قهر العجب كل العجب  
ان الفاضل نفسه مراد بعد قول الفسور  
ان بقى مرقتة لفظه واسمه ايضا اه  
فقد كان يعلم ان الرقة لا تنفع اذا زال  
الاسم فكيف يجعل القول الثالث مبتدئا  
على الرواية المنقبة ۱۲ منه فغفر له (م)  
کلام توپتوں سے متعلق تھا اور فاضل ناقل نے اسے  
مخالط سے بدل دیا ہے تو اس نے زعفران کو  
شامل کر لیا ہے واللہ المستعان، پھر پڑا عجب  
ہے کہ خود فاضل نے مقرر کے قول "واسم" بقی  
مرقتہ" کے بعد ایک لفظ "واسمہ ایضا" کا  
اضافہ کیا ہے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ پانی کے  
نام کے زوال کے بعد رقت کا کوئی قاعدہ نہیں تو  
قولی ثانیث کو روایت منقبتہ پر مبنی کس طرح  
کیا جائے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)



وماء العصفرة والزعفران تعتبر الخلقة في اللون<sup>۱</sup> او  
وفي الخلقة نقل فخر الدين الزيلعي عن  
الاسيحي جاني ونجم الدين الزاهدی عن  
شراذم الفقهاء قالوا انكان المخالط شيئاً  
لونه يخالف لون الماء مثل اللبن والخل  
وماء الزعفران انكانت الخلقة للون الماء  
يجوز التوضی به وانكان مغلوباً لا يجوز<sup>۲</sup>

**اقول** ولا شك ان هذا الماء يخالف  
الماء المطلق في الاوصاف الثلاثة فحاصل  
ضابطة الامام الزيلعي يعتبر قصير وصفين  
فكان يحتمل ان تقتضي الضابطة خلاف  
هذا الحكم المنقول فيما اذا غلب عن المطلق  
طعمه وريحه دون لونه لكنه غير معقول  
لان اللون اقوى واصرف واسمح اثر اذان تغيير  
شئ من اوصاف الماء تغير لونه قبله وان لم  
يتغير شئ فلم يحصل في جانب الجواهر خلاف .

اور رنگ نہیں بدلا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی وصف نہیں بدلا تو جو اذکی صورت میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ (ت)  
(۱۲۷) یوں ہی پڑیا حل کیا ہوا پانی پانی میں ملنے سے اس کی رنگت غالب نہ آئے تو ضرور اسے۔  
**اقول** لانه انكان ذا سیه فكما  
الزعفران والعصفرة اولا فذو وصفين

عصفرا زعفران کا پانی، اگر ایسا ہے تو پانی میں  
رنگت کے غلبہ کا اعتبار ہوگا اور علیہ میں فخر الدین  
زیلعی نے اسی جوابی سے اور نجم الدین زاہدی نے  
زاد الفقہاء سے نقل کیا ان حضرات نے فرمایا کہ  
اگر ملنے والی اشیا کا رنگ پانی کے رنگ سے مختلف  
ہو جیسے دودھ سرکہ اور زعفران کا پانی، اور ایسی صورت میں  
غلبہ پانی کے رنگ کو ہو تو وضو جائز ہے اور اگر پانی کا  
رنگ مغلوب ہو تو وضو جائز نہیں۔ (ت)

میں کتا ہوں اس میں شک نہیں کہ یہ پانی مطلق  
پانی سے تینوں اوصاف میں مختلف ہوگا تو امام زیلعی کے  
ضابطہ کے مطابق اس میں دو وصفوں کے تغیر کا اعتبار  
ہوگا اس میں یہ احتمال تھا کہ اس ضابطہ کی رو سے  
نہ کہ رنگ کے برخلاف حکم اس صورت میں ہوتا جبکہ  
مطلق پانی پر مزہ اور بو کا غلبہ ہوا ہو نہ کہ رنگ کا۔ مگر یہ  
بات معقولی نہیں ہے کیونکہ رنگ پانی کے اوصاف میں  
قوی تر اور زود اثر ہے تو اگر پانی کے اوصاف میں سے  
کوئی وصف بدلتا تو سب سے پہلے تو رنگ ہی بدلتا

اور رنگ نہیں بدلتا تو اس کی صورت میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ (ت)  
(۱۲۷) یوں ہی پڑیا حل کیا ہوا پانی پانی میں ملنے سے اس کی رنگت غالب نہ آئے تو ضرور اسے۔  
میں کتا ہوں اس لیے اگر وہ چیز خوشبودار ہو  
تو جیسے زعفران اور عصفرا کا پانی یا نہ ہو تو دو وصف

عنه بالمرفع عطفاً على فخر الدين ۱۲ من غفر له (م) رنگ کے ساتھ کیونکہ اس کا فخر الدین پر عطف ہے (ت)

ولا يتغير الطعم ما لم يتغير اللون فلا  
يحصل الخلط۔  
والی ہوگی، اور مزہ اس وقت تک نہ بدلے گا جب تک  
رنگ نہ بدلے تو اختلاف نہ ہوا۔ (ت)

(۱۲۸) آب تر بوزجہ تر رکا شربت کچھ ہیں جس میں طے پانی میں اتارے کہ اس کا مزہ پانی پر غالب ہو جائے  
اس سے بالاتفاق وضہ ہو سکتا ہے۔ تبیین الحقائق وفتح القہر وعلیہ وغیرہ ودرود بکر وغیرہ میں ہے،  
ماء البطیخ تعتبر الغلبة قیہ بالطعم  
اقول وینظہری تفتیدہ بالماء العذب  
كما فعلت فان الماء المذموم ربما تسبب  
ملوحتہ بحدیث لو خلط به ماء العذب حب  
اکثر من نفعہ لو یقلب حل طعمہ بل کانت  
حلاوة هذا هي المطلوبة فاقتبار الطعم  
ههنا تعنیق یؤدی الی توہیم خارج عن  
القوانین بسرة غلیتنبہ۔

اقول وهو ان كان هذا الادوية الثلاثة  
كما سبأ فی لکن طعمہ اقوی فاذا لم يتغير لم  
يتغير شئ فلا يحصل الخلط فی جانب الجوان  
والله تعالى اعلم۔  
میں کتا ہوں وہ پانی اگر تین اوصاف والا ہو  
(جیسا کہ آئے گا) لیکن اس کا مزہ قوی تر ہو تو جب  
مزہ نہ بدلا تو کوئی وصف نہیں بدلے گا تو جواز کی جانب  
میں کوئی غلط نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

(۱۲۹) یوں ہی سپید انگوٹھ اور شیریں پانی میں ملے مزہ کا اعتبار ہے اگر اس کا مزہ غالب نہ ہو  
قابل وضہ ہے، بہ اثنی میں ہے،

ان كان لا يخلو الماء في اللون ويخالفه  
في الطعم كعصير العنب الابيض وخله تعتبر  
الغلبة في الطعم اذ اقول وقيدته بالعذب  
لما علمت وحصول التوافق لما سمعت۔  
اگر وہ پانی کے رنگ میں مخالفت نہ ہو مگر مزہ میں  
مخالفت ہو جیسے شیریں انگوٹھ اور سفید انگوٹھ کا رنگ  
تو مزہ میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اور میں کتا ہوں میں نے  
طے کے قید اس لیے لکھا ہے کہ آپ جان چکے ہیں اور  
اتفاق کا حاصل ہو جانا بھی آپ کو معلوم ہے۔ (ت)

(۱۳۰) سپیہ انور کا سرکہ اگر اُس کا مزہ اور بُو پانی پر کچھ غالب نہ آئے اُس سے وضو بلا اتفاق جائز ہے،

اقول لانه ذو وصفين وسريحه اقوى فان تقيس سريحه الماء دون طعمه لعمري يجوز على قضيتي الضابطة خلافا للحكم المنقول العام اتفاقا عند ائمة فلو يوصل الوفاق في جانب الجوانب الا اذا لم يتغير شيء -  
 میں کہتا ہوں اس لیے کہ اس میں دو وصف ہیں اور اس کی بُو قوی تر ہے تو اگر پانی کی بُو بدل گئی مزہ نہ بدلے تو ضابطہ کی رو سے وضو جائز نہ ہوگا کیونکہ بدلتے کے واسطے سے جو حکم اہل نظر اس پر یہ اُس کے برخلاف ہے تو جواز کی جانب میں اتفاق حاصل

نہ ہوا، یہ صرف اس صورت میں ہوگا جبکہ کوئی وصف نہ بدلتا۔ (ت)

(۱۳۱) اور سرکہ کی رنگت بھی رکھتے ہیں اگر پانی میں اتنے ہیں کہ اُن کی کوئی وصف پانی پر غالب نہ آئے یا صرف بُو غالب آئے اُس سے بلا اتفاق وضو جائز ہے۔

اقول وذلك لانها ذات الثلاث ومعلوم ان سريحه الخلل اقوى شئ فلا يقع ان يتغير طعم الماء وحده اولونه فقط اذ هما معا لا سريحه بل اما لا يتغير شيء او يتغير النكهة او السريحه وحده او مع اللون او مع الطعم والعبرة في الضابطة للخلية بوصفين والمنقول الغلبة باللون وحده كما مر عن حلية عن الزيلعي عن الاستيعجابي وعن النجم المزاهدی عن ترا ادا الفقها وتقدم عن الامام ملك العلماء فيستفاد المنقول والضابطة في الصورة الاولى والثالثة على الجوانب وفي الثانية والسابعة على النعم وفي الخامسة تنقذ الضابطة بالنعم -  
 میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تین وصف والے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ سرکہ کی بُو قوی تر شئی ہے تو یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ صرف پانی کا مزہ بدلے یا رنگ بدلے یا دونوں بدل جائیں اور بُو نہ بدلے، بلکہ یا تو کچھ نہیں بدلے گا یا سب کچھ بدل جائے گا یا صرف بُو بدلے گی یا رنگ کے ساتھ یا مزہ کے ساتھ اور ضابطہ میں اعتبار غلبہ کو ہے دو وصفوں کے ساتھ اور جو منقول ہے وہ صرف رنگ کا غلبہ ہے جیسا کہ حلیہ سے زیلعی سے استیعجابی سے اور نجم زاہدی سے زاہد الفقہاء سے گزارش اور امام ملک علی سے بھی یہی منقول ہوا ہے اس لیے نفل اور ضابطہ میں اتفاق ہو گیا پہلی صورت اور تیسری میں اتفاق جواز پر ہے اور دوسری اور تیسری میں عدم جواز پر اور پانچویں صورت میں ضابطہ کی رو سے عدم جواز ہے۔ (ت)

(۱۳۲) اقول اگر کوئی ذی لوی سرکہ ایسا ہو کہ اُس کا مزہ اس کے سب اوصاف سے اقوی ہو

کہ اس کا قلیل سب سے پہلے پانی کے مزے کو بدلے اُس سے زیادہ بُو یا رنگ میں تغیر آئے اس صورت میں

اگر پانی کا کوئی وصف نہ بدلے یا صرف مزہ متغیر ہو تو اس سے وضو بالاتفاق جائز ہے بعد مرقیۃ اللون فی المنقول ولا تغیر وصفین فی الضوابط (کیونکہ رنگ کا غلبہ نہیں ہے منقول میں اور دو وصفوں کا تغیر نہیں ہے ضابطہ میں۔ ت)

(۱۳۳) اقول اور اگر بالفرض اس کی رنگت سب سے قوی تر اور پہلے اثر کرنے والی ہو تو اس کے بدلنے سے وضو بالاتفاق اسی وقت جائز ہوگا کہ اس کے کسی وصف میں تغیر نہ آئے لان ای وصف مند تغیر تغیر لونہ وبہ العبدۃ فی المنقول (کیونکہ اس کا جو وصف بھی بدلے گا اس کا رنگ بھی بدل جائے گا) منقول میں اسی کا اعتبار ہے۔ ت)

(۱۳۴) دودھ سے اگر پانی کا رنگ نہ بدلاؤ دودھ کا رنگ اس پر غالب نہ ہو گیا اس سے وضو بالاتفاق روا ہے۔

اقول یہ ہے وہ حکم متفق علیہ کہ تغیرنے کلمات کثیرہ مختلفہ سے حاسن لیا و ذلک لان الاقوال جاءت ہمتا علی خمسة وجوه (یہاں پانچ اقوال ہیں)

(۱) بجز نہ مطلقاً ، (۲) مطلق جواز ہے ،

اقول ای ما لم یغلب علی الماء اجزاء فانہ معلوم الاستثناء اجاباً

(۳) یہی بجز ان غیر احد او صافہ و ستقر

ان العلماء اختلفوا فی اخذ احد هذا

فی مرتبۃ لا بشرط شی فی شمل ما اذا غیر

غیر واحد ولو اکل و حیض یسوج

الی القول الاول او فی مرتبۃ بشرط

لا شی فی تنقید بما اذا اقتصر

التغیر علی وصف واحد ولو لونا۔

(۴) یہی بجز ان لم یغیر اللون۔

(۵) ان لم یغیر اللون ولا الطعم۔

(۶) ان لم یغیر ہما معاً فی عمدۃ

الغاسی شرح صحیح البخاری للامام

میں کتنا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک پانی پر ایسے اجزاء کا غلبہ نہ ہو، کیونکہ یہ اجماعی طور پر معلوم الاستثناء ہے۔

(۳) جائز ہے اگر اس کے اوصاف میں سے کسی ایک کو بدلا ہو، اور یہ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ علماء نے اس کو لا بشرط شی کے مرتبہ میں قبول کرنے سے اختلاف کیا ہے تو یہ اس صورت پر بھی صادق آئے گا جب پانی کا ایک سے زیادہ وصف بدل گیا ہو خواہ سب اوصاف ہی بدل گئے ہوں اور اس وقت

پہلے قول کی طرہ رجوع کرنا ہو گا یا یہ بشرط لا شی کے مرتبہ میں ہو تو یہ صرف اسی صورت میں منحصر رہیگا جبکہ تغیر ایک ہی وصف میں ہو خواہ رنگ ہی بدلے ہو۔

(۴) جائز ہے اگر رنگ کو نہ بدلا ہو۔

(۵) جائز ہے اگر رنگ کو نہ بدلا ہو۔

المبدی محمود والتوضیحات خالطه  
لین یجوز عندنا خلافاً للثانی فی آء و فی  
صتی الیہ ایاة تجوز الطهارة بقاء خالطه  
شیء ملطس فبعض احد او ساقه كالماء السخی  
اختلط به اللبن آء و آخره فی العناية و غیرها  
وسمعت نصوص النبویة عن ذكر واد البذاً  
ان العبوة باءون و قال فی التبیین المختلط  
ان كان مخالطاً للماء فی وصف واحد او صنفین  
تعتبر الغلبة من ذلك الوجه كاللبن مثلاً  
یخالطه فی اللون والطعم فان كان لون اللبن  
او طعمه هو الغالب فیه لم یجوز الوضوء به  
والاجابة آء

(ج) اگر رنگ بدلا ہو اور نہ مرزہ۔  
(د) اگر رنگ اور مرزہ دونوں کو الٹا نہ بدلا ہو امام  
بدر محمد کی عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ چاکر  
نزدیک اُس پانی سے وضو کرتا ہے جس میں دودھ  
مل گیا ہو اس میں شافعی کا اختلاف ہے آء اور متن  
ہدایہ میں ہے اُس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں  
کوئی پاکہ چیز مل گئی ہو اور اُس نے پانی کے کسی ایک  
وصف کو بدل دیا ہو جیسے دھ پانی جس میں دودھ مل گیا  
آء اور اس کو غبار وغیرہ میں برقرار رکھا، علیہ اور  
بدائع کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ اعتبار رنگ کا ہے،  
اور تبیین میں ہے کہ نئے وال چیز اگر پانی سے ایک یا  
دو اوصاف میں مختلف ہو تو اسی وجہ سے غلبہ کا  
اعتبار ہوگا، مثلاً دودھ پانی سے رنگ اور مرزہ میں مختلف ہے تو اگر دودھ کا رنگ یا مرزہ اس میں غالب ہو تو اس

اور اسی طرح انہوں نے اس کی تعبیر کی ان کی  
اتباع کرتے ہوئے علیہ اور بکر وغیرہ میں اذ کے کلمہ  
کے ساتھ جو تودید کے لیے ہوتا ہے اور غلبہ میں اس کہ  
اس اذان سے ذکر کیا کہ کتابت کی غلطی کا وہم نہ رہے  
چنانچہ فرمایا اور اگر وہ چیز پانی سے دو صنفوں میں مختلف  
ہو جیسے دودھ کہ پانی سے رنگ اور مرزہ میں مختلف

و هكذا اعتبر به تبعاً له فی الحلیة و  
البحر وغیرہما بلفظة او للتدوید و اتی به  
فی الغلیة قاطعاً لوهم خطا کتابة فقال  
وان خالط الماء فی وصفین كاللبن یخالطه  
فی اللون والطعم فالمتصور ظهور غلبته  
احد الوصفین بل اقص به كذلك النبی

شہ عمدۃ القاری باب لا یجوز الوضوء بالثیبة  
شہ ہدایہ باب الماء الذی یکرزہ الوضوء ولا لیکزہ  
لوث، اللبن کہ جگر پر کتاب مذکور میں الخضران ہے۔

کتبہ الحقائق کتاب الطہارت  
کتبہ غلیہ المستمل فصل فی بیان احکام المیاء  
الامیریہ مصر ۲۰/۱  
مطبع سبیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱

فی آخر الكلام لكن المحقق في الفتح مع فعله  
عن التبيين عديا لوالا فقال اوفي بعضها  
فبغلبة ما به الخلات كاللبن يخالف في  
الطعم والنون فان غلب نونه وطعمه منع  
والاجازة وكذلك في الدرر واعترضه  
الشوتبلاي فقال يجب ان يقال فوننه او  
طعمه باو لا باو او كما قال الزيلعي في الفتح  
فهذا الضابطان و آجابه العلامة عبد الحليم  
بانه في اللبن صفتان يتاخر بهما الماء المطلق  
احدهما القوي من الاخرى لما ان تغير اللون  
يحصل فيه بالقليل فكان الغلبة ان توجد  
الاخرى و اذا لم يوجد من ذلك لم يقل  
او طعمه باو كما في جازمة الزيلعي رده عليه

ہوتا ہے تو اعتبار ایک وصف کے غلبہ کے طور کا ہوگا،  
بلکہ اسی طرح اس کی وضاحت زمینی نے کلام کے آخر  
میں کر دی۔ لیکن محقق نے فتح القدر میں تبیین سے نقل  
کرتے ہوئے واؤ سے تعبیر کیا اور کہا یا بعض میں اختلاف ہو  
تو اس مرتبہ میں اس چیز کے غلبے کا اعتبار ہو گا جس کی وجہ سے  
اختلاف ہو جائے۔ جیسے واؤ کا پانی سے مرہ اور رنگ میں مخالف ہوتا ہے  
تو اگر اس کا رنگ مرہ غالب ہو جائے تو اس میں مرہ نہیں ہو سکتا ہے  
ورنہ جاز ہے، اس طرح درر میں ہے، اس پر  
شوتبلائی نے اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ فوننه  
او طعمه کہنا چاہیے اؤ کے ساتھ واؤ کا استعمال  
ذکرنا چاہئے، جیسا کہ زمینی نے کہا ہے اس ضابطہ کے  
تکلف میں پختہ اسے ہیں، علامہ عبد الحليم نے جواب دیا  
کہ وہ یہ میں دو صفات ہیں جن کی وجہ سے وہ مطلق  
پانی سے ممتاز ہوتا ہے، ایک صفت دوسری سے قوی تر ہے، کیونکہ اس میں رنگ کا تغیر متوڑی سی مقدار سے ہی  
حاصل ہو جاتا ہے تو بلکہ یہ ہو گا کہ دوسری صفت پانی جتنے اور یہ بدیہی کی طرح ہے اور اس لیے "او طعمه" ذکرنا اؤ  
کے ساتھ جیسے کہ زمینی میں ہے تاکہ اس پر زور ہو جائے۔ (ت)

اقول اولاً ان اسرار القليل بالنسبة  
الى الماء فنعم ولكن لا ننظر ههنا الى الاجزاء  
باجتماع اهل الضابطة الحق صاحب الدرر  
ههنا بصدد بيانها انما العبرة بهما  
فيما يوافق الماء في الاوصاف وقد مشى  
میں کہتا ہوں اولی اگر تو وہ اسکو بہ نسبت پانی  
کی قلیل کہتے ہیں تو درست ہے، لیکن اہل ضابطہ  
کے اجتماع سے یہاں اجزاء پر نظر نہیں کی جاتی ہے  
اس ضابطہ سے مراد وہ ضابطہ ہے جس صاحب نے یہاں بیان کر رکھا ہے  
ان اجزاء کا اعتبار ان اوصاف میں ہے جو پانی

لے فتح القدر باب الماء الذي يجوز به الوضوء لا يجوز به فوریه رضویہ مکتبہ ۶۵/۱

سے حاشیہ علی الدرر للشوتبلائی ابکاٹ الماء المطبعة الکامیہ بیروت ۲۳/۱

سے حاشیہ علی الدرر للمولی عبد الحليم بحث الماء ۱۸/۱

عليه المدرس ههنا فجعله حكمه لا يخالط  
الماء في صفة وجعل الدين قسيمة لا مهيمنة  
وان اساء القليل في نفسه فهو ههنا المغنوبه  
المستهدك الذي لا يظهر له اثريين والدين  
اذا حال الماء الى لونه كيف يعبد قليلا -

جس کا کوئی واضح اثری ہر نہیں ہوتا ہے جس کا کوئی واضح اثری ہر نہیں ہوتا ہے ، اور جب پانی دودھ کا رنگ  
اختیار کرے تو دودھ کو کس طرح کم کہا جاسکتا ہے ؟ (ت)

وثانیا هذا هو قسمة القياس  
في الضابط لان مات نصف الماء في الاوصاف  
الثلاثة اعترف به الغلبة بوصفين لان لاكثر  
حكم الكل وما خالف في وصف واحد اعتبر  
فيه الغلبة بدليل ما خالف في وصفين فان  
طلب بهما معا فلا كلام وان طلب باحدهما  
كان الغلبة بالنصف والنصف الحق ، لا يصدق  
بالكل من ان يطرح بالنكبة هذا ولما عرفت  
الحق عندى في الدين على الضابط المذكوران  
تعتبر فيه الغلبة بوصفين اثنين لا بوصف  
واحد لان الدين مما يخالف السماء في الاوصاف  
الثلاثة جميعا والحق ان تحتها غاليا ولو ان  
ظهرت ذهب الموهب الى انه لا يخالط الا  
في وصفين وقد قال العلامة السمرقاني  
حاشية البحر ثم الشامي في المنحة ورحم الله  
المشاهد في الدين مخالفة الماء في المواضع  
ايضا اه -

کے موافق ہوں ذرات میں ، اور دودھ نے یہاں اس  
کو بیان کیا ہے ، تو انہوں نے اس کو اس چیز کا حکم  
قرار دیا جو پانی کے مخالفت نہ ہو کسی صفت میں اور  
دودھ کو اس کا قسیم قرار دیا نہ کہ اس کا سیم ، اور اگر  
فی نفسہ کم کا ارادہ کیا تو وہ یہاں نہ ہونے کے برابر ہے  
جس کا کوئی واضح اثری ہر نہیں ہوتا ہے ، اور جب پانی دودھ کا رنگ

اور دوم یہ ہے کہ یہ ضابطہ میں قیاس کا تقاضا  
ہے ، کیونکہ جو چیز پانی کے اوصاف ثلاثہ میں پانی سے  
مختلف ہے اس میں معتبر دو وصفوں کا غلبہ ہے ،  
کیونکہ اکثر کے لیے کل کا حکم ہے اور جو چیز پانی سے ایک  
وصف میں مختلف ہو اس میں ایک وصف کا غلبہ  
معتبر ہو گا ، اب صرف وہ چیز رہ گئی جو دو وصفوں میں  
پانی کے مخالفت ہو اگر دونوں وصفوں میں اکٹھا غلبہ  
ہو جائے تب تو بات واضح ہے اور ایک میں غلبہ ہو  
تو غلبہ آدمی سے ہو گا اور نصف اس کا زیادہ متقی ہے  
کہ اس کو کل سے طلبا جائے نہ کہ اس کو بالنکبة  
مستطابا جائے ، اس کو یاد رکھئے ۔ لیکن میرے نزدیک  
حق اس ضابطہ کے مطابق یہ ہے کہ اس میں دو وصفوں  
کے غلبہ کا اعتبار کیا جائے نہ کہ ایک وصف کا ، کیونکہ  
دودھ پانی سے تینوں وصفوں میں مخالفت ہوتا ہے ،  
چونکہ اس کی جو بہت ہلکی جوتی ہے ابلتے پر ظاہر ہوتی ہے  
اس لیے یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ صرف دو وصفوں میں مخالفت  
ہوتا ہے ، علامہ ربیع نے بحر کے حاشیہ میں فرمایا ، شامی

نے منہ میں اور ردالمحتار میں فرمایا کہ دودھ پانی سے نہیں بھی مخالفت ہے (ت)

**اقول** غیر ان اقوی اوصاف اللبث  
لونه ثم طعمه ثم ريحه ولا يتغير به في  
الباء وصف لاحق الا وقد سبقه سابقه  
فاذا تغير شيء منها فقد تغير اللون واذا لم  
يتغير اللون لم يتغير شيء منها فاتفقت الاقوال  
على جواز الوضوء بماء خالطه لبن لم يتغير  
لونه وبه ظنهم ان ترديد الامام الزيدلي  
يستغني عنه فان تغير الطعم مستلزم  
تغير اللون فكان ينبغي الاقتصار على  
اللون كما فعل المتقدمون وقد نقله الزيدلي  
عن الامام سيبجاني كما علمت والله تعالى اعلم  
چاہیے تھا جیسا کہ متقدمین نے کیا ہے اس کو زیدلی نے اسیدجانی سے نقل کیا۔ جیسا کہ آپ نے جانا لیا واللہ  
تعالیٰ اعلم۔ (ت)

**تذیل اقول (۱۳۵)** اٹھ جس پانی میں نیم برشت کے قابل وضع ہے اگر انڈے  
پاک تھے۔

(۱۳۶) آہن تاب اسیم تاب، زرد تاب یعنی جس پانی میں لہو یا چاندی یا سونا تپا کر محجب یا  
لبقاء الامس والطبع اقول اگرچہ اس سے پانی کی بعض روایات کم ہوں گی اس میں ان فلذات کی قوت  
اُسے لگ من وجر ایک دوا و علاج ہو گا مگر وہ کوئی شے غیر زہر جاسیکا پانی ہی تھا اور پانی ہی رہے گا یہ عمل  
پانی ہی کی اصلاح کو ہے نہ کہ اس سے کوئی اور چیز بنانے کو۔  
(۱۳۷) باوجود شخص یا نابالغ نے اگرچہ بے وضو ہو اعضا ٹھنڈے یا میل دھو کر نہ کرے کہ جس پانی سے  
وضو یا غسل بے نیت قربت کیا۔

(۱۳۸) معلوم تھا کہ عضو میں بار دھو چکا ہے اور پانی ہنوز خشک بھی نہ ہوا تھا چوتھی بار بلا وجہ  
ڈالایہ پانی قابل وضو رہے گا یہاں تک کہ یہ پانی کسی برتن میں لے لیا تو اس سے وضو میں کوئی عضو دھو سکتے  
میں یا اگر چوتھی بار ہاتھ پر اس طرح ڈالا کہ پاؤں پر گر کر بہہ گیا اُتسا پاؤں پاک ہو گیا۔



(۱۳۹) جسے حاجت غسل نہیں اُس نے اعضائے وضو کے سوا شے پیٹے یا ران دھوئی اگرچہ اپنے زعم میں قربت کی نیت کی۔

(۱۴۰) بد وضو یا نا بالغ نے اگرچہ بد وضو ہو کھانا کھانے کو یا کھانے کے بعد ویسے ہی ہاتھ منہ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے ٹھل کی اور اسے سنت کی نیت نہ کی۔

(۱۴۱) بد وضو یا نا بالغ نے صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا۔

(۱۴۲) مسواک کرنے کے بعد منہ دھو کر رکھنا سنت ہے کما بینا فی ہاروق السنور (جیسا کہ باریق النور) میں بیان کیا گیا۔ (ت) یہ پانی اگرچہ اس سے ادائے سنت ہو گا قابل وضو ہے گا کما حقیقت فی الطرس العدل ان الشوط استعمالہ فی بدن الانسان (جیسا کہ ہم نے الطرس العدل میں ثابت کیا ہے کہ پانی کے مستعمل ہونے کے لیے پانی کا بدن انسان پر استعمال جزا شرط ہے۔ (ت) مگر مکروہ ہو گا کہ لعاب دہن کو دھوئے گا کا تقدیر عن الخانیۃ۔ (۱۴۳) مسواک کرنے سے پہلے بھی اسے دھونا سنت ہے یہ پانی مکروہ بھی نہ ہو گا اگر مسواک نہی ہے یا پہلے دھول چکی ہے۔

(۱۴۴) آداب وضو سے ہے کہ آفتاب اگر دستہ دار ہے فصل اعضاء کے وقت دست پر ہاتھ رکھ کر اس کے سر پر نہیں اور دستہ کر تین پائیرل سے دھوئے۔ فتح القدیر پیررد التمار و غیر ہا میں ہے،  
 منها ای من اداب الوضوء ان یفضل معرفة ان سے یعنی آداب وضو سے یہ ہے کہ نوٹے کے دستے  
 الابریق ثلثا ووضو یدہا حالة الغسل علی کر تین مرتبہ دھویا جائے اور غسل کے وقت ہاتھ جتنے  
 حر و تہ لا علی رأسہ اھ۔ مشلہ سف پر ہی رکھا جائے نہ کہ سر پر اور ایسا ہی حلیہ میں ہے۔  
 الحلیۃ بغیر ثلثا۔ مگر ثلثا کا منظر نہیں ہے۔ (ت)

(۱۴۵) کوئی پاک کپڑا دھویا اگرچہ ثواب کے لیے بھیے ماں باپ کے میلے کپڑے۔

(۱۴۶) کھانے کے برتن جن میں کھانا پکایا یا آرائش دھوئے اگرچہ ان میں سالن وغیرہ کے ٹکڑے سے پانی کے اوصاف بدل گئے جب تک وقت باقی رہے اگرچہ اس دھونے سے سنت تطہیف کی نیت ہو۔  
 (۱۴۷) یوں ہی جس پانی سے بل یا پتھر دھویا اگرچہ مسالے کے اثر سے اوصاف میں تغیر آیا اور پانی کاڑھا نہ ہوا۔

(۱۴۸) برادہ صاف کرنے کو برف دھویا اور برادہ نہنے پانی کی رقت پراثر نہ کیا۔

(۱۴۹) چمک صاف کرنے کو آم یا کسی قسم کے پھل دھوئے۔

(۱۵۰) تختی دھوئی اور سیاہی سے پانی کاڑھا نہ ہوا۔

(۱۵۱) تپا فرش گرد و غبار سے پاک کرنے کو دھویا اگرچہ مسجد کا برنیت قربت۔

(۱۵۲) نانا بچہ بچے نہ دھو کر لیا۔

(۱۵۳) نانا بالغ کو نہ لایا۔

(۱۵۴) گھوڑے وغیرہ کسی جانور کو نہ لایا اگرچہ ان دونوں سے نیت ٹراہ کی ہو جبکہ ان تینوں کے بدن پر

کوئی نجاست نہ ہو یہ سب پانی قابل دھوئیں۔

(۱۵۵) وقتی نظر کے لیے نظر لگانے والے کے بعض اعضاء دھو کر چشم زدہ کے سر پر ڈالنے کا حکم ہے جبکہ مضمحل

بیان ہماری کتاب منتہی الکمال فی الہدایۃ الیٰ الہدایۃ میں ہے وہ اگر با وضو تھایہ پانی قابل وضو نہ بنا چاہیے اگرچہ اس نے

برائے استعمال امر واداء الاستغسل فاعلموا (اگر تم نے دھوئے کا مطالبہ کیا جائے تو دھو انور۔) نیت قربت کی صورتاً مندرجہ

ماقصور نامن شروائط الاستعمال فی رسالتنا الطریق المجدل (غور کرو اور ہم نے اپنے رسالہ الطریق المجدل

میں پانی کے مستعمل ہونے کی چار شرائط بیان کی ہیں ان کی طرف رجوع کرو۔) ت

(۱۵۶) دھن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں پھیر لیں اس

سے برکت برقی ہے یہ پانی بھی قابل وضو نہ بنا چاہیے اگر دھن با وضو یا نالغہ متقی کہ یہ اور اس کا سابقہ از قبیل احوال

ہیں ماز نوح جہاد ات اگرچہ نیت اتباع انہیں قربت کرنے والا تعالیٰ اعلم۔

(۱۵۷) عائشہ و نفسانے قبل اختطاع دم بے نیت قربت غسل کیا یہ پانی بھی قابل وضو ہے۔

(۱۵۸) مرد کے وضو غسل سے جو پانی بچا قابل طہارت بلا کراہت ہے اگرچہ عورت اس پانی سے طہارت

کرنے بخلاف عکس کر مکروہ ہے کما تقدم۔

(۱۵۹) بعض دو آئین مضمحل استعمال کی جاتی ہیں جیسے یا قوت و شاد وخی و حیرارہنی و گل آرہنی و

کک و تو تیا و شغرف و مرد اسلج وغیرہ کہ خوب باریک پس کر پانی میں ملائے ہیں جو غبار سا ہو کر پانی میں مل گیا

ایک طرف میں کر لیا تہ نشین کو پھر پیس کر دھر سے پانی میں ملایا یہاں تک کہ سب غبار ہو کر پانی میں مل جائے

یا جس میں سنگریزہ رہے پھینک دیا جائے اب یہ آب غبار آمیز نہ دھانک کر رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ وہ غبار تہ نشین

ہو کر پانی سے جدا ہو جائے اس وقت پانی نہ تھار کر دوا استعمال میں لائیں یہ پانی بھی قابل وضو ہے اگرچہ وضو باقہ

نہ لگا ہو۔

(۱۶۰) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ٹوٹے مبارک یا جبہ مقدسہ یا غل شریف یا

کاسر مطہر تبرک کے لیے جس پانی میں دھویا قابل وضو ہے اگرچہ اس میں قصد قربت بھی ہوا۔ پانی پاؤں پر نہ ڈالا جائے  
 کہ خلافِ ادب ہے اگر منہ پر جاری کیا منہ کا وضو ہو گیا تو پاؤں کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے صلی  
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم وعلیٰ ائمتہ الکرامہ القوٹ الاعظم  
 واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔ الحمد للہ ای پاک کرتے والے پانیوں کی ابتدا از مزم شریف بکراؤں آبِ اقدس سے  
 ہوئی جو انگشتِ مبارک حضور پر فورستید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یکمال رحمت پوشش زن ہوا اور  
 انہما اس پانی پر ہوئی جو حضور کے آثارِ شریفہ کو دھو کر برکاتِ مالمیر کا منبع و مخزن ہوا والحمد للہ رب العالمین  
 وحصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا د آلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

قسم دوم جس سے وضو صحیح نہیں۔

(۱۶۱) آبِ نجس

(۱۶۲) مستعمل کہ ہمارے رسالہ الطرکس المعدل میں جس کا بیان منقول۔

(۱۶۳ تا ۱۶۵) گلاب کیہ رائیہ مشکہ۔ پایہ وغایت میں ہے :

لاباء الورد آھ ومشلفہ فی خزانة المفتین  
 عن شروح معجم البحرین وعد فی السعدیة  
 مع ماء الورد و ماء الہند با و ماء الخلفان  
 واشباہہا۔  
 و گلاب کے انی سے اور اس کی مثل فزانة المفتین  
 میں شروح معجم البحرین سے ہے اور مسدیر میں گلاب  
 کے پانی کے ساتھ عرق ہند با عرق خلط وغیرہ کو بھی  
 شمار کیا۔ (ت)

نقیہ و قنیہ میں ہے :

(لا یجوز) الطہارۃ الحکیمة (ماء الورد)  
 و سائر الاشیاء  
 طہارت حکیمہ گلاب اور دوسرے پھولوں کے پانی  
 سے جائز نہیں ہے۔ (ت)

(۱۶۶) عرق گاؤ زبانی و عرق بادیاں و عرق غناب الشعلب وغیرہ جتنے عرق کشیدہ کئے جاتے ہیں  
 کسی سے وضو جائز نہیں و قد مت فی اعیان الیہ ص ۱۱۱ العاد الذی یؤخذ بالتقطیر من لسان

سلف فتاویٰ ہندیہ فصل فی الاشیاء الذی یؤخذ بالتقطیر من لسان

کے السعدیہ

سے قنیہ المستعمل فصل فی بیان احکام الیہ سبیل الکیہ فی ہر ص ۸۹

الشور و لفظ الدمر و المستخرج من الغيات بالتقطيع (تحریر عبارت اس پانی کی بابت جو قنیر سے گاؤ زبان سے نکالا جائے اور درمیں ہے کہ جڑی ٹوٹوں کا پانی جو قنیر سے نکالا جائے ۱۱ میں گڑھ کی ہے۔ ت) (۱۶۷ و ۱۶۸) آب کا سنی آب کہہ اگرچہ مروق ہوں کہ اجڑائے کثیف جدا ہو کر زیادہ رقیق و

لطیف ہو جاتے ہیں و مرکلام سعدی افندی۔

(۱۶۹) وہ پانی کہ زعفران سے نکالا جائے و تقدم کلام القنیۃ فی ۱۶۵ (اور قنیۃ کا کلام

۱۲۵ میں گزرا۔ ت)

(۱۷۰ تا ۱۷۹) خربوزہ، تربوز، گلڑی، کھیرے، سیب، تہی، آتار، کدو وغیرہ میروں پہلوں کا سونے کو ان سے نکلتا یا پھر ذکر نکالا جاتا ہے، یوں ہی گتے کا رس اور بانٹھوں وہ پانی کو کچے ناریل کے اندر ہوتا ہے جو پھل کر پانی نہ ہو بلکہ ابتداء پانی ہی تھا۔

(۱۸۰) اُس سے بھی زیادہ قابل تنبیہ وہ پانی ہے کہ سناگی خطا استواء کے قریب بعض وسیع ریگستانوں میں جہاں دور دور تک پانی نہیں ملتا دیتے کے نیچے سے ایک تربوز نکلتا ہے جس میں اتنا پانی ہوتا ہے کہ سوار اور اس کے گھوڑے کو سیراب کرے رحمت سے ہے آب جنگل میں حیات و فساد کا یہ سامان فرمایا ہو تو کیا دور ہے مگر وہ پانی اگرچہ شکرے خاص پانی کی طرح ہو اور اس تربوز میں اس کے سوا کچھ نہ ہو جب بھی قابل وضو نہیں کہ شکر کا پانی ہے مانے مطلق کے تحت میں نہیں آسکتا۔ رہا وضو اس کے لیے بھلا اللہ تعالیٰ وہ رحمت عامہ موجود ہے جو صدقہ بنت الصدیق محبوب محبوب رب العالمین جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہا و سلم کے صلۃ میں ہر مسلمان کے لیے ہر جگہ موجود ہے کہ

تیسعوا صعبدا طیباجعلت فی  
الارض مسجد او طهورا اقول و هذا لك  
یفهم ان الاحتصاص لا مفهوم له وان احتیج  
به بعض الکبراء علی جواز الوضوء بقنا طهر  
الکرم کما سیأتی واللہ تعالی اعلم۔

پاک مٹی سے تیمم کر دینے سے زمین مسجد اور پاک کر نیوالی  
بنا دی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے ظاہر  
ہوتا ہے کہ احتصاص کا کوئی مفہوم مخالفت نہیں اگرچہ  
بعض اکابر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ انکور  
سے چپکنے والے پانی سے وضو جائز ہے، کما سیأتی  
واللہ تعالی اعلم۔ (ت)

۱/۶۹ کتاب الطہارت ایچ ایم سید کپٹنی کراچی  
۱/۲۲ الدور الکام للولی خسرو بحث الماء الکافیہ بیروت  
۱/۲۸ جامع النہاری کتاب التیمم قدیمی مکتب خانہ کراچی

فانیہ و ہندیہ میں ہے :

لا یجوز التوضوء بماء البطحاء والقنار و  
القندآہ و فی خزائنہ المقتین عن شروح  
معجم البحرین مکان القند و ماء  
الخیار۔  
وضوء جائز نہیں ہے خرپوز، لکڑی اور کھیرے کے  
پانی سے اور خزائنہ المقتین میں شرح مجمع البحرین  
سے قند (کھیرے) کے پھلے، مار الخیار (لکڑی) کا  
پانی (ت) ہے۔ (ت)

فانیہ و غنیہ میں ہے :

لا تجوز بماء الثمار مثل التفاح و شہدۃ  
و ذکر فی الجوہرۃ ماء الدباء و یاق۔  
طہارت پہلوں کے پانی سے جائز نہیں، جیسے سیب  
اور اس کے مشابہ اور جوہرہ میں ذکر کیا ہے کہ وہ  
کا پانی، اور یہ آئیگا۔ (ت)

فانیہ میں ہے :

لا یجوز التوضوء بماء الفواکھ۔  
(۱۸۱) یعنی وہ پانی اگر کسی درخت کی شاخیں یا پتے کوٹ کر نکالا جائے۔ خزائنہ المقتین میں شرح  
مجمع البحرین سے ہے :

لا یجوز التوضوء بماء القضبان۔  
قضبان (کٹی ہوئی شاخوں) کے پانی سے وضو  
جائز نہیں۔ (ت)

(۱۸۲) شراب ریباس

(۱۸۳ تا ۱۸۵) شربت انار شیریں، شربت انار ترش، شربت انار و غیرہ جتنے شربت قوام  
میں بنائے جاتے ہیں ہر ایک میں ہے، الا یجوز بالاشربۃ (شربتوں سے وضو جائز نہیں۔ ت)

۲۱/۱	ذرائع کتب خانہ کراچی	فصل فیما لا یجوز بہ التوضوء	۱۸۵	۲۱/۱
۹/۱	دکشنری کھنڈ	۱۸۶	۲۱/۱	۹/۱
۸۸	سہیل ایڈمی لاہور	احکام المیاء	۱۸۷	۸۸
۱۲/۱	اداریہ ملتان	ابحاث الماء	۱۸۸	۱۲/۱
۹/۱	دکشنری کھنڈ	فیما لا یجوز بہ التوضوء	۱۸۹	۹/۱
۱۸/۱	عزیز کراچی	الماء الذی یجوز بہ التوضوء	۱۹۰	۱۸/۱

غنائیم میں ہے، کثیر الشرب الرمان والحماض (جیسے انار اور حامض) ایک قسم کی گھاس (کاپانی - ت) ششبیہ علی البیض میں مستحضر ہے،

الاشربة المتخذة من الشجر کثیر الشرب الریاس ومن الشمر کثیر مان والعنب <sup>۱۸</sup> ووقم فی الدرر بعد ما قال لا یبا اعتصم من شجر لوشی ولا یبار نال طبعه بالطبع کثیر الشرب الریاس مانصب وهذه العیارة احسن مما قبل کا لا شربة فانه علی عمومہ مشکل <sup>۱۹</sup>۔

درختوں سے حاصل کیے ہوئے عرق جیسے ریاس دھندل کی طرح ایک سبزی کا عرق، اور پھل کی راس جیسے کہ انار اور انار کا رس۔ اور در میں لا بجا اعتصم من شجر او شمر انار کے بعد ہے کہ اس پانی سے جس کی طبیعت پکائے کی وجہ سے بدل گئی ہو جیسے ریاس کا عرق، اس کی عبارت یہ ہے اور یہ عبارت اس قول سے بہتر ہے کہ لا شربة، کیونکہ اس کو عموم پر رکنا مشکل ہے <sup>۲۰</sup> (ت)

میں کتابوں وہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ہدایہ کا فص ہے اور شراج نے اس کو برقرار رکھا ہے اور اس کی شمس اللہ <sup>۲۱</sup> در میں ہے نیز وافی، وقایہ، اصلاح، طبع، ہدایہ، غانیہ، خلاصہ، شرح البحرین، خزائن المفتاح، وغیرہ اور ہندیہ وغیرہ لائقہ کتابوں میں ہیں ان میں کتابیں ہیں گزراؤں، یہ قواعد مذہب کی تصریح ہے، چنانچہ جامع صغیر میں روایت ہے، محمد روایت کرتے ہیں یعقوب سے ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اسے نیک تر کے کسی عرق سے وضو کیا جائے اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کے عموم میں کیا اشکال ہے، اور اس

اقول ہو کما تری نفس الهدایہ و اقرء الشرح ومثلہ فی مختصر القدری والوافی والوقایہ والاصلاح والملق والبدایہ والذخیرۃ والخلصۃ وشرح مجمع البحرین وخزانة المفتاح والفتیۃ والہندیۃ وغیرہا مما لا ینکاد یدحضی بہ عن اللہ عالی اعمد الکتب وھو نفس صاحب المذہب فہو الجوامع الصغیر محمد بن یعقوب بن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم لا یتوضوہ بشئ حسن الا شربة غیر فیئذ الشمر <sup>۲۲</sup> ولا ادری

۱۸/۱	حرر بہ کراچی	الغار الذی یکرز بہ الوضوء	لہ غایۃ مع الفتح
۱۹/۱	الامیر بہ مصر	کتاب الطہارت	لہ شحیہ مع البیض
۲۳/۱	دار المساعداۃ مصر	-	لہ درر الاحکام
ص ۸	یوسفی لکھنؤ	فیما یرکز بہ الوضوء	لہ جامع الصغیر

دیجئے والوں نے اس پر کلام نہیں کیا جس میں شربہ لانی  
بعد الخیم اور حسن بھی شامل ہیں اور خادعی نے بہت سی  
باتیں کی ہیں جو بے نیاز نہیں کرتیں واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ای اشکال فی عمومہ و لم یثکلم علیہ ناظر وہ  
الشریانی و عبد الحلیم و الحسن العجیم و  
اقی الخادعی بما لا یفتقر واللہ تعالیٰ اعلم۔

انہوں نے فرمایا یہ اپنے علوم پر مشکل ہے کیونکہ اشربہ  
ہر اس چیز کا نام ہے جو پی جاتی ہے قریہ کجور وغیرہ  
پانی کو شامل ہوگا اور یہاں مقصود ریاس کے عسری کی  
تخصیص ہے جیسا کہ البیاض سے معلوم ہے۔ فافہم  
۱۰۰

علیہ اذ قال اند علی عمومہ مشکلی اذ الاشربۃ  
فی الاصل اسم لکل ما یشرب فشاہل من حرما  
التمر و غیرہ و المقصود ہینا الاختصاص  
بشراب الریاس کما فہم من الايضاح  
فافہم ۱۰۰

میں کتابوں ان کا کلام ذکر کرنا اس سے بہتر ہے  
اور مقصود عام حکم رکھنا ہے اور مثال اس کی ایک جزئی  
سے دی گئی ہے کلام کو جزئی سے خاص کرنا مقصود نہیں  
اور اشربہ صرف جس چلن اور دھنوں سے حاصل شدہ  
عرفیات ہی کہتے ہیں اور نہ تو پانی بھی شراب ہے اللہ تعالیٰ  
کا ارشاد ہے ہذا مفصل یاس و شراب اور کوئی  
شک نہیں کہ حکم ان سب کو عام ہے، اگر تم کہہ دو کہ حرام  
نیز تر سے ضرر کے جواز کی طرف مائل ہیں کیونکہ انہوں نے  
گم سے کے جھوٹے کے بیان میں فرمایا اس سے وضو بھی  
کرے اور تم بھی اگر پانی نہ ہو بخلاف نیز تر کے کیونکہ  
اس سے اگر حنیفہ کے نزدیک وضو کیا جا سکتا ہے اگرچہ  
ابو یوسف عرف تیم کے قائل ہیں۔ اور امام محمد وضو اور تیم دونوں کا قول کرتے ہیں (ت)

اقول ترکتم التکلم احسن من هذا  
والمقصود اعطاء حکم عام و تمثیلہ بجزئی  
لا تخصیص الکلام بالجزئی والا شربۃ فی  
المراد ہی هذه المستخذة من التیام والا شربۃ  
والا فالماء ایضا شراب هذا مفصل یاس و  
وشراب ولا شک ان الحکم یعمیان قلت  
هو رحمہ اللہ تعالیٰ یسئل الی جوارہ التوضی  
بتبیین التمر لقوله فی سننہ الحصار (یتوضؤ  
به ویتیمم ان عدم غیرہ بخلاف تبیین التمر)  
حدث یتوضؤ به عند ابی حنیفہ وان قال  
ابو یوسف بالتیمم فقط و محمد بن جعفر بن عطاء  
ابو یوسف عرف تیم کے قائل ہیں۔ اور امام محمد وضو اور تیم دونوں کا قول کرتے ہیں (ت)

میں کتابوں اشکال صرف اس وقت ہو گا جس  
کی وجہ صحت ظاہر ہو اور جو وہ برائے اقوال میں سے  
کسی ایک قول کو اختیار کرتا ہے اس کے لیے دوسرے  
(باقی پر صفحہ آئندہ)

اقول انہا یستشکل ما لا یتضح وجہ  
صححتہ و لیس لمن ینتہا جانبا من قولین  
مقارین ان یستشکل علی الآخر فضلا

(۱۸۶ و ۱۸۷) ہر قسم کا سرکہ اور مقطر

(۱۸۸) آب کامر جسے عربی میں کالج بفتح جیم و مری بفتح دالہ و یائے نسبت کہتے ہیں شوربے کی طرح

ایک رقیق ناخوش ہے کہ وہی اور سرکہ وغیرہ اجزاء سے بنتی ہے اصناف میں اس کا زیادہ رواج ہے۔ ثانیہ و  
فرائد الغنیہ و شرح جمع البحرین میں ہے:

لا یجوز الوضوء بالمعین والمزجی اھ وقد ذکر  
الغفر فی الکثیر۔ سرکہ اور ناخوش (شوربا) سے وضو جائز  
نہیں اھ سرکہ کا ذکر بہت سی کتابوں میں ہے۔ (ت)

(۱۸۹) نمک کا پانی کہ نمک پر کہتا ہے اس پر اجماع ہے۔

(۱۹۰) نمک کا پانی کہ نمک میں جاتا ہے اس میں اختلاف ہے اور اکثر کلام معانی صدم پر ازاں کی طرف سب

(بقرہ جاشیہ صفحہ گزشتہ)

پر کوئی اشکال نہیں چہ جائیکہ وہ شخص جو ضعیف محض  
مہر کر لیتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم براءہ پھر میں نے  
دیکھا کہ سائر اہل السنہ نے فرج آقادی سے وجہ اشکال  
وہی نقل کی جس کی طرف میں نے اپنے قول سے اشارہ کیا ہے کہ پانی  
کو بھی شراب کہتے ہیں اور مجھے اچھا معلوم ہوا کہ میں کسی کی مثل در  
کا کلام کر لی وہ فرماتے ہیں وجہ اشکال یہ ہے کہ اثر شراب کا  
لفظ در غمت اور پھلوں کے حرقات کے علاوہ کو بھی  
شامل ہے کیونکہ مطلق پانی بھی شراب ہے، جو انہوں نے  
کہا ہے وہ زیادہ اچھا ہے کیونکہ ہمارے کی توجہ پر ہو سکتی  
ہے کہ اثر شراب سے مراد ہیں جو ان دونوں سے بنائے جائیں  
اور اور آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کی تاویل قابل ذکر  
بھی نہیں چہ جائیکہ مری خسرو کے کلام کو اس  
پر محمول کیا جائے، پھر توجہ سے کہ امکان سے  
تعبیر کرتا، واللہ المستعان ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عن یحیٰ قناد فی لاضیف ما مہجور الجہود واللہ  
تعالیٰ اعلم بمیراد عبادۃ شمس آیت المہیر  
ایا الضمود نقل عن العلامة نور افندی وجہ  
الاشکال ما قد اشرت الیہ بقول الماء ایضا  
شراب ولم یجیب عن ان اجمل مثله قضیاً  
لعلام الدرس فقال وجہ الاشکال شمول  
الاشربة لغير المتخذة من الشجر والتمر  
اذا المطلق من الماء شراب قال وانما قال  
احسن لامکان قریبہ العبارۃ بان یقال  
اسماء الاشربة المتخذة منہما اھ و انت  
تعلم ان مثل ہذا لا یتاہل المذکور فضلاً  
عن حمل کلام مثل مولی خسرو علیہ شعر  
تعبیر التوجیہ بالامکان واللہ المستعان  
۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)



کہ وہ طبیعت آب کے خلاف ہے پانی سردی سے جتا ہے اور وہ گرمی میں جتا جائزے میں پھلتا ہے۔ تیسرے الحقائق و بحوالہ وزیر میں ہے:

نمک کے پانی سے وضو جائز نہیں، نمک گرمی میں جم جاتا ہے اور سردی میں پھلتا ہے پانی کے برعکس۔

لا یجوز بقاء الملمح وهو یجمد فی الصیفت و یذوب فی الشتاء عکس الماء۔

غرض و تخریر و در و در میں ہے:

والنظم للدر (یجوز ان) ای الوضوء والقلم (بما ینعقد به الملمح) کذا فی عیون المذاہب (لابقاء الملمح) الحاصل ینذوب بان الملمح کذا فی الخلاصة ولعل الفرق ان الاول یاق علی طبیعته الاصلیة والثانی انقلب لل طبیعۃ

عمارت در رک ہے وضو اور غسل جائز ہے (ہیں پانی سے جس سے نمک بنا ہے) یہی عیون المذاہب میں ہے (نہ نمک کے پانی سے) جو نمک سے پھیل کر حاصل ہوتا ہے، خلاصہ میں بھی ہے اور غالباً فرق یہ ہے کہ اول اپنی اصل طبیعت پر واقع ہے اور دوسرا دوسری

عہ قال الخادمی اور المدح والحمد والبخاسر ۱۱

**اقول** تو هم الانقلاب فی الجمہد الخیرۃ فی

معنی یتھم ان الملمح فی الشتاء لا یبق سسنا

بل یتقلب ماہیۃ اخری قال واجیب السمراد

الطبیعة غیر الملائمة للمایۃ ۱۱ اقول و مراد

الا یراء ان الماء یجمد ویصیر بخاراً فسلما

یتوضو بہ ثم اذا ذاب ذاک و تقاطر هذا

جانر لعود ہما الی المایۃ کما کان علیہا فسلما

ان الماء الذی سیعتقد ملحاً کان یاق علی

طبیعة الاصلیۃ کما قلتم انما لا یجوز الوضوء

بہ حین یصیر ملحاً فاذا ذاب فقد عاود

الی طبیعۃ الاولی فما وجہ الفرق بیعت

خادمی نے کہا کہ جمہد اور بخار کے اقراؤ کا کیا ہے اور کب پڑ جائے جمہد میں انقلاب کا وہ بھی کہہ سکتا ہے جس کو یہ لگان ہو کہ گرمی سردیوں میں گھی نہیں رہتا ہے بلکہ اس کی ماہیت بدل جاتی ہے فرمایا جواب دیا گیا ہے کہ جمہد طبیعت کے پانی کے مناسب نہ ہوا ہ میں کہتا ہوں کہ اعتراض یہ ہے کہ پانی جم کر بخار بنتا ہے تو اس سے وضو نہیں کیا جاتا ہے، پھر جب یہ پھلتا ہے اور ٹپکتا ہے تو وضو جائز ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں پانی ہی جلتے ہیں، تو جو پانی جم کر نمک ہو جاتا ہے اگر بقول آپ کے اپنی اصل طبیعت پر باقی ہو تو اس سے نمک ہونے کی حالت میں وضو جائز نہ ہوگا، اور جب وہ پھیلے گا تو اپنی پہلی طبیعت کی طرف واپس آجائے گا تو جو

(باقی بر صفحہ ۶۰۳)

الامیر بیرولاق مصر

کتاب الطہارۃ

تیسرے الحقائق

اخریٰ آہ و اعترضہ محشیہ العلامۃ  
 (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ما ینعقد وما کان انعقد فان ضرر تخلل  
 الانقلاب الی طبیعۃ اخریٰ فلیضرب فی الجمود  
 الذائمی و السحاب الصائب و حاصل الجواب  
 ان الضرر تخلل طبیعۃ لا تناسب طبیعۃ  
 الساء و ذلك فی الملاحہ بخلاف الجمود و الجفاف  
 اھ اقول و یکدرہ ان لیس بین ماء و صلح  
 سینعقد ملحا و بین الملاح لا السیلان  
 و الجمود و بهذا القدر لا یحصل تباین  
 الطبیعتین و عدم المناسبتین کما کیف و  
 هو حین ہو علی شرف الانعقاد فیہ کل ما  
 فی الملاح غیر انہ لم یجمد و سیجمد کالمس  
 و العسل فی الصیف و الشتاء فکیف یقال ان  
 الطبیعۃ الملحیۃ لا تناسب طبیعۃ ذالک  
 الساء فان قلت المراد بطبیعۃ الماء  
 الرقۃ و لا شک ان الجمود ینبایئہما  
 اقول فیعود الایراد بالجمود فانت  
 التباين بین الرقۃ و الجمود لذاتہما  
 لا لمانع ضانہ من ماء او ملاح فعلیک  
 بالتثبت و اللہ تعالیٰ اعلم قمرس ایت الجواب  
 المذکور فی الخادمی للذاتہ افندی قال  
 بعد وھی طبیعۃ الملحیۃ فیکون ما ذہ

منعقد ہوگا اور جو منعقد ہو چکا ہے اس میں فسخ کی  
 کیا وجہ ہے تو اگر پانی کا دوسری طبیعت کی طرف انقلاب  
 خلل پیدا کرتا ہے تو یہ چیز اس جہ میں بھی مضر ہونی چاہیے  
 جو گھل گیا ہے اور اسی طرح بننے والے بادل میں  
 اور جو اب کا حاصل یہ ہے کہ مضر ایسی طبیعت کا خلل اناز  
 ہونا ہے جو پانی کی طبیعت سے مناسب نہ ہو اور یہ  
 چیز نمک میں ہے بخلاف جہ اور بخار کے۔ میں کہتا ہوں  
 اس کو یہ چیز مضر کرتی ہے کہ جو نمکین پانی نمک بننے  
 والا ہے اور جو بالفعل نمک ہے اس میں سوائے  
 سیلان اور جہ کے کیا فرق ہے اور دونوں میں ہم نسبت  
 بھی نہ ہوگی پھر جب وہ بننے کے قریب ہوتا ہے تو  
 اس میں وہ تمام خصوصیات ہوتی ہیں جو نمک میں ہوتی  
 ہیں صرف اتنا ہے کہ وہ ابھی جانیس ہے اب جم جائیگا  
 جیسے نمی اور شہد گرمی اور جارسہ میں تو یہ کیسے کسا  
 جا سکتا ہے کہ نمک کی طبیعت اس پانی کے مناسب  
 نہیں، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پانی کی طبیعت سے  
 مراد رقت ہے اور کچھ شک نہیں کہ تہہ اس کے مخالف  
 ہے۔ میں کہتا ہوں پھر وہی اعتراض ہو گا کہ جم میں  
 تباین رقت اور جمود کا ذاتی ہے عارضی نہیں کہ پانی  
 یا نمک کی وجہ سے ہو، تو غور کرنا لازم ہے، واللہ  
 تعالیٰ اعلم۔ پھر میں نے مذکور جواب والی آفتہ کی عادی  
 (باقی بر صفحہ آئندہ)

نوح افندی کہانی شہان جبارۃ الخلاصۃ  
 ولو قضا بقاء المصلح لا يجوز ثم نقل عن البرزنجی  
 والخطی ما قدمنا قال واقرا صاحب البحر  
 والعلامة المقدسی ومقتضاه ان لا يجوز  
 بقاء المصلح مطلقا ای سواء انفق مصلحا ثم  
 ذاب او لا وهو الصواب عندی <sup>ل</sup>مختصا۔  
 مطلقا وضوحا نہی ہے خواہ نمک بن کر پھر ٹپلا ہو یا نہ اور میرے نزدیک یہی صواب ہے (مختصا۔ دت)

**اقول** نمک اقسام ہے ایک وہ رطوبت کہ پہاڑ یا غار سے جوشش کر کے نکلتی اور جم جاتی ہے جیسے نمک  
 لاہوری و اندرائی اور سا بنجرہ ابتدا جب نمک بستہ ہوئی تھی یقیناً اُسی کی مانند ہے جب بستہ ہو کر  
 ٹپھل جائے کہ وہ پانی کی فروغ ہی سے نہیں، دوم دریائے نمک کا بندھن حصہ بعض تیز و تند و حار و جاد چشموں کا پانی  
 ہے کہ جب سورت آفتاب اس میں غل کرتی ہے کناؤں کی گڑوں سے جم جاتا ہے پچ میں بہتا پانی رہتا ہے اس میں جو  
 چیز پڑے ایک مدت کے بعد نمک ہو جاتی ہے اختلاف اسی پانی میں ہے۔

والذی یظہر فی انہ ان کان <sup>حقیقۃ</sup> حقیقۃ میرے نزدیک اگر وہ حقیقتہ پانی ہی تھا جیسا کہ ظاہر ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعد الذی بیان کساء الذهب والفضۃ بخلاف  
 الجسد اذا انقلب ماء فانه ملائم لطبع  
 السواد و فقله السید الانہری **اقول**  
 والسر علی هذا اظهر فانه لا ینقلب بعد  
 الذی بیان الا انی ما کان علیہ وقد کانت  
 عند صکر علی طبیعتہ الاصلیستہ  
 فکلن انک بعد الزیوان ۱۲ منہ غفر (دوم)  
 میں دیکھا اس کے بعد انہوں نے کہا کہ وہ نمک کی  
 طبیعت ہے تو اس کا پانی چھٹنے کے بعد سونے جاذب  
 کے پانی کی طرح ہو گا بخلاف جہ کے جب وہ پانی ہو گا  
 کیونکہ یہ پانی کی طبیعت کے مناسب ہے (اس کے  
 سید انہری نے نقل کیا۔ میں کتا ہوں اس پر رد  
 و ظہر ہے کیونکہ وہ چھٹنے کے بعد پہلی ہی حالت کی طرف  
 لوٹے گا اور تیسارے نزدیک وہ اصل طبیعت پر تھا  
 تو اسی طرح چھٹنے کے بعد ہو گا ۲: منہ غفر (دت)

كما هو الظاهر فلا يتبع السيب في جوانب  
الوضوء به لان الماء ماء سواد كان عذبا  
قراة او ملحا اجا جاد وقد قال في الحاشية  
لو قوضا بماء السيل يجوز وان خالطه  
القرب اذا كان الماء غالبا رقيقا قراة كان  
او اجا جادا وكونه يجمد صيفا و يذوب  
شتاء لا يجعله نوعا اخر غير الماء فليس من  
امر كان ماهية الماء ولا من شرائطها الجمود  
شتاء والذوبان صيفا وانما هذا او صفت  
تختلف باختلاف الاصناف هذا عذب قرات  
وهذا اسلم اجاج هذا ينبت ويروي وهذا  
لا يفصل شيئا منه وقد يمكن عقد الملام بهذا  
البحر والطبع ولا يخرج به عن ان ينبت  
فكذلك هو اجترأ بعض المياه لشدة حدة  
عن الطبع به حرارة الشمس لم يكن فيه اختلاف  
الماهية فهذا امر بما يقضي لما في الدر والذوق  
بالترجيح ولكن لما اختلفوا ولم يقين الامر  
قدحت الحاضر على المبيح ولكن العجب من  
العلامة المشرف لابي حنبل في المراقى المنع من  
ذائب الملام بما سرائه يذوب شتاء ويجمد  
صيفا ثم قال وقبل انعقاد صلحا ظهور آله  
والله تعالى اعلم

قاس سے وضو کے جواز میں کوئی شک نہ ہوتا چاہئے  
کیونکہ پانی ترپانی ہی ہے خواہ سخت میٹھا ہو یا سخت  
کڑوا ہو، خاتمہ میں ہے اگر سیلاب کے پانی سے  
وضو کیا تو جائز ہے خواہ اس میں ٹی ٹی ہوئی ہو  
چونکہ پانی غالب رہتا ہو، میٹھا ہو یا نمکین ہو اور  
پر بات کردہ گرمیوں میں جم جاتا ہے اور سردیوں میں  
پگھل جاتا ہے اس کو پانی کے علاوہ کوئی اور چیز  
نہیں بنا دیتا ہے کیونکہ جڑوں میں جن گرمیوں میں پگھلنا  
نہ ترپانی کی مابیت کے ارکان سے ہے اور نہ  
شرائط سے ہے یہ اوصاف ہیں جو قسموں کے اختلاف  
کے مختلف ہر جگہ ہیں، کوئی سخت میٹھا، کوئی سخت  
نمکین، کوئی اگلائے والا اور سیراب کرنے والا چوٹا  
اور کچھ بے فائدہ ہوتا ہے اور کبھی سمندری پانی کو بالکل کر  
نمک بنایا جاتا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ  
پانی نہیں تھا، اسی طرح اگر کوئی پانی آفتاب کی گرمی  
سے گرم ہوئے کہ وجہ سے تیزی ہو گیا تو یہ اسی کی مابیت  
کو تبدیل نہیں کرتا، اس سے اس چیز کی تریج ظاہر  
ہوتی ہے جو قدر اور قدر میں ہے یکساں فقہاء کے اختلاف  
کی وجہ سے میں نے منع کرنے والی دلیل کو سہا کر کے  
والی دلیل پر ترجیح دی ہے، مگر علامہ مشرف نبیلانی پر  
تقیب ہے کہ انہوں نے مراقی الفلاح میں منع کی علت  
پگھلے ہوئے نمک میں یہ بتائی کہ وہ سردی میں پگھلتا  
اور گرمیوں میں جمتا ہے اور نمک پگھلنے سے قبل وہ پاک ہوتا ہے (دست)

- (۱۹۱) زرشور کا پانی اگر اس کے بہنے سے حاصل ہوتا ہے۔
- (۱۹۲) آب کا فور کا اس کے چمکنے سے حاصل ہو یا حی کا فور جسے یہاں بیم سینی کہتے ہیں دھوپ کی گئی سے پھل جاتا ہے۔
- (۱۹۳) آب کا فور کہ درخت کا فور کاٹتے وقت اس سے چمکتا ہے۔
- (۱۹۴) آب نطف یا کسر ایک دھنی رطوبت تیز راگھ سے کہ بعض زمینوں سے اُبلتی ہے۔
- (۱۹۵) مٹی کا تیل مثل آب نطف ہے۔ برازیہ میں ہے، ماء الطاهر لایجوز فی الوضوء بہ و کذا امام النقطہ (نک کے پانی سے وضو جائز نہیں) اور ایسے ہی ماء النطف (ایک معدنی تیل) سے۔ ت۔
- (۱۹۶) زرقہ یا کسر درخت صنوبر کا کہ جو پھل نہیں دیتا۔
- (۱۹۷) راتیاغ درخت صنوبر کا کہ جس میں پھل آتا ہے۔
- (۱۹۸) قطران ایک قسم کا درخت سرو کا کہ۔
- (۱۹۹) قیر ایک سیاہ رطوبت کہ بعض زمینوں یا گرم چشموں سے اُبلتی ہے۔
- (۲۰۰) قیر الیہود ایک ہواد رطوبت بنفشی رنگ کہ مثل قیر بعض دریاؤں سے نکلتی ہے۔
- (۲۰۱) جنبر کہ یہ بھی ایک قول میں ایک معدنی رطوبت ہے بعد کو زرات آفتاب دلیو سے بنجھ ہو جاتی ہے۔

(۲۰۲) مویان

- (۲۰۳) سلاجیت یہ دونوں پتھر کے مد ہیں اور ابتدا میں سیال ہوتے ہیں وکل ذلک فی معنی ماء النطف (یہ سب ماء النطف (ایک معدنی تیل) کے معنی میں ہیں۔ ت۔)
- (۲۰۴) نیم دغیر درختوں کا کہ۔
- (۲۰۵) موسم بہار میں انگوڑ کی پیل سے خود بخود پانی چمکتا ہے اس میں اختلاف ہے اور رابع یہی ہے کہ اُس سے وضو جائز نہیں۔

فی الحدایق لایجوز یما اعتصم من الشجر  
والشجر لانه لیس بماء مطلق والحکوم عند  
فقد منقول الی التیمم اما الماء الذی  
جائز میں ہے (وضو اس پانی سے جائز نہیں جو درخت  
اور پھل سے نچڑا گیا ہو) کیونکہ وہ مطلق پانی نہیں رہا  
اور جب مطلق پانی نہ ہو تو پھر حکم تیمم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے

يقطر من الكرم فيجوز التوضي به لانه ماء  
يخرج من غير علاج ذكره في جوامع ابن يوسف  
رحمه الله تعالى وفي الكتاب اشارته اليه  
حيث شرط الاحتصاص به واقره في العنايه  
والفتح وغيرهما وتبعه صاحب المجموع في  
شرحه وفي التبيين ان كان يخرج من غير  
علاج لم يكمل امتزاجه فحاشا للوضوء به  
كالماء الذي يقطر من الكرم<sup>۱</sup> وتبعه المحقق  
في الفتح وقال هـ في الشريعة وتبعه ابن كمال  
باشا في ايضاحه اما ما يقطر من شجر  
فيجوز به الوضوء<sup>۲</sup> وهو اختيار الاعاصم  
الاصمعياني كما ياتي في سادس روابط الفصل  
الثالث وادخله العلامة الشيرازي في  
مقته فقال لا يصير نبات بخلاف ما يقطر  
من الكرم بنفسه<sup>۳</sup>

واغرب المصدق الملا في شرحه  
فزاد بعد قوله من الكرم او الفواكه  
ولم اراه لغيره والجمهور على المنع ونصوا<sup>۴</sup>

بہر حال وہ پانی جو انگور کی پیل سے ٹپکتا ہے اس سے وضو  
جائز ہے کہ وہ بغیر عمل کے نکلا ہے اس کو جو ایچ ابی یوسف  
رحمہ اللہ تعالیٰ میں ذکر کیا اور کتاب میں اس کی طرف اشارہ  
ہے کہ اس میں پھوٹنے کی شرط ہے اور اس کو غنایہ  
اور فتح وغیرہ میں برقرار رکھا اور صاحب الجمع نے اس  
کی شرح میں اس کی متابعت کی اور تبیین میں ہے کہ  
بغیر عمل کے اگر عرق نکل آئے تو اس کا امتزاج پورا  
نہ ہو گا اور اس سے وضو جائز ہے جیسے انگور کی پیل  
سے ٹپکنے والا پانی اور تحقق نے فتح میں اس کی پیروی کی  
اور صدر الشریعہ نے فرمایا ابن کمال پاشا نے اپنی  
ایضاح میں اس کی پیروی کی فرمایا ہر پانی درخت سے  
ٹپکتا ہے اس سے وضو جائز ہے اور امام  
مسیمویٰ کا مختار ہے جیسا کہ تیسری فصل کے چھ مطالبہ  
میں آئیگا اور علامہ ترمذی نے اس کو تین میں نکل گیا  
اور فرمایا گھاس کے عرق سے جائز نہیں بکلاف اس  
پانی کے جو انگور کی پیل سے خود بخود ٹپکتا ہے اور (مت)  
اور ملا فی علانی نے اپنی شرح میں بڑی عجیب  
بات کہی یعنی یہ کہ من اکرم کے بعد اشترک<sup>۵</sup> او الفواکہ کا  
اضافہ کیا میں نے ان کے علاوہ کسی اور کے کلام میں

عہ وقد مرتا سیدہ فی ۱۸۰۱ عند ذکر ۱۲۰۱۲ عند غفرلہ (م) اس کی تائید گزر چکی ہے ملاحظہ ہو ۱۸۰-۱۲۰۱ عند غفرلہ (مت)

۱۶/۱	طبع عربیہ کراچی	باب الماء الذي يجوز به التوضؤ	۱۶/۱
۲۰/۱	طبع الامیریہ بربلاق مصر	کتاب الطہارت	۲۰/۱
۲۴/۱	المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی	ملا یجوز بہ الوضوء	۲۴/۱
۳۴/۱	مجتبائی دہلی	باب المیاء	۳۴/۱

انه الاوجه الاظهر الاحوط ففي الكافي<sup>١</sup>  
ثم ابن الشبل على الزيلعي والافتر وبيعة  
لا يتوضو بماء يسيل من الكرم لكمال  
الامتزاج ذكره في المحيط وقيل يجوز لانه  
خروج من غير علا<sup>٢</sup> وفي الخاتمة لا بالسما  
الذي يسيل من الكرم في الربيع وكذا ذكره  
شمس الامنة الحلواني<sup>٣</sup> وفي الخلية والظاهر  
انه اوجه<sup>٤</sup> ثم اعاد فقال الظاهر انما  
الاوجه<sup>٥</sup> وفي الغنية هو الاحوط<sup>٦</sup> وفي  
فتية ذوي الاحكام هو الاظهر كما في البرهان<sup>٧</sup>  
وفي نوس الايضاح لا يجوز بماء شجر ونس  
ولو خرج بنفسه من غير عصر في الاظهر<sup>٨</sup>  
وفي مراق الفلاح احتج به بما قيل انه  
يجوز بما يقطر بنفسه لانه ليس بالخروج  
بل عصر تاثير في نفى القيد وصحة نفر  
الاسم عنه<sup>٩</sup> وفي الناس هو الاظهر كما  
في المشربلية عن البرهان واعتبه القهستاني<sup>١٠</sup>  
فعال والاحتصار يعم الحقيق والحسكي

یہ نہ دیکھا اور جو روکے نزدیک منع ہے اور راحت  
کی ہے کہ یہی اوجہ، اظہار احوط ہے، کافی ابن شبل  
علی الزیلعی اور القرویہ میں ہے کہ اس پانی سے وضو  
ذکر ہے جو انگور کی پیل سے بہتا ہے کیونکہ اس میں کمال  
امتزاج پایا جاتا ہے، اس کو محیط میں ذکر کیا ہے اور  
ایک قول یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ بغیر حل کے نکلا ہے  
خاتیر میں ہے کہ اس پانی سے جائز نہیں جو رسم ربیع  
میں انگور کی پیل سے نکلتا ہے، اسی طرح اس کو ذکر  
کیا ہے شمس الامنہ حلوانی نے اور علیہ میں ہے اور  
ظاہر یہ ہے کہ یہی اوجہ ہے اور پھر اعادہ کیا اور فرمایا  
ظاہر یہی ہے کہ یہ اوجہ ہے اور غفر میں ہے کہ یہ احوط  
ہے اور غفرہ ذوی الاحکام میں ہے یہی اظہر ہے جیسا  
کہ برہان میں ہے اور نور الايضاح میں ہے وضو جائز  
نہیں درخت یا پھل کے پانی سے خواہ بلا پختہ سے  
اور خود نکل آئے۔ اظہر یہی ہے اور مراق الفلاح میں ہے  
اس سے اس قول سے احتراز کیا کہ وضو اس پانی سے  
جائز ہے بلا پختہ سے خود نکل آئے، کیونکہ اس کے بلا پختہ  
نکلنے میں نفی قید میں کوئی تاثير نہیں ہے اسی طرح اس سے

۱۔ حاشیۃ الشبل علی تبیین المحتاجی کتاب الطہارة الامیرتہ بیولا قی مصر ۲۰/۱

۲۔ قاضی خاں فیما لا یجوزہ التوضی نوکثر وکثر ۹/۱  
۳۔ علیہ فتیۃ المستمل احکام المیاء سبیل اکیدمی لاہور ص ۹۲

۴۔ فتیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدرر کتاب الطہارات مطبعۃ الکلاطیۃ بیروت ۲۳/۱

۵۔ نور الايضاح کتاب الطہارة علیہ لاہور ص ۳

۶۔ مراق الفلاح " " الامیرتہ بیولا قی مصر ص ۱۱۱

کماء الکرم وکذا ماء الدابة و البطیخ  
 بلا استخراج<sup>۱</sup> و آخره<sup>۲</sup> و فی الهندیة ولا  
 بماء یسبل من الکرم کذا فی الکافی و المحيط  
 و فتاوی قاضی خان و هو الاوجه هکذا فی  
 البیرو و هو الاحوط کذا فی شرح منیة المصلی  
 لا برهم العلی<sup>۳</sup> و فی البحر الرائق و التمهید  
 الفائق المصروح به فی کثیر من المکتب انه لا یجوز  
 التوضیء به و اقتصر علیه قاضی خان فی الفتاوی  
 و صاحب المحيط و صمدی<sup>۴</sup> به فی الکافی و ذکر  
 الجواز بصیغة قیل و فی شرح منیة المصلی  
 الاوجه عدم الجواز فکان هو الاولی لما انه  
 کمل اعتزاجه کما صرح به فی الکافی فواقعه

اس نام کے سلب کرنے میں کوئی تاثر نہیں ہے اور در  
 میں اسی کو اکثر کہا جیسا کہ شربلا میں برہان سے ہے اور  
 اسی پر قسستانی نے احتیاء کیا اور کہا بخیر نا حقیقی اور علی  
 دونوں کو عام ہے جیسے انور کا پانی اسی طرح تربوز کا پانی  
 اور تربوز سے کا پانی بلا نکالے جوئے لو اور اس کی کوٹ  
 نے برقرار رکھا اور ہندیہ میں ہے اس پانی سے جو انور  
 کی پیل سے نکلتا ہے اسی طرح کافی، محیط میں ہے  
 اور فتاوی قاضی خان میں ہے یہی اور ہے یہی بکر  
 میں ہے اور یہی اول ہے اسی طرح شرح منیة المصلی  
 میں ہے اور برہم علی کی ہے اور بکر اور نمر میں ہے  
 کہ بہت سی کتب میں مراعت ہے کہ اس سے وغیر  
 جائز نہیں اور اس پر قاضی خان نے فتاوی میں اکتفاء

على الدابة و الدابة و المحيط و المجيب هو  
 البطيخ الاغصان و كما في ش عن بعض  
 المحققين عن كتب الطب و ذكر في التحفة و  
 المخزن و البوقه بالفتا و شرعاً انه من  
 اسمائه بالعربي و ذكر اسمها اللات و البطيخ  
 الهندی و البطيخ المشامی و البطيخ  
 الفلستینی و بالفارسية هندی و انه  
 و بالهندیة تربوز و لحریت کراد ابو غه بالعين  
 ۱۷ منه (م)

والفرد، دابوہ اور مجب تربوز کو کہتے ہیں جیسا کہ  
 شامی میں ہے کہ بعض عاشیہ نگاروں نے  
 کتب طب سے اس کی یہی تشریح نقل کی ہے اور  
 تحفہ اور مخزن میں دابوہ قرق سے ہے، ان کا  
 خیال ہے کہ یہ اس کا عربی نام ہے ان دونوں  
 کتب میں لاسخ اور بطیخ ہندی، بطیخ شامی اور  
 بطیخ فلسطینی کا ذکر ہے فارسی میں ہندوانہ اور  
 ہندی میں تربوز کہتے ہیں ان دونوں کتابوں میں دابوہ  
 "ب" کے ساتھ کا ذکر نہیں ۱۲ منہ (ت)

۱۷ منہ (م) ۳۲/۱ ۲۱/۱

کتاب الطہارت ۱۷ منہ (م) ۳۲/۱ ۲۱/۱

فیما لا یجوز بہ التوضیء ۱۷ منہ (م) ۳۲/۱ ۲۱/۱

مجمعی دہلی ۱۷ منہ (م) ۳۲/۱ ۲۱/۱

نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷ منہ (م) ۳۲/۱ ۲۱/۱



کیا اسی طرح صاحبِ تحفہ نے اس پر اکتفا کیا اور اس کو ابتدا میں ذکر کیا کافی میں اور جواز کا ذکر بعینہ قیل کیا اور شرحِ ختمۃ فیصلی میں ہے کہ اوپر عدم جواز ہے قیل یہی اولیٰ ہے کیونکہ اس کا امتزاج مکمل ہو گیا ہے جیسا کہ کافی میں مصرح ہے تو شرحِ زیلعی میں اس کے امتزاج کو مکمل نہ بتانا قابلِ اعتراض ہے اور اوش میں

فی شرح الزیلعی انه لم یکمل امتزاجہ ففیہ فظہر انه وفق ش عن المرسل علی المنہ من راجعہ کتب الصنہب وجہ اکثرہا علی عدم الجواز فیكون المصنوع علیہا فی هذا المعنى (مرجوح بالنبی الیہ السلام)

میں رد علی الخ سے منقول ہے کہ جس نے کتب مذہب کو دیکھا ہے اس کو معلوم ہو گا کہ اکثر میں عدم جواز ہے تو اسی پر اعتماد ہو گا، تو جو اس میں (تخیر) میں ہے وہ اس کی نسبت مرجوح ہے اور (ت)

(۲۰۶) تاثری

(۲۰۷) سیندی

میں کتا ہوں یہاں تک کہ حضرت انور کی پیل سے پکینے والے پانی سے دھو کے جواز کے قائل ہیں تو وہ یہی

**اقول** حق علی قول من یجوز بقا طرہ الکرم قائمہ ماء کان تشریہ غافلاً و قدوی سرہ

یہ صریح مفہوم ہے زیلعی کے کلام کا اور اس کے قبیحین کے کلام کا، لیکن بحر العلوم کی ارکانِ اربعہ میں ہے اس پانی میں اختلاف ہے جو انور کی پیل سے پکینا ہے، چاہے اس میں ہے اس سے دھو جائز ہے، کافی اور فتاویٰ کا معنی خاف میں ہے کہ دھو جائز نہیں کیونکہ وہ پانی نہیں ہے پانی کے مشابہ ہے اور اس پر پانی کا اطلاق مجاز ہے اور

علی هذا هو صریح مفاد کلام الزیلعی ومن تبعه فکفی الا ان کان الا ربعة لبحوالہ المعلوم ما فیہ اختلاف فی ماء سال من الکرم و نحوه بتفسیر ففی الهدایہ یجوز بہ التوضی وفق الکافی و فتاویٰ قاضی نعمان لایجوز کانتہ لیس ماء انما هو شبیہ بالماء ویطلق علیہ الماء بمعانیہ

میں کتا ہوں کہ قلیل نہ کافی میں ہے اور نہ خانیہ میں ہے بلکہ میں نے ان سے پہلے کسی کے کلام (باقی بر صفر آئندہ)

**اقول** لیس التعلیل فی الکافی ولا فی الخانیة بل لیس امره لاحد قبیلہ بل نزعہ

۹۹/۱

۱۳۳/۱

سعید کمپنی کراچی  
مصطفیٰ ابائی مصر

کتاب الطہارۃ  
باب المیاء

لہ بحر الزائ  
نہ رد المحتار

کہتے ہیں کہ دراصل یہ پانی تھا جب بیل میں جذب ہونے سے بچا تو بیٹے کا جیسا کہ قول زمخشری سے معلوم ہوتا ہے امتزاج کا کنل یہ ہے کہ گھاس پانی کو انہی طرح پی لے کر بلا نکالے پانی نہ نکلے، پھر انہوں نے انگوڑ کی بیل سے چپکنے والے پانی کا ذکر کیا بخلاف ان رطوبتوں کے جو ان درختوں سے بہتی ہیں کیونکہ یہ ان روغنیات کی طرح ہیں جو پتھروں سے نکلنے والے تھے تعالیٰ اعلم۔ (د)

کما یدل علیہ قول الخلیل کمال اکامتر اج  
یتشرب النبات الماء بحيث لا یتخرج منه  
الابلا یثمد ذکر قطران کرمیما صوبی خلافت  
الوطوبات السائلة من هذه الاشجار فانها  
کالتعاسات النابتة من الاحجار والله  
تعالیٰ اعلم۔

(۲۰۸) مار الجبین کہ درود پھاڑ کر اس کی کاشت نکالتے ہیں۔

(۲۰۹) دی کا پانی کرکڑی میں باندھ کر ٹپکائیں یا اس کے کوڑھے میں اس سے چھتے۔

(۲۱۰) سٹا جسے چھا چھ بھی کہتے ہیں دی سے ٹھوس جڑا ہونے کے بعد جو پانی رہ جائے۔

(۲۱۱) چادروں کی بیج۔

(بقیرما شیعہ منظر گزشتہ)

میں یہ نہیں دیکھا، بلکہ علامہ ابن کمال دلیہ نے ایضاً  
کے حق کے پاس فرمایا کہ اس پانی سے جو درخت یا  
پھل سے نکلے گا، روایت قصہ سے ہے، اگر یا  
وہ اس پر پانی کے نام کا اطلاق نہیں کرنا چاہتے ہیں،  
اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ وہ "مطلق میں شامل  
نہیں، اور اس لیے اس سے وغیرہ جائز نہیں ہے  
اور اس سے وہم ہوتا ہے بلکہ مراحت ہی کہی چکے  
کہ درختوں اور پھلوں کا پانی حقیقتاً پانی ہے، البتہ  
وہ مقید ہے مطلق نہیں ہے، حالانکہ یہ قطعاً باطل  
ہے اور انگوڑ کی بیل کے پانی کی باہستہ دل لگتی  
بات بحسب العلوم ہی کی ہے واللہ تعالیٰ  
اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (د)

الصلابة ابن کمال الوضیہ سے ایضاً عند  
قول منہ لا یجا احتصر من شجر او ثمر  
الروایة بالقصر کانهم ابوا عن اطلاق اسم  
الماء علیہ ایما الی تصویره عن حد السجاء  
المطلق ولذلك لا یجوز التوضی به اه فہذا یوہم  
بل کمصرہ ان کل عصا سرة ثمر او شجر ماء  
حقیقة غیر انه مقید لا مطلق وھو باطل  
قطعا والذی یقبلہ القلب فی هذه المحکم  
انقاطی ایضا ما قالہ یحصر العلوم واللہ  
تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

(۲۱۲) گوشت کا پانی کہ سر ہند بویام میں ہے پانی رکھ کر اور پانی بھر کر اُپچا دینے سے خود گوشت سے مثل عرق نکلتا ہے۔

(۲۱۳) مار اللحم کہ عرقیات کی طرح گوشت و اجزائے مناسبہ سے ٹپکا کر لیتے ہیں۔

## النجی لطات

(۲۱۴) نجنی کہ پانی میں گوشت کا آب جو شش نکالتے ہیں۔

(۲۱۵) ہر قسم کا شربا۔ پایہ میں ہے،

لا یجوز بالمرق فانه لا یسعی ماء شربا سے وضو جائز نہیں کہ اس کو مطلق پانی نہیں مطلقاً۔

(۲۱۶ و ۲۱۷) جس پانی میں چنے یا باتھ پکایا اگر پانی میں ان کے اتنے اجزاء مل گئے کہ ٹھنڈا ہو کر پانی گاڑھا ہو جائے گا تو اس سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔

اقول و ذلك ان العبارات الواحدة بجمادات ههنا حل ثلثة وجوه۔ میں کہتا ہوں اس مسئلہ میں واضح عبارت تین قسم کی ہیں۔

الاول لا یجوز مطلقا ان بالطبخ يحصل کمال الامتزاج فیضید التقیید وهذا ما یأتی فی ضابطة الاحكام الفریق و اتباعہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اول، مطلقاً جائز نہیں کہ نہ پکانے سے مکمل امتزاج حاصل ہوتا ہے لہذا عقیدہ کرنا مفید ہو گا۔ امام زلیخا مد اللہ کے قبیض کے ضابطہ میں اس کا بیباک آئیگا، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

الثانی لا یجوز اذا وجد منه مریح المطبوخ۔ دوم، وضو جائز نہیں جبکہ اس میں سے کچی ہوئی چیز کی بھونچائی ہو۔

الثالث یجوز ما لم یتغیرن وعلیہ الا اکثر وهو الا شہر والنصون سوم، جب تک گاڑھا نہ ہو تو جائز ہے، اکثر اسی پر ہیں اور یہی مشہور تر ہے، اور عام متون میں

عنه متانی عبارة اخروی مجملة وهي التقییر یا الطبخ ویأتی الکلام علیہا ۱۲ مرتباً

عنتریب ایک محل جمادات آئے گی اور وہ پکانے سے تبدیل ہوتا ہے اور اس پر کلام بھی آئیگا ۱۲ مرتباً

۱۸/۱ حریرہ کراچی

عليه في عامة السنون وفي الخاتمة لو طبق فيه  
 المحصر او بالاقلاء ودرية بالاقلاء و يوجب  
 منه لا يجوز فيه التوضوء و ذكر الناطق اذا  
 لم تذهب ساقته ولم يصب منه اسم الماء  
 جازاً له وفي الجامع الكبير ثم المنية و  
 اليتايم ثم الزيل وافتح و تجنيس  
 الامام صاحب الهداية ثم البحر و تجنيس  
 الملقط ثم الحلية و الفتاوى الظهيرية ثم  
 البرجندی و اللفظ للفتح في اليتايم لو نقص  
 المحصر و بالاقلاء و تغير لونه و طعمه و  
 ريحه يجوز. المتوضى به فان طبعه خلت  
 كان اذا بره ثخن لا يجوز الوضوء به و لم  
 يثخن و سق الماء باقية جازاً و هذ لك  
 ترى اوسم الاقوال فاذا حصل شرطه في  
 المنع حصل المنع بالاجماع -

ثم اقول و بالله التوفيق بل لا خلاف  
 اما القولان الاولان قال التوفيق بينهما و اخص  
 عليه كالوقاية و المنطق و القرص و التوسير  
 و نور الايضاح حيث اعتبروا و انوال الطبع  
 بالبطخ و يأتي خصوصها في الفصل الثالث  
 ۱۲ منه غفر له -

عليه هكذا في الحلية و في تسحق المنية و  
 الجامع الصغير و عليها شرح في القيفة ۱۲ غفر له  
 (م)

یہ ہے، اور خاتیر میں ہے اگر پانی میں چنے یا باقلا  
 پکایا گیا اور باقلا کی دُر اس میں اُٹھی تو اس سے وضو  
 جائز نہیں اور ناطق نے فرمایا اگر اس کا پتلہ پر ختم  
 نہیں ہو رہے اور اس پر پانی کا اطلاق ہوتا ہے تو  
 وضو جائز ہے ورنہ نہیں جامع کبیر، طبع، یتا یم،  
 زیلعی، فتح، تجنيس (صاحب ہدایہ کی کتاب) پھر تجنيس  
 طلق کی تجنيس، حلیہ، فتاویٰ ظہیریہ اور برجندی  
 میں ہے، عبارت فتح کی بحر الیتا یم ہے اگر چنے  
 اور باقلا پر پانی میں پورے گئے اور اس کا رنگ مزہ  
 اور بڑ بدل گئے تو اس سے وضو جائز ہے، تو اگر  
 پکایا گیا اور ٹھنڈا ہونے پر گارھا ہو گیا تو وضو جائز  
 نہیں اور اگر گارھا نہ ہو اور پانی کی رقت ہنوز  
 باقی ہے تو جائز ہے اور جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں اس  
 قول میں سب سے زیادہ گنہائش ہے، تو جیسا کہ  
 شرط میں حاصل ہے تو بالاجماع میں ثابت ہوگا؟  
 پھر میں کتابوں و باللہ التوفیق، بلکہ کوئی خلاف  
 ہی نہیں، اور دو پہلے اقوال میں تطبیق واضح ہے  
 جیسے وقایہ، طقی، غرر، تنویر اور نور الايضاح  
 ان حضرات نے یہ کائنات سے طبیعت کے احوال کا  
 اعتبار کیا ہے قیصری فصل میں ان کتب کی عبارات  
 آئیں گی ۱۲ منہ غفر له

اسی طرح حلیہ میں ہے اور میرے پاس موجود غیر اور  
 جامع صغیر کے نسخوں میں اس کی شرط غلیظہ میں ہے  
 ۱۲ منہ غفر له (ت)

ملہ فتاویٰ قاضی خان فصل فیہ یوزر التوفیق مطبع ذکثور کھتہ ۹/۱

ملہ فتح القدر باب الماء الذي يجوز بالاضواء وما لا يجوز فيه غفر له ۶۵/۱

فانه اذا فُضِحَ الباقلي في الماء وادرك وجود  
 مريحه من الماء لا محالة وهذا هو معنى  
 الطبخ كما تقدم في ۸۰. <sup>فصل</sup> انهم على هذا الضيق  
 الشرط ولا امکان لحمل الطبخ على الانتفاء  
 بقصد كاليكون احترازا هما اذا اُخرج قبل  
 ان يؤثر في الماء فانه ح ليشمل ما اذا اُخرج  
 بعد ما غير مريح الماء قبل ان يتطبخ فامت  
 تغیر المریح لا یشوقفت علی التوضیح فعلی هذا  
 يكون محسوس تغیر المریح بدون الطبخ <sup>موجبا</sup>  
 للتقيد وهو خلاف النص صرح المدكورة في  
 ۸۹ فان عند عدم الطبخ لا وجه لتغريب  
 بينه وبين التقييد تأمل واما القول الثالث  
 فاذا في الغنية ما يعطى وفاته حيث كان  
 التقييد يحصل للماء بكمال الامتزاج بالطبخ  
 بان يطبخ في الماء شئ حتى ينضج فينبذ  
 يخرج الماء عن طبعه وهو سرعة السيلان  
 ولا شك انه اذا ذلك اذا برد يشخن غالب  
 فكانت القاعدة في المخالطة بالطبخ ان  
 ينضج المطبوخ في الماء وفي المختلطة  
 بدونه ان تنزل مرقته آه وتبعه في  
 مراقي الفلاح فعال لا بماء ثم ال طبعه بالطبخ  
 لانه اذا برد شخن

کہ جب باقلہ پانی میں اچھی طرح پک جائے تو لا محالہ  
 اس کی بُو پانی میں آئے گی اور پکنے کے یہی معنی ہیں جیسا  
 کہ ۸۰ میں گزرا۔ ہاں اس تقدیر پر شرط لگانا بے سود ہوگا  
 اور یہ امکان نہیں ہے کہ طبع کو اس پر محمول کیا جائے کہ  
 پکانے کے ارادہ سے ڈان، تاکہ اس صورت سے احتراز  
 کیا جائے جب کہ اُس کو پانی میں اثر انداز ہونے سے قبل  
 نکال دیا جائے، کیونکہ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جس کو  
 نکالا جائے اس وقت جبکہ اس سے پانی کی بُ تبدیل ہو جائے  
 اور وہ پکنے نہ پائے، کیونکہ بُ کا بدلنا پکنے پر وقت نہیں  
 اس بنا پر صرف بُ کا بدلنا بلا پکانے موجب تقييد  
 ہوگا اور یہ نصوص مذکورہ کے خلاف ہوگا، نصوص ۸۹  
 میں مذکور ہیں، کیونکہ نہ پکنے کی صورت میں اُس میں اور  
 تقييد نہ پڑا ہوا، میں کوئی فرق نہیں ہوگا، یہ مقام قو  
 ہے، تیسرا قول غنی کے مطابق وہ ہے جس سے اتفاق  
 معلوم ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں تقييد پانی میں اس وقت  
 ہوتی ہے جب پکنے سے مکمل امتزاج حاصل ہو جائے،  
 مثلاً یہ کہ پانی میں کوئی چیز پکائی جائے مگر کہ مکمل طور پر پک  
 جائے، تو اس وقت وہ پانی اپنی طبیعت سے خارج  
 ہو جائیگا اور یہ اس کا تیزی سے ہٹنا ہے، اور ظاہر ہے  
 کہ ایسی صورت میں وہ ٹھنڈا ہونے پر کاربھا ہو جائیگا  
 تو پکانے والی چیز میں مخالطہ کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ چیز  
 پانی میں پک جائے، اور پکائے بغیر مخالطہ میں یہ ہے کہ

اس کی رقت ختم ہو جائے اور یہی بات مرآت الفروج میں کہی گئی ہے، فرمایا نہ اس پانی سے جس کی طبیعت پکائے جانے کی وجہ سے ختم ہو گئی کیونکہ جب وہ ٹھنڈا ہو گا گاڑھا ہو جائے گا۔ (ت)

میں کہتا ہوں طبع یا نصیب نہیں ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے جانا، تو طبع بچائے خود قاعدہ ہے اس میں کسی زائد شرط کی حاجت نہیں اور یہ ضابطہ والوں کے موافق ہے، پھر جب طبع سے مطلقاً گاڑھا پانی پیدا ہوتا ہے تو اقوال میں توافق پیدا ہو گا، اور اس میں کوئی وجہ کلام ہرگز نہیں۔  
اول یہ ہو میں کہتا ہوں کہ اس بنا پر کہ اوس کے ہونے میں کوئی فرق نہیں کیونکہ اسی دونوں میں دار و مدار گاڑھا ہوتا ہے اور شیخ کے کلام سے دونوں میں فرق معلوم ہوتا ہے۔

دوم میں کہتا ہوں بتائیں میں طبع کی تقسیم اس طرح کی تھی ہے کہ مرزائی گاڑھا پانی ہر اور رقت باقی ہر اس سے محکم ہوتا ہے کہ طبع سے گاڑھا پانی لازمی نہیں ہوتا ہے اور ان کے قول خالص کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ جب ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا نہ ہو کہ اس سے وضو جائز ہے کیونکہ مانع کے نہ ہونے کا علم ہے۔

سوم محقق نے بکرم میں فرمایا کہ اس متغیر پانی سے وضو نہ کیا جائے جس کو کسی ایسی چیز کے ساتھ پکایا گیا ہو جو تنظیف کے لیے نہیں ہوتی ہے جیسے شورہ اور باقلا کا پانی، کیونکہ یہ مطلق پانی نہیں ہے اس لیے کہ جب پانی کا لفظ براہ لا جاتا ہے تو اس سے یہ پانی متبادر نہیں ہوتا ہے اور اگر وہ چیز ایسی ہو کہ اس سے نظافت مقصود ہو جیسے جھریری، صابون اور اشنانی کو پانی کے ساتھ پکایا جائے تو اس پانی سے وضو کیا جائیگا، ہاں اگر

اقول لا طبع الا بالنصیب كما علمت

فكان الطبع نفسه القاعدة من دون شرطية  
مراشدة وهذا يوافق اهل الضابطة ثم اذا  
كان الطبع يورث الشخونة مطلقا حصل  
توافق الاقوال ومجال المقال فيه من وجوه۔  
الاول ما اقول انه على هذا الم  
يبقى الفرق بين النقي والمطبوخ اذ صار المذا  
فيهما جميعا الشخونة وكلام الشيخ يؤذن  
بالتفرقة۔

والثاني ما اقول ايضا تقسيم

المطبوخ في اليسنايم الى صورة الشخونة وبقاء  
الريقة يؤذن بان الطبع لا يوجب الثمانست  
ولا ينفع قوله غالبا لانه اذا برد فلو يمتحن وجب  
جواز الوضوء به لاحاطة العلم بعدم  
المانع۔

والثالث قال المحقق البحر

في البحر لا يتوضؤ بماء تغير بالطبخ بما  
لا يقصد به التنظيف كماء المرق والباقلاد  
لانه ح ليس بماء مطلق لعدم تبادره عند  
اطلاق اسم الماء، اما لو كانت النظافة تقصد  
به كالسدر والصابون والاشنان يطبخ به  
فانه يتوضؤ به الا اذا خرج الماء عنه  
طبعه من الرقة والسيلان وبما تقرره عن

ان ما ذكره في التجنيس واليتايس (فاشوا مر  
 انفا) ليس هو اسما بل هو قول الناطقي  
 من مشايخنا رحمهم الله تعالى يدل عليه  
 ما ذكره قاضي حان (فتقل ما تقدمه الان) قال  
 وبما قررناه علم ان الماء المطبوخ يشتمل  
 لا يقصد به الباطنة في التظليل يصير مقيدا  
 سواء تفسر شي من اوصافه اوله بتغيره فيفسد  
 لا ينفي عطفه في المختصر على بكثرة الادوار  
 الا ان يقال انه لما صار مقيدا فقد تغير  
 بالطين ثم وتبعه ش فقال في المرق والباقي  
 انه يصير مقيدا سواء تفسر شي من اوصافه  
 او لا سواء بقيت فيه سفة الماء او لا في المختار  
 كما في البحر

پانی اپنی طبیعت سے نکل جائے یعنی رقت اور سیلان  
 ختم ہو جائے کہ وضو جائز نہ ہوگا، اور گزشتہ تقریر سے  
 یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کچھ تجنيس اور يتايس میں ہے (وہ  
 نقل کیا جو ابھی گزرا) وہ مختار نہیں ہے بلکہ وہ ہمیشہ  
 مشائخ میں سے ناطقی کا قول ہے، قاضی حان کا قول  
 اس پر دلالت کرتا ہے (جو ابھی گزرا وہ نقل کیا) فرمایا  
 ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ پانی کو اگر کسی ایسی چیز سے  
 جو کش دیا جائے جس سے زیادہ تنطیف مقصود نہ ہو تو وہ مقید  
 ہو جائیگا خواہ اس کے اوصاف میں تغیر ہو یا نہ ہو  
 اس صورت میں اس کا عطف مختصر میں بکثرة الادوار  
 مناسب نہیں، ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب وہ مقید  
 ہو گیا تو پختہ سے متغیر ہو گیا اور "مثل" نے بھی یہی لکھا  
 اور شروبا اور باقلا میں لکھا کہ وہ مقید ہو جائے گا خواہ  
 اس کے اوصاف میں تبدیلی ہو یا نہ ہو، حام ازہی کہ اس میں پانی کی رقت رہے یا نہ رہے، مختار یہی ہے جیسا کہ  
 بحر میں ہے اور ات

والسابع قال العلامة السمرجندی  
 تحت قول النقاية وان تغیر بالمشک او اختلط  
 به طاهر الا اذا اخرج من طبع الماء او  
 غیره طبعاً مانعاً واطلاق التغير وجعله  
 قیماً للاخراج من طبع الماء يتبادر منه ان  
 مطلق التغير بالطبع مانع سواء اخرج من

چہارم مکارر چندی نے نقایہ کے قول وان  
 تغیر بالمشک کے تحت فرمایا، تفسیر کو مطلق رکھا اور  
 اس کو اخراج من طبع الماء کا قیسم بنانا، اس سے  
 قیادیر ہوتا ہے کہ مطلق تفسیر پکڑنے کی وجہ سے مانع  
 ہے، خواہ وہ اس کو پانی کی طبیعت سے نکالے یا  
 نہ نکالے، ہدایہ سے یہی مفہوم ہے، اس کی تائید

لے بحر الرائق بحث الماء سید کبیری کراچی ۶۸/۱

لے رد المحتار باب المياه محیط ابوابی مصر ۱۳۳/۱

لے شرح النقاية سمرجندی مسائل الماء زکشتور دکن ۳۱/۱

طبع الماء اولاً و هذا هو المفهوم من الهدية  
ويؤيد ما في التخرامة و قنأوى قاضى خان  
انه اذا طبخ فيه الباقلى و سيج الباقلى و وجد  
منه لا يجوز به التوضى و قد ذكر فى الفتاوى  
الظهيرية انه اذا طبخ الحصى او الباقلى  
الى اخر ما تقدم عن الفتح -

انا اقول وبالله التوفيق وبه الوصول  
الى ذكرى التحقيق فعل النار والعاذ بها لله  
تعالى منها تفرغ الاتصال فاذا طبخ شئ  
تزيل النار صلابته وتفتح منافذه فيدخل  
الماء و يخرج اجزاء الطاف في السماء  
فتورثه ثخونة اذا كان الماء على ما هو  
المعتاد في طبخ الاشياء وان لم يظهر اذا كثر  
الماء جدا فان الكلام في الطبخ المعهود ولا  
يجعل فيه من الماء الا قدر معلوم موافق  
لحصول الامتزاج وهذا اما اذا التزيل و  
اتهاه ان بالطبخ يحصل كمال الامتزاج  
لصم الحوارة ترجب الطافة فمادام حاراً  
لا يظهر ذلك التغير على ما هو عليه وبه  
ظهر سر ما قالوا اذا عباس به حيت اذ بدو تخن  
وهذا هو الفارق بين النقى والطبوخ فان  
النقى ليس فيه ما يمنع ظهور الشخاضة  
فاحيل فيه على نفس ذهاب الرقة بخلاف

فزانة اور قنأوى قاضى خان سے ہوتی ہے کہ اگر اس  
میں باقل پکایا گیا اور اس کی بر پانی میں آگئی تو اس  
سے وضو جائز نہیں، اور قنأوى ظہیریہ میں ہے  
کہ اذا طبخ الحصى او الباقلى الخ ہر فتح  
سے نقل ہوا۔ (ت)

میں کہتا ہوں، واللہ التوفیق آگ کلام متصل کہ  
منفصل کرنا ہے جب کوئی چیز آگ پر پکائی جاتی ہے  
تو آگ اس کی تختی کو زائل کر دیتی ہے اور اس کے  
سوراخوں کو کھول دیتی ہے جس کی وجہ سے اس میں  
پانی داخل ہو جاتا ہے اور اس کے لطیف اجزاء پانی  
میں آہستہ ہیں، اس طرح پانی گاڑھا ہوتا ہے جبکہ  
پانی عادت کے مطابق پکایا جائے اور جب پانی بہت  
زیادہ ہوتا ہے تو یہ گاڑھا ہی ظاہر نہیں ہوتا ہے کیونکہ  
گشت کو متعارف پکاسے میں ہے اور اس میں ایک معین  
مقدار کے پانی کی آمیزش کی جاتی ہے تاکہ امتزاج حاصل  
ہو جائے، نیز طبی وغیرہ میں یہ ہے کہ پکاسے سے  
کمال امتزاج حاصل ہوتا ہے، ان حرارت لطافت  
کا موجب ہوتی ہے تو جب تک وہ گرم رہتا ہے  
تو یہ تغیر ظاہر نہیں ہونے پاتا ہے، اسی سے یہ راز  
سرستہ بھی منکشف ہو گیا کہ فقہاء فرماتے ہیں جب پانی  
ثخنہ ہو کر گاڑھا ہو جائے، اور یہی چیز مابہ الاقیاز ہے  
کچے اور پختہ میں، کیونکہ کچے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے



الطبخ ما لم يبرد في حال فيه على النظر فان  
ظهر انه يشخن اذا برد لم يحزن الوضوء به و  
الاجاز والمراجع في هذا هو حصول النضج  
والادراك فان عند ذلك يحصل كمال  
الاختلاج وهو يوجب في المعتاد شخونة الماء  
في هذا التقدير والله الحمد انحللت الاشكالات  
عن آخرها۔

قال اول قد ظهر الفسوق بين التخي  
والطبخ۔

والثاني الطبخ في حاله المتابع  
الاغلاص في الماء على التماس وان لم ينضج على  
مبيل عموم المجاز لا بل بيان حكمه  
المعتاد وغيره كمن وضع كفا من حمص في  
قدر قربة من الماء فانه لا يشخن حين يبرد  
وان نضج الحمص وادركه وهذا هو  
منشور التقيد بنائب في كلام الغنية ونظر  
الشربلا في الى المعتاد المعهود فاطلق القول  
انه اذا بردينهن وبالله التوفيق۔

والثالث فيه اشيد۔

فاقول اول تبين ان فرض عدم  
التغير اطلاق حصول الطبخ فرض  
مالا وقوع له۔

وثانيا قد علمت انما في الخانية

جو گاڑھے پن کو ٹہرنے سے روکتی ہو تو اس میں  
واردہ صرف وقت کے ختم ہونے پر ہے برضا  
پکے ہوئے کے جو ٹھنڈا نہ ہوا ہو تو اس کا واردہ اس  
پر ہے کہ دیکھا جائے اگر یہ نظر ہو کہ ٹھنڈا ہو کر گاڑھا  
ہو جائیگا تو اس سے وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہوگا،  
اور واردہ اس میں پکنا ہے کیونکہ اس وقت کمال اقتراح  
پایا جاتا ہے اور یہی چیز عام طور پر پانی کے گاڑھا ہونے کا  
موجب ہے اس تقریر سے تمام اشکالات رفع ہو گئے۔  
اول : پکے اور پکے کا مسترق ظاہر

ہوا۔

دوم : بتائے کی عبارت میں طبخ سے مراد  
شی کو جوش دینا ہے پانی میں آگ پر خواہ پکا ہوا  
نہ ہو اور جو دم بھار کے ہے، نہیں بلکہ یہ ایسے حکم کا  
بیان ہے جو متبادر غیر معتاد دونوں کو عام ہے، مثلاً  
کسی نے ایک کھس پختے ایک ہانڈی بھر پانی میں ڈالنے  
قریب ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا نہ ہو گا خواہ پختے کتے ہی پک  
جائیں اور غنیہ کی عبارت میں غالباً کی قید کا یہی مفاد  
ہے اور شربلا کی نظر معصومہ پر کسی قرآنوں سے مطلق  
قول رکھا کہ جب ٹھنڈا ہو گا تو گاڑھا ہو جائے گا  
وبالله التوفيق۔

سوم میں چند اور قابل ذکر باتیں ہیں،

میں کہتا ہوں اول : پکے کے باوجود یہ مفروضہ  
قائم کرنا کہ تغیر نہیں ہوا ہے باوجود حصول طبخ کے ایک  
ایسی چیز کا فرض کرتا ہے جو واقع نہیں ہوتی ہے۔  
دوم : خانیہ میں جو ناظر سے منقول ہے یہ

عن الناطق لا يخالف ما قلناه لا يجوز ان  
 عزاء العلامة القوام الكافي شارح الهداية ثم  
 ابن النجاشي معن الناطق ما عن الناطق الخ  
 قاضی خان ایضا فقد لا اذ طبعه ولم يشحن بعد  
 ورقه الماء فيه باقية بجائر الوضوء به ذكره  
 الناطق وفي فتاوى قاضی خان اه واليه يشير  
 كلام الخلية اذ جعل كلام الناطق مفادها  
 في قاضی خان حيث قال تحت قول الماتن  
 لا يجوز بماء الباقلاء ما نعه سيد كرم  
 الجامعة الكبيرة فقيدين عدم الجوانس بماء  
 الباقلاء بما اذا كانت مطبوخة او هو بحال  
 اذا برد شحن وزالت عنه ورقه الماء فيحمل  
 هذا الاطلاق وان وقع مثله لغير المصنعة  
 على ذلك دفعا للتناقض ومن شبه لما ذكر  
 القدری في عداد ما لا يجوز الطهارة به  
 ماء الباقلاء قال في الهداية المراد ما تغير  
 بالطبخ واحسن منه حمل على ما اذا  
 كان مسلوبا منه اسم الماء مطبوخا ولا  
 كما يفيد ما في الخاتمة فذكر كلامه المار في  
 النجاشي والمطبوخ قضا ما وفيه حديث السريج  
 فلو حسبه مخالفا لقول الناطق لكان قوله  
 مرجوحا لانه انما يقدم الاظهر لا شهر  
 فلم يكن يحسن نسبة ما نفعه اليه ومن

گزشتہ قول کے منافی نہیں، اسی لیے علامہ کا کاشی شارح  
 ہدایہ اور ابن شلبی محشی زیلعی نے ناطق کے قول کو  
 قاضی خان کی طرف ہی منسوب کیا ہے، ان دونوں  
 حضرات نے فرمایا جب پکا یا گیا اور گار جائے ہوا اور پانی  
 کی رقت اس میں باقی رہی تو اس سے وضو جائز ہے  
 اس کو ناطق نے ذکر کیا ہے، اور یہ فتاویٰ قاضی خان  
 میں ہے، اس طرف جلد میں اشارہ ہے کیونکہ انہوں  
 نے ناطق کے کلام کو قاضی خان کی گفتگو کا حاصل  
 قرار دیا ہے، وہ مآتن کے قول لا تجوز بما ابقا  
 کے تحت فرماتے ہیں کہ عنقریب جامع کبیر سے باقی کے  
 پانی کے ساتھ عدم جواز کے مفید کرنے کی وجہ سے بیان  
 کرینگے کہ وہ ایسا پکے ہوا ہو کہ جب ٹھنڈا ہو تو گار جا  
 ہو جائے اور اس کی رقت زائل ہو جائے قرعہ اطلاق  
 (اگرچہ مصنف کے علاوہ دوسرے حضرات نے بھی ایسا  
 ہی کیا ہے) اس پر محمول کیا جائے گا کہ تناقض مرتفع  
 ہو جائے، اس لیے جب تھوری سے ان اشیاء کا ذکر  
 کیا جن سے وضو جائز نہیں ہے تو باقی کے پانی کو ذکر کیا  
 جائے میں فرمایا اس سے مراد وہ پانی ہے جو پکائے جانے  
 سے بدل گیا ہو اور اس کا محل اس پر زیادہ اچھا ہو گا  
 جبکہ اس پر پانی کا اطلاق ختم ہو گیا ہو خواہ وہ پکا ہوا ہو  
 یا نہ ہو، جیسا کہ غانیہ سے پتا چلتا ہے، پھر انہوں نے  
 اپنا گزشتہ کلام ذکر کیا جو یکے اور یکے سے متعلق ہے، اسی  
 میں جو کا بھی تذکرہ ہے تو اگر وہ اس کو ناطق کے قول کے

خالفت کچھ قرآن کا قول مرعوم ہوتا، کیونکہ وہ اکثر و اشہر کو  
مقدم کرتے ہیں، تو جس قول کو انہوں نے ناپسندیدہ  
قرار دیا اسی کی نسبت ان کی طرف اچھی نہیں، اس کی  
دلیل یہ ہے کہ خود قاضی خان نے اس چیز کی تصریح  
کی ہے جو امام ناطقی نے ذکر کیا ہے اور اسی پر انہوں نے  
اپنی عام معتدات میں جامع صغیر کی شرح میں جزم کیا ہے  
اور غنیہ میں اس کو ان کی طرف منسوب کیا ہے۔

سوم، لقب اس پر ہے کہ وہ خانیہ کی عبارت  
سے استدلال کر رہے ہیں اور انہوں نے جو کی سطرط  
لگائی ہے پھر فرمایا عام ازہی کہ اس کے اوصاف میں  
کچھ بدلہ ہوا ہونا چاہیے ہوا ہے۔

چہارم، بکثرة الاوراق پر عطف کا انکار کیا ہے  
حالانکہ وہ ان صورت اسی پر عطف ممکن ہے کیونکہ فقیر  
کی عبارت یہ ہے یتوضو بعباد السموات والارض  
بکثرة پر عطف نہ کیا جائے تو بکثرة تغییر کرنا چوگا اور  
یہ غلط ہے۔

پنجم، اس کی یہ تاویل کرنا کہ مراد اس کی طبیعت  
یا وصف کا یہ نہ نہیں ہے، بلکہ ان کی عبارت کا اطلاق  
اصحاح و نقایہ کی عبارت میں نہیں چل سکتا ہے کہ تغییر  
بالطبیخ معہ ہے، اور یہ وہ چیز ہے جس سے  
نفاقت مقصود ہو، اس لیے کہ اس بنا پر اس  
چیز سے جس سے تغییر واقع ہو ضرر جائز ہوگا، یعنی جب کہ نفاقت والی چیز کے ساتھ پکانے کو مطلق نہ لکھا جائے،

الدلیل علیہ ان الاحام قاضی خان بنفسہ  
صرح بهذا الذی قالہ الاحام الناطقی وجوزہ  
بہ فی عامة المعقولات فی شرحہ للجامع الصغیر  
عکما عن کلامہ فی الغنیة۔

وَمَا لَنَا أَنُحِبَّ أَنَّهُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى  
یَحْتَجُّ بِعِبَارَةِ الْخَانِيَةِ وَقَدْ شَرَطَ وَجُودَ الزَّائِدَةِ  
شَرِيقُ سَوَادٍ تَغْيِيرُ شَيْءٍ حَبِيبٍ أَوْ صَاحِبِهِ أَوْ لَا۔

وَرَأَيْتُهَا أَنْكَرَ الْعَطْفَ عَلَى بَكْثَرَةِ الْأَوْرَاقِ  
وَلَيْسَ شَيْءٌ مَا يَصْلَحُ لِعَطْفِهِ إِلَّا هَوَافَاتُ  
عِبَارَةِ الْمَخْتَصَرِ بِتَوْضُوءٍ بِمَاءِ السَّجَادِ الْعَيْنِ  
وَالْبُحْرِ وَأَنْ غَيْرَ طَاهِرٍ لِحَدِّ أَوْ حِافَةِ أَوْ أَنْتِ  
بِالْمَكْتُوبِ لَا بِمَا تَغْيِيرُ بَكْثَرَةِ الْأَوْرَاقِ أَوْ بِالطَّبِخِ  
فَإِنْ لَمْ يَعْطَفْ عَلَى بَكْثَرَةِ يَعْطَفْ عَلَى يَدِ تَغْيِيرِ

أَي لَا يَتَوَضَّؤُ بِالطَّبِخِ وَهِيَ كَلَامٌ مَفْسُورٌ  
وَحَافِظُهَا تَأْوِيلُهُ بِأَنَّ الْمُرَادَ تَغْيِيرَ  
طَبِخِهِ أَوْ صِفَتِهِ بَلْ إِطْلَاقَهُ لَا يَتِمُّ شَيْءٌ فِي عِبَارَةِ  
النَّاقِيَةِ وَالْأَصْلَاحُ تَغْيِيرُ بِالطَّبِخِ مَعَهُ وَهُوَ  
مَسَالَا يَقْصِدُ بِهِ التَّنَاقُفَ أَذْ يُضِيدُ عَلَى هَذَا  
جَوَازُ التَّوَضُّؤِ بِمَا تَغْيِيرُ مِنَ الْإِطْلَاقِ بِالطَّبِخِ  
مَعَ التَّنَاقُفِ وَلَيْسَ مُرَادُ أَقْطَعًا فَإِنَّهَا الْأَمْرَانِ  
فَمَا تَغْيِيرُ بِالطَّبِخِ صَاحِبًا مَقِيدًا تَغْيِيرُ بِالطَّبِخِ۔

چیز سے جس سے تغییر واقع ہو ضرر جائز ہوگا، یعنی جب کہ نفاقت والی چیز کے ساتھ پکانے کو مطلق نہ لکھا جائے،

حالانکہ یہ قطعاً مراد نہیں ہے، کیونکہ جب پکائے سے متغیر ہو گیا تو مقید ہو گیا یہ نہیں کہ جب مقید ہو گیا تو پکانے سے متغیر ہو گیا۔ (ت)

میں کہتا ہوں "شش" کی عبارت میں تبدیلی بحر کے معاد کے لیے ہے کیونکہ ای کا قول فی المختار کما فی البحر ایک ایسے شخص کو جس نے بحر نہ دیکھی ہو اس وجہ میں مبتلا کر سکتا ہے کہ یہ بحر کے منقول کی تصحیح ہے جو انہوں نے کسی سے نقل کیا ہے، کیونکہ وہ اس کے اصحاب سے نہیں جیسا کہ اس کا اعتراف "شش" نے حقوق رسم المغنی میں کیا ہے اور ہم نے اس کو "جیسۃ العجیر" کے معنی "کثیر" میں ذکر کیا ہے جبکہ امر واقعہ یہ نہیں ہے، یہ بات انہوں نے اس لیے لکھی ہے کہ وہ اپنی طرف سے اس کے مخالفین پر اہم مختار نہیں سمجھتے (ت)

چہارم: پختے کی وجہ سے طبیعت کا ذائقہ پڑا بھی ظاہر نہیں ہوتا ہے، ان میں شہد اہوتا ہے تو تقسیم میگ ہے، لڑکے کا دار و مدار گارے پن پر ہو گا اور بچے پر سنے میں اس کی دلیل پر ہو گا اور غالباً برجنی اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ وہ اس کے بعد فقیر کے کلام کو لے گئے ہیں، یہ اس کی مکمل تحقیق ہے۔ (ت)

اقول ووقع فی تعبیر ش تفسیر لمقاد البحر فان قوله فی المختار کما فی البحر یوقم من لایرا جمع البحر فی توهم انه تصحیح منقول فی البحر عن اهلہ فانه من جمہ اللہ تعالیٰ لدیکن من اصحابہ کما اعترفت بہ ش فی عقود رسم المغنی ویناء فی رسالتنا هبة العجیر فی حق ماء کثیر و لیس کذلک وانما قال لخلافہ من قبل نفسه لیس هو المختار۔

والرابع لما کان من ذوال الطبع یا لظہر مر بسا لا یظہر الا اذا برہ صبح التقسیم فیحال فی النسخ علی عین الشخوثة ولی المطبوع علی دلیلها وکأنه الی هذا یشیر البحر جندی بتعقیبه بکلام الظہیریۃ فاستقر ان شاء اللہ تعالیٰ وله الحمد عشر ش التحقیق ۛ یحسن التوفیق ۛ علی التطبيق والتوفیق ۛ و بالله سبحة و تعالی التوفیق۔

(۲۱۸) پانی میں میرے جوش دے کر ان کا حرق پختہ ہو کر پانی سے مخلوط ہو گا کہ حرارت نار کے سبب میرے پانی کا شرب کریں گے خصوصاً جبکہ کڑوا لے اس سے وضو جائز نہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے،

پھلوں کے پانی سے وضو جائز نہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ سیب یا امرود کو باریک باریک کٹ لیا جائے اور

لا یجوز التوضوء بماء الفواکہ و تفسیرہ ان یدق التفاح او السفرجل حقاً ناعماً ثم

يعصروه فيستخرج منه الماء وقال بعضهم  
تفسيره ان يدق التفاح او السفرجل ويطحن  
بالماء ثم يعصر فيستخرج منه الماء و  
الوجهين لا يجوز به التوضوء لانه ليس  
بماء مطلقاً

پھر ان کو ٹپڑ کر ان سے پانی نکالا جائے ، بعض نے اس کا  
مفہوم یہ بتایا ہے کہ سیب یا امرود کو باریک کر کے پانی  
کے ساتھ پکایا جائے پھر ٹپڑا جائے اور پانی نکالا جائے  
حدودہ فویٰ صودقوں میں اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ  
یہ مطلق پانی نہیں ہے۔ (ت)

(۲۱۹) یہ پانی جس میں میرے جوش دیے اس کا حکم ذکر نہ فرمایا۔

واقول وہ استعین اگر میرے خفیت جوش دیے جس میں قدرے نرم ہو کر ٹپڑنے میں اچھی طرح آئیں  
اور نکال لیے کہ پانی میں ان کے اجزائے لطیفہ قدر تغیر نہ ملنے پائے تو اس پانی سے وضو جائز ہوتا ہے اور اب یہ پانی  
نمبر ۱۰ و ۹ میں داخل ہو گا اور اگر میرے اس میں پک گئے کہ اسے تغیر کر دیا تو ان کے نکال لینے کے بعد بھی  
اس پانی سے وضو ناجائز ہے یہ ۲۱۹ نمبر ہو گا۔

(۲۲۰) سر پر ہندی یا کوئی خضاب یا ضاد لگا ہوا ہے اور مسح کرتے ہیں یا تو اس پر گزرتا ہوا پانی کی  
یا تو وہ ضاد و خضاب رقیق ہے جو مثل روغن ہے تو اسی کی جگہ مسح کیا وہ حرام و اگر ہے تو اس کے باہر حرام مسح کی قدر  
مسح کیا ہو گا تو اس پر ہوتا گزرا اگر اس کو رسنے میں یا تو کی تری میں اس خضاب و ضاد کے اجزاء ایسے مل گئے کہ اب وہ  
تری پانی نہ کہلے گی تو مسح جائز نہ ہو گا ورنہ جائز۔

یہ نمبر (۲۲۱) ہوا جس کا جائزات میں اضافہ ہونا چاہیے ، و نیز نام کر دی فصل مسح میں ہے ،

صححت علی الخضاب ان اختلطت البلة بالشحاب  
حق خرجت عن كونها ماء مطلقاً لغيره  
اقول ولا بد من تعييد مفهومه بما ذكره  
فاعرف۔

خضاب پر مسح کیا اگر تری خضاب سے مل گئی یہاں تک کہ  
ماء مطلق چرنے سے خارج ہو گئی تو اس سے مسح جائز  
نہیں اور میں کہتا ہوں اس کے مفہوم کو مفید کرنا ضروری  
ہے اس قید کے ساتھ جو میں نے ذکر کیا اس کو اچھی طرح  
سمجھ لیں۔ (ت)

(۲۲۲) پانی میں سسٹو ٹپڑ ہوں کہ وہ رقیق نہ رہے اس سے وضو ناجائز ہے ، ہا یہ دکائی میں ہے ،

الا ان يغلب على الماء فيصير كالسويق  
گہر کہ دھوپانی پڑا ہے کہ پانی مثل ستودن کے ہو جائے ،

کیونکہ اس سے پانی کا نام ختم ہو گیا ہے۔ (ت)

لن وال اسم الماء عنه

خاتیم میں ہے :

اور اگر ستویں کی طرح گاڑا ہو جائے تو جائز نہیں۔ (ت)

وان صام شعیبا مثل السون

## المقابلات

(۲۲۳) اے میں اگر اس قدر ٹی کڑے وغیرہ کا غلط ہے کہ پانی کیچڑ کی طرح گاڑا ہو گیا تو اس سے

وضو جائز نہیں، خاتیم میں ہے :

اگر کسی نے سیلاب کے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے اور

توضأ بماء السیل یجوز وان کان شعیبا

اگر کیچڑ کی طرح گاڑا ہو تو جائز نہیں۔ (ت)

کا لطیف

اجناس امام ناطق پیر طبرہ میں ہے :

اگر پانی کی رقت غالب نہ ہو تو سیلاب کے پانی سے

التوضأ بماء السیل ان لم تکن مرققة السماء

وضو جائز نہیں ہے۔ (ت)

غالبہ لا یجوز

اقول علمائے کرام پر اللہ عزوجل کی رحمتیں احتیاط کے لیے ایسی نادر صورتیں بھی ذکر فرماتے ہیں وہ سیلاب

کا ایسا ہونا بہت بعید ہے وہ اس سے تنبیہ فرماتے ہیں کہ جب اس قدر آب کثیر و مغزی راستے احتیاط و آب سے

ناقابل وضو ہو گیا تو برساتی ندیوں یا گھڑے لٹے کے پانی کا کیا ذکر؟

(۲۲۴ تا ۲۵۱) لاجبی آئمہ پچھل بیلیں شجرت یا کسم کی زندیاں کچھ چونا ریشم کے کیڑے

چند ٹک وغیرہ غیر دمری جانور کے اجزاء پتے باقہ وغیرہ ناخ کے ریزے کو قار روٹی کے ذرے صابونی آشنان

ریحان یا بونہ ٹھکی برگ کنار کچے خواہ یہ چھ لٹافت کے لیے پانی میں پکائے ہوئے طرعی کوئی چیز تھی کہ برست جو

اصل پانی ہے اگر پانی میں مل کر اس کی رقت زائل کرے اس سے وضو ناجائز ہوگا۔

یعنی وہ پانی جن کی صورت جواز جائزات میں گزری یہ صورتیں ان کے مقابل ہیں ۱۲ (م)

۱۸/۱ سے ہدایت باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء والا یجوز بہ مطیع عربیہ کراچی

۹/۱ کے قاضی خان خیال کیجوز بہ التوضی زکشتورنگھنہ

۹ کے قاضی خان

۹ سے متن غینۃ المستمل احکام النیہ سہیل انیسٹیٹی لاہور ص ۹۰

## اقول وهذا هو محل ما في خزنة

المفتين من شرح معجم البحرين لا يجوز  
الوضوء بقاء الباقي وماء الصابون وماء  
الاستنابان كما ان الاول حمل اطلاق القدور  
وغیره الجوازي الصابون والاستنابان غير انه  
حمل قريب لان المعهود هو خلطهما قليلا  
بحيث لا يذهب الرقة وانما البعد في ما في شرح  
المجموع -

۹۰۱  
میں کتابوں خزائن المفتین میں جو شرح علی البحرین  
سے ہے اس کا محل یہی ہے اس کی عبارت یہ ہے  
کہ باقی اور صابون اور استنابان کے پانی سے وضو جائز  
نہیں ہے جیسا کہ اولیٰ قدری وغیرہ کے اطلاق کا محل ہے  
ان کے اطلاق سے استنابان اور  
صابون کے پانی سے جواز معلوم ہوتا ہے ، یہ حق  
قریبی ہے کیونکہ عام طور پر یہ دونوں چیزیں کم مقدار میں  
ہوتی جاتی ہیں کہ اس سے پانی کی رقت ختم نہیں ہوتی  
ہے اور شرح البحرین میں جو ہے وہ بعید ہے ۔ (ت)

ان پر اکثر خصوص اس کے مقابلات میں اپنے اپنے محل پر مذکور ہوئے اور غایت میں فرمایا ،  
لو قدم الثلج في الماء وصار شخيا خليطا لا يجوز  
به التوضوء لانه بمنزلة الجسد وان لم  
يصير شخيا جازما  
اگر بہت پانی میں گر گئی اور پانی گاڑھا ہو گیا تو اس سے  
وضو جائز نہیں کیونکہ یہ بمنزلہ جسد کے ہے اور اگر گاڑھا  
نہ ہو تو جائز ہے ۔ (ت)

یہ بدن کا حصہ ہے کہ اگر پانی کو گاڑھا کر اس سے وضو جائز ہو گا جب تک پھل کر پانی کی رقت عود نہ کرے  
اور گاڑھا نہ کرے تو جائز یہ نمبر (۲۵۲) جو کہ جائزات میں اضافی ہو گا۔

(۲۵۳ و ۲۵۴) جس پانی میں کوئی دوا یا غذا پکا کر تیار کی متون میں ہے لایسا تفسیر بالطبیخ  
(ز اس پانی سے جو پکانے سے متغیر ہو جائے ۔ (ت)

(۲۵۵ و ۲۵۶) یوں ہی چائے یا کافی بھی کے پکانے سے پانی کی رقت میں فرق آئے اگرچہ ان سے  
سیلاب نہیں جاتا رقت ویلان کا فرق ضابطہ میں مذکور ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ میں مٹا دیا جائے اور اگر اُسے  
بھی پانی میں اثر کرنے سے پہلے نکال دیا تو جواز دہے گا بعد من الطبیخ وبقیاد الطبیخ کما فی ۱۱۰ یہ (۲۵۷)  
بھی جائزات میں زائد کیا جائے ۔

(۲۵۸ تا ۲۶۲) حرق کا زبان کتاب کیوڑا بید مشک غرضبہرہ ودا اتر سے ہوئے یوں ہی

لہ خزائن المفتین

لہ قاضی خان فیالبحرین التوضی وکثر مکتو ۹/۱

ہر عرق اور صاف میں پانی کے خلاف ہر یا موافق عرض جو بہی چیز پانی کی نوع سے نہیں جب پانی کی مقدار سے زیادہ  
اُس میں مل جائے بالا جماع اُس سے وضو نہ ہو سکے گا۔

اور اگر پانی کے برابر ہے جب بھی احتیاطاً عدم جواز ہی کا حکم ہے۔ یاد رکھئے میں فرمایا:

فان استويا في الاجزاء لم يذكو هذا في ظاهر  
الرواية وقالوا حكمه حكم الماء المغلوب  
احتياطاً وقال في الغنية وكذا ان كانت مساوية  
احتياطاً حتى يضم اليه التيمم عند المساواة.

اگر دونوں اجزاء میں برابر ہوں تو یہ چیز ظاہر روایت  
میں نہیں ہے، فقہائے فرمایا اس کا حکم احتیاطاً مطلقاً  
پانی کا سا ہے۔ غنیہ میں کہا اور اسی طرح ہے جب وہ  
مساوی ہوں احتیاطاً حتی کہ جب دونوں  
برابر ہوں تو وضو کے ساتھ تیمم بھی کر لیا جائے (احت)

میں کہتا ہوں اس کو انہوں نے کسی کی طرف  
خسب نہیں کیا اور ان کے علاوہ کسی نے اس کو  
ذکر نہیں کیا اور یہ قواعد سے دوری ہے، جس چیز میں  
بھی حرام تحریری اور مباح تحریری دل میں ہر جائے تو حرام کرنے  
والی غالب رہے گی اور مغلوب کا کوئی حکم نہ ہوگا اور  
جب دونوں برابر ہوں تو تعارض ہوگا اور تساقط  
ہو جائیگا، پھر اس کا پانی کا جانا کسی دوسرے نام  
اولیٰ نہیں ہے تو اس پر مطلق پانی کا نام کیسے بولا جائیگا  
اور جو مطلق پانی نہ ہو اس سے وضو بالکل جائز نہیں  
اور جو چیز میں نہ ہو اس میں مشغولیت مکروہ تحریمی ہے  
جیسا کہ درمیں غنیہ سے ہے، بلکہ یہ تو مال کا ضائع کرنا  
ہے لہذا احرام ہوگا، اس پر غور کیجئے اور مراجعت  
کیجئے، اور شاید انہوں نے ان کے قول احتیاطاً  
سے یہ سمجھا کہ ان کو اس کے پانی ہونے میں شک ہے

اقول لم يستدلوا لاحد ولم يصرحوا

لغيره وفيه نبوء عن القواعد فما اجتمع  
حافظ ومبيح الاغلب العاظم ولا حكم  
للمغلوب وايضا اذا استويا فقد تعارضوا واذا  
تعارضوا تساقطوا وايضا ليس تسمية ماء  
باو له من تسمية غيره فكيف ينطلق عليه  
اسم الماء المطلق وما ليس بماء مطلق  
لا يصح الوضوء به اهلا ولا اشتغال  
بما لا يصح بلوه تحريما كما في الدرر  
الغنية بل هو اضعاف المال في حرمته تأمل  
وراجع وكانه فهم من قولهم احتياطاً ان  
لهم شكاً في كونه ماء فاحتفظوا عنه للاحتياط  
فان لم يكن ماء لم يجز الوضوء به و  
ان كان ماء لم يجز التيمم معه وجوز



فیجمع بینہما خروجا عن العہدۃ بیقین فأنہ  
انکان ماد فقد تو ضاً وان لم یکن فقد تبیم کما  
فی سؤر انحصار شک فی طہوسیتہ ولیس  
کذلک بل الاحتیاط ہذا بمعنی العسل  
یا قوی الدلیلین لا یتقیم لاحد ان یمسکہ ماء  
مطلقة فہو خارج عنہ بالیقین من دون شک  
ولا تخمین واللہ تعالی اعلم۔

۴۰  
۴۰  
تو احتیاطاً اس سے انہوں نے پرہیز کیا ہے، اب اگر وہ  
پانی نہیں تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر پانی ہے تو  
اس سے تیمم جائز نہیں، تو تیمم اور وضو دونوں کا جمع  
کیا جائیگا تاکہ یقین سے قرینہ ادا ہو جائے، کیونکہ  
اگر حقیقت پانی ہو تو وضو ہو گیا اور اگر پانی نہیں تو  
تیمم ہو گیا، جیسا کہ گدے کے جھوٹے کا حکم ہے، کیونکہ  
اس کے طور ہونے میں شک ہے اور یہاں ایسا نہیں  
ہے بلکہ بیان کا امتیاز ہے کہ قوی الدلیلین پر عمل ہو جائے، کوئی اس کو مطلق پانی نہیں کہتا یہ اس سے یقیناً خارج ہے  
واللہ تعالی اعلم۔ (ت)

(۲۶۳ تا ۲۶۶) اقول ایسی بہ لوی چیز اگر مزہ پانی کے طلاق رکھتی ہوں کہ نصف سے کم  
مل کر بدل دیں تو باتفاق منقول وضابطہ اس سے وضو کا عدم ہوا چاہئے۔

اما المنقول فلان العبرة بالطعم حیث لا  
لون واما الضابطۃ فلا یفادوات وصفت او  
وصفین وعلیٰ کل یکفی تغییر وصف واحد  
لما مر عن العصر من العبرة بالاجزاء فی  
ما لسان الثور وما دالموس والمنعظم المرتجۃ  
ومثله فی الغنیۃ غیر مسلمہ فلیتنبہ۔

یہی نقل دلیل تو اعتبار مزے کا ہے جہاں رنگ و بو  
اور ضابطہ یہ ہے کہ دو وصفوں والی چیز ہے یا ایک  
وصف والی چیز ہے اور ہر صورت ایک وصف کا پڑنا  
کافی ہے اور اگر میں جو ہے کہ زبان ٹوڑا اور گلاب کے  
پانی میں جس کی خوشبو ختم ہو چکی ہو اجزاء کا اعتبار ہے  
مسلم نہیں، فلیتنبہ۔ (ت)

نوع آخر۔ مقابلات نزع آخر رقم اول

صنف اول۔ جامدات

(۲۶۴ تا ۲۶۵) نیز میں چوبار سے یا کشمش طلع کوئی میرہ شربت میں شکر بکے معری غلہ  
کوئی خشک شیرینی خندانہ میں وہ آٹک میں کم کیسر پڑیا روشنائی میں کیسے باز و خواہ لہر اجزاء جب اتنے

ڈالیں کہ پانی اپنی رقت پر نہ رہے اس سے باوجود وضو ناجائز ہے۔ قدر ہی وہ آید و تقایہ وغیرہ عامہ کتب میں ہے۔

لاہماء غلب علیہ غیوة فاخرجہ عن طبعہ  
 نہ اس پانی سے جس پر غیر کا غلبہ ہو تو اس کو پانی کی  
 طبیعت سے نکال دے۔ (ت)

## صنف دوم۔ مائعات

(۲۷۶ تا ۲۷۸) زعفران حل کیا ہو پانی یا شہاب اگر پانی میں حل کر اس کی رنگت کے ساتھ مزہ یا  
 بو بھی بدل نہ لے تو اس سے باوجود وضو ناجائز ہے۔

لتغیر اللون علی الحکم المثلث والکثر صنف  
 اس سے کہ رنگ تغیر ہوگی، اس حکم پر چر منتول ہوا  
 اور ایک صنف سے ناپید ہے ضابطہ پر۔ (ت)

یوں ہی پڑیا حل کیا ہو پانی جب رنگ اور ایک صنف اور بدل دے۔

لأنه انکان ذا الثلاثة کفر تغیر و صنفین  
 اس سے کہ اگر وہ تین اوصاف والا ہو تو اس میں  
 دو صنفوں کا تغیر کافی ہے اس پر اتفاق ہے تو پھر  
 دو صنفوں کا کیا حال ہو گا۔ (ت)

(۲۷۹) تر بوز کا شیریں پانی جبکہ پانی میں چکر رنگ کے ساتھ اس کا ایک صنف اور بدل نہ لے وہاں  
 رنگ نہ دیکھتا ہو تو وضو ناجائز ہے۔

وهو محمل قول الزیلعی والافو ذو الثلاثة  
 اور بھی زلیعی کے قول کا مطلب ہے، قول یہ ہے وہ وہ  
 تین صنفوں والا ہے جیسا کہ مشاہد و معلوم ہے، اور  
 منہ میں فرمایا رملی نے کہا تر بوز میں مشاہدہ یہ ہے کہ  
 وہ جو میں پانی کے مخالف ہوتا ہے اور بطبع میں کچھ سرخ  
 رنگ کے اور کچھ پیلے رنگ کے ہوتے ہیں۔ (ت)

اقول ای لون مائہ اذ لیه السکار  
 میں کہتا ہوں اس سے مراد اس کے پانی کا رنگ

لالوں عینہ ۔

کیونکہ کلام اسی میں ہے اس سے مراد خود لطیف کی ذات  
کارنگ نہیں ۔ (ت)

(۲۸۰) سپید انگوٹھ کا شیر و جب پانی کے مزے پر اس کا مزہ غالب آجائے۔

لتغیر الطعم علی المنقول وهو ذو وصفین قی کفی  
تغیر ولحد علی الضابطۃ فہذا اصلاً لا یتأتی  
فیہ الخلاف فی ثقی من جاتی الجوار و بعد جہ۔  
کیونکہ مزہ کا تغیر سے منقول کے مطابق ، اور وہ دو وصفوں  
والا ہے تو ایک میں تغیر کافی ہے ضابطہ کے مطابق ،  
یہ وہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہوا و عدم ہوا کے  
جائیں میں ۔ (ت)

فانقلبت بل فان الحکم لا یقتصر  
عند اهل الضابطۃ علی الطعم بل کذلک  
لو غلب السریح ۔  
اگر یہ کہا جائے کہ حکم اہل ضابطہ کے نزدیک  
مزہ پر موقوف نہیں بلکہ جو کے غلبہ کی صورت میں بھی  
یہی حکم ہے ۔ (ت)

اقول طعمہ اسریح عیلاً فلا  
یتغیر السریح ما لم یتغیر۔  
قرمیں کتابوں اس کے مزے کا اعلیٰ تیز تر  
ہوتا ہے تو جب تک مزہ نہ بدلے تو نفسیں بدل  
سکتی ہے ۔ (ت)

(۲۸۱) سپید انگوٹھ کا سرکہ ملنے سے اگر پانی کا مزہ بدل گیا سرکہ کا مزہ اس پر غالب ہو گیا۔

لما صوبت آتیہ الخلاف کما یأتی (اس کا حکم گزرا اور اس میں اختلاف آتا ہے ۔ ت)

(۲۸۲) رنگ دار سرکہ جب پانی میں مل کر رنگ اور بو (اس نے کہ عام سرکہ کی بوقوی تر ہوتی ہے ۱۲ منہ)

دونوں بدل مہ ۔

لحصول اللون علی المنقول و وصفین علی  
الضابطۃ۔  
منقول کے مطابق رنگ والا ہے اور ضابطہ کے مطابق  
دو وصفوں والا ہے ۔ (ت)

(۲۸۳) ایسے سرکہ کا مزہ اقویٰ ہو تو جب اس سے مزہ کے ساتھ رنگت بھی بدل جائے۔

(۲۸۴) جس سرکہ کا رنگ قوی تر ہو جب رنگ کے ساتھ ایک وصف اور بدل دے والو وجہ

قد علمہ (اس کی وجہ معلوم ہے ۔ ت)

(۲۸۵) دو وجہ جب اس کا رنگ اور مزہ دونوں پانی پر غالب آجائیں۔

لان العیۃ فی المنقول باللون وعند الذیل  
و کثیر من اتباعہ باحد و وصفین اللون  
اس لیے کہ اعتبار منقول میں رنگ ہی کا ہے اور ذیلی  
کے نزدیک (نیز ان کے اکثر متبعین کے نزدیک)

و الطعم وعند المحقق على الإطلاق و  
صاحب الدرر، بهما معاً فاذا تغيرا حصل  
الوفاق على سلب الإطلاق۔  
دو اوصاف میں سے ایک کا اعتبار ہے (یعنی رنگ یا  
مذہب) اور محقق علی الإطلاق اور صاحب درر کے  
نزدیک دونوں کا ایک ساتھ اعتبار ہے، اب جبکہ

دونوں وصف ہی بدل جائیں تو پانی کا الطعم نہ ہونے پر اتفاق ہو جائے گا۔ (ت)  
یہ ایک سو بائیس (۱۷۲) وہ ہیں جن سے وضو بالاتفاق ناجائز ہے یعنی نہ ہو سکتا ہے نہ اُس سے نماز  
جائز ہو نہ تعالیٰ اعلم و مسل انت تعالیٰ علی سبیلنا و من محمد وآلہ و صحبہ و بارکک و سلم۔

قسم سوم میں سے محبت و تنویس حکم منقول و مقتضات ضابطہ امام زینبی کا غرض ہے صنعت اول خشک اشیا

(۲۸۶ و ۲۸۷) پر بارے کے سرگشش انجیر وغیرہ کوئی میوہ یا جامح الاضاحہ الاضاحہ الا و تراعی انت  
ثبت عندہ (مگر وہ جو امام اوزاعی سے مروی ہے اگر ان سے ثابت ہو۔ ت) اور نہ سب صحیح منہ منہ ہے ہر جہاں الہ  
میں چھ بارے بھی جبکہ تادیر ترک کرنے سے پانی میں اُس میوہ کی کیفیت اس قدر آجائے کہ اب اُسے پانی نہ کہیں بنید  
کہیں اُس سے وضو نہیں ہو سکتا اگرچہ رقیق ہو، ہر جامع امام حکم الصلا میں ہے،

قیاس عا ذکرنا انہ لا یجوز الوضوء بنیذ التمس  
لتقیر طعم الماء و صیحو سہ مغلوطاً بطعم  
التمس و بالقیاس اخذ ابو یوسف و قال  
لا یجوز الوضوء بہ الا ان ابا حنیفہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترک القیاس بالنس  
لجواز الوضوء بہ و روی نوح فی الحبام  
المروزی عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ انہ سرجع عن ذلك قال لا یتوضؤ بہ  
بہ چیزوں سے ہم نہ وضو کے جائز نہ کھنے کا قول کیا  
وہ غبیذ تقریر قیاس کی گئی ہیں، کیونکہ پانی کا مذہ بدل  
گیا ہے اور وہ کچور کے مذہ سے مغلوب ہو گیا ہے،  
قیاس پر ابو یوسف نے عمل کیا ہے، اور فرمایا ہے  
کہ اُس سے وضو جائز نہیں، اور امام ابو حنیفہ نے  
نہی کی کہ جو سے قیاس کو چھوڑ دیا اور اُس  
سے وضو کو جائز قرار دیا، اور فوج نے جامع مروزی  
میں ابو حنیفہ سے روایت کی کہ آپ نے اس سے رجوع

جلد ۱۶۰ کے بعد ۱۲۵ ہجری میں تین نمبر ۲۵۱، ۲۵۲ و ۲۵۳ جاز است کے تحت اسناد

ایک سو بائیس (۱۷۲) (م)

یعنی ضابطہ زینبی اور ان احکام کے اتفاق سے جو قول امام محمد پر مبنی ہیں جیسا کہ تنبیہ ضروری میں  
گزارا ۱۲۵ منہ غفرلہ (م)

وہوالذی استقر علیہ قولہ کذا قال نوح  
وبہ اخذ ابو یوسفؒ  
کر لیا اور فرمایا کہ اس سے وضو نہ کیا جائے اور اس کے  
اس قول پر اتفاق ہوا، یہی نوح کا قول ہے اور  
یہی ابو یوسف نے لیا ہے۔ (ت)

فتح المعتبر میں ہے :

وجب تصحیح الروایۃ الموافقة لقول  
ابی یوسفؒ کان آية التیمم ناسخة له لانها  
اذ هی مدنیة وعلی هذا مشی جماعۃ من  
المتأخرینؒ  
علیہ میں ہے :

فکر لوم الجامع والحسن بن زیاد ان  
ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرجم الی  
انہ یتیمم ولا یتوضو کما هو معتبر  
ابی یوسفؒ وقول اکثر العلما منهم ما نکت  
والشافعی واحمد قال قاضی خان وهو  
الصحیح اه  
نوح نور حسن بن زیاد نے ذکر کیا کہ ابو حنیفہ نے اس سے  
رجوع کر لیا اور فرمایا بجائے وضو کے تیمم کرنا چاہئے  
یہی ابو یوسف کا فتوا ہے اور اکثر علما مثلاً شافعی  
اکثر اور ائمہ کا قول ہے اور قاضی خان نے کہا یہی  
صحیح ہے۔ (ت)

فتیہ میں شرح جامع صغیر قاضی خان سے ہے :

سودی اسد بن حمزہ و نوح بن ابی حرییر و  
الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
انہ سرجم الی قول ابی یوسفؒ والصحیح قول  
ابی حنیفۃ الآخر اه اقوال فہذا  
متابعان قریبان لنوح الجامع فن ال ما کان  
بل ہذا فی الصنائع فصل الامار القید  
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/۱  
میں کہتا ہوں یہ دو مضبوط تائیدی قریب کے حق میں ہیں  
احسن حکم العلما کی ہدایت کا منظرہ زائل ہو گیا اگلے احوال

باب الامار الذی یکرہہ المرضی وما یکرہہ  
نورہ رضویہ سکرم  
تہ حلیہ

تہ شرح جامع الصغیر قاضی خان

یہ بخشی من تبوی ملک العلماء اذ قال کسذا  
قال نوح۔

فقیر میں ہے،

لا یتوضو بہ فی السواۃ المرجوع الیہا عن  
ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہا الفتوی  
لان الحدیث وان صح لکن آیۃ التیمم بالحق  
لہ اذ مضمومہا نقل الحکم عند عدم انشاء  
المطلق الی التیمم وتبید التمر لیس منہ مطلقاً  
اس سے غور کیا جائے، یہ ابو حنیفہ کی وہ روایت ہے  
جس کی طرف رجوع کیا ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے کہ اگر  
حدیث اگرچہ صحیح ہے لیکن تیمم کی آیت اس کی تائید ہے  
کیونکہ آیت کا مضموم یہ ہے کہ جب مطلق پانی نہ ہو تو  
حکم کو تیمم کی طرف منتقل کر دیا جائے اور تبید قر مطلق  
پانی نہیں ہے۔ (ت)

بحکم میں ہے،

لا یتوضو بہ وهو قوله اذ خرق من جہ الیہ  
وهو الصحيح واختر من الطحاوی و  
بالجملة فالمدح المصباح المختار من  
المعتمد عند فاضل الجہان  
نہند سے غور کیا جائے، یہی امام ابو حنیفہ کا آخری  
قول ہے، انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا تھا  
یہاں صحیح ہے اعداد اس کو غلطی نے اختیار کیا، غلط ہے  
یہ کہ ہمارے نزدیک تصحیح شدہ، مختار، معتد مذہب  
وضو کے عدم بوازا کا ہے۔ (ت)

ثانیہ میں ہے،

هو قول ابي حنيفة الاخری  
ہندیہ میں مینی شرح کنز ہے،  
الفتویٰ علی قول ابی یوسف ہے۔  
در مختار میں ہے،  
یہی ابو حنیفہ کا آخری قول ہے۔ (ت)  
فتویٰ ابو یوسف کے قول پر ہے۔ (ت)

یقد م التیمم علی تبید التیمم	تصحیح شدہ قول کے مطابق تبید قر پر
ماہ فیہ المستمل	سبیل اکیڈمی لاہور ص ۷۲
لکھ بکارات	سید کمپنی کراچی ۱۳۷/۱
مکمل قاضی خاں	۹/۱
مکمل ہندیہ	نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳/۱
باب التیمم	سبیل اکیڈمی لاہور
کتاب الطہارۃ	سید کمپنی کراچی
فیہ لا یجوزہ التوضی	نوکلر رکھنٹو
۔۔۔	نورانی کتب خانہ پشاور

على المذهب المصحيح المتفق به لان المجتهد اذا سجع عن قول لا يجوز الاخذ به اذ وقوله يقدم اي يرجح ويختار ويؤثر فيفعلة لا الموضوع به -  
 سے مراد یہ ہے کہ اسکو ترجیح دی جائیگی اور اختیار کیا جائیگا اور نمینہ سے وضو نہ کیا جائیگا۔ (ت)  
 ہدایہ میں ہے :

اما نبیذ التریب وسائر الاثبات فلا يجوز التوضؤ بها لان القياس يأبى الجواز الا بالبناء المصنوع وهذا ليس ببناء مطلق بل لیس الله لا يجوز التوضؤ به مع القدرة على الماء المطلق الا ان عرفنا الجواز بالنص والنص ومرد في نبیذ التمر خاصة فيبقى ما عداه على اصل القياس -  
 نبیذ منحنی اور دو کے نبیذوں سے وضو جائز نہیں کیونکہ قیاس کی رو سے وضو صرف مطلق پانی سے ہو سکتا ہے اور یہ مطلق پانی نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مطلق پانی کے درجہ ہونے کی صورت میں اس سے وضو جائز نہیں مگر یہیں اس کا جواز نص سے معلوم ہوا ہے اور بعض نبیذ تمر کی بابت وارد ہوا ہے قریب نبیذوں پر قیاس کے مطابق ہی عمل ہوگا۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

لا يجوز التوضؤ بما سواه من الاثبات جوسيا على قضية القياس -  
 دوسرے نبیذوں سے وضو قیاس کے مطابق جائز نہ ہوگا۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

لا يجوز نبیذ التریب والتین وغير ذلك -  
 منحنی، انحراف و غیرہ کے نبیذ سے وضو جائز نہیں۔ (ت)

نبیذ میں ہے :

سائر الاثبات سوى نبیذ التمر ليس -  
 نبیذ تمر کے علاوہ باقی نبیذوں سے وضو کے حکم جواز

ملہ درختار	باسم التیم	مجتہدانی دہلی	۱/۴
ملہ بدائع الصنائع	مطلب الماء المقید	سیّد کبیری کراچی	۱۴/۱
ملہ ہایہ	الماء الذي يخبذ به الوضوء	عربیہ کراچی	۳۲/۱
ملہ ہدایہ مع فتح القیہ	• • •	نوریہ وضو سکھ	۱۰۵/۱

عدم رجوازا التوضی بہ خلافت

میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ (ت)

اسی طرح عامہ کتب میں ہے۔

فانقلت من این فذلك انکان مرقیقاً۔

اگر یہ سوال ہو کہ ولکان مرقیقاً تم نے کہاں سے لیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فقہائے اہل سنت سے منقول ہے، اور دہم اس طرح نقل ہو جاتا ہے کہ فقہائے تصریح کی ہے کہ وہ نبیہ جس سے وضو کے گھسنے میں اختلاف پایا جاتا ہے رقیق ہے اور گٹھ میں کوئی اختلاف نہیں، پھر فرمایا اس نبیہ کے علاوہ باقی نبیہوں سے جائز نہیں کیونکہ نبیہ قرص سے مخصوص ہے، اس سے قطعی طور پر واضح ہوا کہ رقیق نبیہ سے وضو کی نفی مراد

قلت لا طلاقہم ویقطع الوہم انہم صرحوا ان نبیذ التمر المختلف فی جواز الوضوء بہ ماکان مرقیقاً اما الفلیظ فلا ثم قالوا ولا یجوز ہما سواہ من الانبذ لان نبیذ التمر خص بالاشیاء موضح قطعاً ان المراد فی التوضی بالرقیق منها اما الفلیظ فمعلوم الاتخذ ولا تخالف فیہ بین نبیذ التمر وما نوالانبذۃ۔

ہے کیونکہ گٹھے میں تو اختلاف پہلے ہی نہیں تھا تو گٹھے نبیہ میں نبیہ قرص اور باقی نبیہوں سے جدا کرنے پر تو

بالجہ نبیہ قرص سے مطلقاً وضو صحیح نہ ہونا مذہب صحیح معتد بخیر ہے اور باقی نبیہوں سے جدا کرنے پر تو اجماع ہے مگر ضابطہ زنجیر کا اقتضایہ ہے کہ جب تک رقت باقی ہے جب تک یہ ہرگز صحیح نہیں کہ اسے نبیہ کہیں گے نہ کہ پانی تمام آب باقی نہ رہنے کے سبب آب مطلق نہ رہا اور وضو آب مطلق ہی سے جائز ہے ولس۔

وبیان ذلک انہما من الجامدات او ضابطۃ التقبید عندہ فی الجامدات والرققۃ فحسب قال رحمہ اللہ تعالیٰ المتخالط انکان جامداً ضاء ام یمیری علی الاعضاء ذلما ہو ان لیب اور تبعہ فی الحلیۃ والذہر فاقتصر اعملی ذکر المجریان۔

ابو اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ جامدات سے ہے ابدال کے نزدیک جامد میں تقبید کا ضابطہ یہ ہے کہ رقت زائل ہو جائے، انہوں نے فرمایا اگٹھ والی چیز جامد ہو تو جب تک اسے اعضا پر بہہ سکے تو پانی ہی غالب ہوگا اور علیہ اور درجہ اس کی متابعت کی اور دونوں نے جاری ہونے کے ذکر پر اکتفا کیا۔ (ت)

اقول وكان البعد فیہ اکثر لان الجوامد علی الاعضاء هو السیلان والرققۃ اخص مدہ کما سیأتی فکان یقتضی جواز الوضوء

میں کہنا ہوں اس میں بعد زائد تھا کہ جاری ہونا اعضا پر سیلان ہے اور رقت سیلان سے اخص ہے کما سیأتی تو اس کا مفہوم یہ نکلا کہ اگرچہ



وقت زائل ہوئے اور سیلان باقی رہے تو وضو جائز ہے  
مگر امام زلیخا اور ان کی متابعت میں علمی نے اس مشہد کا  
تدارک کوستہ ہوسٹہ فرمایا، جو اس حضرات نے فرمایا کہ اس  
سے وضو جائز ہے اگر رقیق ہو ورنہ نہیں اسکو اس وقت پر محمول  
کیا جائیگا کہ جب اس میں طے والی چیز جاری ہو اور  
اس کے قریب قریب محقق کا قول فتح میں اور صاحب  
کا بحر و غیرہ میں ہے کہ اگر وہ شئی جامد ہے تو وضو اس  
وقت جائز نہ ہوگا جب پانی کی رقت ختم ہو جائے اور  
وہ اعضا پر جاری نہ ہو سکے اور توقف کرنے سے دونوں باتوں  
کو جمع کر دیا اور حکم دونوں کے ساتھ انتہا پر ہوا، اور جو  
مخففہ تھا وہ ٹوٹ آیا، ہاں ایک صورت یہ ہے کہ  
وادی بمبئی آدہ ہو اور اس صورت میں جریان اور سیلان  
کا ذکر رقت کے بعد اضافی ہوگا، لیکن عام طور پر یہ ہوتا ہے  
تو غنیہ کی عبارت بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی جامد چیز  
کے طے سے پانی کے متیقہ ہونے میں معتبرا کسی کی  
رقت کا زائل ہونا ہے اور ادھر جس نے اس کے بعد فرمایا

وان شئت الرقة مع بقاء السيلان لكن  
الامام الزليخى وبالنقل عنه الحلبي تداسر كاه  
بقولهما بعد فيحمل قول من قال ان كانت  
مرققة يجرى الوضوء به والا فلا على ما اذا كان  
المخالطة جامدا لله ويقرب منه قول المحقق  
في الفتاوى والبحر في البحر وغيرهما فان كان  
جامدا فبانتفاء رقة الماء وجريان على  
الاعضاء لله فجمعوا بينهما فابتنى الحكم  
على انتفاءهما معا وعاد المحذور الا ان  
يقال ان الواو بمعنى او وحينئذ يكون نص  
الجريان والسيلان بعد الرقة مستدركا غير  
انه قد شاع وذاع والمخاطب سهل فالتحسين  
عبارة الفنية المعترضة بسيرة السماء  
مقيد ابيخالطة الجامد وال رقة الله والبحر  
من بعد اذ قال فان كان المخالط جامدا فقلبة  
الاجزاء فيه بشخونه الله

کہ اگر طے والی چیز جامد ہو تو اس میں اجزاء کے غلبہ کا پتا اس کے گاڑھا پڑ جانے سے ہوگا اور (ت)

آپ کو معلوم ہے کہ اس سلسلہ میں مدار نام کے  
زائل ہونے پر ہے جیسا کہ امام نے اعتراف کیا ہے  
انہوں نے ضابطہ یہ بیان کیا کہ اس بات میں نام کا زائل  
ہونا ہی بہتر ہے اور جب کوئی جامد شئی پانی میں پڑتی ہے

وانت تعلم ان المدار الباب  
على من وال الاسم كما اعترف به الامام  
الضابط بقوله من وال اسم الماء عنه هو  
المعتبر في الباب اه وبخلف الجامد مما يزيل

۲۰/۱	مطبوعہ امیر میرہ مصر	کتاب الطهارة	لہ تبیین الحقائق
۶۹/۱	ایک ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الطهارة	لہ بحر الرائق
۹۱	سیل انڈیا دہرہ	فصل في احکام المياه	لہ غنیۃ المستمل
۶۹/۱	ایک ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الطهارة	لہ بحر الرائق

الاسوق قبل نزول الرقعة كماء النزع عن الصالح  
 للنبیة والنبيذ وقد صرحوا ان الاختلاف  
 انما كان في نبذ النمر الرقيق قال في الهداية  
 النبيذ المختلف فيه ان يكون حلوا رقيقا  
 يسيل على الاعضاء كالماء ثم اذ في الكاس  
 فان كان غليظا كاللبس لم يجز الوضوء به  
 اذ في البدائنه وان كان غليظا كاللبس لا يجوز  
 التوضؤ به بلا خلاف وكذا ان كان رقيقا لكنه  
 غلاواشت وقذف بالزبد لانه صار مسكرا  
 المسكر حرام فلا يجوز التوضؤ به ولا منب  
 النبيذ الذي قوضا به رسول الله صلى الله  
 تعالى عليه وسلم كان رقيقا حلوا فلا يلحق به  
 الغليظ المرد هكذا في الحلية والنبيذ والبحر  
 والدمو عامة الكتب بل في العناية النبيذ

تورق کے ذائق ہونے سے قبل ہی نام ذائق ہوجاتا ہے  
 جیسے زعفران کا پانی جس سے کوئی چیز رنگی جاسکتی ہو  
 اور نبیذ، اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اختلاف رقیق  
 نبیذ میں ہے۔ ہدایہ میں ہے اختلاف اس میں ہے کہ  
 نبیذ میٹھا اور پتلا ہو اور اعضا پر پانی کی طرح بہتا  
 ہو اور کافی میں یہ اضافہ کیا کہ اگر وہ شیرو کی طرح  
 گاڑھا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں اور ہدایہ  
 میں ہے کہ اگر نبیذ شیرو کی طرح گاڑھا ہو تو بلا اختلاف  
 اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر رقیق  
 ہے مگر اس میں اتنا جو شش آگیا ہو کہ جھاگٹے گیا ہو  
 کیونکہ اب یہ مسکر ہو گیا اور مسکر حرام ہے لہذا اس سے  
 وضو جائز نہیں، نیز یہ کہ جس نبیذ سے رسول اللہ  
 صل اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تھا = رقیق اور  
 میٹھا تھا لہذا اگر وہ گاڑھا نبیذ اس کے حکم میں نہیں

حکم میں مسکیں علی اکثر النبيذ المختلف فيه  
 ان يكون حلوا رقيقا يسيل على الاعضاء كالماء  
 ثم قال السيد ابو السعود في الغلية لسماء  
 ليرافن ما تقدم عن خزانه الاكمل فان لم  
 يحل فلا خلاف في جواز الوضوء به نعم ۲۵  
 اقول سبحان الله اذا كان الغلية للماء

مسکیں علی اکثر النبيذ جس میں اختلاف ہے  
 رقیق اور میٹھا ہے جو پانی کی طرح اعضا پر بہتا ہو اور  
 ابو السعود نے فرمایا یعنی غلبہ پانی کا ہو تاکہ خزانه اکل  
 سے ہوا متقل ہو اس کے موافق ہو جائے، کیونکہ اگر میٹھا  
 نہ ہو تو اس سے وضو کے جواز میں کوئی خلاف نہیں  
 ضررہ میں کہتا ہوں سبحان اللہ جب پانی کا غلبہ  
 (باقی بر صفحہ آئندہ)

شہ ہدایہ المار الفی مرکزہ الوضو مکتبہ عربیہ کراچی ۳۲/۱

شہ کافی

شہ بانیہ الصنائع مطلب المار المقتبہ سعید کمپنی کراچی ۱۵/۱



لمختصر الامام الكرخي عن اصحابنا رضي  
الله تعالى عنهم وقال في الحلية وجبه  
قول ابی یوسف ان الله تعالى اوجب التيمم  
عند عدم الماء المطلق وبيد التيمم  
ليس بماء مطلق ولا لغيره الوضوء به مع  
وجود غيره من المياه المطلقة <sup>أو</sup> وقدم  
مثله عن البدائع اقول وبه ظهري الجواب  
عما تبشبه الامام المزني اذ قال اما قولهم  
ليس بماء مطلق قلنا هو ماء شرعا لا ترى  
الى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ماء  
طهور اي شرعا فيكون معنى قوله تعالى  
فلم تجدوا ماء اي حقيقة او شرعا <sup>أو</sup>  
فيا سيحون الله ان كان هذا معنى الآية  
فلم لم يحجز الوضوء به مع وجود ماء  
اخر ومن اوجب التيمم بين المائتين  
بتقديم اللغوي على الشرعي اما احتجاجة

مخت تبعد فيه السولي بغير العلم في الاركان  
الاربعة فقال قوله صلى الله تعالى عليه  
واله وسلم تمر طيبة وما طهور فيفيدان  
التبذيل لم يخرج عن كونه ماء بوقوع التمر  
فواجب التبذيل لا يصدق عليه انه

له طية

سنة تبيين الحقائق كتاب الطهارة

الاميرية بولاق مصر

۲۵/۱

ٹوٹ جائیگا تو یہ تمام احکام میں مثل تيمم ہے، یہ عنایت،  
فتح اور علیہ میں شرح قدوری سے منقول ہے۔ امام  
کرخی نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور سیرین  
قریبا ابو یوسف کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ  
نے تيمم اس وقت واجب کیا ہے جب مطلق پانی  
نہ ہو اور نبیذ مطلق پانی نہیں ہے حد نہ دوسرے  
مطلق پانیوں کے ہوتے ہوئے بھی اس سے وضو  
جائز رہتا ہے۔ یہی بدائع سے گزر چکا ہے۔  
میں کہتا ہوں اس سے امام زلیعی کی اس گفتگو  
کا جواب بھی نکل آتا ہے کہ ان کا قول "مطلق پانی نہیں  
ہے" ہم کہتے ہیں یہ شرعا پانی ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "پاک پانی" یعنی شرعا تو اللہ کے  
قول تو یہ پاؤں دھو" کا معنی ہو گا یعنی حقیقتہً اور شرعا پانی  
رہاؤ، تو اگر آیت کے یہی معنی ہیں تو دوسرے پانی سے  
ہوتے ہوئے اس سے وضو میں جائز نہیں ہے اور جن  
حضرات نے دونوں پانیوں میں ترتیب کو لازم قرار دیا ہے

بکرا معلوم ہے ارکان اربعہ میں ان کی پیروی کرتے ہوئے  
قبیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "تيمم  
طيبة وما طهور" سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیذ  
پانی ہونے سے خارج نہیں ہوا ہے کچھ رکے وقت  
سے تو جس شخص کے پاس نبیذ ہو تو اس پر یہ صادق  
(باقی بر صفحہ آئندہ)

کہ لغوی و شرعی پر مقدم کیا ہے اور ان کا استدلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "ماء طہور" سے تو اس کی بابت میں کہتا ہوں دراصل حدیث کی ابتداء اس طرح ہے "تقویۃ طہیۃ و ماء طہور" تو یہ اس کے اثر و ترکیب کے بیان کے لیے ہے صرف اتنا بتنا مقصود نہیں کہ یہ پانی ہے ورنہ یہی خبر ہوتی کہ یہ کجور ہے اور یہ عرفان اور شرعاً ہر طرح باطل ہے اور حدیث کی ابتداء میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "کیا تمہارے پاس پانی ہے؟" اگر میں اس سے وضو کروں؟ انہوں نے کہا نہیں سراسر غیثہ تحریر کے یہ خیال نہ کیا جملہ کہ حضرت عبد اللہ نے صرف لغوی پانی کی نفی کی تھی اس لیے کہ سوال شرعی پانی کی بابت تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، تاکہ میں اس سے وضو کروں۔ ان یہ کہا جاسکتا ہے کہ عبد اللہ کو اس وقت یہ معلوم نہ تھا کہ یہ شرعاً پانی ہے، اور خود امام زین العابدین نے اعتراف کیا ہے کہ ابی مسودہ نے اس سے پانی کی نفی کی ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو معلوم ہوا کہ ہاں میں حکم کا زوال رفقہ پر منحصر کر دینا صحیح نہیں ہے۔

بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماء طہور  
قا قول الحدیث من اولہ تمرة طہیۃ و ماء  
طہور فانما هو لیسان اجزائہ التي ترکیب  
عنہا الاخبار عنہ یا نہ ماء والا لکان اجزاً  
ایضاً یا تمرة طہیۃ و هو باطل لغت و عرفان  
شرعاً و فی حدیث الحدیث قولہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم لعبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ هل معک ماء اتوضؤ بہ قال لا الا  
نبیذ تمرة لا یتقال انه رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
انما نفی الماء الطہور لان السؤال کان عن  
الماء الشرعی لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
اتوضؤ بہ الا ان یتقال لم یکن عبد اللہ  
اذا قال یتسلم انہ ماء شرعاً و قد اعترف  
الامام الزبیدی نفسه انہ نفی عنہ ایضاً مسجود  
اسم الماء اذ اثبت ہذا علی ان قصور حکم  
فی الجامد علی نہ الہرقۃ غیر صحیح  
وقد تنبیہ لہذا البصر فی البحر فقال بعد  
ایراد الضابطۃ و ہما نتیجۃ مہمۃ۔

(بقرہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نہیں آتا کہ وہ پانی کا پانے والا نہیں ہے تو آیا یہ تیمم  
اس کے معارض نہیں، تاکہ اس کو نسخ قرار دیا جائے  
"ہذا ماء عندی" اور قائلانہ امام زین العابدین کے کلام  
پر مطلع نہ ہوئے۔ (ت)

لم یجد ماء فلا قمار عنہ آیۃ التیمم حق  
یکون ناسخاً لہذا ماء عندی اور وکأنہ لم  
یظلم علی کلام الامام الزبیدی رحمہما اللہ  
تعالیٰ قدس سرہ۔

الاول مقتضى ما قالوه هنا جواز التوضؤ  
بنييذ التمر والنبيذ ولو غير الاوصاف  
الثلاثة وقد صرحوا قبل باب التيمم ان المصحيح  
خلافه وان تلك الرواية مرجوع عنها وقد  
يقال ان ذلك مشروط بما اذا لم يزل عن  
اسم السماء وفي مسألة بنييذ التمر شر الى  
عنه اسم الماء فلا مخالفة كما لا يخفى.  
الثاني انه يقتضى ان النعش ان اذا  
اختلط بالماء يجوز الوضوء به مادام  
مقيقا سيما ولو غير الاوصاف كلها  
لانه من الجاهلات والمصرح به في  
معراج الدراية معزيا الى القنية ان  
النعش ان اذا وقع في الماء ان امكن الصبغ  
فيه فليس به ماء مطلق من غير نظر الى  
الشخونة ويجاب عنه بما تقدم من انه  
شر الى حنه اسم الماء له  
وه مطلق پانی نہیں ہے، اس میں گارے پن کا کوئی اعتبار نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پانی کا نام زائل  
ہو گیا ہے (ت)

حاسب بک کو بک میں اس پر قبضہ ہوا ہے، چنانچہ انہوں نے  
ضابطہ کے بعد فرمایا، یہاں چند اہم تنبیہات ہیں،  
تنبیہ اول، جو کہ انہوں نے فرمایا ہے اس کا مقتضى  
تمیز قر اور غیز منق سے وضو کا جواز ہے خواہ اوصاف  
ثلثہ ہی کیوں نہ بدل گئے ہوں اور تم کے باب سے  
پہلے انہوں نے تصریح کی ہے کہ صحیح اس کے برخلاف ہے  
اور اس روایت سے دھڑکا کر لیا ہے، اور یہ اس شرط  
کے ساتھ مشروط ہے کہ اس پر سے پانی کا نام زائل  
نہ ہوا ہو، اور غیز قر کے مسئلہ میں اس سے پانی کا نام  
زائل ہو گیا ہے تو کوئی مخالفت نہیں، کمال بخفی.

تنبیہ ثانی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ مطلق  
نہ پانی میں مل جانے تو اس سے اس وقت تک وضو  
جائز ہو جب تک وہ سیتالی و رقیق ہو خواہ اس کے  
تمام اوصاف بدل گئے ہوں، کیونکہ وہ یہاں مادت ہے  
اور معراج الدرایہ میں قنیر سے منقول ہے کہ اگر (عطران  
پانی میں ڈال دی جائے تو اگر اس سے رنگا لکھن ہو تو  
پانی میں ڈال دی جائے تو اگر اس سے پانی کا نام زائل

اس کو ان کے بھائی اور شاگرد محقق نے نہر میں  
دیکھا ہے جیسا کہ طے ہے کہ زلیخا نے اس کو ذکر نہیں  
کیا ہے اور اس عقیدہ سے کہ لقیع نہ ہو گا اور اس کا  
جواب علامہ ابوالسعود نے فتح المبین میں دیا ہے

ورده اخوه وتليظه المحقق في  
النهر كما في طه بان الزليخة لم يذك ذلك و  
ان هذا التعيين لا يجدى فضا لا و اجاب  
عن السيد العلامة ابوالسعود الامهرى

فی فتح الله المعین وتبعه ط بابت الکلام  
فیما اذ المریرزل عنه اسم الماء کما ذکره الزیلعی  
فتطیر النهر ساقط وما ذکر فی البحر من  
الجواب ما خوذ من مصریح کلام الزیلعی۔

فهو لا ثلاثة اجلاء مختلف انظارهم  
فی کلام الامام الزیلعی اما الاخوان العلامة  
فاثقا علی ان الزیلعی لم یذکر فی الجوامع  
قید بقاء الاسم غیر ان البحر یقول اسم  
مطوی مشوی فالمعنی ان کان جامدا فاما  
دامر باقی علی سرقته فالماء هو الغالب  
لیشروط ان لا یزول عنه اسم الماء والنفیر  
یقول ان لم یذکر کما تری ولورده لانه  
لا یجدی نفعاً واما السید فزیل انہ مذکور  
فی مصریح کلام الزیلعی وان کلامه انما هو  
فیہ وان البحر انما اخذہ عنہ۔

هكذا اختلفوا واما اقله بان کل کلام الزیلعی یقتل  
للجلية الحال قال رحمه الله تعالى بعد ما نقل اقوال  
مختلفة هكذا اجاء باختلاف فلا بد من ضابط  
وتوفیق فتقول ان الماء اذا بقى علی اصل  
خلفه والمریرزل عنه اسم الماء جائز الموضوع  
به وان حاله وصار مقیدا لمریرزول التقييد  
اما بکمال الامتزاج او بغلبة الممتزج فکمال  
الامتزاج بالطبخ بطاهر لا یقصد به  
التعطيف او بتشرب الثبات وغلبة الممتزج

اور اس کی پیروی کرنے کی ہے، تحقیق اگر اس میں ہے جس  
سے پانی کا نام زائل نہ ہوا ہر جہاں کہ زمینی نے ذکر کیا ہے  
قرنہ کا نظیر دینا ساقط ہے درست نہیں، اور جو جواب  
تحریر میں ہے وہ زمینی کے صریح کلام سے ماخوذ ہے۔  
تو یہ تین جلیل القدر علماء ہیں جن کی آراء زمینی  
کے کلام کی بابت مختلف ہیں، دونوں برادران اسی پر  
متفق ہیں کہ زمینی نے جامد میں نام کے بقا کی قید ذکر  
نہیں کی ہے، البتہ تحریر کرتے ہیں نیست میں مضمر ہے، تو  
مضمون یہ ہے کہ اگر وہ جامد ہے تو جب تک وہ رقیق ہے  
تو پانی ہی غالب ہے بشرطیکہ اس سے پانی کا نام  
زائل نہ ہو، اور نہ کہ اس کا نام ہے کہ انہوں نے اس کو ذکر  
نہیں کیا ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور اس کو انہوں  
نے رد نہیں کیا ہے کیونکہ اس میں کوئی غایہ نہیں، اور  
سید کا گمان ہے کہ یہ زمینی کے کلام میں صریحاً مذکور ہے  
اور ان کا کلام اسی میں ہے اور بحر نے اُسی سے اخذ  
کیا ہے۔ (دست)

اسی طرح انہوں نے اختلاف کیا ہے، اور اب میں  
زمینی کا کلام نقل کرتا ہوں تاکہ بات پوری طور پر واضح  
ہو جائے، انہوں نے پہلے تو مخالفت اقوال ذکر کئے،  
پھر فرمایا، اسی طرح اختلاف ہوا ہے، تو کوئی ضابطہ  
اور توفیق ضروری ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ پانی جب اپنی  
اصل خلقت پر ہو اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہو  
تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر نام زائل ہو جائے

بالاختلاط من غير طبع ولا تشرب نبات  
ثم المخلطان جامدا فاما ما يجري على  
الاعضاء فالماء الغالب وآت ما ثقات لم  
يكن مخالفا في شئ كالماء المستعمل تعتبر  
بالاجزله وآت مخالفا فيها فان غير اكثرها  
لا يجوز الوضوء به والا جاز وآت خالف في  
وصف او وصفين تعتبر الغلبة من ذلك  
الوجه كالدبن يخالفه في اللون والطعم  
فان كان لون الدبن او طعمه هو الغالب لم  
يجزوا الا جاز وماء البطيخ يخالفه في الطعم  
فتعتبر الغلبة فيه بالطعم فعلى هذا يحمل  
ما جاء منهم على ما يتيق به فقول من قال  
ان كان مقيما يجوز والا لعل ما اذا كان  
المخلطان جامدا او من قال ان غير احد وصفه  
جائز على ما خالفه في الثلثة ومن قال اذا  
غير احد وصفه لا يجوز على ما خالفه في  
وصف او وصفين ومن اعتبر بالاجزاء على  
ما يخالفه في شئ فاذا نظرت وتأملت وجدت  
ما قاله الاصحاب لا يخرج عن هذا او وجد  
بعضها مع بعضا به وبعضها مع بعضا اليه  
هذا كله كلامه قد انقصته ولم اخصر  
منه حرفا غير ما ذكر في التشرب من الفرق  
بين الخروج والاستخراج فانه غير محصور

مقيد ہو جائز نہیں اور تنقید یا ترک الی امتزاج  
کے ساتھ یا علی ہوئی چیز کے غلبہ کے ساتھ ہوگی تو کالی چیز  
یسے کہ پانی میں ایسی پاک چیز ڈالی کر پکائے جس سے  
تخلیف مقصود نہ ہو گھاس میں پانی جذب ہو جائے  
اور علی ہوئی چیز کا غلبہ یہ ہے کہ پانی کا اختلاط بلا پکائے ہو  
اور گھاس میں پانی جذب کیے بغیر ہو پھر ملنے والی چیز اگر  
جامد ہو تو جب تک وہ اعضا پر ہے تو پانی غالب ہوگا  
اور اگر ملنے والی چیز بننے والی ہے تو وہ اگر کسی چیز میں  
پانی کے مخالفت نہیں ہے جیسے ستل پانی تو غلبہ کا  
اعتبار اجزائے ہوگا اور اگر وہ پانی کے مخالفت ہو تو اگر  
اکثر اوصاف کو بدل دے تو اس سے وضو واجب نہ  
نہیں درج جائز ہے اور اگر ایک دو وصفوں میں مخالفت  
ہے تو اسی وجہ سے غلبہ معتبر ہوگا جیسے دو دھوکہ پانی کے  
مخالفت ہے رنگ اور مزہ میں تو اگر دو دھوکہ کا رنگ  
یا مزہ غالب ہو تو وضو جائز نہیں درج جائز ہوگا اور  
غیر مزہ کا پانی پانی سے صرف مزہ میں مختلف ہے تو  
اس میں غلبہ یا اعتبار مزہ ہوگا لہذا اختصار کی نصرت  
کو اس میں منافیہم پر محمول کرنا چاہئے جو اس کے لائق ہیں  
اب جو یہ کتاب ہے کہ اگر وہ رقیق ہے تو جائز ہے رز نہیں  
تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ملنے والی اگر جامد ہے تو یہ  
حکم ہے اور جو کتاب ہے کہ اگر اس کے اوصاف میں سے  
کسی وصف کو بدل دیا تو جائز ہے یہ اس صورت میں  
ہے جبکہ وہ چیز پانی کے ساتھ تینوں وصفوں میں مخالفت ہے



ولا يتعلق به الفرض ههنا۔ اور یہ کہتا ہے کہ جب اس کے اوصاف میں سے ایک صفت

کو بدل دے تو جائز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز پانی سے ایک یا دو صفوں میں مخالفت ہے اور جس نے غلبہ باعتبار اجزاء لیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ چیز پانی کے ساتھ کسی چیز میں مخالفت نہ ہو، تو جب آپ خود کریں گے تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جو کچھ اصحاب نے فرمایا ہے وہ اس بیانی سے خارج نہیں، ان میں سے بعض اسرار تو کتب میں بصراحت مذکور ہیں اور بعض کا ذکر اشارتاً ہے اور یہ ان کا مکمل کلام ہے جو بول کم و کاست میں نے نقل کر دیا ہے صرف تشکیب میں جو فرق خروج و استخراج میں ہے، وہ صحیح نہیں، اور نہ ہی اس سے کوئی نفع یہاں متعلق ہے (ت)

اقول فقد بان لك من كلامي ثلثة امور الاول انه ذكر في كلامه تقييد حكم

المجاہد ببقاء الاسم حتى بالاشارة فضلا عن التصريح انما قال ما دام يجرى على الاعضاء فالماء غالب اي مطلق غير مقيد فلهذا اكملت مطلق غير مقيد ثم اذا اتي على تطبيق الضابطة على الروايات المختلفة حمل على المجاهد قول من قال ان كان مرقيقا يجوز والا لا والقول في الاصل مرسل وفي الحمل مرسل اسما لا فمقي جنته الى التقييد وكذلك تلوينا عليك كلامه الاخذ من هذه اصحاب المقسم والحلية والفضيلة والدين وقرى الايضاح حتى البحر الذي ابدى هذا التقييد لم يلزم احد منهم في تلخيص الضابطة اليه لا جرم انت صرح الشافعي بانه من زيادات البحر الشافعي ذكر من حمله الله تعالى ولا اصله مجعلا عليه ان الوضوء انما يجزئ بالماء المطلق وهو الذي لم يزل عنه طبعه

میں کہتا ہوں ان کی گفتگو سے آپ کو تین باتیں معلوم ہوں گی،

اول، ان کے کلام میں جاہد کے حکم کو نام کی بجائے مقید کرنے کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے مراحت کو رنگ دہی اشارہ ملک نہیں، انہوں نے صرف یہ فرمایا ہے کہ جب تک وہ اعضاء پر جاری رہے تو پانی غالب ہے یعنی مطلق ہے مقید نہیں، تو جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں یہ مطلق ہے مقید نہیں، پھر جب وہ ضابطہ کو مختلفہ روایات پر منطبق کرنے لگے، تو جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ اگر دقیق ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں لگے اس قول کو جاہد پر محمول کیا ہے حالانکہ یہ قول مطلق ہے اور عل میں بھی مرسل ہے توفیق دیکھنے کی طرف کمال ہوئے، اسی طرح ہم نے ان معضلات کا کلام بھی نقل کر دیا جنہوں نے اس سے دیا ہے یعنی فتح، حلیہ، غنیہ، درر اور نور الايضاح کے مصنفین، یہاں تک کہ صاحب بحر جنہوں نے یہ قید لگائی، اسی میں سے کسی نے ضابطہ کا خلاصہ یہ نہیں کیا، اس لیے شافعی نے تصریح کر دی کہ یہ زیادات بحر سے ہے۔

دوم، پچھلے تراویحوں نے ایک متفق علیہ اصل

ولا اسمہ دون المقید الزائلی عنہ اسمہ۔

اور مطلق پانی وہ ہے جس کی طبیعت اور نام زائل نہ ہوا ہو نہ کہ مقید پانی سے جس کا نام زائل ہو گیا ہو۔ (ت)

میں کہتا ہوں انہوں نے طبیعت کا ذکر نہیں کیا

کیونکہ طبیعت کے زائل ہونے سے نام بھی زائل ہو جاتا

تو پہلے بطور وضاحت ذکر کیا ہے، اور بعد میں اختصاراً

حذف کیا ہے، اور اس میں کسی کا خلاف نہیں، مسئلہ

در اصل مطلق و مقید کی پہچان کا ہے، یعنی یہ جاننے

کا ہے کہ کب نام زائل ہو گا اور تقیید حاصل ہو گی، تو

انہوں نے ایک ضابطہ بیان کیا جس سے یہ معلوم ہو سکے

کہ کب نام زائل ہو گا اور کب باقی رہے گا، تو مسئلہ مایا

تقیید دو امر میں سے کسی ایک سے ہو گی، یا تو

کمال امتزاج یا ضلالت الچیز کے غلبہ سے الخ تو اس

میں کچھ شک نہیں کہ ان کا کلام اس پانی میں ہے جس

سے پانی کا نام زائل نہیں ہوا ہے جیسا کہ سید نے

ذکر کیا اس لیے کہ یہ کلام اس چیز کے بیان کے لیے ہے

جس سے تقیید پیدا ہوتی ہے اور تقیید تو مطلق کی ہوتی

ہے کیونکہ مقید کی تقیید تحصیل حاصل ہے، اور مطلق تو

وہی ہے جس سے پانی کا نام زائل نہ ہوا ہو، تو گفتہ

اس میں ہے اور اس کا کسی نے انکار نہیں کیا، مگر اس

سے اعتراض مرتفع نہیں ہوتا ہے بلکہ اس سے پیدا

ہوتا ہے کیونکہ اس کا مقوم تو یہ ہے کہ مطلق پانی جامد

کے بننے سے تب ہی مقید ہو گا جبکہ گاڑھا ہو جائے حالانکہ

حکم اس کے برخلاف ہے کیونکہ بسا اوقات وہ گاڑھا

ہونے سے پہلے ہی مقید ہو جاتا ہے جیسا کہ زعفران اور

خمیرہ اور حصر کا ثبوت اولاً قرینہ ہے کہ اس میں حصر ہے

اقول ولویذ کسر الطبع لان نرد ال

الطبع یوجب نرد ال الاسم قد ذکرہ اولاً فیضا

و حذفہ آخر البتداء فہذا الفدر سما

لا خلاف فیہ لاحد انما الشان فی معرفۃ

المطلق والمقید ای معرفۃ انہ صقی یمزول

الاسم فیحصل التقیید فتشمر لا عطاء

ضابطۃ فی ذلک تسمیہا مواضع نرد ال

الاسم عن محال بقائد فغالی التقیید

یا حد امرین کمال الامتزاج او غلبۃ

المستزاج الخ فلا شک ان کلامہ فیہا لم

یزل عنہ اسم الماء کما ذکرہ السید لانہ

مستوفی بیان ما یحصل بہ التقیید والتقید انما

یکون للمطلق فان تقیید المقید تحصیل

الحاصل وما المطلق الا ما لم یزل عنہ

اسم الماء ففیہ الکلام وما کان الذکرہ احد

لکنہ لا یدقم الیہ اذ بل انما منہ منشوء فاند

افاد ان الماء المطلق لا یتقید فی خلط الجامد

الا بالثخونۃ والحکوخلافہ فاند س بما یتقید

قبل ان یشخن کما فی النزعفران والنبیذ

وشبوت المحصر اولاً بالقصر کما علمت

واقول ثانیاً مجال ان یزول اسم

الماء عنہ مع بقاء سقۃ الا بتغییر

وصف لانہ اذا بقی طبعہ و اوصافہ

جیسا کہ آپ نے جانا، اور میں تائید کرتا ہوں، یہ امر  
محال ہے کہ رقت کے باقی رہتے ہوئے اس سے پانی  
کا نام زائل ہو، بالآیہ کہ اس کا کوئی وصف متغیر ہو جائے  
اس لیے کہ جب اس کی طبیعت باقی ہو اور اس کے اوصاف  
باقی ہوں تو اس سے اس کے نام کا زائل ہونا بغیر موجب  
کے ہو گا اور یہ بالکل ہے اور جو غیر اس کے ساتھ مل جائے  
اور یہ غیر آئن چیزوں میں سے ہو جو کسی وصف میں اس پانی  
کے مخالفت نہ ہو، اور وہ غیر اس کے اجزاء میں مساوی  
ہو یا زیادہ ہو تو اس میں پانی کا نام کل مرکب سے زائل  
ہو جائیگا جو پانی اور اس کے غیر سے مرکب ہو اور اس کے  
مساوی ہو یا اس پر غالب ہو نہ کہ اس پانی سے جو  
اس میں ہے، یہاں تک کہ اگر اس آمیزش سے پانی کا  
ہذا کرنا ممکن ہوتا تو اس پانی سے وضو ہائز ہوتا اور  
انہوں نے درجہ اضافہ میں صرف گڑھے پین کا  
ذکر کیا ہے، اور اس میں اوصاف کا اعتبار نہیں کیا ہے

فروال اسمہ عنہ یكون بغیر موجب وهو  
باطل اما استزاج به خیرہ مالا یحافظ  
وصفاله مساویالہ فی الاجزاء او اکثر فافضا  
یزول فیہ اسم الماء عن الكل المركب من  
الماء وغیرہ المساوی لہ او الغالب علیہ  
لا عن الماء الذی فیہ حتی لو امكن اخر ان  
الماء عن ذلك المخلوط لکان ماء جائزا  
به الوضوء وهو حسبه الله تعالى لم یذكر  
فی الجاهد غیر الشفونة و لم یعتبر فیہ  
الاصناف انما اعتبرها فی مقابلہ المانع  
والمقابلہ تنافی المخلوط فقد افاد قطعاً ان  
لا غلبة فی الجاهد بالاصناف وقد افصح  
به الشرنبلالی فی تکفیر ضابطہ اذ قل  
ولا یضرب تغیر اوصاف کلہا آھ وما کان  
تروال الاسم الا لاحد احصین تروال لمرقة

میں کہتے ہوں یعنی اگر پایا جائے، اور لسان ثور  
اور محبوب کا پانی جس میں خوشبو نہ رہی ہو، کی مثالیں  
جو انہوں نے دی ہیں وہ اس سے نہیں ہے، کیونکہ  
مزدہ کی تبدیلی میں اختلاف ہے، اور مستعمل پانی کی مثال جو  
دی ہے تو وہ خود ہماری تحقیق کے مطابق مطلق پانی  
ہے تو مطلق کو مطلق سے طاکر متعذر کیونکہ کیا جاسکتا ہے  
۱۳ منہ غفرلہ - (ت)

عنہ اقول ای ان وجد اما ما مثلوا به  
من ماء لسان الثور وما المورد المنقطع  
الرائحة فلیس منه للاختلاف فی الطعم  
وما مثلوا به من الماء المستعمل فهو  
بنفسه علی تحقیقنا من الماء المطلق فكيف  
یجعل استزاجه بالمطلق المطلق مقیداً  
۱۴ منہ غفرلہ - (م)

اور اوصاف کا اعتبار اس کے مقابل مانع میں کیا ہے  
اور متبادر حادث کے خلاف ہے، تو انہوں نے قطعاً یہ  
بات بتائی ہے کہ جاد میں اوصاف سے غلبہ نہیں  
ہوتا ہے اور یہی بات شریہ لانی نے اپنے ضابطہ کے قلم میں  
لکھی ہے، انہوں نے کہا کہ اس کو تمام اوصاف کا متغیر  
ہونا مضر نہیں اور نام کا زائل ہونا و چیزوں  
میں سے ایک کی وجہ سے ہے، یا توفیق کا ختم ہونا یا  
وصف کا تبدیل ہونا اور یہ چیز جاد کے ملنے کی صورت

میں نہیں، تو صرف پہلی صورت میں باقی رہے اور یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ کہتے ہیں جب تک رقت باقی رہے گی نام کسی  
طرح زائل نہ ہوگا، یہ اعتراض کی صورت ہے تو چھٹا رسہ کی کیا سبیل ہوگی؟ ہاں ابتدا کلام میں نام کے زائل  
ہونے کا ذکر کیا تھا، یہ ان کے ضابطہ کی تفسیر ہے اس میں داخل نہیں، اس چیز کا بیان ہے کہ ضابطہ کی ضرورت  
کیوں محسوس ہوتی؟ جیسا کہ آپ نے جان لیا، یہ جاد کے حکم میں قید نہیں۔ (ت)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے اس سے  
قبل فقرہ کے قول "اوہا الطبخ" کے تحت فرمایا تھا کہ  
اس باب میں نام کا زائل ہونا ہی معتبر ہے جیسا کہ گزرا،  
تو انہوں نے اسی چیز کو صریحاً ذکر کیا جہاں بھی یہ  
پایا جائے۔ میں کہتا ہوں یہ درست ہے اور اس باب  
کا خلاصہ یہی ہے، اور ضابطہ تو اس کے بیان اور تفصیل  
کے لیے ہے اور یہ بتانے کے لیے ہے کہ یہ صورت کب  
پیدا ہوتی ہے، اور انہوں نے اس میں تصریح کی ہے کہ  
یہ جاد کے مل جانے میں صرف کارہا ہونے سے حاصل  
ہوتی ہے، تو اس پر مدد رکھنا مفید نہیں۔

سوم، وہ ایک ضابطہ بیان کرتا چاہتے ہیں جو  
مستند اور مطلق کے درمیان تمیز پیدا کر دے اور ضابطہ  
صریح ہوتا ہے جو تمام صورتوں کا احاطہ کرے تو لازم ہے

او تغییر الوصف وقد نفی هذا في خلط الجہد  
فلم یبق الا الاول وظہر انه یقول لا یزول  
الاسم فیہ بوجه من الوجوه ما دامت الرقة  
باقیة وهذا هو محل الایراد فاین الصحیح نعم  
ذکر فی صدد الکلام لفظ مراد ال اسم وهو  
انما هو تمہید ضابطہ خاص جاعلہا بیانا  
للمحوج الیہا کما علمت فضلا عن ان یشکون  
قید فی حکم الجاد۔

میں نہیں، تو صرف پہلی صورت میں باقی رہے اور یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ کہتے ہیں جب تک رقت باقی رہے گی نام کسی  
طرح زائل نہ ہوگا، یہ اعتراض کی صورت ہے تو چھٹا رسہ کی کیا سبیل ہوگی؟ ہاں ابتدا کلام میں نام کے زائل  
ہونے کا ذکر کیا تھا، یہ ان کے ضابطہ کی تفسیر ہے اس میں داخل نہیں، اس چیز کا بیان ہے کہ ضابطہ کی ضرورت  
کیوں محسوس ہوتی؟ جیسا کہ آپ نے جان لیا، یہ جاد کے حکم میں قید نہیں۔ (ت)

فان قلت اليس قد قال قیل هذا  
تحت قول المختصر او بالطبخ انت مراد ال  
الاسم هو المختصر فی الباب کما تقدم فکان صریح  
منطوقه الاداسۃ علیہ حیث کان اقول بلی  
وهو جملة القول فی الباب وما الضابطۃ الا  
لتفصیلہ و بیان انه متى یحصل وقد صرح  
فیہا انه لا یحصل فی خلط الجاد الا بالثبوتۃ  
فافی تنفع الادارة۔

الثالث هو صدد اعطاء ضابط  
یمیز بین التکید والمطلق وما الضابط الا  
ما یحیط بالمرسوس فیجب ان یشتوہب کلامہ  
بیان کل ما یحصل بہ التکید ای صکل  
ما یزول بہ الاسم اذ لا تقید الا بمبہ

تفتیید شی من احکامہ بان لا یزول الاسم  
افساد المقصودہ و اخراج الضابط عن انیکون  
ضابطا و ارجاع للتعمیز الی التجہیل ، و  
لتفصیل الی التعلیل ، غانہ یؤل الی ان فی  
مخط الجامد بدون الثخونة لا یزول الاسم  
بشروط ان لا یزول الاسم و هو کلام معقول ،  
لا یرجع الی طائل و محمول ، هذا معنی  
قول النہر انہ لا یجدی نفعاً فقیہین انہ  
لا یمکن کور لا مطوی ولا منوی وان الحق  
فیہ پیدا النہر ، وان هذا شی سقط عن  
الفخر ، فلقطہ البہر ، و ذکرہ فی تنبیہ علی  
حدیث فجاء البد و غنظہ فی سلك الضابطۃ اذ  
قال فلو جامد اخشاعة لا یزول الاصل  
کنہین قرأہ و نعا فیل لانہ صمد المحکم  
وان انحللت حری الضابطۃ ، و احتیاج  
مطلعبہا الی ضابط اخر یقط لہ ساقطہ ،  
هكذا ینبغی التحقیق ، والله تعالی و لحب  
التوفیق ، و کان الحسری بنا ان فوخر هذا  
البحث الی الفصل الرابع حیث نشکروا ان  
شاء الله تعالی علی الضابطۃ و لکن الحاجة  
مست الیہ ہہنا کیلا یستری احد اشک فیما  
نبدی من المخالفات بین الاحکام المنقولۃ  
و قعریۃ الضابطۃ و بان الله تعالی التوفیق .

کہ ان کا کلام ان تمام صورتوں کا احاطہ کرے جس سے  
تفتیید پیدا ہوتی ہے یعنی وہ تمام صورتیں جن میں نام زائل  
ہو جاتا ہے کہ تفتیید تو اسی سے حاصل ہوگی ، تو اس کے  
احکام میں سے کسی کو اس سے متعید کرنا کہ نام زائل نہیں ہوا  
اس کے مقصود کو فاسد کرنا اور ضابطہ کو ضابطہ چوتھے  
قادر کرنا ہے ، اور بکاسے اس کے کہ اختیار پیدا ہو اہام  
پیدا کرنا ہے ، اور تفصیل کو ختم کرنا ہے ، اور اس کا انجام  
یہ ہر گاہ کہ جامد کی آمیزش میں گاڑنا نہ ہونے کی صورت میں  
نام زائل نہ ہو بشرطیکہ نام زائل نہ ہو اور یہ کلام لغوی بقائے  
ہے ، نہ کہ قول کہ یہ مفید نہیں مگر یہی مطلب ہے ،  
یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ نہ تو کچھ نہ کوہے اور نہ منوی ہے اور  
اس بارے میں حق قرآن کے ساتھ ہے اور یہ وہ چیز ہے جو  
فخر نے رو گئی تھی اور پھر نے اس کو کیا تھا اور اس پر الگ  
تنبیہ کی تھی اور صاحب دہنے اس کو ضابطہ کی شکل میں  
پیش کر دیا ، وہ فرماتے ہیں اگر آمیزش جامد کی ہو تو  
دار نہ گاڑنا ہونے پر ہے جب تک نام زائل نہ ہو  
جیسے مفید قرآن اور انہوں نے یہاں کلام کیا ہے کہ حکم  
میکر ہو گیا ہے اگرچہ اس سے ضابطہ وسیلا پر گیا اور  
اس صورت میں ایک مزید ضابطہ کی حاجت ہو گئی ،  
تحقیق کا یہ طریقہ ہونا چاہیے ، ہمیں یہ بحث پر تھی فصل  
تک مزخر کر لی جاتی تھی جہاں ہم ضابطہ پر شک کریں گے ،  
مگر یہاں ضرورت بحث کرنا پڑی ہے تاکہ احکام منقولہ اور  
ضابطہ میں کسی کو شک نہ بھلا حق نہ ہو جائے و بان الله التوفیق .

(۲۸۸) یوں ہی شربت سے وضو ناجائز ہے شکر، بتائے، معری، شہد کسی چیز کا ہر غیر ۸۵ میں آیا ہے  
وغیرہ کتابوں سے گزرا۔

لا یجوز بالاشربة (شربتوں سے وضو جائز نہیں۔ ت)  
اس پر غنایہ و بتایہ و کنایہ و قنایہ میں فرمایا،

ان اس اد بالاشربة المخلو المخلوط بالماء  
کالدیس والشهد المخلوط به کانت نظیر  
الماء الذی خلط علیہ غنایہ۔  
مجمع الانهر میں ہے،

قال صاحب الفرائد المراد من الاشربة  
صاحب الفرائد کے فرمایا اشربة سے مراد میٹھا شربت ہے جو  
المخلو المخلوط بالماء کالدیس والشهد۔  
پانی میں شامل ہو گیا ہو جیسے شیرہ اور شہد۔ (ت)  
مگر اصحاب ضابطہ غیر تحریر پر لازم کہ اُس سے وضو ناجائز نہیں جب تک پانی کی رقت نہ زائل ہو اور یہ شربت  
میں مادہ نہیں ہوتا شکر، بتائے، معری و ظاہر ہیں اور یوں ہی شہد جگر جا ہوا ہر گزیر کسی وجہ سے صحیح نہیں کہ  
شربت کہ پانی نہیں کہتے نام بدل گیا تو اب ظن نہ رہا۔

(۲۸۹) یوں ہی دو اکھیاں نہ قابل وضو نہیں اگر کھانہ ہو گیا ہو کہ وہ دو اکھیاں نہ پانی مگر اہل  
ضابطہ پر لازم۔

(۲۹۰ تا ۲۹۵) یوں ہی کسم، کسیر، رنگت کی پڑیاں جب پانی میں اس قدر ملیں کہ رنگے کے قابل  
ہو جائے کسیت، بازو، روشنائی کی حرکت کا نقش بننے کے لائق ہو جائے بلکہ کسیت و فتح القدر و حلیہ و راج الدیہ  
و بحر الزائق و درختہ و تھنیہ و ہندیہ و فتح اللہ العین و لام جرجانی جس کی عبارت نمبر ۱۲ میں گزریں اُس سے  
وضو جائز نہیں کہ وہ رنگ یا سیاہی یا روشنائی کہلائے گا نہ پانی مگر حکم ضابطہ بوز ہے خصوصاً پڑیا کا پانی  
کہ بہت کم مقدار میں ملائی جاتی ہے جس کا پانی کی رقت پر اثر نہیں ہو سکتا۔

اقول وهو وان کان ظاہر علمۃ الکتب  
میں کہتا ہوں اگرچہ ظاہر عام کتب کا وہی ہے

کما مرثمہ لکن هذا هو قضیۃ الاصل المجموع  
 علیہ الفیض المتخوم ان من وال الاصل  
 یصلب الاطلاق واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 جو گزر الیکسی اس اصل کا یہی تھا تھا ہے جس پر قطعی  
 اجازت ہے کہ نام کے ذائل ہونے سے اطلاق کی کیفیت  
 ختم ہو جاتی ہے۔ (ت)  
 ہاں روشنائی وغیرہ کا گڑھا پانی پڑے ضابطہ بھی قابل وغیرہ نہیں۔

## صنف دوم سیال اشیا۔

(۲۹۶ تا ۲۹۸) اقول گلاب کیوڑا بہر مشک بلا مشرب مزہ آب کے خلاف مزہ رکھتے ہیں اور ان  
 کی بڑی تر ہے گھڑے بھر پانی میں تو نہ بھراؤ سے خوشبو دار کرتا ہے اور مزہ نہیں بدلتا تو بحسب حکم منقول اُس سے  
 وضو جائز ہے گلاب تک اس قدر نثر سے نہٹے کہ پانی پر اس کا مزہ غالب آجائے مگر اہل ضابطہ کے نزدیک  
 اُس سے وضو ناجائز ہونا لازم لانہ ذو وصفین وقد تغیر واحد (کیونکہ یہ وہ وصفوں والا ہے اور ایک  
 وصف بدل چکا ہے۔ مثلاً مگر یہ سخت عید بلکہ بہار باطل ہے عرفاً انتہا شرفاً اُس گھڑے بھر پانی کو جس میں چند قطرے  
 گلاب کے پڑے ہیں پانی ہی کہا جائے گا تو وہ جیسا آب مطلق ہے اور اس سے بلا مشرب وضو جائز۔

(۲۹۹ و ۳۰۰) نہ عزیزان مل گیا ہوا پانی یا شہاب اگر اتنا ملے کہ پانی کا صرف رنگ بدلے تو حکم

نہ کر نمبر ۲۶ سے وہ پانی قابل وضو نہ رہے گا اور اہل ضابطہ جائز کہیں گے۔

لانہما من ذوات الثلثة فلا یکفی تغیر وصف  
 واحد ولو نہما اقوی اوصافہما فیحصل قبل  
 ان یحصل الباقیان۔  
 کیونکہ یہ تین اوصاف والا ہے تو اس میں ایک کا تغیر  
 کافی نہ ہوگا اور اس کے اوصاف میں سے رنگ  
 قوی تر ہے تو باقی دو کے مؤثر ہونے سے قبل ہی یہ  
 مؤثر ہو جائیگا۔ (ت)

(۱۔ ۳) یوں ہی پڑیا مل گیا ہوا پانی پانی میں پڑ کر صرف رنگ بدل دے تو کتب نہ کرہ کے حکم سے  
 قابل وضو نہیں اور اہل ضابطہ کے نزدیک بھی ناجائز ہے اگر پڑیا کسی قسم کی بڑ نہ رکھتی ہو ورنہ جائز کہیں گے۔  
 (۲۔ ۳) آب تر بوز سے جب پانی کا صرف مزہ بدلے خود اہل ضابطہ نے عدم جواز وضو کی تصریح کی  
 کما مر فی ۳۸ مگر ان کا ضابطہ جواز چاہتا ہے۔

لانہ ذو الثلثة فلا یکفی بوصف وطعمہ  
 اطلب اوصافہ فلا یستلزم غلبۃ  
 احد الباقیین۔  
 کیونکہ یہ تین وصفوں والا ہے تو ایک وصف پر  
 اکتفا نہ کیا جائے گا، اور اس کا مزہ اس کے  
 اوصاف میں قوی تر ہے تو اس کے غلبہ سے دو

باقیاندہ وصفوں میں سے کسی ایک کا غلبہ ■ ہم نہیں کہے گا۔ (ت)

(۳۰۳) سپید انور کے سرکہ کی جیب صرف بُو پانی میں آجائے غالب نہ ہو کہ یکم بدلے متغولی نمبر ۱۲ قابل وزن ہے مگر برائے ضابطہ جواز چاہئے لانه ذو وصفین وقد تغیر احدھما (کیونکہ یہ وہ وصفوں والا ہے اور ایک وصف بدل چکا ہے۔ ت)

(۳۰۴) سرکہ کر رنگت بھی رکھتا ہے اور اُنس کی بوسب اوصاف سے اتنی ہے اگر پانی میں اُس کا مزہ اور بُو آجائے اور رنگ نہ بدلے یکم متغولی حضرت امام ملک العطار و امام اسبجہانی و امام فخر الدین زلمی و نجم الدین زہدی و زرار القطار و امام ابن امیر الحاج علی نہ کر نمبر ۱۲ قابل و ضروب مگر اتباع ضابطہ سے مدیم جواز کی تصریح کی، غنیہ میں ہے۔

انکان یخالفہ فی الاوصاف کلھا کالخلل المعتبر غلبۃ اکثرھا۔  
اگر وہ پانی کے تمام اوصاف میں اس کے مخالفت ہے جیسے سرکہ تو معتبر ان میں سے اکثر کا غالب ہونا چاہیے

فرد الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے،

الغلبۃ توجد بظہور وصفین من خلل لون و طعم و سیم ای وصفین غیر مظهر منع صفة الوضوء ولو واحد لا یضر لعلتہ۔  
سرکہ کے وصفوں میں سے دو کے ظہور سے غلبہ پایا جائیگا کیونکہ اس کے تین اوصاف ہیں مزہ، رنگ اور بُو، کوئی سے دو وصف ان میں سے غالب ہو جائیں تو اس سے ضرر نہیں ہو سکتا ہے اور اگر ایک وصف متغیر ہو اسے تو کم ہونے کی وجہ سے مضر نہیں۔ (ت)

رد المحتار میں ہے،

فالغلبۃ بتغیر اکثرھا و هو الوصفان فلا یضر ظہور وصف واحد فی المعاد وصف اوصاف الخلل۔  
تو اعتبار اکثریت کے تغیر کا ہے اور یہ دو وصف ہیں تو سرکہ کے صرف ایک وصف کا پانی میں ظاہر ہونا کچھ مضر نہ ہوگا۔ (ت)

اقول وقد کان ملک العطار قدس سرہ احوال الاصراد کا حلیہ نموداری الامم میں کہتا ہوں ملک العطار نے پہلے تو مدار نام کے زائل ہونے پر رکھا تھا، اور یہی صحیح بھی تھا وہ فرماتے ہیں

۱۹ ص	سہیل انکیشی لاہور	فصل فی بیان احکام المیاء	۱۹ ص	۱۳ ص
۱۶ ص	امام میرزا بولاق مصر	کتاب الطہارت	۱۶ ص	۱۳ ص
۱۳ ص	مصطفیٰ البابی مصر	باب المیاء	۱۳ ص	۱۳ ص



وهي الجادة الواضحة حيث قال الماء المطلق  
 اذا خلطه شيء من المائعات الطاهرة كاللبن و  
 الخل ونقيع الثريد ونحو ذلك على وجه  
 توالي عنه اسم الماء بان عباس مخلوياً بها  
 فهو بعض الماء النقيض له لكن ثم عاد الى  
 اعتبار اللون في مثله فقال متصلاً به ثم  
 ينظر ان كان مخالفاً لونه لون الماء يعتبر  
 الغلبة في اللون

منطق پانی میں جب کوئی سیال شے مل جائے جیسے دودھ،  
 سرکہ، منقہ کا پانی وغیرہ، اور اس سے پانی کا نام زائل  
 ہو جاتا ہے پانی مغلوب ہو کر اب یہ پانی عقیدہ ہے اہ لیکن  
 پھر وحاشی جیسی صورت میں رنگ کے اعتبار کا ذکر کرتے ہیں  
 چنانچہ اسی کے متصل فرماتے ہیں، پھر یہ دیکھا جائیگا کہ اگر  
 اس کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالفت سے قر رنگ  
 میں غلبہ معتبر ہو گا۔

(۳۰۵) جس سرکہ کا قر رنگ ہو اس کا قری بر جب اس کے قریہ و بر پانی پر غالب آئیں اور رنگ نہ بدلے بلکہ  
 مذکور اگر قابل وضو ہے اور ضابطہ مخالفت۔

(۳۰۶) جس سرکہ کا رنگ غالب تر ہو جب اس سے صرف رنگ بدلے تو اس کا عکس ہے یعنی حکم اگر اس سے  
 وضو جائز اور ضابطہ متفقہ جواز۔

(۳۰۷) دودھ سے جب پانی کا صرف رنگ بدلے بلکہ اگر دگرین قابل وضو نہیں اور جب کہ امام زین العابدین  
 بھی اُن کی مخالفت کی حالانکہ اُن کا ضابطہ متفقہ جواز ہے لکن ذو الثلثة ولونه اقوی فلا یکن وصف  
 واحد (کیونکہ یہ تین وصفوں والا ہے اور اس کے اوصاف میں رنگ قری تر ہے تو ایک وصف پر اکتفا  
 نہ کیا جائیگا۔ ت) ہاں امام ابن امام و ذرہ قدوری و حایہ و عمدة القاری جانب جوازیں کیا تقدم  
 کل ذلك ۱۳۴ واللہ تعالیٰ اعلم (اس کی پوری بحث ۱۳۴ میں گزر چکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ت)  
 تکمیل جزئیات نامحور ہیں جتنی برائی چیز کہ پانی سے کسی وصف میں مخالفت ہے اس کے بارہ میں اس  
 افتوت و اتفاق کا ضابطہ ملاحظہ فرمائیے اور سے واضح :  
 (۱) اگر کوئی وصف نہ بدلے پانی بالاجماع قابل وضو ہے۔

عن سیاقی بحمد اللہ تعالیٰ تحقیق السوفی ذلک  
 فی ما دس ضوابط الفصل الثالث ۱۲ منہ فصل (۲)  
 اس کی حکمت تیسری فصل کے چھ ضابطہ میں  
 آئے گی ۱۲ منہ فصل (ت)

لے بالئے الصنائع الماء النقيض سید کبیری کراچی ۱۵/۱  
 لے ایضاً

- (۳) مخالفت اگر صرف رنگ یا مزہ میں ہے اور وہ بدل جائے بالاتفاق قابل وضو نہیں۔  
تبشیر: بدلنے سے کیا مراد ہے اس کی تحقیق اسی شارح الفریض فصل سوم میں آئے گی۔
- (۴) اگر دو وصف میں مخالفت ہے اور دونوں بدل جائیں بالاتفاق عدم جواز ہے۔
- (۵) اگر صرف رنگ و مزہ یا رنگ و بو میں مخالفت ہے اور رنگ بدلے تو بالاتفاق ناقابل ہے اور دوسرا بدلے تو بحکم منقول جواز اور پرہیز ضابطہ ناجائز۔
- (۶) اگر صرف مزہ و بو میں اختلاف ہے اور مزہ بدلے تو بالاتفاق اور بو بدلے تو صرف برائے ضابطہ عدم جواز ہے منقول جواز۔
- (۷) اگر تینوں وصف مختلف ہیں اور سب بدل جائیں بالاتفاق ناجائز۔
- (۸) اگر اسی صورت میں صرف مزہ یا بو بدلے بالاتفاق جواز ہے اور فقط رنگ بدلے تو بحکم منقول ناجائز اور حکم ضابطہ جواز۔
- (۹) اسی صورت میں اگر رنگ و مزہ یا رنگ و بو بدلے بالاتفاق ناجائز اور مزہ و بو بدلے تو ضابطہ پر ناجائز اور منقول جواز۔
- (۱۰) مخالفت و تبدل دونوں کی جمیع صورتوں کا احاطہ قوانین آٹھ میں ہو گیا رہا ہے کہ تبدل کی کون سی صورت کہاں ممکن ہے اُس کا بیان یہ کہ چار ایک ہی وصف میں مخالفت ہے ظاہر ہے کہ وہ تو اُسی کو بدل سکتا ہے اور اگر دو میں مخالفت ہے تو تین صورتیں ہیں اول اقویٰ ہو گا یا دوم یا دونوں مساوی یعنی بدلے تو دونوں ایک ہی ساتھ بدلے ان میں آگاہی بچا نہیں اگر ایک اقویٰ ہے تو ایک کے بغیر میں اُسی کا بغیر ہو گا صرف دوسرے کو مستغیر فرض نہیں کر سکتے ہاں دونوں کا بدلنا تینوں صورتوں میں ہو سکتا ہے۔
- (۱۱) اگر تینوں وصف مختلف ہیں (اس میں سات احتمالات ہیں) اول اقویٰ ہو یا دوم یا سوم یا اول و دوم یا اول و سوم یا دوم و سوم یا سب مساوی جن میں ایک اقویٰ ہو تو انہا ایک کے تبدل میں دہی مفروض ہو سکتا ہے اور وہ کے تبدل میں ایک وہ ہوتا مفروض۔ اُس کے بغیر باقی دونوں کا تنہا یا معا بغیر فرض نہیں کر سکتے اور دو اقویٰ ہیں تو اُس میں نہ ایک کا تبدل ہو سکتا ہے نہ ایسے دو کا جن میں ایک چھٹیسرا ہو۔ ہاں تینوں بدل سکتے ہیں اور چھٹیسرا تینوں مساوی ہیں و ہاں یہی صورت فرض ہو سکتی ہے کہ سب بدل جائیں یا کوئی نہ بدلے واللہ تعالیٰ اعلم واصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا وعلیٰ محمد اکرم وعلیٰ آلہ وصحبہ وایہ وحبزہ و بابرک وسلم آمین و الحمد للہ رب العالمین۔

## فصل ثانی مطلق و مقیدہ کی قرینت میں۔

یہاں جبارات علماء مختلف آئیں،

اما لفظ او معنی ایضا فقہرہا صحیحہ و خلافہ  
والصحیح منها حسن و احسن فنذکرہا  
و مالہا و علیہا لیتبین المستحب من المجتنب  
فیوای معیار ا فی کل مطلب ، واللہ السوہق  
ما غیرہ سرب

یا تو لفظ یا معنی بھی، ان میں سے کچھ صحیح ہیں اور کچھ اس کے  
برخلاف صحیح ہیں کچھ حسن اور کچھ احسن ہیں تو اب ہم انہیں اور  
ان پر جو ایجابات ہیں انہیں ذکر کرتے ہیں تاکہ صحیح اور  
غلط ظاہر ہو تاکہ ہر بحث میں معیار کی رعایت کی جاسکے  
(ت)

اولی مطلق وہ کہ جسے کی نفس ذات پر ذات کرے کسی صفت سے عرض نہ رکے نہ نفی نہ اشباہا قالہ  
فی الکفایۃ (یہ تعریف کفایہ میں ہے۔ ت) اور مقیدہ کہ ذات کے ساتھ کسی صفت پر بھی والی ہو، عنایہ  
میں ہے،

ان الله تعالى ذكر السماء في الآية مطلقا و  
المطلق ما يتعرض للذات دون الصفات  
ومطلق الاسم يتطرق على هذه المعاني  
أي ماء السماء والأودية والعيون و  
الأبار ذكوة مستند لا على جوارث التوضي بها  
بقوله تعالى وانزلنا من السماء ماء طهورا۔  
اقول هذا هو المطلق الاصولي و  
ليس مراد اهرنا قطعاً فإنه مقسم المقيدات  
وهذا قسمها وهو مطلق على جميع المقيدات  
فيلزم جوارث التوضي بها بل المطلق ههنا مقيد  
بمقيد الاطلاق في مرتبة بشرط لا شيء اى  
حال تعرض له ما يسلب عنه اسم السماء

میں کہتا ہوں یہ اصولی مطلق ہے اور وہ یہاں  
قطعاً ملو نہیں کیونکہ وہ مقیدات کا مقسم ہے اور یہ ان کا  
قسم ہے اور یہ تمام مقیدات پر جاری ہے تو ان تمام  
سے وضو کا جواز لازم آتا ہے بلکہ مطلق یہاں بمقید  
الطلاق مقید ہے اور بشرط لا شیء کے مرتبہ میں ہے،  
یعنی اس کو جب تک ایسی چیز لاحق نہ ہو جو اس سے

المرسل ولا شك ان هذا متعرض لوصف زائد  
على نفس الذات فالمطلق ههنا قسم من  
المقيد وقسيم لسائر المقيدات وقد تنبذ  
لهذا السيد العلامة الشاخي عنه عليه بقوله  
واعلم ان الماء المطلق اخبر من مطلق  
ماء لا يخلو الاطلاق فيه قيد اولذا صرح الخوارج  
المقيد به واحا مطلق ماء فمضاه اى ماء كان  
قيد يخل فيه المقيد المذكور ولا يصح اراثة  
ههنا انه ووقع في البحر بعد ما عرفت المطلق  
بما ياتي والمطلق في الاصول هو المتعرض  
لذات دون الصفات لا بالنفي ولا بالاشبات  
كما ان الماء والعين والبحر لم يقدحوا  
يفهم بالمقابلة انه ليس مراد اهنا لكن  
جعل المياه المطلقة مثالا له صرحا الكلام  
الى الايهام فالاحسن ما في الكافي والتمية

مطلق پانی کا نام سلب کر کے، اور اس میں شک نہیں کہ  
یہ نفس ذات پر ایک زائد وصف کی طرف اشارہ ہے  
کہ مطلق یہاں مقید کی قسم ہے اور باقی مقیدات کا قسیم ہے  
علامہ شامی نے اس کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا جانتا  
چاہیے کہ ماہ مطلق مطلق ماہ سے اخبر ہے کیونکہ  
اس میں اطلاق کی قید ہے، اس لیے مقید کا اس سے  
خارج کرنا درست ہے، اور مطلق ماہ کے معنی ہیں کوئی  
بھی پانی جو تو اس میں مذکور مقید بھی داخل ہوگا، اور  
یہاں اس کا ارادہ صحیح نہیں ہے اور اگر میں مطلق کی  
قرین کے بعد ہے مطلق اصول میں متعرض ذات کو بیان  
کر کے نہ کہ صفات کو، نہ نفی سے نہ اثبات سے، جیسے  
آسمان، چتر اور دریا کا پانی اور مقابلہ سے معلوم  
ہوتا ہے کہ وہ یہاں مراد نہیں ہے لیکن مطلق پانیوں کی  
اس کی مثال بنانا کلام میں ایہام پیدا کرنا ہے قاضی  
وہی ہے جو کافی، بنایہ اور مجمع الانہر میں ہے، ان

محذوف خاتمة البيان المراد هنا ما يفهم  
بمجرد اطلاق اسم الماء والافالياء المذكورة  
ليست بمطلقة لتقيدها بصفة وفي اصطلاح  
اهل الاصول هو المتعرض لذات دون الصفة  
او اقول لا وجود للمطلق في الاعيان الا  
في ضمن المقيد فلا تخصيص للمياه المذكورة  
۱۲ منه غفر له - (م)

اور خاتمة البيان میں ہے کہ مراد یہاں پر وہ ہے جو بعض  
ماہ کے نام کے اطلاق سے سمجھا جاتا ہے، ورنہ مذکورہ  
پانی مطلق پانی نہیں کیونکہ یہ پانی کسی صفت سے مقید  
ہیں، اور اصولیین کے نزدیک مطلق وہ ہے جو صرف ذات  
کو بتائے نہ کہ صفت کو اور میں کہتا ہوں مطلق کا وجود  
احیان میں نہیں مقید کے ضمن ہی میں ہوتا ہے، تو مذکورہ  
پانیوں میں تخصیص نہیں ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

وہ جمع الانہر اذ ذکرنا المطلق الاصولی ثم  
قالوا امرید ہننا ما یسبق الی الاقسام الخ  
دوم مطلق وہ کہ اپنی تعریف ذات میں دوسری شے کا محتاج نہ ہو اور مقید وہ کہ جس کی ذات سے ذکر قید  
درہم پانی چلتے،

ذکرہ فی مجمع الانہر علی جملة التشریفات  
فقال ویقال المطلق ما لا یحتاج فی تعریفہ  
ذاتہ الی شئ اخر والمقید ما لا یتعرف ذاتہ  
الا بالمقید اھ

اقول وهو بظاہرہ اشد من الاول  
فان شیئاً ما قاط لا یحتاج فی تعریفہ ذاتہ  
الی شئ اخر وکن المقصود انہ الباقی علی  
طبیعة الماء وصرافة المانیة لوید اخلہ  
ما یخرجہ عن طبیعہ او یجعله فی العرف  
مربکاً مع غیرہ فیصیر ذاتاً اخرى غیریہ  
ذات الماء لا یطلق علیہ بعض اسم الماء  
ولا تعرف ذاتہ باطلاقہ وادخل منہ  
قول الغنیۃ هو ما یسمى فی العرف ماء  
من غیر احتیاج الی تفتید فی تعریف ذاتہ  
اھ وهو ما خوذ عن الامام حافظ الدین  
فی المستمر فی کما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ.

اس کو مجمع الانہر میں نا پسندیدہ قول کے طور پر بیان کیا ہے  
فرمایا اور کہا جاتا ہے کہ مطلق وہ ہے جو اپنی ذات کی  
تعریف میں کسی دوسری چیز کا محتاج نہیں ہوتا ہے اور  
مقید وہ ہے جس کی ذات قید کے بغیر نہیں مانی جاتی ہے اور  
میں کہتا ہوں، یہ بظاہر پہلے سے ہی زیادہ غلط  
ہے کیونکہ کوئی چیز بھی اپنی ذات کی تعریف میں کسی دوسری  
چیز کی محتاج نہیں ہوتی ہے، لیکن مقصود یہ ہے کہ  
وہ پانی کی طبیعت پر باقی ہے، اور پانی کی طبیعت میں  
کوئی ایسی چیز داخل نہیں ہوتی جو اس کو اس کی  
طبیعت سے خارج کرے یا عرف میں اس کے غیر کے  
ساتھ مرکب کرے تو وہ پانی کے علاوہ دوسری چیز  
ہو جلتے جس پر بعض پانی کے نام کا اطلاق نہ ہو، اور  
اس کے اطلاق سے اس کی ذات نہ پہچانی جلتے اور  
اس سے زیادہ واضح غیلہ کی عبارت ہے کہ وہ، وہ ہے  
جو عرف میں پانی کہلاتا ہے، اس کی ذات کی تعریف میں  
کسی تفتید کی حاجت نہ ہو اھ یہ تعریف امام حافظ الدین  
نے مستصفیٰ میں کی ہے جیسا کہ یہاں اشارہ تھا (ت)

مجمع الانہر تجرزا الطہارة بالمار المطلق مطبعہ عامہ مصر ۲۴/۱  
فیہ فیہ المستی احکام النیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۸

معلوم مطلق وہ کہ اپنی پیدائشی اوصاف پر باقی ہو، قرآنہ المفہوم میں شرح طحاوی سے ہے،

هو الباقي على اوصاف خلقته <sup>القول</sup> انب  
اسيد بالاوصاف والاوصاف الثلاثة خاصة  
او مع الرقة والسيلان انتفض ينتفع المحض  
والباقي لا وما خلط بصابون و اشنان و لسو  
طلبخ بهما او بسدر مامد امر باقية على رقة  
وكذا اما التي فيه تغيرات فحلا ولم يصبر  
نبيذ التغير اوصافها كلا او بعضها مع جوان  
الوضوء بها اتفاقا وكذا بما خلط بها فمع  
موافق في الاوصاف اكثر منه او مساويا مع  
احتجاج الوضوء به وفاقا فانتفض طراد وعكسا  
وان اسيد الاوصاف التسم الخرق فانتفض  
ينحو الحميم ايضا.

منتفض ہو گیا، اور اگر عام کا ارادہ کیا ہو تو نقص وسیع ہو جائیگا تو گرم پانی کی مثل سے بھی نقص وارد ہو گا۔ (ت)  
چرہ اس م مطلق وہ کہ اپنی رقت و سیلان پر باقی ہو شلبیہ علی الزمینی میں ہے،

الماء المطلق ما بقى على اصل خلقته من  
الرقة والسيلان فلو اخلط به طاهر وجب  
خلقه مما س مقيد ۱۱ھ یعنی ۱ھ

۳  
اقول هذا قصد وقد تضمننا  
الس عليه ويزيد هذا انتقاضا بما  
خلط بكل ما ثم لا يسلية رقة وان

مطلق پانی جب تک ہے کہ اپنی اصل خلقت پر ہو،  
یعنی اس میں رقت اور سیلان باقی ہو اور عیب  
اس میں کوئی پاک چیز علی کر اس میں گاڑھا پن پیدا  
کر نہ تو وہ مقید ہو جائیگا اح کی ۱ھ (ت)

میں کہتا ہوں یہ اور بھی زائد فاسد ہے،  
اور گزشتہ بحث میں اس پر رد ہو چکا ہے اور اس پر  
یوں بھی اعتراض وارد ہوتا ہے اس کے ساتھ کہ

سہ طحاوی علی الدر المختار باب المياه بیوت ۱۰۲/۱

بلکہ شلبی علی التبیین کتاب الطہارت الامیر بمولای مصر ۱۹/۱

غیر اوصافہ کالذین والخل والعصیر ونحو  
ذلت۔

اس میں کوئی ایسی مائے شے شامل ہو جائے جو اس کی  
رقت کو ختم نہ کرے خواہ اس کے دوسرے اوصاف  
میں قنیر پیدا کرتے جیسے دودھ، سرکہ، عرق وغیرہ۔ (ت)

پتہ جسے مطلق وہ جس کے لیے کوئی نیا نام نہ پیدا ہو، ہر ایہ میں فرمایا،

امام شافعی نے فرمایا وہ اسفیا، بزمی کی جنس سے نہیں  
ہے جیسے زعفران کا پانی وغیرہ اُن سے وضو جائز نہیں،  
کیونکہ وہ عقیدہ پانی ہے، اس لیے اس کو زعفران کا پانی  
کہتے ہیں، بخلاف زمینی اجزاء کے۔ کیونکہ عام طور پر  
کوئی پانی زمینی اجزاء سے خالی نہیں ہوتا ہے، اور  
ہماری دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے اور اس کا کوئی نیا نام وضع نہیں ہوا ہے اور اس کی اضافت  
زعفران کی طرف ایسی ہی ہے جیسے پانی کی اضافت کنیز یا چشمہ کی طرف ہوتی ہے (ت)

قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لا يجوز التوضؤ  
بماء الزعفران واشباهہ مما ليس من جنس الارض  
لانہ ماء عقیدہ الاتری انہ یقال ماء الزعفران  
بجملہ اجزاء الارض لان الماء لا یخلو عن عاقل  
ولنا ان اسم الماء باق علی الاطلاق الاتری انہ لم یجد  
لہ اسم علی حدۃ وخصاۃ الی الزعفران  
کاخضاۃ الی البیدر والعین الخ

ہماری دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے اور اس کا کوئی نیا نام وضع نہیں ہوا ہے اور اس کی اضافت  
زعفران کی طرف ایسی ہی ہے جیسے پانی کی اضافت کنیز یا چشمہ کی طرف ہوتی ہے (ت)

میں کہتے ہوں اگر ہر اس پر گرم پانی کا استعمال وارد  
ہوتا ہے کیونکہ اس پر ایک ایسا نام بولا جاتا ہے جو  
پہلے نہ تھا۔ اگر یہ کہہ جائے کہ اس میں بھی پانی کا نام باقی  
ہے تو مراد ہے کہ اس کا نیا نام پر گیا ہو اور پانی کا نام ختم ہو گیا ہو چنانچہ  
انہوں نے فرمایا پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے میں  
کہتا ہوں اول قول تو ان کا قول "لو یتجدد لہ" ماقبل  
کے منقول اور انکے ہے چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے  
"الاتری" تو اس کو انہوں نے نام کے باقی رہنے  
پر دلیل بتایا ہے یہ نہیں کہ نام کا باقی رہنا اس میں ماخوذ  
ہے ثانیاً نام کا علی الاطلاق باقی رہنا اطلاق کے لیے  
کاٹی ہے اس کے بعد وہ عدم حدوث کا محتاج نہیں اور  
اس کے ہوتے ہوئے ہزار حدوث بھی مضر نہیں، تو

اقول فظاهرہ متفقہن بالحجیم فقد  
حدث لہ اسم لم یکن فان قلت اسم الماء  
باق علیہ فالمراد ما تجد د لہ اسم مع  
انتفاء اسم الماء الاتری الی قوله ان اسم الماء  
باق علی الاطلاق اقول اولاً قوله قد من مرہ  
لم یتجدد لہ مفصول عما قبلہ الاتری الی قوله  
الاتری فقد جعلہ دلیلہ علی بقاء الاسم  
لان بقاء الاسم ما خوذ فیہ وثانیاً بقاء  
الاسم علی الاطلاق کانت علی الاطلاق لا یحتاج  
بجدۃ الخ عدم حدوث ولا یضر معہ العت  
حدوث فقہہ الیہ یجعلہ لغوا۔ ہذا ویردہ  
الفاضل عصا مرقی حاشیتہ یا نہ منقوض

بماء الباقلاء حيث لم يتجدد له اسم ولم يبق ماء مطلقاً ثم قال والجواب ان المراد هو الاستلزام الاكثرى فان الغالب في المقيد تجدد الاسم كالتجديد والسرقة والعصبة ونحو ذلك بخلاف المطلق وهذا التقدير كان في فرضنا في الاولى في الفرض الذي يشبه حاله ان يلحق بالاحكام الغلب <sup>عليه</sup> وهو تعقيب العلامة سعدى اخندي يقول له ان تعني الاكثرية الاترى الى ماء الوورد وماء الطمن يا وماء الخلاص واشباهها <sup>عليه</sup>

اس کا اُس کے ساتھ طرہ دینا اس کو مقرر دے گا۔ یہ عصام نے اپنے حاشیہ میں لکھا کہ اس پر باقلاء کے پانی سے اعتراض وارد ہو گا اس لیے کہ اس کا کوئی نام نیا نہیں پیدا ہوا اور مطلق پانی بھی ذرا، پھر فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ مراد استلزام اکثری ہے، کیونکہ مقید میں عام طور پر نام نیا ہو جاتا ہے، جیسے روٹی، شوربہ اور رنگ خیرہ بخلاف مطلق کے، اتنی مقدار جاری غرض میں کافی ہے، کیونکہ اولی اُس فرد میں جس کا حال مشتبہ ہو یہ ہے کہ اس کو اکثرہ اغلب سے لاحق کیا جائے اور اس پر علامہ سعدی اخندی نے تعاقب کیا، اور دیا اس میں اکثریت کے وجود کا انکار کیا جاسکتا ہے، جیسے گلاب کا پانی، لاسنی کا پانی، اور بید کا پانی اور اسی طرح دوسری اشیاء کا پانی اور (ت)

اقول السؤال والجواب والتعقيب ذلك تداء من وراء حجاب اما التعقيب فلان كثرة ما يقال له ماء كذا لا تنفي اكثرية ما تجددت له الاسماء وهي معلومة قطعاً بلا امتراء واما الجواب فاولاً حاصل الجدل ان لا مامر انما هو من الله <sup>عليه</sup> اقول من العجب عند النعمان من المياه المقيدة - (م)

میں کتابوں سوال و جواب اور تعقیب پر دسے کے پیچھے پکارتا ہے، تعقب تو اس لیے کہ جن اشیاء کو کہا جاتا ہے کہ "فلاں چیز کا پانی" ان کی کثرت، ان اشیاء کے اکثر ہونے کے منافی نہیں جن کے نام سنے پڑ گئے ہوں اور یہ بلا مطہر معلوم ہیں، اور جواب کی بابت اولیٰ قریر ہے کہ جھگڑنے کا حاصل یہ ہے میں کتابوں برسے جب کی بات ہے کہ روٹی کو مقید پانیوں میں شمار کیا ہے۔ (ت)

لای فیلحق ماء الترمیزان بالماء المطلق وماء الباقلاء لتبين حاله بالمقيد وان لم يتجدد له ايضا اسم اذ لا تلحق ان كل لا يتجدد مطلق ۱۲ منہ غفر له۔

یعنی زعفران کے پانی کو مطلق پانی اور باقی کے پانی سے مل کر کیا جائیگا تاکہ اس کا حال مقید سے جدا ہو جائے، اگرچہ اس کا بھی کوئی نیا نام نہیں پڑا ہے کیونکہ ہمارے دہوی نہیں ہے کہ ہر وہ پانی جس کا نیا نام نہ ہو وہ مطلق ہے ۱۲ منہ غفر (ت)



کرام شافعی نے اس کے مقید پانی ہونے پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس کو زعفران کا پانی کہا جاتا ہے تو اس میں قید کی ضرورت ہوتی اور ہر وہ چیز جس میں قید کی ضرورت ہو مقید ہوتی ہے تو اس کا جواب شیخ قدس سرہ نے منع اور معارضہ کے ساتھ دیا ہے۔ منع تو اس اعتبار سے پس ای کا قول و اضافہ الی الزعفران یعنی ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ہر اضافت احتیاج کے لیے ہے، بلکہ اضافت کہیں کسی شے کی تعریف کے لیے ہوتی ہے، ذات کے علاوہ جیسے کنویں کا پانی پٹھے کا پانی، باقی رہا معارضہ تو ای کا قول ان اسماء ہاء ہاء الخ تو انہوں نے اطلاق پر مطلق پانی کے نام کے باقی ہونے سے استدلال کیا ہے اور اس کے باقی رہنے پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس کا کوئی نیا نام نہیں پڑا ہے، تو اس میں یہ قاعدہ کلیہ طے کی ضرورت ہے کہ ہر وہ پانی جس کا نیا نام نہ پڑا ہو تو مطلق کا نام اس پر باقی ہے تو معترض نے اس کلیہ پر فقط وار د کیا ہے باقی وغیرہ کے پانی سے، اور اکثریت والے جواب کا اس سے تعلق نہیں ہے کیونکہ اس میں "تعدیہ" نہیں پایا جاتا ہے اور ثانیاً، لازم ان کے قول "مقید میں غالب نام کا تجدد ہے" سے تجدد من جہۃ التقید کے استلزام کی اکثریت ہے، یعنی اکثر مقیدات، مقبذ ہیں حالانکہ ان کے حق میں نفی بخش اطلاق من جہۃ عدم التقید کے

تعالیٰ عنہ استدلال حل کو نہ ماء مقید اجابہ  
یقال له ماء الزعفران فاحتاج الی التقید  
وکل ما احتاج الی التقید مقید و اجاب  
عنه الشیخ قدس سرہ بمنع و معارضہ  
اما المتع فقولہ و اضافہ الی الزعفران  
الای لا نسلم ان کل اضافہ لاحتیاج بل  
ربما یکون لتعریف شیء و اما الذات کماء  
البیرو العین و اما المعارضۃ فقولہ ان اسم  
الحاء باق الخ فاستدل علی لاطلاق بقاء اسم الحاء  
المطلق علی بقائه بانہ لم یتجدد لہ اسم فلا بد من ضم  
الکلیۃ المتعائلة ان کل ما لم یتجدد لہ اسم  
فاسم المطلق باق علیہ فتفقد المعترض  
الکلیۃ بقاء الباقلا و نحوہ و یدعی الجواب  
بالاکثریۃ لانفاء التعدیۃ و ثانیاً اللانتم  
من قولہ الغالب فی المقید تجدد الاسم  
اکثریۃ الاستلزام للتجدد من جہۃ التقید  
ای اکثر المقیدات مقبذات و التناقض لہ  
اکثریۃ الاستلزام لاطلاق من جہۃ عدم  
التجدد ای اکثر ما لم یتجدد لہ اسم فهو  
مطلق لیلحق هذا الذی لم یتجدد لہ اسم  
بالاکثر لا ینطبق لکن لا یلزم من هذا ان ذلک  
بل یمکن ان یکون اکثر ما تقید تجدد

یعنی مصنف کے کلام کی توجیہ میں زعفران کے پانی کو مطلق  
پانیوں میں شمار کرنے کے لیے ۱۲ سورہ غفرہ (ت)

محس ای فی توجیہ کلام الامام المصنف قدس سرہ  
لیجعل ماء الزعفران من المياه المطلقة بامتنه محس ای

ولا يكون اكثر ما لم يتجدد له مقيد فافت  
المقضية الاكثرية لا يجب ان تنكس  
بعكس النقيض كفسها لاجوان ان تكون افراد  
عالم يتجدد له اسم اقل بكثير من افراد  
المقيد ويكون اكثر حاد اخلا في المقيد فيكون  
اكثر افراد المقيد متجدد او اكثر افراد  
اللامتجدد مقيد امثلا يكون المقيد من  
المياه الفاقه تجدد الاسم لثمانه منها  
دون مائتين وعالم يتجدد له الاسم من  
المياه سواء كان مطلقا او مقيدا اثلثا مائة  
مائة منها من الماء المطلق والباقي من  
المقيد فيصدق ان اكثر المقيد متجدد  
ولا يصدق ان اكثر الالامتجدد لا مقيد  
بل اكثره مقيد كما علمت .

استلزام ک اکثریت ہے ، یعنی اکثر وہ کہ جن کا کوئی نیا نام  
نہیں پڑا ہے تو وہ مطلق ہے تاکہ یہ جس کا نام نیا نہیں  
ہے اس کو اکثر وہ غلب سے لاحق کیا جاسکے ، لیکن یہ  
اُس سے لازم نہیں آتا ہے ، بلکہ ممکن ہے کہ جو چیزیں  
مقید ہیں ان میں سے اکثر کا نیا نام ہو گیا ہو اور اکثر وہ  
چیزیں جن کا نیا نام نہ ہو مقید نہ ہوتی ہوں ، کیونکہ جو  
تخصیہ اکثر یہ ہوتا ہے غلبہ دہی نہیں کہ اس  
کا عکس نقیض اس کے مساوی ہو ،  
اس لیے کہ یہ جائز ہے کہ جن کا نام نیا نہیں ہے ان کے  
افراد مقید کے افراد سے بہت ہی کم ہوں اور ان کے  
اکثر مقید میں داخل ہوں تو مقید کے اکثر افراد سے نام  
واسے ہو جائیں گے اور لا مقید کے اکثر افراد مقید  
ہو جائیں گے . مثلاً وہ مقید پانی جس کے لیے ہزار  
نام ہو ، ان میں سے آٹھ سو افراد کا نام

بدل گیا ہو ، اور سو کا نہ بدلا ہو ، اور جن پانیوں کا نام نہ بدلا ہو خواہ وہ مطلق ہوں یا مقید بھی سو ہوں ، سو ان میں  
مطلق پانی کے اور باقی دو سو مقید پانی کے ہوں تو اب یہ تخصیہ تو صادق ہے کہ اکثر مقید متجدد ہے اور یہ صادق  
نہیں کہ اکثر لا متجدد لا مقید ہے ، بلکہ اس کا اکثر مقید ہے ، جیسا کہ آپ نے جاننا . (ت)

اگر کہا جائے کہ ہم اس کی تفسیر اس طرح  
کرتے ہیں کہ اگر یہ مقید ہوتا تو اس کا کوئی نیا نام  
ہوتا ، غالباً ایسا ہی ہوتا ہے ، لیکن چونکہ اس کا  
نیا نام نہیں ہوا اس لیے وہ ظنی اعتبار سے  
مقید نہیں اور اس میں ظن کافی ہے کیونکہ اس کا  
حال مشتبہ ہے تو اس کا دار و مدار غالب پر  
رکھا جائے گا اور غالب مقید میں تجدد ہے ، تو  
لازم اکثری کا انتفاء ملزوم کے انتفاء پر ظنی طور پر

فان قلت بل نقرر هكذا لو كان  
هذا مقيد المتجدد له اسم بالنظر الى  
الغالب لكن لم يتجدد له اسم فليس بمقيد  
ظنا والظن يكفي لانه مشتبه الحال فيحال  
على الغالب والغالب في المقيد التجدد  
فانتفاء الاسم الاكثري يدل على انتفاء  
الملزوم وظنا كما ان انتفاء الاسم الكلي  
يدل على انتفاء الملزوم قطعاً وحاصله

الفعل بظلية التجدد في السقيد من دون  
حاجة الى غلبة الاطلاق في الامتداد.  
فليجرب دسے استدلال ہے اور لا متبدل میں غلبہ اطلاق کی حاجت نہیں ہے۔ (د ت)

اقول انما يظن ما هو اكثر واكثرية  
في استلزام وجود لا توجد  
اكثرية استلزام انتفاء لا انتفاء  
مثله انما يظن بوجود اللازم عند تحقق  
اللزوم لا بانتفاء الملزوم عند انتفاء اللازم.  
میں کتابوں پر اکثر ہوا اسی کا ظن ہوتا ہے کہ  
وجود کی اکثریت کا ب کے وجود کی اکثریت کو مستلزم ہونا  
کے انتفاء کی وجہ سے ب کے انتفاء کے استلزام کی اکثریت کو  
مستلزم نہیں تو اس جیسی صورت میں لزوم کے وجود کے  
تحقق کے وقت لازم کے وجود کا ظن ہوتا ہے نہ کہ  
انتفاء لزوم پر وقت انتفاء لازم کے۔ (د ت)

وثالثا ما انفارق بين ماء الباقلا  
وماء الزعفران حتى كان هذا مشتبهما  
فالحق بالغالب وذلك متعينا فلم يلحق  
واها السؤال فلان ماء الباقلا اسم جديد  
مثلاً، کیا فرق ہے باقی کے پانی اور زعفران کے  
پانی میں کہ اس کو مشتبه قرار دیا جائے، اور غالب سے  
لاحق کیا جائے اور وہ متعین ہے تو لاحق نہ کیا جائے گا باقی  
ربا سوال تو باقلا کا پانی نیا نام ہے، پانی کے نام

عن ثمرس آيت اجاب عنه في ابناءية بان  
المضاف ههنا خامر من المضاف اليه  
بالصلاحي فلا يجوز وان لم يتجدد له اسم  
اقول تسليحه عدم متجدد الاسم  
لقد عرفت ما فيه وما قاله مبني على ما ذكره  
في تعريف اضافة التقييد و سياق ما فيه  
بعونه تعالى وعلى معنى فقد سلم ان  
التعريف بتجدد الاسم غير جائز ثم قال  
وقال تاج الشريعة الدليل يقتضي الحيوان  
ولكن الطبخ والمخلوطان قصاصا فيكون  
پھر میں نے دیکھا انہوں نے بتایا میں اس کا جواب دیا کہ  
یہاں مضاف مضاف الیہ سے خارج ہے صلاح کی  
وجہ سے مجاز نہیں اگرچہ اس کا نیا نام نہ ہوا  
میں کتابوں نام کے نیا نہ ہونے کا تسلیم کرنا  
اس پر جو اعتراض ہے وہ آپ نے بیان کیا، اور جو  
انہوں نے کہا ہے وہ اس چیز پر مبنی ہے جس کو انہوں  
نے اضافة تقييد کی تعریف میں ذکر کیا ہے، اور یہ  
عنقریب آئے گا اور بہر حال یہ تعریف کے نام نیا ہونا  
جامع نہیں اس کو انہوں نے تسلیم کیا ہے پھر کہا کہ  
تمام الشريعة نے فرمایا دلیل ہوا کا قصاص کرتی ہے  
(باقی بر صفحہ آئندہ)

غير اسم الماء وكون اسم الماء جزء منه  
لا ينافي المجددة الا ترى انه لا يصلح ان يقال  
له ماء لكونه ثخيناً والماء سريقت به خلاف ماء  
الزعفران فان المراد به ما لم يثخن وهذا  
بالوافق بل ما لم يصلح للتصنيف وهذا عند  
المتحقق كما تقدم في ۱۲۰ هذا ما ظهر لي  
ثم رأيت المحقق ابن امير الحاج اشار اليه  
في الحلية اذ قال ذات ماء النور مثلاً لا تعرف  
من مجرد قول القائل ماء حق يفيقه الى  
النور ولهذا كانت الاضافة لازمة لكونها  
اضافة الى ما لا بد منه وبواسطة هذا الترميم  
حدث له اسم آخر عليه حدة فلا تسوي نسبته  
ماء على الاطلاق الا على سبيل المجاز  
والله الموفق لامر بـ سوا ۵۰

### ثم اقول ان تحقق ان من النياه

(بقية ما في صفحہ ۶۶۰)

ما تھا ۱۰۰

اقول هذا يوافق ما ذكره المحقق حيث  
اشار الى ان النعم لاجل الثخن ۱۱ متمم  
عقر له (م)

علہ قالہ لانہ یتصور علی قول محمد اما  
علی قول ابی یوسفنا الصحیح علی ما یأتی

کا غیر ہے اور پانی کا اس کے نام کا جزو ہونا حجت کے  
مناقی نہیں، اس لیے اس کو پانی نہیں کہا جاسکتا ہے  
کیونکہ وہ گاڑھا ہے اور پانی پتلا ہوتا ہے بخلاف زعفران  
کے پانی کے، کیونکہ اس سے مراد وہ ہے جو گاڑھا  
نہ ہوا ہو اور یہ اتفاق ہے، بلکہ جب تک رنگنے کے  
وقت نہ ہو اور یہ تحقیق کی بنا پر ہے جیسا کہ پانی کی تقسیم ۱۱ میں  
گزرا یہ مجھ پر ظاہر ہوا پھر میں نے محقق ابن امیر الحاج  
کو دیکھا کہ انہوں نے اس کی طرف علیہ میں اشارہ فرمایا،  
وہ فرماتے ہیں گلاب کے پانی کی ذات مثلاً کسی قائل کے  
صرف اس قول سے معلوم نہیں ہوتی ہے کہ پانی محبوب  
نہ کہ کدو اسے گلاب کی طرف مضاف نہ کرے، اس لیے  
اضافت لازم ہوتی کیونکہ یہ ایسی چیز کی طرف اضافت  
ہے جس کی طرف اضافت ضروری ہے اور اس لزوم کا اسطہ  
سے اس کا اکتتام پڑ گیا، تو اس کو مطلقاً پانی کہنا درست  
نہ کہ گلابی مجازاً کہہا جاسکتا ہے ۱۰ واللہ الموفق (ت)  
پھر میں کہتا ہوں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ بعض عقید

دیکھیں پکانا اور مل جانا پانی کے مانع ہونے میں غفل پیدا  
کرتے ہیں ۱۰۰

میں کہتا ہوں یہ اس کے مطابق ہے جو ہم نے  
ذکر کیا ہے کہ منہ گاڑھے ہونے کی وجہ سے ہے ۱۲ منہ  
عقر لہ (ت)

یہ بات انہوں نے اس لیے کہی ہے کہ یہ محمد کے قول پر  
متصف ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر جیسا کہ ہم  
(باقی بر صفحہ ۶۶۰)

المقيدة ما لا يتجدد له اسم في العرف لعدم  
علق العرف به مثلاً انما يزول عنه اسم الماء  
المطلق كان ذلك نقضاً على المنع كما كانت  
الحميم نقضاً على الجمع ويكون هذا الظاهر  
ورود اعلیٰ الفتحة اذ قال فيه في بيان التقييد  
هو بان يحدث له اسم عليه حدة ولزوم التقييد  
يتدرج فيه وانما يكون ذلك اذا كان السواء  
مطلوباً اذ في اطلاقه على المجموع حينئذ  
اعتبار الغالب عدماً وهو عكس الثابت لغتاً  
وعرفاً وشرعاً -

**اقول** انما الثابت به انه كلما تجدد  
الاسم كان الماء مطلوباً اما في جهت العكس  
فانما ثبت انه كلما كان الماء مطلوباً لم يصرح  
اطلاق الماء المطلق عليه لا انه يحدث له  
اسم برأسه ولا بد فحصر التقييد في حدوث  
الاسم محل نظر والله تعالى اعلم -

(بقية ما مشيه ص ۱۰۲)

من العبد الضعيف تحقيقه ان شاء الله تعالى  
بعد تمام سرد التعريفات فلا يتصيد الا اذا  
صلح المقصود اشرق لیس باسم ما يقصد  
به ذلك المقصود تاویل ۱۲ منہ غفر له (م)

عنه فان حصر التقييد في حدوث الاسم في  
الفتح منطوق وعن الهداية مفهوم ۱۳  
منہ غفر له (م)

پانی ایسے ہیں جنہ کے لیے کوئی نیا نام معرفت میں مقرر نہیں  
ہوا ہے، کیونکہ اس سے کوئی عرض متعلق نہیں، مثالی  
کے طور پر اس سے مطلق پانی کا نام زائل ہوگا تو یہ نقص  
ہوگا منع پر جیسا کہ حیم نقص ہوگا جمع پر اور یہ فتح پر ورود  
زیادہ ظاہر ہوگا کیونکہ انہوں نے بیانی تقييد میں فرمایا،  
تقييد یہ ہے کہ اس کا نیا نام پر جائے، اور لزوم تقييد اسی  
میں شامل ہے، اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ پانی مطلوب  
ہو کیونکہ اس کے مجموعہ پر اطلاق ہونے میں اس وقت  
غالب کا اعتبار ہوگا عدلی طور پر اور یہ لغت کی ثابت شدہ  
کا اور عرف و شرع سے ثابت شدہ کا برعکس ہے (ت)

میں کہتا ہوں اس سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے  
کہ جب بھی اس کا نیا نام ہوگا تو پانی مطلوب ہوگا اور اس  
کے عکس میں یہ چیز ثابت شدہ ہے کہ جب بھی پانی مطلوب  
ہوگا تو اس پر مطلق پانی کا اطلاق صحیح نہ ہوگا یہ نہیں کہ  
اس کے لیے کوئی نیا نام وضع کر لیا جائے گا، اور یہ  
ضروری ہے، تو تقييد کو نئے نام پر جانے میں منحصر کر دینا  
محل نظر ہے واللہ تعالیٰ اعلم - (ت)

تحقیق سے پیش کریں گے، تو یہ مقید نہ ہوگا مگر جبکہ مقصود  
آخر کے لیے صالح ہو، تو اس وقت اس کا نام وہی  
ہوگا جو اسی کا مقصود ہے، غور کرو ۱۲ منہ غفر له  
(ت)

فتح میں تقييد کا نام کہتے ہوئے میں منحصر ہونا منطوق  
ہے، اور ہدایہ سے مفہوم ہے ۱۳ منہ غفر له (ت)

مشتمل مطلق وہ ہے جسے دیکھنے والا دیکھ کر پانی کے قرآنہ اثنین میں شرح طحاوی سے ہے۔

المطلق ما اذا نظر الناظر اليه سماء سماء  
على الاطلاق اذ اقول سماء لا يدرى  
البصر تقيد ولا اطلاقه كالمخلوط بما ثم  
وافق في اللون يتوقف الامر فيه على غلبة  
الطعم او الاجزاء وما القى فيه ثمر او سبب  
يتوقف على مبرور ته نبين او لا يضر مجرد  
اللون وما خلط بعض او سطران يتوقف على  
صلوحه للصبر وشئ من ذلك لا يدرى  
بالبصر فلا يصح جمعا ولا افصا۔  
کوئی دوسری چیز رنگی جاسکتی ہے یا نہیں، ادا ای میں سے کوئی چیز آنکھ سے معلوم نہیں ہو سکتی، تو یہ جمع و منع کے  
اعتبار سے صحیح نہیں۔ (ت)

ہفتم مطلق وہ ہے جسے کسی قید کے بڑھائے پانی کہہ سکیں فتح القدر میں ہے۔

المخلوط في ماء خالطه زعفران ونحوه مبنی  
على انه تعييد بذلك او لا فقال المشافعي  
ونحوه تعيد لا نه يقال ماء الزعفران ونحوه  
لا شكرا نه يقال ذلك ولكن لا يمتنع مع ذلك  
ما دام المخلوط مخلوطا ان يقول القائل قبيـ  
هذا ماء من غير من يادۃ ۱۱۔  
مطلوب ہو یہی کہا جائیگا کہ یہ پانی ہے، اس میں کچھ اضافہ نہیں (ت)

علاء ويشير اليه قول البناية في ما تعيد بالطين  
لا ان الناظر لو نظر اليه لايستيه ماء مطلقا  
۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵

اقول لا شك ان الماء المقيد قسم  
من الماء وحمل المقسم على القسم لا يستقيم  
ابداً ولا من عدم التقيد من التقيد بعدم  
التقيد والكلام في هذا الاذالك والجواب  
انه ما دونه لا عرف فالمسححة النقي قول ليس  
ماء بل صبيغ والكلام في العرف.

میں کتا ہوں مقید پانی، پانی ہی کی ایک قسم ہے  
اور مقسم کو قسم پر عمل کرنا ہرگز ممنوع نہیں اور عدم تقید  
کو تقید بعدم التقید سے کیا نسبت؟ اور گفتہ کہ اس  
میں ہے نہ کہ اس میں۔ اور جواب یہ ہے کہ وہ لغت پانی  
ہے نہ کہ عرفاً، کیونکہ لغتی صحیح ہے، آپ کہہ سکتے ہیں یہ  
پانی نہیں ہے بلکہ رنگ ہے اور کلام کا دار و مدار عرف  
پر ہوتا ہے۔ (ت)

ہشتم مطلق وہ ہے جس سے پانی کی نفی نہ ہو سکے یعنی نہ کہ سکیں کہ یہ پانی نہیں۔

میں کتا ہوں یہ گزشتہ معنی ہیں البتہ صحت  
الطلاق اور اطلاق نفی، جب وہ جہت والے ہوں تو  
کبھی ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں من و جہر حمل  
(اور من و جہر سلب صحیح ہوتا ہے۔) (ت)

اقول وهذا معنى سابقه خيرات  
صحة الاطلاق واعتناع النقي قد يتقاربان  
فما كان ذا جهتين يصح فيه الحمل من  
وجه والسلب من وجه آخر.  
تبیین الحقائق میں ہے،

پانی کی اضافت زعفران کی طرف تعریف کے لیے ہے  
بمخلاف "ما را بطیخ" کے اس لیے اس سے پانی کے  
عام کی نفی کی جاتی ہے اور پطسے اس کی نفی جائز  
نہیں ہے۔ (ت)

اضافة الى الزعفران فتعريف بخلاف ماء  
البطيخ ولهذا ينفي اسم الماء عنه ولا يجوز  
نقيده عن الاول اه

میں کتا ہوں اگر ماہ مطلق کی نفی کا ارادہ کیا جائے  
تو رد لازم آئے گا یا مطلق مار کی نفی کی جائے تو مقسم  
کی نفی قسم سے قطعاً جائز نہیں اور وہ پانی جو بطیخ سے  
نکلتا ہے جنس مار سے نہیں ہے تو قیاس سے کہ وہ مقید  
پانی نہیں ہے بلکہ مطلق مار سے خارج ہے جیسے تیل  
والجواب الجواب۔ (ت)

اقول ان اس يدنق الماء المطلق  
دارا و مطلق الماء فلا يجوز نفى المقسم من  
القسم قط والماء الذي يخرج من  
البطيخ ليس من جنس الماء فالحق انه  
ليس ماء مقيد ابل خارج من مطلقه  
كالادهان والجواب الجواب.

فہرہم مطلق وہ جس سے پانی کا نام زائل نہ ہو،  
 وهو معنى سابقه واشير اليه في كثير من  
 الكتب ففي التبیین ثم وال اسم الماء عنه هو  
 المعتبر في الباب ثم وفي الهداية والكاف  
 الا ان يقلب ذلك على الماء فيصير كالسويق  
 لزوال اسم الماء عنه ثم وفي المنبیت عن  
 شرح القدوري للاقطع اذا اختلط الطاهر  
 بالماء ولم يزل اسم الماء عنه فهو طاهر و  
 طهور آھ۔

اقول هذا حق في نفسه لكن لا يصلح  
 تعريفا اذ لو اسيد بالماء الماء المطلق واراد  
 الاطلاق وال عن التقيد ايضا املا كما  
 علمت مع جوابه فسر في الغنية مسرة  
 بالماء اس اذ قال تحت قول الماتن اذا لم  
 يزل عنه اسم الماء مانعه بحيث لو ساء  
 الزا في يطلق عليه اسم الماء آھ

اقول وقد علمت غشاه ومرة مراد  
 فيه النحاس اذ قال تحت قول للاقطع ولم  
 يتجدد له اسم اخر بان صمى مشرابا

یہ اس کے سابقہ معنی ہیں، اس کی طرف بہت سی کتب  
 میں اشارہ کیا گیا ہے، تبیین میں ہے اس سے پانی کے  
 نام کا زائل ہونا ہی معتبر ہے اور ہر ایہ اور کالی میں  
 ہے گریہ کر وہ پانی پر غالب ہو تو سستو کی طرح ہو جائے  
 کیونکہ اس سے پانی کا نام زائل ہو گیا اور نتیجہ میں  
 ابو نصر اقطع کی شرح قدوری سے ہے کہ جب  
 پاک چیز پانی میں مل جائے اور اس سے پانی کا نام زائل  
 نہ ہو تو وہ ظاہر بھی ہے طور بھی ہے اور (ت)

میں کتا ہوں یہ فی فہرہم ہے لیکن یہ تعریف  
 نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اگر پانی سے مطلق پانی کا نام نہ  
 کیا جائے تو دور لازم آئے گا ورنہ عقیدے بھی زوال  
 نہ ہو گا جیسا کہ آپ نے مع جواب کے جاننا اور اس کی  
 تفسیر فقہ میں ایک جگہ ”چھٹے“ سے کیونکہ انہوں نے  
 اسی کے قول کہ جب اس سے پانی کا نام زائل  
 نہ ہوا کے تحت فہرہ مایا کہ اگر دیکھنے والا اس  
 کو دیکھے تو اس پر پانی کا نام ہرے اور (ت)

میں کتا ہوں اس کا فساد آپ کو معلوم ہو چکا ہو  
 اور کبھی اس میں پانچویں کو زیادہ کیا کیونکہ انہوں نے  
 اقطع کے قول کے تحت فرمایا اس کا کوئی نیا نام نہیں

۱۹/۱	طبعة الامير محمد	کتاب الطهارة	تبع تبیین المتعاقب
۱۸/۱	مطبعة عربیہ کراچی	الماء الذي يجوز به الوضوء	تبع ہدایہ
ص ۶۳	مطبعة روضی مکتبہ	فی الیاء	تبع غنیۃ المصلی
ص ۹۰	سید الکریم فی ہمد	”	تبع غنیۃ المستمل



او نبیذ الا وضو ذلك **أما** اقول ان عطفه  
تفسيراً لقول على ثبوت ان كل ما زال  
عنه اسم الماء وجب ان يوضع بانما اسم  
آخر وان اس ادا الزيادة كان المعنى ان  
الاطلاق يتوقف على اجتماع العدد من ذل  
وجد احد ما كان زال عنه اسم الماء ولم  
يتجدد اسم آخر او تجدد اسم آخر ولم يزل  
اسم الماء كان مقيداً وهذا الثاني باطل ك  
في الحميم.

پڑا مثلاً کہ شربت یاغینہ وغیرہ کہا جائے اور میں کہتا ہوں اسکا  
عطف تفسیری ہے اور اس امر پر موقوف ہے کہ ہر  
وہ چیز جس سے پانی کا نام زائل ہوا ہوا لازم ہے کہ اس  
کے بالمقابل کوئی اور نام وضع کیا جائے اور اگر زیادتی  
کا ارادہ کیا تو معنی یہ ہوں گے کہ اطلاق موقوف ہے  
دو عددوں کے اجتماع پر تو اگر ان میں سے کوئی ایک  
پایا جائے مثلاً یہ کہ اس سے پانی کا نام زائل ہو جائے  
اور اس کا کوئی نیا نام نہ پڑے یا نیا نام پڑ جائے مگر  
پانی کا نام زائل نہ ہو تو مقید ہو جائیگا اور یہ دوسری  
شقت باطل ہے جیسا کہ گرم پانی میں۔ (ت)

**دھرم** مطلق وہ ہے کہ پانی کا نام لینے سے جس کی طرف ذہن سبقت کرے بشرطیکہ اس کا کوئی اور نام نہ پیدا  
ہوا ہوا جس کی طرف لفظ آب سے ذہن سبقت نہ کرے یا اس کا کوئی نیا نام ہر وہ مقید ہے علیہ میں ہے۔

مطلق پانی کے متعلق کہی جاتا ہے میں سب سے عمدہ  
یہ ہے کہ مطلق پانی وہ ہے کہ جب صرف پانی کہا جائے تو  
اس کی طرف منتقل ہو جائیں، جب تک کہ اس  
نے کوئی نیا نام نہ پڑے اور مقید پانی وہ ہے کہ  
جب صرف پانی کا لفظ بولا جائے تو ذہن اس کی طرف  
نہ جائے یا وہ کہ جس کا کوئی نیا نام ہوا (ت)

میں کہتا ہوں اوقاف نامیت کے اعتبار سے یہ تعریف  
پہلی سے بہتر ہے کیونکہ اس پر ایسے مقید پانی کا اعتراض ہوگا  
جس کو ابھی نیا نام نہیں دیا گیا اور عامیت کے اعتبار سے  
یہ پہلی سے زیادہ قابل اعتراض ہے اگر اس کا نیا نام نہ پڑے تو ذہن  
کا اس کی طرف سبقت نہ کرنا کہ مقید ہوگا، اور ثانیاً اس سے ظنی طور  
کہتے تھے غیر افضلی اور بے محل ہے کیونکہ اس نام کا

الماء المطلق فيه عباسات من احسنها ما يحتاج  
افهام الناس اليه عند اطلاق الماء مالم  
يحدث له اسم على حدة والماء المقيد  
ما لا تتسارع اليه افهام الناس من  
اطلاق لفظ الماء او ما حدث له اسم  
على حدة **أما**

**اقول** اولاً هذا الصلح من سابقه  
في العكس فانه لا ينتقض منعاً وان تجد  
مقيد لم يحدث له اسم واقبل ايراد منه  
في النظر فانه صريحاً بان تتسارع الافهام

پیدا ہوتا جو مقید میں ہے اُس کا وہ اُس کے ساتھ مجتمع  
ہونے کا کوئی امکان نہیں، حالانکہ اطلاق اُس کی طرف  
وہ اطلاق سبقت کرتے ہیں۔ (ت)

الیہ لایجبدی عند حدوث اسم آخر  
وثانیاً مع قطع النظر عنه لا شک ان  
هذا الشرط هنا لم لا محل له اصلاً قامت  
حدوث الاسم الذی یکون فی المقید لا امکان  
لا اجتماعه مع تسمیة الا فیما مر الیہ عند  
الاطلاق۔

یا نہ وہم مطلق وہ ہے جس کی طرف نام آپ سے ذہن سبقت کرے اور اس میں نہ کوئی خواہست  
ہو اور نہ اور کوئی بات مانع جو از نازیر قیدیں بحر میں ایسا نہ کیں تاکہ آپ نہیں مستعمل کو خارج کر دیں۔  
اقول ولو اکتفی بالآخر لکنی ونصبہ  
المطلق ما یسبق الی الا فیما مر بطلان قولنا ماء  
ولم یقصر بہ غیث ولا معنی بینہم جو ان  
الصلاۃ قال فخرج الماء المقید والمتنجم  
والستعمل آہ

میں کتا ہوں اگر وہ آخر پر اکتفاء کرتے تو کمال ہوتا  
اور اُس کی عبارت یہ ہے کہ مطلق وہ ہے جس کی طرف  
الایمان مطلق مار کے ہونے سے منتقل ہو جاتے ہیں اور  
یہ وہ پانی ہے جس میں کوئی ناپاکی نہ ہو اور نہ ایسا  
کوئی وصف ہو جو جواز صلوٰۃ کے منافی ہو تو اس قید  
سے تنجید، تنجیس اور مستعمل پانی خارج ہو گیا (ت)

میں کتا ہوں کیا مستعمل اور اس کا شل پانی  
اُس پانی میں داخل ہیں جس کی طرف لفظ مار برکتے ہیں  
تو کہ غری طور پر منتقل ہو جاتا ہے یا نہیں، دوسری  
صورت میں دونوں قیدیں ضائع ہو جائیں گی، اور  
دونوں قیدوں کی زیادتی پر ان دونوں کے خروج کی تفریح  
ساقط ہو جائے گی، اور یہ قیدیں اولی اس میں کوئی شک  
نہیں کہ یہ دونوں مطلق پانی سے ہیں کیونکہ مطلق سے  
بہن مراد ہے اور اُن سے قبل ائمہ نے اسی پر اکتفاء کیا

اقول حل المستعمل واخره الخ  
فیما یسبق الیہ الذہن باطلاق الماء امر لاحق  
ان فی ضائع القید ان وسقط قرضیم خروجہما  
علی زیادۃ القیدین وعلی الاول لا شک انہما  
من الماء المطلق اذ لا یفنی بالمطلق الا هذا  
وعلیہ اقتصر الاشارة قبلہ بل ہو لنفسہ فیما  
بعد ذلک بوسقۃ اذ قال لا یفنی بالمطلق الا  
ما یتباعد عن عند اطلاق اسم الماء آہ وھذہ

مناقضۃ بل فی نفس الکلام ایضا شوب منها  
اذ یقول فخرج المقيّد والمتجنّس المستعمل  
ولذا اقال ش ظاهراً ان المتجنّس والمستعمل  
غير مقيّد مع أنّه <sup>عليه</sup> من لکن عند العالم بالجملة  
او الاستعمال ولذا اقيّد بعض العلماء التیادیر  
بقوله بالنسبة للعالم بحالہ آھ

بلکہ انہوں نے خود ہی ایک ورق بعد فرمایا ہماری مراد  
مطلق سے وہ پانی ہے کہ جب پانی کا لفظ بولا جائے  
تو اسی کی طرف ذہن متبادر ہو اور یہ مناقضہ ہے  
بلکہ نفس کلام میں اس کی تلاوٹ ہے وہ فرماتے ہیں تو  
مقیّد، متجنّس اور مستعمل اس سے کل گئے اور اس لیے  
”ش“ سے فرمایا کہ اس کا ظاہر یہ ہے کہ غیر اور مستعمل  
غیر مقید ہے حالانکہ یہ مقید ہے، مگر اس کے نزدیک جس کو نجاست یا استعمال کا علم ہو، اس لیے بعض علما نے  
تبادیر میں بالنسبة للعالم بحالہ کو قید بڑھائی ہے۔ (ت)

اقول رحمك الله اذا كان هذا  
حاصراً خفياً لا يظهر لمن لم يعلم بحالہ الا  
بالاخبار من خارج ظهر ان الماء فيهما  
باق على صرافة مائيته لم يضر فيه ما يخرجه  
عنهما والا لظهر لمن نظر دسروان: لا شك  
في عصرقة الماء من غيره لا يحتاج الى تعليم  
من خارج فكيف يكون مقيّد أو بالجملة  
هذا شئ تضر به البحر <sup>عليه</sup> امره لغيره و  
تبعه عليه ش وكذا ما عثى الدبر <sup>عليه</sup> عبد الخليم  
<sup>عليه</sup> اي السد كوراد وكل منهما ۱۲ منہ  
غفر له۔ (م)

میں کہتا ہوں جب یہ چیز ایسی مخفی ہے کہ صرف  
واقف حال ہی جان سکتا ہے یا خارج سے اطلاع  
پر معلوم ہو سکتی ہے تو یہ ظاہر ہو کہ پانی ان دونوں  
میں اپنے اطلاق پر باقی ہے اس کو کوئی ایسی چیز  
عارضہ نہ ہوتی جو اس کو پانی ہونے سے خارج کر دے  
ورنہ ہر صاحب نظر کو ظاہر ہو جاتا، کیونکہ پانی کے بارے  
میں جاننے کے لیے انسان کو باہر سے جاننے کی ضرورت  
نہیں تو یہ کیسے مقید ہوگا؟ خلاصہ یہ کہ یہ ایسی چیز ہے  
جس میں بجز متغیر چیز میں سے اور کسی کے کلام میں اس کو  
یعنی مذکور یا ان دونوں میں سے ہر ایک ۱۲ منہ  
غفر له۔ (ت)

<sup>عليه</sup> ثم رآيت السيد الشريف العلامة  
رحمته الله تعالى سبقه اليه في التعريفات  
كما سيأتي ۱۲ منہ غفر له۔ (م)

پھر میں نے دیکھا کہ سید شریف نے التعريفات  
میں بھی یہی لکھا ہے، جیسا کہ آئے گا ۱۲ منہ  
غفر له۔ (ت)

<sup>عليه</sup> وكذا تلميذه شيخ الاسلام الغزالي  
في المنهاج واقره عليه ط قصاب واسبغته

اور اسی طرح اُن کے شاگرد شیخ الاسلام غزالی نے منہج  
میں ذکر کیا اور اس کو ط سے برقرار رکھا قریبات  
(باقی برصغور آئندہ)

والخادمي وذلك حين قول الداروني والاطلاق  
 احابكم الى الاستزاج او بقلية المستزج  
 نہیں دیکھ اور انکی متابعت کسی نے کی طرح در کے محشی عبد الحکیم  
 اور خادمی نے کی، صاحب در فرماتے ہیں اس کے الملاق کا زوال

(تقریر ما شیخ صفور کر نشتر)

السيد والبريد الغزي وعبد الحليم والخادمي  
 وطروش رحمهم الله تعالى عليهم وعليهما  
 اجمعين قال العلامة طحطاوي قول الدر هو ما يتبادر  
 عند الاطلاق اي يبيد رلذ هن فيه به بعد  
 سماعه مطلقا وهو بمعنى قول المنع هو الباطل  
 على اوصاف خلقته ولم يخالطه نجاسة  
 ولم يغلب عليه شيء اه ونفط السيد في التقريرا  
 هو الماء الذي بقي على اصل خلقته ولم  
 تخالطه نجاسة ولم يغلب عليه شيء  
 طاهر اه -

**اقول** وهو احسن مما في المنع  
 بوجهين احدهما انه قيد الشيء بالطاهر  
 فلم يصرف قوله لم تخالطه نجاسة مستدركا  
 بخلاف عبارة المنع فان ما خالطه نجاسة  
 فقد غلبه شيء والاخر انه اقي بالاصيل  
 مكان الاوصاف فلا يرد عليه الجمد بخلاف  
 المنع فان الماء بانجماده لا يتغير الوصف ولا  
 طعم ولا رائحة وهي العقيدة من ذكر  
 الادوية والتقية في التقريرت هو  
 التبادر وظاهره انه لم يخالطه نجس ولا

ہو گئے، سید، بحر، غزوی، عبد الحکیم، خادمی، ط اور ش  
 رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم وعلینا اجمعین، علامہ ط نے  
 در کے قول پر فرمایا، وہ عند الاطلاق متبادر ہوتا ہے،  
 یعنی ذہنی کی طرف فہم سبقت کرتا ہے محض سنے سے مطلقاً  
 اور یہ منہج کے قول کی وہی بات ہے اپنے خلق اوصاف  
 پر اور اس میں کوئی نجاست نہیں ملے ہے اور اس پر  
 کوئی شے غالب نہیں ہوتی ہے اور کے مطابق ہے  
 اور سید کے نفط التقریرات میں یہ ہیں یہ وہی بات ہے  
 جو اپنی اصل خلقت پر باقی ہے اور اس کو کوئی نجاست  
 نہیں ملے ہے اور اس پر کوئی پاک شے غالب نہیں ہوتی ہے  
 میں کہتا ہوں یہ منہج کی عبارت سے دو طرح  
 اچھا ہے ایک تو یہ کہ انہوں نے شے کو طاهر سے مقید کیا  
 تو ان کا قول "نہیں ملے اس سے نجاست" زیادہ ہوگا  
 بخلاف عبارت منہج کے، کیونکہ جس میں نجاست ملے تو بلاشبہ  
 اس پر کوئی چیز غالب ہوگئی، اور دوسرے یہ کہ وہ اصل  
 کو کھائے بجائے اوصاف کے تو ان پر ہر کے ذریعہ  
 اعتراض وارد نہ ہوگا بخلاف منہج کے کہ پانی منجمد ہونے  
 کے باعث نہ تو رنگ کو بدلتا ہے اور ذرے اور بو  
 کو اور اوصاف کے ذکر سے قیاد بھی ہے اور تعریف  
 میں متبادر ہی مقبر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی نجس  
 (باقی اگلے صفحہ پر)

قَالَ عَلَيْهِ اَوْرَدَ عَلَى الْحَصْرِ الْمَاءَ الْمُسْتَعْمَلِ  
وَالْجَابِ الْاَوَّلُ بَانَ كَلَامُ الْمُصَنِّفِ فِي زَوَالِ  
بِاخْتِلَافِ الْمُحَسِّنِ ۱۷۔

یا تو کمالِ اعتراض سے ہو گیا یا مترشح کے غلبہ سے ہو گیا،  
اس پر ان دونوں نے اعتراض کیا ہے کہ حصر پر اعتراض  
مستعمل پانی سے کیا گیا ہے، اور پہلے جواب دیا کہ

مُصَنِّفُ کَلَامِ اُس کے زوال میں ہے کسی محسوس چیز کے اختلاف کی وجہ سے اور (ت)

اقول کیف وقد ذکر المستعطر من  
النبات والاشجار في بيان المقسم الماء الطاهر  
والمستعمل كالنجس فلا يباين ۱۸۔

میں کہتا ہوں یہ کیسے، حالانکہ انہوں نے گھاس سے  
ٹپکھائے جانے والے کا ذکر کیا ہے اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ  
مقسم پاک پانی ہے اور مستعمل نجس کی طرح ہے تو اس پر  
کوئی غبار نہیں اور (ت)

اقول قد علمت ان كلام الاشارة يؤذن  
بدخول المتنبي في المطلق فضلا عن المستعمل  
وكن ذلك كلام اهل الضابطه قبل البحر حيث  
لويذيل الاطلاق الا بالامرين ثم ايت  
في كلام ملك العلماء ما يدل على  
صريحها ان قال قد من سورة اما مشروطة امكن  
الوضوء فمنها ان يكون الوضوء بالماء ومنها  
ان يكون بالماء والمطلق ومنها ان يكون السماء  
(بقره حاشية صفحہ گزشتہ)

میں کہتا ہوں کہ ائمہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے  
کہ ناپاک مطلق میں داخل ہے چر جائیکہ مستعمل، اور  
اسی طرح اہل ضابطہ کا کلام بحر سے پہلے، کیونکہ اہل کے  
نزدیک اطلاق زوالِ صرحت و د امر میں سے ہے  
پھر میں نے ملک العلماء کے کلام میں اس کی صراحت  
پائی کہ فرماتے ہیں بہر حال اگر کابین شرايط وضوء ان میں سے  
ایک قید ہے کہ وضوء پانی سے ہو اور یہ کہ مطلق سے  
ہو اور پانی پاک ہو تو نجس پانی سے جائز نہیں، ایک یہ

غلبه شيء الا ان يعصم الاوصاف المرتقة و  
السيلان ولوان السيد اسقط قوله لعل خلاطه  
نجمه لعل خلاطه تكاسرة وكان من احسن  
التعريفات الاما في معنى الغلبة من  
الخفا، كما لا يخفى ۱۲ منه غفر له۔ (م)

اس سے ملا نہیں اور کوئی شے اس پر غالب نہ ہوتی،  
ہاں اگر اوصاف کو عالم کر لیا جائے اور رتہ و سیلان کے  
اس میں شامل کر دیا جائے، اور اگر سید اپنا قول لم تغلطه  
منجاسته ساقط کر دیتے تو ان پر کوئی اعتراض نہ ہوتا،  
اور یہ بہترین تعریف ہوتی، ہاں صرف غلبہ کے معنی  
میں کچھ پوشیدگی ہے، لکن لایخفی ۱۲ من غفر له (ت)

لے حاشیہ الدرر علی الغرر بعد الخیم بحث الماء  
لے حاشیہ علی الدرر شرح الغرر لابن سید الخادمی

۱۸/۱ مکتبہ عثمانیہ بیروت  
بحث الماء مکتبہ عثمانیہ بیروت ص ۲۱

ظاہر افلا یجوز یا الماء المتنجس ومنها ان  
 یكون طهوراً فلا یجوز یا الماء المستعمل  
 اه مطلقاً فهو صریح فی ان اشتراط  
 اطلاق الماء لم یخرجها حتی احتیج الی  
 شرطین آخرین وكذلك کلام المنیة  
 اذ یقول تجوز الطهارة بماء مطلق طاهر  
 اه فاذا عمومه المطلق لا ظاهر و غیره  
 واستدل علیه فی الحلیة بقوله کانت  
 الاولى ان یقول طهور مکان طاهر لا ان  
 الطهارة لا تجوز بماء طاهر فقط اه  
 فاذا عمومه المستعمل وقد صرح به فی  
 الغنیة فقال لیسمی المتنجس ماء مطلقاً  
 فاحتاج الی الاحتراز عنه بقوله طاهر  
 ولو کانت المجاورة تکسبه تفتید الیما  
 احتیج بعد ذکر الاطلاق الی ذکر الطهارة  
 والیه اشار فی البناية اذ قال التوضی  
 به جائز ما دامت صبغة الاطلاق باقية  
 ولم تتخالطه نجاسة آخر  
 اقول ولعل الحامل للبحر علیه

کہ طہور جو تو مستعمل پانی سے جائز نہیں اہ مطلقاً ،  
 قریر اس میں صراحت ہے کہ مطلق پانی کی شرط ہے ان  
 وہ نون کو خارج نہیں کیا ، تاکہ وہ دوسری شرطوں کی  
 حاجت نہ پڑے ، اور یہی گفت گویہ میں ہے وہ فرماتے  
 ہیں ماہ مطلق طاہر کے ساتھ طہارت جائز ہے اہ تو  
 علم مطلق نے طاہر اور غیر طاہر کا افتادہ کیا اور علیہ میں  
 اس پر یہ استدراک کیا ہے فرمایا بہتر یہ تھا کہ طہور  
 کہتے بجائے طاہر کے ، کیونکہ طہارت صرف طاہر پانی  
 سے نہیں ہوتی ہے اہ تو انہوں نے اس کے مستعمل کو  
 عام ہونے کا افتادہ کیا اور غنیہ میں اس کے تصریح کا  
 فرمایا ناپاک پانی کو مطلق پانی کہا جاتا ہے پھر ان کو  
 اس سے احتراز کی حاجت ہوتی تو فرمایا طاہر ہو اور  
 اگر مجاورہ سے اس میں تفتید ہو جاتی تو اطلاق کے  
 بعد طاہر کے ذکر کی ضرورت نہ ہوتی اہ اور بتایہ میں  
 اسی طرف اشارہ کیا ، فرمایا اس سے وضو جائز ہے  
 جب تک اس میں صبغت اطلاق باقی ہو اور اس میں  
 نجاست نہ ملے ہر اہ ۔ (ت)

میں کہتا ہوں غالباً جو کو یہ کہنے کی ضرورت اس لیے

لے بدائع الصنائع ارکان الوضو سبیل کمپنی کراچی ۱۵/۱  
 لے نیتہ المصلی فصل فی المیاء مطبع رسنی لکھنؤ ص ۶۱  
 لے حلیہ

لے غنیۃ المستمل فصل فی بیان احکام المیاء سبیل اکیڈمی لاہور ص ۸۸  
 لے بنایہ شرح ہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱۸۴/۱

پڑی کہ بعض فقہائے (رایا مطلق پانی سے طہارت جائز ہے، اس کے ساتھ کہ انہوں نے مطلق رکھا، اگر یہ ان دونوں کو شامل ہوتا تو ان دونوں سے طہارت کے جواز کا دہم ہوتا، اور یہ کچھ نہیں، کیونکہ قیود کی مثالیں عام طور پر ذکر نہیں کی جاتی ہیں کہ ان کا علم ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہائے اس کے کو اطلاق کی قید سے بھی معذور نہیں کیا ہے پس فرمایا ہے طہارت جائز ہے آسمانی کے پانی سے وادیوں کے پانی سے۔ (تہ)

مطلق پانی وہ ہے کہ جب پانی کا نام لیا جائے تو ذہن اس کی طرف منتقل ہو جائے، جیسے نہروں، چشموں، کنوؤں، بادلوں، تھالوں، مٹھوں اور دریاؤں کا پانی۔ (تہ)

بہر حال متبرک پانی وہ ہے کہ جب پانی کا نام لیا جائے تو ذہن اس کی طرف بہتت نہ کرے، اور یہ وہ پانی ہے جو کسی محل کے ذریعہ چیزوں سے نکالا جائے جیسے درختوں، پھلوں اور گلاب وغیرہ کا پانی۔ (تہ)

میں کہتا ہوں وہ صحت جو ان کے کلام پر وہ پانی ہے جو نکالا جائے "میں ہے، مراد نہیں ہے قطعاً اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ مثل اُس پانی کے، تو متبرک رہنا چاہئے۔ (تہ)

در مختار میں ہے: (یوسف الحدیث بماء مطلق) ہو ما یتبادر عند الاطلاق (حدیث کو رفع

قول بعضہم تجوز الطہارة بالماء المطلق اس سلسلہ امر صاف اور شملہما ادھم حیوان الطہارة بهما وليس بشئ فان امثال النقيود تطوى عادة للعلم بها في محله الا ترى انت الاكثرين لم يفتيدوا بها لا اطلاق ايضا انما قالوا تجوز بماء السماء والادوية الخ

بھی معذور نہیں کیا ہے پس فرمایا ہے طہارت جائز ہے آسمانی کے پانی سے وادیوں کے پانی سے۔ (تہ)

الماء المطلق هو الذي يتسارع افعاله الناص اليه عند اطلاق اسم الماء كماء الانهار والعيون والابهار والسماء والغدران والنباح والبياحس۔

پھر فرمایا:

واما النقيود فهو ما لا يتسارع اليه الا فها عند اطلاق اسم الماء وهو الماء الذي يستخرج من الاشياء بالعلاج كماء الاشجار والثمار وما الرمد ونحو ذلك اقول والحصر المستفاد من قوله هو الماء الذي يستخرج غير مراد قطعاً وانما المعنى كالماء الذي فليتنبه۔

سہ پرائے الصنائع مطلب الماء المقيّد  
سہ در مختار باب المياه  
سیدہ کعبی کراچی ۱۵/۱  
مجتہد دہلی ۳۴/۱

کیا جائے مطلق پانی سے، یہ وہ ہے جو اطلاق کے وقت متبادر ہو۔ (ت) بحر سے گزرا، لا تعنی بالمطلق  
الامایة متبادر عند اطلاق اسم الماء (بحر مطلق) سے وہی مراد لیتے ہیں جو ماء کا اطلاق کرتے وقت  
متبادر ہوتا ہے۔ (ت) کافی و بنایہ و مجمع الانهر میں ہے، المراد یہ ہھنا ما یسبق الی الافھام  
بمطلق قولنا الماء (اس سے مراد یہاں وہ ہے جو ہمارے قول پانی کے اطلاق سے فوری کہا جائے۔ ت)  
عنایہ و بنایہ میں ہے،

لا یجوز بما اعتصر لانه یس ماء مطلق لانه عند اطلاق الماء لا یطلق علیہ و تحقیق ذلك انما لو فرض ختمانی بیت انسان  
ماء یثرا و بحر او عین و ماء اعتصر من شجر او ثمر فقیل له هات ماء لا یسبق  
الی ذهن المخاطب الا الاول ولا تعنی بالمطلق و التقید الی هذا

بحر پانی نچوڑا جائے اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ وہ  
مطلق پانی نہیں کیونکہ سبب ماء کا اطلاق کیا جائے  
تو اس کا اس پر اطلاق نہیں ہوتا ہے اور اسکی تحقیق  
یہ ہے کہ اگر ہم فرض کریں کہ کسی شخص کے گھر میں پانی  
کا کڑاں ہے یا دریا یا چشمہ ہے اور وہ پانی بھی ہے  
جو درخت یا پھل سے نچوڑا گیا ہے، پھر ہم اس سے  
پانی مانگیں تو مخاطب کا ذہن پہلے پانی ہی طرف منتقل  
ہوگا اور مطلقہ مقید سے یہی مراد ہے۔ (ت)

اقول یس امح و احسن تعریفات ہے کما قال فی المحلیۃ لولا ہا مراد (جیسا کہ علیہ می کہا ہے اگر وہ  
نہ ہوتا تو زیادتی نہ ہوتی۔ ت) مگر محتاج توضیح و تنقیح ہے

واقول وبالله التوفیق الصوامع  
لاھی تفہم عند الاطلاق لا ولاھی مطلق  
تسلب الاطلاق فان الذات ہی المفہومۃ  
من الاطلاق کما اذا قلت انسان لا یتقارح  
الفہم حتمہ الی السر وہی والترنجی او العاص  
والجاہل او الطویل والقصیر او الحسنین

اقول وبالله التوفیق عوارض نہ تر عند الاطلاق  
مفہوم ہوتے ہیں اور نہ مطلقاً تسلب ہوتے ہیں،  
کیونکہ عند الاطلاق ذات ہی مفہوم ہوتی ہے جیسے  
آپ انسان کا لفظ بولتے ہیں تو ذہن دومی، حبشی،  
عالم، جاہل، لچہ، چمڑے، حسین، بد شکل وغیرہ  
کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، مگر اس سے یہ بھی

۱/۶۸ سید کبیر کراچی کتاب الطہارت  
۱/۲۷ مجمع الانهر تجوز الطہارة بالماء المطلق مکتبہ عامرہ مصر  
۱/۶۱ العناية مع الفتح الماء الذي یجوز به الوضوء فوریہ رضویہ مکر



لازم نہیں آتا کہ لفظ مطلق انسان کے ذمہ سے  
خارج ہیں، کیونکہ ان کی ذات وہی ہے جو لفظ انسان  
سے مفہوم ہے اور ان کو کوئی ایسا مافع درپیش  
نہیں کرے کہ اس مفہوم میں داخل ہوں جو لفظ انسان  
سے ہی ذہن میں آجاتا ہے، اور اگر عوارض مطلقاً  
دخول سے مافع ہوتے، کیونکہ مطلق سے سمجھے نہیں  
جاتے ہیں تو مطلق کے تحت اس کے افراد میں سے کوئی  
شیء داخل نہ ہوتی کیونکہ ہر ایک فرد کے لیے شخص ہے  
جس کی طرف مطلق نام کے ذکر کرنے سے ذہن منتقل  
نہیں ہوتا ہے تو یہ تعاضل کرتا ہے کہ مطلق مار اور مار  
مطلق کے درمیان مساوات ہے لیکن وہاں ایسے عوارض  
موجود ہیں جو ان کے ذات کو مطلق شئی کے تحت  
داخل ہونے سے مافع ہیں، اور ان میں کہا جاتا ہے  
کہ مطلق اسم اُن کو شامل نہیں ہے کیونکہ وہ ان  
کی طرف تیزی سے منتقل نہیں ہوتا ہے جیسے کہ رقبۃ  
میں مقطوع الیدین والرجلین، کیونکہ مفہوم ذات کاملہ ہے  
اور نیزہ قرار دھنجر کا پانی جو رنگائی کے لائق ہو کیونکہ  
مار مطلق ان دونوں پر نہیں بولا جاتا ہے اور اطلاق  
کے وقت ذہن ان دونوں کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے  
باوجود اس کے کہ ان عوارض واسلے ان کی  
ذات نہیں ہیں، مگر وہ جو اطلاق کے وقت مفہوم ہر  
مار عوارض کا مفہوم نہ ہوتا ہر عارض میں مشترک  
ہے، تو فرق ہونا ضروری ہے، مگر میں نے نہیں دیکھا  
کہ کسی نے یہ فرق بتایا ہو۔ (د)

پھر میں علی بن جصاصی کے باوجود کہتا ہوں

والد ميم واشتال ذلك من العوارض ولا  
يلزم منه خروج هؤلاء عن الانسان  
المطلق فان ذاتهم ليست الا ما فهم من  
لفظ الانسان ولم يصرفهم ما يتعد هم  
عن الدخول فيما تتسارع اليه الافهام بسبب  
لفظ الانسان ولو ان العوارض مطلقاً تمنع  
الدخول لعدم انضمامها من المطلق لما  
دخل تحتها شئ من افراده لان لكل فرد  
شخصاً لا يسبق اليه الذهن عند ذكر  
اسم المطلق فكان هذا يقتضي التسوية  
بين مطلق الماء والماء المطلق لكن ثمة  
عوارض تمنع ذواتها عن الدخول تحت  
الشئ المطلق ويقال فيها ان اسم المطلق  
لم يتناولها لكونها مما لا تتسارع اليه  
الافهام كمقطوع الیدین والرجلین في  
الرقبة فان المفهوم الذات الكاملة و  
نبذ التمر وماء العوض الصالح العبيد  
فان اسم الماء المطلق لا يطبق عليهما ولا يسبق  
الافهام عند اطلاقه اليهما مع ان اصحاب  
تلك العوارض ايضا ليست ذاتها الا ما فهم  
من الاطلاق وعدم انضمام العوارض  
مشتركة في كل عارض فلا بد من  
الفرق ولو اس من حاصر حول هذا۔

فاقول على ما بي من قلة البضاعة

وقصور الاستاء تجر مستعین بری ثم بصاحب  
 الشفاعة ۛ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
 قوضع الاسماء بانشاء الحقائق و تسمایسز  
 الحقائق بتفاوت المقاصد ولذا کان بعض  
 الاوصاف تجری مجوی الاجزاء کا لا طراف  
 فی الحيوان والاعیان فی الاشجار لانت  
 بفواتها فوات منافع الذات والشئ اذا  
 خلا عن مقصوده بطل فيسغرق به التغير  
 الى الذوات المدلول عليها عرفا بالاسماء  
 ومعلوم ان المركب من الشئ وغيره خبره  
 غير ان العرف بل والشرع واللغة جميعا  
 تلاحظ الغلبة فاذا كان الممانج اكثر  
 قدرا من الشئ كان المركب احق باسم  
 الممانج من اسم الشئ وان تساوى تساقط  
 فلم يكن المركب مفهوما من اطلاق اسم  
 شئ منهما لان وضع الاسمين بانشاء العقل  
 بعينه لا بانشاء الكل مجتمعا نعم ان  
 كان اقل لم يعتبر الا ان تحدث با متزاجه  
 حقيقة عرفية مركبة متجانسة مقبولة  
 لمقاصد منجانسة فيميز المركب ذاتا اخرى  
 غيرا لاختلاف المقاصد فلا يبقى داخل تحت  
 المفهوم عرفا من الاطلاق فثبت <sup>ان</sup> التمام

اسماء کی وضع حقائق کے متبادل میں ہوتی ہے اور حقائق  
 میں امتیاز مقاصد کے اعتبار سے ہوتا ہے اور اس لئے  
 بعض اوصاف اجزاء کے قائم مقام ہوتے ہیں جیسے  
 حیوانات کے اعضاء اور درختوں کی ٹہنیاں کیونکہ ان چیزوں  
 کے خاتمہ سے ذات کی منفعتیں بھی ختم ہو جاتی ہیں اور  
 جب کسی چیز کا مقصود ہی فوت ہو جائے تو وہ چیز  
 باطل ہو جاتی ہے اور اس طرح ذات بھی متغیر ہو جاتی ہے  
 جس پر اسماء کے ذریعہ عرفاء ولت کی جاتی ہے اور یہ  
 معلوم ہے کہ جو چیز کسی چیز اور اس کے غیر سے مرکب  
 ہوتی ہے وہ اس کا غیر ہوتی ہے، لیکن عرف، شریعت  
 اور لغت سب ہی میں غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے تو جب غلبہ  
 و ان چیز اصلی شے سے مقدار میں زیادہ ہو تو مرکب پر  
 وہ نام پڑنا چاہئے جو اس غلبہ والی اکثر شے کا ہے نہ اصل  
 شے کا اور اگر دونوں میں برابری ہو تو تساقط ہوگا تو  
 اس میں سے جب کسی شے کا اطلاق ہوگا تو مرکب  
 مفہوم نہ ہوگا کیونکہ نام تو ہر ایک کے مقابل مستقلا ہے  
 جو مرکب کے مقابل نہیں، ہاں اگر وہ کم ہو تو معتبر نہ ہوگا  
 ہاں اگر اس کے ملنے سے ایک نئی صیغہ عرفیہ وجود  
 میں آجائے جو مرکب اور ممتاز ہو، اور خاص مقاصد  
 کے لیے ہو تو مرکب عرفا ایک نئی ذات ہوگا، اس لیے  
 کہ مقاصد مختلف ہو گئے، تو وہ اطلاق سے عرفا مفہوم  
 کے تحت داخل نہ ہوگا، پس ثابت ہوا کہ لفظ کے اطلاق

میں کتنا چوں اس سے فقہاء کے اس قول کے معنی  
 (باقی بر صفر آئندہ)

عن اقول وبهذا والله احمد ظہر

من اطلاق اللفظ هي الذات الموضوع لها  
من دون نقص ولا زيادة يغيرانها فعمل  
عامين لا يعتري بها المعنى ومن تغير في ذاته  
وان كان هناك نقص او زيادة في امر خارج  
فهو لا يصح المعنى ومن الدخول تحت  
الشئ المطلق والاصح ديه علم ان بطلان

سے وہی ذات مراد ہوتی ہے جس کے لیے لفظ وضع  
کیا گیا ہو، اس میں نہ تو کوئی کمی ہو نہ زیادتی، جس کی وجہ  
سے ذات میں کوئی تغیر آتا ہو، تو ہر وہ عامین جس کی وجہ  
سے ذات میں کوئی تغیر نہ ہو خواہ کسی خارجی امر میں  
کی بیشی ہو تو یہ چیز معروض کے مطلق شئی کے تحت آئے  
میں داخل نہ ہوگی ورنہ مانع ہوگی۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

معنی قولہم المطلق ينصرف الى الفرد الكامل  
وقولہم المطلق ينصرف الى الادنى وتبين  
انه لا اختلاف بينهما فالمطلق ينصرف في الطلب  
الى ادنى ما يطل عليه سواء كانت مطلب  
الفعل اذ يكفي لبرادة الذممة القول اذ  
المنوع جنسه فلا يجوز شئ منه لكن  
ينصرف الى فرد كامل في الذات لم يعرضه  
ما يجعله ناقصا في ذاته بالمعنى المذكور  
لعدم انقضاء مع ح من المطلق فالمنصرف  
اليه ادنى ما كمل فيه الذات هذا هو التحقيق  
الانسق اما ما قال الشافعي ان انصرف المطلق  
الى الفرد الكامل ينكر في مقام الاعتذار  
فمحلله اذا حمل المطلق على كامل في  
وصف آخر واد اكمال في الذات لا تقتضيه  
فانه علم نفيس وبالله التوفيق ۱۲ منه  
نقله حفظه سر يد تعالى۔ (م)

واضح ہو گئے کہ مطلق سے مراد فرد کامل ہوتا ہے، نیز  
یہ کہ مطلق کو ادنیٰ کی طرف پھیرا جاتا ہے اور یہ کہ دونوں  
باقوں میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ طلب میں مطلق سے  
ادنیٰ مراد ہوتا ہے، عام ادنیٰ کہ مطلب فعل ہو کہ وہ  
برأت دوسرے کے لیے کافی ہوتا ہے یا ترک ہو کہ مخرج لیس  
کی جنس ہوتی ہے تو اس میں سے کچھ بھی جائز نہیں ہوتا ہے  
لیکن فرد کامل فی الذات مراد ہوتا ہے، اس میں کوئی  
چیز ایسی نہ ہونی چاہیے جو اس کی ذات میں مذکور معنی  
کے اعتبار سے موجب نقص ہو کیونکہ اس صورت میں وہ  
مطلق سے مفہوم نہ ہوگا، تو جس کی طرف پھیرا جاتا ہے  
وہ ادنیٰ ہے اس چیز کا جس میں ذات مکمل ہوتی ہو  
یہ تحقیق انیق ہے، اللہ شامی نے جو کہا ہے کہ مطلق کا  
فرد کامل کی طرف پھرتا مقام اعتذار میں ذکر کیا جائیگا  
تو اس کا حل یہ ہے کہ مطلق جب کسی ایسے امر پر  
محول ہو جو کسی دوسرے وصف میں کامل ہو ذات کے  
علاوہ، اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ نفیس  
علم ہے ۱۲ منہ حفظہ رب تعالیٰ۔ (ت)

الحقیقة فی المركب مع المساوی والغالب  
لغة وعرفا وشرعا مطلقا ومع التقلیل  
المذكور، عرفا مع بقاء الحقیقة اللغویة  
ولذا كان المقید قسما من مطلق السماء و  
فی جهة النقص قد تبطل مطلقا اذا كانت  
ذلك الوصف جاسریا معجری المركب  
الوضع اللغوی ایضا کاسیلا ان السماء وقد  
تبقى لغة وتبطل عرفا یعنی عن الصفات  
العرفی عند اطلاق الاسم وذلك اذا تبدلت  
المقاصد العرفیة کالسریة علی الاقطع فانها  
حقیقة فی لغة ولا يفهم منها عرفا اذا اعلنت  
هذا فالنقص فی الماء بزال سیلا نه اورقة  
فالتشبین لا یسعی ماء فضلا عن الجسد و  
الزیادة باختلاطه یا کثرته قدر او مساوی  
او بما یصیر به مرکب متمازلا منها انما یخبر  
کالمشقوق فید التمر اذا اصار تینا والمضبو  
فیہ اللحم اذا اصار مرقا والمحلول فیہ  
الزعفران اذا اصار صبغا والمخلوط فیہ  
الذین اذا اصار ضیا معا فعن هذا التمشیه  
الفرج جیسا علی مذهب قاضی الشوق و  
الغریب المصیحیح المصحح کما تقدم عن  
الهدایة والثانیة ولا شک ان فی هذه الوجوه  
الاربعة تبدل الذات حقیقة او عرفا و  
مساوی او خامسا وهو ما اتیه لنا مع  
المتمازج له یحیی یکادی حسیه السدی

کہ حقیقت کا مرکب میں باطل ہوتا مساوی اور غالب کے  
ساتھ ہے لغت، عرفا اور شرعا، مطلقا، اور قلیل مذکور  
کے ساتھ عرفا مع حقیقت لغویہ کے باقی رہنے کے اس لئے  
مقید، مطلقا، کی قسم ہوتا ہے، اور نقص کی جہت میں  
کسی حقیقت مطلقا باطل ہو جاتی ہے جبکہ وصف وضع لغوی  
اعتبار سے بھی رکھی کے قائم مقام ہو جیسے پانی کے لیے  
سیلان، اور کسی حقیقت لغت تو باقی رہتی ہے اور عرفا  
باطل ہو جاتا ہے، یعنی نام کو بولے جانے کے وقت عرف  
کے فہم میں نہیں آتی، اور یہ اُسی وقت ہوتا ہے جب  
مقاصد عرفیہ بدل جائیں جیسے "سرفہ" اقطع پر کیونکہ  
یہ اس میں حقیقت ہے لغت لیکن عرفا اس سے نہیں  
سمجھا جاتا ہے۔ جب آپ نے یہ جالا یا تو پانی میں  
نقص کی صورت یہ ہوگی کہ اس کا سیلان یا اس کی رقت  
ختم ہو جائے تو ٹکڑے کو پانی نہیں کہیں گے چرہا تیکہ  
جہہ کو۔ اور اس میں زیادتی کی صورت یہ ہوگی کہ وہ کسی  
ایسی چیز میں مخلوط ہو جائے جو متعارف اس سے زیادہ  
یا اس کے برابر ہو یا اس چیز سے جس سے مرکب ہو کہ  
وہ متماز ہو جائے اور مستند کے اعتبار سے بالکل لغت  
ہو جائے، جیسے وہ پانی جس میں کچھ یلک ہو گئی جائیں تو  
وہ تیز بن جائے، اور جس میں گوشت پکایا جائے اور  
وہ شوربہ ہو جائے، اور جس میں زعفران ملا یا جائے  
اور وہ رنگ بن جائے اور جس کو دودھ میں ملا یا جائے  
یہ ان تک کہ وہ لسی ہو جائے، اسی اصل پر قاضی  
شرق وغریب مذہب پر تمام فروع متفرع ہوتی ہیں  
جیسا کہ ہدایہ اور ثانیہ سے گزرا، اور اس میں شک

لا يعلمه له ذلك لما لم يظن انه ليس بماء  
فمثل هذا لا يندخل عندك في المتفاهة  
من مطلق الماء فمماط المنعم عند ابي يوسف  
صير ومرتبه غير الماء ولو عرفنا وعند محمد  
صير ومرتبه بحيث يحسبه المستعمل  
ما لنا من غير الماء ولو ظننا وبالحمله يرتاب  
في كونه ماء وعليه بناء ضابطه الاماميين  
الاسبيجاني وملك العلماء رحمهما الله  
تعالى وهي السقيا قبلناها بانضابطة الزيلعية  
وبينا في القسمين الاولين ما اتفقتا فيه  
على الجوانب او المنعم وفي الثالث ما اختلفت  
فيه وسيأتي بيان كل ذلك ان شاء الله  
الكريم الوهاب .

ملك العلماء نے بیان کیا ہے ، یہی وہی ضابطہ ہے جس کا مقابلہ ہم نے ضابطہ زیلعی سے کیا ہے اور پہلی  
دو قسموں میں بیان کیا ہے کہ ان کا اتفاق جواز اور منع میں ہے اور تیسرے میں ہے جس میں ان کا اختلاف ہے  
اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا ۔ ( د )

فان قلت على ما قهرت يلزم  
خروج الماء المتنجس والمستعمل من الماء  
المطلق فان من اعظم مقاصد الماء حصول  
التطهير قال الله تعالى وينزل عليكم من  
السماء ماء ليطهركم به وقد سقط هذا  
عنهما في زاد في جانب النفس على نوال  
السيلان والرفقة نوال صفة الطهورية  
اقول الحقائق الشرعية للمقاصد الشرعية  
فيقواتها تقود كالصور والصلاة اما الماء

نہیں کہ چاروں صورتوں میں ذات حقیقہ یا عرفاً  
تبدیل ہو جاتی ہے ، اور امام محمد نے ایک پانچویں صورت  
کا اضافہ فرمایا ہے اور وہ پانی ہے جو اس سیال  
شے سے مشابہ ہو جو اس میں ملائی گئی ہے ، اور  
وہ ایسا ہو جائے کہ نادانقت حالی اس کو وہی شے سمجھے  
پانی نہ سمجھے ، اس قسم کی چیز ان کے نزدیک طاق مار  
کے مفہوم میں داخل نہیں ، قرابہ وسعت کے نزدیک  
منع کا دار و مدار اس پر ہے کہ وہ پانی کا غیر ہو جائے  
خواہ عرفاً ہی ۔ اور امام محمد کے نزدیک اس پر ہے  
کہ اسی کو استعمال کرنے والے پانی کے علاوہ کوئی اور  
مانع سمجھنے لگے خواہ صرف گمان ہی ہو ۔ خلاصہ یہ  
کہ وہ اس کے پانی ہونے میں شک کرے ، اور اسی  
پر ضابطہ مبنی ہے ، یہ ضابطہ امام اسبیجانی اور  
ملك العلماء نے بیان کیا ہے ، یہی وہی ضابطہ ہے جس کا مقابلہ ہم نے ضابطہ زیلعی سے کیا ہے اور پہلی  
دو قسموں میں بیان کیا ہے کہ ان کا اتفاق جواز اور منع میں ہے اور تیسرے میں ہے جس میں ان کا اختلاف ہے  
اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا ۔ ( د )

الکیرہ و تراش کیا جائے کہ اس بت پر ناپاک اور  
مستعمل پانی کا مار مطلق سے خارج ہونا لازم آتا ہے ،  
کیونکہ پانی کا سب سے بڑا مقصد پاکی کا حصول ہے  
قرآن الہی ہے وہ تم پر آسمان سے پانی نازل فرماتا  
ہے تاکہ اس سے تم کو پاک کرے اور یہ وصف  
اقول دونوں پانیوں سے ختم ہو گیا ، تو جانب نقص میں  
زوال سیلان و رقت پر صفت طہوریت کے زوال کا  
اضافہ کیا جائے گا ۔ میں کہتا ہوں حقائق شرعیہ مقام شرعیہ  
کے لیے ہوتے ہیں ، تو جب مقام شرعیہ فوت ہو جائے

فحقیقة عینیة والمعتبر فی بقاها المقاصد  
العرفیة الا ترى ان اعظم المقصود من  
الانسان العبادۃ قال تعالی وما خلقت الجن  
والانس الا ليعبدون وقد فانت الکافر اذ  
لیس اهلا لها ومع ذلک لم یخرج من  
الصفا هم باطلاق الانسان قال تعالی انت  
الانسان لعل یخسر الا الذین آمنوا وقال تعالی  
قتل الانسان ما کفره -

تو حقیقی بھی قوت ہو جاتے ہیں، جیسا روزہ اور نماز،  
اور پانی حقیقتہ عینیہ ہے اور اسی کی بقا میں مقاصد  
عرفیہ ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ انسان کا بڑا مقصود  
عبادت ہے، فرما ہی ہے اور میں نے انس و جن  
کو عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے، اور یہ چیزیں کافر  
میں نہیں پائی جاتی ہیں کیونکہ وہ عبادت کا اہل نہیں،  
اس کے باوجود جب لفظ انسان کا اطلاق کیا جاتا ہے  
تو مفہوم انسانی سے خارج نہیں ہوتا ہے، فرما ہی  
ہے بلاشبہ انسانی خصلتوں میں ہے سوائے ایمان والوں کے۔ فرما ہی ہے لعنت ہو انسان پر کتنا  
ناشکر ہے۔ (ت)

باب الحکمۃ فی غیر غفرلہ میں بتائے مطلق کی قرینیت یہ ہے کہ وہ پانی کو اپنی رقت طبعی پر باقی ہے اور اس کے  
ساتھ کوئی ایسی شے مخلوق و مزج نہیں جو اس سے مقدار میں ذات یا مساوی ہے نہ ایسی جو اس کے ساتھ مل کر  
مجموعہ ایک وہ مری شے کسی جدا مقصد کے لیے نکلائے اس تمام مباحث بلکہ فہم کے لیے جملہ فروع ذکر کردہ وغیرہ کو  
کہ الہ وہ بیت میں منضبط کریں گے

مطلق آجے ست کہ بر رقت طبعی خود ست  
نہ بخلط کہ بر یکب گنہد چسبند وگر  
دردہ مزج دگر چیز مساوی یا بیش  
کہ بود آب جدا در عقبہ و مقصد ویش

عن متج و سید کی قرینیت کہ تاثیر پر گزریں ۱۳ و ۱۴ میں اور یہ قرین رضوی بحمدہ تعالیٰ پانزدہ ہجری  
ثم وجدت من المجتبى قریفا آخر ذکرہ عنہ  
فی النجاس البھران الماء المتقید ما استخرج  
بملاہ کماء الصابون والمرض والتمغضرات  
والاشجار والاشبار والیا فلا یدہ فالطلق  
خلافہ اقول لیس بشیء ویوافقہ اول  
الاقوال الا تین فی الاضافات و سیاق  
مرادہ شمع ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

پھر میں نے تجھے سے ایک اور قرین بحر کے انجاس  
میں دیکھی کہ متقید پانی وہ ہے جو کسی عمل کے ذریعہ  
نکالا جائے، جیسے صابون کا پانی اور مرض، زعفران،  
درختوں، پھلوں اور باقی کا پانی اور مطلق اس کے  
خلاف ہے، میں کہتا ہوں یہ کچھ بھی نہیں، اس کی  
مراقت اضافات میں وارد شدہ پہلے قریل سے ہوتی  
ہے، اس کی تردید دیاں ہوگی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

و بالله التوفيق و له الحمد على اعادة الطريق و افضل الصلاة و اكمل السلام على الحبيب  
الرفیق و دآله و صحبه اولى التحقیق و سائر من دانه بالايمان و التصديق و آمین و الحمد  
للہ رب العالمین ۔

**اضافات** بہت چیزوں پر پانی کا نام کسی شے کی طرف مضاف کر کے بولا جاتا ہے اُن میں بعض درجنس آب سے  
خارج ہیں اور اطلاق آب بعض بطور تشبیہ جیسے آبِ زر آبِ کافور اور جو حقیقتہً پانی ہیں ان میں کچھ مائے مطلق ہیں  
جیسے آبِ باران آبِ دریا اور کچھ مائے مقید جیسے مارِ العسل مارِ الشیر اولیٰ کہ اضافت تعریف کتے ہیں اور دوم  
کہ اضافت تفسیر۔ مائے مائے ان میں چند طرح فرق فرمایا،

**اول** جو پانی کسی شے سے بذریعہ تدبیر نکالا جائے اُس کی طرف پانی کی اضافت اضافت تفسیر ہر گز درجہ  
اضافت تعریف، غایہ بنایہ میں ہے ۱

پانی کی اضافت نہ حضرات کی طرف تعریف کیلئے ہے  
نہ تفسیر کے لیے، اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ  
اگر مضاف مضاف الیہ سے عمل کے ذریعہ نکالا  
جی ہو تو اضافت تعریف کے لیے ہے اور اگر تدبیر  
سے خارج ہو تو تفسیر کے لیے ہے جیسے گلاب کا  
پانی اہ میں کتا ہوں اگر ان کی مراد اس کا حدوث ہے  
تدبیر سے جیسے گلاب کے پانی میں یا دوسرے اُن پانیوں  
میں ہیں جو نچوڑ کر نکالے جاتے ہیں تو ناریل کا پانی،  
تربوز کا پانی، تازی کا پانی، اس کے علاوہ ہیں کہ یہ  
پانی سے ہی موجود ہوتے ہیں تدبیر صرف ان کے  
نکالنے کے لیے کی جاتی ہے جیسے خران نکالنے کے لیے  
فصد کھلائی جاتی ہے، اور اگر مراد ہو کہ اس کا  
اس کے ذریعہ ظہور ہو، پس اگر کنوئیں کے پانی سے  
اعتراض نہ ہو کہ اس کا ظہور بھی زمیں کے کھوٹے

المضافہ الى الزعفران للتعريف لا للتفسير  
والفرق بينهما ان المضاف ان لم يكن  
خارجا عن المضاف اليه بالعلاج  
فلاضافة للتعريف وان كان خارجا عنه  
مطلقة تفسیر كما في قوله اقول ان كانت  
المراد حدوثه بالتدبير كما هو في ماء  
الورد وسائر المستقطرات ورد ماء  
الناس جیل و ماء الحبيب و ماء النخل  
المهندی المسمى تاسر فانها موجودة  
وانما التدبير لاخراجها كالفصد لاخراج  
الدم و ان اسرید ظهورة بعد قامت له  
يرد ماء البئر لان ظهوره من الامر من  
بالتدبير يحضر البئر لان المضاف  
اليه ورد ماء العسل قامت الماء

فان الماء ظاهر بنفسه انما التمدید فی  
امتزاجه طیناً بالعسل فان التمدید ماء  
العسل من حیث هو ماء العسل فحدوثه  
بالتدیر لا مجرد ظهوره۔

سے ہوتا ہے مضاف الیہ سے نہیں ہوتا تو شہد کے پانی  
کے ذریعہ امتزاج وارد ہوگا، کیونکہ پانی بنفسہ کل ہر  
سے تدیر تو اس کو شہد میں ملا کر پکانے سے ہوتی ہے  
اور اگر شہد کا پانی من حیث خود مراد ہو تو اس کا حدوث  
تدیر سے ہو گا نہ کہ محض ظہور سے۔ (ت)

دوم جہاں ماہیت مضاف لاس ہر اضافت قرین کے لیے ہے جیسے نماز فجر اور قاصر ہو تو تفسیر کے لیے  
جیسے نماز جنازہ کر رکوع و سجود قرار دے دے خود نہیں دیتی، گناہ و جمع الانہر میں ۱۶۔

علامہ اضافۃ التقرین قصور الماہیۃ فی  
المضافات کان قصورہا قیداً کیلاید حد تحت  
المطلق مثلاً حلف لا یسوی فیصلی القصر  
یحذف لانها صلاۃ مطلقة و اقبلتها  
الظہر المقرین ولا یحذف بصلاۃ الجنت  
لانها لیست بصلاۃ مطلقة و اقبلتها  
الیہا للتقرین۔

تفسیر کی اضافت کی علامت مضاف میں ماہیت کا  
ماقص ہوتا ہے، گویا اس کا ناقص ہونا اس کی قید ہے  
تاکہ مطلق کے تحت داخل نہ ہو، اس کی مثال یہ ہے کہ کسی  
نے حلف اٹھایا کہ وہ نماز پڑھے گا پھر اس نے ظہر  
کی نماز پڑھی تو حائث ہو جائیگا کہ وہ مطلق نماز ہے اور  
اس کی اضافت ظہر کی طرف تعریف کے لیے ہے اور نماز  
جنازہ پڑھنے سے حائث نہ ہو گا کیونکہ وہ مطلق نماز نہیں

ہے اور اس کی اضافت جنازہ کی طرف تفسیر کے لیے ہے۔ (ت)

اس طرح شبلیہ علی الرطبی میں سرائی اندرایہ شراب داریہ سے ہے نیز اسی میں مشکلات امام خواہر زادہ

عن هذا هو صفاد كلام الامام العین اذ جعل  
ماء الباقلي خامساً بالتدیر بیرو الاغلاصاء  
لاحدث به ولا ظہر بل کان موجوداً خاضعاً  
من قبل انما حدث الممنوع من حیث  
هو ممزوج فتعین فی کلامه المشق  
الاول ۱۲ منه حق له۔ (م)

یہ عقیدہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے، انہوں نے باقل  
کے پانی کو تدیر سے خارج ہونے والا پانی قرار  
دیا ہے ورنہ باقلی میں کوئی حدوث ہے اور ظہر  
بلکہ وہ موجود و ظاہر پہلے تھا البتہ مزوج من حیث  
والمزوج بعد میں پیدا ہوا، تو ان کے کلام میں  
شق اول متعین ہو گئی ۱۲ منہ حق له۔ (ت)



سے ہے ۔

كل ما كانت الماهية فيه كاملة فلا إضافة  
فيه للتعريف وما كانت ناقصة فلا إضافة  
للتقييد نظير الاول ماء المساء و ماء  
البحر و صلاة الكسوف و نظير الثاني ماء  
الباقلا و صلاة الجنائز أقول قصور الماهية  
انما هو في ماء الباقلا و نحوه عما شئت  
وزالت رفته أما في التغيير بالزيادة كالإضافة  
والمذوق فتبدلت لأنقصت الآن يراد بالقصور  
والنقص ما يصح الانتفاء مجازاً أقول  
العرب قل أي عدم كما في نسيم الربيع .

ہر وہ چیز جس میں ماہیت کمالی ہو تو اس میں اضافت  
تعریف کے لیے ہے اور جس میں ماہیت ناقص ہو تو  
اس میں اضافت تقييد کے لیے ہے پہلے کی تفسیر  
مار المساء اور مار البحر اور صلاة الكسوف ہے اور دوسری  
کی مثال مار الباقلا اور صلاة الجنائز ہے اور میں کہتا  
ہوں ماہیت کا ناقص ہونا مار الباقلا میں ہے یا اس  
قسم کے اور پانیوں میں جو گاڑے پڑ گئے ہوں اور ان  
میں سے رقت ختم ہو گئی ہو لیکن وہ پانی جو کسی زیادتی  
کے باعث متغیر ہو گئے ہوں جیسے خیزندہ ذوق تو یہ تبدیل  
ہوئے ہیں کم نہیں ہوئے ۔ ہاں اگر قصور و نقص سے  
مراد وہ ہو جو انتفاء کو عام ہو مجازاً ، عرب کے لوگ کہتے ہیں قتل  
سوم جسے بے حاجت ذکر قید پائی ہو سکیں وہاں اضافت تعریف کی ہے اور جہاں پانی کھنے میں ذکر قید  
ضروری ہو تقييد کی ، مراقی الفلاح میں ہے ،

الفرق بين الاضافتين صحة اطلاق المساء  
على الاول دون الثاني اذ لا يصح ان يقال لماء  
الموس وهذا ماء من غير قيد بالموس وبخلاف  
ماء البئر لصحة اطلاقه فيه .

دو فرق اضافتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے پر پانی کا اطلاق  
صحیح ہے وہ دوسری پر نہیں ہے کیونکہ گلاب کے پانی کو  
خذ احاء کہنا صحیح نہیں ، اس میں دوسرا کی  
قید لگانا ضروری ہے ، ہاں کنویں کے پانی کو خذا  
ماذا کہہ سکتے ہیں ۔ (ت)

بحر میں ہے ۔

ماء البحر الاضافة فيه للتعريف بخلاف  
الماء المقيد فان القيد لازم له لا يجوز

ماء البحر اس میں اضافت تعریف کے لیے ہے  
بخلاف مقید پانی کے ، کیونکہ قید اس کو لازم ہے

سے شبلیہ علی التبيين المحقق كتاب الطهارة  
لکھ مراقی الفلاح

مطبعة الامير ببولاق مصر ۲۱/۱  
ص ۱۳

إطلاق الماء عليه بدون التقيد بكاء الوتر<sup>١</sup>

اس پر پانی کا اطلاق بلا ذکر قید جائز نہیں جیسے گلاب  
کا پانی اور۔ (ت)

أقول هذا هو السابغ في تعريفات  
المطلق والكلام الكلام فيقال ماء الوتر ليس  
ماء حقيقة فعلى التحقيق ليس من المقيد  
أما المقيد بكاء الوتر عفران الصالح فلم يصح  
فماء قطعا ولا يصح أن يقال هذا ماء لأن صحة  
حمل المقسم على القسم من الضروريات  
نعم لا يفهم من إطلاق قولنا الماء وهذا  
شئ غير الحمل ولا يصح إرادة حمل الماء  
المطلق فيرجع إلى أن المقيد يجعل عليه  
الماء المطلق مع ذكر التقيد وهذا اجماع بين  
التقيضين والجواب ما مر.

میں کہتا ہوں یہ مطلق کی ساتویں تعریف ہے اور  
اس پر وہی گفتگو ہے جو گزری، کہا جاتا ہے گلاب کا  
پانی، حالانکہ درحقیقت یہ پانی نہیں ہے تو تحقیقی طور پر  
یہ مقید نہیں مقید جیسے مار الزعفران جو رنگے کی صلاحیت  
رکھتا ہو تو یہ قطعاً پانی ہے اور اس کو ہذا ماء  
کہہ سکتے ہیں کیونکہ مقسم کا قسم پر محمول ہونا بدیہیات میں  
سے ہے، ہاں جب ہم الماء اور ہذا کہتے ہیں  
تو اس سے سوائے حمل کے اور کچھ میں نہیں آتا اور  
مار مطلق کے عمل کا ارادہ صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا  
کہ مقید پر الماء المطلق محمول ہو گا اور قید بھی ذکر  
کیا جائے گی اور یہ تیسری بین التقيضين ہے اور جواب  
وہ ہے جو گزرا۔ (ت)

چہارم جس سے پانی کی نفی کر سکیں یعنی کہ سکیں کہ یہ پانی نہیں وہاں اضافت تقييد کی ہے ورنہ تعریف  
کی، تبیین میں ہے،

إضافته إلى الزعفران ونحوه للتعريف  
بإضافته إلى البئر بخلاف ماء البطيخ و  
نحوه حيث تكون إضافته للتقييد ولهذا  
ينبغي إسماء الماء عنه ولا يجوز تقييد  
عن الأول<sup>٢</sup>

اس کی اضافت زعفران وغیرہ کی طرف تعریف کے لئے  
ہے جیسے پانی کی اضافت کنویں کی طرف، بخلاف ماء  
البطيخ وغیرہ کے، وہاں اضافت تقييد کی گئی ہے  
اس لیے پانی کا نام اس سے منہی کیا جاتا ہے اور  
اس کی نفی اول سے جائز نہیں اور۔ (ت)

أقول هذا هو ثامن تعريفات المطلق

میں کہتا ہوں یہ مطلق کی آٹھویں تعریف ہے

و البحث البحث فيقال ان القسم لا يصح  
 نقى المقسم حنه حقيقة ابدان امرين نفى  
 الماء المطلق مع بعده عن ظاهر العبارة  
 يرجع الى ان اضافة التقييد قب السماء  
 التقييد وهذا لا يجدى شبه الحمل الادلى  
 والجواب ما مر

اور اس میں جو بحث ہے وہ بحث ہے اس میں یہ کہا  
 جاسکتا ہے کہ قسم سے مقسم کی نفی صحیح نہیں حقیقتاً، اور  
 اگر مابہ مطلق کی نفی کا ارادہ کیا جائے، حالانکہ بظاہر عبارت  
 سے یہ بعید ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اضافت  
 تقييد مابہ مقيد میں ہے، اور یہ پہلے حمل کی طرح غیر مقيد  
 ہے اور جواب مہ ہے جو گزرا۔ (ت)

یہ تخم جہاں امر خارج عن الذات مثل محل یا صفت یا محاور کی طرف اضافت ہو تعریف ذات اس کی  
 محتاج نہ ہو وہ اضافت تعریف سے تفریق میں ہے،

ما يسمى في العرف ماء من غير احتياج الى  
 التقييد في تعريف ذاته فاضافة الى محله  
 كماء البئر او صفته كماء الصد او مبعبا و غيره  
 كماء المزعفران ليست بتقييد

وہ جس کو عرف میں پانی کہا جاتا ہے جس کی ذات کی تعریف  
 میں تقييد کی ضرورت نہیں، تو اس کی اضافت اس کے  
 محل کی طرف ہے جیسے ماء البئر یا اس کی صفت کی  
 طرف ہے جیسے ماء الصد یا اس کے محاور کی طرف ہے  
 جیسے ماء المزعفران پر تقييد نہیں ہے۔ (ت)

ششم جہاں ما بیت ہے قید نہ پہا پی جائے اضافت تقييد ہے ولذا اس پر بلا قید لفظ آب کا اطلاق  
 جائز نہ ہوگا اور جہاں بے ذکر تقييد اطلاق لفظ صحیح ہو اضافت تعریف ہے، علیہ میں ہے،

التقييد لا تعرف فاته الا بالتقييد ولهذا كانت  
 الاضافة لا تامة فلا يبرغ قسميته ماء على  
 الاطلاق بخلاف اضافة الماء المطلق الى  
 فهو البئر والعين فانها اضافة الى ما حنه  
 يد فهي عارضة لا فائدة عارضة من  
 عوارضه وهو بيان محله الكائن فيه  
 او الخارج منه الذي يمكن الاستثناء عن  
 ذكره في صحة اطلاق لفظ الماء عليه و

مقيد کی ذات کی معرفت بلا قید نہیں ہوتی ہے اس لیے لفظ  
 لازم ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو مطلق پانی کہا جائز  
 نہیں بخلاف مابہ مطلق کی اضافت کے کنویں اور چشمے کی  
 طرف، کیونکہ یہ ایسی چیز کی طرف اضافت ہے جو  
 ضروری نہیں، تو یہ عارضی ہے، کیونکہ یہ اس کے عوارض  
 میں سے کسی ایک عارض کا قائمہ و رہے رہی ہے اور  
 یہ اس کے محل کا بیان ہے جس میں کہ وہ ہے۔ اس  
 سے وہ خارج ہو کہ اس کے ذکر سے استثناء ممکن

لهذا ساء ان يطلق القائل عليه ماء اطلاقاً حقيقياً من غير تقييد باليثر ونحوها وقد ظهر من هذه التقييد انه لم يمتنع اندراج المقيّد به تحت الماء المطلق به اختلاف الاول اهـ۔

**اقول** اقتصر التقييد على الثاني من تعريفات المطلق وجسم الحلية بينه وبين السابع فمشى على الثاني في تحديد اضافة التقييد وعلى السابع في قصرهت اضافة التعريف ولا غزو ولا امر قريب۔

ہم قسم جس کی ماہیت ہے اضافت پہچانی جائے اور مطلق نام آب لینے سے مفہوم ہو وہاں اضافت تعریف کی ہے ورنہ تقييد کی۔ شبلہ علی الاطلاق میں امام حافظ الدین کی تفسیر سے ہے۔  
فان قيل مثل هذه الاضافة يعنى ماء الباقلاء واشباهه موجد فيها ذكوت من المياه المطلقة لانه يقال ماء الوادى وماء العين قلنا اضافته الى الوادى والعين اضافته تعريف لا تقييد لانه تعرفت ما هيته

ہر اور اس پر صرف ماء کا اطلاق صحیح ہو، اس لیے اس پر ماء کا اطلاق حقیقی بر و غیرہ کی قید کے بغیر بھی جائز ہے، اس تقييد سے ظاہر ہوگا کہ جو اس قید کے ساتھ مقید ہو اس کا مطلق میں داخل ہونا مشروع نہیں بخلاف اول کے (ت)

میں کہتا ہوں تقييد نے مطلق کی دوسری تعریف پر انکار کیا ہے اور ملنے اس کو اور سب قوی کو جی کیا ہے، اور اضافت تقييد کی تعریف میں انہوں نے دوسری کو طوطا رکھا ہے اور اضافت تعریف میں ساتویں کو، مگر یہ قریب قریب درست ہے۔ (ت)

اگر کہا جائے کہ اس میں اضافت یعنی ماء الباقلى وغیرہ کی مذکورہ مطلق پانیوں میں بھی موجود ہے، اس لیے کہ ماء الوادى اور ماء العين کہا جاتا ہے، ہم کہتے ہیں پانی کی اضافت وادى اور عين کی طرف تعریف کے لیے ہے ذکر تقييد کے لیے، کیونکہ ان کی ماہیت کو

عنه اقول هذه سبع عبارات الثلاث الأخرى منها متقاربة المعنى بل متحدة السؤال مختلفة اللفظ والثالثة والرابعة تعريفان بما يستلزم هذه المعنى والنقص والنقص في الأدلّيين والله تعالى اعلم ۱۲ متبر غفر له۔ (م)

میں کہتا ہوں یہ سات عبارات ہیں ان میں سے آخری تین معنی اعتبار سے قریب ہیں بلکہ انجام کے اعتبار سے متحد ہیں، عبارت میں مختلف ہیں، تیسری اور چوتھی تعریفیں اُس چیز کے ساتھ ہیں جو اس میں کو معلوم ہیں، اور نقص و قصور پہل دو تعریفوں میں ہے ۱۲ متبر غفر له۔ (ت)

اس قید کے بغیر بھی کہا جاسکتا ہے اور مطلق لفظ ماء سے مجھ میں آجاتے ہیں بخلاف باقی وغیرہ کے پانیوں کے، کیونکہ ان کی ماہیت اس قید کے بغیر مجھ میں نہیں آتی ہے اور جب مطلق لفظ ماء بولا جاتا ہے تو ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، اس لیے پانی کے لفظ کی نفی ان پانیوں سے درست ہے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ فلاں نے پانی نہیں پیا، اگرچہ اس نے شوربہ یا باقی کا پانی پیا ہو، اور اگر یہ حقیقت پانی ہوتے تو یہ نفی صحیح نہ ہوتی کیونکہ حقیقت کبھی اپنے معنی سے ساقط نہیں ہوتی ہے اور جو شخص اس کی نفی کرے اس کی تکذیب کی جاتی ہے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ صلوۃ الجمعة، لحم الابل، صلوۃ الجنائزہ اور لحم السمک کہا جاتا ہے اور اسی قسم کی چیز انہوں نے اپنی کتاب میں ذکر کی اور جلال الدین نے کفایہ

بدون هذه الاضافة وتفهم بطلان قولنا الماء بخلاف ماء الباقلاء واشباهه فانه لا تعرف ما هيته بدون ذلك القيد ولا ينصرف الموضع اليه عند الاطلاق ولهذا صح نفى اسم الماء عنه فيقال فلان لم يشرب الماء وان كان شرب الباقلاء او المرق ولو كانت ماء حقيقة لما صح نفيه لان الحقيقة لا تسقط عن المعنى ايد او يكذب نافيها وهذا كما يقال صلوۃ الجمعة ولحم الابل و صلوۃ الجنائزۃ ولحم السمك، آھ وقد ذكر نحوه في كافيہ و جلال الدين في كفايته والبدرد محمود في بنائيه اقول جمع بين الثاني والثاني عشر بل واتمام ارشاد الله تعالى بهما ولو اكتمى بالتوسط لکنى وصفا عن

ا قول میرزا محمد علی نے بنایہ میں ایسا ہی کیا ہے فرمایا اضافت کی دو قسمیں ہیں ایک اضافت تعریف کے لیے ہے جیسے غلام زید، یہ مستحق میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرتی ہے اور دوسری اضافت بدلنے تعقید جیسے ماء العنب، یہ مستحق کو متغیر کر دیتی ہے اور مطلق ماء کے نام سے مفہوم نہیں ہوتا ہے اور میں کہتا ہوں یہ استدلال "آئی" ہے اور ماء العنب سے مراد وہ پانی ہے جس میں انگر پٹھے ہوسٹہ ہوں کیونکہ یہی ماء مقدس ہے وہ نہیں جو (باقی بر صفحہ آئندہ)

محمد ثم رأيت الامام العتيق كذلك فعل في البناءية اذ قال الاضافة نوعان اضافة تعريف كغلام زيد وانه لا يغير المعنى و اضافة تعقيد كماء العنب وانه يعبره وانه لا يفهم من مطلق اسم الماء اھ اقول استدلال في والمراد بماء العنب ما يقع فيه العنب لانه الماء المقيد لا ما يخرج بعصوه فانه ليس من السماء اهلا كما قدمنا في حاشيته ۲۰۷ خلافا

۱۰ مشبہہ مع تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ

صحابی کل جہد الی - میں خود بہرہ رکھ دیتے بنایہ میں - میں کہتا ہوں انہوں نے  
 دوسرے اور بارہ کر لی کر دیا ہے جگر آٹھ کو بھی، تاکہ ان کے قریب قریب ہونے کا پتا چل جائے، اور اگر درمیانی پر  
 اتفاق کر لیتے تو کوئی جگر باقی نہ رہتا۔ (مت)

یا بھلا صبح و آسمان وہی تعریف اخیر اسے مطلق پر یہاں کی حوالہ ہے کہ جس کی طرف مطلق آب کہنے سے اقدام  
 سبقت کریں اس کی اضافت اضافت تعریف ہے درہ اضافت تفسیر اقل لی یعنی جبکہ جنس آب حقیقی لغوی سے  
 خارج نہ ہو درہ اضافت تفسیر بھی نہیں ممکن مجاز ہے جیسے آب ذرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### فصل ثالث ضوابط جزئیہ متون وغیرہ۔

اقول وبالله التوفیق اول چند مسائل بجا میر ذکر کریں کہ کوئی ضابطہ ان کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پھر ان سے بچنے کیونکہ وہ قربانی ہے ہی نہیں، جیسا  
 کہم نے ۲۰۷ کے حاشیہ میں ذکر کیا، یہ علامہ ابن کمال  
 کے دہم کے برخلاف ہے پھر مجھے کفار میں ہی تصریح  
 مل گئی، وہ فرماتے ہیں اس پانی سے نہ جو جائز نہیں  
 جو پوڑا گیا ہو کیونکہ وہ درحقیقت پانی نہیں ہے۔  
 پھر میں کہتا ہوں امام عینی نے تعریف و تفسیر کا درود دار  
 تغیر و عدم تغیر پر رکھا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی  
 کہ وہ مطلق سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں اور یہ تغیر  
 بہم سے زیادہ واضح ہے تو قول یہ ہے کہ اسی پر  
 دارودار کیا جائے جیسا کہ اس سے قبل غایۃ البیان میں  
 کیا ہے فرمایا اس کی اضافت کنز کی طرف تعریف کیلئے  
 ہے نہ کہ تفسیر کے لیے کیونکہ وہ مطلق الماء سے مفہوم  
 ہو جاتا ہے اور تعجب ہے کہ عینی نے اس پر یہ قول

لما اذہم العلامة ابن کمال ثم سأت فی نصب  
 الکفایۃ التفسیریۃ بما ذہبت الیہ اذ قال لا یجوز  
 بما اعتزل لانه لیس بماء حقیقۃ ثم اقول  
 احوال الامام العینی امر التعریف و  
 التفسیر علی التفسیر و عدمہ و حلالہ  
 بالانفہام من المطلق و عدمہ و هذا بطل  
 من التفسیر البہم فکان الاولی الاسراۃ علیہ  
 کما فعل قبلہ فی غایۃ البیان اذ قال و  
 اضافتہ الی البہم للتعریف لا للتفسیر  
 اذ یفہم من مطلق قولنا الماء و العجب  
 ان العینی مشی ہمنہا علی هذا الصحیح  
 ثم بعد من قسین عباد الی الاول الجریح  
 ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

کراختیار کیا، پھر دو ورق بعد وہ پچھلے جروج اول کی طرف آگئے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (مت)

- (۱) اجماع اُنت ہے کہ پانی کے سر کسی مائع سے وضو و غسل میں ازالہ نجاست تکلیف نہیں ہو سکتا۔
- (۲) اجماع ہے کہ وہ پانی مائے مطلق برنا چاہئے مائے مقید سے وضو نہیں ہو سکتا سو اسے تنبیذ قرعے کر سیتنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدائے نظر تک پانی اُس سے جواز کے قائل تھے پھر جوع فرمائی اور اُس سے بھی عدم جواز پر اجماع منعقد ہو گیا الا ما یذکر من امامنا الشاہ الامام ابو حامد رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ المتجوین بکل نبیذ ان ثبت عنہ واللہ تعالیٰ اعلم! مگر وہ جو امام ادزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ہر نبیذ سے وضو جائز ہے بشرطیکہ یہ روایت ان کی طرف درست فہرست ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
- (۳) اجماع ہے کہ غسل بالفتح یعنی کسی عضو کے دھونے میں اُس پر پانی کا بہنا ضرور ہے صرف تر ہو جانا کافی نہیں کہ وہ مس ہے اور عطر سرت عز بلال نے غسل و مسح دو طریقے جدا رکھے ہیں الا صاحبکی عن الامام الشافعی رحمہ اللہ وہو مؤول کما تقدم (مگر وہ جو امام یوسف سے منقول ہے وہ مؤول ہے جیسا کہ پہلے دیکھا۔
- ت) تو پانی کا اپنے سیدان پر پانی رہنا قطعاً لازم۔

علیہ وقال فی البناية شذ المحسن بن صالح  
وجوز الوضوء بالخل وحاجری مجبراً  
۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

علیہ وقال فی البناية التوضی بالثلج یجوز  
ان كان ذائباً طرود الا فلا ثم قال وفي  
مسألة الثلج اذا قطر قطرتان فصاحدا  
جاء اتفاقا ولا فعلی قولهما لا یجوز وعلی  
قول ابی یوسف یجوز اه

اقول ما كان ينبغي ان يقال قوله  
الموهوم خلاف الواقع فانما هي حكاية نادقة  
عنه وقد قال قبله فی البناية السیدان  
شرط فی ظاهر الرواية فلا یجوز الوضوء  
ماله يتقاطر الماء وعن ابی یوسف انه ليس  
بشرط اه ثم الرواية مؤولة كما علمت

بنایہ میں ہے کہ حسن بن صالح نے شذ ذکر کرتے ہوئے  
مکرر اور اس قسم کی دوسری اشیا سے وضو کو جائز  
قرار دیا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

بنایہ میں ہے کہ برت سے وضو جائز ہے بشرطیکہ پگھل کر  
ٹپک رہا ہو ورنہ نہیں، پھر برت کے مسئلہ میں فرمایا  
جب اُس سے دو یا زائد قطرے ٹپکیں تو وضو جائز  
ہے اتفاقاً در نہ طریق کے قول پر جائز نہیں اور  
ابو یوسف کے قول پر جائز ہے اح

میں کہتا ہوں کہنا مناسب نہیں ہے کہ ان  
کا وہم پیدا کرنے والا قول غلط واقع ہے کیونکہ  
یہ قرآن سے ایک نادر حکایت ہے اور اس سے  
قبل وہ بنایہ میں فرماتے ہیں کہ سیدان ظاہر ہوا  
میں شرط ہے تو جب تک پانی کے قطرے نہ ٹپکیں  
وضو جائز نہیں۔ اور ابو یوسف سے ہے کہ سیدان  
(باقی برصغور آئندہ)

(۳) اجماع لغت و عرف و شرع ہے کہ دو چیزوں سے مرکب میں حکم غالب کے لیے ہے وقد قد مناه عن المحقق علی الاطلاق فی التصریف الخامس للملک المطلق (اور ہم نے محقق علی الاطلاق سے مطہر پانی کی پانچویں تصریف میں ہلکے ذکر کر دیا ہے۔ ت) کو پانی میں جب اُس کا غیر اُس سے زائد مقدار میں مل جائے تو حکم اجماع اول قابل و ضرور رہے گا۔

(۵) اجماع عقل و نقل ہے کہ تعارض موجب قساقط سے کہ اجتماع حاضر و ماضی میں حاضر غالب تو اگر دوسری چیز مساوی القدر بھی ملے گی قابل و ضرور رکھے گی وقد تقدم فی ۲۶۲ (جیسا کہ ۲۶۲ میں گزر چکا ہے)

(بقیہ ماضیہ صفحہ ذکر شدہ)

شرط نہیں اور یہ روایت مرفوعہ ہے جیسا آپ نے بیان کیا  
تو اس کو بلا تاویل ذکر کرنا درست نہیں تاکہ کوئی اس کو  
دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی جرات نہ کرے  
۱۲ منہ فخر لہ (ت)

ثم فلا ينبغي ذكرها الا بتاويلها كيلا يتجوز اجماع  
على مخالفة امر الله تعالى مقتضيا بها ۱۲ منہ  
منقولہ - (م)

یہاں تحفہ قول لازم کا ہے کہ اس کے ساتھ مساوی  
کے وقت تیمم کو بھی شل کر لینا چاہئے اور اس  
پر جو اعتراضات میں نے کئے ہیں وہ بنایہ میں بھی ہیں  
میرے ایک دوست نے بنایہ کا یہ حصہ مجھے نقل کر کے  
بھیجا ہے اس میں ہے ابو طہر الدباس سے منقول ہے  
کہ اس سلسلہ میں ابو حنیفہ کے جوابات کے مختلف ہونے  
کی وجہ سرالائے کا اختلاف ہے اُن سے دریافت کیا گیا  
کہ تم اس کا غلبہ ہو تو کیا کریں تو فرمایا تیمم کرے  
وہ نہ کرے ان سے دریافت کیا گیا  
کہ جب پانی اور مٹھا سس برابر ہو تو کیا کریں؟ فرمایا  
وضو اور تیمم دونوں کریں، سفتائی نے فرمایا اس انداز میں  
غیبہ قرار دے دوسرے نمبروں کا حکم مختلف نہ ہو گا، یہ  
(باقی بر صفحہ آئندہ)

عنه تقدم هناك قول الغنية يضم اليه  
التيمم عند المساواة وما تعقبتهما به والان  
مرأيت في البناءية حين ارسل الى نقل هذا  
الباب منها بعض اصحابي ما نصده حكى عن  
ابي طاهر الدباس انه قال انما اختلفت  
اجوبة ابي حنيفة رضى الله تعالى عنه  
لاختلاف الاسئلة فانه سئل عن التوضوء  
اذا كانت الغلبة للحلاوة قال يتيمم ولا توضوء  
وسئل عنه ايضا كانت الماء والحلاوة سواء  
ولم يغلب احدهما على الآخر قال يتيمم  
بينهما وقال يستغنى وحنى هذا الطريقة  
لا يختلف الحكم بين تبيين التيمم و سائر



(۶) اجماع اکثر حنفیہ کے قلیل مستحب کا غلط حمل اطلاق نہیں اگرچہ وہ قلیل جنس ارضی سے نہ ہو، ہدایہ

(بقیہ حاشیہ ص ۶۹۰)

الائبة وسئل عنه ايضا اذا كانت الغلبة للماء  
فقال يتوضؤ به ولا يتيمم اهـ

اقول الحلاوة ان لو تيمم بمبلغا  
تجعلك نبيذ اكانت مغلوبة وان بلغت فقد  
غلبت ولا واسطة بينهما وايضا لا معنى للتساوي  
الماء والحلاوة فان التساوي والتفاضل في  
كمين متجانسين فوجب ان المراد المساواة  
في الاحتمال اي لا يقلب على الظن احد طرفي  
صيرورته بجيد الادبائه ماء بل يحتملان على  
السواء فالحاصل حصول الشك والتردد به  
غير غير ففى التبيين والفتح عن خزانة  
الاحكام وفي الحلية عنها وعن غيرها قال  
مشايخنا انما اختلفت اجوبته معنى الله تعالى  
عنه لاختلاف المسائل سئل مرة ان كانت  
الماء غالباً قال يتوضؤ وسئل مرة ان كانت  
الحلاوة غالبية قال يتيمم ولا يتوضؤ  
سئل مرة اذا لم يدرا ايها الغالب قال يجمع  
بينهما اهـ هذا لفظ الفتح وقال بعده وعلى  
هذا يجب التفضيل في الفصل ان كان النبيذ  
غالب الحلاوة قريبا من سلب الاسم لا يقتل  
به او ضده فيقتل الماء بطريق الدلالة

سوال کیا کی کہ جب پانی کا غلبہ ہو تو کیا حکم ہے ؟  
فرمایا وضو کرے اور تیمم نہ کرے ۔

میں نے سنا کہ مشرک اگر اس درجہ نہ ہو کہ پانی  
کو غلبہ بنا دے تو مشرک میں مطلوب بھی جائے گی ، اور  
اگر اس درجہ ہو تو غالب ہوگے اور اس درجہ میں کوئی  
واسطہ نہیں ، نیز پانی اور مشرک کی مساوات کے کوئی  
معنی نہیں ، کیونکہ تساوی ، تعاضل وہ ہم جنس کمیتوں میں  
ہوتے ہیں ، تو عرضی ہو کہ یہ مساواة احتمال ہے یعنی  
اس کا غلبہ ہو یا پانی رہتا ، غالب گمان میں نہیں ہے  
بلکہ دونوں چیزوں میں برابر کا احتمال ہے ، تو حاصل  
شک و تردد کا حصول ہے ، اور ان کے غیر ہونے اس کی  
یہی تفسیر کی ہے ۔ تبیین اور فتح میں فرماتے ” الاكمل سے  
اور علیہ میں فرماتے ” غیر ناسخ سے ہے کہ ہمارے مشایخ نے  
فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جوابات کے  
مختلف ہونے کے درجہ سوالات کا اختلاف ہے ۔ جب  
آپ سے یہ پوچھا گیا کہ اگر پانی غالب ہو تو آپ نے  
فرمایا وضو کرے اور جب یہ پوچھا کہ اگر مشرک میں غالب  
ہو تو جواب میں فرمایا کہ وضو اور تیمم دونوں کو جمع کرے  
اور یہ فتح کے الفاظ ہیں اور اس پر پھر یہ کہا اس  
بنابر غرض میں بھی غرور تفصیل ہوگی کہ اگر نبیذ میں مشرک  
اتنی غالب ہو جائے کہ پانی کا نام اس پر نہ بولا جائے تو اس

ہیں ہے :

الخط القليل لا معتبر به لعدم إمكان  
پانی میں معمولی ملاوٹ کا اعتبار نہیں کیونکہ مٹی کے اجزاء

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

او معتدد افیه یجمع بین الغسل والتیمم۔  
ہر اور اس کو پانی کہا جائے تو غسل کرے کیونکہ ولات کے طور پر غسل کا حکم و وضو سے ملتی قرار پائے۔ لیکن اگر بنیہ میں غلیظ  
کے واسطے میں تہہ ہو تو غسل اور تیمم کو جمع کرے (ت)  
اقول لا حاجة الى الا لاحاق موبقا،

الاطلاق اما الذين اختلفوا في جواز الغسل  
به فصحيح في المبسوط والجواز و صحيح في  
المفيد عند ما لان الجنازة اخذ كما ذكره  
في الفتاوى بعدد۔

میں کہتا ہوں کہ اطلاق کی موجودگی میں اطلاق کی

ضرورت نہیں، بنیہ سے غسل کے جواز کے واسطے میں

اختلاف کرنے والوں نے جیسا کہ مبسوط میں جواز کی صحت

کی ہے اور مفید میں عدم جواز کریم کیا تو اس کی وجہ

یہ ہے کہ جنابت زیادہ غلیظ ہے جیسا کہ بعد میں اسے

تائید کر کیا ہے۔ (ت)

میں میں کہتا ہوں کہ ان کا کلام اس صورت میں

ہے جبہ بن جائے تو اس میں مذکورہ توفیق

جاری نہ ہوگی لہذا غسل نے جواز کے قائل و ضو کے

ساتھ اطلاق کرنے میں ولایت کے قول پر مجبور ہیں اور

وہ قیاس کو یہاں استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ بنیہ تہہ سے

وضو کا جواز قیاس کے قاعدہ پر نہیں ہے، جو قیاس

کے خلاف ہو تو اس سے اطلاق بطور دلالت ہو سکتا ہے

اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا پس اس طرح وضو اور

غسل دونوں مطلق پانی سے جواز میں مساوی ہیں ایک کو

اصل اور دوسرے کو ملحق نہیں قرار دیا جاسکتا، لہذا،

بین میں اور علیہ کے اتفاق بھی اسی طرح ہیں، تو جب

(باقی اگلے صفحہ پر)

فأقول كلامهم في ما صار بنیة او هو

غير هذا التوفيق الاتيق وعليه يضطر القائل

بجواز الاغتسال به الى الحاقه بالوضوء

دلالة لاقياس لان الجواز في بنیة التيمم

صحيح به عن ستن القياس وما كان كذا

يجوز الا لاحاق به دلالة لاقياس اما على

هذا التوفيق فلا شك ان الوضوء والغسل

ميان في جوازهما بالماء المطلق فلا يبعد

احدهما اصلا والاخر ملحقا به هذا ومثله

لفظ التيمم والوضوء اذا لم يدرا بينهما

الغالب فهذا في المشكوك دون المباح والمساو

الاحتراش عنه كما في اجزاء الامام حنيفة  
فتح القدير میں ہے ،

قد مر أننا يقال في ماء المد والنيل  
حال غلبة لون الطين عليه وقمع الاوراق  
في الجياض من الخريف فيمر السريقان و  
يقول احد هما للأخر ههنا ماء تعال نشرب  
لتوضأ فيعطيه مع تغير الوصف بانقاعها  
فظهر لنا من اللسان ان المخلوط المغلوب  
لا يسلب الاطلاق فوجب ترتيب حكم المطلق  
على الماء الذي هو كذلك وقد اختلف على  
الله تعالى عليه وسلم يوما افتتح من قصعة  
فيها اشرا العجيين رواه النسائي والماء بذلك

کی طرح ایسی محدث سے پانی کا محفوظ ہونا مشکل ہے (ت)

علو ذیل کے پانی میں مٹی کا رنگ غالب ہوتا ہے اور  
حوضوں میں موسم خزاں کے پتے گرتے ہیں اس کے بل بوتے  
ہم نے دیکھا کہ دوسرا تھی وہاں سے گزرتے ہوئے  
ایک دوسرے کو کہتے ہیں یہ پانی ہے آؤ پئیں اور  
وضو کریں اسی کو مطلق پانی قرار دیتے ہیں حالانکہ ان  
چیزوں کے مٹنے کی وجہ سے پانی کے اوصاف متغیر  
ہونگے ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ مٹنے والی مغلوب چیز  
پانی کو اپنے اطلاق سے خارج نہیں کرتی لہذا ایسے  
پانی پر مطلق پانی کا حکم قرب ہوگا نیز فتح مشک کے روز حضور  
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسے پیالے سے وضو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قد را فليس فيه ما يبيل الى ما في القية تثبت  
ولله الحمد -

دونوں میں سے کسی کا فہم معلوم نہ ہو، تو یہ مشکوک کی بات ہوتی  
مقدار کے اعتبار سے مساوی مخلوط کی بات نہیں ہے یہاں  
تغیر مال بات کی طرف میلون ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کی لغو ہے جو حدیث  
میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک باریہ  
سوال ہوا کہ اگر روزے والا اپنی بیوی کا بوسہ لے  
تو کیا حکم ہے، تو جواب میں اجازت فرمائی۔ اور دوسری  
بار یہی سوال کیا گیا تو آپ نے منع فرمایا۔ تو اس ایک  
سوال کے مختلف جوابات کی وجہ یہ ہے اگر وہ روزے والا  
بڑھا ہو تو جائز فرمایا اور اگر وہ جوان ہے تو منع فرمایا، اسی طرح امام ابو حنیفہ نے نبی کے بارے میں مختلف قول فرمائے

اقول وتطير هذا الاختلاف حسن  
الامام ما في الحديث انه صلى الله تعالى  
عليه وسلم سئل عن تقبيل الصائم  
حرمه فاجاب فسئل اخرى فنهى فاذا  
الذي اباه له شيخنا والذي نهاه عنه  
شاب ۱۲ عن غفر له - (م)

بڑھا ہو تو جائز فرمایا اور اگر وہ جوان ہے تو منع فرمایا، اسی طرح امام ابو حنیفہ نے نبی کے بارے میں مختلف قول فرمائے  
کیونکہ ہر جواب علیحدہ نقطہ سے متعلق ہے۔ (ت)

یتغیر و لم یعتبر المغلوبیۃ - فرمایا جس میں اٹانگا ہوا تھا۔ اس کو نسائی نے روایت

کیا ہے اور پانی اس آٹے کی وجہ سے متغیر ہوتا ہے لیکن حضور پر صلوة والسلام نے اس کی کچھ پرانہ کی۔ (ت)

(۷) اجماع عرف و شرع ہے کہ زوال اسم موجب زوال اطلاق ہے و قد تقدم في تعارض مطلق

الاسماء التاسع (مطلق کی قرینوں خصوصاً نویں قرین میں گزر چکا ہے۔ ت) و لہذا جید قرین سے وضو ناجائز

ہونے پر اجماع ہوا اگرچہ پانی اپنی رقت پر ہے و قد تقدم في ۲۸۶ (۲۸۶ میں گزر چکا۔ ت)

(۸) اجماع ائمہ حنفیہ ہے کہ پانی کے اوصاف میں قلیل تغیر مانع اطلاق نہیں و قد تقدم في ۱۱۶

(۱۱۶ میں گزر چکا ہے۔ ت)

یہ آٹھ اجماع واجب الاتباع ناقابل نزاع غیر صالح الاندفاع ہیں اہل حق بعد اللہ تعالیٰ وہ معیار کامل

ہے جو مانع مطلق کی قرین و ضمیمہ میں گزرا و لہذا الحمد یہ احکام منقذ ہاتھ میں رکھ کر ضوابط کی طرف چلے۔

ضابطہ ۱: کسی پھل یا پتھر یا پیل یا پتھر یا گھاس کے عرق یا حصا سے وضو جائز نہیں۔ قدوری

ہایہ و قایہ نقایہ کنز اصلاح مقرر نور الایضاح مترق و غیرہ عامہ کتب میں ہے لایہ جوڑ بسا احتصر

من شجر او شجر (درخت اور پھل کے پورے ٹکڑے پانی سے وضو جائز نہیں۔ ت) اور صحیح یہ کہ یہ حکم قاطع و مستقر و

معتبر سب کرام ہے کہما تقدم في ۲۰۵ (جیسا کہ بحث ۲۰۵ میں گزر چکا ہے۔ ت)

اقول هو عندی من فروع الاجماع میں کہتا ہوں کہ یہ میرے نزدیک پہلے اجماع

الاول حق فی قاطر الکرم و قد تقدم کے فروعات میں سے ہے حتی کہ انگر کے درخت

سے نکلنے والے قطروں کو شامل ہے اور یہ بات فی حاشیۃ ۲۰۷۔

بحث ۲۰۷ حاشیہ میں گزر چکی ہے۔ (ت)

ضابطہ ۲ تا ۳: مطہر پانی کے ناقابل وضو ہونے کے لیے مترق معتمد میں تین سبب ارشاد گئے:

(۱) زوال طبع آب

(۲) غلبۂ غیر

(۳) طبع یا غیر

اگرچہ بعض نے ایک سبب بیان کیا بعض نے دو بعض نے اجماع سبب، لہذا ہی سے تعبیر میں بھی عبادت

مختلف آئیں مگر عند التفتیح بتوفیق اللہ تعالیٰ سب اُسی معیار کے دائرے میں ہیں عبارات یہ ہیں:

(۱) قدوری لایجوز بہما غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع السماء کما ہا قلی والسرقي  
وعاد النهر ۵ بج (وضوہ جائز نہیں ہے اُسی پانی سے جس پر کسی دوسری شے کا غلبہ ہو گیا ہو اور اس کو پانی کی طبیعت  
سے نکال دیا ہو جیسے باقل کا پانی اور زردی کا پانی - ت)

(۲) بذریعہ مثله وانما اخذ عنه دان نہ اذ بعض الامثلة (بذریعہ میں اسی کی مثل ہے انہوں نے قدور کا  
سے لیا ہے اگرچہ بعض مثالوں کا اضافہ کیا ہے - ت)

(۳) وقایہ ولا بعد نہ ال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء ادبیا الطبع کما ہا قلی والسرقي (وقایہ  
میں ہے اور نہ اس پانی سے جس پر غیر کا بصورت اجزاء اریا پکانے کی وجہ سے طبع ہو گیا ہو جیسے باقل کا پانی اور  
شودہ - ت)

(۴) تعایہ یتوضو بہما السماء والارض وان اختلط بہ طاهر الا اذا اخرجہ عن طبع  
الماء او غیرہ طبعہا وهو مما لا یقصد بہ النقاۃ (تعایہ میں ہے آسمان اور زمین کے پانی سے وضو  
کر سہ اگرچہ اس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو الا یہ کہ اس کو پانی کی طبیعت سے خارج کر دیا ہو یا پچنے کی وجہ سے اس  
کو پانی کی طبیعت سے خارج کر دیا ہو اور وہ غیر چیز ایسی نہ ہو جس سے نفی صلب ہوتی ہے - ت)

(۵ و ۶) کنز و وافی ۵ بہما تغیر بکثرة الاوراق ادبیا الطبع او غلب علیہ غیرہ اجزاء  
(کنز و وافی میں ہے اس پانی سے وضو جائز نہیں ہو پتوں کی کثرت یا پچنے یا فزہ اجزاء کی وجہ سے بدل گیا ہو - ت)  
(۷) اصلاح لا بعد نہ ال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء ادبیا الطبع معہ وهو مما  
لا یقصد بہ النقاۃ (اصلاح میں ہے اس پانی سے وضو جائز نہیں ہو اپنی طبیعت کھو بیٹھا ہو دوسرے کے  
اجزاء کے غلبہ سے یا پچنے کی وجہ سے اور نہ چیز ایسی ہو جس سے نفی صلب کا ارادہ نہ کیا جاتا ہو - ت)

۶ ص	طبع بمقتبائی کات پر	کتاب الطہارت	۱۰ قدوری
			۱۱ ہدایۃ المبتدی
۸۵/۱	طبع رشیدیہ دہلی	کتاب الطہارت	۱۲ شرح الوقایہ
۲۵/۱	طبع الاسلامیہ محمد ابراہیم	"	۱۳ جامع الرموز
۱۱/۱	ایچ ایم سعید کینی کراچی	میانہ الوضو	۱۴ کنز الدقائق
			۱۵ اصلاح

(۸) طبعی لابماء خروم عن طبعه بکثرة الادساق او بغلبة خيرة او بالطبع کماء الباقلاء  
والصرق (تلفظ میں ہے اس پانی سے وضو جائز نہیں جو چٹوں کی کثرت یا غیر کے غلبہ یا پکاتے کے سبب اپنی طبیعت  
کھوٹا ہو جیسے باقلاء کا پانی اور شرابہ - ت)

(۹) سقر زبماء خوال طبعه بالبطخ کالصرق او بغلبة خيرة عليه (قرآن میں ہے جس پانی کی طبیعت  
زائل ہو چکی ہو اس سے وضو جائز نہیں خواہ پکنے کی وجہ سے یا غیر کے غلبہ کی وجہ سے - ت)

(۱۰) تنویر لابماء مغلوب بظاہر ولا بماتر ال طبعه بطبع کصرق (تنویر میں ہے جو پانی کسی  
پاک چیز کے لئے سے مغلوب ہو چکا ہو یا پکنے سے طبیعت کھو چکا ہو اس سے وضو جائز نہیں ہے - ت)

(۱۱) قورالایضاح لابماء ترال طبعه بالبطخ او بغلبة خيرة عليه (قورالایضاح میں ہے  
جس پانی کی طبیعت پکنے یا غیر کے غلبہ کی بنا پر زائل ہو چکی ہو اس سے وضو جائز نہیں ہے - ت)

اقول وترکنا ما ذکرہ صنف  
تلخیص الضابطۃ التریلیحۃ فان وضعہ سنون  
میں کتا ہوں اُخروی نے اس کے بعد جو ضابطہ  
زیعیر کی تھیں اکر کے ہے ہم نے اسے ترک کر دیا ہے کیونکہ  
متون کو مذہب نقل کرنے کے لیے وضع کیا ہے نئی امرات  
کے لیے نہیں - (ت)

۲۸/۱	عامر مصر	تجزو الطہارت بالماء المطلق	۱/۲۸	۱/۲۸	۱/۲۸
۲۳/۱	دار السادة مصر	فرض الغسل	۱/۲۳	۱/۲۳	۱/۲۳
۳۲/۱	مجتبائی دہلی	باب المياه	۱/۳۲	۱/۳۲	۱/۳۲
ص ۳	علیہ لاہور	کتاب الطہارة	ص ۳	ص ۳	ص ۳

# ماخذ ومراجع

سجده تاجی	مصنف کتاب	نام کتاب
		۱۔
۳۱۶	عبد الرحمن بن عمر بن محمد البندادی المعروف بالنحاس	۱- الاجزاء فی الحدیث
۳۳۶	ابو العباس احمد بن محمد الناطقی الحنفی	۲- الاجناس فی الفروع
۶۸۳	عبد اللہ بن محمد (بن مردود) الحنفی	۳- الاختیار شرح المختار
۲۵۶	محمد بن یحییٰ البخاری	۴- الادب المفرد البخاری
۹۲۲	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۵- ارشاد الساری شرح البخاری
۹۵۱	ابو سعد محمد بن محمد المعادی	۶- ارشاد العقل السلیم
۱۲۲۵	مولانا سید علی بن محمد السلام	۷- الارکان الاربعة
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابین نجیم	۸- الاستبصار والنظائر
۱۰۵۲	شیخ عبد الحق محمد شہ الدہلوی	۹- اشعة المعانی
۳۸۲۱	علی بن محمد البزودی	۱۰- اصول البزودی
۹۳۰	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۱۱- الاصلاح لطایف فی الفروع
۷۶۹	قاضی برہ الدین محمد بن عبد اللہ الشبلی	۱۲- آکام المرجان فی احکام الجہان
۷۵۸	قاضی برہان الدین ابوسعید بن علی الطرموسی الحنفی	۱۳- الفیض الواسع
۱۰۶۹	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۴- امداد الفتاح
۷۹۹	امام یوسف ابو دینار الشافعی	۱۵- انوار الائمة الشافعیہ
۹۳۰	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۱۶- الايضاح لطایف فی الفروع
۳۳۲	عبد الملک بن محمد بن بشران	۱۷- انالی فی الحدیث
۳۶۳	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۱۸- الایجاز فی الحدیث
۴۰۷	احمد بن عبد الرحمن الشیرازی	۱۹- القاب الزہات

٥٨٤	علاء الدين ابى بكر بن مسعود الكاساني	٢٠ - بدائع الصنائع
٥٩٣	علي بن ابى بكر المرقيني	٢١ - البداية (بداية المستدري)
٩٤٠	شيخ زين الدين بن ابراهيم باين نجم	٢٢ - البحر الرائق
٩٢٢	ابراهيم بن موسى الطرابلسي	٢٣ - البرهان شرح مواهب الرحمن
٣٤٢	فقيه ايراني تقي الدين محمد السمرقندي	٢٤ - بستان العارفين
٥٠٥	حجة الاسلام محمد بن محمد الغزالي	٢٥ - البسيط في المفردات
٨٥٥	امام بدر الدين ابو محمد العيني	٢٦ - البناء شرح الهداية

## ت

١٢٠٥	سيد محمد تقي الزبيدي	٢٤ - تاريخ العروس
٥٤١	علي بن الحسن الذهبي	٢٨ - تاريخ ابن عساكر
٢٥٩	محمد بن اسماعيل البخاري	٢٩ - تاريخ البخاري
٥٩٣	برهان الدين علي بن ابى بكر المرقيني	٣٠ - التقييد والزم
٨٩١	كمال الدين محمد بن جبه الواحد بن الحمام	٣١ - تحرير الاصول
٥٢٠	امام علاء الدين محمد بن احمد السمرقندي	٣٢ - تحفة الفقهاء
٤٢٠	عبد العزيز بن احمد البخاري	٣٣ - تحقيق الحساب
٨٤٩	علاء قاسم بن قطلوبغا الحنفى	٣٤ - الترجيح والتفصيل على القهوري
٨١٩	سيد شرف الدين علي بن محمد الحارثي	٣٥ - التوقيعات بسند شريف
٣١٠	محمد بن جرير الطبري	٣٦ - تفسير ابن جرير (جامع البيان)
٦٩١	عبد الله بن عبد الباقى	٣٧ - تفسير البيضاوى
٩١١-٨	علاء جلال الدين الحلبي و جلال الدين السيوطي	٣٨ - تفسير الجلالين
١٢٠٣	سليمان بن عبد الحميد الشيباني	٣٩ - تفسير الجمل
٦٤١	ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبي	٤٠ - تفسير القرطبي
٢٦	امام فخر الدين الرازي	٤١ - تفسير الكبير



- ٢٢٨ - نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين النيشابوري  
 ٩١١ - ابو ذكريا يحيى بن شرف التراوى  
 ٨٤٩ - محمد بن محمد بن امير الحاج الحلبي  
 ١٠٣١ - عبد الرؤوف المناوى  
 ٤٢٣ - فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي  
 ٨٥٢ - شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني  
 ٨١٤ - ابو طاهر محمد بن يعقوب الفيروز آبادي  
 ١٠٠٣ - شمس الدين محمد بن عبد الله بن احمد الترمذاني  
 ٦٩٢ - محمد بن نصر المروزي  
 ٣٩٣ - ابو بكر احمد بن علي الخطيب البغدادي  
 ٤٤٣ - عمر بن اسحق السراج الندي

٢٢ - التفسير لنيشابوري

٢٣ - تقريب القريب

٢٤ - التقرير والتحرير

٢٥ - التيسير للمناوى

٢٦ - تبين المعاني

٢٧ - تقريب التهذيب

٢٨ - تنوير القباير

٢٩ - تنوير الابصار

٣٠ - تعظيم الصلوة

٣١ - تاريخ بغداد

٣٢ - الترشيع في شرح الهداية

## ج

- ٢٤٩ - ابو عيسى محمد بن عيسى الترمذي  
 ٩٦٤ - شمس الدين محمد القزويني  
 ٢٥٦ - امام محمد بن سليمان البخاري  
 ١٨٩ - امام محمد بن حسن الشيباني  
 ٢٦١ - مسلم بن حجاج القشيري  
 ٥٨٦ - ابو نصر احمد بن محمد العسقلاني  
 ٨٢٣ - شيخ بهرام الدين محمد بن اسرائيل باين قاضي  
 ٣٣٠ - ابي الحسن عبيد الله بن حسين الكوفي  
 ٠ - برهان الدين ابراهيم بن ابو بكر الاغلاطي  
 ٩٨٩ - احمد بن تركي بن احمد الخاكي  
 ٥٦٥ - ركن الدين ابو بكر بن محمد بن ابي المقاهر  
 ٨٠٠ - ابو بكر بن علي بن محمد الحمداني  
 ٢٣٣ - يحيى بن معين البغدادي  
 ٩١١ - علاء الدين عبد الرحمن بن ابي بكر السيوطي
- ٥٣ - جامع الترمذي  
 ٥٤ - جامع الرمزي  
 ٥٥ - الجامع الصحيح لبخاري  
 ٥٦ - الجامع الصغير في اللغة  
 ٥٧ - الجامع الصحيح لاسلم  
 ٥٨ - جامع اللغة (جامع اللغة)  
 ٥٩ - جامع الضررين  
 ٦٠ - الجامع الكبير  
 ٦١ - جواهر الاغلاطي  
 ٦٢ - الجواهر الزكية  
 ٦٣ - جواهر الفتاوى  
 ٦٤ - الجوهرة النيرة  
 ٦٥ - المخرج والتعديل في رجال الحديث  
 ٦٦ - الجامع الصغير في الحديث

١١٤٩	محمد بن مصطفى البرسيه النجاشي	٩٤ - حاشية على الدرر
١٠٢١	احمد بن محمد الشليبي	٩٨ - حاشية ابن شليبي على التبيين
١٠١٣	عبد العزيز بن محمد الرومي	٩٩ - حاشية على الدرر
٨٨٥	قاضي محمد بن فراموز ملا خسرو	١٠٠ - حاشية على الدرر ملا خسرو
-	علاء سفل	١٠١ - حاشية على المقطرة المشاوية
٩٢٥	سعد الله بن عيسى الاقندي	١٠٢ - الحاشية لمسندى آقندي
١١٣٣	عبد الحق ابن ابليسي	١٠٣ - الحديث النبوية شرح طريقة محمدية
٩٠٠	قاضي جمال الدين احمد بن محمد نوح القابسي الحنفي	١٠٤ - النجاشي القدسي
٣٤٢	امام ابراهيم نهر بن محمد السمرقندي الحنفي	١٠٥ - معر المسائل في الفروع
٣٣٠	ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصمغاني	١٠٦ - حلية الاولياء
٨٤٩	محمد بن محمد ابن امير الحاج	١٠٧ - حلية الجبل

	قاضي جكن الحنفي	١٠٨ - فرائد الروايات
٥٣٢	طاهر بن احمد عبد الرشيد البخاري	١٠٩ - فرائد الفتاوى
٣٠٠	حسين بن محمد السمعاني السيمقاني	١١٠ - فرائد المفتين
٥٩٨	حسام الدين علي بن احمد المكي الرازي	١١١ - خلاصة الدلائل
٥٣٢	طاهر بن احمد عبد الرشيد البخاري	١١٢ - خلاصة الفتاوى
٩٤٣	شهاب الدين احمد بن جبرالكي	١١٣ - خيرات الحماة

٨٥٢	شهاب الدين احمد بن علي بن جبر المستطاني	١١٤ - الدرزية في تحريك احاديث الهداية
٨٨٥	قاضي محمد بن فراموز ملا خسرو	١١٥ - الدرر (درر الحكم)
١٠٨٨	علاء الدين الحنفي	١١٦ - الدر المختار
٩١١	علامه جلال الدين عبد الرحمن السيوطي	١١٧ - الدر النشير

- ٨٨ - ذخيرة العقبه يوسف بن يزيد الطلي (طلي)  
 ٨٩ - ذخيرة النساوي برهان الدين محمد بن احمد  
 ٩٠ - ذم القبيبة جده الله بن محمد ابن ابى الدنيا القرشي

## ح

- ٩١ - الرحانية  
 ٩٢ - رد المحتار محمد ابن مابدين اشاشي  
 ٩٣ - روضة الامم في اختلاف الائمة ابو عبد الله محمد بن جبر الرضائي المدمشقي  
 ٩٤ - رغب الربيع في اختلاف القرآن ابو مروان عبد الملك بن حبيب السلي (القرطبي)  
 ٩٥ - ربيع النصارى في وقت العصر العشاء شيخ زين الدين بابين نجيم  
 ٩٦ - رد على البهية عثمان بن سعيد الدارمي

## ز

- ٩٧ - زاد الفقهاء شيخ الاسلام محمد بن احمد الاسيباني الترمذي او اخر القرن السادس  
 ٩٨ - زاد الفقيه كمال الدين محمد بن جبر الرامه المدرفه بابين الحام  
 ٩٩ - زواجر الجواهر محمد بن محمد الترمذي  
 ١٠٠ - زبديات امام محمد بن حسن الشيباني

## س

- ١٠١ - السراج المورج ابو بكر بن علي بن محمد الحمد اديلمي  
 ١٠٢ - السنن لابن ماجه ابو جده الله محمد بن يزيد ابن ماجة  
 ١٠٣ - السنن لابن منصور سعيه بن منصور الخراساني  
 ١٠٤ - السنن لابن داود ابو داود سليمان بن اشعث  
 ١٠٥ - السنن للنسائي ابو جبر الرضائي احمد بن شعيب النسائي  
 ١٠٦ - السنن للبيهقي ابو بكر احمد بن حسين بن علي البيهقي

١٠٤ - السنن دارقطني  
١٠٨ - السنن لدارقطني

## ش

١٠٩ - الثاني

١١٠ - شرح الاربعين للنووي

١١١ - شرح الاربعين للنووي

١١٢ - شرح الاربعين للنووي

١١٣ - شرح الاشبه والنظائر

١١٤ - شرح الجامع الصغير

١١٥ - شرح الدرر

١١٦ - شرح سفر السعادة

١١٧ - شرح السنة

١١٨ - شرح شريعة الاسلام

١١٩ - شرح مختصر الطحاوي للاستيعاب

١٢٠ - شرح الفريبي

١٢١ - شرح مسلم للنووي

١٢٢ - شرح معاني الآثار

١٢٣ - شرح الموطأ لابن ماجة

١٢٤ - شرح الموطأ في رسم المفتي

١٢٥ - شرح الفية الصغير

١٢٦ - شرح مواهب اللدنية

١٢٧ - شرح منهاج الطالب

١٢٨ - شرح المنهاج للنووي

١٢٩ - شرح النفاية

١٣٠ - شرح الوترية

علي بن محمد الدارقطني  
عبد الله بن محمد الدارقطني

٣٨٥

٢٥٥

شمس الأئمة جده بن محمود الكروبي

شهاب الدين أحمد بن جبرائيل

ابراهيم بن علي الماعلي

علاء الدين أحمد بن الحجازي

ابراهيم بن حسين بن أحمد بن محمد بن البيهقي

أحمد قاضي خان حسين بن منصور

شيخ السيف بن عبد الغني النابلسي

شيخ عبد الحق المحدث الدهلوي

حسين بن منصور البغوي

يحيى بن سيد فاطم زاده

أبو نصر أحمد بن منصور الحنفي الأسدي

٩٤٣

١١٠٩

٩٤٨

١٠٩٩

٥٩٢

١٠٩٢

١٠٥٢

٥١٩

٩٣١

٣٨٠

٩٤٩

٣٢١

٩٢١

١٢٥٢

٩٥٩

١١٢٢

١١٢٢

٩٤٩

٩٣٢

٤٤٤

شيخ أبو بكر يحيى بن شرف النووي

أبو جعفر أحمد بن محمد الطحاوي

عبد البر بن محمد بن شامة

محمد بن ابن عابد بن الشامي

شيخ أحمد إبراهيم الحلبي

علاء الدين محمد بن عبد الباقي الزرقاني

علاء الدين محمد بن عبد الباقي الزرقاني

شيخ أبو بكر يحيى بن شرف النووي

مولانا عبد الله البرجندى

صدر الشريعة عبيد الله بن مسعود



- ١٥١ - غاية البيان  
 ١٥٢ - غرر الاحكام  
 ١٥٣ - غريب الحديث  
 ١٥٤ - غرر عيون البصائر  
 ١٥٥ - غنية ذوا الاحكام  
 ١٥٦ - غنية المستمل
- ٤٥٨ شيخ قوام الدين امير كاتب ابن امير الملقاني  
 ٨٨٥ قاضي محمد بن قاسم بن خورشيد  
 ٢٢٠ ابو الحسن علي بن مغيرة البغدادي المعروف باثرم  
 ١٠٩٨ ابن محمد الحنفي المكي  
 ١٠٩٩ حسن بن عمار بن علي الشربلالي  
 ٩٥٦ محمد بن ابراهيم بن محمد الحلي

- ١٥٧ - فتح الباري شرح البخاري  
 ١٥٨ - فتح القدير  
 ١٥٩ - فتاوى النجاشي  
 ١٦٠ - فتاوى بزازية  
 ١٦١ - فتاوى فخر  
 ١٦٢ - فتاوى خيرية  
 ١٦٣ - فتاوى سرامي  
 ١٦٤ - فتاوى مطهر بن حمزة  
 ١٦٥ - فتاوى غياثية  
 ١٦٦ - فتاوى قاضي خان  
 ١٦٧ - فتاوى بندي  
 ١٦٨ - فتاوى نصيرية  
 ١٦٩ - فتاوى دولابجية  
 ١٧٠ - فتاوى الكبري  
 ١٧١ - فتحة الاكبر  
 ١٧٢ - فتح المعين
- ٨٥٢ شباب الدين احمد بن علي بن محمد المستطاني  
 ٨٦١ كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن الهمام  
 ٥٣٤ امام نجم الدين النجاشي  
 ٨٢٤ محمد بن محمد بن شباب بن بزاز  
 ١٠٨١ علامه خير الدين بن احمد بن علي الرطبي  
 ٥٤٥ سراج الدين علي بن عثمان الادبي  
 عطاء بن حمزة السعدي  
 داود بن يوسف الخطيب الحنفي  
 حسن بن منصور قاضي خان  
 ٥٩٢ جمعية علماء اورنگ زيب عالمكير  
 ٦١٩ ظهير الدين ابوبكر محمد بن احمد  
 ٥٢٠ عبد الرشيد بن ابي حنيفة الدولابي  
 ٥٣٩ امام صدر الشريعة حسام الدين عمر بن عبد العزيز  
 ١٥٠ الامام اعظم ابي حنيفة نعمان بن ثابت الكوفي  
 سيد محمد ابي السعود الحنفي

- ٩٢٨ - زين الدين بن علي بن احمد الشافعي  
٦٣٨ - محي الدين محمد بن علي ابن عربي  
١٢٢٥ - عبد الله بن محمد بن نظام الدين الكندي  
٢١٢ - نظام بن محمد بن عبد الله النجل  
١٢٥٢ - محمد بن ابن عابدين المشاي  
١٠٣١ - عبد الرزاق انصاري  
٢٩٤ - اسماعيل بن عباد الله الملقب بسموية
- ١٤٢ - فتح المعين شرح قرّة العين  
١٤٣ - الفترحات المكيّة  
١٤٥ - فواتح الرحمت  
١٤٦ - القوائد  
١٤٧ - فرائد المختصة  
١٤٨ - فيض القدير شرح الجا مع الصغير  
١٤٩ - فرائد سموية

## ق

- ٨١٤ - محمد بن يعقوب الفيروز آبادي  
٩٢٨ - علامه زين الدين بن علي الملباري  
٩٥٨ - نجم الدين محمد بن محمد الزاهد
- ١٨٠ - القاموس  
١٨١ - قرّة العين  
١٨٢ - القتيبة  
١٨٣ - القرآن

## ك

- ٣٣٣ - حاكم شهيد محمد بن محمد  
٣٦٥ - ابو احمد عبد الله بن عدي  
٩٤٣ - سيد عبد الوهاب الشمراني  
١٨٩ - امام محمد بن حسن الشيباني  
١٨٢ - امام ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاري  
٣٣٠ - ابو الحسن محمد بن علي  
١٠٥٠ - ابو نعيم احمد بن عبد الله  
عبد الرحمن بن محمد عماد الدين بن محمد العمادي  
لابي عبيد  
٣١٤ - ابو محمد عبد الرحمن بن ابي حاتم محمد الرازي  
١٨٩ - امام محمد بن حسن الشيباني  
ابو بكر بن ابي داود
- ١٨٣ - الكافي في الفروع  
١٨٥ - الكامل لابن عدي  
١٨٦ - البحر في الاحمر  
١٨٧ - كتاب الآثار  
١٨٨ - كتاب الآثار  
١٨٩ - كتاب الامام في آداب دخول الحمام  
١٩٠ - كتاب السواك  
١٩١ - كتاب البديّة لابن عماد  
١٩٢ - كتاب الطهارة  
١٩٣ - كتاب العمل على ارباب الفقه  
١٩٤ - كتاب الاصل  
١٩٥ - كتاب الموسوعة

- ٢٠٠ - علامه الدين عبدالعزيز بن محمد البخاري  
علامه المقدسي
- ٤٦٨ - ابن الدين عبد الوهاب بن وسيلان المشقي  
٩٤٥ - علامه الدين علي المشقي بن حسان الدين  
٨٠٠ - جلال الدين بن شمس الدين الخوارزمي تقريباً  
٩٤٣ - شباب الدين احمد بن حجر المكي  
٤١٠ - عبد الله بن احمد بن محمد  
٢٠٥ - ابو عبد الله الحاكم  
٤٨٦ - شمس الدين محمد بن يوسف اشافى الكلافي  
٢٥٣ - محمد بن جابر التميمي  
١٩٨ - يحيى بن سعيد القطان  
٢٨١ - جده الله بن محمد بن ابي الله نيا القريشي  
١٨٠ - جده الله بن محمد بن ابي الله  
٥٣٨ - جده الله بن محمد بن طراز خنصري
- ١٠٥٢ - ماسر شيخ جده الله بن محمد بن طراز  
٩١١ - علامه جلال الدين عبد الرحمن بن محمد السيوطي

- ١٩٦ - كشف المسرار  
١٩٤ - كشف الرمز  
١٩٨ - كشف الاستار عن زوايا البراز  
١٩٩ - كنز العمال  
٢٠٠ - الكفاية  
٢٠١ - كنف الرحا  
٢٠٢ - كنز الحقائق  
٢٠٣ - الكنى على كرم  
٢٠٤ - الكواكب الدراري  
٢٠٥ - كتاب الجرج والتعديل  
٢٠٦ - كتاب المغازي  
٢٠٧ - كتاب المصنوع  
٢٠٨ - كتاب الزم  
٢٠٩ - المشاف عن حقائق التنزيل

### ل

- ٢١٠ - لمعات السنج  
٢١١ - لفظ المرحان في اخبار الجان

### م

- ٨٠١ - شيخ عبد الحفيظ بن عبد العزيز ابن الملك  
٢٨٣ - بحر خواهرزاده محمد بن حسن البخاري الفني  
٢٨٢ - شمس الله محمد بن احمد السرخسي  
٩٩٥ - نور الدين علي الهادي في تقريباً  
٩٨١ - محمد طاهر الصديقي  
٥٥٠ - احمد بن موسى بن عيسى  
١٠٤٨ - شيخ جده الله بن محمد بن سليمان المعروف بداد آذني

- ٢١٢ - مبارك الازهار  
٢١٣ - بسوط خواهرزاده  
٢١٤ - بسوط السرخسي  
٢١٥ - بحري الله شرح مشقي الابهر  
٢١٦ - مجمع بحار الانوار  
٢١٧ - مجموع التوازي  
٢١٨ - مجمع الانهر



٢١٩ - المحيط البرداني	٦١٦ - امام برهان الدين محمود بن تاج الدين
٢٢٠ - المحيط الرضوي	٦٤١ - رضي الدين محمد بن محمد السرخسي
٢٢١ - مختارات النوازل	٥٩٣ - برهان الدين علي بن ابني بكر المرغيناني
٢٢٢ - مختار الصحاح	٦٦٠ - محمد بن ابني بكر عبد القادر الرازي
٢٢٣ - المختارة في الحديث	٦٢٣ - ضياء الدين محمد بن عبد الواحد
٢٢٣ - المختصر	٩١١ - علاء جلال الدين السيوطي
٢٢٥ - مدخل الشرح الشريفين	٤٣٤ - ابن الحاج ابني عبد الله محمد بن محمد العبدري
٢٢٦ - مراقب الفلاح بامداد الفلاح شرح نور الايضاح	١٠٦٩ - حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي
٢٢٦ - مرقات شرح مشكوة	١٠١٣ - علي بن سلطان قاطل قاري
٢٢٨ - مرقات الصعود	٩١١ - علاء جلال الدين السيوطي
٢٢٩ - مستخلص الحقائق	ابراهيم بن محمد الحنفي
٢٣٠ - المستدرک للحاكم	٢٠٥ - ابراهيم الله الحاكم
٢٣١ - المستقصى	٤١٠ - حافظ الدين عبد الله بن احمد النسفي
٢٣٢ - مسلم الثبوت	١١١٩ - صاحب الله البهاري
٢٣٣ - مسند ابني داود	٢٠٣ - سليمان بن داود الديلمي
٢٣٣ - مسند ابني يعقوب	٢٠٤ - احمد بن علي الموصل
٢٣٥ - مسند اسحق ابن راهوية	٢٣٨ - حافظ اسحق ابن راهوية
٢٣٦ - مسند الامام احمد بن حنبل	٢٤١ - امام احمد بن محمد بن حنبل
٢٣٤ - مسند البزار	٢٩٢ - ابو بكر احمد بن عمرو بن عبد الحافي البزار
٢٣٨ - مسند عبد بن حميد	٢٩٣ - ابو محمد عبد بن محمد حميد الكشي
٢٣٩ - مسند الفردوس	٥٥٨ - شهر دار بن شيرويه الديلمي
٢٤٠ - مصباح النير	٤٤٠ - احمد بن محمد بن علي
٢٤١ - المصنف	٤١٠ - حافظ الدين عبد الله بن احمد النسفي
٢٤٢ - مصنف ابن ابني شعبة	٢٣٥ - ابو بكر عبد الله بن محمد احمد النسفي
٢٤٣ - مصنف عبد الرزاق	٢١٦ - ابو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني
٢٤٢ - مصباح الدجى	٦٥٠ - امام حسن بن محمد الصنعاني الهندي

٢٣٠	ابو نعيم احمد بن عبد الله الصبان	٢٢٥ - معرفة الصحابة
٢٦٠	سليمان بن احمد الطبراني	٢٢٦ - المعجم الاوسط
٢٦٠	سليمان بن احمد الطبراني	٢٢٤ - المعجم الصغير
٢٦٠	سليمان بن احمد الطبراني	٢٢٨ - المعجم الكبير
٤٢٩	قاسم الدين محمد بن محمد البخاري	٢٢٩ - معراج الدراية
٤٢٢	شيخ زكي الدين العراقي	٢٥٠ - مشكاة المصابيح
٦٩١	شيخ فخر بن محمد الخبازي الحنفي	٢٥١ - المفتي في الاصول
٦١٠	ابو الفتح تاج الدين بن عبد السيد المطري	٢٥٢ - المغرب
٢٢٨	ابو الحسين احمد بن محمد القندوري الحنفي	٢٥٣ - مختصر القندوري
٩٤١	يعقوب بن سيري	٢٥٣ - منهاج الجنان
٥٠٢	حسين بن محمد بن مفضل الاصفهاني	٢٥٥ - المفردات للامام راغب
	ابو العباس عبد الباقي الشاذلي المالكي	٢٥٦ - القدر العثماني
٥٥٦	ناصر الدين محمد بن يوسف المسي	٢٥٤ - الملحق في فتاوى ناصري
٨٠٤	نور الدين علي بن ابي بكر البيهقي	٢٥٨ - مجمع الزوائد
٨٢٤	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزار	٢٥٩ - مناقب الكندي
٢٠٤	عبد الله بن علي ابن جازي	٢٦٠ - الفتاوى في الحديث
٢٣٢	الحاكم الشهير محمد بن محمد بن احمد	٢٦١ - الفتاوى في فروع المنيعة
١٢٥٢	محمد بن ابن عاصم بن الشامي	٢٦٢ - منحة الخاني
١٠٠٣	محمد بن عبد الله الترمذاني	٢٦٣ - منحة الفقهاء
٩٥٦	امام ابراهيم بن محمد الحلبي	٢٦٣ - طه في الادب
٦٤٦	شيخ ابو بكر يحيى بن شرف الزواوي	٢٦٥ - منهاج
٦٩٢	منظر الدين احمد بن علي بن شبيب الحنفي	٢٦٦ - مجمع البحرين
	شيخ عيسى بن محمد ابن ابيناج الحنفي	٢٦٤ - المبتقى
٢٥٦	عبد العزيز بن احمد الحلواني	٢٦٨ - المبسوط
٥١٠	الحافظ ابو الفتح فخر بن ابراهيم الهروي	٢٦٩ - مستند في الحديث

٢٦٢	يعقوب بن شعبة السدوسي	٢٤٠ - المسند الكبير
٤٠٥	سديد الدين محمد بن محمد الكاشغري	٢٤١ - غنية المصلي
١٤٩	إمام مالك بن انس المدني	٢٤٢ - موطا امام مالك
٨٠٤	قز الدين علي بن ابي براهيم البستي	٢٤٣ - مراد الظلاني
٩٢٢	احمد بن مظفر الرازي	٢٤٤ - مشكلات
٢٤٦	ابن النقي ابن محمد الشافعي	٢٤٥ - مذهب
٩٤٢	عبد الرزاق الشافعي	٢٤٦ - ميزان الشريعة الكبرى
٤٢٨	محمد بن احمد الذهبي	٢٤٧ - ميزان الاعتدال
٢١٠	احمد بن موسى ابن مردويه	٢٤٨ - المستخرج على صحيح البخاري
٢٢٤	محمد بن يعقوب الخزازي	٢٤٩ - مكارم الاخلاق

www.alukah.net

## ن

٤٢٥	عبد الله بن مسعود	٢٨٠ - النفاية مختصر الرقاية
٤٦٢	ابو محمد عبد الله بن يوسف الحنفي الزبيدي	٢٨١ - نصب الراية
١٠٩٩	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي	٢٨٢ - نور الايضاح
١٢١	حامد الدين حسين بن علي السفناقي	٢٨٣ - النهاية
٦٠٩	محمد الدين مبارك بن محمد الجزري ابن اشير	٢٨٤ - النهاية لابن اشير
١٠٠٥	عسك بن نعيم المصري	٢٨٥ - النهر الغاني
٢٠١	بشام بن عبيد الله المازني الحنفي	٢٨٦ - نوادر في الفقه
١٠٣١	محمد بن احمد المعروف ببشامجي زاده	٢٨٧ - نور العين
٢٤٦	ابو الليث نصر بن محمد بن ابراهيم السمرقندي	٢٨٨ - التوازل في الفروع
٢٥٥	ابو عبيد الله محمد بن علي الحكيم الترمذي	٢٨٩ - نوادر الاصول في معرفة اخبار الرسول

## ز

- ٢٩٠ - الوافي في الفروع  
 ٢٩١ - الوجيز في الفروع  
 ٢٩٢ - الوقاية  
 ٢٩٣ - الرسيط في الفروع
- ٤١٠ - جده الله بن احمد الفسفي  
 ٥٠٥ - ابراهيم بن محمد بن محمد الغزالي  
 ٦٤٣ - محمود بن صدر الشريعة  
 ٥٠٥ - ابي حامد محمد بن محمد الغزالي

## هـ

- ٢٩٤ - الهداية في شرح البداية  
 ٥٩٣ - برهان الدين علي بن ابي بكر المصنفاني

## ي

- ٢٩٥ - اليراقيت والخواهر  
 ٢٩٦ - ينابيع في معرفة الأصول
- ٩٤٣ - سيده عبد الوهاب الشعراي  
 ٤٦٩ - ابي محمد الله محمد بن رمضان الرومي